اِنَّ مِنَ البیان لَسِحرًا

پُر الفتِ قومی سے ہے جنکا رگ و ریشہ

مرنے کو تو مرتے ہیں پہ جیتے ہیں ہمیشہ

مُکمّل مجموعہ لکچرز و اسپیچز

یعنی

جواد الدولہ عارف جنگ آنریبل ڈاکٹر سر سید احمد خاں صاحب بہادر

کے۔ سی۔ ایس۔ آئی۔ ایل۔ ایل۔ ڈی۔ ایف۔ آر۔ ایس

بانئے مدرستہ العلوم علیگڈھ مرحوم و مغفور علیہ الرحمۃ کے تمام لکچر اور اسپیچیں

از ابتدائے سنہ ۱۸۶۳ء لغایت سنہ ۱۸۹۸ء تک

مرتبہ

جناب مولنا مولوی محمد امام الدین صاحب گجراتی سلمہ ربہ

حسب فرمائیش

منشی محمد فضل الدین صاحب ککے زئی تاجر کتب قومی مالک اخبار اشاعت

بازار کشمیری لاہور

سنہ ۱۹۰۰ء

مطبع مصطفائی پریس لاہور

فہرست کتب از تصنیفات سر سیّد علیہ الرحمۃ

تفسیر القرآن

یعنی تفسیر اردو سورۃ الفاتحہ و سورۃ البقر۔ مصنفہ سر سید مرحوم۔ سید صاحب تو ہمیشہ کے لئے رخصت ہو گئے لیکن یہ زندہ یادگار چھوڑ گئے جو ہر روز علماء کی مجلسوں میں بحث مباحثہ کے وقت ضرور پڑھی جائیگی زیر طبع۔ قیمت . . . . سللعہ

الخطبات الاحمدیہ

یعنی وہ دلچسپ کتاب جس میں مرحوم سر سید نے تاریخ عرب کے علاوہ اسلام کی مذہبی تاریخ کو نہایت وضاحت سے بیان کیا ہے اور عیسائی مورخوں کے بے جا اعتراضات کے جواب جو پاک مذہب اسلام اور بانی اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام اور قرآن کریم پر کئے گئے تھے ایسے دنداں شکن جواب دئے ہیں جو قابل دید ہیں۔ درحقیقت اس مرحوم مغفور نے اس کتاب کی تصنیف سے مذہب پاک کی وہ خدمت کی ہے جو ہر طرح قابل تعریف ہے۔ جو شخص اردو زبان میں تاریخ عرب اور مذہب پاک اسلام کے حالات سے واقف ہونا چاہے اسے ضرور خرید کر مطالعہ کرے نہایت اعلےٰ درجہ کے سفید کاغذ پر خوشخط طبع کی گئی ہے۔ قیمت فی جلد مجلد للعہ

فضائل الامام من رسائل حجۃ الاسلام

یعنی مکاتبات حضرت امام محمد الغزالی علیہ الرحمۃ جو اُن کی وفات کے بعد امام صاحب کے چھوٹے بھائی امام احمد الغزالی نے جمع کئے اور جن کو سر سید مرحوم نے نہایت کوشش سے ترتیب دیا اور صحت کے ساتھ مرتب کیا اور بعض مقامات پر نہایت دلچسپ بحث بھی کی قیمت ۸؍

خلق الانسان

نئے فلسفہ دانوں نے انسان کی پیدائش کے متعلق نئی تحقیقات سے ثابت کیا ہے کہ انسان کیڑے سے پیدا ہوتا ہے لیکن آج سے ۱۳۰۰ سو برس مسلمانوں کی پاک کتاب اس بات کو دنیا پر روشن کر چکی ہے اسی مضمون کو سر سید احمد خاں مرحوم نے قرآن سے لیکر نہایت وضاحت سے لکھا ہے اور نئے فلسفہ دانوں کا خوب جواب دیا ہے اس کا مطالعہ ہر بشر کے لئے ضروری ہے قیمت . . . ۲؍

الجن والجان علیٰ ما فی القرآن

اس کتاب میں لفظ جن و انس سے بحث کی گئی ہے کہ آیا قرآن شریف میں جو یہ لفظ استعمال ہوئے ہیں اس کے کیا معنی لئے جانے چاہئیں اس مضمون کے متعلق قرآن شریف کی تمام آیات جمع کر کے اور احادیث اور لفظوں کے موقع بموقع اور جائے استعمال اور صرف و نحو کے لحاظ سے نہایت مدلل بحث کے بعد اصل حالات لکھے ہیں قیمت . . . . . ۵؍

ازالۃ الغین عن ذوالقرنین

سکندر ذوالقرنین کے حالات کے متعلق اور یاجوج ماجوج اور سد یاجوج ماجوج اور سد گریٹ وال اور حالات جو وانگ ٹی فرمانروائے چین جس کا رکان اور بنائے دیوار وغیرہ وغیرہ کے متعلق ہے سر سید احمد خاں صاحب مرحوم نے قرآن شریف سے یہ مضمون لیکر نہایت ہی اصلی حالات لکھے ہیں۔ اس کتاب کے متن میں آیات قرآنی اور ترجمہ مع اردو یا مصنف کے ہے اور حاشیہ پر تفسیر کبیر عربی ہے قیمت ۵؍

تحریر فی اصول التفسیر

اس کتاب میں نواب محسن الملک مولوی سید مہدی علی صاحب اور سر سید احمد خاں صاحب بہادر کی خط و کتابت بابت تفسیر قرآن سر سید احمد خاں مرحوم نواب صاحب کو جس جگہ شبہ ہوا ہے یا انہوں نے جائز نہیں سمجھا اعتراض کئے ہیں سر سید نے بھی تسلی کے لئے جواب لکھے ہیں انہوں نے پھر جواب در جواب لکھا ہے۔ غرضیکہ عجیب دلچسپ سلسلہ بحث ہے اس کے ساتھ سر سید احمد خاں نے بھی مقاصد تفسیر لکھدئے ہیں جس شخص نے سر سید کی تفسیر دیکھی ہے اس کو فرض ہے کہ اس رسالہ کو بھی ضرور مطالعہ کرے تاکہ تفسیر جن اصولوں پر ہے معلوم ہو جائیں قیمت . . ۵؍

فہرست مضامین مکمل مجموعہ لکچر

...یران سید
...بھی تسلی کے لئے جواب لکھے ہیں
...صد تفہیم لکھ دیتے ہیں جس شخص نے
...نام ہو جاتے ہیں قیمت ۔۔ ۵۰

تاریخ ولادت ۵ ذوالحجہ سنہ ۱۲۳۲ ہجری　　تاریخ وفات ۵ ذیقعد سنہ ۱۳۱۵ ہجری

ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق
ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما

شبیہ
جناب فضیلت مآب قدسی صفات سید السادات الکرام نجم الہند والاسلام خیر خواہ اسلام و اسلا
آنریبل ڈاکٹر سر سید احمد خان علیہ الرحمۃ والغفران

[illegible]

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ح ۲۵۴

دیباچہ

نصیحت گوش کن جاناں کہ از جاں دوست تر دارند
جوانانِ سعادت مند پندِ پیرِ دانا را

خطبہ اور لکچر دو مرادف لفظ ہیں۔ جن کا مفہوم واحد ہے۔ دنیا کا یہ عام قاعدہ ہے۔ کہ ہر فرد بشر فصیح و بلیغ ہونے کی آرزو کرتا ہے۔ مگر یہ صفت خاص۔ خاص خاص دل و دماغ کے اشخاص سے علاقہ رکھتی ہے اور دل و دماغ حوصلہ و مستقل مزاجی وغیرہ بہ تفاوت اُس واہب العطایا نے اپنے بندوں کو عطا فرمائی ہیں ؎

ہماں رست باید کہ پروردہ کشت

یہاں عوام کا تو کیا ذکر انبیاء علیہم السلام کے حق میں بھی تو لکھا ہوا پاتے ہیں۔ تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ الآیہ
پس تواریخ کے اُلٹ پھیر سے یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچتی ہے۔ کہ کسی زمانہ میں فصاحت و بلاغت سے کلام کرنا خاص الخاص اشخاص اہل یونان کا حصہ تھا۔ پھر بمرور زمانہ اہل روما کو یہ نعمت الٰہی چند ایام کے لئے نصیب ہوئی۔ تاں بعد عربوں کے رگ و ریشہ میں سرایت کر گئی۔ چنانچہ اہل عرب کو اپنی فصاحت و بلاغت پر یہاں تک فخر و ناز تھا کہ باقی دنیا کو اعجم و گنگ۔ ہیچ اور کمتر از ہیچ خیال کرتے تھے۔ عین اُسی زمانہ میں خداوند تعالٰے نے حضرت محمد رسول صلے اللہ علیہ وسلم کی معرفت اپنا پاک کلام (قرآن مجید) نازل فرمایا۔ جس کو حضرت مولنا حالی صاحب اپنے مسدس میں اس طرح پر فرماتے ہیں ؎

وہ بجلی کا کڑکا تھا۔ یا صوتِ ہادی	عرب کی زمیں جس نے ساری ہلادی
نئی اک لگن دل میں سب کے لگادی	اِک آواز میں سوتی بستی جگادی

اِس کلام پاک (قرآن مجید) کی فصاحت و بلاغت و مقدس سراپا برکت مضامین نے لاکھوں اصلاحات مخلوقات الٰہی کے ساتھ ہی عربی لٹریچر کی بھی بالکل کایا پلٹ دی۔ اور ہمیشہ کے لئے عملی طور پر فیصلہ ہو گیا۔ جس کو دنیا نے سر تسلیم خم ہو کر یقینی طور پر مان لیا۔ کہ قرآن مجید کے مقابلہ میں سب فصاحت و بلاغت ہیچ ہے۔ ہاں بزرگان سلف اہل اسلام اور شاگردانِ پاک کلام (قرآن مجید) میں سے بڑے بڑے ادباء و خطباء جن کو افصح الفصحاء اور ابلغ البلغاء کے خطابات قوم کی طرف سے ملتے رہے۔ اس صفحہ ہستی پر پیدا ہوتے رہے ہیں۔ آخر ہر کمالے را زوالے۔ جب گردونِ دوں نے اس قوم کو بھی مثل قرون اُولٰے پائمال کرنے میں کوئی دقیقہ باقی چھوڑنا نہ چاہا۔ تو یہ سعادت و داد الٰہی بھی۔ مغربی جزائر کی طرف روانہ ہوئی۔ اور انگریزی لکچروں اور اسپیچوں میں اپنے نادر انداز اور جلوے و کرشمے دکھانے لگی ✦

ملک ہند کے چند ایک برگزیدہ بنگالی صاحبان جو انگریزی زبان سے حصۂ وافر رکھتے تھے۔ انگلستان و غیرہ ممالک فرنگستان سے مغربی تعلیم کے اعلےٰ مضامین اور شُستہ طرزِ تحریر کا کچھ حصّہ اپنے وطن میں لائے۔ مگر اُردو علم ادب با وجودیکہ ایک قالب بے روح کی مثال رکھتا تھا۔ ایک ذرّہ بھر بھی اُس کو ان صاحبان سے فائدہ نہ پہنچا۔ بلکہ اس بیچاری زبان اردو میں تو ایسے ایسے ناپاک اور لغو خیالات بھرے پڑے تھے۔ جن سے مثل پیر بضاعۂ گندہ ہو رہی تھی اور کوئی ایسا شخص بھی موجود نہ تھا جس کو ان گھناونے خیالات سے کم از کم تعفّن ہی تو آتا۔ اور جو بالخصوص مسلمانوں کی ردی حالت تھی وہ ناگفتہ بہ ہے۔ کہ یکایک۔ رحمت الٰہی جوش میں آئی۔ اور ہندوستان کے عین دل (دلّی) کے اعلےٰ خاندان سادات سے ایک شخص اُٹھا جو نیچرل **آریٹر**۔ فطرةً مستقل مزاج قدرةً **دردمند قوم**۔ دیانت کا پُتلا۔ امانت کا سچا نمونہ۔ دل و دماغ کو اپنے ساتھ رکھنے والا اور اپنے وقت کا **ریفارمر** تھا جب اُس نے مُلک کی وہ صورت دیکھی کہ دیکھنے میں نہ آئے۔ اور قوم کی وہ حالت دیکھی کہ خدا کسی کو نہ دکھائے یعنی کوئی خرابی۔ کوئی بُرائی۔ کسی قسم کا جہل مرکب نہ تھا جو قوم کی طرف منسوب نہ کیا جاتا ہو۔ تو اس کے **دل** کو سخت چوٹ لگی۔ اور کئی ایک پیرایوں سے اُس کی درستی اور اصلاح کے لئے ہاتھ پاؤں مارے۔ اور مقدس مولوی صاحبان کی خدمت میں نہایت ادب سے التجا کی کہ طوفان بے تمیزی اور ادبار کی کالی گھٹائیں قوم پر چھا رہی ہیں۔ جن سے موجودہ صورت میں نہ ان کی دُنیا رہتی نظر آتی ہے۔ نہ دین۔ خدا کے لئے اس کی فکر کرو۔ مگر ان بزرگوں نے جو رفتارِ زمانہ سے بالکل بے خبر تھے۔ اس کی حامی نہ بھری بلکہ جہاں تک ہو سکا دیوانہ 'کافر' 'ملحد' وغیرہ کہنے میں کمی نہ رکھی۔ تب اِس **شیدائے قوم** نے خود کمر ہمت چست باندھی۔ اور طریق انبیاء علیہم السلام بالخصوص اپنے **نانا** پاک حضرت **رسُول مقبوُل** صلی اللہ علیہ وسلم کا اصلی پیشہ (لکچر دینا) اختیار کیا اور اسی دُھن میں اس نے انگلستان کا سفر کیا جہاں پر اپنی متبرک کتاب **خطبات** کا انگریزی میں ترجمہ کرا کر دُنیا میں مشتہر کیا۔ اور بیشمار معلومات قوم کے لئے حاصل کر کر واپس آیا۔ اب انگریزی طرز تحریر کے سانچہ میں اردو لٹریچر کی ایسی کانٹ چھانٹ کی کہ بیچاری اُردو جو ایک بد ہیئت ڈاین تھی۔ اُس میں نئی روح کے پھونکنے اور عمدہ لباس پہنانے سے ایک پاکیزہ دُلہن بنا دیا۔ یہ بالکل سچ ہے۔ کہ جو الفاظ پند و نصائح کے انسان کے دل سے نکلتے ہیں۔ وُہی دلوں پر اثر کرتے ہیں (ورنہ یوں تو اپنی جگہ ہر ایک لکچرار ناصح ہے) پس **سر سیّد** مرحوم بھی جن کا دل قدرت نے دردمند اور حلیم بنایا تھا۔ موجودہ بنی نوع انسان خصوصًا مسلمانوں کی قوم کی ردّی حالت کو دیکھ کر یہاں تک بے بس ہو جاتا تھا کہ جنہوں نے دیکھا ہے وُہی جانتے ہیں ٭

لکچر یا اسپیچ دیتے وقت مسلمانوں کی قوم کی جو ایک زمانہ میں دنیا بھر کی اقوام میں سے برگزیدہ و سرآمدہ قوم ہو گذری ہے۔ موجودہ افلاس کا خاکہ کھینچتے وقت از خود رقّتگی کا عالم طاری ہو جاتا۔ خود بذاتہ بے بس ہو کر سوزِ دروں سے رونا۔ اور ان شُعلہائے آتشیں سے جو اُس شکستہ اور دردمند دل سے نکلتے تھے۔ برق الخاطف کی طرح حاضرین کے خرمن دلی میں جا لگتا۔ پاک اسلام اور **بانی اسلام** صلی اللہ علیہ وسلم پر یہاں تک شیفتگی کہ ایک دفعہ اُن کا **اسم مُبارک** زبان پر آ جاتا۔ تو بے اختیار اشکوں کا سیل چہرہ پر جاری ہو جاتا۔ یہ سب کچھ ایک جہان کے **مشاہدہ** میں آچکا ہے۔

جس کو ابھی کچھ بہت عرصہ نہیں گذرا۔ اور جو کچھ اُس نے کر دکھایا وہ سب کے سامنے ہے۔

یہی تو باعث تھا۔ کہ گرتی ہوئی قوم کو از سرِ نو مستعد کر دیا۔ لاکھوں روپے قوم او غیر قوم سے لے کر قوم پر لگا دیئے اور ہزاروں بہتری کے کاموں کے ساتھ ہی ایک ایسا بے نظیر کالج مسلمانوں کی قوم کیلئے علیگڈھ میں بنایا کہ کوئی سرکاری کالج بھی ہندوستان میں اُسکی ہمسری نہیں کر سکتا۔ اب اُس کا سنبھالنا یا نہ سنبھالنا قوم کا کام ہے۔ غرض اپنا سب مال و اسباب اور آخر کو جان بھی قوم پر تصدق کر دی۔ اور جن کانوں نے انجمنوں' سوسائٹیوں' وغیرہ کے کبھی نام تک نہ سُنے تھے۔ اور جن لوگوں کے پاس لکچر اور نیچر کا قافیہ باندھنے کے لئے الفاظ تک موجود نہ تھے اپنی روحانی اور خداداد طاقت سے۔ بذریعہ لکچروں و اسپیچوں وغیرہ کے اُن میں تازہ دلولہ و جوش پیدا کر دیا۔ غرض موافقین و مخالفین (سرسید مرحوم کسی کو اپنا مخالف نہ جانتے تھے) سرسید مرحوم کی کلام فیض التیام کے ایک ایک لکچر اور اسپیچ سے ہزاروں فائدے اُٹھا چکے ہیں۔ اور اسی سبب سے مرحوم و مغفور کی وفات حسرت آیات پر جو ہر ایک قوم نے رنج و الم ظاہر کیا کُل ملکی اخبارات و رسالے سیاہ ہو کر نکلتے رہے۔ انگریزی' عربی' فارسی' اُردو' وغیرہ زبانوں میں وہ وہ دلسوز مرثیے لکھے گئے جن کو کوئی اہلِ دل پڑھ کر رقت اور نیچر کا باج ادا کئے بغیر رہ نہیں سکتا۔ غرض ہم نے تو بہت ہی کم بزرگانِ دین اسلام کے نام تواریخ میں پڑھے ہونگے جنکی وفات پر اس قدر لوگوں کو غم و الم ہؤا ہو۔ اور فی الحقیقت قبول عام اسی کا نام ہے۔

شمس العلماء حافظ مولوی نذیر احمد صاحب بہج فرماتے ہیں ؎

مرے پر اپنے اور بیگانے سرسیّد کو روتے ہیں
خدا کے نیک اور مقبول بندے ایسے ہوتے ہیں

مگر کیا ایسے انسان کامل اور فرد اکمل کے لکچروں اور اسپیچوں سے فائدہ اُٹھانا موجودہ نسلوں کے لئے ہی ہوتا؟ ہرگز نہیں۔ بلکہ اِن دُرِ شاہوار و لآلی آبدار سے جن کے ایک ایک جملے اور فقرے میں ہزاروں تجربات زمانہ بھرے پڑے ہیں۔ ہر ایک زمانہ کے احباب کا حصہ ہونا چاہئے۔ اور اگر موجودہ اور آیندہ نسلیں اِن نصائح دلپذیر پر کاربند رہینگی تو یقین ہے کہ وہ ہر قسم کے آفات زمانہ سے مامون اور ہر ایک طرح کے صدمہ سے مصئون رہینگی۔

اسی غرض کو مدِ نظر رکھ کر مخدومی احمد بابا لاہوری جو قرآن مجید کے عاشق اور مسائل اسلامی کی تحقیق میں اپنی زندگی کا بہت سا حصہ صرف کرنے والے اور سرسید مرحوم کی تفسیر و لکچروں اسپیچوں کے شیفتہ اور دلدادہ ہیں اور جنکا ہمیشہ دلی مدعا یہی رہا ہے کہ اُس دینی اور دنیوی حکیم یعنی سیّد السادات سرسید مرحوم کی تحریروں کا ایک لفظ بھی ضائع نہ ہونے پائے۔ اور مسلمانوں کی قوم کے بہی خواہ جناب منشی محمد فضل الدین صاحب تاجر کتب قومی لاہور جنھوں نے قریباً کُل تصانیف سرسید مرحوم و مغفور کو شائع کرنے میں اپنا بے شمار سرمایہ صرف کر دیا ہے۔ ان دونو بزرگو نے بندہ کی طرف اشارہ کیا۔ کہ مرحوم و مغفور کے لکچروں اور اسپیچوں کو مِن اَوّلہٖ الٰی آخرہٖ سب کے سب جمع کرو پس یہ احقر العباد جس کا یہ حال تھا۔ کہ سرسیّد مرحوم کی خضر صورت کے نظر نہ آنے کے باعث طبیعت سخت اُچاٹ ہوگئی تھی۔ اور کوئی شغل دل کو نہ بھاتا تھا۔ کتاب اللہ کی معمولی منزل کے بعد۔ باقی نہ کوئی نئی قسم کا رسالہ پسند آتا تھا

نہ کوئی اخبار۔ نہ کسی نئی تصنیف کا لطف نہ کوئی تازہ افکار۔ غرض جس کو دیکھا ایک طومار بے معنی جس کو چھاپے مزہ اور پھیکا پایا۔ ناچار میں نے ان لیکچروں اور اسپیچوں کی تلاش میں کتابوں اور اخباروں کی ورق گردانی تو اپنا شغل بنایا۔ **فرد**

گر وصالِ یار نبود با خیالش ہم خوشم
کلبۂ درویش را شمعے بہ از مہتاب نیست

اور اس مجموعہ کو جو پبلک کے سامنے آتا ہے۔ جمع کیا۔ سوائے **خطبات الاحمدیہ** کے خطبوں یا لیکچروں کے اب شاید ہی کوئی ایسا متفرق لیکچر علیحدہ رہگیا ہوگا۔ جو اس مجموعہ میں شامل ہونے سے نظر انداز ہو گیا ہو۔ ورنہ جس قدر اس ہیچ میرز سے ہوسکا اپنے کام میں غفلت نہیں کی قبل ازیں منشی محمد فضل الدین صاحب نے جو مجموعہ لیکچروں کا چھاپا تھا فی الحقیقت اُس سے بھی بندہ کو گونہ امداد ملی ۔

اس مجموعہ میں **مذہبی - اخلاقی - تمدنی** وغیرہ سب قسم کے لیکچر شامل ہیں۔ اور میں اُن کو قسم وار کرسکتا تھا۔ مگر ایسا کرنے میں ان کے تاریخ وار ہونے کی ترتیب بگڑ جاتی تھی۔ اس لئے میں نے تاریخ کی قید کو بنا قسم وار کرنے کی ترتیب سے زیادہ مناسب سمجھا ۔

مخدومی **احمد بابا** رینہ صاحب موصوف اس کتاب کی تصحیح و ترتیب میں اپنا بیش قیمت اور لاثانی وقت صرف فرماتے رہے اور ماسٹر **عبد العزیز** صاحب گجراتی جو ورق گردانی میں میرے مددگار رہے ہر طرح سے شکریہ کے مستحق ہیں۔ اور خداوند تعالےٰ اُن کو اجر نیک عطا فرمائے۔ میری آخری التجا اور گذارش ناظرین کی خدمت میں یہ ہے۔ کہ ان نصائح ارجمند و پند ہائے سُود مند سے متمتع ہو کر **سرسید** مرحوم کے حق میں صدق دل سے دعائے مغفرت کریں اللہ تعالےٰ ایسے ہمدرد قوم کو ہمیشہ بہشت بریں میں رکھے ۔ آمین ثم آمین ۔

آخر میں اس قدر عرض کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اس کتاب کے جملہ حقوق اپنے دوست منشی **محمد فضل الدین** صاحب تاجر کتب قومی کو دیدئے ہیں۔ منشی صاحب موصوف اس کے طبع کرانے اور شائع کرنے کے ہر طرح پر مالک و مختار ہیں کوئی صاحب بغیر اجازت منشی صاحب مذکور کے اس کے چھپوانے کا ارادہ نہ کرے ۔

۲۱ - فروری ۱۹۰۰ع

بندہ امام الدین
از گجرات

بسم اللہ الرحمن الرحیم

١

سر سید نے مختلف موقعوں اور مقاموں پر تین دعائیں پڑھی ہیں۔ ہم ان تینوں دعاؤں کو اس کتاب کے شروع میں درج کرتے ہیں پہلی دعا ۱۸۵۸ء میں بمقام مرادآباد ۱۸۵۷ء کے غدر کے فرو ہونے اور ملک پر پھر انگریزی تسلط ہو جانے اور ملکہ معظمہ دام ملکہا کے اشتہار معافی جاری کرنے کے شکریہ میں پڑھی تھی۔ دوسری مناجات آگرہ کی جامع مسجد کے ضبطی سے چھوٹنے پر بمقام آگرہ پڑھی تھی۔ تیسری ۲۷۔ فروری ۱۸۷۲ء کو ہزرائل ہائنس پرنس آف ویلز کے شکریہ صحت میں بمقام بنارس پڑھی تھی اور اس کے خاتمہ پر سجدۂ شکر کیا گیا تھا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اے خدا تو ہی ہمارا حقیقی پروردگار ہے۔ اے خدا اصلی بادشاہت اور حقیقی سلطنت تجھ ہی کو سزاوار ہے۔ اے خدا مالک الملک تو ہی ہے جسکو تو چاہتا ہے عزت دیتا ہے جسکو تو چاہتا ہے ذلت دیتا ہے۔ اے خدا سارا عالم اور تمام مخلوقات کی جانیں اور سب آدمیوں کے دل تیرے ہاتھ میں ہیں جس طرف تو چاہتا ہے اُنکو پھیرتا ہے اور جو تو چاہتا ہے سو کرتا ہے تیرا کوئی کام حکمت اور رحمت سے خالی نہیں تیرے کام میں کسی کو چون و چرا کی قدرت نہیں۔ اے خدا ہم تیرے عاجز بندے سرتاسر تیرے گنہگار ہیں۔ اے خدا ہماری شامت اعمال نے ہمکو گناہ کے دریا میں تک ڈبو دیا ہے۔ اے خدا ہر وقت ہم تیرے تقصیر وار ہیں۔ جب تک تیری مدد نہ ہو ہم

ایک دم گناہ سے پاک نہیں رہ سکتے - اے خدا تیرے سوا کوئی ہمارے گناہ بخشنے والا نہیں - اے خدا تیرے سوا ہم گناہ کے دریا میں ڈوبے ہوؤں کا کوئی تیرانے والا نہیں - ہم نہایت عاجزی اور کمال انکسار سے اپنے گناہوں کی معافی، **محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ سے تجھ سے چاہتے** ہیں - اے خدا تیرے غضب سے تیری رحمت سبقت لے گئی ہے - اپنی رحمت کاملہ سے ہمارے گناہ معاف کر - اے خدا جس طرح تیری حکمت سے میلا کپڑا میل سے پاک ہوتا ہے اسی طرح ہمکو ہمارے گناہوں کی ناپاکی سے پاک کر - اے خدا اپنی بے انتہا رحمت سے ہمارے دل کو تمام برائیوں سے اور تمام ناپاک چیزوں سے جو دل کو ناپاک کرتی ہیں صاف کر - اے خدا ہمارے دل کے گناہوں کو مٹا اور ہماری روح کو روح القدس کی تائید سے قوی کر کیونکہ تیرے سوا ہمارا حقیقی ماوا اور اصلی ملجا اور کوئی نہیں - آمین ؛

۲ الٰہی ہمارے گناہ حد سے زیادہ ہوگئے تھے - الٰہی ہماری شامت اعمال کی کچھ انتہا نہیں رہی تھی - اگرچہ ہم یقین کرتے ہیں کہ ہر ایک کے اعمال کی سزا اور جزا کا ایک دن بے شک آنے والا ہے - جس کا تو نے اپنے سچے نبیوں کی کتابوں میں وعدہ کیا ہے - اور اُس دن تیری رحمت اور تیرے فضل کے سوا کسی طرح چھٹکارہ نہیں - کیونکہ تیرے آگے سب گنہگار ہیں - مگر اِن پچھلے دو برسوں میں جو تیری نگاہ قہرآلود تیرے عاجز بندوں کی طرف ہوئی وہ بے شک ہمارے شامت اعمال کا ظاہری نتیجہ تھا - الٰہی ہم اپنے گناہوں سے توبہ کرتے ہیں - الٰہی ہم اپنے گناہوں کی تجھ سے معافی چاہتے ہیں - الٰہی تو ہمارے گناہ سب معاف کر - آمین ؛

۳ الٰہی یہ پچھلا زمانہ تیری مخلوقات پر ایسے گزرا کہ انسان اور حیوان تمام چرند و پرند بلکہ شجر و حجر کسی کو چین اور آرام نہ تھا - کوئی شخص اپنی جان و مال و آبرو پر مطمئن نہ تھا - ان پچھلے فسادوں نے زمین و آسمان کو گویا اُلٹ پلٹ کر دیا تھا - الٰہی تو نے اپنے فضل و کرم سے ان تمام فسادوں اور آفتوں کو دُور کیا - الٰہی تو نے پھر اپنے عاجز بندوں پر رحم کیا اور جو امن اور آسائش اُن بدبخت برسوں سے پہلے تو نے اپنے بندوں کو دی تھی پھر وُہی امن اور آسائش تو نے اپنے بندوں کو نصیب کی - الٰہی تیرے اس رحم کا ہم دل سے شکر ادا کرتے ہیں - الٰہی تو ہمارے اس شکرانہ کو جو تیری درگاہ اور تیرے عظیم الشان دربار کے لائق نہیں ہے اپنے فضل و کرم سے قبول کر - آمین ؛

۴ - الٰہی تیرا ایک بہت بڑا احسان اپنے بندوں پر یہ ہے کہ اپنے بندوں کو عادل اور منصف حاکموں کے سپرد کرے - سو برس تک تو نے اپنے اُن بندوں کو جنکو تو نے خطۂ ہندوستان میں جگہ دی ہے اسی طرح عادل اور منصف حاکموں کے ہاتھ میں ڈالا - پچھلے کمبخت برسوں میں جو بہ سبب نہ ہونے ان حاکموں کے ہماری شامتِ اعمال ہمارے پیش آئی اَب تو نے اُسکا عوض کیا اور پھر وہی عادل اور منصف حاکم تو نے ہم پر مسلط کیئے - تیرے اس احسان کا ہم دل سے شکر ادا کرتے ہیں - تو اپنے فضل و کرم سے اسکو قبول کر - آمین ؛

۵ - الٰہی جو بھلائی کہ تیرے بندے کو کسی تیرے بندے سے پہنچتی ہے وہ درحقیقت تیری ہی طرف سے ہے - اور اس تیرے بندے کا [illegible] ادا کرنا درحقیقت تیرا ہی شکر ادا کرنا ہے - سب کے دلوں کا حال تجھ پر روشن ہے - کیونکہ تو دانائے نہان و آشکارا ہے - اہل ہند جو اس اتفاقیہ آفت میں گرفتار ہو گئے تھے ان پر رحم کرنا تو نے ہی ہمارے حکام کے دل میں ڈالا - تیرے ہی القا سے ملکہ معظمہ کوئین وکٹوریا دام سلطنتہا نے پُر رحم اشتہار معافی کا جاری کیا - ہم دل سے اس کا شکر ادا کرتے ہیں اور اپنی جان سے ملکہ کو دعا دیتے ہیں - الٰہی تو اس ہماری دعا کو قبول کر آمین - الٰہی ہماری ملکہ وکٹوریا ہو اور جہاں ہو ؛

۶ - تمام اہل ہند ناظم کشور ہند ویسرائے لارڈ کیننگ دام اقبالہم کا یہ رحم اور احسان کبھی دل سے نہیں بھولینگے - جس نے تمام اصلی حالات فساد پر غور کر کر اس پُر رحم اشتہار جاری ہونے کی صلاح دی اُسکی مستحکم رائے کسی طرح اس معاملہ میں نہیں ڈگمگائی جس سے تمام رعایا نے امن پایا - تمام اہل ہند اس کے اُس احسان کے بندے ہیں - اور دل و جان سے اُسکو دعا دیتے ہیں - الٰہی تو ہماری دعا قبول کر آمین - الٰہی جہاں ہو اور ہمارا ویسرائے لارڈ کیننگ ہو ؛

۷ - اہل ہند رحم کے اُس سے بہت زیادہ خواہشمند ہیں - جتنا ایک پیاسا نہایت گرمی کی شدت اور آفتاب کی تیزی اور دھوپ کی تپش اور ریتے کے جنگل میں پانی کی آرزو رکھتا ہو - جس حاکم کو دیکھتے ہیں کہ اُسکی رحم کی نظر ہے اُسکو دل سے پیار کرتے ہیں - اُسکا دل سے شکر ادا کرتے ہیں - تمام اہل ہند جانتے ہیں کہ اصلی حالات فساد پر غور کر کر نہایت رحم کی نگاہ سے اہل ہند کو مسٹر ریڈ صاحب بہادر ممبر صدر بورڈ نے دیکھا ہے - اس لیئے اُن کا شکر ادا کرتے ہیں اور دل سے اُن کو دعا دیتے ہیں - الٰہی تو ہماری اس دعا کو

قبول کر۔ آمین - الٰہی ہمارا مسٹر ریڈ ہمیشہ سلامت رہے ٭

۸ - اب ہماری یہ دعا ہے کہ اللہ تعالےٰ ہمیشہ فضل و کرم اور امن و امان چین چان رکھے اور تمام رعایائے ہند کو اطاعت گورنمنٹ سے سرخروئی دے اور ہمارے حکام اپنی رعایا اور خدا کے بندوں پر مہربان رہیں۔ آمین - وصلی اللہ تعالیٰ علےٰ خیر خلقہ محمد و آلہ و اصحابہ اجمعین و آخر دعوانا ان الحمد للہ ربّ العالمین ٭

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اے ہمارے مقدّس خدا تیرا نام ازل سے مقدّس ہے۔ اے قدّوس مطلق تیرا نام ابد تک مقدّس رہے گا - اے ذات پاک تو اپنے آپ ہی مقدّس ہے۔ اگر سارا جہان تیری تقدیس کرے جب بھی تیرے مقدّس ہونے میں کچھ زیادتی نہیں۔ اور اگر کوئی بھی تجھکو مقدّس کہکر نہ پکارے جب بھی تیرے مقدّس ہونے میں کوئی کمی نہیں۔ ہم تیرے عاجز بندے تیرا مقدّس نام لینے کو مسجدیں بناتے ہیں۔ تیرا نام پاک اُن میں لیتے ہیں۔ اُسکے محرابوں میں کھڑے ہوکر تجھ مقدّس کو مقدّس کہکر پکارتے ہیں۔ وہ عمارتیں کچھ ہمارے گھر نہیں ہیں۔ اور نہ تو کسی کا محتاج ہے۔ مگر خاص تیرا نام لینے سے وہ عمارتیں تیرا گھر کہلاتی ہیں۔ ہم خود جانتے ہیں کہ وہ اینٹ و پتھر جو اُن عمارتوں میں لگتا ہے کچھ مقدس نہیں ہے۔ اور عمارتوں کی خوبصورتی اور عالیشانی کچھ مقدس نہیں ہے بلکہ تیرا نام مقدس ہے۔ تیرے نام سے تیرا گھر مقدّس گنا جاتا ہے۔ پھر جیسے کہ تو تمام جہان کا مالک ہے اپنے اُس گھر کا بھی مالک ہے خواہ تو اُسکو آباد رکھہ خواہ تو اُسکو ویران رکھہ۔ اور تیرا نام ویسا ہی مقدّس ہے جیسا کہ ازل سے ہے اور ابد تک رہیگا ٭

اے خدا اکبرآباد کی یہ جامع مسجد تیرا مقدّس نام لینے کے لیئے بنائی گئی تھی۔ اُسکے پتّھر جن سے یہ بنی ہے کچھ بھی مقدّس ہونے کے لائق نہ تھے۔ مگر تیرے مقدّس نام نے جو اُس میں لیا جاتا تھا اُس کو مقدّس ٹھیرایا تھا۔ ہم تیرے گنہگار بندے جو سر سے پاؤں تک گناہوں کی نجاست میں آلودہ ہیں تیرا مقدّس نام لینے کے لائق نہیں ہیں تیرا فضل اور تیرا احسان ہے جو ہماری ناپاک زبان سے اپنا مقدّس نام لیواتا ہے۔ یہ بات بہت ظاہر ہے کہ اینٹ اور پتھر جس سے تیرا مقدّس نام لینے کو تیرا گھر بنایا گیا ہے کسی گنہ سے گنہگار ہونے کے لائق نہ تھا۔ ہماری شامت اعمال اور ہمارے دل کی بُرائیوں کی سرایت نے

ہمکو ایسا ناپاک کر دیا تھا کہ خود ہمارے جسم اس لائق نہ رہے تھے کہ تیرے مقدس نام کے گھر میں بھی داخل ہوں۔ اے خدا تونے ہمارے گناہوں پر نظر نہیں کی۔ اے خدا تونے اپنی رحمت ہم گنہگار بندوں پر کی۔ اے مقدس تونے ہمارے ناپاک جسموں کو اپنے رحم سے قبول کیا۔ اے خدا تونے اپنے فضل سے ہمارے حاکموں کے دل میں ڈالا کہ پھر تیرے اس گھر میں تیرا نام لیں۔ تیرے نام کی ستائش کریں۔ تجھ قدوس کو مقدس کہکر پکاریں۔ پس ہم تیرے بندے تیرا شکر بجالاتے ہیں۔ اور اُن حاکموں کو جنہوں نے تیرے مقدس نام کا ادب کیا۔ دل سے دعائے خیر دیتے ہیں۔ اے پاک پروردگار تو ہمارے اس ناچیز شکر کو اور ہماری اس دعا کو اپنے فضل سے قبول کر۔ اور جیسے کہ تو مقدس ہے ہمارے بدن اور ہمارے دل اور ہماری جان اور ہماری روح کو اپنے لیئے مقدس کر اور گناہوں سے بچا۔ اور اپنی خاص مرضی پر چلا۔ اور اپنے گھر کو اپنے مقدس نام سے آباد رکھ۔ آمین ٭

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اے خدا اے خدا بے شک خدا توہی ہے تیرے سوا کوئی نہیں۔ اے خدا اے خدا بے شک توہی ازلی ہے اور توہی ابدی ہے۔ تیرے سوا کوئی نہیں توہی ہمارا خالق ہے اور توہی ہمارا مالک۔ توُہی ہمارا معبود ہے اور توہی ہمارا مسجود۔ توُہی ہماری دعا ہے اور توہی ہمارا مدعو۔ توُہی ہمارا مقصد ہے اور توہی ہمارا مقصود۔ الٰہی ہم تجھ کو چاہتے ہیں اور تجھ ہی سے چاہتے ہیں۔ الٰہی ہم تجھ ہی کو مانگتے اور تجھ ہی سے مانگتے ہیں۔ اے میرے پیارے اللہ ہمارا دل ہماری جان ہماری روح تیری ہے اور تیرے ہی لیئے ہے۔ اے قادر مطلق خدا یہ تمام قوتے جو ہم میں ہیں تجھ ہی سے ہیں اور تیرے ہی لیئے ہیں پس اپنی چیز کو اپنی مرضی کے تابع رکھ ٭

الٰہی ہم اپنے گناہوں سے اقرار کرتے ہیں ہماری شامت اعمال نے ہمکو گناہوں کے کالے دریا میں ڈبو دیا ہے۔ الٰہی ہم نے تیری تقصیر کی ہے اور تیری امانت میں خیانت کی ہے۔ جو چیزیں تونے ہمکو جن کاموں کے لیئے دی تھیں اُن سے ہم نے وہ کام نہیں لیا۔ الٰہی ہمارے نفس امّارہ نے ہمکو بہکایا اور گناہ میں ڈالا۔ الٰہی ہم نے تیری نافرمانی کی اور تجھ سے یکتا خدا کی حکم عدولی کی۔ ہم بال بال گنہگار ہیں۔ گناہوں کے کالے دریا میں غرق ہیں۔ مگر تیرے سہارے کی اُمید ہے۔ پس اے ہمارے غفور الرحیم خدا

ہماری دستگیری کر اور ہمکو گناہوں سے نکال اور آب رحمت سے ہمارے گناہوں کو دھو اور ہمارے دل کو برف سے زیادہ سفید اور اپنی ذات کے نور سے سورج سے بھی زیادہ چمکیلا کر *

اے خدا تو بے شک بے نیاز ہے تیری بے نیازی ہمکو تسلیم ہے مگر کیا تو ہم سے بھی بے نیاز ہے۔

(گیرم کہ غمت نیست غم ما ہم نیست)

نہیں نہیں حاشا و کلّا تو ہمارے ماباپ سے بھی زیادہ ہمارا غمخوار ہے۔ جیسے کہ ہم تجھ سے بے نیاز نہیں ہیں ویسا ہی تو بھی ہم سے بے نیاز نہیں ہے۔ اے خدا اے خدا ہمارا اور تیرا یہ رشتہ کہ تو ہمارا خدا ہے اور ہم تیرے بندے اور تو ہمارا خالق ہے اور ہم تیری مخلوق کبھی ٹوٹ نہیں سکتا اے ہمارے عظیم الشان خدا اگر تجھ کو خدائے ذوالجلال وحدہٗ لاشریک ہونیکی عزّت و جلال ہے تو ہمکو بھی تیرے بندے ہونے پر بہت ہی کچھ فخر ہے۔ پس اپنے جلال کو دیکھ اور اپنے بندوں کی دستگیری کر *

الٰہی ہمارا دل اور ہماری جان محمّد رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیّین و رحمۃ اللعالمین پر فدا ہو جس کو تو نے ہماری ہدایت کے لیئے بھیجا اور جن کی ہدایت سے ہم نے تجھ کو جانا۔ پس تجھ سے ہم نے رسُول اللہ کو پایا اور محمّد رسول اللہ سے تجھ کو۔

شعر

محمّد از تو میخواہم خدا را
خدایا از تو خواہم مُصطفےٰ را

پس اے خدا تو ہمیشہ ہمکو اُن کی راہ پر رکھ اور اُن پر اور اُن کی آل و اصحاب پر اپنی رحمت نازل کر۔ اللّٰھمّ صلّ علےٰ محمد وعلےٰ آل محمد کما صلیت علیٰ ابراھیم و علیٰ آل ابراھیم انّک حمیدٌ مجیدٌ *

اے مسلمانوں۔ جان لو کہ ہمارا دین اسلام بالکل سچائی اور بالکل نیکی ہے۔ ہمدردی اور محسن کی احسانمندی اور عام خلائق کی خیر خواہی ٹھیٹ رکن اسلام کا ہے۔ جس طرح ہمکو اپنے خدائے پاک کا شکر کرنا ہے۔ اُسی طرح ہمکو اُس انسان کا بھی شکر کرنا ہے جس کا احسان ہمپر ہے۔ بادشاہ عادل کا احسان اپنی رعیت پر جسقدر کہ ہوتا ہے۔ اتنا احسان کسی انسان کا کسی انسان پر نہیں ہو سکتا۔ پس ہمارا سچا مذہب اور ہمارا روشن ایمان ہمکو یہ تعلیم کرتا ہے کہ ہم دل سے بادشاہ عادل کے شکر گزار ہوں۔ نوشیرواں جو ایک آتش پرست بادشاہ تھا

مگر عادل۔ اُس کے عہد میں ہونے سے رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلّم نے بھی اپنی خوشی و خوشنودی ظاہر فرمائی ہے۔ پس بادشاہ عادل کا کسی رعیت پر مستولی ہونا درحقیقت خدا تعالیٰ کی اپنے بندوں پر رحمت ہے اور بلاشبہ تمام رعیّت اُس عادل بادشاہ کی احسانمند ہے پس ہم رعایائے ہندوستان پر جو ملکہ معظّمہ وکٹوریا دام سلطنتہا ملکہ ہند و انگلستان ہیں جو ہمپر عدل و انصاف بغیر قومی یا مذہبی طرفداری کے حکومت کرتی ہے۔ سرتاپا احسانمند ہیں اور ہمپر ہمارے پاک اور روشن مذہب کی تعلیم سے ہمکو اُس احسانمندی کا ماننا اور اُس کا شکر بجا لانا واجب ہے۔ رعایا کی بادشاہ عادل کے ساتھ ہمدردی یا احسانمندی صرف اُس کے رنج و راحت میں شریک ہونا ہے۔ شکر خدا کا کہ رنج کے دن گئے اور خوشی میں شریک ہونے کے دن آئے یعنی ہماری ملکہ معظّمہ کے فرزند ارجمند ولیعہد ہند و انگلینڈ ہز رائل ہائینس پرنس **اوف ویلز** جو نہایت بیمار ہوگئے تھے اُنھوں نے صحت پائی اور خدا تعالےٰ نے اپنے فضل و کرم سے اُن کو شفاء کامل عطا فرمائی جسکا شکرانہ بدرگاہ شافی حقیقی ادا کرنے کو آج کا دن مُقرّر ہوا ہے۔ پس ہم خدا تعالےٰ کی اس رحمت عظمیٰ کا دل سے شکر ادا کرتے ہیں۔ ہم یقین کرتے ہیں کہ تمام بلاؤں کے ٹالنے والا۔ اور بیماری سے بیماروں کا شفا دینے والا صرف وُہی ایک خدا ہے جس کا کوئی شریک نہیں اور ہم خدا تعالےٰ کی تمام نشانیوں پر ایمان رکھتے ہیں۔ **وقد قال اللہ تبارک وتعالےٰ** ۔ انما یؤمن بایٰتنا الذین اذا ذکّروا بہا خرّوا سجّدًا وسبّحوا بحمد ربّھم وھم لا یستکبرون ۔

۲

یہ تحریر سید نے مجلس مذاکرہ علمیہ کلکتہ میں آنریبل مولوی عبداللطیف خان بہادر کے مکان پر ۶- اکتوبر ۱۸۶۳ء کو پڑھی تھی ٭

حضراتِ من !

پیش ازاں کہ آہنگ حرفِ مدعا سرائی ساز کنم ایزد بے ہمتا را نیایش می نمایم کہ بختم را یاوری و طالعم را بختیاری داد تا دریں مملکت بنگالہ گذر کردم و دریں دارالامارۂ کلکتہ کہ آں را دارالسلطنت ہند توانم گفت دار رسیدم - نازش من نہ بران ہست کہ شہر آبادان و وسیع الفضائے کلکتہ را دیدم و از عمارت منیف و اشیا لطیف آں مسرتے اندوختم بل نازش من بران است کہ بخدمت اربابِ فضل و کمال و بزرگانِ والا تبار و فضلائے بے مثل و مثال و عظمائے صاحب وقار ایں جا مشرف گشتہ ام و سعادت ملازمت شما بزرگان کہ باعث افتخار بنی نوع انسان ست تید حاصل ساختہ ام ٭

حضراتِ من ! آنچہ مسافر نوازی و غریب پروری از طرف شما بزرگان و سیما از جانب گلِ سرسبد ایں گلستان بل باعث افتخار ما ہم کیشان (یعنی جناب آنریبل مولوی محمد عبداللطیف خان بہادر) بحالِ ایں ہیچ میرز غریب الوطن کہ لیاقت کفش برداری ہمچو بزرگان والامنش ہم ندارد مرعی گشتہ است ادائے شکر آں از من ناتواں نیاید- اگر ہمہ تن زباں شوم نے نے اگر ہر سرِ موئے من زباں گردد و از ہر یکے داستانہا سرایم از عہدۂ آں برآمدن نتوانم - اینحال کہ اینک موجود است و ایں دم آں را بچشم مے بینم نمونہ ایست از اخلاق عمیم شما و انموذجیست از مسافر نوازی شما کہ ہمچو منے افسردہ دلے ادنے ترین مخلوقے را در انجمن خود کہ مہبط قدوسیان انجمن قدس تواند بود بار دادہ اید و ہم اجازت فرمودہ اید کہ آہ سردے برکشم و دانہ اشکے بریزم و دردِ دلے باز گویم ٭

حضراتِ من - شما نیکو میدانید کہ من کم مایہ و بے بضاعت لیاقت آں ندارم کہ روبروئے ہمچو بزرگان عالی مقام زباں بہ تکلم کشایم - زبانے کہ بہ جسارت روبروئے شما کشادہ گردد بستہ باد و دلے کہ بمخالفتِ شما برانگیختہ شود شکستہ باد - زباں کشادن بہ بیان دردِ دل خویش بہ حضور حضرت شما نیست بجز آنکہ کرم ہائے شما مارا دلیر ساختہ کہ اینک بخدمت شما بپا ایستادہ ام و دردِ دل خود را گفتن می خواہم و خود گلہ از خود سپردن آرزو دارم - چیست گلہ و چیست درد - حبِ وطن است و حبِ وطن است و بس ٭

حضراتِ من ! اگر بہ غور نگریستہ آید تواں یافت کہ ہر چہ از مکمن خفا بہ جلوہ گاہِ عیان ظہور

ساختہ آں ہمہ حقیقت واحدہ است کہ بصورت ہائے رنگارنگ و نقش ہائے بوقلموں بصفحہ خیال ہا صورت بستہ و حقیقت نقش من و تو درمیان نیست۔

میانِ عاشق و معشوق ہیچ حائل نیست
تو خود حجابِ خودی حافظ از میاں برخیز

اگرچہ تغایر اعتباری پردۂ خفا بریں رازِ آشکارا می اندازد۔ مگر کسے کہ چشم بصیرتش واکشادہ اند ایں تغایر اعتباری را اعتبارے نمی نہد۔ و ازیں حجاب تنک بے تار و پود پردۂ ظلمانی بریں حقیقت نورانی نمی افگند۔ حاشا ثم حاشا رہ روے طریق حقیقت موج را از لجہ جدا نداند و شعاع را از نور متغایر نہ انگارد۔ ازاں رہبر آشکارا است کہ تا ہمہ ہرچہ بوجود آمدہ ایم شخص واحد یم و تغایر اعتباری بیش از سرابے نیست۔ پس اگر چشم براں اعتبارہا اندازیم احول ایم کہ حقیقت واحدہ را دو مے بینیم۔ اینک غور کردنی است۔ چوں ما دریں کاخ فیروزہ رنگ آمدہ ایم و خود صورت خود را دریں کاخ آئینہ بند بہر رنگے مے بینیم چگونہ باآں ہمہ تمثال ہا بسازیم و چساں باآں ہمہ تشخصات اعتباری بسر بریم۔ نیست راہے دیگر بجز آنکہ تغایر اعتباری را از میان بر اندازیم و آنچہ باخود کردن میخواہیم باہمہ آں بکنیم۔ برخیز و آئینہ بدست خویش گیر و صورت خود را ببیں و بنگر کہ آنچہ با خود مے کنی ہماں باآں تمثال خیالی مے کنی و آنچہ باآں تمثال میکنی در نفس الامر با خود مے کنی۔ چوں ایں مقدمہ مسلم گشت بما لازم شد کہ چنانکہ ما در رفاہ و فلاح خویشتن سعی مے کنیم ہمیں ساں ما را در سود و بہبود جمیع موجودات عالم سعی کردنیست چہ آں ہمہ در حقیقت نسبت بہ حقیقت واحدہ است کہ من ہم ازاں۔ نے نے۔ عین آں حقیقت ایم۔ و اگر چنیں نکنیم۔ مثال ما ہمیں خواہد بود کہ یک چشم را نگاہ مے داریم و دیگرے را میل کشیدن مے دہیم۔ و دست در بغل مے نہیم۔ و پا را بہ بریدن مے سپریم۔ وائے صد وائے بر کسیکہ چنیں بکند اگر از ہواخواہی و فلاح جوئی تمام موجودات عالم حرفے برزنم سخن بہ درازی مے کشد و ازاں دائرہ کہ ما درانیم پا بیروں مے افتد پس ازاں درگذشتہ حرفے چند از فلاح جوئی بنی نوع خود مے سرایم +

ہویدا است کہ فلاح جوئی کسے از مقتضیات محبت اوست چہ از کسے محبت ندارم سر رفاہ و فلاح او ہم ندارم پس اصل اصول فلاح جوئی کسے محبت اوست۔ ازیں رو ناگزیر است کہ مختصرے از اقسام محبت بر شمارم و براں اساس ہواخواہی ہمکیشان خود برنہم +

محبت را درجات بے شمار است۔ اعلیٰ و افضل آں است کہ تمام موجودات عالم را عین حقیقت خود دانیم۔ اگر بینیم کہ کسے برگ کاہے بجفا شکستہ است دل ہمیں ساں بدرد در آید کہ

گویا ناخنے از ناخن ہائے دست و پائے من بر شکستہ این مرتبہ حاصل نمیشود مگر کسے را کہ خداوند عالم در رحمت بر و کشادہ باشد ۔

دوئمیں درجہ محبت آنست کہ جمیع ذی روح را کہ مشارکت بسیار و مشابہت بے شمار با ما دارند دوست دارم و ہر کہ جگر تر دارد و با و نیکی کنم۔ این درجہ اگرچہ از درجہ اوّل فراواں پایہ فروتر افتادہ است الّا بجائے خود آں قدر بلند پایہ است کہ دست کوتاہ ما بشاخ پُر بار آں نمی تواند رسید۔

سوئمیں درجہ محبت آن است کہ با بنی نوع خود بکار بریم۔ چنانکہ سعدی علیہ الرحمۃ مے فرماید۔

بنی آدم اعضائے یک دیگر اند کہ از آفرینش زیک جوہر اند

چو عضوے بدرد آورد روزگار دگر عضوہا را نماند قرار

اگرچہ این مرتبہ کمترین درجہ محبت است الا بہ نظر این کہ انسان را ضعیف البنیان آفریدہ اند ہمیں وجہ را نسبت باں درجہ اعلےٰ قرار دادہ اند ۔

ازیں مرتبہ ہم در مرتبہ کم دیگر درجہ محبت است کہ آں را مجازاً حب قومی نام نہیم و سرور ما و سرور عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام کہ دل و جانم فرش راہ و سرم خاک پائے آں عرش بارگاہ باد۔ تاکیدے بداں فرمودہ حیث قال علیہ الصلوٰۃ والسلام والنصح لکل مسلم علماء محققین ما رضوان اللہ علیہم اجمعین از لفظ نصح ہر گونہ رفاہ و فلاح برادران دینی مراد گرفتہ اند پس ما در سعی رفاہ و فلاح برادران دینی ماموراییم و بہ ترک آں بہ معصیتے گرفتار شویم۔

اگر این مدعا را بہ رہبر عقلی جوئیم گوئیم کہ این درجہ محبت را کہ ما آں را بہ حب قومی نامیدہ ام در حیوانات ہم مے یابم مے بینی کہ اگر زاغے را بدرد آریم دیگر ہمجنسان او بدرد مے آیند و بآہ و نالہ ما را مے گویند کہ اگر ہم کیشان و ہم کشوران خود را بہ دردے مبتلا مے بینیم و بدرد نیائیم و چارہ کار نیندیشیم از زاغ ہم بدتریم ۔ ازیں جملہ رہبر ما آشکار است کہ ما را بجہت صلاح و فلاح ہمکیشان و ہم کشوران خود کمر سعی چیست بستن و در پے سود و بہبود آناں افتادن واجب و لازم ست ظاہر است کہ برادران دینی ما ہنوز در گراں خواب غفلت اند و ہر چہ گوئیم و ہر چہ کنیم ازاں گراں خواب بیدار نمے شوند۔ لیکن ما را بداں سبب کمر ہمت سُست کردن نشاید۔

کس بشنود یا نشنود من گفتگوئے مے کنم

حقوق شاں کہ بذمہ ما یان است آں را ادا کردن شاید ۔

شاید کہ ہمیں بیضہ بر آرد پر و بال

گفتہ اثرے دارد چہ عجب کہ رفتہ رفتہ ہوشیار شوند و خود را دریابند ۔

حضرات من! معافم فرمائید۔ نغمہ بے آہنگ سرودم و سخن بے محل گفتم۔ حضرات را

مے بینیم که همه تن در صلاح و فلاحِ هم کیشان و هم کشورانِ خود سرگرم هستند۔ پس این ژاژخائی
و هرزه درائی من روبروئے همچو بزرگان سراسر بیجا و سرتاپا بے محل بود۔ مگر چه کنم شوق و ولوله محبت
که با هم کشوران خود دارم محل و بے محل ما را از سرودن اینچنین نغمه ها باز نمے دارد۔ اے بزرگان کلکته
نیکو میدانید که همه خانواده هائے قدیم هم کیشان ما برهم خورده اند و شهرهائے قدیم کشور ما که علم و ادب
و دانش و فرهنگ را بآن نازش بود از پا برافتاده اند در دارالسلطنه‌هائے باستانی هیچ چیزے باقی
نیست۔ مگر استخوان هائے چند بوسیده و چند خشت هائے کهنه دیوارهائے غلطیده۔ پس در تمام
مملکت هند از خلیج بنگاله تا رود سنده صرف همین شما بزرگانید که دارالامارة عهد ما را بذاتِ ستوده صفاتِ شما
نازش است و بس۔ آرے اگر شما هم در صلاح و فلاحِ هم کیشان و هم کشوران خود سعی نه نمائید باز
کدام کس پرسان حالِ ما بخت برگشتگان خواهد بود۔ خداوند عالم شما را سرسبز و شاداب داراد و
توفیق حبّ وطنی روز افزون نصیب کناد٭

مگر عرض دیگر قابل گذاردنی است و آن این که در جزو زمان هم کیشان و هم کشورانِ ما و شما
از حلیه تربیت عاری شده اند و روز بروز عاری مے شوند۔ پس درین زمانه مدار صلاح و فلاح
هم کشورانِ ما در آنست که بهر طورے که تواند شد در ترقی تعلیم و تربیتِ شان سعی ها نمائیم و آنچه
موانع و عوایق در تربیت هم کیشان بوده اند در برداشتن آن همه سعی و کوشش ها کنیم
مردمان این زمانه که تربیت هم کیشان ما را به نظر حقارت مے بینند۔ باعث اصلی او این است
که اکثر برادران ما آن که در علوم باستانی ید طولے دارند در علوم و فنون جدیده که مایه نازش
نوجوانان این زمانه است عاری اند پس نگریستنی است که باعث اینچنین ناواقفیت از علوم و
فنون جدیده مفیده چیست۔ گویم که آن همه علوم بزبان انگریزی اند و هم کشورانِ ما را تا حال
بر تحصیل آن زبان توجهے کما ینبغی نیست۔ دیگر باره پرسم که چرا نیست آیا تعصب مذهبی را
دران مداخلت است۔ گویم حاشا و کلّا۔ کسانیکه ما را بچشم غرض بین مے نگرند و یا از حقیقت حال
واقف نیند این گونه سخن هائے بے اصل سرائیده اند و در آموختن زبان هر قومے کجا شد تعصب
مذهبی را چه مداخلت است۔ ما مسلمانان زبان فارسی را مے خوانیم و آن زبانِ ما نیست و گاہے
تعصب مذهبی را بآن نسبت نکرده ایم۔ پس در آموختن زبان انگریزی چرا تعصب مذهبی را گنجایش
خواهد بود۔ اگر گویند که مسائل علوم جدیده سیما ریاضیات ظاهرا بآنچه در قرآن مجید از ان بیان شده
مخالفت دارند ازین باعث مسلمانان از خواندن او متنکره اند۔ گویم این همه غلط است مسائل حکمت
یونان که بظاهر حال بآنچه در قرآن مجید از ان ذکرے رفته مناسبت دارند و همه مسلمانان بهزاران هزار
شوق در تحصیل آن سرگرمی ها مے دارند و گاہے تعصب مذهبی را کار نفرموده اند۔ پس در خواندن و تحصیل

نمودن ہیات جدیدہ فیثاغورث یا چرا تعصب مذہبی را بکار بردہ باشند۔ اصلی کار و حقیقت حال کم توجہی برادران ما در خواندن زبان انگریزی و تحصیل علوم و فنون جدیدہ آں زبان این است کہ کتب مذہبی ما مسلمانان کہ آموختن آنہا در حقیقت بر ما فرض است ہمہ در زبان مقدس عربی است و عادت ما مسلمانان از طریقۂ سنت قرار این است کہ اوّلاً میخواہند کہ اولاد ما زبان عربی را بیاموزند و بمسائل دینیہ خود واقف شوند۔ بعد آں چیزے شود یا نشود۔ اے حضرات من نیکو دانید و ہشیار باشید کہ ایں طریقہ بسیار محمود و بغایت نیک و نہایت پسندیدہ است و گاہے تا آنکہ جان در قالب شماست ایں طریقہ را مگذارید۔ زبان عربی افضل ترین زبان ہاست خداوند عالم بہ ہیچ زبان متکلم نشدہ الا بزبان عربی۔ فضائل ایں زبان چہ از اختصار الفاظ و کثرت معانی و چہ در علو درجہ فصاحت و بلاغت از ہمہ زبان ہا فایق تر و شیریں تر است۔ پس اینچنیں زبان را گذاشتن کہ دراں عمدگی و علو درجہ در دنیا و نجات ابدی در عقبٰی است کار خردمنداں نیست۔ الا تدبیرے باید اندیشید کہ نوجوانان اقوام ما کہ در خواندن زبان عربی مصروف اند بجہت حصول علوم و فنون جدیدہ ہم موقعے و قابوے یابند۔ و آں بخوبی حاصل تواند شد۔ اگر ہم کشوران ما جمع شدہ انجمنے بیارایند و کتب علوم و فنون جدیدہ را از زبان انگریزی بفارسی یا عربی ترجمہ نمایند و آں را مشق نونہالان اقوام ما بدہند تا بذریعہ ہماں زبانے کہ بہ تحصیل آں مصروف اند از علوم و فنون جدیدہ ہم کما ینبغی واقفیت سازند۔ علم و تربیت نام صورت زبان و کام نیست بہر زبان کہ آں را بیاموزیم بہ مدعا مے رسیم*

از آنچہ گفتم چناں ندانید کہ من روادار تساہل و تغافل در خواندن و آموختن زبان انگریزی بودہ ام۔ نے نے۔ من آموختن زبان انگریزی را از قبیل ستۂ ضروریہ مے دانم۔ بہ بینید حکام ما زبان انگریزی دارند۔ اصل احکام و قوانین انتظام مملکت بزبان انگریزی است کہ واقفیت ازاں ما رعایا مطیع و منقاد را از ضروریات است۔ اگر بخدمت کدام حاکم وقت میروم بسبب تخالف لسان نیازمندی ہائے خود را چنانکہ در دل ہست ادا کردن نمے توانم۔ لطف و اخلاقے کہ از جانب حاکم بر حال ما مے شود آں را فہمیدن و دل را بآں خوش کردن نمے توانم۔ ما را آنقدر حاجت بانگریزی دانستن افتادہ است کہ بدون آں سرانجام امور تمدن ہم خیلے مشکل است۔ گردونخانے کہ بہ تخت سلیمان ماناست۔ عمدہ وسیلہ تسہیل سفر بجہت ما مہیا است۔ الا بعدم واقفیت از زبان انگریزی چہا مصائب است کہ دراں نمی برداریم۔ اگر پیام ضروری بذریعہ قوت کہربائی فرستادن مے خواہیم۔ بدون واقفیت از زبان انگریزی دراں عاجزیم۔ از بدترین پیشہ ہا کہ نوکری ہست تا بہ اعلےٰ ترین پیشہ ہا کہ تجارت است ما بہ انگریزی دانی محتاجیم۔ من بہ حسد نمیگویم ورنہ از ہم چو منے کہ ہوا خواہ بنی نوع انسانم حسد آید۔ بلکہ بطور تمثیل غبطہ مے گویم۔ کہ دیگر ہم کشوران ما صرف بذریعہ

انگریزی از ما سبقت ہا بردہ اند و روز بروز مسابقت می نمایند۔ پس ہم کیشان ما را نیز واجب و ضرور است کہ سعی موفورہ در آموختن زبان انگریزی نمایند۔ و چنانکہ پیشتر بودند دریں معرکہ ہم گوئے سبقت از دیگر ہمکشوران خود ربایند۔ مگر ایں نمیخواہم کہ عربی را یکسر فروگزارند و از علوم دینیہ و مسائل حقیہ مذہب خود جاہل و نابلد محض مانند ؛

ترجمہ کتب علوم و فنون جدیدہ را بایں وجہ خواہانم کہ اگر ترجمہ نشوند تحصیل علوم و فنون جدیدہ مختصر بزبان انگریزی خواہد بود و بس۔ و ازاں ہماں چند کساں را کہ دراں زبان لیاقت کلی بہم رسانیدہ اند فایدہ حاصل خواہد شد و بس۔ تمام ولایت ما را کہ من درپے آن ہستم حصول فواید ممکن نیست۔ آیا شما خیال میکنید کہ ہر چند سعی کردہ آید زبان انگریزی در ولایت وسیع ہندوستان مثل زبان ملکی رائج شدن مے تواند۔ تا چند سال بلکہ بسیار زاید ازاں کسے اینچنیں خیال کردن نمے تواند۔ پس ابنائے جنس خود را دریں جہالت و کوری و ذلت و خواری نخواہم گذاشت۔ اے سرخیلان قوم ما چندانکہ در اہتمام ایں امور تاخیرے شود روز بروز مشکل دیگر بروئے کار مے آید۔ و آں کار از دست مے رود۔ وقت را از دست مدہید۔ و در فراہمی سامان تربیت اہل ہند آمادہ شوید کہ وقت رفتہ و تیر از کمان جستہ باز نمے آید ؛

سخن دیگر ہم بہ غور شنیدنی است کہ در تربیت علوم و فنون جدیدہ بنوجوانان ہم قومان ما خواہ بذریعہ زبان انگریزی باشد و خواہ بذریعہ تراجم احتمال سستی در عقاید حقہ دینیہ بودہ است و ایں احتمال نیست بلکہ بہ تجربہ و استقرا ہم ہمچنیں یافتہ ایم مگر غور فرمایند کہ در حقیقت باعث آں توغل در زبان انگریزی یا آموختن علوم و فنون جدیدہ نیست۔ البتہ از توغل بفلسفیات و غفلت از تحقیق و تدقیق اعتقادیات اینچنیں مغالطہا در پیش مے آیند چنانچہ در بلاد جرمنی و فرانس آتش ایں فتنہ سر بفلک کشیدہ بود۔ و صدہا و ہزارہا مردم نقلیات را اوہن از تار عنکبوت خیال کردہ بودند۔ و زمانے پیشتر ازیں در دار السلطنت لندن ہم ایں بلا افتادہ بود۔ و در زمانے کہ حکمت حکمائے یونان درمیان ما مسلمانان شیوع یافت ہمیں آفت در مایان ہم رسیدہ بود۔ مگر علمائے ہر قوم و ملت بدفع آں کوشیدند و ہمہ آں را بر شکستہ حقیقت اعتقادیات نقلیہ را بصحت رسانیدند۔ علمائے مذہب ما علم کلام را ایجاد کردند و باثبات رسانیدند کہ آنچہ فلاسفہ بہ تحقیق آں پرداختہ اند و ہمیات بیش نیست۔ و نور حقیقت ہماں است کہ زبان وحی بآں ناطق شدہ۔ آرے ؎

پائے استدلالیاں چوبیں بود ✤ پائے چوبیں سخت بے تمکیں بود

پس من کہ خواہان ترویج زبان انگریزی وتعلیم علوم وفنون جدیدہ بشمول عربی وباشتغال تحقیقات وتدقیقات عقاید نقلیہ بودہ ام از ین تم تربیت این احتمال بفرہنگ ہا دورست البتہ در تکمیل امر دیگر یا را افتادن خواہد شد۔ وآں این کہ قواعد حکمت یونان از شیوع حکمت جدیدہ ہمہ از پا بیرافتادہ اند۔ در زمان پیشین علماے دین را بہ تردید یا بہ مطابقت اصول حکمت یونانی با علم وحکمت حقیقیہ الہامی حاجت بود۔ وپس چنانچہ بتائید روح القدس دراں کامیاب شدند۔ الحال کہ اصول حکمت را بروش دیگر بنا نہادہ اند ہرچہ ازاں بظاہر مخالف الہامیات مے نماید۔ در تطبیق یا تردید آں توجہ کردن خواہد افتاد واین امر گو بظاہر دشوار تے نماید لیکن بتائید روح القدس دشوار نیست۔ ؎

فیض روح القدس ار باز مدد فرماید
دیگراں ہم بکنند آنچہ مسیحا مے کرد

بہ بینید صرف از مذہب ما بظاہر مخالف نمے نماید۔ بلکہ از مذہب تمام اہل کتاب کہ عبارت از یہود ونصاریٰ است مخالف مے نماید۔ علمائے مسیحی چہا کوشش دریں بارہ کردہ اند و رسالہ ہا بر نگاشتہ وعلاج بد اعتقادی ہم ملتان خود کما ینبغی فرمودہ اند پس علمائے مذہب ما چرا بداں طرف توجہ نخواہند فرمود +

اگر بدیں گونہ تربیت ہم کیشان شیوع گیرد بیقین واثق است کہ فلاح بے شمار بحال آنہا عاید شود۔ وترقی روز افزوں وتہذیب مہذب نصیب ایشاں گردد واز تہذیب تا مہذب کہ در بعضے از ہمکشوران ماشیوع یافتہ بہ کلی ایمنی دست دہد۔ من خیر خواہ ہم کشوران خود روز وشب درہمیں خیالات بسر مے کنم وعمر گراں مایۂ خود را ونیز درہم ودینار را ہرچہ در کیسہ ام مے آید درہمیں امور صرف مے کنم۔ لیکن من یک جزو ناتوانم ومثل پیرزالے بہ خریداری یوسف برآمدہ ام۔ تنہا از من چہ شود وتا وقتیکہ ہمت قومی دراں متوجہ نشود وہر یکے از دل ودست وزبان ودرہم ودینار تائید سے نہ نماید انجام آں از محالات مے نماید چنانچہ بنظر انجام بعضے ازیں امور گفتہ ام تدبیرے اندیشیدہ ام ورسالہ دراں باب چاپ نمودہ پیشکش حضرت صدر این انجمن نمودہ ام۔ بدیں امید کہ اگر مناسب نماید بخدمت جمیع بزرگان کہ در محفل خلد مشاکل فراہم آمدہ اند۔ نذر نمایند۔ شاید خداوند کریم وسیلہ برانگیزد۔ کہ تصورات من رتبہ تصدیق یابد۔ وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم ہو نعم المولیٰ ونعم النصیر

وآخر دعوٰنا ان الحمد للہ رب العالمین ۔

٭

۳

سنہ ۱۸۶۴ء میں جب سید غازی پور میں صدر الصدور تھے ایک کالج قائم کرنے کی تدبیر کی تھی۔ جب اس مدرسہ کی جو اب وکٹوریہ سکول کے نام سے وہاں جاری ہے بنیاد رکھی گئی تو یہ لکچر دیا ؛

اے صاحبو اور اے ضلع غازی پور کے رئیسو اور اے میرے پیارے ہموطنوں !

آج کا دن وہ مبارک دن ہے کہ جس قدر اس دن کی مبارکبادی تمکو دیجاوے وہ تھوڑی ہے کیسے ہی لفظوں سے وہ مبارکبادی ادا کی جاوے۔ مگر جیسا کہ اُس کے ادا کرنے کا حق ہے۔ ویسی ادا نہیں ہو سکتی۔ غور کرو کہ آج تم کس مبارک کام کے لیئے جمع ہوئے ہو۔ وہ مبارک کام کیا ہے ؟ بنیاد ڈالنا ہے علم کی روشنی کا اپنے ہموطنوں میں اور دور کرنا ہے جہالت کی تاریکی کا اپنے ملک اور اپنے بھائی بندوں سے۔ یہ کام جس کے لیئے تم جمع ہوئے ہو صرف تمہارے لیئے یا تمہارے زمانہ کے لوگوں کے لیئے ہی فائدہ بخش نہیں ہے۔ بلکہ تم ایسی چیز کی بنیاد ڈالتے ہو جو آیندہ نسلوں کے لیئے اور تمہاری اولاد اور تمہارے بھائی بندوں کی اولاد اور تمہارے ہموطنوں کی اولاد کے لیئے ہمیشہ نہایت فائدہ بخش ہے۔ پس تمکو اس مبارک کام کی جتنی مبارکبادی دیجاوے وہ تھوڑی ہے۔ زیادہ تر خوشی اور مبارکبادی اس بات کی تمکو دینی ہے کہ اس نیک کام کی تحریک بغیر کسی دوسرے محرک کے خود تمہارے دل میں اُٹھی ہے۔ اور خود تم نے اپنے دل کی خواہش سے اور بغیر کسی کی مدد کے آپس کے چندہ سے اس کام کو انجام دینا چاہا ہے۔ یہ تمہاری مجلس جس میں اکثر بلکہ تمام رئیس موجود ہیں ایک برادرانہ مجلس ہے اور تمہاری خواہش سے تمہارے ضلع کے انگریز حکام بھی تمہاری اس برادرانہ مجلس میں نہ بطور حاکم بلکہ برادرانہ ارتباط سے جمع ہوئے ہیں۔ پس جبکہ تمہارے حاکم تمہاری برادرانہ مجلس میں برادرانہ طور پر جمع ہوئے ہوں ایسے ارتباط کی خوشی اور ایسے اختلاط کا فخر جسقدر کہ ہے مجھکو بیان کرنا کچھ ضرور نہیں ہے۔ کیونکہ خود تمہارے دلوں پر اسکا اثر اس وقت موجود ہے۔ میں خدا سے چاہتا ہوں کہ ایسے مبارک دن بہت سے تمکو نصیب ہوں۔ مگر میں خیال کرتا ہوں شاید ضلع غازی پور میں یہ پہلا دن ہے جس میں تمام رئیس اپنے ہموطنوں کی بہتری کے لیئے جمع ہوئے ہیں اور جس میں اُن کے حکام برادرانہ ارتباط سے بیٹھے ہیں۔ پس یہ دوسری مبارکبادی ہے جو میں تمکو دیتا ہوں ؛

اے انگلش صاحبو اگرچہ تم اُس قوم کے لوگ ہو جو دنیا میں انسان کی بھلائی چاہنے والی مشہور ہے۔ بغیر کسی تعصب کے اور بغیر لحاظ کسی قوم اور مذہب کے انسان کی بھلائی چاہنا تمہارا ذاتی جوہر ہے۔ لیکن آج کے دن میں تمکو جو اس جلسہ میں تشریف رکھتے ہو بالتخصیص مبارکباد دیتا ہوں کہ تم اس مشہور قوم انسان کی بھلائی چاہنے والی کا آج کے دن نمونہ بنے ہو۔ ہم ہندوستان کے رہنے والے جو ایک دُور دراز انگلستان کے رہنے والوں کو سنا کرتے تھے کہ انسان کی بھلائی چاہنے والے لوگ ہیں سو آج کے دن ہم نے تم صاحبوں کو اُس کا مصداق پایا۔ باوجودیکہ تم ہمارے ملک کے حاکم ہو۔ اور تمہارا ادب کرنا ہمارا عین فخر ہے اور آج کے دن جو تم اپنی رعیت کی مجلس میں برادرانہ محبت سے شامل ہوئے ہو بلاشبہ اُس کا فخر ہکو ہے۔ مگر جب حاکم اور رعیت میں حکومت اور رعیتی سلسلہ کو علیحدہ کرکے برادرانہ ارتباط بھی ہو تو حاکم کو بھی اُس سے زیادہ کوئی مبارکبادی نہیں ہے۔ آج کے دن یہ دونوں باتیں تم میں جمع ہیں۔ پس اس کی مبارکبادی جس قدر کہ مَیں تمکو دُوں وہ تھوڑی ہے ؛

اے ہندوستانی صاحبو مجھ کو اِس بات کا بیان کرنا کہ اس مدرسہ کا قایم کرنا کس طرح پر شروع ہوا۔ اور کون لوگ اس کے محرک ہوئے محض فضول ہے۔ کیونکہ تم لوگ خود جانتے ہو کہ تم خود ہی اس مدرسہ کے قایم کرنے کے محرک ہو۔ گورنمنٹ کو غالباً ابتک تمہارے اس ارادہ کی اطلاع بھی نہیں ہوئی ہوگی۔ کسی حاکم کے دل میں جو گورنمنٹ کی طرف سے تمہارے ضلع میں مقرر ہیں اس مدرسہ کے قایم ہونے کا خیال بھی نہ تھا۔ خود تم ہی اس کے موجد ہوئے ہو اور خود تم ہی نے آپس میں چندہ جمع کرکے اس مدرسہ کے خرچ کے لیئے روپیہ جمع کرنا چاہا ہے۔ بے شک چند روز سے تم لوگوں کو اس بات کا خیال تھا کہ اس ضلع میں کوئی عمدہ وسیلہ تربیت کا قائم کیا جاوے۔ چند روز ہوئے کہ بعض رئیسوں اور اہلکاران سرکار نے ماہوار چندہ مقرر کرکر ایک ماسٹر انگریزی پڑھانے کو اور ایک مولوی عربی پڑھانے کو نوکر رکھا تھا۔ تم ہی لوگوں نے ایک ایڈرس لکھی اس مطلب سے کہ ایک پنڈت سنسکرت پڑھانے کو اسی طرح ماہواری چندہ کرکر نوکر رکھا جاوے مگر اُس کے ہونے کی نوبت نہیں پہنچی انگریزی ماسٹر اور عربی پڑھانے والا مولوی جو ماہواری چندہ سے نوکر ہوا تھا وہ قایم نہ رہ سکا۔ کیونکہ ماہواری چندہ کا وصول کرنا اور اُس کارخانہ کا جاری رہنا جو ماہواری چندہ پر منحصر ہے نہایت مشکل بلکہ غیر ممکن ہے اُس وقت تمہارے دل میں یہ خیال آیا کہ تمام ضلع سے یکمشت چندہ جمع کرکر اُس کے منافع سے ایسا مدرسہ قائم کیا جاوے جسمیں عمدہ

درجہ کی تعلیم انگریزی اور سنسکرت اور عربی اور فارسی اور اردو کی ہو۔ اس ارادہ پر اکثر رئیس ضلع کے جو اس مجمع میں بھی اس وقت موجود ہیں جمع ہوکر میرے پاس آئے اور مجھ سے یہ بات چاہی کہ اس امر عظیم کے انجام دینے کا مَیں بھی مشیر ہوں اور اُن کو تدبیر بتاؤں کہ جو چندہ وہ جمع کریں۔ اُس سے کس طرح پر منافع حاصل کیا جاوے اور طریقہ تعلیم اور قواعد اہتمام مدرسہ کس طرح پر مقرر کیے جائیں۔ تم لوگ خوب جانتے ہو کہ مَیں نے اپنے شمول سے صاف انکار کیا۔ مگر تم نے مکرر اور سہ کرر اصرار کیا اور یہ بات معلوم ہوئی کہ بغیر اسکے لوگوں کو اس بات سے طمانیت ہو کہ انتظام مدرسہ کا اور حفاظت زرچندہ کی ایک شایستہ قواعد پر نہ ہو اُس وقت تک لوگ اس نیک کام پر جس کا ولولہ اُن کے دل میں جوش مار رہا تھا۔ مبادرت نہ کریں گے۔ میرا انکار صرف اس وجہ سے تھا کہ میں اس ضلع میں ایک سرکاری عہدہ بھی اپنے ساتھ رکھتا ہوں۔ مجھ کو اندیشہ تھا کہ لوگ یہ خیال نہ کریں کہ ایک اہلکار سرکار نے اپنے عہدہ کے کسی علاقہ سے اس میں مداخلت کی ہے۔ لیکن جب بہت لوگوں نے اس ضلع کے مجھ سے درخواست کی اور مجھ کو یقین ہو گیا کہ اکثر لوگ خود اپنے دلی ارادہ سے اس کام پر مستعد ہیں۔ اُس وقت میں نے قبول کیا۔ میں نے خیال کیا کہ مَیں بھی ایک شخص ہندوستان کا باشندہ ہوں میرا فرض ہے کہ علیحدہ ہو کر سرکاری عہدہ سے اپنے ہموطنوں کی بھلائی اور بہتری میں سعی کروں۔ میں نے خیال کیا کہ اب بھی اگر میں تم لوگوں کی درخواست کو منظور نہ کروں۔ تو تمام ضلع کی جہالت کا مظلمہ میری گردن پر رہتا ہے۔ پس تم خوب جانتے ہو کہ مَیں اس مجلس میں کسی سرکاری عہدہ کے سبب نہیں کھڑا ہوں۔ بلکہ اس لیے کھڑا ہوں کہ مَیں بھی تمہارا ایک ہم وطن ہوں۔ اور تمھی لوگوں میں سے ایک شخص (یا) ایک ادنے ہوں ✣

اے ہندوستانی صاحبو تمہارا خیال جو اس ضلع میں مدرسہ جاری کرنیکا ہوا ہے درحقیقت ایک نہایت عمدہ اور قابل نہایت تعریف کے خیال ہے۔ مجھ کو اُمید ہے کہ تم اَور ضلعوں کے لیئے ایک روشنی ہو گے۔ اور اَور ضلعوں کے لوگ بھی تمہارے دیکھا دیکھی ایک ایک مدرسہ اپنے اپنے ضلع میں قایم کرینگے۔ مجھ کو خوب معلوم ہے کہ تم اس بات سے بخوبی مطلع ہو کہ ہندوستانیوں کے لیئے علم میں ترقی کرنے کی کس قدر ضرورت ہے۔ تمکو ہمیشہ یاد رکھنا چاہیئے کہ ہماری **ملکہ معظمہ وکٹوریا** دام سلطنتہا نے علانیہ فرمایا ہے۔ کہ میری ہندوستانی و ولایتی رعایا دونوں برابر ہیں اور یہ صرف کہنا ہی نہیں ہے بلکہ ایسا کرنے کو موجود بھی ہے میں سے کوئی کلکتہ گیا ہوگا اُس نے دیکھا ہوگا کہ بابو چندر ناتھ تمہارا ہندوستانی ہم وطن **ہائیکورٹ** کا جج ہے۔ وہی اختیار اور اقتدار جو انگریزی ججوں کو ہیں اُسکو بھی

حاصل ہیں - جو انگریزی جج تنخواہ پاتے ہیں وہی تنخواہ وہ بھی پاتا ہے - تم نے اپنی آنکھ سے دیکھ لیا کہ ہمارے ہموطن ہندوستانی لیجس لیٹف کونسل میں بطور حاکم کے بیٹھے اور تمام ہندوستان کے لیئے قانون بنانے میں بلا کسی خوف و رجا - بلا رعایت و مروّت کے اپنی رائے دے ✦

اے میرے ہموطنو میں خیال کرتا ہوں کہ پارلیمنٹ کی یہ آواز کہ ہندوستان کی لیجس لیٹف کونسل میں ہندوستانیوں کو بھی شریک ہونا چاہیئے - جیسی مجھے خوش آئند معلوم ہوئی شاید اَور کسی کو ایسی نہ معلوم ہوئی ہوگی - مگر اُس کے ساتھ ہی مجھ کو جیسا رنج تھا ویسا شاید کسی کو نہ ہوگا - اور وہ رنج صرف یہ تھا کہ میرے ہندوستانی ہموطنوں کی تربیت سے جتنی اُن کی تھی - مجھ کو اندیشہ تھا کہ شاید یہ بڑا کام اُن سے انجام نہ ہو سکے - مگر خدا کا شکر ہے کہ ہمارے ہموطنوں نے اس خوبی سے انجام دیا - جس سے ہماری عزت اور ہندوستان کا نام روشن ہوا ✦

مگر تم دیکھ لو کہ ہندوستانیوں کو علوم و فنون میں اَور زیادہ ترقی کرنی درکار ہے - چند ہندوستانیوں کا لیجس لیٹف کونسل میں داخل ہونا ہندوستانیوں کی ترقی کا شروع ہے - تم میری اس پیشین گوئی کو یاد رکھو - کہ وہ دن کچھ دور نہیں ہے کہ ہر ضلع میں سے ایک شخص کا کونسل میں داخل ہونا ضرور ہوگا - وہ دن آوے گا کہ تم خود ہی قانون بناؤ گے اور خود ہی اُس پر عمل کرو گے - پس غور کرو کہ تم لوگوں کو کس قدر جلد تربیت میں ترقی کرنا ضرور ہے اس معاملہ میں مجھ سے ایک بڑے معزز حاکم سے گفتگو ہوئی - اُنھوں نے فرمایا کہ اگر ایسا ہو تو ہماری کمال خوشی ہے - مگر تم بتاؤ کہ ہر ایک ضلع میں سے ایسے لائق آدمی کیونکر مل سکتے ہیں جو کونسل میں داخل ہوں اگر ہوں تو ہم ابھی داخل کرنے کو موجود ہیں - یہ جواب سنکر بجز شرمندہ ہونے کے میرا اَور کیا جواب ہو سکتا تھا - غرض تم بخوبی جان لو کہ ہماری ملکہ معظمہ وکٹوریا دام سلطنتہا نے بلا لحاظ قوم و مذہب اور بغیر لحاظ وطن کے اپنی ساری رعایا کو برابر سمجھا ہے اور سب کے لیئے دروازہ کھول رکھا ہے - صرف ایک چیز چاہیئے یعنی تربیت و لیاقت پس تم دیکھ لو کہ ہندوستانیوں کو علوم و فنون و تربیت و لیاقت میں ترقی کرنے کی کس قدر ضرورت ہے ✦

مگر مجھ کو نہایت خوشی سے یہ بات کہنی چاہیئے کہ تم نے اس بات کی ضرورت کا ... ہے جب اپنے روپیہ سے ایسا مدرسہ قایم کرنے پر آمادہ ہو - آج اس بارگاہ کے آرا... کرنے میں جس میں یہ مبارک اجلاس ہو رہا ہے میں تم رئیسوں کو اپنی آنکھ سے دیکھ...

تم کیسی خوشی اور کیسے فخر سے اپنے ہاتھ سے فرش بچھاتے تھے اور گرد جھاڑ کر رکھتے تھے
جو کام تمہارے خدمتگار کرتے ہیں اس مبارک مجلس کے لیئے اس کام کو کرنا تم اپنا فخر
سمجھتے تھے۔ یہ تمام باتیں اس بات کی نشانیاں ہیں کہ اب ہندوستان کے اور خصوصاً
اس ضلع کے بھلے دن آئے ہیں ۔

اے صاحبان تم خوب جانتے ہو کہ انسان کا فرض ہے کہ تمام جہان کے انسان
کی بھلائی چاہے۔ اگر ہم ذرا آنکھ اٹھا کر دیکھیں تو جان لینگے کہ ہم سب آپس میں بھائی اور
ایک باپ کی اولاد ہیں۔ گو آفتاب کی تیزی نے کسی ملک میں ہم میں سے کسی کا رنگ
کالا اور کسی ملک میں دھوپ کی نرمی نے کسی کا رنگ گورا کر دیا ہے مگر ہم سب ایک ہی درخت
کی شاخیں ہیں پس ہم کو بلا تعصب تمام انسان کی بھلائی چاہنی چاہیئے۔ یہ مدرسہ جو قایم ہوا
ہے عموماً تمام ضلع بلکہ سب کے فایدہ کے لیئے جو اس سے نفع اٹھایا چاہے قایم ہوا ہے۔
اس سے اوّل قاعدہ اس میں یہ قرار پایا ہے کہ بلا لحاظ کسی قوم و مذہب کے ہر کسی کو اس
مدرسہ میں علوم و فنون جو وہ سیکھے سکھائے جاینگے۔ مدرسہ میں اور علم کی مجلس میں وہی شخص
عزت رکھے گا اور وہی شخص درجہ پاوے گا جو علم کے سیکھنے اور تربیت پانے سے اپنی
عزت پیدا کرے گا۔ البتہ اس بات کا خیال رکھا جاوے گا کہ ہندوؤں کی مختلف قوموں
میں ایسا اختلاط جو ذات کا خارج ہونا ہونے پاوے گا۔ پر سوائے اس کے اور کچھ
کا تفرقہ نہ ہوگا۔ اور مدرسہ میں وہی عزت پاوے گا جو علم تحصیل کرنے میں عزت حاصل
کرے گا۔ اس مدرسہ میں انگریزی۔ عربی سنسکرت۔ فارسی اور اردو پڑھائی جاویں گی
ہر شخص کو اختیار ہوگا کہ جون سی یا جون جون سی زبان چاہے تحصیل کرے۔ مگر میں سمجھ
جتاتا ہوں کہ اس زمانہ میں انگریزی زبان کا تحصیل کرنا نہایت ضرور ہے قطع نظر عمدہ
نوکریوں کے ملنے اور معزز عہدوں کے حاصل ہونے کے بغیر انگریزی جانے ہم
اپنے روزمرہ کے ضروری کام بھی بخوبی نہیں کر سکتے۔ بغیر انگریزی جاننے بخوبی تجارت
نہیں ہو سکتی۔ حکام سے بخوبی ارتباط حاصل نہیں ہوتا۔ قوانین اور احکام سرکاری کا بخوبی
منشا سمجھ میں نہیں آتا۔ ملکوں کا اور زمانے کا مطلق حال معلوم نہیں ہوتا۔ یہاں تک
کہ کبھی ریل پر جائیں تو یہ معلوم نہیں ہوتا کہ کون سے دروازہ سے آویں اور کون سے
دروازہ سے جاویں۔ پس سمجھو کہ ہم کو کس قدر انگریزی پڑھنے کی ضرورت ہے ۔

اصلی مقصود اس مدرسہ سے عام علوم کا تعلیم کرنا ہے اور جو جو علوم کہ معاش سے متعلق
ہیں اُن کا پڑھانا اور سکھانا اصلی بنیاد مدرسہ کی ہے۔ آمدنی مدرسہ کا اس قسم کی تعلیم میں

صرف کرنا سب سے مقدم امر ہے - مگر چونکہ یہ مدرسہ بلا کسی تعصب کے تمام لوگوں اور
ہر ایک قوم کے فائدہ کے لیئے قائم کیا جاتا ہے - اس سے اس مدرسہ میں کسی قوم کی
مذہبی کتابیں پڑھنے کا بھی امتناع نہ ہوگا - ہر ایک مذہب کی کتابیں اس مدرسہ میں جو
شخص اُن کا پڑھنا چاہے پڑھائی جائیں گی - البتہ ایسی خاص قسم کی تعلیم کے لیئے
جو خرچ درکار ہوگا بلحاظ آمدنی مدرسہ اس کے لیئے قواعد چند مقرر ہوں گے تاکہ اس خاص
تعلیم کے خرچ سے اُس عام تعلیم میں کسی قسم کا حرج نہ پڑ سکے ⁂

اس مدرسہ میں دو عہدے بہت بڑے مقرر ہوں گے - پہلا عہدہ پیٹرن کا
ہوگا اور دوسرا وزیٹر کا اور ممکن ہوگا کہ یہ دونوں عہدے ایک شخص میں جمع ہوسکیں اور
علاوہ اس کے کئی کمیٹیاں مقرر ہوں گی - اور ان تمام امور کے لیئے بہ تجویز ممبران کمیٹی
ایک قاعدہ بنایا جاوے گا - اور اُس قاعدہ کے بموجب تمام امورات مدرسہ کا انجام
ہوا کرے گا ⁂

ہم لوگوں کی بڑی خوشی ہوگی اگر حکام انگریزی اور صاحب ڈائرکٹر پبلک انسٹرکشن
اس مدرسہ میں تشریف لایا کریں اور امتحان لیا کریں - اور خود اپنی تجویز سے سوالات امتحان
اور درجات قابلیت مقرر کریں - اور اپنے اجلاس میں اپنے ہاتھ سے انعام بانٹیں مگر
کمیٹیاں جو انتظام مدرسہ کے لیئے مقرر ہوں گی - اُس میں تمام ممبر ہندوستانی ہوں گے -
البتہ کمیٹی کو اختیار ہوگا کہ کسی انگریزی صاحب کو جو ہندوستانیوں کی ترقی اور بہبودی
چاہنے میں نام آور ہو اپنے ساتھ کمیٹی میں بطور ممبر شریک کریں ⁂

اے صاحبو میں نہایت افسوس سے تم کو اس وقت ایک بات سے اطلاع
دیتا ہوں کہ تم سب کی یہ تجویز تھی کہ اس ضلع میں ایسی بڑی عزت پانے کے لائق جو پیٹرن
مدرسہ کا کہلاوے بجز مہاراجہ مہیشر بخش سنگھ بہادر کے اور کوئی نہیں ہے چنانچہ
تم سب کی تجویز تھی کہ مہاراجہ صاحب ممدوح کو مدرسہ کا پیٹرن بنایا جاوے - چنانچہ اسی
غرض سے اُن کو اس مجلس میں تشریف لانے کی تکلیف دی گئی تھی اور انھوں نے نہایت
مضبوط وعدہ تشریف لانے کا کیا تھا - مگر اس وقت معلوم ہوا کہ وہ تشریف نہیں لاوینگے
تم صاحبوں نے جس طرح اور رئیسوں بلکہ غریبوں سے چندہ لیا اور اکثر نے بلکہ تمام نے
بہ کمال خوشی دیا - اُن سے بھی چندہ مانگا تھا - اگرچہ وہ تعداد جس کی تم نے اُن سے
درخواست کی وہ بہت تھوڑی مقدار تھی مگر انھوں نے اُس تھوڑی سی ناچیز مقدار کو
اپنے ہموطنوں اور اپنے بھائی بندوں کے اور نسلاً بعد نسلاً نفع پہنچانے سے زیادہ عزیز

سمجھا اور اس مبارک مجلس میں تشریف نہیں لائے اور افسوس ہے کہ مدرسہ کی تاریخ میں ہمیشہ اس بات کی یادگاری رہے گی۔ مگر مدرسہ کے لیئے پیٹرن کا ہونا ضرور ہے۔ اس لیئے اب تم جس کو چاہو پیٹرن بناؤ (سب نے باتفاق پکارا آنریبل راجہ دیونرائن سنگھ بہادر۔ آنریبل راجہ دیونرائن سنگھ بہادر) اب تم سب یہ بھی تجویز کرو کہ تمہارے مدرسہ کے لیئے وزیر کون ہوگا (سب نے باتفاق پکارا آنریبل راجہ دیونرائن سنگھ بہادر۔ آنریبل راجہ دیونرائن سنگھ بہادر) میں تم صاحبوں کی اس تجویز سے نہایت خوش ہوا۔ کہ تم نے ایسے شخص کو پسند کیا ہے جو اپنی عالی ہمتی اور رحمدلی کے سبب مشہور ہے۔ اور یہ وہ شخص ہے جو جناب لارڈ کیننگ اور جناب لارڈ ڈالگن کا معتمد دولت اور شریک مشورہ تھا ۔

اے صاحبان۔ جو کچھ کہ مقدم امور مدرسہ کے تھے میں کہہ چکا۔ اب اسقدر میں اور کہتا ہوں۔ کہ ہم تمام ہندوستانیوں کو خدا کا شکر کرنا چاہیئے۔ کہ تمکو خدا تعالیٰ نے ایسی قوم کی پُرامن حکومت میں جگہ دی ہے جو ہر طرح ہماری ترقی اور بہبودی کی خواہاں ہے۔ تم نے ابھی اپنے جناب چیئرمین کی زبانی سُنا کہ اُنھوں نے یہ بات فرمائی کہ کوئی وجہ نہیں ہے کہ ہندوستان کا ملک یورپ کے ملک سے پیچھے رہ جاوے۔ بلکہ اسکا پیچھے رہنا ایک غمگین بات ہے۔ پس تم دیکھو کہ تمہاری گورنمنٹ اور اسی طرح اُس کے حکام جو تمپر متعیّن ہیں کس طرح تمہاری ترقی کے خواہاں ہیں۔ دنیا میں کوئی شخص بجز باپ کے یہ نہیں چاہتا کہ دوسرا شخص اُس کے برابر درجہ پاوے۔ مگر تمہارے حُکّام ایسے ہیں کہ باپ کی طرح تم سب کو چاہتے ہیں کہ ہمارے برابر عزّت و قدر و منزلت میں درجہ پاویں۔ پس اس کا شکریہ جہاں تک تم کرسکو تھوڑا ہے ۔

اب صرف ایک بات اَور باقی ہے جس سے مجھ کو خبردار کردینا ضرور ہے۔ وہ یہ ہے کہ اس مدرسہ کے قائم کرنے سے تم نے تمام ہندوستان میں ایک نام پایا ہے اُمید ہے کہ اَور ضلعوں میں بھی اس طرح کے مدرسے صرف رعایا کی طرف سے قائم ہوں گے مگر یہ تمہارا مدرسہ سب سے اوّل اور سب سے پہلا کہلائیگا۔ اور اس ضلع کی رعایا اس نام سے پکاری جاوے گی کہ اپنے ہموطنوں کی خیرخواہی کے لیئے سب سے اوّل اُس نے روپیہ دیا۔ مگر اس وقت لالہ شیو بالک سنگھ سیکرٹری کمیٹی نے مجھ کو اطلاع دی کہ اسوقت تک صرف سترہ ہزار تین سَو روپیہ تک چندہ کے دستخط ہوئے ہیں۔ اگرچہ بہت سے لوگ ابھی باقی ہیں جو چندہ دینے کو آمادہ ہیں اور اب تک اُن کے دستخط نہیں ہوئے ہیں مگر

تم جانتے ہو کہ اِس کام کے لیئے ستر اسّی ہزار روپیہ کا تخمینہ ہوا ہے اور ابھی بہت سا روپیہ جمع ہونا باقی ہے۔ مجھ کو اُمید ہے کہ تم سب لوگ نہایت فیاضی اور دلی خوشی سے جہاں تک تم سے ہو سکے گا چندہ دے کر اس کام کو انجام دو گے۔ مگر دیکھو اور ہوشیار رہو کہ چندہ دینے میں تمہاری ہمت جنہوں نے ابھی چندہ نہیں دیا ہے کمی نہ کریں۔ اور جنہوں نے چندہ دیا ہے وہ محنت اور کوشش میں تھک نہ جاویں۔ ایسا نہ ہو کہ یہ نیک کام جو تم نے اُٹھایا ہے اور جس سبب تمام ہندوستان میں تم نے نام پایا ہے خدا نخواستہ انجام تک نہ پہونچے اور بعوض اِس نیک نامی کے اس ضلع کے تمام باشندوں علی الخصوص رئیسوں پر ایک بڑی بدنامی کا امیٹ دھبّہ لگ جاوے گا۔ اے میرے بھائیو ہمت کرو اور مستعد رہو اور اپنے ہموطنوں کی بھلائی کے لیئے روپیہ کو عزیز مت رکھو اور جہاں تک ہو سکے دو۔ اور کوڑیوں کے بدلے بے بہا پن اور عزت اور نیکنامی لو۔ نہ صرف اپنے لیئے بلکہ اپنے اور اپنے بھائی بندوں کی اولاد اور پُشت در پُشت کے لیئے اور اُس کے بخیر انجام ہونے کے لیئے خدا سے دعا مانگو اور اُسی پر نظر رکھو کہ وُہی سب کام پورا کرنے والا ہے۔ آمین +

(سنگ بُنیاد رکھے جانے کے بعد سید احمد خاں نے اس طرح خدا کی مناجات کی)

اے خُدا کے بندو خُدا کی مناجات کرو۔ خُدا کے نام کی مدح کرو۔ خُدا کا نام اس دم سے ابد تک مُبارک ہووے۔ آفتاب کے مطلع سے لیکر اُسکے مغرب تک خُدا کا نام ممدوح ہو۔ ہمارا خدا غریبوں کو خاک سے اُٹھا لیتا ہے۔ محتاجوں کو کوڑے پر سے اُٹھا کر بلند کرتا ہے۔ ہمکو اپنے خُدا سے محبت رکھنی چاہیئے۔ اُسنے ہماری آواز سُنی۔ اُسنے ہماری غریبی اور درماندگی پر نظر کی۔ سو جبتک ہم جیتے ہیں ہمارا بدن اور ہمارا دل اور ہماری جان اور مرنے کے بعد ہماری روح خُدا کی ستائیش کریگی۔ اے خدا ہم میں روز بروز علم کی کمی اور جہالت کی تاریکی کی ترقی ہوتی جاتی تھی۔ تو نے ہمارے دل کو پھیرا کہ ہم علم کی روشنی پھیلانے پر مستعد ہوئے۔ بیشک سبکے دل تیری اُنگلیوں میں ہیں۔ جس طرف کو تو چاہتا ہے پھیرتا ہے۔ ہم سب تیرا شکر کرتے ہیں کہ تو نے ہمارے دلوں کو ایسے کاموں کی طرف پھیرا جو صرف ہمارے ہی لیئے مفید نہیں ہیں بلکہ ہمارے بعد جو بہت سی نسلیں آنیوالی ہیں اُن کے لیئے ایک روشنی ہے۔ سوائے تیرے کس کا مقدور تھا کہ ہمارے دلوں کو جو تمام تر گناہوں اور بُرائیوں میں پھنسے ہوئے ہیں ایسے نیک کام کی طرف پھیرتا۔ اے خدا تو خوب جانتا ہے کہ یہ مدرسہ جس کا پتھر آج ہم نے تیرے نام پر رکھا ہے۔ تیری غریب مخلوق کے فائدہ کے لیئے رکھا ہے۔ تو اپنے فضل سے اپنے نام پر اسکو قبول کر۔ اور جیسا کہ تو نے خوبی سے اس کا آغاز کیا ہے اسی طرح بخیر اُس کا انجام کر۔

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا إِنَّكَ أَنْتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ۝

۴

پولٹیکل اور سلطنت کی نسبت سرسید کی تقریریں بہت کم ہیں۔ صرف تین مرتبہ اُنھوں نے ایسے امور کی نسبت گفتگو کی ہے۔ جو ہم علے الترتیب ذیل میں درج کرتے ہیں ؛

اسپیچ جو سرسید نے درباب تقرر برٹش انڈین ایسوسی ایشن اضلاع شمال و مغرب ۱۰ مئی ۱۸۶۶ء کو بمقام علیگڈھ دی یہ ایسوسی ایشن ہندوستان کے معاملات پر پارلیمنٹ کی زیادہ توجہ حاصل کرنے کے واسطے قایم کی گئی تھی ؛

اے صاحبو۔

میں اُس طوایف الملوک کے زمانہ کا ذکر نہیں کرتا جو اٹھارھویں صدی میں ہندوستان میں تھا بلکہ میں آپ کو اُس تاریخانہ زمانہ کو یاد دلاتا ہوں جبکہ ہندوستان ایک سلطنت شخصیہ کی حکومت میں تھا۔ ایک بادشاہ یا راجہ کروڑہا مخلوق خدا پر حکمران تھا۔ اس کی حکومت بہ نسبت اس کے کہ کسی قانون عقلی یا نقلی کے تابع ہو زیادہ تر اُس کی مرضی اور خواہش اور طبیعت اور غیظ و غضب کے تابع ہوتی تھی۔ آپ کو یاد ہوگا کہ آپ نے اپنے مسلمان بادشاہوں کی تعریف میں یہ کلمے بہت سُنے ہوں گے کہ مالک رقاب الامم۔ حالانکہ بادشاہ یا گورنمنٹ کو ایسا کہنا درحقیقت اُس کی نسبت تمام دنیا کی برائیوں کا منسوب کرنا ہے۔ بہر حال تمہارے پُرانے بزرگ اُس زمانہ کو بھگت چکے اور تمہارے ورسے کے بزرگوں نے اُس طوایف الملوکی کے زمانہ کو بھی دیکھا۔ کچھ عجب نہیں کہ تم میں سے اکثر ایسے ہوں کہ ابتک اُس پُرانے زمانہ کو یاد کرتے ہوں۔ مگر جب کبھی تمہارا دل انصاف اور اخلاق کی طرف توجہ کرے گا تو تم خود اُس زمانہ کے نقصانوں اور اُس وقت کی حکومتوں کی بُرائیوں کا اقرار کرو گے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اُس زمانہ کی حکومتیں نہ مسلمانوں کی شرع کے مطابق تھیں اور نہ ہندوؤں کے دھرم شاستر کے مطابق البتہ زبردستی اور مردم آزاری کے قانون کی پابند تھیں۔ بڑا اصول اُن وقتوں کی حکومتوں کا یہی تھا کہ جو زبردست ہے وہ کمزور پر غالب رہے اور جس طرح پر چاہے زیادتی اور جبر اور غضب سے صرف اپنے عیش و آرام کے لیئے زیردستوں کے حقوق کا تصرف کرے۔ پس ایسی حکومتوں کو بجز اُن غاصب شخصوں کے

جن کا کام اُس وقت میں بنا ہوا تھا اَور کون پسند کر سکتا ہے ✤
مدت تک ہندوستان پر یہی زمانہ گذرا پھر خدا کی یہ مرضی ہوئی کہ ہندوستان ایک دانشمند قوم کی حکومت میں دیا جاوے جس کا طرز حکومت زیادہ تر قانون عقلی کا پابند ہو بیشک اس میں بڑی حکمت خدا تعالیٰ کی تھی کیونکہ جب ہندوستان میں مختلف قوم اور مختلف مذہب کے لوگ آباد تھے تو اُس خدا کو جو کرشن کا بھی ایسا ہی خدا ہے جیسا کہ ہندو و مسلمان کا ضرور ایسی حکومت ہندوستان میں قایم کرنی چاہیئے تھی جو زیادہ تر عقلی قوانین حکومت کی پابند ہو (گو میری سمجھ ہے کہ کوئی نقلی قانون بھی جو خدا سے دیا گیا ہو عقلی قانون کے مخالف نہیں ہو سکتا) بہرحال ایک زمانہ گذرا کہ ابتدائے حکومت انگریزی سے لغایت ۱۸۵۸ء تم سب لوگوں نے آنریبل ایسٹ انڈیا کمپنی کی حکومت میں اپنی زندگی بسر کی ✤
حق یہ ہے کہ ایسٹ انڈیا کمپنی نے نہایت شائستگی اور نرمی اور بحفاظت مذاہب مختلفہ حکومت کی ۔ اُس کی حکومت میں بجز اسکے اَور کچھ کہا نہیں جا سکتا کہ بادشاہانہ حکومت نہ تھی اور جس کی بڑی ضرورت تھی کہ ہندوستان میں ہو ✤
ایک بڑی وقت ہندوستان کو جو آنریبل ایسٹ انڈیا کمپنی کی عملداری میں تھی وہ یہ تھی کہ اکثر بلکہ تمام معاملات ہندوستان کے صرف کورٹ آف ڈایرکٹروں تک پہونچتے تھے اور پارلیمنٹ سے بہت کم تصفیہ پاتے تھے ۔ مگر جب سے کہ جناب **ملکہ معظمہ کوئین وکٹوریا** دام اقبالہا نے حکومت ہندوستان کی اپنے قبضہ اقتدار میں لی اُس وقت سے جو زیادہ تر ہندوستان کی بھلائی اور بہتری کی توقع تھی ۔ اُس کا اصلی منشاء صرف اسی بات کی توقع میں تھا کہ اب پارلیمنٹ کو ہندوستان کے امورات میں زیادہ تر مداخلت اور دسترس ہوگی ✤
اے صاحبو ۔ اس وقت مجھے کمال افسوس ہے کہ تم پارلیمنٹ کے ممبروں کا حال نہیں جانتے ۔ اُس میں اکثر ایسے فیاض اور منصف اور نیک دل ہیں جو انسان کو بھلائی پہونچانا ہی اپنا کام سمجھتے ہیں اور صرف یہی جانتے ہیں کہ ہم دنیا میں اسی لیئے پیدا ہوئے ہیں کہ انسان کو فائدہ پہنچاویں ۔ اُن کو مطلق اس بات کا خیال بھی نہیں ہے کہ جس کے فایدہ کے لیئے ہم کوشش کر رہے ہیں وہ کالا ہے یا گورا ۔ یہودی ہے یا عیسائی ۔ ہندو ہے یا مسلمان ۔ مگر زیادہ تر افسوس یہ ہے کہ ابھی تک ہندوستان نے اُن فیاض طبیعت والوں کی فیاضی اور اُس عالیشان محکمہ کی حکومت کا کچھ فائدہ نہیں اُٹھایا ہے ✤

آپ جانتے ہیں کہ اس فائدہ سے اب تک کیوں ہندوستان محروم رہا ہے
اس کا سبب بجز اس کے اور کچھ نہیں کہ ہندوستانیوں نے اب تک ان سے تعلق پیدا
نہیں کیا اور وہ لوگ ہندوستان کے حالات سے ناواقف ہیں۔ پھر وہ کیونکر کیا کریں
اگر تم بھی مثل اور رعایائے ملکہ معظمہ کے اس باب میں کوشش کرو اور بہر کیف ان
لوگوں سے تعلق پیدا کرو اور ان کو صحیح حالات اور ہندوستان کی رعیت کی خواہشوں سے
مطلع ہونے دو اور اس کا نتیجہ تم کو بھی ویسا ہی فائدہ سے حاصل ہوگا جیسا تم دیکھو اور دیکھو
اور غیر قومیں انگریز ہندوستان میں بستے ہیں انہوں نے اس بات کی ضرورت سمجھی اور سب
وہ اس بات پر متفق ہیں کہ ایک نہایت عمدہ ایسوسی ایشن یعنی مجلس رعایا سے برٹش پارلیمنٹ
میں اپنا تعلق پیدا کریں اور اس کے فیاض ممبروں کو اپنا حامی بناویں پس اگر تم بھی
اس طرح پر اپنے لیے راہ نہ نکالو گے تو ہمیشہ کے لیے پچھتاؤ گے ۔

اے میرے ہموطنو میں جانتا ہوں کہ تم ایسے نادان نہیں ہو جو ان باتوں کو
نہ سمجھتے ہو ان تدبیروں سے جو فائدہ تم کو اور تمہاری اولاد کو اور تمہارے ملک کو ہونے والا
ہے اس کو نہ سمجھتے ہو۔ مگر میں سمجھتا ہوں کہ تمہارے دل میں خوف ہے کہ ایسا نہ ہو کہ ہماری
ان باتوں سے ہمارے حکام ضلع جن کے ہاتھ میں ہماری جان اور مال اور عزت سب ہے
ہم سے ناراض ہو جاویں گورنمنٹ ہم کو برا اور غیر مطیع سمجھنے لگے اور کہیں گورنمنٹ کے
نزدیک ہم مجرم نہ ٹھہریں۔ مگر یہ سب تمہاری غلطی اور خام خیالی ہے۔ تم یقین جان لو کہ
کوئی انگریز بلکہ کوئی شخص جس نے یورپ کے پانی کی ایک بوند بھی پی ہوگی اس بات سے
ناراض نہیں ہوگا بلکہ اگر تم ایسی باتیں پیدا کرو گے تو اس میں بہت زیادہ محبت اور ارتباط ہوگا
تربیت یافتہ قوم کے نزدیک اب تمہاری کچھ عزت نہیں ہے مگر جب تم اس قسم کی مفید باتوں
میں قدم بڑھاؤ گے تو البتہ تمہاری عزت اور قدر و منزلت سب کی آنکھ میں ہوگی۔ کوئی عقیل
گورنمنٹ ایسی رعیت کو جیسے کہ بالفعل تم ہو ہرگز پسند نہیں کرتی اور تم جیسے ہی مسکین بنو اور
ہاتھ جوڑو ایسی حالت میں جس میں کہ تم اب ہو کبھی تم کو ایک عقلمند گورنمنٹ اپنا خیرخواہ نہیں
سمجھ سکتی۔ ممکن نہیں ہے کہ گورنمنٹ کا کوئی حکم گو وہ کیسی ہی نیک دلی سے جاری ہوا ہو
خصوصاً ایسی حالت میں جو بلا مشارکت رائے اور بلا مشورہ رعایا کے ہو بر خلاف مرضی
رعایا کے نہ ہو اور رعایا کو گورنمنٹ کے کسی حکم سے بھی ناراضی نہ ہو۔ پس اگر رعایا اس ناراضی
کو چھپائے اور اسکو علانیہ گورنمنٹ کے سامنے پیش نہ کرے اور دل میں رنج رکھے اور
ظاہر میں ہاتھ جوڑے تو یہ علانیہ ثبوت اس بات کا ہے کہ وہ رعیت گورنمنٹ کی خیرخواہ

نہیں ہے اور ضرور اپنے اس رنج کے دُور کرنے کے لیئے اور کچھ فکر یا کسی توقع نہیں ہے
پس رعیت کا با ادب اور مخلصانہ نیک نیتی سے اپنے تمام رنجوں کو گورنمنٹ پر ظاہر کرنا اور
اپنے تمام حقوق کا نہایت مضبوطی اور استقلال سے اپنی گورنمنٹ سے دعوے کرنا ایک بہت بڑا
ثبوت خیر خواہی گورنمنٹ کا ہے ❊

آپ مجھ کو معاف کیجئے میں صاف صاف کہنا چاہتا ہوں ہندوستان کی رعایا کی یہ
عادت ہو گئی ہے کہ گھر میں بیٹھکر گورنمنٹ کی ہزاروں شکایتیں کریں گے - انتظام حکام پر
اپنے گھر میں ہزار عیب لگاویں گے جن میں سے بہت صحیح اور درست بھی ہوں گے مگر جب
انگریزوں سے ملیں گے تو کہیں گے کہ ہم تو گورنمنٹ کے بڑے خیر خواہ ہیں اور حکّام کا
انتظام حدِ تعریف سے بھی بہت عمدہ ہے اور نہایت ہی خوب ہے - کوئی عقلمند آدمی
ایسی رعیت کو خیر خواہ نہیں سمجھ سکتا ❊

جان اسٹوارٹ مل صاحب اپنی کتاب انتظام مدن میں تحریر فرماتے
ہیں کہ ہر شخص یا کسی ایک شخص کے حقوق اور غرضوں سے گورنمنٹ کی طرف سے اُس
صورت میں کسی طرح غفلت ہونی ممکن نہیں جبکہ وہ شخص صاحب غرض اپنے حقوق کے
ظاہر اور ثابت کرنے پر بالطبع مائل ہو اور علانیہ جھگڑنے کو کھڑا ہو جاوے - عام اقبالمندی اور
عموماً بہبودی لوگوں کی اُسی قدر زیادہ ترقی پذیر ہوتی ہے جس قدر اُس کے پھیلانے اور
بڑھانے پر مختلف سمجھ اور قابلیت کے لوگ ساعی ہوتے ہیں - اے میرے دوستو اِن
اصول پر اہل ہند اسی طرح کاربند ہو سکتے ہیں جس طرح اَور کوئی قوم ہو سکتی ہے - اُن پر
عمل کرنا اب تمہاری مرضی اور اختیار پر منحصر ہے اور تم خوب سمجھ لو کہ اگر تم خود کوشش نہ کرو گے
تو کوئی تمہارے واسطے کوشش نہ کرے گا - تم کیوں اتنا ڈرتے ہو - تم مجھ پر خیال کرو کہ
میں بھی مثل تمہاری گورنمنٹ کے ایک ادنے رعیت میں سے ہوں بلکہ مجھ پر ایک اَور زیادہ
اطاعت گورنمنٹ کا بوجھ ہے کہ مَیں نوکر بھی گورنمنٹ کا ہوں - مگر دیکھو اس عام مجلس میں
کیسی علانیہ گفتگو کر رہا ہوں - تمکو معلوم ہے کہ ایام مفسدہ میں گورنمنٹ نے میرا خوب امتحان
کر لیا ہے کہ میں کیسا گورنمنٹ کا خیر خواہ ہوں - تم سب لوگ کیا خلوت میں اور کیا جلوت میں
میری اس رائے سے بخوبی واقف ہو کہ میری رائے میں جس قدر گورنمنٹ انگریزی کی عملداری پر
طمانیت اور اُس کو ہندوستان میں استقلال ہوتا جاوے گا - اور جس قدر ارتباط بڑھے گا
اُسی قدر ہندوستان اور ہندوستانیوں کی بھلائی اور بہبودی اور ہر قسم کی ترقی کا باعث
ہو گا - بایں ہمہ میں تمکو اس عام مجلس میں سمجھاتا ہوں کہ تم اپنے بیہودہ خیالات اور اوہام کا

مطلق ڈرمت کرو۔ گورنمنٹ کی طرف سے نیک دل رہو اور اسپر سب طرح کا بھروسا رکھو اور بے دھڑک اپنی تمام اغراض اور اپنی تمام ناراضیوں کو گورنمنٹ کے سامنے پیش کرو اور اپنے حقوق پر گورنمنٹ سے بخوبی بے دھڑک ہوکر جھگڑو کہ یہ باتیں عین خیر خواہی اپنی گورنمنٹ کی ہیں اور یہ سب باتیں جو مَیں تمکو سمجھا رہا ہوں اس کو بھی عین خیر خواہی اپنی گورنمنٹ کی سمجھتا ہوں بلکہ یہ سمجھ رہا ہوں کہ اس وقت جو کچھ مَیں کہہ رہا ہوں اس سے بڑھکر کوئی خیر خواہی گورنمنٹ کی نہیں ہوسکتی۔ مگر ان سب باتوں کے ساتھ میری یہ نصیحت بھی ہے کہ گورنمنٹ کی جانب سے اپنا دل صاف رکھو اور نیک دلی سے پیش آؤ اور سب طرح پر گورنمنٹ پر اعتبار رکھو۔

اس تمام تقریر سے میرا مطلب یہ ہے کہ تم سب بھی آپس میں مل کر ایک ایسوسی ایشن بنانے کی تدبیر کرو جو شمال مغربی اضلاع کی ایسوسی ایشن کہلاوے اور اُس ایسوسی ایشن کے ساتھ جو انگلستان میں قایم ہوتی ہے اپنے مطالب و مقاصد کو گورنمنٹ اور پارلیمنٹ تک پُہنچانے کی تدبیر کرو تاکہ آئندہ کو تمکو پھر حسرت و افسوس نہ رہے۔

۵

لیکچر

اس بات پر کہ ہندوستانی سردار اور ذی رتبہ اور باوجاہت لوگ اپنے رعب و داب کو اپنے ہموطنوں کی بھلائی پر کس کس طرح کام میں لا سکتے ہیں

یہ لکچر سین ٹیفک سوسائٹی کے انسٹیٹیوٹ میں پانچویں جولائی ۱۸۶۶ع کی رات کو انگریزی زبان میں سید محمد محمود نے اور اُردو زبان میں سکرٹر سوسائٹی نے مجمع کے روبرو پڑھا +

ہمکو خیال کرنا چاہئیے کہ انواع اقسام کے وہ رعب و داب کیا ہیں جو دولتمند اور ذی رتبہ اور باوجاہت اور باوقار ہندوستانیوں کی ذات سے اُن لوگوں کی بھلائی کے لیئے جن پر وہ لوگ خدا کے نزدیک اور دنیا کی آنکھوں میں سردار ہیں کام میں آسکتے ہیں اور وہ کیا تدبیریں ہیں جن سے اچھی طرح اُن کا اثر ہوسکتا ہے اور پہلے سے بھی کسی ایسے رعب و داب نے اپنا اثر کیا ہے اور اگر کیا ہے تو وہ کس طرح کا رعب و داب ہے ہمنے کئی کروڑ آدمیوں کے باہمی ارتباط اور میل جول اور علم و ہنر اور مال و دولت کے نہایت عمدہ فواید کو ترقی دینے اور اُنکو عُمدہ عُمدہ طریقوں کی رہنمائی کرنے کا بوجھ اپنے سر پر اُٹھایا ہے پس ہمکو اپنے حال کی دیکھ بھال کرنی چاہیئے کہ ہماری نیت اور ہمارا ارادہ پاک صاف ہے؟ اور ہمارا مقصود اور ہمارا منشا نیک اور درست ہے؟ اور ہماری کارروائی کے طریقے ایسے ہیں یا نہیں جو از روے عقل اور تجربہ کے ہونے چاہئیں اور پھر ہمکو غور کرنا اور سمجھنا چاہیئے کہ جو کچھ ترقی ہمنے اپنے کاروبار میں کی ہے وہ کیا کی ہے اور کہاں تک کی ہے تاکہ ہمکو اپنا حال معلوم ہو کہ ہم کہاں ہیں اور کیا کر رہے ہیں اور آیندہ کو کیا کرینگے +

یہ ایک عام قاعدہ ہے کہ ہر تربیت یافتہ ملک میں ایسے ایسے سردار اور دولتمند اور ذی رتبہ اور باوجاہت اور صاحب وقار اور نہایت نامی اور مشہور تجار ہوتے ہیں جو اپنے زمانہ کے لوگوں میں آپس کے ارتباط اور آپس کے میل جول کے طریق کی بنیاد ڈالتے ہیں

اور اُن کے مال و دولت کی ترقی کی بلکہ اُن کے اطوار اور چلن کی بنا قایم کرتے ہیں ہندوستان میں یہ بات سب ملکوں سے زیادہ تر صادق آتی ہے کیونکہ ہندوستان میں ذی رتبہ اور با وجاہت اور باوقار آدمیوں کی نہایت تعظیم اور بہت سی کچھ عزت کی جاتی ہے۔ حد سے زیادہ اُن کا اعتبار اور اعتماد ہوتا ہے خصوصاً ایسے لوگوں کا جو مذہبی کاموں میں مقتدا اور پیشوا گنے جاتے ہیں مثلاً برہمن یا مولوی یا کوئی پیر فقیر کہ تمام ہندو مسلمان ہر ایک کی باعتبار اپنے مذہب کے بہت ہی کچھ تعظیم اور توقیر کرتے ہیں اور دن رات اُنکی رضامندی ڈھونڈتے ہیں اور اُن کے پند و نصایح پر کان دھرتے ہیں اور حد سے زیادہ اُن کی اطاعت کرتے ہیں۔ ہر سردار بڑے بڑے خاندانوں کا سرگروہ اور مرکز ہوتا ہے وہ بہت سے اپنے رفیقوں اور اپنے متعلق کاشتکاروں کی بستی کی بستی پر بھلائی بُرائی کے معاملوں میں ہر طرح کا رعب اور اختیار رکھتا ہے کسی اور مُلک میں کوئی بڑا آدمی یا دولتمند یا عالم و فاضل اور دانا بلکہ نہایت نیک خصلت آدمی بھی بے شمار آدمیوں پر ایسا قوی دبدبہ نہیں رکھتا ہے جیسا کہ یہاں رکھتا ہے بلکہ ہم یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ اَور کسی مُلک میں بے شمار آدمیوں کی طبیعتیں ایسی جلد کسی کی طرف راغب اور اُسکے قابو میں نہیں آجاتی ہیں جیسے کہ ہندوستان میں اور نہ کسی مُلک میں ایسے بے شمار آدمی ایسی جلد تربیت اور ہدایت قبول کرتے ہیں جیسے کہ اس ملک میں پس اِس ملک میں تمام بڑے بڑے ایسے لازمہ اور ذریعے جو ہمیشہ باقی رہنے والے اور نیک کاموں اور بڑی بڑی تدبیروں اور انتظام کیواسطے ضروری ہیں موجود ہیں اب صرف اتنی بات کی حاجت ہے کہ عالی ہمت اور عالی حوصلہ اور جانفشانی اور جانکاہی کرنے والے لوگ جن کو خدا تعالےٰ نے ہر مُلک میں پیدا کیا ہے اور کرتا جاتا ہے اُن قوتوں اور ذریعوں کو جو موجود ہیں حرکت دیویں اور صحیح سالم پہلوؤں پر پھیر آویں ہمکو غالب توقع کرنی چاہیئے کہ وہ لوگ اپنی تمام کوششوں میں شریک اور متفق رہیں گے اور اپنی دلی رغبت اور نیک نیتی اور مستعدی سے کام انجام دیں گے اور کامیابی اور اقبالمندی اُن کے قدموں میں رہے گی ۞

عام اور خاص اور ظاہری اور باطنی اطوار اور طریقوں میں کچھ اَور ترقی ہونے کی کوئی وجہ نہیں معلوم ہوتی کیونکہ ایک متوسط درجہ کا ہندوستانی بھی خوش اخلاقی اور تواضع و تکریم اور اچھی تربیت کی باتوں میں ایسے اَور ملکوں کے اعلےٰ درجہ کے آدمی سے جن پر خدا نے زیادہ عنایت کی ہے اور وہاں کے باشندوں کو بہت سی تربیت اور تعلیم بخشی ہے زیادہ رُتبہ رکھتا ہے حاصل یہ کہ ہماری یہ خواہش نہیں ہے کہ ہمارا چال چلن ذرا بھی بدل جاوے

بلکہ بڑی آرزو یہ ہے کہ وہ بدستور قایم رہے کہتے ہیں کہ اچھے اطوار اور اچھی تربیت ہر جگہ
یکساں ہوتی ہے چنانچہ اسی وجہ سے اچھی تربیت اور تعلیم یافتہ لوگوں میں بلاشبہ وہ
ارتباط اور ربط وضبط پایا جاتا ہے جو ایک قوم یا مذہب یا زبان کا شریف آدمی دوسری قوم
یا مذہب کے آدمی سے فوراً پیدا کر لیتا ہے جن لوگوں نے ہمارے ملک کے اطوار اور
طریقوں کو خوب دیکھا بھالا اور سوچا سمجھا ہے بلکہ غیر مذہب اور غیر زبان کے ناآشنا لوگوں نے
بھی اُن طور و طریقوں کو جیسا کہ چاہیئے کمال خوبی کے ساتھ بیان کیا ہے جب ہم یہ غور کرتے
ہیں کہ گلشن اقوام کی روح کے پھولوں کی خوشبو اُس قوم کے اطوار ہوتے ہیں اور انھیں سے
لوگوں کے اخلاق کا ظہور ہوتا ہے تو ہمارے لیئے بڑی فرحت اور فرخی کی یہ بات ہے کہ ہم
یقین کریں کہ وہ سامان جس کا ہونا ضرور چاہیئے بہت کچھ ہماری طبیعتوں میں موجود ہے اور
پھر ہم لوگوں میں سے ہر ایسے شخص کو جو کچھ بھی سربرآوردہ ہے لازم ہے کہ ہمارے اچھے
اطواروں کے قایم رکھنے میں کوشش کرے اور ہماری اُن خواہشوں کو جن سے ہمارے
اطوار ایک فتحمند قوم کے بہت سے ناآشنا لوگوں کے موجود ہونے سے جو صرف دبدبہ
ہی رکھتے ہوں خراب ہوجاتے ہیں روکے کیونکہ اُس مفتوحہ قوم کے ارادے کیسے ہی
نیک اور دیانت کے ساتھ کیوں نہ ہوں مگر وہ فتحمند قوم اُس کے مقتضائے طبیعت اور نیت
کو نہیں سمجھ سکتی ہے اس لیئے مفتوحہ قوم کے اطوار ضرور خراب ہوجاتے ہیں یہ بات یعنی خراب
ہوجانا اطوار کا اُن شکایتوں سے ثابت ہے جو خود اہل یورپ اپنے نوکروں اور اُن
لوگوں کی بداطواری کی کرتے ہیں جن سے اُن کو اکثر کام پڑتا ہے اور ملنا جلنا رہتا
ہے ٭

اچھے چال چلن کے برخلاف بعضی رسمیں ایسی ہیں جو غرور یا نمود یا اعتقاد باطل پر مبنی
ہونے کی وجہ سے ناجایز اور مضر ہیں اِن رسموں کے گھٹانے اور مٹانے میں دولتمند
اور ذی وقار ہندوستانی شریف بہت کچھ کر سکتے ہیں ایسی بری رسموں کو جو از روئے اخلاق
کے ناجایز اور عام فایدہ و فلاح کے مخالف ہوویں ہرگز گوارا کرنا مناسب نہیں گو وہ کسی
اعتقاد کے بموجب جایز گردانی گئی ہوں یا کسی مذہب کی رُو سے قایم کی گئی ہوں - ان
بُری رسموں میں سے نہایت مشہور بُری رسم بیوہ کے ستی ہونے اور بیمار کو دم واپسیں
دریا کے کنارہ لیجا کر زبردستی سے اُس کی جان نکالنے کی رسم تھی اور دخترکشی اور شادیوں میں
اسراف ہونا اب بھی موجود ہے اِن میں سے دخترکشی کی رسم ایک ایسی بد اور خراب رسم
ہے کہ انسان کے دل میں جو اچھے اخلاق کا اثر قبول کرنے کی قابلیت ہے وہ رسم صرف

اُسی کو مغلوب نہیں کرتی اور رنڈا اور بد اخلاقی ہی پیدا نہیں کرتی بلکہ مخلوق کی ترقی کی بھی مانع ہے جس کے سبب سے قوم کی شان و شوکت اور دولت بڑھ نہیں سکتی۔ حال میں یہ ثابت ہوا ہے کہ اس طرح جانیں تلف کرنے کا نہایت سخت اور مہیب جرم بڑے تربیت یافتہ ملک یعنی انگلستان میں بھی موجود ہے مگر جن سببوں سے یہ جرم وقوع میں آتے ہیں وہ دونوں ملکوں میں مختلف ہیں انگلستان میں تو یہ گناہ جس سبب سے ظہور میں آتا ہے اُس کا ذکر کرنا ہمکو ضرور نہیں مگر ہندوستان میں یہ سبب ہے کہ عالی خاندان مفلس راجپوت شادی کے سامان مہیا نہ کر سکنے کے اندیشہ سے اپنے معصوم بچہ کو مار ڈالتے ہیں پس ہندوستان میں جو دختر کشی ہوتی ہے وہ شادیوں میں اسراف بیجا کی رسم کے ساتھ لازم و ملزوم ہے دولتمند اور شریف ذی وقار ہندو خصوصاً عالی خاندان راجپوت اِس جاہلانہ رسم بد کو مٹانے میں اپنی کوششوں کے بہتر نتیجے حاصل کر سکتے ہیں اس بات کا ہندو امیروں اور گورنمنٹ عالیہ کو یقین بھی ہے چنانچہ اودھ کے تعلقہ داروں اور راجپوتانہ کے راجاؤں نے اسکے دفعہ کرنے میں بہت سی کوشش کی اور کامیاب ہوئے لیکن ابھی تک اس بُرائی کی بالکل بیخ کنی نہیں ہوئی اور بہت سی دقتیں اس کے جڑھ سے کھود ڈالنے کے لیئے اُٹھانی باقی ہیں ؛

ایک بُری رسم جس کو ہم مختصر بیان کریں گے بے تعداد جوروئیں رکھنا ہے جس کا بعض بعض مقاموں میں رواج ہے ممکن ہے کہ اس امر میں پند و نصیحت اور کوشش اسقدر کام نہ کرے گی جس قدر کہ اس کے امتناع کا ایک قانون اثر کرے گا اور اُس کے لیئے پہلے ہی سے گورنمنٹ کے حضور میں عرضی گذرانی گئی ہے ؛

آخر میں اِن رسموں کے معاملہ میں ہم نہایت بُری رسم پر جس سے فاحشہ عورتوں (یعنی رنڈیوں) کا سلسلہ قایم اور زیادہ ہوتا ہے اور جس سے میلوں اور تماشوں اور تہواروں میں بازاروں میں کوڑا کرکٹ میل کچیل پھیلتا ہے توجہ کرتے ہیں اِن سب خرابیوں کا اِسطرح سے علانیہ ہونے دینا گویا قوانین اخلاق کی تعمیل میں سُستی اور کاہلی کرنا ہے جس سے قوم کی معاشرت اور اخلاق اور عقل اور مال و متاع اور ملک کے کاروبار میں ضرر پہنچتا ہے اب ہم اُن سببوں پر کچھ تھوڑی سی نظر ڈال کر جو غیر مادی اور غیر محسوس تو ہیں لیکن نہایت عمدہ اور شاندار ہیں جن میں ہندوستان کے دولتمند اور ذی وقار شریف آدمی بھلائی پہنچانے میں اپنے رعب و داب کو بہت کچھ کام میں لاسکتے ہیں ایسے ذریعوں کا ذکر کرتے ہیں جو انسان کے کاروبار میں بہت سی قدر و منزلت اور ماہیت رکھتے ہیں ؛

اِن میں سے سب سے اوّل جس بات پر ہمکو توجّہ کرنی چاہیئے وہ یہ ہے کہ ہم زمین کی مالیّت بڑھانے میں کوشش کریں - امیروں میں سے بہت سے آدمی زمیندار ہیں جن میں سے بعضے تو ایسے وسیع اور اچھی جائدادیں رکھتے ہیں جن کے سبب سے اُن کو شہزادوں کی سی شان شوکت حاصل ہے اور بہت سے بڑے بڑے زمیندار بے شک ایسی شاہانہ حالت میں ہیں کہ وہ اپنی جائدادوں پر اُن کا کچھ محاصل بڑھانے کی نظر سے کچھ بھی توجّہ نہیں کرتے اور بعضے ایسے کاروبار میں پھنسے رہتے ہیں اُن کے سبب سے وہ اپنی زمین پر کافی توجّہ نہیں کرسکتے اس موقع پر ہم یہ لکھ سکتے ہیں کہ اپنی ریاستوں میں نہریں اور سڑکیں بنوانے سے بڑی ترقی ہوتی ہے - مشہور ہے کہ بابو پرسنو کمار ٹاگور رئیس کلکتہ نے بہت سا روپیہ خرچ کرکے اپنے علاقوں میں نہر کھدوائی ہے جس کے سبب سے اُن کی سالانہ آمدنی بہت زیادہ ہوگئی اور صرف نہر کے ہی طیار ہونے سے اُن علاقوں کی قیمت جو پہلے سے بھی قیمتی تھی دوچند ہوگئی جس طرح سے کہ دریا اور سڑک ہائے اعظم ایک قوم کی مال و متاع کے قایم رہنے کا باعث ہیں اسی طرح سے چھوٹے چھوٹے راستے اور نہریں ایک بڑے تعلقہ کیواسطے نفع اور بہبودی کا ذریعہ متصور ہیں اور اگر اس کام میں (جیساکہ بعض وقت ہوتا ہے) اسقدر صرف کثیر ہوتا ہو کہ ایک زمیندار اُس کا متحمل نہ ہوسکے تو چاہیئے کہ چند زمیندار ایک دوسرے کے فائدہ کے واسطے باہم شریک ہوکر اُسکو پورا کریں - سوائے اِس کے اور بہت سی باتیں جائداد اراضی کی ترقی سے متعلق ہیں ممالک مغربی و شمالی میں آبپاشی کے طریقے اَور بھی بہتر ہوسکتے ہیں اور عمدہ عمدہ کلوں کے ذریعہ سے قسم قسم کے طریقے کھیتی کرنے کے جاری ہوسکتے ہیں جہاں کہیں ضرورت ہو وہاں زمین خشک بھی ہوسکتی ہے اور زمین افتادہ کے تر و تازہ کرنے کی تدبیریں بھی ہوسکتی ہیں - اودھ کے تعلقہ داروں اور راجپوتانہ کے راجاؤں نے بڑے بڑے خرچ اور لاگت کے کاموں یعنی اودھ اور راجپوتانہ میں آہنی سڑکوں کے بننے میں شرکت کی ہے اُن علاقوں کی ترقی کے طریقوں میں جن کا ذکر ہوا بہت سے بنگالی زمینداروں نے بہت سی کوشش کی ہے - خصوصاً بابو جے کشن مکرجی نے جنھوں نے حال میں گورنمنٹ بنگال کو ایک نہایت معقول مشورہ دیا کہ ایک مدرسہ کشتکاری کا مقرر ہو اور اُس میں کشتکاری کا فن تجربہ کے ساتھ ہندوستانیوں کو سکھایا جاوے مگر افسوس کہ لفٹنٹ گورنر نے اس معقول اور مفید صلاح کو منظور نفرمایا - اِس میں کچھ شک نہیں کہ ایسے مدرسہ کا قایم ہونا شروع ہی سے بڑی کامیابی کا باعث ہوتا اور پنجاب اور بنگالہ کے زمیندار اُسکی مدد اور تعلیم سے نہایت خوشی

کے ساتھ فائدہ اُٹھاتے ہیں۔ ہندوستان کے تمام حصّوں میں سے طالب علم اس مدرسہ میں آتے اور تھوڑے ہی برسوں میں ہم دیکھ لیتے کہ کشتکاری کے کاموں میں بڑی ترقی ہوگئی جس قدر زمین اور روپیہ اس کام میں صرف ہوتا اُس کی تعداد بالفعل بعید از قیاس اور فضول معلوم ہوتی ہے۔ اس موقع پر ہم زمینداروں کے دلوں پر اس بات کو بخوبی نقش کرنا چاہتے ہیں کہ وہ ہر کام میں گورنمنٹ کی امداد کی آرزو نہ کریں۔ یہ سچ ہے کہ اس ملک میں گورنمنٹ کو زمین کی مالیت کی ترقی سے ظاہرا فائدہ ہے کیونکہ وہ خود بھی بہت بڑی زمیندار ہے اور اُس کے کل محاصل کے ایک ثلث سے بہت زیادہ زمین سے حاصل ہوتا ہے اس لیئے گورنمنٹ کا فرض ہے کہ کشتکاری کی ترقی میں جس طرح سے ممکن ہو مدد دیوے مگر پھر بھی جہاں تک ہوسکے اس دلیل کا خیال اور استعمال نکرنا چاہیئے۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ جب کچھ آدمی بذات خود ایک کام کرنے پر مستعد ہوتے ہیں تو اَور لوگ بھی اُنکی مدد کرنے لگتے ہیں مگر جب تک کہ وہ خود آمادہ نہ ہونگے کوئی ساتھ نہ دے گا۔ یہ ممکن ہے کہ گورنمنٹ اپنا ایک پیسہ بھی زیادہ صرف نہ کرے کیونکہ ایک ایک ہندوستانی زمیندار بالکل ایسا ہی مالدار ہے جیسا کہ اُس کا ہمجنس متمول انگلستان میں ہے۔ انگلستان میں امیر آدمی اپنے ذاتی فائدوں کا آپ ہی خیال رکھتا ہے اور آپ ہی اپنے خاص انجینیر اور علم جمادات کے عالم اور کان کھودنے والے مقرر کرلیتا ہے اور جو وہ یہ سمجھتا ہے کہ کشتکاری کے مدرسہ سے اُسکی جائداد کو فائدہ ہوگا تو وہ خود ہی بلا استعانت پارلیمنٹ یا ہمقوموں کے مقرر کرلیتا ہے۔ یہ سبب ہے کہ وہ سب کچھ کرسکتا ہے اور اُسکی مختصر سی ملکیت بیس ہزار ایکڑ کی ایسے غیر ملک کی ایک لاکھ ایکڑ کی ملکیت کے برابر ہے جہاں کے باشندہ ہر ایک ترقی کیواسطے گورنمنٹ پر ہی حصر کرتے ہیں۔ اس طریقہ میں ہندوستان کے سوداگر زیادہ عقلمندی سے کام کرتے ہیں یعنی وہ گورنمنٹ سے کسی نئی جنس کے پہلے پہل تجارت کرنے کی استدعا نہیں کرتے بلکہ اگر کوئی صورت فائدے کی ہو تو وہ خود ہی اختیار کرلیتے ہیں۔ امریکہ کی ملکی لڑائی سے پہلے کیا گورنمنٹ نے کئی برس کیواسطے روئی کی تجارت کی درخواست ہوئی تھی اگر ایسا ہوتا اور روئی کی تجارت گورنمنٹ کی خاص تجارت ہوتی تو اُس وقت میں ہماری گورنمنٹ تمام دنیا میں نہایت متمول ہوتی ایک مدرسہ کاشتکاری کا بھی اس مُلک میں ہوتا اور فن کاشتکاری کا ایک معلم بھی مقرر ہوجاتا جب اس مُلک کے لوگ ہندوستان کو ایسا سمجھتے جیسا کہ فرانس والے اور ہالنڈ والے اپنے ملک کو سمجھتے ہیں مگر محنت اور ایجاد اور اختراع اور استقلال اور طبیعت کی آبادی کم ہوجاتی اور کم ہوجاتا ان چیزوں کا مُلک کی

کامیابی اور زمین کی زرخیزی کے حق میں مضر ہے ان تمام کوششوں میں سے جو زمین
کی ترقی کے واسطے ہونی چاہئیں اُن تدبیروں کا ذکر کرنا بھی مناسب ہے جن سے بھیڑ
بکری اور اَور مویشی اور تمام قسموں کے پرندوں کی نسل جو کھیت سے تعلق رکھتی ہیں
درست ہووے۔ اسٹریلیا کے نو آباد باشندے دُور دُور کے ملکوں سے پشمینہ کی
بھیڑیں اور اونٹ اور اَور جانوروں کے منگانے میں بہت کچھ خرچ کرتے ہیں۔ یہاں
بھی نہایت متمول آدمی مثل مہاراجہ بردوان اور راجہ پٹیالہ کے البتہ ایسا خرچ کر سکتے ہیں
عوام میں سے کسی میں یہ مکنت نہیں ہے کہ ایسا بڑا خرچ بیدھڑک اُٹھا سکے ہاں اگر
کچھ لوگ جمع ہو کر بالاتفاق ایسا کام کرنا چاہیں تو ممکن ہے کیونکہ مفید جانوروں کی نسل درست
کرنے کے لیئے کچھ دنیا کے اِس سرے سے اُس سرے تک جانے کی ضرورت
نہیں۔ بھیڑوں کی نسل اس طرح درست ہو سکتی ہے کہ کشمیر اور تبت اور کابل سے منگائی
جاویں اور بنگالہ کی گایوں کی نسل اس طرح پر درست ہو سکتی ہے کہ وہاں ممالک مغربی و
شمالی اور دکھن سے منگائی جاویں اور علےٰ ہذا القیاس۔ چنانچہ مسٹر ٹیلر صاحب نے
پٹنہ میں اسی طریق پر عمل کیا۔ کہتے ہیں کہ اُن کی کھیتی میں بڑی پیداوار ہوتی ہے ٭

اِن دونوں معاملوں یعنی کاشتکاری اور پرورش مویشی کے فن میں بہت سی نمائشوں
میں جو تمام مُلک میں قایم ہوئی ہیں بلا شبہ گورنمنٹ پیش قدمی کرنے لگی ہے اور ہندوستانی
زمینداروں اور امیروں نے بھی بے تکلف بہت سی مدد دی ہے اور ہمیشہ کثرت سے
شریک ہوتے ہیں۔ ہمکو یقین ہے کہ اِس کام سے بہت سا اصلی فائدہ ہوگا یہ ممکن ہے
کہ اوّل ہی میں جو نمایش کیجاوے اُس میں تکلف اور بناوٹ ہونے کے سبب سے فائدہ
اُس کا ضایع ہوجاوے لیکن اس میں کچھ شبہ نہیں ہو سکتا کہ رفتہ رفتہ بناوٹ اور تکلف پر
فائدہ غالب رہیگا اور فائدہ ہی اُن نمایشوں کا خاص مقصود ٹھہرے گا ٭

جو دولتمند ہندوستانی تجارت کے کاموں میں مصروف ہیں اُن کو یہ بات بتلانی کچھ ضروری
نہیں کہ کس کس شئے میں اُن کا فائدہ ہے اور کس کس طرح سے اُن کو اپنی قابلیت اور رعب داب
کو اپنے نفع کی ترقی دینی اور اپنے ملک کی تجارت کے بڑھانے میں کام میں لانا چاہیئے
کچھ تھوڑا سا لکھنا کافی ہوگا کہ وہ اپنے تمام معاملات میں نہایت صداقت اور دیانت برتیں
اور ملک میں ایسے ایسے فنون اور کارخانہ جاری کریں جن سے اقبال اور کامیابی حاصل
ہو۔ اس موقع پر ہم بابو ہیرالال سیل صاحب کی مثال دے سکتے ہیں کہ وہ انھی دنوں میں
گنگا کے جنوبی کنارہ پر مقام پتھر گھاٹا میں جو منگیر سے بہت دُور نہیں ہے جہاں

چینی بنانے کی مٹی کی کھان نکلی ہے چینی کے برتنوں کا کارخانہ قایم کرکے اپنی دولت کو بڑھارہے ہیں ؛

کھانوں اس بات کے بیان کرنے سے ہماری طبیعت خواہ مخواہ اس پچھلے مضمون یعنی کھانوں کی طرف مائل ہوتی ہے چاہیئے یہ کہ بہت سے کھان کھودنے والوں اور زمین کے پہچاننے والوں کو بہم پہنچا کر ایک سرے سے دوسرے سرے تک ملک کا امتحان کرایا جاوے۔ ہمکو اس بات کے یقین کرنے کی بہت سی وجوہات ہیں کہ ہندوستان مفید معدنیات اور فلزات سے ازبس معمور ہے چنانچہ پہاڑوں میں کثرت سے لوہا موجود ہے اور کوئلہ جابجا نکلتا ہے ؛

غالباً ملک برہما میں ٹین مل سکتا ہے اور یہ بات مدت سے معلوم ہے کہ سُرمہ تبت کو چک میں موجود ہے جہاں ہمارے دولتمند آدمی کاربرآری کرسکتے ہیں۔ سُنا ہے کہ راجہ منڈی کے علاقہ اور ملک پنجاب میں نمک بہت ہوتا ہے اگر ایک عمدہ کان نمک کی ملجاوے تو زمین کے قطعہ کی قیمت ہزار گنے سے زیادہ ہوجاتی ہے اور قرب وجوار کے لوگوں کو اس سے بہت فائدہ ہوتا ہے ؛

ہم اپنے مضمون کے ذکر کرنے سے پہلے جو بہبودی اور کامیابی سے متعلق ہیں یہ کہتے ہیں کہ وہ دولتمند اور ذی رتبہ ہندوستانی جو کہ قصبوں اور شہروں میں جائداد کے مالک ہوتے ہیں اپنی رعایا کی جسمانی حالت کو بہت ترقی دے سکتے ہیں اس طرح پر کہ کوچے فراخ اور صاف اور مکان ہوادار بنائے جاویں اور راستوں میں درختوں کی قطاریں لگائی جاویں تو ہوا کی غلاظت کا اثر جو بسبب انبوہ آدمیوں اور تنگی کوچوں کے ہوتا ہے دُور ہوجاوے اور اُن کی تندرستی کو ضرر نہ پہنچاوے اور تالاب بھی عمدہ پانی کے کھدوائے جاویں ؛

اب ہم سب سے اخیر اور بڑے معاملہ کا ذکر کرتے ہیں جن میں اوروں کی بنسبت نیکی پھیلانے کے واسطے رعب داب زیادہ موثر ہے۔ اُن میں اول معاملات عقلی اور بعدہٗ مذہبی اور روحانی کا ذکر کرینگے۔ اس مقام پر ہم بلاشبہ اوّل درجہ پر تعلیم کو قرار دینا چاہتے مشرقی دنیا میں بہت سے علوم اور عالم ہوئے ہیں۔ لیکن اب تک اصلی یا دقیق علوم کا حاصل کرنا اور روزمرہ کے کاروبار اور ہنر و فن میں موافق علم کے عمل کرنا باقی ہے علم کے بموجب عمل کرنا ایسی چیز ہے کہ اسی کے باعث سے یورپ کو اسقدر سربلندی حاصل ہوئی ہے جو طبیعت یا رائے کی آزادی کے باعث سے نہایت عمدہ ہوگیا ہے۔ یہ یورپ کی آزادئی طبیعت بسبب تہذیب مذہب کے پیدا ہوتی ہے اور اس تہذیب مذہب

کے باعث سے جو لوگ کہ جسم اور روح کی جبر و تعدی میں مبتلا تھے اُس سے آزاد ہو گئے -
ہماری رائے میں اسی باعث سے یورپ اس بڑے درجہ کو پہنچا ہے جو اُسکو اس وقت
میں حاصل ہے اور شاید بسبب تہذیب و تعلیم کے ہندوستان بھی اُس عالی رتبہ کو پہنچ
جاوے گی جو اُسکو اپنے حق کی وجہ سے دنیا کے اور ملکوں میں حاصل کرنا چاہیئے پس
ہمکو اپنے ملک کی ترقی کی توقع سچی اور عمدہ علم کے پھیلنے پر کرنی چاہیئے - حقیقت یہ ہے
کہ جبتک عموماً علم نہ پھیلے گا اُس وقت تک انسانوں کے خیر خواہ لوگ جو کچھ جانفشانی اور
کوشش اپنے ملک کی بھلائی کے واسطے کرینگے وہ اُن کو بیفائدہ معلوم ہوگی اور جو عمدہ بات
وہ بھلائی کے واسطے عمل میں لاویں گے اُس کو کچھ استقلال اور ثبات نہ ہوگا - اسکی ایسی
مثال ہے جیسیکہ چاروں طرف اندھیرا اور تاریکی ہو اور اُس میں خفیف سی روشنی چمکتی ہو
اُن لوگوں کی تمام عمر ایسی کوشش میں صرف ہوگی کہ گویا ریت کی بنیاد پر ایک سنگ مرمر کا
محل بنایا تھا ٭

اس معاملہ میں اور اور ہر ایک صورت میں نہایت استحکام کے ساتھ ہم یہ کہتے ہیں
کہ بہت سے لوگوں کا متفق ہونا بڑے کام کی چیز ہے - نہایت قوی آدمی اگر تنہا ہو بہت سے
آدمیوں کے مقابلہ میں اپنے آپ کو کمزور پاتا ہے اور نہایت عمدہ اُن نتیجوں کی قدر و
منزلت جو بہت سی قوتوں کے شامل ہونے سے حاصل ہوتی ہے اس طرح سے
بڑھنے کی بہ نسبت جس طرح علم حساب میں جمع کے عدد بڑھتے ہیں ایسی بڑھتی ہے
جیسے ضرب کے قاعدہ سے عدد بڑھتے چلے جاتے ہیں پس یہ بات بخوبی ظاہر ہے
کہ جن لوگوں کو خدا تعالے نے عزت اور وقر اور اختیار عنایت کیا ہے وہ صرف اپنے
ہی فائدوں کی رعایت اور حفاظت میں متفق اور مجتمع نہ ہوں بلکہ تعلیم اور نیک باتوں
اور اخلاق کے ایسے معقول اور مضبوط اصولوں کو شایع کرنے میں بھی اتفاق کریں جن کے
سبب سے ایک ملک قوموں میں امتیاز حاصل کرتا ہے ٭

تعلیم مختلف قسموں میں تقسیم ہو سکتی ہے یعنی دیسی زبان اور انگریزی زبان اور ایسی
تربیت جس سے جسم درست رہے اور آدمی توانا اور تناور ہوں اور علم انشا وغیرہ اور مردوں
اور عورتوں کی تعلیم اور تعلیم عام اور تعلیم خاص - عام تعلیم سے ہماری مراد یہ ہے کہ بہت سے
دہقانوں کے گروہوں کو جو دیہات وغیرہ میں رہتے ہیں دیسی زبانوں میں بدرجہ اعتدال
تعلیم کیجاوے اور صرف لکھنا پڑھنا اور حساب سکھایا جاوے اگر ان لوگوں کی عورتوں کو
اب سے پچیس برس گذرنے سے پہلے پڑھایا لکھایا جاوے گا تو ہماری رائے میں وہ بموقع

اور بے اثر ہوگا۔ یہ لوگ جو بہت محنت اور مشقت اور سختی کے ساتھ زندگی بسر کرتے ہیں اس لیئے
اُن کی جسمی تربیت کیواسطے یہ طریق زندگی ہی کافی وافی ہے اور کچھ سکھانے سمجھانے کی
حاجت نہیں۔ اور قصبوں اور شہروں کیواسطے ایسے اسکول اور کالج جن میں انگریزی اور
دیسی دونوں زبانوں میں تعلیم کیجاوے قایم ہونے چاہیئیں۔ یہ خاص تعلیم بڑے درجہ کی تعلیم
کی ہوگی اور ان اسکولوں اور کالجوں میں بڑے دقیق علم کو بڑی منزلت دینی چاہیئے اور
اُن کی بڑی جماعتوں کے طالب علموں کی جسمانی تربیت کیواسطے کسی عام مقام میں ایک
اکھاڑا کافی ہوگا اور لڑکیوں کیواسطے علیحدہ مدرسے ہونے ضرور ہیں ؛

علاوہ اس کے امیروں اور بڑے آدمیوں اور عالم و فاضل لوگوں کو چاہیئے کہ اپنے
ایسوسی ایشن اور سوسئیٹی اس غرض سے بناویں کہ مفید علم بارزانی شایع کریں اور عمدہ عمدہ علوم
اور فنون کو ترقی اور عظمت بخشیں اور فیاضی کے کام کیا کریں۔ ایسے مفید علم کو جو عوام کے
فہم سے مناسبت رکھتا ہو اس طرح پر بارزانی شایع کریں کہ مفید مفید مضمونوں پر چھوٹی چھوٹی
اور سستی اصول کی کتابیں مشتہر کریں اور جابجا ایسے آدمی مقرر کریں جو اُن کو گلی کوچوں میں
بیچتے پھرا کریں اور صبح شام اُن مقاموں میں جہاں لوگ جمع ہوتے ہیں کوئی سستا اخبار
سُنانے سے بہت فائدہ ہوگا لیکن اس طرح سے جو غذا اس اخبار کے ذریعہ سے مہیّا کیجاوے
وہ ایسی ہو کہ اُس میں گرمی اور جوش نپایا جاوے ملایم اور ٹھنڈی ہووے یعنی ایسی نہو جس سے
گمراہی حاصل ہو اور طبیعت بیفایدہ بھڑکے۔ اس عام اخبار کا ایڈیٹر جو تمام ہندوستان کے
واسطے عام ہوگا ایسا نہایت عمدہ تعلیم یافتہ شخص ہونا چاہیئے جس کی طبیعت نہایت سلیم
اور حلیم اور بے شر ہو اور عمدہ عمدہ دقیق علوم اور فنون کے رواج کے واسطے ایک علمی روزنامچہ
کا مقرر کرنا اور علمی لیاقت یا خوبی صنعت کیواسطے انعام دینا ایسے عمدہ اور صاف طریقے ہیں
کہ تھوڑے خرچ سے بہت سا کچھ مطلب اُن سے حاصل ہوسکتا ہے۔ سوائے اُس کے
لکچروں کا دینا بھی فائدہ سے خالی نہیں ؛

یہ بات بیان کرنے سے ہمکو خوشی ہے کہ ان سب باتوں میں بہت سی ترقی ہوگئی ہے
چنانچہ دیہات میں دیسی زبانوں کی تعلیم بہت زور شور سے کی جاتی ہے اور تمام مُلک میں جسم کی
درستی کے واسطے اکھاڑے موجود ہیں اور بہت سے ایسے مدرسہ اور کالج جن کو صرف
ہندوستانی قایم کرتے ہیں بڑے بڑے شہروں میں مثل کلکتہ اور لاہور اور آگرہ غازیپور کے
جابجا قایم ہوتے جاتے ہیں اور عورتوں کی تعلیم خواہ پردہ میں خواہ مدرسہ میں ہونا اب ایسا سوال
نہیں رہا جسپر کچھ حجت اور شک و شبہ باقی رہا ہو اور دقیق علم انشا کی جماعتیں بنتی جاتی ہیں

اور بہت سے اخبار جاری ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ ہر قسم اور ہر استعداد کے لکھنے پڑھنے والے موجود ہیں۔ اور باوجود بے شمار اور بڑے بڑے ہرجوں اور دقتوں کے وہ اخبار ترقی پر ہیں ❊

اب ہم ختم کلام پر یہ کہتے ہیں کہ بڑے درجہ کی روحانی اور مذہبی تعلیم کے واسطے مختلف مذہبوں کی حقیقت پر مباحثہ کرنے کے لیئے ایسوسی ایشن یعنی جماعتیں مقرر کیجاویں جیسے کہ نہایت دانا اور نہایت اچھے ایشیا کے بادشاہ ہمیشہ کرتے رہے ہیں اور ایمان کا زرخالص جن خراب باتوں سے پھیکا اور بدروپ ہو رہا ہے اُن بُرائیوں کو خاص خاص کمیٹیاں لوگوں کو جتایا کریں اور مقدس اور معزز کتابوں پر غور اور تمیز سے بحث کیجایا کرے اور غریبوں کیواسطے ہسپتالیں اور خیرات خانے اور رفاہ عام کے واسطے سرائیں بنائی جاویں۔ اس بڑے معاملہ میں بہت کچھ ہو بھی چکا ہے لیکن اُس کی مثالیں دینا کچھ ضرور نہیں شاید کسی کو ناگوار گذریں اس لیئے اس موقع پر سب مذہب کے لوگوں کی نسبت عموماً ذکر کرنا بہت اچھا طریقہ ہے۔ اب ہم اپنی گفتگو کو انگلستان کے ایک بڑے شاعر کے چند لفظوں پر ختم کرتے ہیں۔ وہ یہ ہیں۔ کہ "تمام انسانوں کی غرض ثواب سے ہے گو وہ کسی ڈھب اور کسی طریقہ سے حاصل کیا جاوے" ❊

۶

جو ۲۰ ستمبر ۱۸۶۶ء کو بروز جمعہ بنارس انسٹیٹیوٹ میں بابو فتح نرائن سنگھ بہادر کے مکان پر اہل ہند کی ترقی تربیت پر دیا گیا

وہ کون سی تدبیریں ہیں جن سے اہل ہند کی تربیت کو ترقی ہو اور وہ بھی مثل اور ملک کے رہنے والوں کے ملکی فخر اور امتیاز حاصل کریں۔ اس مضمون میں غالباً ملکی فخر سے وہ فخر اور عزت مراد ہے جو کسی ملک کے رہنے والوں کو عام تربیت اور شائستگی کے پھیلنے سے بلا لحاظ مذہب اور قوم کے حاصل ہوتی ہے۔ ہم لوگ اہل یورپ کو ایک شائستہ اور تربیت یافتہ قوم کہتے ہیں اور اُن کی نسبت ہر طرح کا ملکی فخر و امتیاز منسوب کرتے ہیں۔ وہ لوگ نہ ایک قوم ہیں اور ایک مذہب رکھتے ہیں۔ مگر انھوں نے اپنے ملک میں بلا لحاظ قوم و مذہب کے عام تربیت اور شائستگی پھیلانے سے ملکی فخر اور امتیاز کا خطاب حاصل کیا ہے۔

ہندوستان باستثناء روس اور بالٹک کے شمالی حصہ کے یورپ کے برابر ہے اور جس طرح کہ یورپ میں متعدد قومیں آباد ہیں اسی طرح ہندوستان میں بھی متعدد قومیں بستی ہیں اور جس طرح یورپ کی قومیں باہم مشابہت رکھتی ہیں۔ اسی طرح ہندوستان کی قومیں بھی باہم مشابہ ہیں۔ اگر کوئی پردیسی یورپ میں جاوے تو اٹلی والوں اور انگلستان والوں میں کچھ تمیز نہ کر سکے گا۔ اس طرح اگر کوئی پردیسی ہندوستان میں آوے تو ہندوستان کی بھی مشابہ قوموں میں یکایک کچھ امتیاز نہ کر سکے گا۔

کہا جاتا ہے کہ ہندوستان میں کئی سو برس سے کم میں جس کا شروع زمانہ بارہ سو برس کے قریب محمد قاسم سپہ سالار کے عہد سے قرار دیتا ہوں ایک اجنبی قوم ہندوستان میں آکر آباد ہوئی جو مزاج اور سیرت اور طبیعت اور خصلت میں ہندوستان کی قوموں سے بالکل مختلف تھی۔ مگر غور کرنے کی بات ہے کہ نیچر نے قوموں کی خصلتوں اور طبیعتوں کا اختلاف زیادہ تر ملک کی خاصیت پر رکھا ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ سرد ملک کے اُون دار جانور جب کئی نسل تک گرم ملک میں رکھے جاتے ہیں تو وہ اُون جو نیچر نے اُن کو سردی سے محفوظ رکھنے کے لیئے بنائی تھی باقی نہیں رہتی۔ پس کوئی قوم جو کسی ملک میں آکر بسے ایک زمانہ کے بعد ملک کی خاصیت سے اس قوم کا بھی قریب قریب وہی رنگ ڈھنگ ہو جاتا ہے جو اُس ملک کی قوموں کا ہوتا ہے اور وہ قوم بھی اُس ملک کی مشابہ قوموں میں داخل

ہو جاتی ہے۔ ملیبار کے کالے یہودیوں پر خیال کیا جاوے جو بخت نصر کے عہد میں ویران ہوکر وہاں آباد ہوئے۔ حالانکہ اُن کی اصلیت ملیباریوں سے بالکل مختلف ہے مگر مذہب کے اختلاف کے سوا کوئی شخص ان کو ایک ملیباری قوموں کی مشابہ قوم کے سوا اَور کچھ نہیں بتلا سکتا۔ پس مسلمان قوموں کی اصلیت کچھ ہی ہو مگر ایک مدت دراز کی سکونت اور توطن اختیار کرنے کے سبب نیچر نے اُن کے خون کو اُن کی اصلیت کو بدل دیا ہے اور جس طرح کہ اَور قومیں ہندوستان میں آکر آباد ہوئیں اور ہندوستان کی ایک مشابہ قوموں میں داخل ہوگئیں۔ اسی طرح مسلمانوں کا خون اور گوشت اور پوست ہندوستان ہی کی پیداوار ہے۔ اور ہندوستان ہی کی آب و ہوا سے بن گیا ہے۔ اس لیئے وہ بھی ہندوستان کی ایک مشابہ قوموں میں داخل ہیں ؂

مضمون میں جو ملکی فخر کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔ اس سے غالباً وُہی فخر مراد ہے جو ہندوستان کی تمام موجودہ قوموں کی مجموعی تربیت اور شائستگی سے بلالحاظ اُن کے مذہب اور اُن کی اصلیت کے ملک کو حاصل ہو۔ کیونکہ اگر اس لفظ کا یہ مطلب نہ سمجھا جاوے تو ملکی فخر کے لفظ کا استعمال صحیح نہ ہوگا اور نہ ملکی فخر باقی رہے گا۔ بلکہ خاص خاص قوموں کا فخر کہلائیگا۔ جس کا حاصل ہونا نیچر کے رُو سے بغیر ایک دوسرے کی ہمدردی اور مددگاری کے غیر ممکن ہے۔ اور اس کا نتیجہ بجز ملکی ذلت کے اَور کچھ نہیں ؂

شاید اس جلسہ میں ہمارے بعضے دوست ایسے ہوں کہ اہل ہند کی تربیت کو ترقی دینے کا مضمون سُن کر متعجب ہوئے ہوں اور خیال کرتے ہوں کہ اہل ہند کی تربیت میں کیا کمی ہے جس کی ترقی دینے کی تدبیروں پر گفتگو کی جاتی ہے۔ اہل ہند نے علم و ہنر و شائستگی میں تمام دنیا کی قوموں سے پہلے (مگر میں کہوں گا کہ مصریوں کے بعد) ملکی فخر و امتیاز حاصل کیا تھا۔ ہندوؤں کا علم الٰہیات اُس زمانہ کی تمام قوموں کے علم الٰہیات سے عُمدہ تھا۔ انکا علم انشا تمام دنیا کے علم پر فایق تھا۔ مہابھارت اور راماین کی رزمیہ نظم تمام دنیا کی رزمیہ نظموں پر سبقت لے گئی تھی۔ کیا میگھا کی رزمیہ نظم جس میں ایک روح نے بادل کے ہاتھ اپنے دوست کو پیغام بھیجا ہے اور جس میں برکھا کا سماں باندھا ہے اور ہر ایک ملک کی کیفیت جس میں وہ ایلچی بادل گزرے گا دکھائی ہے۔ اور پھر اُس روح کا رنج و غم وطن کی فراق میں جتایا ہے ایسی عمدہ تھی کہ اُس نے تمام دنیا کی بزمیہ نظم کو اشک حسرت سے ساون کے بادل کی طرح رُلایا تھا۔ ہندوؤں نے علم ہندسہ میں علم مثلث کے ایجاد میں اور بالخصوص اُس ثبوت کے ایجاد میں جس میں مثلث کے تینوں ضلعوں سے

اُس کی سطح دریافت ہوتی ہے کیسی کچھ نام آوری پائی تھی - علم حساب میں کسور اعشاریہ
کے ایجاد میں کیسا کچھ اُن کو افتخار حاصل ہوا تھا - اہل عرب اگرچہ جبر و مقابلہ کی ایجاد کا
دعوے کرتے ہیں مگر ہندوستان نے ایسے قدیم زمانہ میں اس علم میں بھی ایسا کمال حاصل
کیا تھا کہ بعض عالموں نے اُنھیں کو اس کے موجد ہونے کا فخر و امتیاز دیا ہے - علم ہیئت
میں ہندوؤں نے کیسی سربلندی حاصل کی تھی - زمین کی روزانہ حرکت کا جس کی خوشہ چینی
فیثاغورث یونانی حکیم نے کی اور پھر جس کو **کوپرنکس** نے رواج دیا - ہندوؤں نے ہی سب سے
پہلے خیال کیا تھا - چودہ سو برس پیشتر **حضرت مسیح** کے ہندوؤں نے ہی طریق الشمس کو
ستائیس نچھتروں پر تقسیم کیا تھا - **پارس راے** نے اُسی زمانہ میں علم ہیئت کے نشان
کو ہندوؤں کے نام سے سربلند کیا تھا - ہندوؤں کا علم جغرافیہ بہت کم تر درجہ کا گنا جاتا ہے
مگر اُنھوں نے ساتویں آٹھویں صدی سے پیشتر جیسا کہ سریمنی سدھانتا سے ثابت ہے
روم اور اٹلی کا حال جان لیا تھا - چین کے مُلک سے وہ بخوبی واقف ہو گئے تھے - مگدھ کے
راجہ نے دوسری صدی مسیحی میں اس کے پاس ایلچی بھیجے تھے - ان کا علم سیاست مدن
اور فصل خصومات کا جیسا کہ **منوسمرتی** سے ثابت ہے نہایت اعلے درجہ پر ترقی پایا ہوا
تھا - اُن کے ہنر کسی مُلک کے ہنروں سے کم نہ تھے - فن عمارت ان کو بخوبی معلوم تھا
زراعت کے فن میں سب سے اعلے رتبہ رکھتے تھے - سنگ تراشی کے فن میں لاثانی
تھے - ریشمی اور سوتی کپڑے بُننے میں آج تک کسی مُلک نے اُن کی ہمسری نہیں
کی ہے ؛

مسلمان بھی جو ایک اجنبی قوم گنی جاتی ہے اور جن کو میں نے ابھی ثابت کیا کہ
وہ بھی ہندوستان میں مدت سے متوطن ہو جانے کے سبب مثل اور قوموں کے ہندوستان
ہی کی ایک مشابہ قوم ہو گئے ہیں - علم و ہنر اور شائستگی میں کچھ کم درجہ نہ رکھتے تھے فصاحت
اور بلاغت ان کا روزمرہ تھا - شاعری ان کے ماں کے پیٹ سے اُن کے ساتھ پیدا
ہوتی تھی - **حریری و ہمتی متنبی** کی کتابیں بھی اب تک دنیا میں موجود ہیں - پونے تیرہ سو
برس کی عورتوں کا کلام اب تک ہمارے پاس موجود ہے - جس کے ایک ایک فقرہ پر
ہزاروں دُرشاہوار کی لاکھوں لڑیاں نثار ہوتی ہیں - اُنھوں نے یونانیوں سے جتنا لیا اُس کو
بہت بڑھایا - اور پھر کیا کچھ کر دکھایا - طب کو کیسی کچھ ترقی دی - علم کیمیا کے اصولوں کے
ایجاد کا فخر مسلمانوں ہی کو نصیب ہوا - یہاں تک کہ انگریزی زبان میں اب تک بہت سے
لفظ عربی زبان کے اس علم کی اصطلاحوں میں مستعمل ہیں - علم حیوانات میں **ابو عثمان** اور

علم نباتات میں عبدالرحمان برونی کیسے نام آور ہوئے۔ وزن ہوا اور علم مائیات اور جذب مرکزی اور تجاذب اجزا کی اُنھوں نے راہ نکالی۔ اس بات کا فخر بلاشبہ مسلمانوں ہی کو ہے۔ کہ اِنھی کے بزرگوں میں سے ابوعلی الحسن تھا جس نے یونانیوں اور تمام دنیا کے لوگوں کی اس غلطی کو صحیح کیا۔ کہ آنکھ سے شعاع بصر نہیں نکلتی بلکہ تمام چیزوں کی شبیہ آنکھ میں آکر بنتی ہے۔ اسی تحقیقات کا یہ نتیجہ ہے جو تم آجکل فوٹو گراف کی ایسی ایسی عُمدہ تصویریں دیکھتے ہو۔ خلیفہ مامون کے عہد میں جو زمین کے دائرہ عظیمہ کی نمائش سنجار اور کوفہ کے میدانوں میں ہوئی وہ آج تک ہمارے فخر کا باعث ہے۔ مسلمانوں کا عہد کثرت مدارس سے نہایت اعلےٰ درجہ کی عزت رکھتا ہے۔ بغداد۔ کوفہ۔ نیشاپور۔ قرطبہ۔ غرناطہ کے مدرسے تمام دنیا کے لوگوں کے لیئے بہت بہت بڑی یونی ورسٹی کے سے مدرسے تھے۔ اسپین یعنی اندلس کے کتب خانہ شاہی میں ایک لاکھ کتاب مجلد طلائی جلد سے آراستہ تھی۔ اور خلفائے بنی امیہ اندلسی کے وقفی کُتب خانہ میں چھہ لاکھ کتب مجلد تھی جس کی فہرست چوالیس جلد میں تھی۔ اس کے سوا ستر اور کتب خانہ وقفی تھے۔ شاسیہ۔ بغداد کوہ قاسیہ۔ دمشق۔ اندلس۔ سمرقند۔ مراغہ ابتک ہمارے صدر خانوں کی ٹوٹی پھوٹی کھنڈرول سے معزز و ممتاز ہے۔ خلیفہ ہارون رشید عباسی نے شاسال میں بادشاہ انگلستان کو ایک گھڑی بطور تحفہ کے بھیجی تھی۔ اور جس کا ذکر ایجین ہارڈ صاحب نے کیا ہے مسلمانوں کی ترقی تربیت کے لیئے ایک نہایت عمدہ ثبوت ہے۔ سب سے بڑی عزت جو کسی قوم کو نصیب ہو سکتی تھی وہ مُسلمانوں کو نصیب ہوئی کہ تمام فرنگستان انھی کی بدولت علم و ہنر و شائستگی کے زیور سے آراستہ ہوا۔ ڈاکٹر ڈراپر صاحب فرماتے ہیں کہ علم کے سیکھنے میں اہل فرنگ ابوعلی الحسن اور ابوموسی اور ابوالوفا اور اور علماء عرب کے زیادہ تر رہین منت ہیں۔ ہماری روشنی جو دارالخلافہ قرطبہ سے اُٹھی اور جس نے تمام فرنگستان کو روشن کر دیا کبھی بُجھنے والی نہیں۔ پھر جبکہ ہندوستان کی ان دونوں قوموں کا یہ حال ہے تو اب کیا چیز باقی ہے۔ جس میں ہماری تربیت و شائستگی کی ترقی دینے میں گفتگو کی جاتی ہے۔ یہ باتیں جو کچھ مذکور ہوئیں سب سچ ہیں۔ اور حقیقت میں ہندوستان کی دونوں قوموں کے بڑے فخر کی باعث ہیں۔ سچ ہے کہ دونوں قومیں کیسی ہی مٹ کیوں نہ جاویں ان کا یہ آبائی فخر مٹنے والا نہیں۔ مگر اتنی بات ہے کہ بڑوں کے نام پر غرّہ کرنا اور آپ کچھ نہ ہونا عقل کی بات نہیں۔ مثل مشہور ہے کہ دو چیز در دو چیز باور نیاید۔ ذکر توانگری در فقیری و ذکر جوانی در پیری۔

۵ ر

آدمی را بچشم حال نگر ❊ از خیالِ پری و دست بگذر

ہمارے بزرگ کیسے ہی کیوں نہ ہوں۔ ہم میں تو وہ باتیں نہیں وہ بلاشبہ علوم وفنون کے موجد تھے۔ ہم تو اُس کے سمجھنے کے بھی قابل نہیں۔ پس ہمکو اپنے حال پر رونا چاہیئے۔ نہ بزرگوں کے نام پر مغرور ہونا ❊

جبکہ سلسلہ کلام کا یہاں تک پہنچتا ہے تو خود بخود ہماری طبیعت اس طرف مائل ہوتی ہے کہ ہرگاہ ہمارے بزرگ ایسے تھے اور وہ نہایت عمدہ علوم کے عالم اور موجد تھے اور اَور ہنروں میں بھی باکمال تھے۔ تو ہماری ترقی تربیت اور کاملیت کے درجہ پر پہونچنے کے لیئے یہی بات کافی ہوگی کہ ہم انہیں علوم و فنون آبائی کے زندہ کرنے پر متوجہ ہوں ❊

مگر اس خیال میں بڑا دھوکا اور اُس رائے میں بڑی غلطی ہے۔ ہمارے اُن بزرگوں کے بھی جن کا میں نے ذکر کیا کوئی بزرگ تھے۔ مگر ان بزرگوں نے اپنی کوشش کے ذریعہ سے بہ نسبت اپنے بزرگوں کے زیادہ علم و ہنر کے خزانوں پر رسائی حاصل کی تھی۔ بہت سے بیش قیمت علم کے جواہر خود تلاش کیئے تھے اور علم کے بہت سے جواہرات کو جلا کاری اور تراش خراش سے چمکا کر خوبصورت بنایا تھا۔ اگر وہ لوگ اب تک زندہ رہتے یا ہم لوگ جو اُن کے جانشین ہوئے اپنے بزرگوں کی طرح علم و ہنر کی ترقی دینے پر مصروف رہتے تو اپنے بزرگوں کے علم و ہنر و شائستگی کو بہت زیادہ اعلےٰ درجہ کی ترقی پہ پہنچاتے۔ اور اس دریائے ناپید اکنار سے اور بہت سے نئے نئے اور عمدہ عمدہ موتی و جواہر ڈھونڈ کر نکال لیتے مگر ہم نے کچھ نہیں کیا۔ بلکہ اپنے بزرگوں کی کمائی بھی کھو بیٹھے۔ پھر اگر ہمکو ہوش آوے اور پھر اپنی تربیت کی ترقی پر متوجہ ہوں۔ تو ہمکو اوّل یہ دیکھنا چاہیئے۔ کہ ہماری غفلت اور نیند کے زمانہ میں اَور لوگوں نے کیا کیا ہے۔ اور علم و ہنر و شائستگی کو کہاں تک ترقی پر پہنچایا ہے اور جس قوم کو ہم دیکھیں کہ اس زمانہ میں علم و ہنر و شائستگی کی دولت سے مالامال ہے۔ اس کے سامنے ہم بھی اپنا ہاتھ پھیلاویں ❊

شائستگی سے میری مراد اُن رسموں اور عادتوں سے نہیں ہے جو بسبب ملکی حالات اور آب و ہوا کی تاثیر سے مختلف ملکوں کی قومیں مختلف طور پر برتاؤ میں لاتی ہیں اور ایک قوم دوسری قوم کی رسم کو حقارت سے دیکھتی ہے۔ ایک ہندوستانی ٹوپی اُتار کر ننگے سر ہونے کی رسم کو حقیر سمجھتا ہوگا۔ ایک یورپین جوتا اُتار کر ننگے پاؤں پھرنے کی رسم کو حقارت سے دیکھتا ہوگا۔ کوئی ہاتھ سے کھانا کھانے والوں کو جنگلی جانوروں کی مانند جانتا ہوگا۔ کوئی کسی کو پتلیوں اور چمچوں سے کھاتے دیکھکر متعجب ہوتا ہوگا۔ مگر اس قسم کی

رسموں پر خیال کرنا اور ایک کو دوسرے کی حقارت کرنا - یا اُس کے درپے ہونا شائستہ پن نہیں ہے - شائستگی سے میری مراد وہ خلقی اور عقلی عمدہ باتیں ہیں جو نیچر کے قواعد پر خیال کر کر فی نفسہ عمدہ ہیں نہ کسی ملک یا کسی مذہب کی رعایت سے پس جبکہ ہم شائستگی کی ترقی کے درپے ہوں یا کوئی قوم اپنی فیاضی سے ہمکو شائستہ تربیت یافتہ کرنے کے درپے ہو تو ہم دونوں کو واجب ہے کہ ہم اس قسم کے تعصبات کو دل سے دُور کر کر اور دلی نیکی سے بلا کسی حقارت کے یا کسی اپنے غرور پندار کے ایک دوسرے کی نیکی اور ہمدردی میں شریک ہوں اور اپنے فرض کو اپنے بھائی بندوں کی بھلائی چاہنے میں ادا کریں ٭

اب ہم زمانہ حال کی قوموں پر نظر ڈالتے ہیں کہ کون قوم اس زمانہ میں تربیت کی دولت سے مالا مال ہے - ترک و عرب و فارس آجکل اُسی نتیجہ کو پہنچے ہوتے ہیں جس نتیجہ کی ذلت و خواری ہم اٹھا رہے ہیں - افریقہ نے کبھی تربیت و شائستگی میں نام نہیں پایا تھا البتہ مصر اگلے زمانہ میں بلکہ تمام دنیا میں سب سے پہلے نامآور تھا - اور اب بھی وہ کچھ کر رہا ہے - مگر ہماری رسائی کے قابل نہیں - ہماری سرحد کی قومیں تبت والی بھوٹان والی شمالی پہاڑوں کی قومیں افغانستان اور اُس کے قریب کی قومیں جنگلی وحشی اور جاہل ہیں تم ان کو خوب جانتے ہو پس اب مدار علم و ہنر اور قومی شائستگی کی ترقی کا یورپ اور امریکہ پر ہے - امریکہ اور یورپ کے بہت سے ملک ہماری دسترس سے باہر ہیں - البتہ انگلستان کے علم کے خزانوں پر ہماری دسترس ممکن ہے - خدا نے ایک اجنبی قوم کو ہم سے ملایا ہے - جس سے صاف اُس کی مرضی یہی معلوم ہوتی ہے کہ ہم اُسی قوم کے ذریعہ سے پھر اپنے آپکو ایک اعلےٰ درجہ کی تربیت اور شائستگی پر پہنچاویں ٭

وہ ٹکڑا یورپ کا جو ہندوستان تک پہنچا ہیں یہ نہیں کہتا کہ وہ بالکل بے عیب ہے اور اُسکے خیالات میں بالکل آزادی ہے اور کسی قسم کی رکاوٹ کیا آبائی کیا رسمی اور کیا ملکی اس میں نہیں مگر ہاں یہ کہتا ہوں کہ اَور تمام قوموں سے عمدہ سے عمدہ وصفوں میں زیادہ تر موصوف ہے - مجموعی صفت اُس قوم کی انسان کی بھلائی چاہنا اور سب کی ہمدردی کرنا ہے جو عین مرضی خدا کی تھی جس نے ایک خون سے تمام انسانوں کو پیدا کیا ٭

ان تمام بیانوں سے مضمون جو بحث میں ہے از خود حل ہو جاتا ہے کہ ملکی فخر و تمغا حاصل کرنے اور اپنی شائستگی و تربیت کی ترقی دینے کو ہمکو بھی وُہی کرنا چاہیئے جو یورپ کی قوم یا ہمارے ہمان بھائی انگلستان کی قوم نے کیا - اُس نے کیا کیا - بجز علم کی ترقی کے اَور کچھ نہیں کیا - اور اُسی کی بدولت سب کچھ لیا - اور نہایت اعلےٰ رتبہ کا نام پایا - کن لوگونکی

علم کی ترقی کی بدولت یہ نام ہوا - ڈیوک - لارڈ - ارل یا اَور رئیسوں اور شریفوں کے علم کی بدولت - نہیں نہیں - عام ملک کے علم کی ترقی کی بدولت - عام قوموں کی ترقی علم کی بدولت - یورپ کے ایک بہت بڑے عالم نے قومی تعلیم پر ایک بہت بڑا مضمون لکھکر اُسکے اخیر میں یہ چند فقرے لکھے ہیں - چنانچہ اپنا یہ کلام ہے - کہ یہ مضمون جسپر ہم گفتگو کر رہے ہیں مُلک ہر کے لیئے نہایت ہی مفید ہے - رُوئے زمین پر کوئی ایسا حصہ نہیں ہے جسپر ایسی قوموں کے نشان نہیں ہیں جو ایک دفعہ ایک دفعہ ترقی اور بہبودی کی حالت میں تھیں - اور جو اب بالکل یا اُس کے قریب قریب شائستہ قوموں کے شمار میں نہیں آتیں - ہر مُلک کی حالت اُس کے رہنے والوں کی طبیعت پر قایم رہتی ہے جہاں کے رہنے والوں کی طبیعت مستقل اور اُن کا دل روشن اور اُن کے اخلاق اچھے ہوتے ہیں - ملک کی حالت بھی اچھی ہوتی ہے - بلکہ زیادہ عروج اور ترقی کی حالت میں پہنچتی ہے اور جہاں عوام النّاس کے دلوں پر جہالت کی تاریکی اور رزیل خصلتوں کی بدمستی چھا جاتی ہے تو تنزّل شروع ہوتا ہے اور رفتہ رفتہ زوال آجاتا ہے (افسوس کرنا چاہیئے جبکہ کسی مُلک کے خواص لوگوں کے دلوں اور اُن کی اولاد پر یہ کیفیتیں چھا گئیں تو اُس ملک پر کیا کچھ نہ زوال آیا ہوگا) اس میں کچھ شک نہیں کہ ہر ایک قوم کی حالت جو اَب موجود ہے - اُس قوم پر عوام کو روشنضمیر کرنا فرض ہے - پھر ہملوگ اپنے تئیں انسان دوست خیال کریں یا ملک دوست کہیں ہمپر اپنے ملک کی قومی تعلیم پر یکساں تعلق رکھنا واجب ہے کیونکہ اس سے ہمکو ہر ایک بات کی مدد ملتی ہے یہ قول اُس بڑے عالم کا ہماری مُلکی ترقی تربیت و شائستگی کے لیئے نہایت عُمدہ دستورالعمل ہے پس ہمکو اپنے تئیں مُلکی فخر و امتیاز نصیب ہونے کے لیئے یہی چاہیئے کہ ہم عام علم اور عام تربیت کے پھیلانے پر یک دل ہوکر کوشش کریں مگر نہ کسی جھوٹے یا اوپرے دل سے اور نہ اپنی شان اور اپنا فخر دکھلانے کی نظر سے بلکہ نہایت عاجزی اور غریبی اور خاکساری اور دلی نیکی اور روحانی ہمدردی سے تاکہ ہماری فانی دولت ہماری قلب نما عزت ہمارا جھوٹا ظاہری فخر اس کے اثر کو لوگوں کے دلوں میں بیٹھ جانے سے روک نہ دے ؛

اب یہ بات غور طلب ہے کہ جو قومیں زمانہ حال میں یہ فخر اور امتیاز رکھتی ہیں اور جو قومیں اگلے زمانہ میں رکھتی تھیں اُنھوں نے کس طرح اپنے ملک میں عام علم اور عام تربیت کو پھیلایا سب کے سب نے بالاتفاق اپنی اپنی زبانوں میں علم کے پھیلانے سے وہ بڑائی اور بزرگی حاصل کی ؛

ہندو فرض کر لو کہ تمام علموں کے موجد تھے - اور اُنھیں نے کسی اَور قوم سے نہیں

لیا تھا اور یہ بھی مان لو کہ جس طرح کہ درحقیقت وہ یونانیوں کے احسانمند نہیں ہیں اسی طرح وہ مصریوں کے بھی احسانمند نہیں ہیں۔ تاہم یہ بات ماننی پڑے گی کہ اُنھوں نے زیادہ تر تحقیقات اور زیادہ واقفکاری کے لیئے اجنبی قوموں کے علوم کا اپنی زبان میں ترجمہ کیا۔ پانچویں صدی میں ہندو یونانیوں سے بخوبی واقف ہو گئے تھے۔ اُن کے کلام کو ادب سے لحاظ کرتے تھے۔ روماکا سدھانتا سے ثابت ہے کہ اُنھوں نے رومیوں کے علم ہیئت پر توجہ کی تھی غیر قوم کی سند سے ثابت ہے کہ ہندوؤں نے غیر قوم کے علوم و مسائل اپنی زبان میں ترجمہ کیئے تھے چنانچہ **شت دساتیر** کی شرح میں جو آتش پرستوں کی کتاب آسمانی ہے **ساسان پنجم** نے **شنکراچارج** کا نام بلفظ **چنگر نگاچہ** اور اس کے وہاں جانے اور ان کے علم الٓہیات کا اپنی زبان میں ترجمہ کر کے لیے جانے کا ذکر لکھا ہے ۔

یونانیوں نے بہت بڑا حصہ علوم و تربیت کا مصریوں سے پایا تھا۔ اور اُس بڑی دولت کو اپنی زبان میں ترجمہ کر کے رواج دینے سے ملکی فخر و امتیاز حاصل کیا تھا ۔

مسلمانوں نے جو یہ فخر و امتیاز حاصل کیا۔ اُنھوں نے بھی عام علوم کو یونانی زبان سے اپنی زبان میں ترجمہ کر کر رواج دینے سے حاصل کیا۔ **خلیفہ منصور** نے یونانی زبان سے عربی زبان میں علوم کے مترجموں کو بہت بڑے بڑے انعام دیئے۔ **خلیفہ ماموں** نے روم شام جرمنی۔ مصر سے یونانی کتابیں منگا کر اپنی زبان میں ترجمہ کیں۔ **حینن عبادی** جو ایک عالم عیسائی مذہب نسطوری فرقہ کا تھا۔ علم طب کا مترجم تھا۔ تاریخ سے ثابت ہے کہ سنسکرت زبان کی کتابیں بھی اُس نے اپنی زبان میں ترجمہ کرائیں ۔

اسپین یعنی اندلس میں **عبدالرحمٰن بن الحکم** خلیفہ بنی اُمیہ نے یونانی زبان سے اپنی زبان میں کتب کے ترجمہ پر کمر باندھی بڑا نامی مترجم یونانی زبان سے عربی زبان میں **ابوالوالد** تھا جس کا نام عرب اور یورپ میں مشہور ہے۔ **بطلیموس** کی **مجسطی** کا عربی میں ترجمہ ہونا کیسا بڑا ثبوت اس مدعا کا ہے ۔

اہل فرنگ بھی جن کی نسبت تمام بڑائیاں اس زمانہ کی ہیں نے منسوب کیں لیکن جب شایستگی اور ملکی فخر حاصل کرنے پر متوجہ ہوئے تو اُنھوں نے بھی یہی کیا جو اَوروں نے کیا تھا۔ گیارھویں صدی میں گروہ کے گروہ فرنگستان کے طالب علموں کے اسپین میں گئے۔ اور عربی زبان سیکھ کر ارسطو اور یونانی حکیموں کی کتابیں جو عربی زبان میں ترجمہ ہو چکی تھیں اپنی زبان میں ترجمہ کیں سب سے اوّل جس نے یہ کام کیا **پادری کانسٹنٹن** تھا۔ اسی طرح **ڈانیل مورلی** اور **رابرٹ ایڈیٹ** اور **ہنری ارل** کے عہد کے

پادری ایڈی لارڈ اور اَور لوگ عربی زبان سے اپنی زبان میں ترجمہ کرنے پر مستعد ہوئے اور اسی طرح آج تک برابر مستعد چلے جاتے ہیں ۔

روس میں جب ترقی تربیت پر متوجہ ہوئے تو سب سے اوّل بادشاہ پیٹر دی گریٹ آیڈ نے جس طرف توجہ کی وہ یہی بات تھی - کہ اجنبی مصنّفوں کی عمدہ تصنیفات کے ترجمہ اپنی زبان میں کرکر چھپوائے - اُس بادشاہ اعظم کی پیروی میں جو جو قباحتیں پیش آئیں نہایت استقلال سے اُن پر ظفریاب ہوا - اس بلند اور مستقل ارادے کے پورا کرنے میں کہ وہ صرف اپنی ہی نہیں بلکہ اپنے ملکیوں کی بھی اپنی زبان میں علم پھیلانے سے تعلیم کرے - اسکو قدم بقدم پر وشواریاں پیش آئیں - مگر اس کا مستقل ارادہ ان سب پر غالب آیا - اور اسی بات سے پیٹر اعظم کے لقب پانے کا سزاوار ہوا - اس کی محنت کے وہ نتیجے جو اپنی زبان میں علم پھیلانے کے تھے اب تک موجود ہیں اور ہمیشہ موجود رہیں گے - اگر پیٹر اعظم کو اُن بہت سے بادشاہوں سے جن کے بڑے بڑے کاموں کا روئے زمین پر غلغلہ ہے مقابلہ کیا جاوے تو معلوم ہوگا کہ اُن سب سے اسی کا نام بلند ہے سکندر کے ہاتھ سے جو بھی عصائے شاہی گرا اُس کی ایسی عظیم الشان سلطنت ٹکڑے ٹکڑے ہو گئی - مشارلی مین بونا پارٹ کا بھی یہی حال ہوا - ان سب نے بہت سی چیزوں کو بنایا مگر کچھ قائم نہ کیا - شہر اسکندریہ مقدونیہ کے بادشاہ کو اور مجموعہ قوانین فرانس کی فتحمند نپولین کو یاد دلاتا ہے مگر جو درخت روسی فتحمند پیٹر اعظم نے بویا وہ اب تک قائم ہے اور ہمیشہ روز بروز تازہ ہوتا رہے گا - وہ درخت یہی علم کا درخت تھا جس کو اُس نے اپنی ملکی زبان کی آبیاری سے سرسبز و شاداب کیا تھا - بہت سے بادشاہوں نے اپنی سلطنت کا تکیہ تلوار پر کیا - مگر پیٹر اعظم نے اپنی سلطنت کی بنا علوم و شایستگی پر قایم کی - اُس نے اپنی ملکی زبان کی تہجی کو درست کیا - حرفوں کی شکلوں کو سنوارا - دار الخلافت روس میں چھاپے خانے مقرر کیئے - انواع اقسام علوم کی کتابوں کو اجنبی قوموں کی زبان سے اپنی زبان میں ترجمہ کرکر چھپایا - رفتہ رفتہ یہ نوبت پہنچی تو ۱۸۰۰ع تک تیرہ ہزار دو سو اُنچاس کتاب روس کی ملکی زبان میں شمار کی گئیں ۔

یہ مضمون جس پر ہم گفتگو کر رہے ہیں ایک ایسا مضمون ہے کہ اُس پر بہت کچھ کہا جا سکتا ہے - اور ترقی تربیت اور ملکی فخر و امتیاز کو بہت سے اقسام علمی و عملی و عقلی پر منقسم کرکر ہر ایک شاخ پر بہت لمبی لمبی بحث کی جا سکتی ہے - مگر ان سب کی انتہا یا اُن سب کا شروع اُسی ایک بات یعنی عام ترقی علم پر ہوتا ہے - پس حقیقت میں بھی ایک بات ہے - جس پر

ترقی تربیت اہل ہند اور ملکی فخر و عزت حاصل ہونے کا مدار ہے ⁂

ان تمام حالات سے جو میں نے بیان کیے بخوبی ثابت ہوتا ہے کہ جو قوم تربیت و شائستگی میں ترقی پائی ہوئی تھی اُس قوم کے تمام علوم اُسی کی زبان میں تھے۔ اور جس قوم نے تربیت و شائستگی میں ترقی پانے کا ارادہ کیا اس قوم نے تمام علوم کو اپنی زبان میں کرلیا۔ پس صاف اور مستحکم تدبیر ہندوستان کی ترقی تربیت و شائستگی کی جو ہزاروں برس کے اور بہت سے ملکوں کے تجربہ کے بعد ہاتھ آئی ہے یہی ہے کہ وہ بھی تمام علوم و فنون کو جو اجنبی قوموں کے پاس ہیں اپنی زبان میں جمع کرنے اور بہت لوگ سب سے اوّل اسی تدبیر کے درپے ہو کر محنت سے ۔ روپیہ سے ۔ اور ہر قسم کی مدد سے اِس امر اہم کے انجام پر پہنچانے میں کوشش کریں۔ کلب اور سوسئیٹیاں اور انسٹیٹیوٹ یورپ کے دیکھا دیکھی جس قدر ہندوستان میں قائم ہوتی جاتی ہیں اگرچہ مفید ہیں اور کچھ نہ کچھ فائدے سے خالی نہیں۔ مگر سب کی جڑ یہی ہے کہ سب سے پہلے علم کے خزانوں کو اپنے قابو کا کرو۔ اور پھر اُس کا لُطف اُٹھاؤ ۔ اگرچہ وہ چیز تمہارے پاس نہ ہوگی جس سے تم کسی مجلس میں کھڑے ہو کر گفتگو کرنے کی قابلیت حاصل کرسکو تو صرف مجمع ہونے سے اور کسی کی کوئی ٹوٹی پھوٹی بات سُننے سے کوئی کافی اور معتدبہ نتیجہ نہیں حاصل ہوسکتا ⁂

علوم کا اہل ہند کے قابو میں نہ ہونے کا ایک بڑا ظاہری نتیجہ یہ ہے کہ ایسی بڑی عالی شان مجلس میں جیسی کہ یہ مجلس ہے مجھ سے جاہل آدمی کو یہ جُرأت ہوئی ہے کہ کھڑا ہو کر کچھ کہوں۔ اگر تمام علوم ہماری زبان میں ہوتے ۔ تو بہت زیادہ لائق اور قابل آدمی کو بھی اہل ہند کے سامنے ایسے کام پر کھڑا ہونے کی جُرأت نہ ہوتی۔ غرضکہ بغیر اس کے کہ علم اپنی زبان میں ہو عام تربیت اور عام شائستگی کسی مُلک کو ہونی ممکن نہیں ⁂

مَیں اپنے مضمون کو بغیر ایک بات کہے ختم نہ کروں گا کہ میں نے جو ہر مقام پر "اپنی زبان" کے لفظ کا استعمال کیا۔ تو "اپنی زبان" سے میری کیا مراد ہے ۔ میں "اپنی زبان" سے وہ مراد لیتا ہوں جو کسی مُلک میں اس طرح پر مستعمل ہو کہ ہر شخص اُس کو سمجھتا ہو اور وہ اس میں بات چیت کرتا ہو۔ خواہ وہ اُس ملک کی اصلی زبان ہو یا نہ ہو۔ اور اسی زبان پر میں ورنیکلر کے لفظ کا استعمال کرتا ہوں ⁂

اس مضمون سے جو مَیں نے آپ صاحبوں کے سامنے پڑھا میرا ارادہ بجز اس کے

اَور کچھ نہ تھا۔ کہ جو میرے خیالات نسبت ترقی تربیت اہل ہند کے ہیں وہ آپ صاحبوں کے روبرو ظاہر کروں۔ تاکہ جو غلطیاں اُس میں ہوں اصلاح پاویں۔ اور جو بات ترقی اہل ہند کے لیئے مفید ہو وہ سب کی غور اور صلاح میں آوے۔ اور جو عُمدہ قرار پاوے ہم سب اُس کی پیروی کریں۔

اور خدا ہمارے ساتھ ہو

آمین

۷

ہومیاپیتھی

ہماری سوسئٹی کے لیف آنریری سکرٹری سید احمد خاں نے ۱۷- دسمبر ۱۸۶۷ء کو بنارس ہومیاپیتھک ہسپتال اینڈ ڈسپنسری کے ایک بہت بڑے مجمع میں ہومیاپیتھی پر ایک لکچر دیا ہے جس کو بعینہ ہم ذیل میں درج کرتے ہیں :-

وھوھذا:-

ہماری اس زندگی میں کوئی چیز ہمکو بیماریوں کے علاج کی طرف متوجہ ہونے سے زیادہ مفید نہیں معلوم ہوتی - اگلے وقتوں کے بڑے بڑے عالم اِسیات کے تصفیہ کرنے میں ہمیشہ متردد رہے کہ "علم الادیان" اور "علم الابدان" ان دونوں میں کونسا مقدم و مرجّح ہے خیر اُن میں سے کوئی مرجّح ہو مگر کوئی شخص اس سے انکار نہیں کرسکتا کہ بیماریوں کا علاج ایک ایسی چیز ہے کہ ہر ایک چھوٹے بڑے امیر غریب کو بلکہ ہر ایک جاندار کو اسکی ضرورت ہے - علم الابدان یعنی انسان کے بدن کی بیماریوں کا علم کچھ کھیل یا ہنسی کی بات نہیں ہے کہ ہم نہایت بے توجہی سے اُسکو کام میں لاویں کیونکہ کوئی علم ہماری اس زندگی میں اس سے زیادہ توجہ کا مستحق نہیں ہے +

ہم دنیا کی تمام چیزوں میں دیکھتے ہیں کہ روز بروز ترقی پاتی جاتی ہیں - جن چیزوں کی ہمارے بزرگوں کو خبر بھی نہ تھی وہ یکایک ہمارے ہاتھ آگئیں اور ہمارے لیئے نہایت مفید ثابت ہوئیں - بعضی چیزوں کا شروع ہمارے بزرگوں نے کیا یا اُن سے تھوڑی واقفیت حاصل کی اور ہم نے اُسکو روز بروز ترقی دینے سے ایسا عُمدہ اور خوبصورت بنا لیا کہ لوگ غلطی سے اُس کو ایک نئی چیز سمجھنے لگے حالانکہ اُس کی اصل نئی نہیں ہے - **ہومیاپیتھی** بھی اسی قسم کی چیز ہے جس کو لوگ غلطی سے ایک نیا قاعدہ علاج کا خیال کرتے ہیں حالانکہ اُسکی جڑ بہت پرانے وقتوں سے چلی آتی ہے **ہنیمن** نے صرف اُسکو بانی دیکر تروتازہ کیا ہے +

اگر ہم فرض کریں کہ ہومیاپیتھی ایک نیا قاعدہ علاج کا ہے تو کیا ہم اس بات سے انکار کرسکتے ہیں کہ دنیا میں بہت سی ایسی نئی چیزیں نکلی ہیں جو ہمارے لیئے نہایت مفید ہیں - اور اُن نئی چیزوں سے پُرانی چیزوں کی غلطی ثابت ہوئی ہے یا وہ نئی چیزیں بہ نسبت پُرانی چیزوں کے

نہایت آسان اور بہت زیادہ مفید معلوم ہوئی ہیں ۔

اکثر آدمی اس قسم کے ہوتے ہیں کہ اپنے پُرانے طریقوں پر مضبوطی سے قایم رہتے ہیں مگر اُن کو غور کرنا چاہیئے کہ یہ معاملہ ایسا نہیں ہے کہ ملہم پیغمبروں یا دیوتاؤں نے دیا ہو۔ انسان کی رائیں اگرچہ اس وجہ سے کہ وہ ہمارے بزرگ تھے معزز ہوں مگر درحقیقت ریت کی بُنیاد ہے اور ہمیشہ زیادہ تر تحقیقات اور توجہ کے لائق ہے تاکہ نیچر یعنی قواعد قدرت سے اُسکی بخوبی آزمایش کیجاوے ۔

اگرچہ ہومیاپیتھی اب ایسی حالت میں نہیں رہی کہ اُسکی مخالفت سے کوئی شخص اُسکے مفید ہونے کو مٹا سکے۔ بڑے بڑے عالموں اور ڈاکٹروں نے اُسکی سچائی اور عمدگی کا اقرار کیا ہے۔ اُسکی ترقی روز بروز امریکہ۔ انگلینڈ۔ ایرلینڈ۔ فرانس۔ اسٹریا میں ایسی ہوتی جاتی ہے جیسیکہ سُورج کے اُبھرنے کے وقت سے دن کو۔ مگر اے میرے ہموطن بھائیو میں خاص تمکو خطاب کرکر کہتا ہوں کہ یہ مقولہ نہایت سچّا ہے کہ "دواؤں کی آزمائش کرو اس میں انسان کی بھلائی متصور ہے" پس اگر تمکو اُس میں شک ہے تو آزمائش کرو۔ اگر مقصد حاصل ہوا تو ایک بہت بڑی نعمت ہے۔ جو لوگ کہ پُرانی چیزوں کے ایسے پابند ہیں کہ نئی چیز کو دیکھنا نہیں چاہتے وہ اپنی غلطی سے سمجھتے ہیں کہ جو چیز ہمنے دریافت کرلی ہے پس وُہی انتہا ہے اور اُس کے بعد اَور کچھ نہیں۔ اس سمجھ کی غلطی ایسی علانیہ ہے جس کے بیان کی حاجت نہیں اور خود زمانہ جس میں روز بروز نئی نئی اور عُمدہ عُمدہ معلوماتیں ہر ایک شاخ علم میں ہوتی جاتی ہیں اس سمجھ کی غلطی کو ثابت کرتا جاتا ہے۔ اے میرے دوستو۔ ہر ایک چیز کو بے تعصبی سے دیکھو اور جس کو عُمدہ پاؤ اختیار کرو۔ خواہ وہ **الوپیتھی** ہو خواہ **ھومیاپیتھی** خواہ اَور کچھ نیچر یعنی قاعدہ قدرت اسی بات کی ہمکو ہدایت کرتا ہے ۔

اس بات کے بتانے سے پہلے کہ **ھومیاپیتھی** کے اصول کب سے تسلیم ہوتے چلے آئے ہیں مجھکو بتانا چاہیئے کہ ہومیاپیتھی کے کیا معنی ہیں۔ اگلے زمانے کے یونانی حکیموں نے جن کی حکمت یورپ اور ایشیا میں پہلی بیماریوں کے علاج کا قاعدہ مرض کے مخالف دوا دینے سے تجویز کیا تھا جسکو وہ علاج بالضد کہتے تھے۔ یہی ٹھیک معنی الوپیتھی کے ہیں جو دو[2] یونانی لفظوں سے مرکب ہے۔ ہومیاپیتھی بھی دو یونانی لفظوں سے مرکب ہے جس کے معنی علاج بالمثل یا علاج بالشبہ کے ہیں۔ مگر تمام الوپیتھی اپنے اُس اصول پر قایم نہیں رہے یعنی اُنھوں نے بہت سی ایسی دواؤں کو پایا جو برخلاف اُن کے اُس اصول کے بہت سے مرضوں کو مفید تھیں۔ مسلمان حکیموں نے جو یونانی قاعدہ کے پابند تھے اُسپر محض خیالی

اور منطقی تقریریں کرنی شروع کیں مگر طب ایک عملی چیز ہے کچھ خیالی نہیں ہے کہ منطقی تقریریں اُسکی مددگار ہوسکیں۔ یہ تو ایک نیچر یعنی قدرت کی بات ہے اس کا ثبوت بھی نیچر یعنی قاعدہ قدرت سے ہونا چاہیئے۔ یورپ کے ڈاکٹروں نے کہ وہ بھی الوپتھی اور اُسی یونانی قاعدہ کے پیرو تھے اُس تمام بکھیڑے کو کہ مرض کا علاج برخلاف دوا سے کیا جاوے یا نہیں چھوڑ دیا اور اُنھوں نے صرف تجربہ کو اختیار کیا اور جس مرض کے لیئے جو دوا مفید پائی اُسکو اختیار کیا اگر تمام الوپتھی ڈاکٹروں سے پوچھا جاوے کہ فلاں دوا فلاں مرض کو کیوں مفید ہے یا مثلاً کونین بخار کو اور خصوص صفراوی بخار کو کیوں مفید ہے تو وہ بجز اسکے اور کچھ جواب نہیں دے سکینگے کہ فلاں سنہ میں فلاں فلاں نامی ڈاکٹروں نے اس کا تجربہ کیا اور اب تک تجربہ کرتے آتے ہیں اور مفید پاتے ہیں اس سے کچھ غرض نہیں کہ مرض کے مثل ہے یا ضد ہے اسیطرح ایشیا کی یونانی طب کے طبیبوں سے اگر پوچھو کہ فلاں دوا فلاں مرض کے لیئے باوجودیکہ تمہارے قاعدہ کلیہ علاج بالضد کے برخلاف ہے کیوں استعمال کرتے ہو تو اُس کا جواب دیتے ہیں کہ وہ دوا اُس مرض کو بالخاصیت یعنی نیچر کی رو سے مفید ہے۔ پس حقیقت میں دوا کا زیادہ مفید ہونا نیچر کے قاعدہ پر منحصر رہا۔ اگر ہم بہت سی دوائیں ایسی تلاش کرلیں جو بالخاصیت یعنی بموجب قاعدہ نیچر کے امراض کو مفید ہوں تو بلاشبہ ہمنے نہایت عمدہ اور بہت بڑا مقصد اس زندگی کا حاصل کیا ہے ❊

اس بیان سے ثابت ہوتا ہے کہ جس زمانہ میں الوپتھی کا وجود ہوا اُسی زمانہ میں ہومیاپتھی کے اصولوں کا بھی وجود تھا۔ نہیں نہیں میں نے غلط کہا جبکہ ہومیاپتھی کے اصول نیچر یعنی قواعد قدرت پر مبنی ہیں تو جب سے نیچر تھا جب سے ہومیاپتھی کے بھی اصول تھے۔ پھر مجھکو یوں کہنا چاہیئے کہ جب سے الوپتھی کا وجود تھا اُسی وقت سے ہومیاپتھی کے اصول بھی لوگوں کو معلوم تھے اور متعدد بیماریوں کے علاج میں مروج تھے۔ ہومیاپتھی کوئی نئی بات نہیں۔ سنسکرت کے ایک قصیدہ میں جو سنگار تلک کہلاتا ہے اور جس کا مصنف کالیداس ہے جو راجہ **بکرماجیت** والی **اوجین** کے مصاحبوں میں سے تھا اور جو راجہ چھپن[۵۶] برس پیشتر سنہ عیسوی کے مسند نشین ہوا تھا اُس قصیدہ کے ایک شعر میں اُس کا مصنف ہومیاپتھی کے اصول تمثیلاً اس مقولہ میں بیان کرتا ہے کہ "پرانے زمانہ کی بات اس دنیا میں یوں سُنی گئی ہے کہ زہر خود زہر کے لیئے علاج ہے" اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ پورانے زمانہ میں بھی ہومیاپتھی کے اصول لوگوں کو معلوم تھے۔ مسلمانوں کی تو بعضی مذہبی روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر زہر میں اُس کا علاج ہے۔ **ہپوکرٹس** کہتا ہے

کہ "جس قسم کی چیزوں سے بیماری پیدا ہوتی ہے جب اُسی قسم کی چیزیں بیمار کو دی جاتی ہیں تو وُہی چیزیں اُن بیماریوں کا علاج ہو جاتی ہیں" یہ بات ہر کوئی جانتا ہے کہ بعضی دفعہ ادویہ مسہلہ قبض کر دیتی ہیں اور بعضی دفعہ قابض دوائیں اسہال کر دیتی ہیں۔ عربی زبان کی کتب طبیہ شاہد ہیں کہ بہت زمانہ گذرا کہ جب یونانی یعنی الوپیتھی طبیبوں پر اعتراض ہوا تھا کہ ان کا یہ قاعدہ کلیہ کہ مرض کا علاج بالضد ہوتا ہے صحیح نہیں کیونکہ تمام مرضوں کا علاج بالضد نہیں ہوتا بلکہ بعض مرضوں کا علاج بالمثل ہوتا ہے۔ کچھ شبہ نہیں کہ یونانی الوپیتھی حکیم ہومیاپیتھی کے اصول کو صحیح اور سچا جانتے تھے اس لیئے کہ وہ لوگ اقسام ادویہ کے بیان میں ایک قسم کی دواؤں کا ذکر کرتے ہیں جن کا نام وہ لوگ دوا سے ذوالخاصیت رکھتے ہیں اور بیان کرتے ہیں کہ وہ دوا ایسی ہوتی ہے کہ وہ انسان کے بدن میں ایک ایسی طرح پر اثر کرتی ہے کہ اُس کا اس طرح پر اثر کرنا اثر کرنے کے ظاہری اور وہمی طریقوں سے دوسری طرح پر ہوتا ہے بلکہ اُن کی تاثیر ایک نہایت لطیف اور دقیق اور مخفی مناسبت کے سبب سے ہوتی ہے جس طرح کہ مقناطیس اور کہربا کی مناسبت لوہے اور گھاس کے جذب کرنے میں ہے یہی اصول ٹھیک ٹھیک ہومیاپیتھی کے ہیں کیونکہ جن دواؤں کا جن مرضوں کے لیئے وہ لوگ استعمال کرتے ہیں وہ اُسی لطیف اور دقیق مخفی مناسبت سے جو نیچر نے اُس دوا اور مرض میں رکھی ہے اپنا اثر کرتی ہے ؛

ڈاکٹر ہنیمن نے اُن اصولوں کو ایجاد نہیں کیا بلکہ صرف دریافت کیا ہے اوّل اوّل یہ اصول یورپ کے ایک طبی اخبار ۱۷۹۶ء میں مشتہر ہوئے اور اُن کو ہزاروں عالموں اور معالجوں نے اختیار کیا جن میں سے بعضے یونی ورسٹی میں پروفیسر تھے اور جب سے روز بروز اس کی ترقی ہوتی جاتی ہے البتہ لوگوں نے ہومیاپیتھی کے اصول کے سمجھنے میں جسکے معنی علاج بالمثل یا علاج بالشبہ کے ہیں غلطی کی ہے۔ بعضے لوگ اپنی غلطی سے اُس کا اصول اس طرح پر بیان کرتے ہیں کہ "جس چیز سے جو بیماری پیدا ہوتی ہے وہی چیز اُس کا علاج ہے" بعضے لوگ اَور زیادہ غلطی میں پڑتے ہیں اور اُس کا اصول اس طرح پر بیان کرتے ہیں۔ کہ "ایک دوا یا زہر جو بیماری پیدا کرے گا وُہی اُس کو اچھا کرے گا" مگر یہ غلطی ہے ہومیاپیتھی کے یہ اصول نہیں ہیں بلکہ اُس کا اصول یہ ہے کہ جس چیز سے جو بیماری پیدا ہوتی ہے مثل اُس کے یا مشابہ اُس کے جو چیز ہے وہ اُسکو اچھا کرتی ہے جو چیز کہ کسی چیز کے مثل یا مشابہ ہے اُسکو وہی چیز نہیں کہہ سکتے ؛

مگر لفظ مثل یا مشابہ کے معنی بھی بموجب اصول ہومیاپیتھی کے سمجھنے لازم ہیں گرم بیماری

کے مشابہ گرم دوا یا سرد بیماری کے مشابہ سرد دوا نہیں ہے جیسا کہ بیدک کے علاج کرنیوالوں نے سمجھا تھا بلکہ اصول ہومیاپیتھی کے بموجب مشابہ دوا وہ ہے کہ اگر حالت صحت میں وہ دوا دیجاوے تو انسان کے بدن میں اُسی قسم کے آثار پیدا کردے جیسے کہ اُس بیماری کے ہیں اور کچھ شبہ نہیں کہ جب وہ دوا اُس قسم کی بیماری میں دی جاوے گی نیچر یعنی قواعد قدرت کی رُو سے اُس بیماری کو فی الفور اچھا کردے گی گویا نیچر یعنی حکمت حکیم مطلق نے ہمکو یہ نشان بتا رکھا ہے کہ جو دوا حالت صحت میں جس بیماری کے آثار پیدا کرنے والی ہے وُہی دوا حالت مرض میں اُسکا علاج ہے۔ پس ہومیاپیتھی کسی آدمی کا بنایا ہوا علاج نہیں ہے بلکہ نیچر یعنی قدرت کا بتایا ہُوا ہے ÷

اِس تقریر کو اَور زیادہ روشن لفظوں میں بیان کروں۔ فرض کرو کہ حالت صحت میں یعنی جبکہ حبس البول نہیں ہے کوئی ایسی چیز کھائی جاوے جس سے یہ عارضہ پیدا ہوجاوے تو یہی چیز اگر اُس وقت استعمال کیجاوے جبکہ حبس البول کی بیماری سے کوئی بیمار پڑے تو اُسی دوا کے استعمال سے وہ بیماری اچھی ہوجاوے گی۔ ہر کوئی جانتا ہے کہ اسپینی (یہ ایک قسم کی مکھی ہے) مکھی میں یہ تاثیر ہے کہ اگر اُسکا لیپ کیا جاوے تو مثانہ کو بہت نقصان پہونچاتا ہے اور حبس البول اور اَور تکلیفدہ بیماریاں جو مثانہ سے علاقہ رکھتی ہیں پیدا کرتا ہے۔ مگر جب حبس البول کی بیماری کسی اَور طرح پر پیدا ہوگئی ہو تو اُسکو کھو دیتی ہے۔ بلاڈونا جب حالت صحت میں کھایا جاوے تو نفث الدم اور قروح المری اور بخار اور درد سر پیدا کرتا ہے اور یہ سب علامتیں حمار دموی میں بھی ظاہر ہوتی ہیں اور بیماری کی حالت میں یہ دوا حمار دموی کو دُور کرتی ہے مگر یاد رکھنا چاہیئے کہ بلاڈونا حمار دموی کو پیدا نہیں کرتا اور نہ اِس کے سبب سے حمار دموی عارض ہوتی ہے بلکہ حالت صحت میں کھانے سے اُسی قسم کے آثار پیدا کردیتا ہے جو حمار دموی میں ہوتے ہیں جس دوا کو ہر کوئی جانتا ہے وہ کونین ہے اگر حالت صحت میں اُس کا استعمال کیا جاوے وہ بخار پیدا کرتی ہے اور اگر بیماری کی حالت میں استعمال کیا جاوے تو بخار بالکل کھو دیتی ہے۔ اسی طرح پر اور بہت سی مثالیں ہیں کہ اگر اُن کو بیان کیا جاوے تو بہت طول ہے اور آپ لوگوں کو تکلیف ہوگی۔ غرض کہ تمام علاج ہومیاپیتھی کے اسی اصول قدرت پر مبنی ہیں ÷

البتہ یہ بات بیان کرنی کہ وہ دوا جو صحت کی حالت میں استعمال کرنے سے جس قسم کی بیماری یا آثار پیدا کرتی ہے اُسی قسم کی بیماری کی حالت میں جو دوسرے سبب سے ہوئی ہو اُسکا استعمال کرنے سے وہ بیماری کیوں اچھی ہوجاتی ہے نہایت مشکل ہے

اس سوال کا جواب الوپتھی ڈاکٹر بھی بجز تجربہ کے اَور کچھ نہیں دے سکتے اور مسلمان یونانی حکمت کے پیرو حکیم بھی جبکہ وہ کسی دوا کو ذوالخاصیۃ تسلیم کرتے ہیں کچھ بھی جواب نہیں دیسکتے مگراس کا سبب نہ معلوم ہونے سے ہومیاپتھی کے اصول میں کچھ نقصان لازم نہیں آتا۔کوئی بتاسکتا ہے کہ بجلی کی ایسی قوی اور تیز تاثیر ایک ادنےٰ سے تغیر وتبدل میں کیوں ظاہر ہوجاتی ہے۔کوئی اسکی وجہ بتاسکتا ہے کہ جن چیزوں سے بجلی پیدا ہوتی ہے وُہی چیزیں کیوں بجلی کو روک لیتی ہیں۔مقناطیس کیوں لوہے کو کھینچتا ہے اور کس قطب نما کی سُوئی قطب کی طرف رہتی ہے۔چیچک کے لیئے اُسی چیچک سے ٹیکا لگانے کے بعد کیوں چیچک نہیں نکلتی ہے۔غرضکہ جس چیز کو ہم اپنی آنکھ سے دیکھتے ہیں اور اُس کا تجربہ کرتے ہیں اُسکی وجہ نہ معلوم ہونے سے وہ چیز تحت نفی میں داخل نہیں ہوسکتی۔پس تجربہ اور فایدہ اور بیماریوں کا اس طریقہ علاج سے اچھا ہونا ہی اُسکی سچائی کا ثبوت اور تمام لوگوں کا جو اِس کے برخلاف غل مچاتے ہیں خاموش کرنے والا ہے۔باایںہمہ کسیقدر بقدر طاقت انسانی اسکی وجہ بھی بیان ہوسکتی ہے۔چنانچہ مَیں ابھی اِس کی وجہ بیان کروں گا جبکہ ہومیاپیتھی کی دواؤں کی مقادیعنی قدر شربت ذکر کروں گا ؛

ہومیاپتھی کے اصول میں دوا کا مقدار شربت داخل نہیں ہے اُس کا اصول صرف مشابہ کا مشابہ سے علاج ہے۔اس مسئلہ میں کچھ مقدار شربت کا ذکر نہیں خاصیت اور اثر اس قسم کے اقل قلیل مقادوں کا ایک جُداگانہ بات ہے مقدار شربت کا قرار دینا اُن لوگوں کی دانائی پر منحصر ہے جو اُن دواؤں کا استعمال کرتے ہیں اُن کو معلوم ہوتا ہے کہ وہ مقادیں کسی وجہ سے کامل اور بخوبی کافی ہیں لیکن کوئی آدمی اس کا پابند نہیں کہ جب تک از روئے تجربہ کے یہ اطمینان نہ ہوجاوے کہ یہ مقادیں بالکل بے خطرہ اور نہایت عمدہ صورت دوا دینے کی ہے اُن کا استعمال کرے مگر اقل قلیل دوا دیجاتی ہے اور اُس سے بخوبی کامیابی ہوتی ہے پھر کیا ضرورت ہے کہ زیادہ مقاد کی دوا دیجاوے ؛

ہومیاپیتھی تو اقل قلیل دوا دینے کی بجز تجربہ کے اَور کوئی وجہ نہیں بیان کرتے اور مقاد دوا ایک علٰحدہ بات اصول ہومیاپیتھی سے قرار دیتے ہیں اور اس بات کو علٰحدہ قرار دینا بالکل درست ہے مگر جو خاصیتیں دواؤں کی یونانی الوپتھی حکیموں نے بیان کی ہیں اور جنکو مسلمان طبیبوں نے اپنی کتابوں میں نقل کیا ہے اُس سے بھی بعضی قسم کی اقل قلیل دواؤں کا مؤثر ہونا ثابت ہوتا ہے اس لیئے کہ اُنھوں نے اقسام ادویہ میں دو قسم کی دواؤں کا ذکر کیا ہے جن میں سے ایک کا نام دوائے مطلق اور دوسری کا نام دوائے غذائی رکھا ہے۔

دوائے مطلق اُسکو کہتے ہیں جو بغیر اس کے کہ جزو بدن بنے صرف اپنی کیفیت سے اثر کرے اور دوائے غذا وہ ہے جو جزو بدن بن کر اپنی کیفیت اثر ظاہر کرے چنانچہ زہر مطلق اور فادزہر کو اسی قسم کی ادویہ میں شمار کیا ہے جو صرف اپنی کیفیت سے اثر کرتی ہیں اور اُسکی نسبت لکھا ہے کہ بہت تھوڑا بھی ویسا ہی اثر کرتا ہے۔ پس اب میں کہتا ہوں کہ جو دوائیں ہومیاپتھی میں استعمال کی جاتی ہیں وہ بلحاظ دافع امراض ہونے کے از قسم دوائے مطلق ہیں اور اسی سبب وہ اپنی کیفیت سے اثر کرتی ہیں اور اقل قلیل اُس کا بھی نہایت کامیابی سے مؤثر ہوتا ہے ٭

لوگ کہتے ہیں کہ ہومیاپتھی کے قاعدہ پر علاج کرنے والے یہ کہتے ہیں کہ جس مرض کے لیئے جو دوا دی گئی ہے اگر اُسکو فائدہ نہ کرے گی تو نقصان بھی نہ کرے گی اور اس بات سے لوگ متعجب ہوتے ہیں مگر یہ بات کچھ متعجب ہونے کی نہیں اگرچہ اس بات کی وجہ مشابہ دوا سے مشابہ مرض کیوں جاتا رہتا ہے بجز اس بات کے کہ نیچر نے اُن میں ایسی ہی مخفی مناسبت رکھی ہے اَور کچھ نہیں کہا جا سکتا چنانچہ تمام الوپتھی بھی بہت سی دواؤں کی نسبت ایسا ہی کہتے ہیں چنانچہ اسکا بیان اُوپر ہو چکا مگر مشابہ کا مشابہ سے علاج کرنے اور اقل قلیل دوا کے موثر ہونے کی وجہ یہی معلوم ہوتی ہے کہ مرض جو اپنی تیزی سے بدن میں پھیلا ہوا ہوتا ہے جبکہ اُسی کے اثر کے مشابہ دوا پہونچتی ہے تو بسبب اُس قدرتی مناسبت کے جو دونوں میں ہے فی الفور مرض اُس دوا میں اُلٹا پھر آتا ہے اور دوا اُسکو روک لیتی ہے اور آثار بیماری کے فی الفور زایل ہو جاتے ہیں۔ اس بات کی حقیقت وہ لوگ بخوبی سمجھ سکتے ہیں جو فن کیمیا سے بخوبی واقف ہیں۔ مگر میں ایک مثال دیتا ہوں شاید اُس سے کسی قدر یہ نکتہ حل ہو۔ فن کیمیا سے دریافت کیا گیا ہے کہ ہوا دو قسم کی ہواؤں سے مرکب ہے۔ ایک اکسیجن۔ دوسری ہائیڈروجن۔ مگر ہمیشہ ایک حصہ آکسیجن میں آٹھ حصہ ہائیڈروجن ملی رہتی ہے۔ ہم اُن دونوں ہواؤں کو الگ الگ بنا سکتے ہیں۔ مگر جب آکسیجن کو ہم شیشہ یا ہنڈی میں سے باہر نکال دیں تو فی الفور آٹھ حصہ ہائیڈروجن کو اپنے میں ملا لیگی۔ پس اُن دونوں میں کیسی قدرتی مناسبت ہے کہ اپنے دوست کو فی الفور اپنے پاس کھینچ لیتی ہے۔ پس اسی قسم کی مناسبت مشابہ کا مشابہ سے علاج میں ہے کہ فی الفور مشابہ کو اپنے میں کھینچ لیتا ہے۔ اب فرض کرو کہ مرض کی تشخیص میں غلطی ہوئی اور جو دوا دی گئی تھی وہ مرض کے مشابہ نہ تھی تو وہ مرض کو تو فایدہ نہیں کرنیکی الا کچھ نقصان بھی نہیں کرنے کی اس لیئے وہ ایسی اقل قلیل تھی کہ وہ اپنے مشابہ پر تو

بسبب اصول نیچر کے اثر کر سکتی تھی الا دوسرے پر بسبب نہایت اور بے حد قلیل ہونے کے کچھ بھی مؤثر نہ ہوگی ۔ یہی سبب ہے کہ ہومیاپیتھی کی دوا اگر فایدہ نہ کرے تو نقصان بھی نہیں کرتی ؛

میں نے بعض لوگوں کی زبانی سُنا جو یہ کہتے تھے کہ ہومیاپیتھی عمدہ صحیح مگر یہ طریقہ نیا نکلا ہے اس کا تجربہ ہوتے ہوتے مدت چاہیئے ۔ پھر کیا ہم اپنی جان کو تجربہ کے لیئے تختۂ مشق بنا دینگے مگر ہومیاپیتھی کی ناواقفیت کے سبب اُن کو یہ دھوکا پڑا ہے ۔ ہومیاپیتھی میں بیماریوں کا اُن دواؤں سے علاج ہوتا ہے جو حالت صحت میں استعمال کرنے سے اُسی قسم کی بیماری یا آثار پیدا کرتی ہے ۔ پس اسکی دواؤں کا تجربہ بیماروں پر نہیں ہوتا بلکہ صحیح تندرستوں پر ہوتا ہے ۔ البتہ الوپیتھی میں دوا کا تجربہ بیمار پر کیا جاتا ہے جس میں اُس کی جان خطرہ میں پڑتی ہے ۔ ڈاکٹر ہنیمن نے اور اُسکے شاگردوں نے اپنے پر دواؤں کا تجربہ کیا اور اُنکی خاصیت دریافت کی تب اپنے مریضوں کا علاج کیا ۔ اب کسی بیمار سے پوچھو کہ طبیب کا اپنے پر دوا کا پہلے تجربہ کر لینا بہتر ہے یا بیمار پر ۔ اب بتاؤ کہ بیمار اس کا کیا جواب دیگا ۔ اور کون سی بات کو پسند کرے گا ؛

بنارس میں ہومیاپیتھک علاج دو تین برس سے جاری ہے اور میں دیکھتا ہوں کہ اکثر لوگ اُس کے مفید ہونے کے قایل ہیں مگر بعض کہتے ہیں کہ امراض تیز اور سخت اور دیرپا میں بکار آمد نہوگا مگر یہ خیال اُن کا بالکل غلط ہے ۔ ڈاکٹر ہنیمن نے جب اوّل اُسکو دریافت کر کر ظاہر کیا تو وہ صرف دیرپا بیماریوں ہی کا اس سے علاج کرتا رہا ۔ اور اب بھی یہ خیال بہت عام ہو رہا ہے کہ یہ علاج دیرپا بیماریوں ہی پر مؤثر ہو سکتا ہے مگر تیز بیماریوں میں جن میں فوراً نقصان کا احتمال ہے کیا کرنا چاہیئے ۔ اُن میں ہومیاپیتھی پر کیونکر بھروسا ہو سکتا ہے ۔ اسکا جواب بہت تجربہ سے اور ہیضہ اور اَور تیز بیماریوں کے حالات کے نقشوں سے حاصل ہوتا ہے ۔ جبکہ یورپ میں ایشیائی یا ہندوستانی وبائی ہیضہ نمودار ہوا تو بہت سے الوپیتھی طبی مدرسے حیران اور پریشان تھے کہ اس اجنبی بیماری کا کیا علاج کریں اور اُن کے انواع اقسام کے علاج علانیہ بے اثر اور بے فایدہ ثابت ہونے لگے مگر ہومیاپیتھی کے معالجوں کو صحیح اور اصلی مفرد دوائیں معلوم ہوئیں اور اُن کی کامیابی سے سب کو حیرت ہوئی ۔ ڈاکٹر سیڈنہم صاحب نے جو الوپیتھی کے ڈاکٹر تھے نہایت صداقت اور راستبازی سے فرمایا کہ مجھکو معلوم ہوتا ہے کہ وبائی بیماریوں کے آپس میں ایسا فرق ہے جیسے اوتر دکھن میں ۔ جو دوا کہ شاید کسی مریض کو شروع سال میں مفید ہو کیا عجب کہ آخر سال میں اُسکی ہلاکت کا باعث ہو ۔ پھر

جب کبھی خوش قسمتی سے کسی قسم کے بخار کا صحیح علاج مجھ کو معلوم ہو جاتا ہے تو میں اکثر اُسی علاج کے ذریعہ سے کامیاب ہوتا ہوں اور یہ صورت اُس وقت تک قایم رہتی ہے جب تک کہ اُس قسم کی وبائی بیماری موقوف ہوتی ہے اور جب دوسری شروع ہو جاتی ہے پھر مجھکو دقت پیش آتی ہے کہ اب اُسکا علاج کیونکر کیا جاوے۔ بالآخر میں ایک دو مریضوں کی زندگی جو پہلے میرے پاس آتے ہیں خطرہ میں ڈالے بغیر نہیں رہ سکتا۔ مگر یہ دقت ہومیاپتھی میں واقع نہیں ہوتی۔ غرضکہ ہومیاپتھی کا سخت اور تیز اور دیرپا سب قسم کی بیماریوں میں بخوبی تجربہ و امتحان ہو چکا ہے ؛

اگرچہ اس وقت میں نے آپ صاحبوں کے وقت کو بہت مصروف کیا مگر ہومیاپیتھک علاج کے نتیجے جو اب تک معلوم ہوئے ہیں سنائے بغیر نہیں رہ سکتا۔ سنہ ۱۸۳۶ء میں ایشیائی یا ہندوستانی ہیضہ شہر وائینا میں گیا۔ وہاں الوپیتھی کے متعدد شفاخانہ تھے اور ایک ہومیاپتھی کا شفاخانہ تھا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ الوپیتھی شفاخانوں میں فی صدی چونتیس ۳۴ آدمی اچھے ہوئے اور چھیاسٹھ ۶۶ مرے۔ اور ہومیاپیتھی شفاخانہ میں فی صدی سرسٹھ ۶۷ اچھے ہوئے تینتیس ۳۳ مرے۔ سنہ ۱۸۴۹ء میں بھی بیماری ایڈنبرگ میں ہوئی۔ الوپیتھی شفاخانہ میں آٹھ سو سترہ ۸۱۷ آدمی گئے جسمیں سے پانسو چھیالیس ۵۴۶ مرگئے اور دو سو اکہتر ۲۷۱ نے صحت پائی۔ اور ہومیاپیتھی شفاخانہ میں دو سو چھتیس ۲۳۶ آدمی گئے جنمیں سے ایک سو اناسی ۱۷۹ نے شفا پائی اور کل ستاون ۵۷ مرے۔ سنہ ۱۸۶۶ء میں جب یورپ میں ہیضہ پھیلا اور لنڈن میں اور یورپ کے الوپیتھی شفاخانوں میں جن سے مریضوں کا علاج ہوا اُن میں سے حسب بیان لانسٹ صاحب کے فی صدی ساٹھ آدمیوں سے زیادہ مرگئے۔ مگر نیپلز میں ڈاکٹر روبینی صاحب نے ہومیاپیتھک علاج سے اور صرف کافور کے استعمال سے پانسو سے زیادہ مریضوں کا علاج کیا اُن میں سے ایک بھی نہیں مرا اور لندن میں اور اَور مقاموں پر بھی یہی نتیجہ حاصل ہوا ؛

ڈاکٹر روتھ صاحب نے جو ایک نقشہ بیماریوں کا الوپیتھی اور ہومیاپیتھی شفاخانوں کا بنایا ہے میں آپ صاحبوں کے ملاحظہ سے گذرانتا ہوں جس سے دونوں کا نتیجہ ظاہر ہوگا ؛

نام بیماریوں کا	فی صدی موت ہومیاپتھی کے علاج سے	فی صدی موت الوپیتھی کے علاج سے
امراض الریہ	۵	۲۴
امراض احشار البطن	۳ .	۱۳

نام بیماریوں کا	فی صدی موت ہومیاپیتھی کے علاج سے	فی صدی موت الوپیتھی کے علاج سے
امراض الامعاء	۴	۱۳
پیچش	۳	۲۲
دیگر ہر قسم کے امراض	۴	۱۰

گذشتہ ڈاک میں ایک پمفلٹ لنڈن سے آیا ہے جو میری نظر سے بھی گذرا انہیں بھی شہر وائینا کے دونوں قسم کے علاجوں کے شفاخانوں کے نتیجوں کا ایک نقشہ مندرج ہے وہ بھی آپ کے ملاحظہ سے گذرانتا ہوں ؛

نام امراض		تعداد اُن بیماروں کی جن کا علاج ہوا	تعداد اُن کی جو مر گئے	اوسط فی صدی اُن اشخاص کی وفات پانے کی
امراض الرّیہ	الوپیتھی	۱۱۳۴	۲۶۰	۳
	ہومیاپیتھی	۵۳۸	۲۸	۵
ذات الجنب	الوپیتھی	۱۰۱۷	۱۳۴	۱۳
	ہومیاپیتھی	۳۸۶	۱۲	۳
امراض الامعاء ...	الوپیتھی	۶۲۸	۸۴	۱۳
	ہومیاپیتھی	۱۸۴	۸	*
پیچش	الوپیتھی	۱۶۲	۳۷	۲۲
	ہومیاپیتھی	۱۷۵	۶	۳
بخار	الوپیتھی	۹۶۹۷	۹۳۱	۹
	ہومیاپیتھی	۳۰۶۲	۸۴	۲
بخار مہلک	الوپیتھی	۹۳۷۱	۱۵۰۹	۱۶
	ہومیاپیتھی	۱۴۲۳	۲۱۹	۱۴

پس یہ سب چیزیں ہومیا پیتھی کے مفید ہونے کا بہت بڑا ثبوت ہے ۔

چند کلمے اور کہنے چاہتا ہوں۔ ہومیا پیتھک علاج سے ایسی قوتیں جن سے حیات قایم رہتی ہے انتظام پاتی ہیں اور محفوظ رہتی ہیں۔ یہ علاج مثل فصد اور مسہل اور ایسے علاجوں کے جن سے منہہ آجاتا ہے یا پسینا بہتا ہے اور مریض کی رہی سہی طاقت پر جو بیماری کے صدمہ سے خود کم ہو جاتی ہے صدمۂ عظیم پہونچتا ہی نہیں ہے۔ ہومیا پیتھک علاج صرف بذاتہ مفید ہوتا ہے۔ اس علاج کی دوا صرف اُنھی اعضا پر اثر کرتی ہے جن میں بیماری ہوتی ہے۔ اگر بیماری دماغ میں ہو تو اس علاج سے معدہ میں فتور نہیں آسکتا جیسے کہ تیز مسہل سے ہوتا ہے۔ اور اگر پھیپھڑے میں حرارت پہونچے تو اس علاج سے بدن میں حرارت پیدا نہیں ہوتی۔ اس علاج کے فایدہ بخش نتایج اسی بات میں ظاہر ہوتے ہیں کہ مریض جلد اپنی اصلی تندرستی پر آجاتا ہے اور اپنے کاروبار میں مصروف ہو جاتا ہے جب خاص عارضہ جاتا رہتا ہے جو بہت تھوڑے زمانہ میں جاتا رہتا ہے مریض بالکل صحیح و تندرست ہو جاتا ہے اور اُسکو مدت دراز تک افاقہ کا انتظار کرنا اور مقوی چیزوں کے کھانے کی نوبت نہیں پہونچتی ۔

ہومیا پیتھی کا علاج نہایت نرم اور خوشگوار ہوتا ہے اگر یہ نیا طریقہ ایسا ہی مفید ہو جیسیکہ پُرانا طریقہ تو بھی اِس وجہ سے کہ نرم و خوشگوار علاج ہے اُسپر ترجیح دینے کے قابل ہے اور جبکہ پُرانے طریقہ سے زیادہ مفید ہو تو کس قدر مرجح ہونے کے قابل ہے حق یہ ہے کہ اب دواؤں کا اثر ایسا ثابت ہوا ہے کہ اب کچھ ضرورت سخت معالجوں اور ناگوار دواؤں کے کھانے کی جو اب تک کھائی جاتی تھیں باقی نہیں رہی ۔

ہومیا پیتھی کے طریقہ میں مفرد دوا دی جاتی ہے یہ بھی نہایت عمدہ بات ہے جبکہ بیمار کو چند دوائیں ملا کر دی جاتی ہیں تو ایک دوا کی تاثیر اور قوت کا علم قابل اطمینان کے کیونکر حاصل ہوتا ہے۔ سیڈنہم کے زمانہ میں جو طب انگریزی کا موجد تھا عمدہ نسخوں میں ساٹھ ساٹھ بلکہ اسّی اسّی دوائیں ملائی جاتی تھیں مگر اُس زمانہ سے اب بہت کم دوائیں ملائی جاتی ہیں تاہم بھی مرکبات میں اگر دو دوائیں ہی مخلوط کی جائیں تو بالیقین ایک کا اثر بھی دریافت نہیں ہوسکتا ۔

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ کچھ مختصر حال ڈاکٹر ھنیمن کا جس نے زمانہ حال میں ہومیا پیتھی علاج کے اصول کو جاری کیا بیان کروں کیونکہ مَیں خیال کرتا ہوں کہ اکثر میرے ہموطن اُسکے حال سے ناواقف ہیں ۔

ڈاکٹر ھنیمن جرمنی ملک کا رہنے والا تھا اور وہ ایلوپتھی علاج کا بہت بڑا ڈاکٹر تھا بہت سے لوگ اُس کا علاج کیا کرتے تھے اور اُسی پُرانے طریقہ علاج اطباء سابقین کو اُس نے بھی پسند کیا تھا اور جس طرح کہ اَور ڈاکٹروں سے علاج کرنیوالوں کا حال تھا اسی طرح اس کے علاج کرنیوالوں کا بھی حال تھا۔ کچھ اچھے ہوجاتے تھے اور کچھ مر بھی جاتے تھے۔ بلاشبہ ڈاکٹر ہنیمن اپنے کام میں نہایت لئیق تھا مگر اُس کے دل کو اِسبات سے کہ لوگ کیوں اچھے ہوجاتے ہیں اور کیوں مرجاتے ہیں اطمینان نہ تھا وہ جانتا تھا کہ جس سے ایک مرض کو ایک دفعہ صحت ہوتی ہے اُسی سے اُسی مرض کو دوسری دفعہ صحت نہیں ہوتی۔ اُس کے پاس ایسا کوئی قاعدہ موجود نہ تھا جسکو وہ اپنا رہنما بناوے بلاشبہ لوگوں کے تجربوں کا نتیجہ اُسے معلوم ہوسکتا تھا مگر وہ خوب جانتا تھا کہ اُن کا نتیجہ صرف آزمایش اور امتحان پر مبنی ہے اُنھوں نے اپنے تجربہ سے دوا اور مرض کی مناسبت کو کچھ بھی ثابت نہیں کیا ہے پس اُسکو اس کام سے نفرت ہوئی اور اُس نے اپنی بہت بڑی طبابت سے اور علاج کرنے سے ہاتھ کھینچ لیا جس کے سبب سے وہ محتاج بھی ہوگیا مگر علم طب کا اُسے ہمیشہ شوق رہا اور وہ ہر وقت اس بات کا تلاشی رہا کہ کوئی قانون قدرت کا اُسے ہاتھ آوے جسکو وہ اپنا ہادی اور رہنما بناوے۔ قانون قدرت ایک ایسی چیز ہے کہ جسکے وجود میں کسی کو کچھ بھی شبہ نہیں ہوسکتا جو کہ کونین اُس وقت بھی عام استعمال میں تھی اور بخار اور تپ لرزہ کے لیئے اُس دوا کے حکمی ہونے میں کچھ شبہ نہیں ہے اُس نے اسی بات کے دریافت کرنے کی فکر کی کہ یہ دوا بخار تپ لرزہ کے لیئے کس وجہ سے ایک حکمی دوا ہے۔ چنانچہ نہایت صحت اور تندرستی کی حالت میں اُس نے ایک روز تھوڑی سی کونین کھائی اور دوسرے دن پھر اُسیقدر کھائی فوراً اُسکو بخار کی سی علامتیں معلوم ہونے لگیں رہ رہ کر اُسکو سردی لگنے لگی اور گرمی محسوس ہونے لگی اور اُسکو یہ واقعہ نہایت عجیب معلوم ہوا۔ پھر اُس نے اُسکو نہ کھایا۔ چند ہفتہ بعد جبکہ وہ بالکل تندرست تھا پھر اُس نے اُس کی آزمائش کی اور پھر وہی علامتیں بخار کی اُسکو معلوم ہوئیں تب اُس کا خیال اس طرف گیا کہ اُس نے ایک ایسا قانون معالجہ کا پایا ہے جو علم طب کے لیئے نہایت مفید ہے بعد اس کے اُس نے اپنے پر اور اپنے دوستوں پر اور جانوروں پر جو سب صحیح و تندرست تھے اور دواؤں کی تاثیر کی آزمایش کی اور اُس امتحان سے اُن لوگوں میں دواؤں کی تاثیر کی کچھ کچھ علامتیں پیدا ہوئیں۔ پھر اُس نے اُن دواؤں کو اُن مرضوں میں استعمال کیا جو اُن دواؤں کی تاثیر کے مشابہ تھے تو اُسکو معلوم ہوا کہ وہ دوائیں اُن امراض کے علاج کو مخصوص تھیں اور بالخاصیت اثر کرتی تھیں اُس کو معلوم ہوا کہ دوائے مفرد

بشرطیکہ وہ دوا ٹھیک اُسی مرض کی ہو تو دوائے مفرد ہی سے علاج کرنا مناسب ہے پھر
اُس نے اِس طریقہ علاج کو تحصیل کرنا اور زیادہ تر اِس قسم کی دواؤں کو دریافت کرنا شروع کیا
اور اِسی طریق پر پھر علاج کرنا شروع کیا رفتہ رفتہ اُسے معلوم ہوا کہ اس قاعدہ پر علاج کرنے میں
وہ کچھ غلطی میں نہیں پڑا بلکہ ایک نہایت عمدہ قاعدہ اُسکو رہنمائی کے لیئے ہاتھ آیا ہے اس
واقعہ کو چالیس برس گذرے کہ وہ تن تنہا تھا اور تمام ڈاکٹروں سے اپنے اصول علاج کی
نسبت جھگڑتا اور مباحثے کرتا تھا گو گروہ کے گروہ مریض اُس کے پاس آتے تھے اور شفا پاتے
تھے مگر لوگ اُس سے حد سے زیادہ مزاحم ہوتے تھے اور ڈاکٹر لوگ اور دوا بنانے والے
اُسکو بے انتہا تکلیف دیتے تھے یہاں تک وہ لاچار ہو کر شہر سے نکل گیا اور آوارہ پڑا پھرا
کیا مگر رفتہ رفتہ کیفیت اُس کے معالجہ کے اصول کی لوگوں کو معلوم ہوئی۔ وہ ایسے اچھے
طریق سے مریضوں کو اچھا کرتا تھا اور اس ملایمت سے اُن کا علاج کرتا تھا کہ آخرش اپنے
بڑھاپے میں وہ پھر کام شروع کرنے کے لایق ہوا بلکہ اُس نے اپنے حین حیات میں
یہبھی دیکھا کہ ہومیاپیتھی کی تاثیر اُسکے ہموطنوں نے تسلیم کی اور اُسکے معالجہ کا اصول ہر مُلک
میں پھیل گیا۔ اُس کے پیرووں نے شفاخانے اور دواخانے قایم کیئے اور ہر سال اُسکی
کامیابی ترقی پر ہے ؛

ابتدا ئے ہنیمن تھوڑی تھوڑی دوا نہیں دیتا تھا لیکن اُس کا یہ قاعدہ تھا۔ کہ
ایک مرض کے لیئے ایک ہی دوا دیتا تھا صرف اُس نے تجربہ اور مشاقی سے دوا کی معتاد
قلیل کرکے یہ تجویز کی کہ اگر تھوڑی ہی دوا سے مطلب حاصل ہو جاوے تو زیادہ دوا دینے
کی کوئی ضرورت نہیں ہے اکثر حالتوں میں اُسکو معلوم ہوا کہ مناسب دوا کے زیادہ مقدار
دینے سے مرض اَور زیادہ ہو جاتا ہے۔ پس وہ تھوڑی اور قلیل دوائیں دیتا تھا چنانچہ اسی
وجہ سے ہومیاپیتھی کے معالج قلیل دوا دیتے ہیں اِس کے سوا اَور کوئی وجہ قلیل دوا دینے
کی نہیں ہے۔ اِس قلیل مقدار دوا دینے کے سبب سے ہومیاپیتھک علاج کی ہنسی
ہوتی ہے حالانکہ اصل میں اقل قلیل دوا دینے سے ہومیاپیتھی کو کچھ سروکار نہیں ہے۔
دوائیوں کی معتاد یا قدر شربت کا مقرر کرنا صرف حکیم کے تجربہ کا نتیجہ ہے۔ کوئی ضروری
چیز نہیں ہے۔ اکثر زیادہ دوا دینا ضرور نہیں معلوم ہوتا۔ اور جو دوائیں ہومیاپیتھی
کی دوائیوں کی مانند تیار کی جاتی ہیں وہ مؤثر ہوتی ہیں۔ تو اَب اس سے زیادہ اَور
کیا چاہیئے ؛

الوپیتھی اور ہومیاپیتھی۔ ان دونوں اصولوں کے معالج ایک ہی دوائیں استعمال

کرتے ہیں۔ لیکن ہومیاپیتھی والے صرف ایک وقت میں ایک ہی دوا دیتے ہیں اور اُسکی وجہ معقول بیان کرسکتے ہیں ❊

ہومیاپیتھی معالجہ کے لیئے جہاں کہیں مریض جاوے گا اُس کے معالجہ میں اُن کے باہم اختلاف عظیم واقع نہیں ہوگا۔ برخلاف اس کے الوپیتھی والے اکثر بہت سی دوائیں ملاکر مریض کو دیتے ہیں اور شاذونادر کبھی مفرد دوا دیتے ہیں اور اسکی کوئی وجہ ایسی قابل فہم نہیں بیان کرسکتے ہیں جس سے کہ کسی شخص کی سمجھ میں یہ بات آوے کہ کس واسطے وہ تین چار دوائیں مرکب بناکر دیتے ہیں حالانکہ ہر دوا کا اثر مختلف ہوتا ہے اور اگر مریض اچھا ہوجاوے تو وہ یہ بیان نہیں کرسکتے ہیں کہ ان دوائیوں میں سے کس کس دوا کا اثر زیادہ ہوا۔ یہ امر یقینی ہے کہ یہ سب دوائیاں صحت دینے میں مددگار نہوئی ہونگی بلکہ غالباً اُنھوں نے واقعی دوسری علامات کے پیدا کرنے سے نقصان پہونچایا ہوگا ❊

پس اسی وجہ سے ہومیاپیتھی اور الوپیتھی مختلف علوم نہیں ہیں بلکہ کوئی شخص الوپیتھی کو نہیں سمجھ سکتا ہے۔ برخلاف اس کے ہومیاپیتھی کے اصول کو ہر شخص عقیل اور فہیم سمجھ سکتا ہے۔ فرض کرو کہ کوئی شخص علم طب کے سیکھنے کی خواہش کرے اور اپنی قوت مدرکہ کو کام میں لاوے اور الوپیتھی شروع کرے تو بتاؤ کہ وہ کس طرح پر آغاز کریگا اور کس بُنیاد پر وہ چلیگا ❊

ہم لوگ دوسرے علوم میں بالکل دوسروں کے تجربہ پر چلتے ہیں لیکن اُن سب کے لیئے ایک بُنیاد مضبوط ہے مگر الوپیتھی کے واسطے کوئی بھی بنیاد قایم نہیں ہے۔ کوئی شایق الوپیتھی کو نہیں سیکھ سکتا ہے لیکن اس سے یہ اخذ نہیں ہوسکتا ہے کہ الوپیتھی کے شایقین بیوقوف ہیں۔ اصل تو یہ ہے کہ اُن کے لیئے کوئی ایسی چیز نہیں ہے جس سے کہ وہ سبق شروع کریں۔ برخلاف اس کے ہومیاپیتھی کا یہ حال ہے کہ اس میں شایقین کے آغاز کے واسطے بنیاد بہت چوڑی ہے اور اسی بیخ و بنیاد سے اس علم میں بڑی بڑی شاخیں نکل سکتی ہیں اور جس قدر زیادہ لایق اور ہوشیار طبیب ہووے گا اُس کے مریض اُسیقدر زیادہ تر اُسکے معتقد ہوجاوینگے اگر اُن کو یہ علوم ہوجاوے کہ وہ کسی اصول کا پابند ہے ❊

اب میں آپکو اس سے زیادہ تکلیف دینا نہیں چاہتا اور بالآخر آپکو اس شفاخانہ کے قایم ہونے کی مبارکباد دیتا ہوں مگر ہر ایک صاحب سے یہ درخواست کرتا ہوں کہ کبھی کبھی اپنی فرصت کے وقت میں یہاں تشریف لاکر بیماروں اور بیماریوں کا حال اور یہ بات کہ کیسی بیماریاں کسطرح پر سہل اور خوشگوار علاج سے آرام پاتی ہیں ملاحظہ فرمایا کریں تاکہ جو کچھ میں نے کہا اُسکو آنکھ سے دیکھکر خود آپکو یقین اور تجربہ حاصل ہووے ❊

۸

جواب مضمون

سویلزیشن یعنی شایستگی اور تہذیب پر

سویلزیشن انگریزی لفظ ہے جو مشتق ہے سوس یا سوئیٹس سے جس کے معنی ہیں شہری یا شہر کے اور اصل میں یہ لفظ مشتق ہوا تھا کوٹس سے جسکے معنی ہیں مجمع یا اتفاق کے اور وجہ اس اشتقاق کی یہ ہے کہ شہروں کی بنیاد ابتداءً اس طرح پر قایم ہوئی کہ بہت سے آدمیوں نے ایک مقام پر ایسے عہد و پیمان کے ساتھ مل جُل کر رہنا اختیار کیا جو اُن کے باہم خود بخود اس نظر سے قایم ہوگئے کہ اُن باشندوں کے وہ قدرتی اور باہمی حقوق محفوظ رہیں جو اُن کی جان و مال کی حفاظت اور ذاتی آزادی سے متعلق تھے۔

سویلزیشن یعنی شایستگی کے لفظ کو عام اصطلاح میں ایسا لفظ سمجھنا چاہیئے جس سے اعلےٰ ترقی یافتہ اور شایستہ قوموں کی حالت اُن قوموں کے مقابلہ میں جن کو وحشی یا نصف وحشی سمجھا جاتا ہے سمجھ میں آسکے۔ پس اس معنی کے اعتبار سے ہم یورپ کی اعلیٰ قوموں کو شایستہ اور تربیت یافتہ کہتے ہیں اور چینیوں و تاتاریوں کو اُس سے کم شایستہ خیال کرتے ہیں اور شمالی امریکہ کے اصلی باشندوں اور آسٹریلیا والوں اور کافریوں یعنی جنوبی افریقہ والو اور قطبی حصّہ کے رہنے والوں اور جنوبی امریکہ کی مختلف جنگلی قوموں کو نہایت کم شایستہ جانتے ہیں۔

سویلزیشن یعنی شایستگی کے لفظ کی اسقدر تمہید کے بعد اب ہمکو اوّل اس امر پر بحث کرنا چاہیئے کہ وہ قدرتی اور ملکی اور مذہبی اسباب کون کون سے ہیں جو انسان کی شایستگی کی ترقی کے موافق یا مخالف ہیں۔

لیکن اس امر پر گفتگو کرنے سے پہلے یہ مناسب ہوگا کہ شایستگی کی کچھ کچھ عام کیفیت اس مضمون کے پڑھنے والوں کے ذہن نشین کردیجاوے چنانچہ اسی غرض سے ہم یورپ کی موجودہ حالت کو ایک سرسری طور سے بیان کرتے ہیں اور یہ حالات اُس زمانہ سے متعلق ہیں جو ہمارے زمانہ کے قریب تک ختم ہوتا ہے اور جس میں وہ زمانہ شامل ہے جس کا آغاز

دنیا کی قدیم دار السلطنت یعنی قدیم روم کے زوال سے ہوا اور انتہا اسکی اُس وقت تک شمار ہوتی ہے جبکہ ۱۴۵۰ء میں چھاپہ کا فن ایجاد ہوا ؛

روم کی سلطنت جس وقت تہ و بالا ہونے کو تھی اُسی وقت عیسائی مذہب کو نشو و نما حاصل ہوا۔ پس جو بیہودہ عیاشی کی باتیں کفار کے مذہب میں رائج تھیں اور اُن کی جو اصلاح عیسائی مذہب کے ذریعہ سے ہوئی اور جو نئی کیفیت اس مذہب کی بدولت اُسوقت لوگوں کے عادات اور اطوار میں پیدا ہوئی اور علاوہ اس کے یونانیوں اور رومیوں کے علم و فضل اور شایستگی و تربیت کے اثر سے جو تبدیلیاں دنیا کے عام حالات میں واقع ہوئیں اور علےٰ ہذا القیاس اور اسی قسم کے امور پر اُن لوگوں کو اپنی توجہ مصروف کرنی چاہیئے جو شایستگی کی تحقیق کے درپے ہیں ؛

ایسے چار سو برس کے انقلابوں کے بعد جن کے تدارک میں روم کی سلطنت کی تمام عقل اور دانائی بالکل صرف ہوگئی آخرکار وہ سلطنت بالکل تباہ ہوگئی اور یورپ پر چاروں طرف سے وحشی قوموں نے حملہ کیا یعنی ہنز کی قوم اور وانڈلس اور وزی گاتھس اور آسٹراگاتھس اور لمبارڈس کی قوموں نے یورش کی اور اُن کے آپس میں بھی برابر جنگ و جدل رہی۔ کبھی کوئی قوم غالب آئی اور کبھی مغلوب ہوئی۔ انجام ان دو سو برس کی خونریز اور سخت لڑائیوں کا یہ ہوا کہ مذکورہ بالا اصناف وحشی فتحمندوں میں مُلک تقسیم ہوگیا۔ اور اُس وقت سے رومیوں کے قوانین اور طور و طریق اور رسم و رواج کی جگہ یورپ کے اُن نئے فتحمندوں کے رسم و رواج قایم ہوگئے ؛

خاص عیسائی مذہب بھی وحشیوں کے رسم و رواج کے مقابلہ میں مغلوب ہوگیا اور لوگوں میں سے جس قدر رومیوں کی شایستگی اُٹھتی گئی اُسیقدر بیہودہ خیالات جہالت سے مستحکم اور شایع ہوتے گئے اور جب شمالی قومیں اور گوشہ شمال و مشرق کی قومیں رومی سلطنت کے قدیم صوبوں میں آکر آباد ہوئیں اُس کے بعد چار سو برس آیندہ میں ہمیشہ شایستگی کو زوال ہوتا گیا یہاں تک کہ رفتہ رفتہ وہ بالکل مٹ گئی ؛

جو زمانہ چھٹی صدی کے آخر سے شروع ہوکر چودھویں صدی کے آغاز تک ختم ہوتا ہے اُس سے جو تاریک زمانہ کا خطاب منسوب کیا گیا ہے وہ اُس زمانہ کے حال کے بالکل مناسب ہے۔ اس دراز اور بے رونق زمانہ میں انگلستان کے بادشاہ **الفریڈ اعظم** اور فرانس کے شہنشاہ **شارلی مین** نے اپنی اپنی قلمرو میں علم اور ہنر کو دوبارہ شگفتہ اور قایم کرنے میں کوشش کی لیکن وہ دونوں اُس میں بہت کم کامیاب ہوئے بلکہ یوں

کہنا چاہیئے کہ بالکل نہیں ہوئے - اہلِ عرب کی قوت اور شان وشوکت کی بنیاد اُن کے پیغمبر محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) کی بے نظیر فہم وفراست اور عجیب وغریب عقل ودانائی سے بہت خوبی کے ساتھ قایم ہوئی اور اُس علم وہنر کے حق میں جس کی قدر یُورپ سے اُٹھ گئی تھی البتہ اہلِ عرب بڑے مربّی بنے *

اس کے بعد یُورپ کے عیسائی مجاہدین نے مشرق میں جانے سے بہت سی نئی باتیں حاصل کیں چنانچہ مقام قسطنطنیہ جو اُن علوم وفنون اور شایستگی کا خزانہ مشہور تھا جو رُومیوں کے زوال سلطنت کے بعد باقی رہی تھی وہ اُن مجاہدین کے حق میں ایک بڑی زرخیز کان ہوگیا لیکن باینہمہ جو کچھ علم اور معلومات وہ لوگ یُورپ میں اپنے ہمراہ لائے اُسکے سبب سے لوگوں کے طور وطریق میں بہت تھوڑی تبدیلی واقع ہوئی لیکن بعد اُس کے اس سبب سے خصوصاً اُس تبدیلی میں زیادہ ترقی ہوئی کہ ہر سلطنت میں جو بڑے بڑے امیر اور جاگیردار اس شرط سے اپنی اپنی جاگیروں پر قابض ہوتے تھے کہ بادشاہ کی اطاعت اور فرماں برداری کرتے رہیں وہ دستور بالکل جاتا رہا تھا اسی طرح وہ ہزارہا چھوٹے چھوٹے جاگیردار بھی گویا غلامی سے آزاد ہوگئے جو بڑے جاگیرداروں کے تحت میں اُسی شرط سے بسر کرتے تھے - مجلسیں جو سلطنت کی کارروائی کے واسطے مقرر ہوئیں اُن کے ممبر منتخب کرنے کا استحقاق شہروں اور ضلع کے لوگوں کو عطا ہوا - تجارت کو بھی رونق ہوئی اور آبادی بھی بہت بڑھ گئی اور جابجا شہر بکثرت آباد ہوگئے - داد رسانی کے طریقوں میں بھی بہت سی اصلاح واقع ہوئی اور علیٰ ہٰذالقیاس اُن خوبیوں کی ترقی سے جو معاشرت سے علاقہ رکھتی ہیں علوم وفنون کو بھی ترقی ہوئی چنانچہ سنہ ۱۳۰۲ء میں بحری قطب نما ایجاد ہوا جس کے سبب سے جہازرانی کا شوق اس نظر سے لوگوں میں پیدا ہوگیا کہ دنیا کے ملکوں کی چھان بین کریں اور شوق کے سبب سے وہ دلاوری اور ہمت بھی لوگوں میں ظاہر ہوئی جو مذکورہ بالا سفر کے واسطے درکار تھی اور اُس کا نتیجہ یہ ہوا کہ تجارت کو نہایت وسعت حاصل ہوئی اور دنیا کی قوموں میں باہم آمد ورفت کا سلسلہ قایم ہوگیا *

چھاپہ کے فن کے ایجاد ہونے سے خیالات کے اظہار کا بہت سہل اور عمدہ طریقہ پیدا ہوگیا اور اُس کی بدولت علم بہت خوبی کے ساتھ شایع ہوا اور درحقیقت اس پچھلی فتح سے جو انسان کی جُودت طبع نے حاصل کی یعنی چھاپہ کا فن ایجاد کیا - شایستگی کی واقعی ترقی کی تاریخ قایم کرسکتے ہیں اور اگرچہ اُس کے بعد بھی ہزارہا قسم کے موانع شایستگی کی ترقی میں پیش آئے لیکن وہ سلسلہ ہرگز درہم برہم نہ ہوا اور اب تک ہمیشہ اُسکا میلان

اُسی جانب کو ہے جسپر آخر کار انسان کی ترقی انتہا مرتبہ تک پہونچے گی ؛

اُن ذریعوں کا بیان جن سے شایستگی کو ترقی ہوتی ہے

پہلے ہمنے یہ بات بیان کی تھی کہ عملی شایستگی کا یہ حال ہے مگر اب ہم اُن ذریعوں کو لکھتے ہیں جن سے شایستگی کو ترقی حاصل ہوتی ہے چنانچہ اُن ذریعوں میں پہلا ذریعہ آدمی کی ذات ہے اس لیئے کہ اُس کے اعضاء اور قوے بہ نسبت اَور ذی روح مخلوقات کے افضل اور عمدہ ہیں اور اُس کو صرف یہی فضیلت نہیں ہے بلکہ جو کام وہ اپنی عقل کی معاونت سے کرسکتا ہے اور اپنے ایسے ہاتھوں سے لے سکتا ہے جو اُس کے بڑے مطیع کارپرداز ہیں اُن کی وجہ سے اُسکو بہت بڑی فضیلت حاصل ہے اور ان دونوں ذریعوں کی بدولت وہ اَور مخلوقات میں سے اپنے آپ کو نہایت راحت و آرام کی زندگی میں رکھ سکتا ہے اور گویا اپنی ذات کو ایک مصنوعی وجود بنا سکتا ہے اور جو مرتبہ اُس کی قدرتی حیات کا ہے اُس کی نسبت وہ اُسکو بہت زیادہ آسایش دے سکتا ہے اور وُہی اسبات کے لایق ہے کہ اپنی جسمانی اور روحانی قوتوں کو شگفتہ کرے اور ترقی دے ؛

آدمی کی ایک بڑی صفت یہ ہے کہ اُسکو اپنے ہمجنسوں کی صحبت کی طرف میلان طبع ہے اور اُسکی وجہ یہ ہے کہ گو ہر متنفس اپنی حیات اور قوت کے لحاظ سے ایک جداگانہ اور معین احاطہ سے باہر نہیں نکل سکتا مگر وہ تمام اوصاف جو نوع انسانی کے ساتھ مخصوص ہیں ہمیشہ انسانوں کی ایک جماعت ہی میں متحقق ہوتے ہیں ایک متنفس اُن سب اوصاف کا مظہر نہیں ہوسکتا ؛

پس آدمی کو اپنی ترقی اور کامل شایستگی کے واسطے بہت سے مستحکم ذریعے حاصل ہیں اور اُن کی اولاد اپنے آباء و اجداد کی محنتوں اور تجربوں سے بہت کچھ مستفید ہوتی ہے نظر بریں یہ بات بغیر کسی تامل کے تسلیم کی جاتی ہے کہ شایستگی اور انسان کی عقل کی وسعت کے لیئے کوئی حد مقرر نہیں ہے ؛

مگر باوصف اس فضیلت کے مطلقاً جو انسان کو بہ نسبت اور مخلوقات کے حاصل ہے جب یہ دیکھا جاتا ہے کہ دنیا کی تمام قومیں اور ولایتیں ترقی اور شایستگی کے مراتب میں مختلف الاحوال ہیں تو خواہ مخواہ اس اختلاف کی وجہ دریافت کرنی ضروری معلوم ہوتی ہے اور خیال آتا ہے کہ بعض قومیں ابتک نصف وحشت کے دلدل اور دقت میں کیوں پھنسی ہوئی ہیں اور بعض قومیں باوجود ہمت شکن اسباب اور قباحتوں کے

کیوں ایسے عمدہ کام کر رہی ہیں اور کس طرح ایسی قوی مزاحمتوں کی مدافعت پر قادر ہوگئیں *

اب علاوہ آدمی کے اعضا اور قویٰ کے جس خطہ میں وہ بستا ہے وہ خطہ بھی اسکے لیئے ایک ایسا ذریعہ ہوتا ہے جس کے سبب سے یا اُسکی عقل کے مدارج کو ترقی حاصل ہوتی ہے یا اُسکی مزاحمت کے اسباب پیدا ہوجاتے ہیں مگر اس بڑے ذریعہ کی تحقیق کامل طور پر اس صورت سے ہوسکتی ہے کہ اُسکو مندرجہ ذیل پانچ قسموں پر تقسیم کیا جاوے *

اوّل - وہ قدرتی اسباب جو شایستگی کے لیئے نہایت مناسب ہیں *
دوم - اِسبات کی ضرورت کہ قوموں کے باہم آمد و رفت ہونی چاہیئے *
سوم - مذہبی امور کا شایستگی کی نسبت اثر *
چہارم - وہ تعلقات جو حکومتوں کو اسباب شایستگی کے ساتھ ہیں *
پنجم - صلاحیت مختلف قوموں کی شایستگی قبول کرنے کے واسطے *

اوّل - اُن متعدد قدرتی اسبابوں کا ذکر جو شایستگی کے حق میں مفید ہیں

اوّل - اُن میں سے ملکوں کی قسم اور حالت کی کیفیت بیان کی جاتی ہے بادی النظر میں بلا شبہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جن زرخیز خطوں میں کھانے پینے کی بہت سی چیزیں خودرو میسر آتی ہیں وہاں بہت لوگ آباد ہوجاتے ہیں اور اُن کو اعلےٰ درجہ کی شایستگی حاصل کرنے کے واسطے بہت سی آسانیاں ہوتی ہیں - مگر حقیقت میں عموماً ایسا نہیں ہے دیکھو جنوبی ایشیا اور وہ جزیرے کیسے زرخیز ہیں جن میں آفتاب کی حدت حد سے زیادہ ہوتی ہے - مگر باوصف ایسی قدرتی بخششوں کے کاہلی اور جہالت اور جور و ستم وہاں حد سے بڑھکر ہے چنانچہ افریقہ اور جنوبی امریکہ میں اس امر کی تصدیق کے واسطے بہت سی نظیریں موجود ہیں - ایسے ملکوں کے آدمیوں کا یہ حال ہوتا ہے کہ جب وہ اپنے پاس ضروریات زندگی کثرت سے مہیا دیکھتے ہیں تو وہ اپنی اوقات ایسی بسر کرتے ہیں جیسکہ دنیا میں اَور خودرو نباتات ہے یا جیسے وہ جنگلی درخت ہیں جو خود پیدا ہوتے ہیں اور خشک ہوجاتے ہیں - البتہ دریائے نیل کی مٹی باوجودیکہ زرخیز ہے مگر اُس سے مصریوں کے دربار کی شان و شوکت اور جاہ و حشمت بھی خوب دیکھی ہے اور ایسی ہی میسوپوٹیمیا یعنی شام کے میدانوں کی کیفیت ہے کہ اُن میں دریاے فرات اور دجلہ

آبپاشی ہوتی ہے لیکن کسی زمانہ میں وہ بڑی بڑی سلطنتوں کے موقع تھے اور انھیں میں شہر بابل اور نینوا اور پالمیرا واقع تھے اور ہمکو یہ بھی بات یاد آتی ہے کہ قدیم ایران کی سلطنت کیسی کچھ قوی تھی اور علے ہذا القیاس دریائے گنگ کے زرخیز میدانوں میں ہندوستان کی کیسی کیسی عجیب وغریب پیداوار ہے اور علاوہ ان کے چین اپنی خوش خلقی اور اپنے علم وہنر کے سبب سے کیسی مشہور ہے۔ پس ان مثالوں سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ کسی مُلک کی زرخیزی اور خوبی اگر اُسکی شایستگی کے واسطے کوئی لازمی سبب نہیں ہے تو اُس کی شایستگی کے مزاحم بھی نہیں ہے ؛

حقیقت میں اگر کسی زمین کی قسم اور خاصیت اُس کی ترقی اور شایستگی کی مانع ہو جیسے کہ تاتار اور افریقہ اور عرب کے ریگستانی بیابان ہیں یا کسی مُلک میں ایسے جاز رکھیا نہوں (جیسا کہ کولمبس کے دریافت کرنے سے پہلے نئی دنیا کا حال تھا) جن کے ذریعہ سے زراعت وغیرہ ہوتی ہے تو وہاں کے آدمی یقیناً اپنی حالت کو ترقی دے سکتے ہیں اور اُن کی تعداد بڑھ سکتی ہے چنانچہ اسیطرح سے شمالی یورپ کو مثل شمالی امریکہ کے اوّل جنگلوں سے پاک وصاف کیا اور پھر اُس میں زراعت کی گئی ؛

یورپ کی سرد ولایتیں باوجودیکہ اُن میں نہایت سخت سردی ہے ایسی ہیں کہ ہر قسم کی تحقیقات اور طرح طرح کے فنون اور صدہا صنعتیں بہ نسبت جنوبی مُلکوں کے ان میں زیادہ ظہور میں آئیں اور یہ ایسی بات ہے کہ اُس کے باشندوں کی دلاوری اور عقل و ہمت اور استقلال بخوبی اُس سے ثابت ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ اُن کے مقابلہ میں جنوبی مُلکوں کو یہ باتیں حاصل نہ تھیں۔ گرم ولایتوں کی یہ خاصیت ہے کہ اُن کے باشندے اوصاف مذکورہ بالا میں دلی جوش خروش نہیں رکھتے اور اُن کو حد سے زیادہ شوق کسی چیز کا پیدا نہیں ہوتا ؛

دوم۔ مختلف قوموں کے باہم آمدورفت کی ضرورت

جو قومیں درمیان میں بڑے بڑے قطعات کے حائل ہونے سے باہم مِل جُل نہیں سکتیں یا کسی بڑے قطعہ کے وسط میں آباد ہیں اور اُن کو باہم آمدورفت کرنے کا کوئی ذریعہ بجز اس کے میّسر نہیں ہے کہ قافلوں میں ملکر سفر کریں اور ایسی قومیں ایشیا کے

بالائی حصہ اور افریقہ کے وسط میں اکثر رہتی ہیں چنانچہ وہ ایک دوسرے سے آپس کے اُن خیالات کو ظاہر نہیں کر سکتیں جن کو اُن دونوں کے معاملات میں دخل ہے اور اُس عقلی روشنی کے حاصل کرنے سے محروم ہیں جو دونوں کے باہم مقابل ہونے سے حاصل ہوسکتی اور جس کے بغیر کوئی قوم شایستگی کی حالت پر نہیں پہونچ سکتی۔ پس ایسی قومیں یقیناً ایک حالت معینہ پر پہونچکر رہ جاتی ہیں اور ان کی حالت کو شایستگی نہیں ہوسکتی۔ مثلاً جیسے وہ لوگ ہیں جن کی گذران صرف مویشیوں کے دودھ پر ہے اور چرواہوں کی طرح اپنی اوقات بسر کرتے ہیں جب تک وہ اپنی اس حالت کو ترک نہ کریں ہرگز ممکن نہیں ہے کہ انکی عقل و دانش کو ترقی نصیب ہو جیسے ستھیا والے اور تاتاری تھے اور یا جیسیکہ بدو اور افریقہ کے وہ مسلمان جو حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے ہیں یا جیسے جالوتی ہیں جو ہمیشہ نصف وحشی معلوم ہوتے ہیں۔ یا جو لوگ تبت اور بھوٹان اور کوہ قاف اور کوہ الماس اور کوہ اٹلاس میں یا ہمیشہ بمنزلہ محبوسوں کے رہکر ایک وحشیانہ حالت میں رہتے ہیں۔ اور جو لوگ افریقہ کے وسط میں اور دونوں امریکہ کی وسیع ولایتوں میں رہتے ہیں ان کا حال تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ شاید وہ اپنی اس وحشیانہ حالت سے کبھی نجات نہ پاویں گے۔ معلوم ایسا ہوتا ہے کہ ہر ایک قوم کی شایستگی کیواسطے دوسری قوم کے باہم اُسکی آمد و رفت نہایت ضرور ہے چنانچہ بحر قلزم کے کناروں اور جزایر متعلقہ یونان اور قسطنطنیہ میں جو آمد و رفت ہے یا یورپ و ایشیا و افریقہ اور جزایر فرنگستان کے باہم جو آمد و رفت ہے اُسکے سبب سے ان جملہ مقامات میں نہایت درجہ کی شایستگی پھیلی ہوئی ہے اور دریاے راین اور مین اور شیلت اور دریاے ایلب کے ذریعہ سے جو چیزیں انسان اپنی محنت سے پیدا کرتا ہے وہ سب ایک مُلک سے دوسرے ملک میں جاتی ہیں بلکہ اُن کے ساتھ ہر قوم کے خیالات اور وضع و اطوار اور نئی نئی باتوں کا اثر بھی ایک ملک سے دوسرے ملک میں پہونچتا ہے اور ان کے سبب سے نئے نئے شوق اور نئی نئی خواہشیں اور ضرورتیں قایم ہوتی ہیں اسی طرح جنوبی ہندوستان کے کناروں پر شایستگی رونق پذیر ہے مگر شمالی حصے اسکے ابتک اپنی قدیمی حالت میں پڑے ہیں اور وہاں کے لوگوں کی طبیعتیں ہنوز جنگجوئی اور خونخواری کی جانب مائل ہیں جیسے مونگولیا نسل کی قومیں تھیں جو کسی زمانہ میں ہندوستان پر مسلط ہوگئی تھیں مگر پھر اُسی ملک کے باشندوں میں مل جل کر مہذب بنگئیں جن پر اُن کو فتح نصیب ہوئی تھی۔ پس گو کسی مُلک کی شایستگی کسی وحشی قوم کے حملوں سے معدوم ہو جاوے جیسا کہ متوسط زمانوں میں یورپ کا حال ہوا تھا مگر انجام کار اُس ملک کی خاک سے بھی وُہی اثر پیدا ہو جاتا ہے

چنانچہ فی زمانہ اگر اہل یورپ کسی غیر مہذب ملک میں بھی جا بسیں تو اُن کے واسطے وُہی نعمتیں موجود ہو جاتی ہیں جو اُن کو یورپ میں حاصل ہیں۔ جو قومیں جہاز راں ہیں ہم یقین کرتے ہیں کہ اُن میں شایستگی قبول کرنے یا دوسری قوم کو شایستہ بنانے کی صلاحیت بہ نسبت اَوروں کے زیادہ ہے چنانچہ جزایر ٹائر اور فنیشیا اور کارتھیج اور یونان کے قدیم باشندوں سے لیکر وینیشیا اور جینوا کی وہ قومیں جو متوسط زمانوں میں گذری ہیں اور زمانہ حال کے انگریز اور ہالینڈ کے باشندے اور فرانسیس اور امریکہ کے انگریز سب شایستگی پھیلانے کے واسطے نہایت عُمدہ ذریعہ ہوئے ہیں ؎

سوم۔ شایستگی پر مذہب کا اثر

قوموں کی تاریخ کے شروع زمانہ سے دیوتاؤں کی پرستش کا مذہب قایم تھا جنکے اعتقادات کی اصلیت ابتدا میں فنیشیا اور مصر کے کاہنوں سے قایم ہوئی اور انہیں لوگوں نے اسکو یونانیوں میں پہونچایا اور اُس زمانہ سے پہلے جس میں یہ اعتقاد یونانیوں سے رُومیوں کو پہونچا یونانیوں نے اسکو بڑی رونق دی تھی۔ پھر رومیوں نے نہایت کثرت سے اپنے دیوتا قرار دیئے چنانچہ جس قدر ان میں بُرائیاں زیادہ ہوئیں اُسیقدر اُن کے دیوتاؤں کی تعداد زیادہ ہوئی ؎

دیوتوں کی پرستش کا مذہب ایک طول و طویل قصہ ہے جو شاعری اور ولولوں سے بھرا ہوا ہے اور وہ ایک ایسی چیز ہے جس سے جو انسان کے دلی خیالات اور ارادوں اور اُن عجایب چیزوں سے مرکب ہے جو خدا کی شان سے متعلق ہیں اسی مذہب کی بدولت اُن شاعروں کی طبیعت میں خیال بندی کا ولولہ پیدا ہوا اور ایسی قوت حاصل ہوئی جس کے سبب سے اُنھوں نے ایک خیالی دنیا قایم کی اور اسی قوت کے ذریعہ سے وہ عمدہ عمدہ فنون ایجاد کیئے گئے جن کے سبب سے مصر اور کالڈیا اور یونان اور اٹلی کو نہایت زیب و زینت حاصل ہوئی اور اُنھیں فنون سے وہ شایستگی ثابت ہوتی ہے جو کسی زمانہ میں اُن مُلکوں کے اندر ہوگی ؎

بدھ لوگوں کے مذہب سے یا فوامی حکیم کے مذہب کی بدولت تمام مشرقی ایشیا میں جو دریائے گنگ کے پار ہے اور چین میں صرف وُہی مذہب پایا جاتا ہے جس میں مادیات کو قدیم مانا ہے اور در پردہ اُنھوں نے خدا کے وجود سے انکار کیا ہے اور گو اس مذہب کے لوگ کسی قسم کے فہم و فراست رکھتے ہوں مگر اصل یہ ہے کہ اُن کے مُلکوں میں

شایستگی ترقی پذیر نہ ہوئی ٭

اس بات کا بیان کرنا اس موقع پر فضول ہوگا کہ عیسائی مذہب کا اثر لوگوں پر کسقدر ہوا مگر اسقدر کہنا مناسب ہے کہ گو اُس کے اُصول میں سادگی اور انکسار ہے مگر اس کے ظہور کے بعد لوگوں کے دلوں میں اُس مذہب کے سبب سے شان و شوکت کا بڑا شوق پیدا ہوا یہاں تک کہ اُس کی پرستش کے ارکان میں بھی اس نمود کا رواج ہوگیا۔ چنانچہ اُس شوق کے پورا کرنے میں بہت کچھ صرف ہوتا تھا مگر یہ بات ضرور تھی کہ اُس زمانہ کی خرابیوں کی اصلاح کے لیئے وہ شوق نہایت عُمدہ ذریعہ تھا ٭

مذہب اسلام کی نسبت اگرچہ بہت لوگ شایستگی کی مخالفت کا دھبہ لگاتے ہیں مگر ہمارے نزدیک یہ بات غلط ہے در اصل یہ مذہب کسی طرح شایستگی کے منافی نہیں ہے البتہ اسکی نسبت صرف یہ کہا جاسکتا ہے کہ پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے صرف مذہبی مصلحت سے عمدہ عمدہ فنون کے جاری کرنے کی کچھ تائید نہیں کی اور گو یہ بات تھی کہ وہ اُن فنون کی قدر و منزلت کو خوب جانتے تھے مگر اُن کو یہ خیال تھا کہ اگر اہل عرب کی طبیعتیں اس طرف مائل ہوئیں تو بسبب اس کے کہ وہ اپنے ذاتی جوش و خروش سے مجبور ہیں یقیناً بُت پرستی اختیار کر لینگے۔ چنانچہ اسیوجہ سے عمدہ عمدہ فنون کی اشاعت مشرق کے اُس بڑے مصلح نے روا نہ رکھی لیکن اپنے اُن احکام کی بدولت جن سے شراب خواری بلکہ جملہ مسکرات اور قمار بازی کی ممانعت ہے جس قدر فائدہ اُنھوں نے شایستگی کو پہونچایا اُس نے اُن نقصانوں کی بہت کچھ تلافی کر دی جو عمدہ فنون کی ایسی تائید نہ ہونے سے ہوئی تھی جیسے کہ میکوینس نے کی تھی۔ اگر عیسائی مذہب کے اصول کے بموجب ویسی ہی ممانعت اُن بُرائیوں کی کی جاتی تو اسبات سے ہرگز انکار نہیں ہوسکتا تھا کہ عیسائی مذہب کے لوگوں کی اور ان میں بھی خصوصاً کمتر درجہ کے لوگوں کی طبیعت اُس سے بہت کچھ مخالف ہوتی جیسے کہ ان کی بدقسمتی سے اب ہے ٭

چہارم۔ اُن تعلقات کا بیان جو حکومتوں کو شایستگی سے ہیں

یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ حاکم کو جو رعایا پر ایک کامل اور غیر محدود اختیار حاصل ہوتا ہے اور جو چیزیں رعایا کی ذات سے متعلق ہیں اُن سب پر اسکو تصرف کامل حاصل

ہوتا ہے اس وجہ سے وہ اپنی رعایا کے ساتھ ایسا برتاؤ کرتا ہے جیسا کوئی اپنے باپ دادے
کے ترکہ پر پس اس صورت میں کوئی شخص گو اس پر ہمیشہ یکساں ظلم نہ ہے اپنی زندگی کو اسطرح
بسر نہیں کر سکتا جس سے وہ مرتبہ کمال کو پہونچ سکے اس لیئے کہ ہمیشہ اُس کے دل میں
اپنے حاکم کی طرف سے ایک ایسا خطرہ لگا رہتا ہے جو اُسکی آزادی کا مانع ہوتا ہے اور وہ جانتا
ہے کہ آخر کار میں اس حاکم کا شکار اور غلام بنوں گا اور ایسی سلطنتوں میں جہاں بادشاہ بالکل
خود مختار ہوتا ہے یہ دستور ہے کہ جو کاریگر کوئی عمدہ صنعت یا کوئی ہنر ایجاد کرے بادشاہ وقت
اپنی ذات سے منسوب کرتا ہے چنانچہ ایسی سلطنت کا شاعر بھی اپنی خیال بندی میں اُسی کا
تابع ہوتا ہے اور بیچارہ کاریگر بھی اپنی تمام محنت و مشقت کو اُسی کے فایدہ کے واسطے کرتا ہے
غرضکہ جب حاکم کو ایسی عمدہ رآمد سے لطف آتا ہے تو وہ ہمیشہ اپنے اختیار کو اسی طرح سے
صرف کرتا ہے۔ پس ایسی صورتوں میں ذہین اور دانشمند لوگوں کی آزادی اور جان کی حفاظت
بالکل جاتی رہتی ہے جبکہ حاکم کو اُن کی نام آوری اور شہرت سے حسد ہونے لگتا ہے چنانچہ
جب رومیوں میں شہنشاہی قایم ہوئی تو غلام بنانے کے دستور سے اور آزادی کے جاتے
رہنے سے اُن کی شایستگی بالکل معدوم ہوگئی اور جس قدر ملکی انقلاب نئے خیالات اور
دلی ولولوں سے پیدا ہوتے ہیں اُن کے اندیشہ سے ظالمانہ حکومتوں کا یہ ایک دستور ہو گیا
ہے کہ وہ لوگوں کی عقلی ترقی کی مزاحم بن جاتی ہیں اور اُن کو ایک متوسط حالت میں رکھنا پسند
کرتی ہیں جیسا کہ خاص چین میں اُن آبائی اجدادی رسوم کا چھوڑنا ایک بڑی خطرناک بات ٹھہری
ہوئی ہے جو قدیم سے وہاں چلی آتی ہیں باوجودیکہ اُن لوگوں کی دانشمندی اور صناعی تمام دنیا میں
مسلم ہے اور ایجاد کی طرف اُن کے طبایع کا میلان ایک شہرۂ آفاق بات ہے ایسے ہی مصری
لوگ اپنے بتوں پر رنگ لگانے اور تصویرات کے بنانے میں اُنھیں قدیمی طریقوں کے
پیرو ہیں جو وہاں سلف سے چلے آتے ہیں اور اپنی طرف سے اُن میں کچھ کمی بیشی کے مجاز
نہیں ہیں اور صرف یہی ایک مزاحمت نہ تھی بلکہ پیشہ بھی وہاں کے خاص خاص خاندانوں میں
اسی طرح چلے آتے ہیں جیسے کسی کی ایسی موروثی جائداد جسکی کاشت میں نہ کچھ ترقی ہو نہ تنزل
اور مصر میں ذاتیں بھی اسی طرح سے مقرر تھیں جیسے اب ہندوستان میں۔ چنانچہ وہاں کاشتکاروں
اور سپاہیوں کا کوئی فرقہ بھی قایم نہ تھا بلکہ ہر قسم کے کاریگروں اور محنتیوں کے گروہ قایم ہوگئے
تھے اور وہ لوگ اپنی تمام زیست کو اُسی تاریک حالت میں بسر کرتے تھے جو اُن کیواسطے
مقرر کر دی گئی تھی یہاں تک کہ اُسی میں پیدا ہوتے تھے اور اُسی میں مرتے تھے پس اس سے
بخوبی ثابت ہو گیا ہے کہ انسان کا مختلف قوموں پر تقسیم ہونا بھی اُسکی شایستگی کا بڑا مانع

ہے اور ہر زمانہ میں جہالت اور کم ہمتی ہی اسبات کا باعث ہوئی ہے کہ انسان دوسرے
انسان کا غلام بنے یا اسکا ہر طرح سے مطیع رہے حالانکہ شایستگی اسوقت تک کبھی حاصل نہیں
ہوتی جبتک کہ انسان کو اپنے خیالات ظاہر کرنے اور انکے موافق عملدرآمد کرنے میں آزادی
نہ ملے ۔ اور یہ بات مسلم ہے کہ قدیم یونان اور روم میں علم اور فن کی ترقی اس وقت ہوئی
جبکہ وہ نہایت ترقی پر تھیں اور اہل اسلام بھی ان فتوحات کے زمانہ میں نامور ہوئے جو
خاندان بنی فاطمہ اور عباسیہ کے عہد میں ان کو حاصل ہوئی تھیں اور ملک اٹلی میں نیا زمانہ علم
فن کا اس وقت سے قایم ہوا جبکہ متوسط زبانوں میں گوالف اور گبیلن کے خاندان کے
باہم لڑائی جھگڑا ہوا تھا اور سولھویں صدی میں مذہب اور اخلاق کی وہ مشہور اصلاح ہوئی جسمیں
مذہبی آزادی کو اس ظلم پر غلبہ ہوا تھا جو پوپ نامی ایک شخص کے سبب سے پھیل رہا تھا
تو اب شایستگی کے یوماً فیوماً ترقی پذیر ہونے سے اس بات کا تسلیم کرنا چاہیئے کہ آزادی اور
خودمختاری کو بھی ایک روز ضرور فتح حاصل ہوگی ؛

انگلستان اور فرانس اور جرمنی اور اٹلی کی چھوٹی چھوٹی جمہوریہ سلطنتوں یا ستھلے
متفقہ میں تجارت اور فنون کی اشاعت سے بخوبی ثابت ہوتا ہے کہ ان سلطنتوں میں عقلی
امور کی نہایت درجہ ترقی ظاہر ہوئی ہے اور عمدہ عمدہ کاموں کی اشاعت میں بڑی بڑی کوششیں
لوگوں کی طرف سے ظاہر ہوئیں اور کمال تحقیق ان کی بدولت عمل میں آئی ؛

پس ان سب امور سے معلوم ہوتا ہے کہ شایستگی کی ترقی اسی آزادی کے مناسب
ہوا کرتی ہے جو گورنمنٹوں کی طرف سے اسکی رعایا کو عطا ہو خواہ اس میں امریکہ کی حالت پر
لحاظ کیا جاوے خواہ قدیمی یورپ کی سلطنتوں پر اور بلاشبہ جو سلطنتیں علم و دانش کی ہیں
وہ جمہوری ظالموں کو دیکھ نہیں سکتیں چنانچہ آجکل کے نہایت خودمختار بادشاہوں کو
بھی اس بات کی جرأت نہیں رہی کہ وہ انسان کی عقل اور ذہانت کو اپنی بیجا قید اور
سے آزادی نہ حاصل کرنے دیں ؛

پنجم - انسان کی جملہ نسلوں میں شایستگی قبول کرنے کی صلاحیت

اکثر ذہین مورخوں نے اس بات کے ثابت کرنے میں کوششیں کی ہیں کہ حبشیوں
کی نسل میں بھی شایستگی قبول کرنے کی ایسی ہی صلاحیت ہے جیسی کہ انسان کی اور

نسلوں میں سے ہے اور وہ بھی اَور نسلوں کی ہمسری کر سکتے ہیں مگر ہماری دانست میں اُن کی
کوششیں مفید نہیں ہوئیں اور اصل یہ ہے کہ یہ مورخ اس بات کے تو بڑے موئد ہیں کہ
کالے رنگ والے ہر طرح پر گورے رنگ والوں کی ہمسری کر سکتے ہیں مگر جب اُن سے
یہ بات دریافت کی جاتی ہے کہ کالے رنگ والے عقل و دانائی میں کس وجہ سے بہ نسبت
ان کے کم ہیں تو وہ کچھ نہیں بیان کر سکتے یعنی یہ مورخ اس بات کو نہیں بیان کر سکتے کہ اُن
جاہل اور تاریک دروں قوموں کی دوامی وحشت کا کیا سبب ہے جو تمام افریقہ میں باشندے
اور جو افریقہ کی اُن باقیماندہ قوموں کے مقابلہ میں مثل مُسلمانوں اور اتھیوپیہ والوں کے ہیں
جن کی اصل سفید رنگ کی قوموں سے ہے اور جن کو اب شایستگی میں تھوڑی بہت
امتیاز حاصل ہے۔ افریقہ میں بعض ایسے مقامات ہیں جو ثمر دار درختوں سے نہایت آباد
ہیں اور اِس وجہ سے وہاں گرمی کی برداشت ہوسکتی ہے اور اُن مقامات میں متعدد دریا
اور بہت سی جھیلیں ہیں جن میں سے ایک جھیل کا نام جھیل اشاد ہے اور وہ اس قابل ہیں
کہ اُن کے ذریعہ سے ملک میں آمد و رفت ہوسکتی ہے اور ایک ملک کے مختلف باشندے
باہم اپنے اپنے مقامات کی پیداوار کا ایک دوسرے سے مبادلہ کر سکتے ہیں اور تجارت کو
ترقی ہوسکتی ہے علاوہ اس کے حبشی قوموں کو ایک مدت سے خود مختاری اور فرصت
بھی حاصل ہے مگر باوجود اِن سب باتوں کے اُس آزاد منش قوم نے اپنی وحشیانہ حالت کو
نہیں چھوڑا اور کبھی اپنے ملک میں علم کے درخت کا پھل نہیں چکھا۔ غرض کہ اُن کی حالت
دیکھکر یہ کہا جاسکتا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام نے جو شام کو بددعا دی تھی اُس کا اثر ابتک
اُس کی نسل میں چلا جاتا ہے گو یہ بات صحیح ہے کہ کالے رنگ کی قوم تعلیم و تربیت کی صلاحیت
رکھتی تھی مگر ابتک یہ بات وقوع میں نہیں آئی کہ اِس قوم میں سے کسی نے کبھی کسی قسم کی
تحقیق کی ہو یا اُس سے کوئی بات دانشمندی اور ذہانت کی ظہور میں آئی ہو بخلاف زرد قوم
یعنی منگولیا نسل کی قوموں کے جو فخریہ خوشی کے ساتھ یہ بات کہہ سکتے ہیں کہ چین اور جاپان
اور اَور ولایتوں میں جو ہندوستان کی مشرقی طرف میں واقع ہیں جسقدر شایستگی پھیلی ہوئی
ہے وہ سب ہماری دانشمندی اور ذہانت کا ثمرہ ہے بلکہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ نسل امریکہ
تک پھیلی ہے اور وہ نسل اس بات کا دعویٰ کر سکتی ہے کہ میکسیکو اور پیرو کی ولایتوں کو
بھی ہمنے ہی شایستہ بنایا ہے مگر اب شایستگی کی اُس حد کو دریافت کرنا چاہیے جہاں تک
پہونچکر اس نسل نے اپنے آپکو چین میں ہلم آور کیا میں بحسب ظاہر اکثر نہایت عمدہ عمدہ
تحقیقاتیں جیسے کہ باروت اور توپوں کا ایجاد اور چھاپہ کی صنعت اور سوزن مقناطیسی

اور علاوہ اس کے جو فن آلات سے متعلق ہیں وہ سب چینیوں سے منسوب ہیں لیکن اگر یہ بات
درحقیقت تسلیم بھی کر لیجاوے تو پھر یہ سوال دریافت کرنے کے لایق ہوگا کہ ان چیزوں سے
اُنھوں نے فایدہ کیا حاصل کیا اس واسطے کہ اُن کا توپخانہ کچھ انگریزی توپخانہ سے بہتر
نہیں ہے بلکہ انگریزی توپخانہ سے کیا ان قوموں کے توپخانہ سے بھی بہتر نہیں ہے جو ان کے
قریب آباد ہیں اور بہر طور ان کی نسبت فہم و فراست میں کم ہیں البتہ چینی کتابیں چھاپتے
ہیں مگر چونکہ ان کی زبان کی ترکیب ایسی واقع ہے کہ اُسکے بہت سے ٹکڑے نہیں ہو سکتے
اور ان کی تحریر جو صرف علامتوں پر مبنی ہے اور اس میں حروف ابجد نہیں ہیں بلکہ جن تختوں
پر وہ بہت سی عبارت کندہ کر کے چھاپتے ہیں وہ بھی ایسی ہی ہیں اس وجہ سے اسمیں
بھی ایسے نقصانات ہیں کہ اُن کے سبب سے چینیوں کی حالت ہنوز عالم طفولیت میں
شمار کی جاتی ہے اور جب یہ کہا جاوے کہ اس کے علاوہ قدیم رسم و رواج کی چیزوں کی
بھی چینی لوگ نہایت تعظیم و تکریم کرتے ہیں یہاں تک کہ اُن کی تعظیم تعصب کے مرتبہ کو
پہونچ جاتی ہے یعنی اگر اُن رسم و رواج کی تبدیل کی نسبت کسی طرح کوشش کیجاوے تو چینی
لوگ ہرگز اُسکو گوارا نہیں کرتے اور وہ اپنے کمالات کے بھی نہی جانتے ہیں کہ اپنے آبا و
اجداد کی سادگی کی تقلید کریں تو یہ بات بہت جلد سمجھ میں آتی ہے کہ اُن کی حالت کا ترقی پذیر
نہ ہونا خاص اس وجہ سے ہے مگر چونکہ اب ان کے تعصبات اسقدر کم ہوئے ہیں کہ وہ
ملک یورپ میں آنے جانے لگے ہیں اس نظر سے اُمید ہو سکتی ہے کہ شاید ان کی شایستگی کو
آیندہ کچھ ترقی ہو جاوے اور اس کے سبب سے اُن کو اور اُن کے سوائے اَوروں کو
بھی فائدہ حاصل ہو پس گویا باقی تمام رُوے زمین کے باشندوں کی ترقی کا ذریعہ صرف
سفید رنگ کی نسل کے آدمی ہیں جو ابتداءً ہندوستان اور کوہ قاف کے رہنے والے تھے
اور غالباً ایسا معلوم ہوتا ہے کہ خاص ان مغربی قوموں کو جیسے کہ ایران اور شام اور کالڈیا
اور مصر اور فینیشیا کی قومیں ہیں اور ان سے یونان اور اٹلی کی قوموں کو علوم و فنون کی وہ
شعاعیں جن کے ذریعہ سے عام جہالت کی تاریکی دُور ہوئی ہے خاص وسط ہندوستان
سے ہی پہونچی ہیں ؂

یہ جو کچھ بیان کیا گیا اُس سے بخوبی ظاہر ہے کہ آدمی کا شایستہ ہونا صرف ان عادات
کے ترک کرنے پر موقوف ہے جو خونخوار وحشیوں کے خواص میں سے ہیں اور جو خاص
ایسے زمانہ میں پیدا ہوتی ہیں جس میں کسی طرح تہذیب و تربیت نہ ہو اور وہ اس قسم کی صفات
ہیں جیسے کہ جنگجوئی شکاربازی ۔ غارتگری ۔ جابجا نقل مکان کرنا بلا امتیاز مباشرت کرنا اور

مثل اِن کے ایسی حرکتیں کرنا جو کسی قانون یا ضابطہ کے بموجب نہ ہوں حالانکہ یہ سب عادات ایسی ہیں کہ جب کوئی وحشی بھی اُن فائدوں سے آگاہ ہو جاتا ہے جو اِن کے ترک کرنے میں منصور ہیں تو وہ بھی نہایت خوشی کے ساتھ ان کو چھوڑ دیتا ہے مثلاً بجائے اِن کے امن و امان اور زراعت اور جان و مال کا حفظ اور سکونت کے مکانوں کا شہروں یا دیہات میں قرار پانا اور نکاح کے احکام و قوانین مستقلہ کا ہدایت کیواسطے مقرر ہونا اور ذاتی اختیارات کا انسان پر حاصل ہونا سب ایسے امور ہیں کہ ان کے فایدوں سے آگاہ ہونے کے بعد خود بخود انسان اُن کی طرف مائل ہوتا ہے اور جو حقوق انسان کو قدرتی حاصل ہیں اُن کو باہمی معاشرت کے معاہدہ سے مستحکم کرتا ہے۔ غرض کہ اسی حالت کا نام شایستگی ہے اور اِن سب کے سبب سے طبیعت کی تمام قوتیں ظاہر اور شگفتہ ہو جاتی ہیں اور اسی کی بدولت علم کے خزانے کھل جاتے ہیں اور پھر اُن کا ایک دریائے فیض دُور دُور تک بہنے لگتا ہے اور پھر معقول اور پند آمیز گفتگو اور انسانیت کی اَور بہت سی باتوں کی تحقیق اور تحصیل سے انسان کو شہری ہونے کا رتبہ حاصل ہوتا ہے جو وحشیوں کے درجہ سے بمراتب بلند ہے ؛

۹

جو ۲۶۔ مئی ۱۸۷۳ء کو جلسۂ عظیم آباد پٹنہ میں جو واسطے ترقی چندہ مدرسۃ العلوم مسلمانان منعقد ہوا تھا۔ پڑھا گیا

پریسیڈنٹ اور بزرگان و رئیسان عظیم آباد پٹنہ۔

میرا دل آپکی عنایت اور مہربانی کا اِس سے زیادہ ممنون ہے۔ کہ مَیں اُسکو بذریعہ الفاظ کے بیان کروں۔ آپ نے میری اس درخواست کو منظور فرمانے سے کہ اِس قدیم شہر میں (جو بڑے بڑے معزز اور نامی مسلمانوں کی سکونت سے صوبہ بہار بلکہ ہندوستان کے اکثر شہروں سے زیادہ نام آور ہے) مُسلمانوں کی تباہ حالت پر غور کرنے کے لیئے ایک جلسہ ہو مجھ کو بے انتہا ممنون کیا ہے۔ اور جبکہ میں اس موقع پر بہت سے بزرگوں کو جمع دیکھتا ہوں جو یہاں تشریف لائے ہیں تو میری وہ احسانمندی اَور زیادہ ہو جاتی ہے اور ہر ایک صاحب کا جو اس مجلس میں موجود ہیں میرا دِل شکرگزار ہوتا ہے۔ اور جبکہ مجھ کو یہ خیال آتا ہے کہ یہ جلسہ نہ کسی معمولی تقریب کے سبب سے جمع ہوا ہے اور نہ کسی شخص کی ذاتی خوشی اور ذاتی غرض کے لیئے بلکہ قومی ہمدردی اور قومی بھلائی کے لیئے۔ تو مجھے بے انتہا خوشی ہوتی ہے اور مجھے اُمید پڑتی ہے کہ جو بدنصیبی اور بدبختی کے دن ہماری قوم پر ہیں شاید اب اُنکے زوال کا زمانہ قریب آتا جاتا ہے۔ اسی مجلس میں جبکہ مَیں اپنی قوم کے ساتھ اپنے انگریزی حکام کو بھی بیٹھا ہوا دیکھتا ہوں۔ جو اس مجلس میں نہ اپنے کسی عہدہ کے کسی کام کے لیئے تشریف لائے ہیں اور نہ حکومت کے کسی کاروبار کی غرض سے بلکہ صرف برادرانہ محبت اور انسان کی یا کم سے کم ملکہ معظمہ وکٹوریا کی رعیّت کی بھلائی اور بہتری میں شریک ہونے اور مدد کرنے کی غرض سے۔ تو میری وہ خوشیاں اور میری وہ احسانمندی جس کا میں نے اوپر ذکر کیا بہت ہی زیادہ ہو جاتی ہے ؎

اے صاحبون۔ مَیں یقین کرتا ہوں اور جو شخص ان باتوں پر غور کرے گا۔ جن پر مَیں نے غور کی ہے وہ بھی یقین کرے گا کہ انگریزوں کی قوم ایک ایسی قوم ہے جس کے دل میں انسان کی بھلائی اور بہتری چاہنے کا ایک قدرتی جوش ہے اور یہی سبب ہے کہ مجھ کو اپنے اِس کام میں جو میں اپنی قوم کی بھلائی کے لیئے کر رہا ہوں انگریزوں کی قوم سے بہت قوی مدد

ملنے کی توقع ہے اور اُسکی تصدیق حضور ویسرائے و گورنر جنرل لارڈ نارتھ بروک کی اس فیاضانہ بخشش سے ہوتی ہے جو اُنھوں نے اپنی جیب خاص سے مسلمانوں کے قومی مدرسۃ العلوم کے قایم ہونے کے لیئے دس ہزار روپیہ بطور چندہ مرحمت فرمایا ہے ۔

اے صاحبو اور اے اپنی قوم کے سردارو میں نہایت عاجزی سے عرض کرتا ہوں کہ ہم سب نے اپنی قوم کے حال سے بہت کچھ غفلت کرلی ہے - اب ہمکو ہوشیار ہونا اور اپنی قوم کے تباہ حال پر رحم کرنا چاہیئے ۔

آپ صاحبوں میں سے جو اس وقت موجود ہیں بہت سے صاحب ایسے ہونگے جنہوں نے اپنے باپ دادا کی عزت اور حشمت آنکھ سے دیکھی ہوگی - اُن کی خوبیاں اور اُنکے اخلاق اُن کی متانت اور اُن کا وقار بخوبی یاد ہوگا - اور اگر کسی نے اپنی آنکھ سے نہ دیکھا ہوگا تو اَور ہزاروں آدمی اُن کے دیکھنے والے موجود ہونگے - اُن کی خوبیاں بطور کہاوتوں کے اور اُن کی فیاضیاں بطور حکایتوں کے لوگوں میں مشہور ہوں گی - اب تم اپنے حال کو اپنے بزرگوں کے حال سے مقابلہ کرو اور دیکھو کہ وہ کیا تھے اور تم کیا ہو - اور تم کس درجہ کی تنزل کی حالت میں پہونچ گئے ہو - اب بھی اگر اپنے تئیں سنبھالنے کی فکر نہ کروگے - تو آیندہ اَور کس درجہ کی خراب حالت پر پہنچوگے ۔

میرے یہ لفظ سنکر غالباً آپکو انقلاب زمانہ پر خیال گیا ہوگا - اور آپ خیال کرتے ہونگے کہ انقلاب زمانہ نے ہمکو ایسا کردیا ہے - مگر یہ خیال اگر ہوا ہو تو صحیح نہیں ہے - اصل یہ ہے کہ آپ کے بزرگ جس زمانہ میں تھے اُنھوں نے اپنے تئیں اُس زمانہ کے لایق بنالیا تھا اس لیئے وہ دولت اور حشمت اور عزت سے نہال تھے - اور جس زمانہ میں کہ ہم تم ہیں ہمنے اپنے تئیں اس زمانہ کے لایق نہیں بنایا اور اس لیئے نکبت اور ذلت میں ہیں - پس اگر ہم بھی اپنے میں وہ چیزیں پیدا کریں جو اس زمانہ میں لایق اور قابل اور معزز بننے کے لیئے ضرور ہیں تو ہم بھی اپنے زمانہ میں دولت و عزت سے مالامال ہونگے - دیکھو زمانہ دوڑتا جاتا ہے اگر ہم اُس کے ساتھ نہ چلینگے تو ضرور پیچھے رہجائینگے - اِس وقت میری زبان سے دو لفظ دولت و عزت کے نکلے ہیں - اکثر لوگ دولت کو ہی ذریعہ عزت کا سمجھتے ہیں مگر ایسا سمجھنا ایک بڑی غلطی ہے - دولت بلاشبہ اس بات کا ذریعہ ہے کہ چند خوشامدی کمینہ خصلت والے خوشامد کے لیئے اور جھوٹی تعریف کرنے اور جھوٹی عزت دینے اور جھوٹی دوستی جتانے کو موجود ہوجاتے ہیں اور جبتک وہ ہے یہ بھی حاضر ہیں - اور جب وہ نہیں تو پھر یہ بھی حاضر نہیں - عزت خود ایک صفت ہے جو مثل اَور صفتوں کے خود

انسان کی ذات میں ہوتی ہے۔ سب سے پہلے خود انسان اپنے آپ کو معزز سمجھتا ہے اس عزت کی بدولت اس کا دل نہایت قوی اور نہایت خوش رہتا ہے۔ وہ مطلق اس بات کی خواہش نہیں رکھتا کہ کوئی دوسرا اُس کی عزت کرے۔ بلکہ اُس کی خوشی اُسی میں ہوتی ہے۔ کہ وہ خود ایسا ہو کہ آپ اپنی عزت پر یقین کرے۔ جب انسان ایسا ہوجاتا ہے تو تمام دنیا از خود اُس کی عزت کرتی ہے۔ وہ نہیں چاہتا کہ لوگ میری عزت کریں۔ مگر بے اختیار دوست دشمن اُس کے آگے جھکتے ہیں ۔

مجھ کو اس زمانہ کے حال پر نہایت افسوس ہے میں دیکھتا ہوں کہ اس زمانہ کے لوگ قبل اس کے کہ وہ خود اپنی عزت پر آپ یقین کریں دوسروں سے اور خصوصاً اس معزز تربیت یافتہ قوم سے جسکو خدا نے اپنی بڑی حکمت سے ہمارے ساتھ ہندوستان میں بسایا ہے اپنی عزت کے خواہاں ہوتے ہیں۔ اور جو کہ غلطی پر ہوتے ہیں۔ اسی لیئے اپنے مقصد کو بھی نہیں پہنچتے ۔

اسی کے ساتھ مجھ کو ایک بڑا افسوس یہ ہوتا ہے کہ ہمارے زمانہ کے لوگوں نے عزت کے معنی سمجھنے میں بھی بڑی غلطی کی ہے۔ اُنھوں نے عزت کے مفہوم کو چند ظاہری باتوں میں منحصر سمجھ رکھا ہے۔ خانگی امور میں تو اپنی عزت اُنھوں نے اس میں سمجھ رکھی ہے کہ دو چار خدمتگار دست بستہ اُن کے سامنے کھڑے رہیں۔ "حضور" و "جناب عالی" کہکر اور ہاتھ جوڑ کر کچھ بات عرض کرتے ہیں۔ سواری کے جلو میں دو چار عصا بردار و خاص بردار دوڑتے ہیں۔ دو تین خواص پان کا ڈبہ اور پیک تھوکنے کا پیک دان لیئے حاضر ہیں برادری میں اور اپنی قوم میں اپنی عزت اُسمیں سمجھ رکھی ہے کہ بیٹے کی بسم اللہ اور ختنہ کی شادی میں وہ کچھ کیا کہ آج تک کسی نے ویسا نہیں کیا تھا۔ کوئی دوست نہیں تھا جسکو نہ بلایا ہو۔ کوئی رقاصہ نہیں رہی جو مجرے کو نہ آئی ہو۔ بھانڈوں نے ایسا سماں باندھا کہ کسی کے ہاں نہ بندھا ہو۔ حاکموں کے دربار کی عزت اسمیں منحصر ہے کہ صاحب ہمسے ہنسکر بولے۔ شاید دو چار قدم استقبال کیا یہ تو نہایت خوش اور معزز کرسی پر بیٹھتے ہیں اور صاحب اس فکر میں ہیں کہ میں ان سے کیا بات کروں۔ کسی ملک کے حال سے یہ واقف نہیں۔ تاریخ کے دلچسپ واقعات کی ان کو خبر نہیں۔ انتظام ملکی اور انسان کی بھلائی و بہتری کے اصول تو اُن کے خیال میں بھی نہیں گذرے میں بولوں تو کیا بولوں۔ اتنے میں صاحب نے خیال کیا کہ آؤ ہنسی مزاح اور دل خوش کن دو چار باتیں اُن سے کروں اس خیال سے دوہری مصیبت پیش آئی۔ اُدھر تو صاحب کو ہماری زبان میں لطیفہ گوئی و

بذلہ سنجی نہیں آتی۔ اور ادھر یہ رئیس اُن کی انگریزی اُردو نہیں سمجھتے۔ صاحب زیادہ اخلاق کرنا اور ملاقات کے خشک بدمزہ منٹوں کا کاٹنا چاہتے ہیں۔ وہ اپنی فوٹوگراف کی نہایت عمدہ تصویر جو اُسی دن طیار ہو کر آئی ہے اُن کو دکھلاتے ہیں (جیسا کہ چند روز ہوئے ایک رئیس پر گذر چکا ہے) وہ بے اختیار پوچھتے ہیں کہ صاحب یہ کس کی تصویر ہے۔ وہ ہنس کر ان کی صورت دیکھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ولائتی بیل کی۔ غرضکہ جُوں تُوں کر کر وہ منٹ گذر جاتے ہیں اور صاحب اُن کا ہاتھ پکڑ کر کمرہ کے باہر لا کر چھوڑ جاتے ہیں۔ یہ خوش خوش اپنے گھر آتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ حاکموں میں ہماری بڑی عزت ہے او در حقیقت جو اُن کی عزت ہے وُہی خوب جانتے ہیں۔ جن سے وہ ملتے ہیں ؛

اے میرے پیارے ہمقوموں اگر میرے لفظ ناگوار گذرے ہوں تو معاف کرو۔ میرا دل اپنی قوم کی حالت پر نہایت جلتا ہے۔ میں ان کو ایسی خراب حالت میں دیکھ نہیں سکتا۔ اور جو ٹھیک ٹھیک حال ہے وہ نہایت دلسوزی اور ہمدردی اور دلی محبت سے سب کے سامنے رکھتا ہوں۔ اس اُمید سے کہ ہماری قوم جاگے اور ہوشیار ہو۔ اور اصلی عزت و دولت و حشمت میں پہونچے اور جس طرح کہ اِس دنیا کی اَور معزز قومیں معزز ہیں اسیطرح ہماری قوم بھی معزز ہو ؛

یہ حال تو ہم لوگوں کا ہے جن کی عمر کا بہت سا حصّہ گُذر گیا اور جس طرح پر ہوا ہمنے اپنی زندگی عزت سے سمجھو یا ذلت سے بسر کر لی ہے۔ مگر ذرا آنکھ اُٹھا کر دیکھو اور آنیوالے زمانہ پر غور کرو۔ کہ ہماری اولاد کے لیئے جن کو ہم اپنی جان سے زیادہ عزیز سمجھتے ہیں کیسا زمانہ آنے والا ہے ؛

اے عزیزو ن۔ اپنے باپ دادا کی عزت و بزرگی و حشمت و دولت پر ناز کرنا بڑی غلطی ہے۔ نہایت تجربہ کار ایک بزرگ کا مقولہ ہے کہ "دو چیز در دو چیز راست نیاید۔ ذکر توانگری در فقیری و ذکر جوانی در پیری"۔ ہمارے باپ دادا اگر بہت بڑے عالیقدر تھے اور ہم نہیں ہیں تو ہمکو اسپر ناز کرنا نہیں چاہیئے بلکہ رونا چاہیئے کہ ہم اپنے بڑوں کا بھی نام ڈبونے والے پیدا ہوئے۔ اگر اولاد کی اور قوم کی تعلیم و تربیت ایسی طرح پر نہ ہو کہ جس زمانہ میں وہ لوگ اپنی زندگی بسر کرینگے اُس زمانہ کی مناسب لیاقتیں اُن میں پیدا ہوں تو ضرور اگلے خاندانوں کا نام برباد ہو جاوے گا۔ **نواب خلیل اللہ خاں** شاہجہانی کا آپ لوگوں نے نام سُنا ہو گا۔ اُن کے پڑوتے کو میں نے اپنی آنکھ سے دیکھا ہے کہ لوگوں کے پاؤں دابنے آتا تھا اور دو چار پیسے لیجاتا تھا۔ تغلق آباد کے گاؤں میں

جسقدر مسلمان گھسیارے آباد ہیں جو سارے دن گھاس کھود کر شام کو بیچتے ہیں میں نے خوب تحقیق کیا ہے کہ سلطان محمد عادل تغلق شاہ کی اولاد میں ہیں۔ پس اگلے بزرگوں پر فخر کرنا ایسی حالت میں کہ ہم کچھ نہیں ہیں کیا فایدہ ہے ؁

دنیا میں گذرے ہوئے زمانہ کے واقعات سے ہمکو عبرت اور نصیحت پکڑنی چاہیئے اگلے زمانہ کے واقعات ہم سے آیندہ زمانہ کے واقعات کی پیشین گوئی کر سکتے ہیں۔ دیکھو ہوشیار ہو یہی حال ہماری قوم کا ہونیوالا ہے۔ کوئی آثار بھلائی اور بہتری کے ان میں نہیں دکھائی دیتے بلکہ برخلاف اسکے تنزل اور ادبار کی علامتیں موجود ہیں۔ تم اپنی اور اپنے دوستوں کی بلکہ اپنی تمام قوم کی اولاد کے حال پر اور نہ صرف عظیم آباد میں بلکہ تمام ہندوستان میں خیال کرو کہ اُن کی تعلیم اور تربیت کا جسپر دنیا کی عزت اور دنیا کی حشمت کا مدار ہے کیا حال ہے۔ اُن کے اخلاق۔ اُن کا چال چلن۔ اُن کی عادتیں کیسی ہوتی جاتی ہیں۔ تم خود اپنے دل میں سوچو اور سمجھو کہ اُن سے تمکو کچھ آیندہ کی بہبودی کی توقع ہے بھلا دُنیا کو جانے دو۔ شاید اس مجلس میں کوئی ایسا شخص بھی موجود ہو جو دنیا کو ہیچ سمجھتا ہو۔ اور دنیا کی عزت و دولت کو بے حقیقت جانتا ہو۔ تو میں یہ پوچھتا ہوں کہ کیا ہماری اولاد نے دین کمانے کا سامان کر لیا ہے۔ کیا اُن کی تعلیم و تربیت ایسی ہوئی ہے کہ اگر دنیا نہیں تو دین ضرور اُن کے ہاتھ آویگا۔ میں دیکھتا ہوں کہ اُن کا حال دینی تعلیم و تربیت میں دنیاوی تعلیم سے بھی زیادہ بدتر ہے۔ پس نہایت افسوس ہے کہ تھوڑا ہی زمانہ گذرنے پاوے گا کہ ہم نہ دین کے کام کے رہینگے نہ دنیا کے ؁

جس وقت اولاد کی تربیت کا ذکر آتا ہے تو رئیسوں اور دولتمندوں کے دل میں یہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ ہم اپنی اولاد کی تعلیم خاص اپنے اہتمام سے اور ہر ایک علم کے عالم نوکر رکھکر بخوبی کر سکتے ہیں۔ بعضوں کے دل میں یہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ ہمکو اپنی ہی اولاد کی تعلیم و تربیت کی فکر کرنی کافی ہے۔ مگر یہ ایک بڑی غلطی ہے اور بخود اپنی اولاد کے ساتھ دشمنی کرنی ہے۔ جہالت اور ناتربیتی وبا کی مانند ہوتی ہے۔ جب تک تمام شہر اس بدہوا سے پاک نہ ہو کوئی ایک گھر اپنے تئیں اس سے بچا نہیں سکتا ؁

تعلیم و تربیت کا عجیب حال ہے۔ اگر تمام قوم کچھ نہ کچھ تعلیم یافتہ نہ ہو تو خاص خاص اشخاص اس قوم میں تعلیم یافتہ نہیں ہو سکتے گو کہ اُنھوں نے بہ نسبت جاہلوں کے کچھ زیادہ پڑھ ہی لیا ہو۔ کسی علم کے پڑھ لینے سے انسان تربیت یافتہ نہیں ہو جاتا جبتک کہ اس کے لیئے ایک بہت بڑا گروہ اُس کے ہمجنسوں کا جس میں اسکا میل و جول ہو

تربیت یافتہ موجود نہ ہو - ایک یا چند آدمی اپنے خیال کو - اپنے اخلاق کو - اپنی اندرونی نیکی کو - اپنے ذہن کی جُودت کو - اپنے خیال کی وسعت کو - اپنی محنت کو - اپنی ہمت کو ترقی نہیں دے سکتا جبتک کہ اُسی قسم کے لوگ اس کے میل جول کے لیئے نہوں تاکہ باہمی میل جول سے اور سمجھ اور خیالات کے مبادلہ سے تمام چیزیں ترقی پائیں - تم دیکھ لو کہ ہندوستان اور لنڈن میں بھی فرق ہے - وہاں کے لوگ تھوڑی سی تعلیم سے بہت زیادہ تربیت پاجاتے ہیں - اور یہاں کے لوگ جو زمانہ دراز تک علم سیکھنے میں صرف کرتے ہیں اور کچھ تربیت نہیں پاتے اس کا سبب یہی ہے کہ وہاں قومی تربیت ہے - ہر فرد قوم کا صرف اپنی تربیت یافتہ قوم کے میل جول سے اُن کے خیالات سے اُن میں رہنے سے کچھ نہ کچھ تربیت پاجاتا ہے - پس ہماری قوم خود غرضی پر خیال کرکر اگر قومی تعلیم و تربیت کی طرف متوجّہ نہ ہوگی - تو خود اپنی ذاتی غرض کو اور خود اپنی اولاد کی تربیت کو برباد کرے گی ؀

اے بزرگون - اگر تم یہ بات چاہو کہ تمہاری اولاد ایک پُرفضا باغ کی سیر کرے اُسکے گل - بوٹوں اور سایہ دار درختوں اور لہراتی ہوئی نہروں کا لطف اُٹھاوے - تو تمکو ضرور باغ بنانا پڑے گا - اگر چاہو کہ اپنے گھر میں دوچار گلدستہ رکھکر وہ کیفیت دکھاؤ یہ ممکن نہیں - پس خوب سمجھ لو کہ جو شخص قومی تعلیم و تربیت پر متوجّہ نہ ہوگا وہ درحقیقت اپنا اور اپنی اولاد کا خاص نقصان کرے گا ؀

اِس کا ثبوت تمہاری آنکھوں کے سامنے موجود ہے - تمام ہندوستان کے رئیسوں کی اولاد کو دیکھ لو - ہر ایک شخص نے بقدر اپنی ہمّت کے اپنی اولاد کی تربیت پر کوشش کی ہوگی - مگر کسی ایک گھرانے کی بھی اولاد کو بتاؤ جس نے عمدہ تعلیم و تربیت پائی ہو - اسکا سبب صرف یہی ہے کہ قومی تعلیم نہ تھی ؀

اے صاحبون - تعلیم و تربیت کی مثال کُمہار کے آوے کی سی ہے کہ جبتک تمام کچّے برتن بہ ترتیب ایک جگہ نہیں چُنے جاتے - اور ایک قاعدہ دان کُمہار کے ہاتھ سے نہیں پکائے جاتے کبھی نہیں پکتے - پھر اگر تم چاہو کہ ایک ہانڈی کو آوے میں رکھکر پکا لو وہ ہرگز درستی سے نہیں پک سکتی - تم خیال کرو کہ جناب ملکہ معظمہ وکٹوریا کو کس قدر دولت و حشمت اور سلطنت و اختیار حاصل ہے - اس کے بعد اسمٰعیل پاشا خدیو مصر کو دیکھو - کہ کیا کچھ دولت و حکومت اُن کو حاصل ہے - یہ لوگ بھی اپنی اولاد کی پوری تعلیم اپنے گھر پر نہیں کرسکتے - آپ لوگوں نے سُنا ہوگا کہ حضور پرنس اوف ویلز

فرزند ارجمند ملکہ معظمہ اور ولیعہد ہند و انگلینڈ یونیورسٹی آکسفورڈ کے ایک طالب علم ہیں اور جس زمانہ میں کہ میں لنڈن میں تھا۔ میں نے اپنی آنکھ سے حسن پاشا خدیو مصر کے فرزند کو دیکھا کہ یونیورسٹی آکسفورڈ میں تعلیم پاتے تھے۔ لباس شاہی اور تاج خسروی سے وہ والاقدر شاہزادے طالب علمی کے لباس کو اور طالب علموں کی خاص چوکونیہ سلیپٹ ٹوپی کو جو اُس یونی ورسٹی میں طالب علموں کے لیئے مقرر ہے معزز سمجھتے تھے۔ اب تم یقین کرلو کہ اگر تمام قومی تعلیم قایم کرنے کی فکر نہ کرو گے۔ تو تمہاری قوم بھی برباد ہو جاوے گی۔ اور اس کے ساتھ وہ لوگ بھی نہیں بچنے کے۔ جن کو تم اپنی جان سے بھی زیادہ عزیز سمجھتے ہو ٭

آہ۔ کیا افسوس کی بات ہے کہ تم اپنے عزیز بیٹے کی بسم اللہ میں ہزاروں روپیہ خرچ کردیتے ہو۔ اس خوشی میں کہ ہمارا بیٹا پڑھنا شروع کرنے کے لائق ہوا اور اُس جگہ کے بنانے اور قایم کرنے کی کچھ فکر نہیں کرتے جہاں وہ پڑھے اور تمہاری اس خوشی کو جو قبل از وقوع تم نے اُسکو فرض کرلیا ہے پورا کرے۔ کس قدر افسوس کی بات ہے کہ بغیر بوئے ہم کھیتی کاٹنے کی توقع کرتے ہیں۔ اور اَور زیادہ افسوس یہ ہے کہ اسی غلطی میں پڑے ہیں اور اس کی درستی کی کچھ فکر نہیں کرتے ٭

بے علمی مفلسی کی ماں ہے۔ جس قوم میں علم و ہنر نہیں رہتا وہاں مفلسی آتی ہے اور جب مفلسی آتی ہے تو ہزاروں جرموں کے سرزد ہونے کے باعث ہوتی ہے۔ اب تم اپنی قوم کے حال پر غور کرو کہ یہ بدبخت دن اُن پر آگئے ہیں۔ بڑے بڑے قدیمی خاندان سب گر پڑے ہیں۔ تمام قوم پر مفلسی اور محتاجی اور قرضداری اور ذلت چھاگئی ہے اگر جیلخانوں میں خیال کرو گے تو مسلمانوں کو بلحاظ آبادی اَور قوموں سے بہت زیادہ پاؤ گے ٭

گذشتہ سال میں گورنمنٹ ہند نے مسلمانوں کے حال پر زیادہ توجہ فرمائی تھی اور اُس کی تعمیل پر ہزایکسیلنسی لارڈ ہابرڈ صاحب بہادر گورنر مدراس نے جن کا نام ہمیشہ مسلمانوں میں قابل ادب رہے گا سب سے زیادہ توجہ فرمائی ہے۔ وہ تمام کاغذ میرے پاس موجود ہیں۔ اُن سرکاری کاغذات میں ایک چٹھی ہے جو ڈائرکٹر پبلک انسٹرکشن کے نام لکھی گئی ہے۔ اُس چٹھی میں ترچناپلی کے مسلمانوں کا یہ حال مندرج ہے۔ کہ "خاص مانع ترقی تعلیم مسلمانان ترچناپلی اُن کا خاص افلاس ہے۔ جس میں بہت سے مسلمان مبتلا ہیں۔ گو وہ مفلس ہیں مگر مغرور ہیں۔ جب میں نے مسلمانوں کے

لڑکوں کو بلا فیس اسکول میں داخل کرنا چاہا تو معلوم ہوا کہ کپڑے اُن کے پاس نہیں ہیں - اور بغیر کپڑے پہننے وہ نہیں آسکتے - غریب سے غریب مسلمان ہرگز اپنے لڑکوں کو ویسے آدھے ننگے پن کی حالت میں باہر نہ آنے دیگا - جن میں بڑے دولتمند ہندو اپنے لڑکوں کو مدرسوں میں بھیج دیتے ہیں"۔

اے عزیزو! اب اس سے زیادہ کون سی بدبختی اور بدنصیبی ہے جسکی مُسلمانوں پر آنے کی تم راہ دیکھتے ہو - کیا تمہارا دل اپنی قوم کی یہ خراب حالت دیکھکر جس سے ایمان کانپ جاتا ہے نہیں جلتا - کیا تمکو اپنی قوم پر رحم نہیں آتا؟ کیا محبّت قومی اور حُبّ ایمانی ہماری قوم سے بالکل جاتی رہی - کہ ہم سب اپنے گھروں میں خوش خوش بیٹھتے ہیں - اور اپنی قوم کی بھلائی میں کچھ نہیں کرتے ۔

ترچناپلی کے مُسلمانوں کا جو حال میں نے بیان کیا اگرچہ ہم اپنے غریب محتاج بھائیوں کی غیرت سے نہایت مغرور ہیں - اور وہ غریب مُسلمان جو اپنی عزّت اور شرم کا لحاظ کرتے ہیں - حد سے زیادہ اس کی تعریف کرتے ہیں - اور یقین کرتے ہیں کہ وہ پاک خون جو مسلمانوں کی نسل میں حضرت **ابراھیم خلیل** اللہ سے چلا آتا ہے اُنمیں بھی ہے - مگر اُن کی مصیبت پر دل لرز جاتا ہے - اور ہمکو اپنی زندگی تلخ معلوم ہوتی ہے اور تمام عیش و آرام خاک میں مِل جاتا ہے - اور کون تم میں سے ایسا ہے کہ ایسی دردناک حالت اپنی قوم کی سُنے اور اُس کا دل نہ بھر آوے؟ اے بھائیو - ان تمام واقعات سے مَیں اُن لوگوں کو جو اپنی اولاد کی - اور اپنی قوم کی تربیت کی کچھ پرواہ نہیں کرتے خبردار کئیے دیتا ہوں - کہ دیکھو کیا ہوا - اور سمجھو کہ آیندہ کیا ہوگا - مگر اسی حال کے ساتھ صاحب ڈائرکٹر پبلک انسٹرکشن مدراس نے ایک فقرہ لکھا ہے جس سے وہ تمام فخر جو ہم نے اپنے غریب بھائیوں کی عادت پر ابھی کیا ہے سب برباد ہو جاتا ہے اور درحقیقت ہمکو مہذب اور تربیت یافتہ قوم کے سامنے مونھ دکھانے کو جگہ نہیں رہتی - اور ہمکو اپنی نالائقی و بے غیرتی پر خود شرم آتی ہے - صاحب موصوف لکھتے ہیں - کہ "ہم خوب جانتے ہیں کہ مسلمان بیقاعدہ رسموں میں فضول خرچی کرتے ہیں اور اسقدر فضول خرچ ہوتے ہیں کہ انجام کو مصیبت میں مبتلا ہو جاتے ہیں لیکن اپنے لڑکوں کی تعلیم میں روپیہ خرچ کرنا نہیں چاہتے"۔ اے صاحبو - یہ طعنہ جو ڈائرکٹر صاحب نے ہمکو دیا مَیں دل میں یقین کرتا ہوں کہ بالکل سچ ہے - پس اس طعنہ سے جو ہماری بے عزّتی اور ہماری قوم کی بے عزّتی ظاہر ہوتی ہے اسکا اندازہ تم خود کرسکتے ہو۔

گورنمنٹ مدراس میں جو تحقیقات ہوئی اس سے ایک نہایت قابل افسوس کے حال ظاہر ہوا ہے۔ یعنی گورنمنٹی میں چارسو پچاسی آدمیوں سے جو جوڈیشل اور سررشتہ مال میں معزز عہدوں پر ممتاز ہیں اُن میں صرف اُنیس[۱۹] مسلمان ہیں ٭

بنگالہ میں بھی جس کے مشرقی حصہ میں مُسلمانوں کی آبادی بہ نسبت ہندوؤں کے بہت زیادہ ہے اِسی کے قریب قریب حال ہوگا جو مدراس میں ہے ٭

صاحب ڈائرکٹر پبلک انسٹرکشن اضلاع شمال و مغرب ہمکو بتاتے ہیں کہ ان اضلاع میں یہ حال نہیں ہے مگر ہمکو مسلمانوں کی حالت کا اندازہ صرف گورنمنٹ کی ملازمی پر کرنا نہیں چاہیئے۔ یہ بات کہ گورنمنٹ کی نوکری میں اُسکی رعایا میں سے کس کس قسم کے لوگوں کا ہونا ایک پولٹیکل بات ہے جسپر اور جس کی منفعت خواہ مضرت پر گورنمنٹ کو لحاظ کرنا چاہیئے۔ ہم رعایا کو اس سے چنداں غرض نہیں ہے۔ بلکہ ہمکو اپنی قوم کے حال پر **مجموع من حیث المجموع** خیال کرنا واجب ہے۔ اب تم تمام ہندوستان پر نظر ڈالو۔ اور تمام اُس کے کارخانوں کو نگاہ کے سامنے لاؤ۔ گورنمنٹ کے محکموں کو ہی دیکھو ریل کے محکموں اور کارخانوں کو دیکھو۔ سوداگروں اور بڑی بڑی کمپنیوں کی دوکانوں پر غور کرو۔ تجارت کے کاروبار پر نظر ڈالو اور دیکھو کہ ان تمام کارخانوں میں کسقدر آدمی ملازم ہیں اور پھر خیال کرو کہ اُنمیں مسلمان کسقدر ہیں تو شاید میری وانست میں ہزار میں ایک کی نسبت نکلے گی اِسکا سبب بجز اسکے اَور کچھ نہیں ہے کہ ہم میں خود اِن کاموں کے لایق ہونے کی لیاقت نہیں ہے ٭

اے عزیزو! ہماری قوم کے بعض نیکبخت اور بزرگ دیندار لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ دنیا چند روزہ ہے۔ اگر اسمیں ذلت سے بسر ہوئی تو کیا اور عزت سے بسر ہوئی تو کیا۔ اور اس سبب سے وہ لوگ اپنے معتقدوں کو اُن کاموں کی طرف متوجہ ہونیسے جو دنیاوی عزت و دولت وحشمت سے علاقہ رکھتے ہیں روکتے ہیں۔ اور میں خیال کرتا ہوں کہ اُن لوگوں کا بہت کچھ رعب داب ہماری قوم میں ہے۔ اُن کی یہ زہریلی باتیں ہماری قوم کے دلوں پر بہت کچھ اثر کر جاتی ہیں۔ مگر ذرا غور کرنا چاہیئے۔ جو کچھ وہ کہتے ہیں۔ میں اُسکی حقارت نہیں کرتا۔ مگر میں تمکو یہ دکھاتا ہوں کہ جو ایسا کہتے ہیں وہی زیادہ دنیا کے محتاج ہیں۔ اگر یہ دنیادار نہ ہوں اور نذر و نیاز سے ان بزرگوں کی خبر نہ لیں تو پھر اِیسی نصیحت کرنے والا کوئی بھی نہ دکھائی دے۔ تم غور کرو کہ اسلام کی عزت مُسلمانوں کی حالت سے خیال کی جاتی ہے۔ آپ مسلمان رئیس جو خدا کے فضل سے اس شہر میں موجود ہیں اور جن میں سے بہت سے یہاں تشریف رکھتے

ہیں - اُن کی لیاقت اور اُن کی ثروت سے اسلام کی شوکت کا خیال ہوتا ہے - پس اگر تمام مسلمان مفلس ذلیل اور نان شبینہ کو محتاج ہوجاویں گے تو اسلام کی کیا عزت باقی رہیگی - وہ نیک عالم اور درویش جو اس قسم کی باتیں کہتے ہیں وہ خدا کی طرف ایسے متوجّہ ہیں کہ اُن کو دنیا کی باتوں پر اور عواقب امور پر کچھ خیال نہیں ہے - وہ یہ نہیں سمجھتے کہ اگر مسلمانوں کو دنیاوی علوم اور دنیاوی دولت وحشمت کی عزّت حاصل ہوگی تو اس سے خود اسلام کو کیسی رونق وشوکت ہوجاویگی - پس اگر ہم اس نیّت سے دنیاوی عزت حاصل کرنے پر کوشش کریں تو میری سمجھ میں گوشہ نشینی اور چلہ کشی سے ہزار درجہ بہتر ہے - ایک لطیفہ پر غور کرو جو اس وقت میرے دل میں آیا ہے - کہ دین اور دنیا کا عجیب رشتہ ہے - دین چھوڑنے سے دنیا نہیں جاتی مگر دنیا چھوڑنے سے دین جاتا رہتا ہے - اب تم دیکھ لو کہ دنیا کے معاملات میں جو ہماری حالت خراب ہوگئی ہے دین کے معاملات بھی اس کے سبب سے ابتر ہیں - ہزاروں مسجدیں ٹوٹی پڑی ہیں - صدہا خانقاہیں ویران ہوگئی ہیں - بڑے بڑے نامی عالموں کے گھرانے برباد ہیں - پُرانے کتب خانہ - پُرانے مدرسے نام ونشان کو بھی نہیں رہے - عالم وفاضل تو اَب صرف نام کے رہ گئے ہیں جو پچھلوں کو بھی بدنام کرنیوالے ہیں - پس جب تک کہ ہم دونوں چیزوں کو یعنی دین و دنیا دونوں کو برابر سنبھالے نہ رہینگے ہمکو نہ دین میں کچھ حاصل ہوگا نہ دنیا میں ٭

اے بزرگو! اس بات کی ضرورت پر کہ ہملوگوں کو اپنی قوم کی بہتری پر متوجہ ہونا چاہیئے اور اس بات پر کہ اگر کوئی شخص بلا قومی بھلائی کے صرف اپنی ہی خیر منانی چاہیے تو اُس کی کبھی خیر نہ ہوگی - اگر میں گفتگو کرتا رہوں تو شاید کئی دن گذر جاوینگے اور ختم نہ ہوگی - اور مَیں سمجھتا ہوں کہ یہ ایسی بدیہی بات ہے کہ جس قدر میں نے اسمیں طوالت دی ہے کچھ ضرور نہ تھی - پس اَب میں اِس بات کا یقین کرکر کہ بلاشبہ آپ صاحب قومی بھلائی کی طرف متوجہ ہونے کی ضرورت سمجھتے ہیں - آپ کو اس طرف متوجہ کرنا چاہتا ہوں کہ وہ قومی بھلائی کیونکر ہوسکتی ہے ٭

تمام قوموں نے اور بڑے بڑے دانشمندوں نے اس بات کا قطعی فیصلہ کردیا ہے کہ قومی ترقی قومی تعلیم وتربیت پر منحصر ہے - پس اگر ہم اپنی قوم کی بھلائی چاہتے ہیں تو قومی تعلیم اور قوم کو علم و ہنر سکھانے پر کوشش کریں - مگر افسوس یہ ہے کہ ہم یہ بھی نہیں جانتے کہ اس زمانہ میں علم کیا چیز ہے جس سے قومی ترقی ہوتی ہے - آج تک جو ہم نے جانا اور جو ہمارے بزرگوں نے جانا - علم کی حقیقت کو اسقدر جانا - کہ ایک شے

عقلی ہے جو خیال ہیں اور حافظہ میں رہتی ہے۔ اور نفس کو اس سے بہت مزا اور روح کو خوشی حاصل ہوتی ہے مگر اس زمانہ میں اُسی کو اصلی علم کہتے ہیں جو دیکھنے اور برتنے اور تجربہ میں آوے اور انسان کے لیئے اس کے تمام کاموں میں مفید ہو۔ یہی سبب ہے کہ ہمارے اگلے زمانہ کے عالم فاقہ مرتے تھے اور خیرات کے ٹکڑوں پر اوقات بسر کرتے تھے۔ اور اس زمانہ میں تربیت یافتہ ملکوں کے جو عالم ہیں وہ دولت وحشمت سے مالا مال ہیں اور اُن سے اپنی قوم کی بھلائی و ترقی ہر دم ہوتی جاتی ہے ۔

اگلے زمانہ کے علوم سوائے دینیات کے اور علم طب کے کوئی علم ایسا مروج نہ تھا جو انسان کے برتنے اور اس سے فایدہ اُٹھانے کے لایق ہو۔ اِس زمانہ کے علوم ایسے ہیں کہ جو شخص ان کو سیکھے اُن کو اپنے کام میں لاسکتا ہے اور اس سے فایدہ اُٹھا سکتا ہے۔ جس قدر پیشہ والے ہندوستان میں موجود ہیں اگر وہ حال کے علوم سے واقف ہوں تو وہ خود آپ اپنے پیشہ میں ایسی ترقی کریں جس سے روپیہ کی بھی آمدنی بڑھے اور ہنر و فن کو بھی ترقی ہو۔ پس میری خواہش یہی ہے کہ ہماری قوم میں بھی ایسے علوم کا رواج ہو جو ہماری قوم کی بہتری اور ترقی کے باعث ہوں ۔

ہم رعایا اپنی گورنمنٹ کی نیک نیتی کے دل وجان سے ممنون و شکر گزار ہیں۔ کچھ شبہہ نہیں کہ گورنمنٹ دل سے ہماری تعلیم و تربیت چاہتی ہے۔ اور بیشک اس نے ہندوستان میں جس قدر کوشش اس باب میں کی ہے اور جس قدر روپیہ خرچ کرتی ہے اسکی نظیر دنیا کی تاریخ میں کہیں نہیں ہے۔ باایںہمہ سرکاری تعلیم سے مسلمانوں نے بہت کم فایدہ اُٹھایا ہے۔ چند روز ہوئے کہ حضور ویسرائے لارڈ نارتھ بروک صاحب نے یونی ورسٹی کے لیئے نئے سینٹ ھوس میں سالانہ اجلاس کے وقت یہ فرمایا کہ " ایسا کونسا شخص ہے جس کو اِس بات کے دیکھنے سے افسوس نہ ہوگا کہ آج باستثنار چند شخصوں کے ہماری ہمسر مُسلمان رعایا میں سے کوئی شخص یونی ورسٹی کے اعزاز و اکرام کے عطا میں شریک نہیں ہے " مسلمانوں کی بدنصیبی کے اسباب پر میں اس وقت بحث کرنا نہیں چاہتا۔ کیونکہ اسپر بہت بحث ہو چکی ہے۔ بلکہ مجھکو صرف اس وقت یہ بات دکھانی ہے کہ تمام قابل لوگ اور خود گورنمنٹ اس بات کو قبول کرتی ہے کہ سرکاری تعلیم سے مسلمان رعایا نے بہت کم فایدہ حاصل کیا ہے۔ پس ہمارا مقصد یہ ہے کہ ہم خود مستعد ہو کر اپنی قوم کے لیئے ایسا انتظام کریں اور ایسے وسیلے پیدا کریں جس سے ہماری قوم کے تمام اغراض و مطالب پُورے ہوں اور عام تعلیم بھی مفید علوم کی ہماری

قوم میں پھیلے اور اعلےٰ سے اعلےٰ درجہ کی تعلیم کے لوگ بھی ہماری قوم میں پیدا ہوں ۞

گورنمنٹ نے اپنی نہایت دانائی اور ہوشیاری سے اپنی تعلیم سے مذہبی تعلیم کو بالکل خارج رکھا ہے - اور یہ تدبیر جو گورنمنٹ نے اختیار کی ہے بے انتہا تعریف و توصیف کے لایق ہے - مگر مسلمانوں کے حالات کو دیکھکر یقین ہوتا ہے کہ عام تعلیم کے ساتھ جو مذہبی تعلیم نہیں ہوتی اس سبب سے مسلمان تعلیم کے فوایدحاصل کرنے سے ضرور محروم رہتے ہیں ۞

اسی سالانہ اجلاس میں جس کا میں نے اوپر ذکر کیا حضور عالی **لارڈ نارتھ بروک** صاحب نے یہ بھی فرمایا تھا کہ " اگر اس بات کا لحاظ کیا جاوے کہ اس مُلک میں کس قدر مختلف مذاہب رائج ہیں تو یہاں کے باشندوں کی تعلیم کیواسطے کوئی ایسا انتظام کرنا جس سے وہ سب برابر فاید اُٹھا سکیں - اس انتظام سے بھی زیادہ مشکل معلوم ہوتا ہے جو آجکل **پارلیمنٹ میں ائرلینڈ کی یونیورسٹی کی نسبت پیش ہو رہا ہے** " اور اسی گفتگو میں حضور ممدوح نے یہ بھی فرمایا کہ " میری بڑی خواہش یہ ہے کہ اعلےٰ درجہ کی انگریزی تعلیم ایسے مدارس کے متعلق کیجاوے جن کو گورنمنٹ سے کچھ تعلق نہو - جس ضرورت سے مجبور ہوکر گورنمنٹ نے ہندوستان کی انگریزی تعلیم کو مذہبی تعلیم سے علیحدہ رکھا ہے - میں یقین کرتا ہوں کہ اس کے باعث سے ایسی دقتیں پیش آگئی ہیں جن کا مجھکو دل سے خیال ہے " پس یہ دِقت جو مسلمانوں کی تعلیم میں ہے یہ ایسی دِقت ہے کہ اِسکا دفعہ کرنا گورنمنٹ کی تدابیر مملکت کے لحاظ سے گورنمنٹ کی تدبیر سے غیر ممکن ہے اور جبتک ہم خود مستعد نہونگے اور اپنی قوم کے لیئے ہم خود اپنی خواہشوں کے موافق انتظام تعلیم کا نہ کرینگے یہ دِقت رفع نہ ہوگی - ہاں بیشک ہمکو اپنے اس کام میں گورنمنٹ کو اپنا حامی اور مددگار اور سرپرست بنانا چاہیئے تاکہ ہم اس کی مدد اور اُس کے سایہ عاطفت میں اپنے کاموں کو حسب مراد پورا کریں ۞

آپ صاحبوں کو خوب معلوم ہے کہ مُسلمانوں کا ہندوستان میں بہت بڑا گروہ ہے اور سب کے اغراض مختلف ہیں - کوئی یہ چاہتا ہے کہ میں ایسے علوم و فنون حاصل کروں جس سے گورنمنٹ کے اعلےٰ عہدوں کے حاصل کرنے کے لایق ہوں جو بغیر کامل انگریزی دانی کے غیر ممکن ہوگئے ہیں اور ہوتے جاتے ہیں - کسی کی یہ خواہش ہوگی کہ میں عربی زبان اور مذہبی علوم میں یا قدیم مشرقی علوم میں دستگاہ حاصل کروں - اسیطرح کوئی اُن علوم و فنون کا حاصل کرنا چاہے گا جو تجارت اور پیشہ سے علاقہ رکھتے ہیں - پس ممکن نہیں ہے کہ

گورنمنٹ ہماری ان تمام اغراض کو پورا کر سکے اور اس لیئے خود ہمکو چاہیئے کہ ہم آپ اپنی اغراض کے پورا کرنے پر مستعد و آمادہ ہوں - ان مطالب پر غور کرنے کے لیئے چند سال سے ایک کمیٹی بنائی گئی ہے جس کا نام "کمیٹی خواستگار ترقی تعلیم مسلمانان" ہے - اور اس کمیٹی نے بہت سی تحقیقاتوں اور بہت سی مباحثوں کے بعد یہ تجویز کی ہے کہ خود مسلمان اپنے اہتمام اور انتظام سے مسلمانوں کی تعلیم کے لیئے ایک بہت بڑا دار العلوم بناویں جسکے ماتحت مختلف مقاموں میں مناسب مناسب درجہ کے مدرسہ بھی ہوں اور طریقہ تعلیم و تربیت کا جو ان مدرسوں میں ہو اُسکو خود چند نیکبخت مسلمان مقرر کریں جس سے ہماری قوم کے تمام اغراض پورے ہوں اور علوم مفیدہ کی تعلیم بشمول علم دینیہ کے اسمیں کیجاوے اور جو کہ ہندوستان میں شیعہ اور سُنّی دو فرقہ مسلمانوں کے ہیں اس لیئے دونوں فرقوں کے علوم دینی کی تعلیم بذریعہ علماء ہر ایک فرقہ کے ہوا کرے اور انگریزی اور عربی و فارسی اور اُردو زبانیں ان میں سکھائی جاویں اور چند قدیم زبانیں بھی جو حال کی زبانوں کی جڑ ہیں بطور مناسب تعلیم ہو سکیں - اس تدبیر کو بہت سی مسلمانوں نے پسند کیا اور جو کہ انجام اس تدبیر کا بغیر روپیہ کے ممکن نہیں تھا - اور جب تک کہ تمام ہندوستان کے مسلمان مدد نہ کریں اور اپنی فیاضی سے اس کام کے لیئے روپیہ ندیں یہ کام ہو نہیں سکتا - اس لیئے ایک کمیٹی مقرر کی گئی جو کہ اس کام کے لیئے بذریعہ چندہ روپیہ جمع کرتی ہے - چنانچہ اس وقت تک چھہتّر ہزار پانسو چوبیس (۷۶۵۲۴) روپیہ پانچ آنہ (۵ ر) چھ پائی چندہ ہوا ہے جسکی فہرست میرے ہاتھ میں ہے - اور اس کمیٹی کی کارروائی کے قواعد اور اُس روپیہ کی حفاظت کے قانون اور اُس روپیہ سے منافع اور محاصل حاصل کرنے کے طریقے جو بطور بائی لاز کے بنائے گئے ہیں میز پر موجود ہیں نہایت خوشی کی بات ہے کہ اس تدبیر کو گورنمنٹ نے بھی پسند کیا ہے اور حضور عالیجناب **لارڈ نارتھ بروک** صاحب بہادر نے اپنی فیاضی اور دریا دلی سے دس ہزار روپیہ چندہ اپنی جیب خاص سے اس کام کے لیئے مرحمت فرمایا ہے اور ہمارے ملک کے جناب عالی نواب لفٹنٹ گورنر بہادر **سر ولیم میور** ایل ڈی - کے - سی - ایس - آئی نے بھی اس کام میں چندہ دینے سے مدد کی ہے اور کیسی خوشی کی بات ہے کہ انگلستان کے رئیس و شریف بھی اس میں مدد کرتے ہیں - ایک شریف عالی خاندان میرے دوست جی - **ایم کینڈی** صاحب بہادر نے جو ایڈنبرا واقع **اسکاٹلینڈ** کے شریف و رئیس ہیں اور جن کو کچھ تعلق ہندوستان سے نہیں ہے ہزار روپیہ اس کام کے لیئے مرحمت فرمایا ہے اور اُمید ہے کہ انگلستان کے اور شریف بھی

اس میں مدد کرینگے ؛

علاوہ اس کے بڑی خوشی یہ ہے کہ گورنمنٹ نے بطور ضابطہ سررشتہ کی چھٹیات کے ذریعہ سے اس بات کا وعدہ کیا ہے کہ ان مسلمانی مدارس کے واسطے گورنمنٹ بھی بموجب قواعد گرینٹ ان ایڈ کے روپیہ دینے سے مدد فرماویگی۔ پس اب یہ سب فواید ہمارے ہاتھ کے پاس ہیں بشرطیکہ ہم ذرا کوشش کرکر اور ہاتھ پھیلا اُن کو لے لیں۔ یونیورسٹی کے سالانہ اجلاس میں جس کا میں نے ابھی ذکر کیا ہے حضور عالی جناب لارڈ نارتھ بروک نے یہ بھی فرمایا تھا کہ "گورنمنٹ اور یونی ورسٹی کی مجلس سینٹ اس امر پر غور کررہی ہے کہ یونی ورسٹی کا طریقہ تعلیم کس تدبیر سے ہندوستان کی مسلمان رعایا کے موافق ہوسکتا ہے اور ممکن ہے کہ جو تدبیریں ہندوستان کے بعض مقامات میں کی گئی ہیں ان میں سے بعض ایسی ہوں جن کے ذریعہ سے یہ حاجت بخوبی رفع ہوجاوے گی اور ہمارے اس ہمسر اور معتمد علیہ فرقہ اور ہمارے سررشتہ تعلیم کے باہم اتفاق اور اتحاد زیادہ ہوجاوے گا" ؛

اگرچہ میں نہیں کہہ سکتا کہ حضور ویسرائے نے یہ اشارہ کن تدبیروں کی نسبت کیا ہے۔ شاید اُن تدبیروں کی نسبت جو پریسیڈنسی مدارس میں ہورہی ہیں۔ مگر میں یقین کرتا ہوں کہ ہماری یہ تدبیر بھی منجملہ اُنھیں تدبیروں کے ہے جس سے وہ نتیجہ جس کی توقع حضور عالی جناب لارڈ نارتھ بروک صاحب نے کی ہے ضرور بالضرور حاصل ہوگا ؛

اب میں نے آپ صاحبوں کو بہت تکلیف دی اور اس سے زیادہ تکلیف دینا نہیں چاہتا مگر چند اَور کلموں کے عرض کرنے کی جو غالباً ضروری ہیں اجازت چاہتا ہوں جب سے ہماری کمیٹی نے مسلمانوں کے لیئے مدرستہ العلوم مقرر کرنے کی تجویز کی ہے اس وقت سے اکثر لوگوں نے مسلمانوں کے لیئے معمولی مدرسہ قایم کیئے ہیں اور اس بات کے دریافت ہونے سے بھی میں خوش ہوا کہ اس شہر عظیم آباد میں بھی اس قسم کا ایک مدرسہ قایم ہوا ہے۔ میں کسی طرح ان مدرسوں کے برخلاف نہیں ہوں۔ کیونکہ غالباً ان میں دینیات زیادہ پڑھایا جاوے گا جو فایدہ سے خالی نہیں۔ مگر مجھ کو شبہ ہے اور ان کے بانیوں کا جو خیال ان مدرسوں کے قایم کرنے میں ہے شاید اس میں کچھ غلطی ہے۔ اگر ان لوگوں نے ان مدرسوں کو خاص اپنے نفع اور خاص اپنے ثواب آخرت کے لیئے قایم کیا ہے۔ تو میں اس بات کو قبول کرتا ہوں اور اُن کے اس خیال کو صحیح تسلیم کرتا ہوں۔ اور اسکے ساتھ یہ بھی کہتا ہوں یہ مدرسے اپنی خاص غرض کے لیئے قایم کیئے گئے ہیں نہ قومی بھلائی کو

بہبودی کے خیال سے اور اس لیئے ان کے بانیوں سے یہ درخواست کرتا ہوں کہ وہ یہ نہ
تصور فرماویں کہ وہ اپنی قوم کی بھلائی کرنے کی غرض سے ادا ہو گئے بلکہ یقیناً جاننا چاہیئے کہ
ان کو اپنی قومی بھلائی کے لیئے ابھی بہت کچھ کرنا ہے - اور اگر اُن کا یہ خیال ہو کہ یہ مدرسے
ہم نے اپنی قومی بھلائی اور قومی ترقی کے لیئے قایم کیئے ہیں تو اس میں مجھے کلام ہے - اور
میں صاف صاف بیان کرتا ہوں کہ ان مدرسوں میں گو کہ علاوہ دینیات کے دنیاوی قدیم
علوم بھی مثل منطق و فلسفہ وغیرہ پڑھائے جاویں مگر اُن سے قومی ترقی کی کچھ توقع نہیں
ہے - کیونکہ جب تک ہماری قوم علوم و فنون جدیدہ سے جو اَب رائج اور بکار آمد ہیں واقف
نہ ہوگی اُس وقت تک ترقی قومی ممکن نہیں ہے - اس زمانہ کے مفید علوم و فنون کو اپنی
قوم میں مروّج کرنے کے لیئے بہت سا روپیہ اور بہت بڑا سامان درکار ہے اور ان علوم و
فنون کی کتابوں کا اپنی قوم کی زبان میں موجود کرنا سب سے مقدم ہے - اور پھر ان سب
باتوں کے لیئے نہایت تدبیر اور دانشمندی اور دُور اندیشی درکار ہے - اور یہ سب باتیں
اُسی حال میں ہو سکتی ہیں جبکہ ہم سب ایک دل ہو کر اس کام کے پورے کرنے پر روپیہ سے
محنت سے - عقل سے - تدبیر سے کوشش کریں - اور صرف ان فارسی عربی کے چھوٹے
چھوٹے مدرسوں کے مقرر کرنے سے یہ مقاصد کسی طرح حاصل نہیں ہو سکتے ؛

اے صاحبان - ہمارے ہندوستان کے رئیسوں نے بھی اپنی فیاضی اور دریا دلی
کی بہت سی مثالیں دنیا میں چھوڑی ہیں اور انگلستان کے امیروں اور رئیسوں کی فیاضی
کی بھی بہت سی مثالیں ہیں - ہندوستان کے رئیسوں کی فیاضی کی مثالیں زیادہ تر یہ ہیں
ہیں کہ فلاں امیر نے اپنے بیٹے کی شادی میں اس قدر روپیہ خرچ کیا تھا - اس نے اپنے
عیش و آرام کے لیئے نہایت عمدہ محل بنایا تھا جس کی ٹوٹی پھوٹی دیواروں کا نشان ابھی
موجود ہے اور بختاور خاں کی حویلی اور خلیل خاں والی باری کے نام سے مشہور ہے - اسکے
سوا اَور بھی ان کی فیاضیاں مشہور ہیں جن کی تشریح کرنے سے مجھے شرم آتی ہے انگلستان
کے امیروں کی فیاضی کی زیادہ تر مثالیں اس میں ہیں کہ فلاں امیر نے اپنا کُل سرمایہ قومی تعلیم
کے لیئے وقف کر دیا - فلاں مدرسہ اُس امیر نے قایم کیا - وہ شفا خانہ اُس امیر کا بنایا
ہوا ہے - فلاں علم کی ترقی کے لیئے فلاں امیر نے اتنے لاکھ روپیہ دیدیا - یقینی آپ لوگوں نے
جان میور صاحب ہمارے لفٹنٹ گورنر صاحب کے بھائی کا نام سُنا ہوگا
میں نے سُنا ہے کہ اُنھوں نے یہ بات دیکھکر کہ جرمن والوں نے سنسکرت زبان میں
انگلستان والوں سے زیادہ ترقی کی ہے اپنا کُل سرمایہ اپنی قوم میں سنسکرت زبان کی

ترقی کے لیئے وقف کردیا ہے۔ دوتین ہفتے ہوئے کہ میں نے ایک اخبار میں دیکھا کہ پروفیسر **جان ٹنڈیل صاحب** نے امریکہ کے مختلف مقامات میں علمی مضامین پر ۳۵ پینتیس لکچر دیئے۔ اٹھتّر ہزار نوسو پچھتّر (۷۸۹۷۵) روپیہ ان لکچروں کے ذریعہ سے کمایا اور اِس عزیب عالم نے وہ کُل روپیہ اپنے ملک کی علمی ترقی کے لیئے وقف کردیا۔ پس آپ دیکھیں کہ اَور مُلکوں کے لوگ کس طرح اپنی قومی بھلائی اور ترقی میں کوشش کرتے ہیں ؛

اے رئیسان عظیم آباد پٹنہ۔ آپ بھی ہماری قوم میں رئیس اور ہماری قوم کے سردار ہیں اور آپ سے میری یہ خواہش ہے کہ اپنی قوم کی بھلائی میں کوشش کیجئے اور اپنے بھائیوں جاں بلب رسیدہ آب از سرگذشتہ کی دستگیری فرمائیے۔ اور یہ تدبیر جو قومی ترقی کی کی گئی ہے اور جس کے پورا ہونے کو دس لاکھ روپیہ کی حاجت ہے جس قدر آپ سے ہوسکے آپ بھی مدد فرمائیے ؛

۱۰

لکچر "رسم و رواج" پر جو ۳ - نومبر ۱۸۷۳ء کو مرزاپور انسٹیٹیوٹ میں دیا گیا

جسکو انگریزی میں مینر اور کسٹم کہتے ہیں - رسم اُسکا نام ہے جو ہماری پُرکھوں سے ہوتا چلا آیا ہے گو کہ ہمکو یہ بھی نہ معلوم رہا ہو کہ وہ کیوں ہوتا تھا - اور اُس سے کیا فایدہ ہے ❖

رواج اُس کا نام ہے جسکو سب لوگ کرتے ہوں یا کرنے لگیں - اور اُسکے کرنے کو لوگ کچھ عیب نہ سمجھیں - پس ہو سکتا ہے کہ ایک زمانہ میں کوئی کام عیب گنا جاتا ہو مگر جب وہ رواج پا جاوے تو لوگوں کی آنکھ میں کچھ عیب نہ رہے ❖

انگریزی مصنّفوں نے کسٹم یعنی رسم کی تعریف زیادہ وضاحت سے بیان کی ہے - وہ کہتے ہیں کہ ایک کام کا ہمیشہ بار بار کرتے رہنا یا کسی کام پر مدتوں سے بطور قانون کے عملدرآمد چلا آنا رسم کہلاتا ہے - رسم ہمیشہ ایک بن لکھا قانون ہوتا ہے جس پر سب لوگ مدت سے اتفاق کرتے چلے آتے ہیں اور اس لیئے وہ رسم بطور ایک قانون کے سند ہو جاتی ہے ❖

سر والٹر ریلی نے نہایت عُمدہ بات کہی ہے کہ رسم اور رواج میں وہ فرق ہے جو سبب اور نتیجہ میں ہے کیونکہ جب کسی کام کا رواج مدت تک رہتا ہے تو وہ بطور ایک قانون کے لوگوں میں پھیل جاتا ہے اور آخر کو یہ نتیجہ ہوتا ہے کہ وہ ایک رسم ہو جاتی ہے ❖

عادت میں اور رسم میں ایک نہایت باریک تفاوت ہے - عادت خود ہماری طبیعت کا ایک اصول ہے جو خود ہم میں سے پیدا ہوا ہے اور جو بالطبع اور بے تکلف ہمکو کسی کام کے بار بار کرنے کو کہتا ہے - رسم ایک اصول ہے جو باہر سے ہم میں آیا ہے جس کے سبب سے ہم کسی کام کو بار بار کرتے ہیں - مگر اکثر ایسا ہوتا ہے کہ ایک کو دوسرے سے مدد ملتی ہے مثلاً دان - پُن - خیرات و زکوٰۃ دینے کی رسم سے فیاضی کی عادت پیدا ہوتی ہے - اور پوجا کرنے اور نماز پڑھنے کی رسم سے مندروں میں اور گرجاؤں میں اور مسجدوں میں جانے کی عادت ہو جاتی ہے ❖

لفظ کسٹم یعنی رسم کا علم قانون میں بھی آتا ہے اور مقنن اس کے یہ معنی بتاتے ہیں کہ "رسم ایک ایسا قانون ہے جو کبھی تحریر میں نہیں آتا۔ مگر مدتوں سے اور عام لوگوں کی رضامندی سے جاری ہے" رسم و رواج ایک بڑا حصہ ملکی قوانین کا ہوتا ہے۔ اس کا وجود ہر ایک ملک اور ہر ایک عملداری میں پایا جاتا ہے۔ انگلستان میں جو قوانین کہ کامن لا کہلاتے ہیں وہ حقیقت میں وہی بن لکھے قوانین ملکی رسم و رواج کے ہیں بڑے بڑے قانون دانوں نے کامن لا کے یہی معنی بیان کیئے ہیں کہ "انگلستان کا قدیمی رواجی قانون" پس ہمارے ہندوستان میں جو رسم و رواج ہے وہ ہمارے ملک کا کامن لا ہے۔ انگلستان میں تین قسم کے قانون جاری ہیں۔ ایک کامن لا یعنی رسم رواج کا بن لکھا قانون۔ دوسرا اسٹیٹوٹ لا یعنی قوانین تحریری جن کو واضع قوانین نے بنایا اور گورنمنٹ نے ان کو جاری کیا۔ تیسرا ایکیوٹی یعنی قدرتی انصاف کا قانون مگر ان تینوں قسموں کے قانونوں میں تھوڑا سا فرق ہے۔ تحریری قانون سے رواجی قانون یعنی کامن لا منسوخ ہو جاتا ہے۔ اگر ان دونوں میں مخالفت ہو لیکن اگر ایکیوٹی یعنی انصافی قانون کے قاعدے اس کے برخلاف ہوں تو کامن لا یعنی رواجی قانون بحال رہتا ہے۔ اگرچہ میری رائے میں ایسا ہونا انسان کے لیئے نہایت افسوس کی بات ہے کیونکہ ایسی حالت میں رواج کے نیچے قدرتی انصاف دب جاتا ہے مگر تمام مقننوں کی رائے ہے کہ کامن لا یعنی رواجی قانون ایسا ہو جو تحریر میں نہ آیا ہو اور اُس کے قاعدے زبانی روایتوں پر چلے آتے ہوں۔ مگر رسم و رواج کو قانونی رتبہ حاصل ہونے کے لیئے اتنا پُرانا ہونا ضرور ہے کہ اس کے برخلاف ہونا لوگوں کی یاد سے باہر ہو ٭

یہ نہ سمجھنا چاہیئے کہ کامن لا کے لیئے کچھ تحریری کتابیں نہیں ہوتیں بلکہ کامن لا پر نہایت بڑی بڑی کتابیں بہت بڑے لایق اور قابل اور واقفکار عالموں نے لکھی ہیں فرق یہ ہے کہ کامن لا پہلے جاری ہوتا ہے اور پھیل جاتا ہے اور اُسکے بعد وہ ضبط تحریر میں آتا ہے یا اسپر کتابیں لکھی جاتی ہیں اور تحریری قانون اول تحریر میں آتا ہے اور اُسکے بعد جاری ہوتا ہے اور پھیل جاتا ہے ٭

نازک بحث اس مقام پر یہ ہے کہ مذہبی قانون کس میں داخل ہے۔ تحریری قانون میں یا رواجی قانون میں۔ میں اِس بات میں کسی مصنّف کی رائے سے واقف نہیں ہوں مگر میں مذہبی قوانین کو پچھلی قسم میں سمجھتا ہوں۔ کوئی مذہبی قانون یہاں تک کہ موسیٰ کے دس حکم بھی ایسے نہیں ہیں جن کا رواج قبل اُن کے لکھے جانے کے نہ ہو چکا ہو یا نئی مذہب

تو کہ وہ خدا ہی کی طرف سے آیا ہو وعظ و نصیحت سے ایک بات کا رواج ہو جاتا ہے تو بہت
آہستہ آہستہ اُس کے گروہ معتقدین میں رواج پا جاتی ہے اور جبکہ اسپر ایک عرصہ گذر جاتا
ہے تو وہ بمنزلہ قانون مذہبی کے یعنی ایسی رسم کے جو ایک مذہب کی بنا پر جاری ہوئی ہو
مستند ہو جاتی ہے - پرانے مذہب کے لوگوں میں بہت مذہبی رسمیں انسان کی یاد سے
پہلے سے جاری ہیں وہ نہیں جانتے کہ وہ کیوں جاری ہوئی تھیں اور اُن سے کیا فائدہ
ہے اور اب ہم کیوں ان کو کرتے ہیں - پس وہ تمام باتیں بجز اس کے کہ رسم و رواج
میں داخل ہوں اور کسی میں داخل نہیں ہو سکتیں - میری رائے ہے کہ مذہب بھی
رسم و رواج پیدا ہونے کا ایک سبب ہوتا ہے مگر جبتک کہ اُسکے مسائل بطور رسم کے
جاری نہ ہو جاویں رسم و رواج سے زیادہ قوت نہیں رکھتا - اکثر قوموں میں بلکہ دنیا کی کل
قوموں میں بہت سی ایسی رسمیں پائی جاویں گی جو درحقیقت اُن کے مذہب کے برخلاف
ہیں مگر ان رسموں نے اُن کے دلوں میں ایسی مضبوط جڑ پکڑ لی ہے کہ مذہب کی نہایت
زبردست اور طاقتور کل بھی اُس کے اکھاڑنے سے عاجز ہو گئی ہے - رسم و رواج کی
حکومت انسانوں کے دلوں میں نہایت قوی اور سب سے زیادہ مستحکم ہوتی ہے -
ہر شخص غلام سے زیادہ اس کی تابعداری کرتا ہے - آقا کو اپنے غلام کی بھی کبھی
نافرمانی کرنے کا اندیشہ ہوتا ہے - مگر رسم و رواج کو اپنے غلاموں کی نسبت نافرمانی کا
کبھی اندیشہ نہیں ہوتا ؛

تعجب یہ ہے کہ جاہل اور عالم - نادان اور عقلمند سب برابر اسکی غلامی کرتے ہیں
اچھا قابل اور لائق آدمی جو فلاسفی اور حکمت کے باریک باریک مسئلے حل کرتا ہے - جب
ان باتوں تک پہونچتا ہے جن کا رسم و رواج مدت سے چلا آتا ہے تو تمام اپنی قابلیت
اور عقل و تمیز کو بھول جاتا ہے اور محض نادان شخص کی مانند اس کے آگے سر جھکا لیتا
ہے - کسقدر تعجب آتا ہے جبکہ ہم یہ دیکھتے ہیں کہ سقراط سا شخص جس نے اپنی
قوم کے رفارم کرنے میں اپنی جان تک دی زہر کے پیالہ کا اپنی جان پر اثر پاتا ہے اور اپنی
زندگی کو چند لمحہ سے زیادہ نہیں سمجھتا اس وقت اپنے پیارے دوست کریٹو کو وصیت
کرتا ہے کہ وہ اسکی منت کو جو اسکولیپیس دیوتا پر مرغی چڑھانے کی تھی پوری کرے
اس واقعہ سے ہم سمجھ سکتے ہیں کہ رسم و رواج کا انسان کے دلوں پر اور سقراط کے سے
دل پر بھی جس کے دل کو گویا خدا نے بیشمار تجربہ سے بنا لیا تھا کیسا کچھ قوی اثر ہوتا ہے
پس یہ بات بلا تامل تسلیم کرنے کے لائق ہے کہ جو رسم مذہبی سمجھی جاتی ہے اُسکا خیال ہوتا ہے

ہوتی ہے اسکا اثر انسانوں کے دلوں پر بہ نسبت اُن رسموں کے جو اَور طرح پر قایم ہوئی ہوں بہت زیادہ سخت اور نہایت قوی ہوتا ہے ٭

اس میرے بیان سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ رسم و رواج کا تعلق مذہب اور حکومت اور معاشرت سب سے برابر ہے مگر میں اپنے اس لکچر میں اس بات سے کچھ بحث نہیں کرنے کا کہ جو رسمیں دنیا کی قوموں میں جاری ہیں ان میں سے کون سی اچھی ہیں اور کون سی بُری ہیں - بلکہ میں اس بات پر بحث کروں گا کہ رسومات معینہ میں خواہ وہ مذہب سے علاقہ رکھتی ہوں یا حکومت و معاشرت سے - اصلاح اور ترقی کی ضرورت ہے یا نہیں اور اگر ہے تو وہ کیونکر ہو سکتی ہے ٭

جو لوگ مذہبی رسومات کے پابند ہیں وہ یہ سمجھتے ہیں کہ یہی رسمیں سچائی اور انسان کی بھلائی کے لیئے نہایت اعلے درجہ کمال پر ہیں اور اُن سے زیادہ ترقی کرنا ممکن نہیں یہانتک کہ اگر کوئی شخص ان میں ترقی یا اصلاح کرنی چاہے " گو کہ وہ اُسی مذہب کی سند پر کرتا ہو جس مذہب کی وہ رسمیں ہیں " تو اُس کو کافر اور مذہب سے خارج قرار دینگے - اسکا ٹھکانا بجز جہنم کے اَور کہیں نہیں بتلا دینگے - مگر ہماری تسلی کو صرف یہی بات کافی نہیں ہے کیونکہ ابتک ایک نہایت ضروری بات پر خیال نہیں کیا گیا ہے اور وہ یہ ہے کہ اُن رسومات مذہبی کا اثر ہمارے دل پر درحقیقت اُن کی سچائی کا سبب ہے یا ہماری عادت کا جس کی ہمکو اپنی بچپن سے عادت پڑ گئی ہے ٭

رسم جو حکومت سے متعلق ہے اُسپر پابند رہنے کے لیئے بڑے بڑے مشہور مقنن اور عالم طرفدار ہیں - ٹیسی ٹس مورخ کا قول ہے کہ " جس سلطنت میں زیادہ قانون ہوتے ہیں اُس میں اُتنی ہی زیادہ بُرائی ہوتی ہے " میں سمجھتا ہوں کہ غالباً میرے مُلک کے لوگوں کی بھی یہی رائے ہے - وہ سمجھتے ہیں کہ ہمارا ہندوستان قانون کے بوجھ کے تلے دبا چلا جاتا ہے اور اسی سبب سے اس میں روز بروز پیچیدہ حالات پیدا ہوتے جاتے ہیں - اَوَدھ کے رہنے والوں نے جو اَوَدھ کے شمال مغربی اضلاع میں شامل ہونے سے اپنی زیادہ نفرت ظاہر کی غالباً اسکا سبب غالب یہی تھا کہ بہ نسبت حال کے اُن کا مُلک قانون کے بوجھ میں زیادہ دب جاوے گا - غالباً ہندوستان کی راجواڑی اور ہندوستانی عملداریوں کو اس لیئے زیادہ عُمدہ سمجھتے ہوں گے کہ وہاں کی حکومتیں صرف دیرینہ قدیم رسوم پر چلتی ہیں اور تمام جھگڑوں کا فیصلہ رسم و رسم کی پابندی سے ایک عامل کی رائے پر ہو جاتا ہے ٭

رسم و رواج کے طرفداروں کے لیئے رومیوں کی حکومت ایک بہت بڑی مثال گنی جاتی ہے جن کی حکومت میں تمام کام " خواہ وہ عام لوگوں سے متعلق ہوتے تھے خواہ لوگوں کے ذاتی کاموں سے خواہ عدالت کے فیصلوں سے " باپ دادا کی رسم پر مبنی ہوتے تھے یہانتک مجرموں کو سزا دیتے وقت جس طرح کہ ہم پینل کوڈ کی دفعہ کا حوالہ دیکر سزا دیتے ہیں وہ اپنے باپ دادا کی رسم کا حوالہ دیکر سزا دیتے تھے ؛

" سیباهٹ " رومی مورخ لکھتا ہے کہ " ٹارکوئین کو جلاوطن کرنے کے حکم میں یہ لکھا گیا تھا کہ " ایک رسم کے تبدیل کے سبب جلاوطن کیا گیا " " مرجل مصنف بھی رسم و رواج کا طرفدار ہے - اور کریسٹم کا قول ہے - کہ " وہ قوم غلامی کی حالت میں ہے جسپر قانون حکومت کرتا ہے اور آزاد قوم وہ ہے جسپر رسم و رواج کی حکومت ہوتی ہے " گولڈ اسمتھ لکھتے ہیں کہ رسم و رواج درحقیقت اپنے باپ دادا کے حکموں کو ورثہ کے طور پر لینا ہے جسپر خود بھی لوگ چلتے ہیں اور نہایت خوشی و رضامندی سے اسکو مانتے ہیں اس لیئے ملکی رسم و رواج کا جاری رہنا قومی آزادی کا نشان ہے اور جو کہ رسمیں اس ملک کے معزز و قابل ادب بزرگوں سے چلی آتی ہیں اسلیئے ان سے آیندہ کو قومی آزادی کے محفوظ رہنے کو بڑی مدد ملتی ہے - مگر مفتوحہ ملک کا حال اس کے برخلاف ہوتا ہے کیونکہ وہاں کی رعایا جو بسبب مفتوح ہونے کے غلاموں کی مانند ہوتی ہے اسکو ایسے رتبوں کا دعوی نہیں پہنچتا اس لیئے کہ مغلوب ہونے کی ذلت نے ان کے بہادر اور نامور باپ دادا کے آزاد کاموں کے محفوظ رکھنے کا حق بالکل کھو دیا ہے اور اس حق کو فتحمند قوم نے اپنی قوت و جرأت سے لے لیا ہے ؛

فتحمندی کو ہمیشہ قوانین کے جاری کرنے اور وہاں کی رعایا کو بغرض قدیمی رسم کے قانون کے پابند رہنے سے مضبوط کرنا چاہیئے تاکہ وہ قانون ہر گھڑی ان کو یاد دلاتے رہیں کہ وہ فتح کرنیوالوں کے غلام ہیں - گولڈ اسمتھ صاحب کی یہ رائے ہے کہ ایسی مضبوط رعایا پر (جن کے ہاں ان کے معزز باپ دادا کی پرانی رسمیں جاری ہوں جو ہر دم ان کو مفتوحہ ہونے کی ذلت سے اٹھانا چاہتے ہیں اور آزادی اور بغاوت کی ترغیب دیتے ہیں) کسی طرح وفاداری و خیرخواہی کا اعتماد نہیں ہو سکتا - وہ لکھتے ہیں کہ شاید یہی سبب تھا جو رومن ریپلکن رسم و رواج کی نہایت عزت کرتے تھے - اور نئے قوانین کے جاری کرنے میں نہایت تامل کرتے تھے اور اسی سبب سے ان کی سلطنت بہت دنوں تک رہی اور تمام دنیا میں بے انتہا نیکیوں کا نمونہ ہوئی - وہ یہ بھی لکھتے ہیں کہ قوانین کا

فایدہ اُن کے ماننے اور اُن کے اوپر عمل کرنے پر منحصر ہے۔ پس رسم و رواج کے قانون اُن کے بانیوں کی عزّت کے سبب از خود معزز ہوتے ہیں اور تمام لوگ ان بانیوں کی نیکی او انتظام کی نقل کرنے میں ہمیشہ مشغول رہتے ہیں اسی سبب سے رومن لوگ اپنے باپ دادا کی یادگاری مذہبی طور پر کیا کرتے تھے اور مدتوں تک اسی طرح عملدرآمد کرنے سے اُن کے ہاں کی معزز و قابل ادب رسموں کی گردن پر نئے نئے قوانین کی موٹی موٹی اور بھاری بھاری جلدیں سوار نہ ہوئی تھیں ؎

مَیں سمجھتا ہوں کہ میرے ہندوستانی بھائی **گولڈ اسمتھ** کے اس فقرہ کو سنکر بہت خوش ہوئے ہوں گے اور اُن کے دل میں اس بات کا خیال گذرا ہو گا کہ ہندوستان کی حکومت بھی اسی رومی اصول پر ہونی چاہیئے۔ مگر مَیں چاہتا ہوں کہ وہ ابھی تھوڑا سا صبر کریں کہ مجھے ابھی کچھ اَور کہنا ہے ؎

گولڈ اسمتھ رسم و رواج کی طرفداری کرتے ہیں اور لکھتے ہیں کہ قومی رسموں نے بسبب اپنے پُرانی اور سیدھی سادھی اور مختصر ہونے کے ایک نہایت بزرگ اور ہمیشہ قایم رہنے والی صورت پیدا کر لی ہے جس کی دل میں بڑی عزّت بیٹھ گئی ہے۔ مگر نئے قانون جو بڑی بڑی جلدوں میں لکھے جاتے ہیں وہ لوگوں کو گھبرا دیتے ہیں اور ہمیشہ ادل بدل ہوتے رہتے ہیں جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ آدمی ان کو بھول جاتے ہیں اور اُن کو حقیر سمجھتے ہیں۔ وہ خیال کرتے ہیں کہ جو کام انسان کرتا ہے اس میں ضرور بڑی بڑی غلطیاں ہوتی ہیں اور اس لیئے ضرور ہے کہ ان قانونوں میں بھی کچھ غلطیاں اور نقصان ہوں۔ اور پھر وہ غلطیاں اور نقصان جلد معلوم بھی ہو جاتے ہیں اور ایک جز میں نقصان ثابت ہونے سے تمام قوانین حقارت کے قابل ہو جاتے ہیں۔ رسومات جو قدیم سے چلی آتی ہیں شاید اُن میں بھی کچھ نقصان ہوں مگر لوگ ان نقصانوں پر کچھ لحاظ نہیں کرتے بلکہ اُنکی حمایت میں ایک دوستانہ تعصب برتتے ہیں ؎

فرض کرو کہ ایک قانون نہایت انصاف سے بھرا ہوا ہے اور ضروری بھی ہے اور اُس کے برخلاف کوئی دلیل بھی نہیں ہے تو بھی لوگ اس قانون کی عزّت نہیں کرتے مگر رسم و رواج کے برتنے میں وہ بالکل اندھے ہو جاتے ہیں اور اسکی غلطیوں کو خود دیکھتے اور سمجھتے ہیں اور کچھ نہیں کہتے بلکہ یہ یقین رکھتے ہیں کہ ہمارے عقلمند اور دُور اندیش باپ دادوں نے جو کچھ کیا ہے وہ سمجھکر کیا ہے اور کوئی نہ کوئی اسکا سبب ہو گا۔ اگرچہ اب ہم اب اس کا سبب نہیں جانتے مگر جو فایدہ کہ اس رسم کے مقرر کرنے سے تھے

اس رسم کے کرتے رہنے سے برابر ہمکو ملتے رہتے ہیں۔ گو کہ ہم نہیں جانتے کہ وہ کیا فایدے تھے اور کیونکر ہمکو ملتے ہیں +

ایک اَور رومی قانون دان سب سے بڑھکر ایک بات کہتا ہے۔ اُس کا قول ہے کہ جو رسمیں ہمارے باپ دادا نے مقرر کی ہیں ان کا سبب ہم نہیں بتا سکتے۔ مگر ہمکو اتنا سبب تلاش کرنا نہیں چاہیئے۔ ورنہ جس بات کی خوبی پر ہمکو کامل یقین ہے اس میں شک پڑ جاوے گا +

یہ وہ دلیلیں ہیں جو رسم و رواج کے طرفداروں نے نہایت مضبوط سمجھکر بیان کی ہیں۔ مگر یہ نہ سمجھنا کہ اسکی مخالفت کسی نے نہیں کی ہے۔ مانیٹرک مشہور رومی مصنّف اس رائے کے بالکل برخلاف ہے۔ اُسکا قول ہے کہ "جس قوم میں جسقدر زیادہ تحریری قانون ہوتے ہیں وہ اُتنی ہی زیادہ آزاد ہوتی ہے۔ اُس نے پرشیا کے بادشاہ کو نہایت حقارت سے دیکھا ہے جس نے اپنے ملک کے تحریری قوانین بہت گھٹا دیئے تھے" بعضوں کا قول ہے کہ "اس سے زیادہ کون ملک نفرت اور حقارت کے قابل ہے جہاں کی حکومت صرف وہاں کے رسم و رواج کے مطابق ہوتی ہے اور کوئی تحریری عمدہ قانون جاری نہیں ہے اور گورنمنٹ اور اُس کی رعایا کے حقوق کی کوئی حد نہیں ہے" میں رسم و رواج کی پابندی کا طرفدار نہیں ہوں۔ کچھ تھوڑی دیر کے بعد میں آپ صاحبوں کو بتلاؤں گا کہ اُن رایوں میں کسقدر غلطی ہے اور مانیٹرک کا قول کیسا ادب کے لایق ہے +

رسم و رواج کا تعلق جہاں تک کہ مذہب اور حکومت سے تھا اسکا بیان ہو چکا اور معاشرت سے جو اسکا تعلق ہے اُسکا بیان باقی ہے مگر میں زیادہ اسکی تشریح کی ضرورت نہیں سمجھتا۔ کیونکہ کوئی قوم بلکہ کوئی خاندان ایسا نہیں ہے جس میں درباب معاشرت ہزارہا اور عجیب عجیب رسمیں جاری نہ ہوں۔ یہاں تک کہ سوئیٹزرلنڈ ملک میں بھی ہزاروں لغو رسمیں جاری ہیں جبکہ انسانوں کے مزاج میں وحشت کم ہوئی اور جانوروں کی طرح جنگل میں رہنے اور خانہ بدوش پڑے پھرنے اور جانوروں کے شکار سے پیٹ بھر لینے اور اُنھی کی کھال پہن لینے کے بدلے اُنھوں نے تمدن اختیار کیا اور آپسمیں مِل جُل کر رہنے لگے اور معاشرت کی حالت پیدا ہونے لگی اسی کے ساتھ رسم و رواج نے بھی ظہور پایا۔ گویا تمدن و معاشرت رسم و رواج پیدا ہونے کا سبب ہے اور پچھلا پہلے کا نتیجہ ہے۔ مگر ان کے قایم ہونے کے اَور بھی سبب ہو گئے ہیں +

ملک کی خاصیت مختلف ملکوں کے لوگوں کی مختلف ضرورت قوموں کی طبیعتوں کا اختلاف ان کے مزوں کا تفاوت جسکو انگریزی میں ٹیسٹ کہتے ہیں اُن کے اعضا کی دماغ کی بناوٹ جس سے اعلے یا ادنے درجہ کے طبعی خیالات پیدا ہوتے ہیں اور اخیر کو علم و ہنر کی ترقی ۔

رسم و رواج کا تبدیل کرنا اور ان کو ترقی دینا انسانی سوسائٹی کے لیئے ایسا ہی ضرور ہے جیسے کہ ہر ایک انسان کو زندگی کے لیئے سانس لینا اور متغیر ہوا کو نکالنا اور تازہ حیات بخش ہوا کو اندر کھینچنا اگرچہ ہر ایک شخص سمجھتا ہے کہ ہماری رسم و رواج میں تبدیل کی ضرورت نہیں ہے لیکن جبکہ ان سببوں پر خیال کیا جاوے جو رسم و رواج قایم ہونے کے سبب ہیں اور جن کو میں نے ابھی بیان کیا ہے تو معلوم ہو گا کہ وہ سبب ہی شاید سوائے بعض کے ایسے ہیں جن میں ہمیشہ تغیر و تبدل ہوتی رہتی ہے ۔ اور اثر یہ ہے کہ وہ سب زمانہ کے گذرنے پر ترقی پا جاتے ہیں ۔ پس ضرور ہے کہ ان کے نتیجوں یعنی رسموں میں بھی تبدیل اور ترقی ہو ۔ یہ دعوے منطقی شکل پر اس طرح قایم ہوتا ہے کہ "رسمیں نتیجہ ہیں زمانہ کی حالت کا اور زمانہ کی حالت ہمیشہ قابل تغیر ہے ۔ پس رسمیں بھی قابل تغیر ہیں" ۔

یہ خیال کہ ہماری رسموں میں تبدیل کی ضرورت نہیں ہے (گو وہ کیسے ہی مضبوط یقین سے دل میں بیٹھا ہو) بھروسے اور اعتماد کے لایق نہیں ہے ۔ کیونکہ ممکن ہے کہ صرف عادت نے یہ خیال ہمارے دل میں جمایا ہو ۔ اس بات کا اندازہ کرنا کہ انسان جن عادتوں کیا ابتدا سے پرورش پاتا ہے اور پلتا ہے اور بڑھتا ہے وہ کہاں تک اسمیں اثر کر جاتی ہیں اور دوسری طبیعت سے ہو جاتی ہیں حقیقت میں انسان کی طاقت سے بھی بہت زیادہ اور بلند درجہ پر ہے چنانچہ مختلف قوموں کی مختلف رسموں پر لحاظ کرنے سے اس بات کی بخوبی تصدیق ہو جاتی ہے ۔

رسومات میں اصلاح کرنے کی ضرورت خود انسان کی حالت پر غور کرنے سے ثابت ہوتی ہے جبکہ ہم انسانوں کی سوسیٹیوں پر نظر ڈالتے ہیں تو اُن کی تمام رسمیں کیا مذہب کی اور کیا حکومت کی اور کیا معاشرت کی مختلف پاتے ہیں ۔ مختلف کا لفظ شاید میں نے غلط کہا کیونکہ مجھ کو یوں کہنا چاہیئے کہ ایک کی رسم کو دوسرے کی رسم کے برعکس یعنی نقیض پاتے ہیں اور جو کہ دو نقیضیں کبھی سچ نہیں ہو سکتیں اس لیئے دونوں کی دونوں رسمیں بھی اچھی نہیں ہو سکتیں ۔ پس رسومات متناقضہ کا موجود ہونا ہی کافی ثبوت اس بات کا ہے کہ رسومات کا توڑنا اور تبدیل کرنا اور ترقی دینا نہایت ضرور ہے ۔ اس بات کے ثبوت کے لیئے کہ مختلف

قوموں میں تینوں قسم کی متناقض رسومات موجود ہیں اُن قوموں کی رسومات پر جو مذہب حکومت اور معاشرت سے متعلق ہیں غور کرنی کافی ہے ؛

دیکھو اگلے زمانہ کے یونانیوں اور مصریوں اور ہندوستان کے ہندؤں کو جو مذہبی رسومات میں بیسیوں دیوتاؤں کو ماننا اور اُن کی پرستش بجالانا اپنی نجات کا ذریعہ سمجھتے ہیں مگر یہودی اور مسلمان ٹھیک اس کے برخلاف ہیں۔ وہ سمجھتے ہیں کہ سوائے ایک خدا کے کسی دوسرے کی پرستش کرنا ٹھیک جہنّم میں جانا ہے ؛

یہودی اور مسلمان اور ہندو جنگ کے وقت اپنی نجات کے لیئے قربانیاں کرتے ہیں۔ مگر ایک بُدھ مذہب کا ہندو اُسکو بہت بڑی ہتیا اور سخت عذاب کا کام سمجھتا ہے ؛

ہندو اور رومن کیتھلک اپنے پیشواؤں کی مورتوں کے سامنے خوشیوں کے حاصل کرنے کا ذریعہ سمجھتے ہیں۔ مگر یہودی اور پروٹسٹنٹ اور مسلمان اُسکو روحانی موت کا ذریعہ خیال کرتے ہیں۔ ایک نہایت نیک دل ہندو نہایت سچائی اور دلی اعتقاد سے اور بیکنٹھ میں جانے کے یقین سے ایک دیوتا کی مورت پر اپنی جان کو آپ قربانی کرتا ہے مگر عرب کے ریگستان کا قانون بنانے والا ایسے فعل کو خودکشی قرار دیتا ہے اور اُس کے کرنے والے کو نرک میں ڈالتا ہے ؛

ایک ہندو اپنے پیارے باپ کی لاش کو کس محبت اور عزت اور نیکی اور ابدی نجات کے یقین سے نہایت خوفناک اور تیز بھڑکتی آگ میں جلاتا ہے۔ اور پھر اس کی جلی مٹی سے اُس کی ہڈیوں کو چُنتا ہے۔ اور اُن کا نام پُھول رکھتا ہے اور پھر گنگا میں بہاتا ہے مگر ایک یہودی یا عیسائی یا مُسلمان اسکو نہایت بے رحمی اور سنگدلی کا کام سمجھتا ہے ؛ کسی مجرم کی لاش کو بھی آگ میں ڈالنا سخت گناہ سمجھتے ہیں۔ اُن کے خیال میں بھی نہیں آتا کہ یہ کیونکر ہوسکتا ہے کہ اپنے عزیز کی لاش کو خود اپنے ہاتھوں جلتی آگ میں ڈال دیا جاوے پس یہ بات غور کے قابل ہے کہ مذہبی رسومات بھی ایک قوم کی دوسری قوم سے کیسی مخالف ہیں ؛

رسومات جو حکومت سے متعلق ہیں وہ بھی باہمی اختلاف رسومات کے اندازہ سے مختلف ہیں۔ ایک ٹکڑا امریکہ کا غلاموں کو آزاد کرنا گورنمنٹ کا ایسا ہی فرض سمجھتا ہے جیسے کہ دوسرا ٹکڑا مالکوں کا حق غلاموں پر قایم رکھنا واجب جانتا ہے۔ زنجبار کا بادشاہ غلاموں کی سوداگری کو ایک عمدہ اور نہایت پاک محاصل بادشاہی خزانہ کا سمجھتا ہے مگر انگلینڈ کی ملکہ اس کے معدوم کرنے کو جنگی جہاز روانہ کرنے پر آمادہ ہوتی ہے ؛

اسی ہندوستان کی پہلی حکومت میں دختر کشی ایک رسم ناقابل مزاحمت اور نیز ایک رسم قابل ادب اور تعظیم کے تصور کی جاتی تھی۔ مگر فورٹ ولیم کا قانون بنانے والا اس کو قتل انسان مستلزم سزا کا جرم قرار دیتا ہے۔

معاشرت و تمدن کی رسومات کے اختلاف کی تو کچھ انتہا ہی نہیں ہے۔ ایک قوم کو دیکھتے ہیں کہ وہ سر ننگا کرنا اور پانوں میں جوتی پہنے رہنا نہایت تعظیم و ادب کا آداب کرنا سمجھتی ہے مگر میں سنتا ہوں کہ ہندؤں میں سر ڈھانکے رہنا اور جوتی اتار کر ننگے پانوں ہوجانا غایت ادب و تعظیم کا کام سمجھا جاتا ہے (میں نے ہندؤں کی تخصیص اس مقام پر اس لیئے کی۔ کہ مسلمانوں میں جوتی اتار کر ننگے پانوں ہونا داخل ادب نہیں ہے) سب سے بڑا معاملہ معاشرت اور تمدن کا شادی و بیاہ سے متعلق ہے۔ ایک قوم کی خوبصورت نیک لڑکی نہایت پاک مگر محبت کے بھرے ہوئے دل سے اپنے لیئے آپ شوہر پسند کرتی ہے۔ مگر ہندوستان کی قوم کی لڑکی بیاہ کے بعد بھی کبھی اپنے شوہر سے بات تک نہیں کرتی۔

دیکھو کثرت ازدواج یعنی ایک سے زیادہ شادی کرنی ایک قوم میں کس قدر معیوب اور کیسی قابل نفرت قرار پائی ہے۔ مگر ہندوستان کی ایک قوم کولین میں یہ رسم کیسی عمدہ اور مبارک سمجھی جاتی ہے۔ ستّر برس کے بڈھے سے سات برس کی لڑکی کی جو اکثر ڈیں جورو اس بڈھے کی ہوتی ہے شادی کی جاتی ہے اور شادی کرنے والے اس شادی کو بہت بڑا پن اور نہایت ہی عمدہ کام سمجھتے ہیں۔ اور قوم کے ہندو بھی کثرت ازدواج کو معیوب نہیں سمجھتے اور مسلمان بھی چار تک اور ان کا ایک فرقہ کولین فرقہ سے بھی بڑھکر لا انتہا تک کثرت ازدواج کو معیوب نہیں سمجھتا۔ مگر یورپ کی سوسئیٹی میں کثرت ازدواج پر مثل ایک سنگین جرم کے سزا دی جاتی ہے۔

آپ زیادہ تر تعجب کرینگے جبکہ آپ اس قوم کی رسم پر غور کریں گے جو کوہستان سراج کا علاقہ کانگڑہ میں آباد ہے اور جو کنیت کہلاتی ہے اور جن میں یہ رسم ہے کہ چار پانچ بھائیوں میں یا صرف ایک عورت ہوتی ہے یعنی وہ سب ایک سے شادی کرتے ہیں اور وہ سب کی جورو ہوتی ہے جو شوہر خلوت کے مکان میں اس کے پاس جاتا ہے اپنی لاٹھی جوتی باہر چھوڑ جاتا ہے تاکہ دوسرا شوہر ان نشانیوں کو دیکھکر اُلٹا پھر جاوے۔

اس پہاڑی ملک کو ایک وحشی ملک سمجھکر حقیر مت سمجھو۔ اسپارٹا کے ملک میں بھی ایک زمانہ میں ایسی ہی رسم تھی۔ وہاں کے مرد بغیر خاص وجہ کے ایک سے زیادہ شادی نہ کر سکتے تھے۔ وہاں کی عورتیں ایک سے زیادہ خصم کرنے کی بلا قید مجاز تھیں اور کئی کئی خصم

ساتھ رکھتی تھیں ؛

جس طرح کہ ہم لوگ ایک عورت کے کئی خصم ہونا معیوب سمجھتے ہیں اسیطرح وہ لوگ ایک مرد کی کئی جورو ہونا سخت عیب اور نہایت ہی عیب خیال کرتے ہیں ؛

ایک چینی جن میں دانتوں کا سیاہ کرنا نہایت پیاری رسم ہے جب یورپ میں جاتا ہے تو تمام لیڈیوں کے سفید اور موتی کے سے آبدار دانت دیکھکر نہایت ہی متعجب ہوتا ہے اور جب ان کو چلتا پھرتا دیکھتا ہے تو اور بھی تعجب میں ہوتا ہے کیونکہ چینیوں میں عورتوں کے پانوں لوہے کے شکنجے چڑھا کر ایسے چھوٹے کر دیتے ہیں کہ وہ چلنے پھرنے کے قابل نہیں رہتیں ؛

اگر کوئی اشراف مسلمان خاندان کی عورت عربی گھوڑے پر سوار ہو کر شہر میں نکلے تو کونسا عیب ہے جو اُسپر نہ لگایا جاوے - مگر تم اسی ہندوستان میں ایک تربیت یافتہ اور فہمند قوم کو دیکھتے ہو کہ ان کی تمام لیڈیاں مثل مردوں کے باہر پھرتی ہیں اور عجائبات قدرت الٰہی کو دیکھتی ہیں اور قدرتی چیزوں کے دیکھنے اور ملکوں کی سیر کرنے اور دریاؤں اور جنگلوں کے تماشے دیکھنے سے مردوں کی مانند عقل و علم و تربیت حاصل کرتی ہیں شاید تمہاری نگاہ میں یہ ہنر عیب ہو - مگر جس کو تم ہنر سمجھتے ہو وہ اُس کو نہایت سخت عیب سمجھتے ہیں ؛

کیا آپ لوگ اس رسم کو عجیب اور نہایت ہی عجیب نہ سمجھیں گے کہ میسور کی ایک قوم میں یہ رسم ہے کہ جب کسی عورت کے ہاں اول مرتبہ لڑکا پیدا ہوتا ہے یا بانجھ عورت لڑکے کو متبنیٰ کرتی ہے تو اپنے ہاتھ کی دو اُنگلیوں کی ایک ایک پور کٹوا ڈالتی ہے اور اُس کو نہایت ہی مُبارک سمجھتی ہے ؛

یہ چند مثالیں بطور نمونہ کے میں نے آپ کے سامنے بیان کیں ورنہ بہت سی ایسی رسمیں نکلینگی کہ جن کو ایک قوم نہایت اچھا اور دوسری نہایت ہی بُرا سمجھتی ہوگی - اور جو کہ وہ دونوں رسمیں آپس میں برخلاف ہیں اس لیئے وہ دونوں رسمیں اچھی نہیں ہوسکتیں یا وہ دونوں بُری ہونگی یا اُن میں سے ایک اچھی ہوگی اور ایک بُری ہوگی - پس اگر رسموں کی پابندی کیجاوے تو ضرور کوئی نہ کوئی قوم ایسی رسموں میں جو درحقیقت بُری اور خراب ہیں مبتلا رہے گی ؛

جو لوگ رسموں کی پابندی کے طرفدار ہیں اُن سے یہ سوال ہوتا ہے کہ جن رسموں کی تم پابندی چاہتے ہو وہ رسمیں بھی بعد اصلاح و ترمیم و تبدیل کے تمہارے بزرگوں نے

قایم کی تھیں کیونکہ تمہارے بزرگوں کے بزرگ اس سے بھی زیادہ وحشیانہ رسموں میں مبتلا تھے۔ پس جبکہ ہمارے بزرگوں نے اپنے بزرگوں کی رسموں کو اصلاح کیا ہے تو ہم اپنے بزرگوں کی رسموں کو جو اصلاح کے قابل ہوں کیوں نہ اصلاح کریں ❊

اگر رسموں کا اصلاح کرنا ابتدا سے انسان کی نسلوں میں جاری نہ ہوتا اور ابتدا سے تمام انسان رسموں کی پابندی کے ایسے ہی طرفدار ہوتے جیسے کہ ٹیسی ٹس۔ ورجل۔ کرسٹم اور مسٹر گولڈ اسمتھ تھے۔ جن کے قول میں نے اوپر بیان کئے۔ تو آپ جانتے ہیں کہ ہماری تمہاری کیا حالت ہوتی۔ ہم میں سے کسی کے اگر پیچھے کسی درخت کے دو پتے بندھے ہوتے اور کسی کے کسی جانور کی بالوندار کچی کھال لپٹی ہوتی اور عدن کے درختوں کی آڑ میں بیٹھے ہوئے خدا کے گیت گایا کرتے۔ پس جو لوگ رسموں کی اصلاح و ترقی کے برخلاف ہیں وہ خود اُس میں مبتلا ہیں جس سے لوگوں کو منع کرتے ہیں کیونکہ وہ ایک ترقی یافتہ زمانہ کی رسموں کو پکڑتے ہیں اور دوسرے ترقی یافتہ زمانہ کی رسموں کے پکڑنے سے انکار کرتے ہیں ❊

تمام کام جو رسم کے برخلاف کئے جاتے ہیں ابتدائے سب کو بُرے معلوم ہوتے ہیں اس کا بڑا سبب بے علمی یا ناقص تعلیم اُن کی تعلیم کو اسقدر قوت نہیں بخشتی کہ وہ رسومات کے اس تعصب اور جہالت اور ہٹ پر جو عادتاً اُن کے دل میں بیٹھی ہوئی ہے غالب آوے اور نہایت انصاف سے دیکھے کہ رسومات معینہ میں درحقیقت کیا نقص ہیں اور اُن کی ترقی اور اصلاح کی ضرورت ہے یا نہیں ❊

ایک عادل اور منصف گورنمنٹ کو جو اپنی رعایا کی حالت کی ترقی بھی چاہتی ہو قانون بنانے اور اُن کو جاری کرنے نہایت ضرور ہیں جبکہ رعایا کی حالت اُن کی عادت اور اُن کے خیالات اور اُن کے معاملات اور اُن کی معاشرت تبدیل ہوتی جاتی ہے یا نئی قسم کے حقوق اور نئے طور کی ملکیت پیدا ہوتی ہے یا خود گورنمنٹ کو اپنے استحکام اور استقلال کے لیئے نئے انتظاموں کی ضرورت پیش آتی ہے تو پُرانی رسومات کے موافق چلنے سے کام نہیں چلتا اور بلاشبہ قوانین جدید کے بنانے کی ضرورت پڑتی ہے۔ اور یہی سبب ہے کہ تم ہندوستان میں اور نیز تمام تربیت یافتہ گورنمنٹوں میں نئے نئے قانون جاری ہوتے ہوئے دیکھتے ہو۔ ہاں یہ بات میں دل سے تسلیم کرتا ہوں کہ ایسے قوانین کا جاری ہونا بصلاح اور مشورہ رعایا کے نائبوں کے ہونا چاہیئے اور مجھے نہایت افسوس ہے کہ ہندوستان میں ایسا نہیں ہوتا اور ایسا نہ ہونے میں کچھ تو گورنمنٹ کی غلطی ہے اور زیادہ تر ہم رعایا کی نالایقی مگر

اُمید ہے کہ چند روز بعد کافی تعلیم سے یہ دونوں باتیں رفع ہوجاویں گی ؛

رسومات کی اصلاح و ترقی جس طرح کہ انسان کے ظاہری طریقہ زندگی کو فایدہ دیتی ہے اسی طرح اس کی عقل کو بھی ترقی دیتی ہے۔ ایک بات کے پیچھے لگے رہنے اور اُسی لکیر پر چلنے سے انسان کی عقل سوجاتی ہے اور قوت ایجاد جو خدا نے انسان میں رکھی ہے وہ معطل بلکہ قریب معدوم ہونے کے ہوجاتی ہے اور اس سبب سے قومی تنزل شروع ہوجاتا ہے کیونکہ قوت ایجاد کے معطل ہونے سے تمام علوم و فنون میں فتور آجاتا ہے اور کسی چیز میں ترقی نہیں ہوسکتی۔ یہاں تک کہ جولاہے اور بڑھئی اور لوہار بھی اپنے اپنے پیشہ میں نہ کچھ ترقی کرسکتے ہیں اور نہ کچھ ایجاد کرتے ہیں۔ اور ٹھیک یہی حال ہندوستان کا رسومات کی پابندی سے ہوگیا ہے ؛

رسومات کی اصلاح اور ترقی کے وقت بلاشبہ نازک مسئلہ بحث میں آتا ہے کہ کونسی رسم اچھی اور کونسی بُری ہے۔ اور اس کا جانچنا اور تصفیہ کرنا بھی کچھ آسان کام نہیں ہے اور نہ اسپر بحث کرنا میرے اس لکچر میں مقصود ہے۔ مگر زمانہ اور تعلیم اور تربیت خود اچھی اور بُری رسموں کو جدا جدا کرتا اور بتلاتا جاتا ہے اس وقت بھی اس کمرہ میں جس قدر لوگ موجود ہیں غالباً اُن میں چند ایسے بھی ہوں گے جو ان رسموں سے جن کو وہ کرتے ہیں بہت سی رسموں کو بُرا سمجھتے ہوں گے اور اُن کی اصلاح و ترقی کی بھی نہایت خواہش رکھتے ہوں گے۔ مگر اس بات میں متحیر ہوں گے کہ کیونکر اُن کو چھوڑیں اور کس طرح اُن کی اصلاح و ترقی کریں ؛

بعضوں کا یہ خیال ہے کہ اگر گورنمنٹ دست اندازی کرے یا صاحب کلکٹر توجہ فرماویں تو ہمکو ان بد رسموں کا اپنی قوم سے چھوڑانے کا اور سب کو دھمکا کر راہ پر لانے کا موقع ملے۔ اُن کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ ہم بدنامی سے محفوظ رہیں اور گورنمنٹ کو لوگ بدنام کریں اور گورنمنٹ سے ناراضی کا بیج لوگوں کے دلوں میں بوئیں اور جو لوگ اس سے زیادہ سنجیدہ اور متین اور معقول ہیں وہ ہمیشہ یہ کہتے رہتے ہیں کہ اگر برادری کا اتفاق ہوا اور بزرگ بزرگ لوگ اُسکو کرنے لگیں تو یہ کام چلجاوے مگر نہ کبھی کسی رسم کے چھوڑنے یا بدلنے پر اتفاق ہوتا ہے اور نہ کسی رسم میں اصلاح و ترقی ہوتی ہے۔ بلکہ اسی تاریکی کی حالت میں زمانہ کا زمانہ گذر جاتا ہے ؛

اکثروں کا یہی خیال ہے کہ آپسمیں اتفاق ہو تو رسموں میں اصلاح و ترقی ہو یا گویا وہ اصلاح و ترقی کو اتفاق پر منحصر رکھتے ہیں ؛

جس شخص کے دل میں اصلاح و ترقی کا خیال ہو اُسکو چاہیئے کہ خود نہایت استقلال اور مضبوطی اور بہادری سے تمام قوم سے اختلاف کرے اور اس رسم کو توڑنے یا اس میں اصلاح و ترقی کر لے اس میں کچھ شک نہیں کہ تمام قوم اُس کو بُرا کہے گی اور نکّو بنائے گی۔ مگر پھر رفتہ رفتہ لوگ اُس کی پیروی کرنے لگیں گے اور جس طرح کہ اولاً وہ ہدف تیر ملامت ہوا تھا انجام کو وُہی سب کا ہادی اور پیشوا اور مصلح قوم شمار کیا جاوے گا۔ جبتک کوئی شخص تمام قوم سے اختلاف کر کر رسم کو نہ توڑے وہ رسم موقوف ہی نہیں ہو سکتی۔ پس یہی ایک طریقہ اختلاف ہے جس سے قوم کی اصلاح و ترقی ہو سکتی ہے۔ اور ایسا کرنے والا ہی سچا خیر خواہ اپنی قوم کا متصوّر ہے۔ پس میں اپنے عزیز ہموطنوں سے کہتا ہوں کہ چُپکے چُپکے اپنے فرقہ کے لوگوں میں بیٹھکر رسموں کو بُرا کہنا اور اُن کی اصلاح و درستی کے لیئے ساتھیوں کو ڈھونڈنا اور قید سے نکلنے کے لیئے قافلہ کی راہ دیکھنا محض بے فایدہ اور سراپا غلطی ہے جو شخص بہادر ہے اور اپنی قوم کا سچّا خیر خواہ اُسکو خود اس بھاری بیڑی کو توڑ کر میدان میں آنا چاہیئے تاکہ لوگوں کو بھی اس قید سے نکلنے کی جُرأت اور ہمت ہو ؎

اگلے اور حال کے زمانہ میں جن لوگوں نے اپنی قوم کی بھلائی چاہی اُنھوں نے اسی طریقہ پر عمل کیا ہے۔ اور آج تک دنیا میں کوئی مثال ایسی نہیں ہے کہ بغیر اس طریقہ کے کسی دوسرے طریقہ سے قومی ترقی اور بدرسومات کی اصلاح ہوئی ہو۔ میرا یہ دعوے چند عمدہ اور قابل ادب قدیم زمانہ کی مثالوں سے اور نیز جو واقعات کہ اس زمانہ میں گذرے ہیں اُن پر بطور تمثیل غور کرنے سے بخوبی ثابت ہو سکتا ہے ؎

دیکھو اس زمانہ سے ساڑھے اُنتیس سو برس پیشتر "اور کلدانیاں" میں ایک جوان تھا جسکو ابراہیم کہتے تھے۔ اس نے اپنی قوم کو بُت پرستی میں پڑا اور بہت سی بدرسموں میں پھنسا ہوا دیکھا اس کا دل اپنی قوم کی خراب حالت پر جلا۔ خدا نے اس کی مدد کی وہ اپنی قوم کے برخلاف کھڑا ہوا اور پکار کر یہ بول اُٹھا۔ اِنّی وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِيْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِيْفًا وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۚ۔ تمام قوم نے اُسکو لعنت ملامت کی قتل کرنا چاہا۔ آگ میں ڈالنا چاہا۔ مگر خدا نے اسکو بچایا اور پھر انجام یہ ہوا کہ وُہی ابراہیم تمام دنیا کی قوموں کے لیئے رحمت ٹھیرا۔ صلواۃ اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ ؎

پھر خدا کی اس قربانی کی بھیڑ کو دیکھو جس کا اُسی کی قوم نے اپنی دانست میں نہایت بیرحمی اور سنگدلی سے کالوری پہاڑی کے نیچے بیت المقدس کے پاس خون بہایا۔ اس بے گناہ کا یہ گناہ تھا کہ اپنی قوم کی رسومات کی بُرائی کرتا تھا۔ ان کو بدذاتی اور ریاکاری سے

منع کرتا تھا۔ اسکا یہ گناہ تھا کہ اس نے فروسیوں سے کہا کہ "تم پیالے اور باسن کو باہر سے صاف کرتے ہو پر تمہارا اندر ظلم و بُرائی سے بھرا ہوا ہے۔" اے فروسیو "تم پر افسوس کہ تم کاریوں کا دسواں حصہ دیتے ہو پر انصاف اور خدا کی محبت سے گذرتے ہو۔" اے فقیہو "تمپر بھی افسوس کہ جن بوجھوں کا اُٹھانا تمکو مشکل ہے اُسکو لوگوں پر ڈالتے ہو اور اُنگلی تک نہیں لگاتے۔" یہ سچ ہے کہ راستبازی نے اسکو نہایت مصیبت میں ڈالا اور خود اُسی کی قوم کے ہاتھ سے اُسپر جو کچھ گذرنا تھا گذرا مگر اسکا انجام یہ ہوا کہ تینتیس ۳۳ کروڑ پچاس ۵۰ لاکھ آدمیوں نے اسکو خدا کا اکلوتا بیٹا اور سولہ ۱۶ کروڑ آدمیوں نے اُسکو روح اللہ اور کلمۃ اللہ جانا۔

دیکھو ریگستان عرب کے ہادی کو جس نے اپنی قوم کو لات و منات و عزیٰ کی پرستش سے چھوڑایا اور اولاد کی قتل سے بچایا گو کہ اُسی کی قوم نے اُسکو ستایا اور وطن سے نکالا مگر انجام کو خدا کا آخری پیغمبر مانا اور اُسی کی بدولت سب نے خدائے واحد کو پہچانا۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔

سقراط کا واقعہ بھی کچھ کم حیرت انگیز نہیں ہے اُس نے نہایت نیکی اور نیک دلی سے اپنی قوم کی بھلائی پر کمر باندھی۔ ان کی بدرسموں کی اصلاح چاہی۔ مگر اسی کی قوم نے اُس پر دیوتاؤں کے بُرا کہنے اور اتھنز کے نوجوان لڑکوں کے بہکانے کا الزام لگایا۔ یہاں تک کہ زہر کے پیالے سے اُسکو مارا۔ مگر چند روز بھی نہیں گذرے تھے کہ تمام اتھنز کے رہنے والوں نے اس کا ماتم کیا اور تمام دیوتاؤں سے اسکو بڑا دیوتا مانا۔

لوتھر مقدس کا ذکر بھی اس موقع کے مناسب ہے جس نے عیسائی چرچ کی تمام بدرسموں کا مقابلہ کیا اور اپنی سچائی پر نہایت استقلال سے قایم رہا۔ پلاطرس کی سیڑھی پر نجات کی اُمید میں گھٹنوں کے بل چڑھتے وقت یہ غیبی آواز اُس کے کان میں آئی۔ کہ "سچے ایمان سے نجات پاوے گا۔" اسی پر وہ مستقل رہا اور اسی کا وعظ اپنی قوم میں کیا۔

وٹنم برگ کے چوک میں جو آگ جلائی گئی اس سے کچھ خوف نہیں کیا اور پوپ کے برخلاف اتوار کے دن گرجا میں چلا کر بولا کہ "خدا تعالےٰ برخلاف اپنی عدالت اور صداقت کے گناہوں کے بدلے دام نہیں لیتا"۔

اُسی نے اپنی جان کا خوف نہ کرکے کارڈینل کی اُس گفتگو کے وقت کہ پوپ کو سب باتوں اور ساری چیزوں پر اختیار ہے یہ کہا کہ "ہاں مگر پاک کتاب پر نہیں"۔ اُسی کی قوم نے اس بھلائی کے عوض اُسکو خوب ستایا اور اُس نے نہایت افسوس سے لکھا کہ "یہ کیسا زمانہ ہے کہ سچائی کا طالب ہونا ایک بڑی تقصیر معلوم ہوتی ہے۔" مگر آج

وہی لوتھر ہے جس کا نام کروڑوں عیسائیوں کے دل میں نہایت مقدس ہے ۔

امام حجۃ الاسلام غزالی رح کا نام لیئے بغیر میں اس فہرست کو ختم نہیں کر سکتا جو اسرار مسائل اسلام کے بیان کرنے میں تا بمقدور اپنی سعی و کوشش کی ۔ اگرچہ بڑے بڑے متعصب مولویوں نے اس کے کفر کے فتوے دیئے اور اسکی کتاب احیاء علوم الدین کے جلانے کا حکم دیا اور اُس کے قتل کے احکام جاری ہوئے مگر انجام کار وہی غزالی امام اور حجۃ الاسلام کے لقب سے پکارا گیا ۔

اس زمانہ میں جو واقعات گذرتے ہیں اور جن کو اس کمرے کے اکثر لوگوں نے اپنی آنکھ سے دیکھا ہوگا ۔ وہ بھی یہی ہیں کہ جس شخص نے رسومات کی اصلاح و ترقی چاہی تو اول اسنے اپنی تمام قوم سے مخالفت کی اور رفتہ رفتہ لوگ اُس کے ساتھی ہوتے گئے ۔

دیکھو راجہ موہن رائے نے کس طرح اپنی قوم سے مخالفت کرکے ہر قسم کی رسومات میں اصلاح کی اور کتنی کچھ نیکی اپنی قوم میں پھیلائی ۔

بابو کیشب چندر سین کا حال سب آپ صاحب جانتے ہیں کہ آفتاب کی مانند جو مشرق سے طلوع کرے اُس کی ذات سے اُس کی قوم میں روشنی پھیلتی جاتی ہے ۔ مگر اس کی یہی ہے کہ اس نے رسومات کی پابندی کو توڑا اور اپنی قوم کی مخالفت سے کچھ نہیں ڈرا ۔

بنگالہ میں ایشر چند رودیا ساگر کے نام کو اور بمبئی میں وشنو پرسرام شاستری مہا است برہمن کے نام کو برکت ہو جنہوں نے ہندو بیوہ عورتوں کی شادی کے رواج میں نہایت کوشش کی اور اپنی ذات اور اپنی قوم کی رسم کو توڑا ۔

سریش چندر بھٹاچارجی بھی کچھ کم ادب کے لایق نہیں ہے جس نے صرف زبانی بات چیت پر اکتفا نہیں کیا بلکہ سب سے اول خود ایک بیوہ سے شادی کی اور پرانی رسم کا جو سانپ کی طرح چمٹ رہی تھی سر کچلا ۔

رام تنو لاہیڑی کا نام بھی نہیں بھولا جا سکتا جس نے اپنی قوم کے مجمع میں سوت کے بٹے ہوئے جنیؤ کو توڑ پھینکا اور سچائی کا سچا جنیؤ اپنے لیئے بنایا ۔

کیا ہمارے سب سے پہلے ہندوستانی سویلین ست ایندرناتھ ٹاگور کا نام بھولنے کے لایق ہے جو ذات کی نہایت بھاری بیڑی سے آزاد ہوا سمندر کے پار جانے کے گناہ کو ہزاروں نیکیوں سے بھر دیا ۔ آپ جانتے ہیں کہ کس خاندان کا یہ شخص ہے ۔ یہ اُن عالم برہمنوں میں سے ایک کی اولاد ہے جن کو گوڑ کے راجہ نے قنوج سے بلایا تھا جس کا نام بھٹ نارائن تھا اور جس کی تصنیف کی ہوئی وینی سمہار کتاب موجود ہے ۔

اس کے بزرگوں میں سے ایک شخص کو بنگالہ کے کسی نواب نے دوستانہ طور پر دعوت میں بلایا وہ گیا۔ مگر کھایا نہیں۔ اسپر اُس کی قوم کے لوگوں نے کہا کہ کھانے کی خوشبو سونگھنا آدھے کھانے کے برابر ہے اور اسی سبب سے ذات سے اُسے خارج کر دیا۔ مگر دیکھو زمانہ کی تبدیلی سے اب کتنا فرق ہے۔ ہمارے ہندو دوست ہمارے ساتھ کھاتے نہیں مگر کھانے کے وقت ملتے ہیں۔ میز کے پاس بیٹھتے ہیں۔ دوستانہ بات چیت کرتے ہیں۔ اور کوئی کچھ عیب نہیں سمجھتا ؎

اب اخیر کو مَیں سوامی دیانند سرستی کا نام لیتا ہوں جس کو مرزا پور کے لوگ بخوبی جانتے ہیں۔ اس کے خیالات کیسے ہی کیوں نہوں اور وید دھرم شاستر کے مطابق ہوں یا نہیں کیونکہ مَیں اسپر ٹھیک رائے دینے کے قابل نہیں ہوں۔ مگر مَیں اس بات کی تعریف کرتا ہوں کہ اسکا ارادہ نہایت نیک ہے جو اُس کے دل میں ہے۔ وہ علانیہ کہتا ہے گو اس میں مجھ کو شک ہے کہ وُہی کرتا بھی ہے یا نہیں ؎

اے میرے دوستو۔ یہ زمانہ ایسا ہے کہ ہر ایک کے دل میں تہذیب و شایستگی کی اُمنگ ہے۔ بہت سے لوگوں کو تم دیکھو گے کہ ہزاروں رسموں کو فضول اور لغو سمجھتے ہیں اور کچھ بھی اُس میں یقین نہیں رکھتے پر کرتے ہیں۔ اور بہت سی ایسی باتیں ہیں جن کے بے نقص ہونے پر یقین کرتے ہیں پر کرتے نہیں۔ ایسی باتوں سے کچھ قوم کی بھلائی نہیں ہو سکتی۔ بلکہ میری سمجھ میں یہ بھی ایک قسم کی دغابازی ہے۔ میری نصیحت تم سب کو یہ ہے کہ کرو اُسکو جسپر تمکو دلی یقین ہے اور مت کرو اُسکو جسپر تمکو دلی یقین نہیں۔ یہی اصلی سچائی ہے اور یہی ایک بات ہے جسپر دونوں جہان کی نیکی منحصر ہے۔ خدا تمہارے نیک کاموں میں تمہاری مدد کرے ؎

۱۱

اسپیچ جو ۲۹ دسمبر ۱۸۷۳ء کو جلسۂ صدر انجمن اسلامیہ لاہور میں نسبت مدرسۃ العلوم و تعلیم مسلمانان کی گئی

صدر انجمن اور بزرگان و رئیسان و سرداران پنجاب!

مَیں ایک مدت دراز سے آپ صاحبوں کی زیارت کا اور آپ سب کی ملازمت کا مشتاق تھا اُسی اشتیاق سے میں نے ایک لمبا سفر اختیار کیا اور آج مَیں اپنے تئیں نہایت معزز و خوش قسمت پاتا ہوں کہ آپ صاحبوں کی خدمت میں حاضر ہوں۔ آپ صاحبوں کی ملازمت سے جو عزت کہ مجھ کو حاصل ہوئی ہیں اپنی تمام زندگی کی کسی ساعت کو اُس سے زیادہ معزز نہیں سمجھتا۔

ملک پنجاب ایک مشہور و نام آور ملک ہے اُس کی شادابی اور سرسبزی۔ خوبی و خوش نمائی تمام ہندوستان میں ضرب المثل ہے۔ یہ ملک صرف اپنی ملکی خوبیوں ہی کے سبب سے نام آور نہیں ہے بلکہ اِس میں ایسے حالات گذرے ہیں جو ایک نہایت عجیب و عبرت انگیز تاریخی واقعات کو بھی یاد دلاتے ہیں۔ مسلمانوں کی گذشتہ تاریخ کا یہ ملک ایک سرچشمہ ہے جس کے دیکھنے سے وہ واقعات جو ہمارے بزرگوں پر گذرے ہیں سب یاد آتے ہیں اس لیئے خیال ہوسکتا ہے کہ ایسے ملک کے دیکھنے کا انسان کے دل میں شوق پیدا ہوا ہو۔

رئیسان و بزرگان و سرداران مُلک پنجاب کی نیکی اور فیاضی اور عالی ہمتی اور اُن کے خاندانوں کی نام آوری بھی دُور دُور مُلکوں میں مشہور ہے۔ ملازمان سرکاری بھی اِس مُلک کے نسبت دوسرے مُلکوں کے زیادہ تر نام آور و معزز ہیں۔ یہ آپ ہی کے مُلک کی خوش نصیبی ہے کہ آپ کا ملک ایسے سرکاری نوکروں سے جیسے کہ نجم الہند خان بہادر محمد حیات خاں صاحب سی۔ ایس۔ آئی ہیں۔ اور ایسے آفتاب پنجاب جیسے کہ خان بہادر محمد برکت علی خاں صاحب ہیں روشن و منور ہے جن کا نام نہ صرف ہندوستان و پنجاب میں مشہور ہے بلکہ اُن مُسلمانی مُلکوں میں بھی جو پنجاب کے ہم سرحد ہیں اُن کی نیکی و فیاضی اور بہادری اور اخلاق کی شہرت ہے۔ پس یہ تمام چیزیں انسان کے دل کو

ضرور ایسے بزرگوں کی زیارت وملازمت کے لیئے کھینچتی ہونگی مگر ان سب باتوں سے زیادہ جس چیز نے میرے دل پر اثر کیا ہے اور آپ صاحبوں کی ملازمت کا مشتاق بنایا ہے وہ ایک ایسی چیز ہے جو ان سب باتوں سے بڑھکر ہے - اور جو ہندوستان میں عنقا صفت ہوگئی ہے - ہندوستان کے اکثر ملکوں میں اور خصوصاً ہماری قوم میں اُس کا مطلق پتا نہیں ملتا مگر خدا کا شکر ہے کہ مَیں پنجاب میں اُس کا نشان پاتا ہوں - وہ چیز کیا ہے - قومی ہمدردی ہے - اے صاحبان ایسے دل بہت کم ہوں گے جو اِس دنیا میں عزت و آبرو کے خواہاں نہ ہوں - اور ایسے دل بھی بہت کم ہوں گے کہ جب اُن کو عزت و آبرو کا خیال آتا ہو تو اُن کا دل اس خیال کو اپنی ذات کی طرف نہ کھینچ لیجاتا ہو - مگر جب اس نہایت مرغوب معاملہ پر غور کیا جائے تو شخصی عزت کی خواہش ایک بہت بڑی غلطی معلوم ہوتی ہے کیونکہ جب تک قومی عزت حاصل نہ ہو اُس وقت تک شخصی عزت کا حاصل ہونا محالات سے ہے - اگر ایک کمینہ قوم کا شخص جس کی قوم کے تمام آدمی نہایت ذلت اور خواری اور کمینہ پن سے اپنی اوقات بسر کرتے ہوں جن سے اُس کا ہمیشہ میل جول اور اُنھیں کے ساتھ رہتا اور زندگی بسر کرتا ہے کسی سبب سے کوئی درجہ عزت کا حاصل کرلے تو بلاشک اُس کی بہت بڑی تعریف ہوگی - مگر دنیا کی آنکھ میں اُسکو کچھ عزت حاصل نہیں ہوسکتی کیونکہ تمام دنیا میں اُسکی قوم کو اوسی ذلت و خواری اور کمینہ پن کی حالت میں دیکھکر اُس کو بھی اُسی قوم کا ایک خیال کرتی ہے - پس شخصی عزت حاصل کرنا بھی درحقیقت قومی عزت پر موقوف ہے اور جب تک قومی ہمدردی نہ ہو قومی عزت حاصل نہیں ہوسکتی - پس جو لوگ قومی ہمدردی اور قومی عزت حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں وہ حقیقت میں خود اپنی ہمدردی اور اپنی عزت کی ترقی کرتے ہیں - اگر یہ میرا بیان درست ہو تو اس سے صاف یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ جو شخص اپنی عزت چاہتا ہے (اور یقین ہے کہ ہر کوئی چاہتا ہوگا) اُس پر فرض ہے کہ قومی ہمدردی اور قومی عزت پر کوشش کرے *

اَب میں آپ صاحبوں کے خیال کو اپنی قوم کی حالت کی طرف پھیرنا چاہتا ہوں اور یہ خواہش کرتا ہوں کہ ذرا آنکھیں بند کرکر اپنے دلوں کی طرف متوجہ ہوجئے اور خیال کیجئے کہ ہماری قوم کا کیا حال تھا اور اب کیا ہے اور آیندہ کیا ہونے والا ہے - پچھلا حال جو تھا وہ گذر گیا - اُس کے ذکر پر وہی مثل صادق آویگی کہ "دو چیز در دو چیز راست نیاید - ذکر جوانی در پیری و ذکر توانگری در فقیری" مگر موجودہ حال پر نظر کیجئے کہ کیا ہے - کیونکہ بڑے تجربہ کاروں کا قول ہے کہ

مصرع

آدمی را بچشم حال نگر * از خیال پری ودے بگذر

اور آیندہ جو حال ہونے والا ہے اُسکی فکر کیجئے ۔ کیونکہ ع

مرد آخر بیں مبارک بندہ ایست

موجودہ حالت ہم مُسلمانوں کی یہ ہے کہ ہندوستان میں جتنی قومیں اس وقت موجود ہیں اُنمیں سب سے زیادہ خوار اور ابتر حالت میں ہے دو چار رئیسوں پر خیال مت کرو جن کو خدا تعالےٰ ہمیشہ با عزّت و با اقبال رکھے بلکہ قوم پر خیال کرو کیونکہ موازنہ ترقی و تنزل کا اشخاص پر خیال نہیں کیا جا سکتا بلکہ قوم پر خیال ہوتا ہے ؛

ہندوستان میں سب سے زیادہ عزت ہماری قوم کے اُن بزرگوں اور خدا پرستوں سے تھی جن کے الفاظ متبرکہ سے ہر ایک کے دل کو روشنی ہوتی تھی اور سچائی اور راستبازی نیکی و خدا پرستی ۔ محبت و رحمدلی روز بروز ترقی پاتی تھی ۔ مگر اب آنکھ اُٹھا کر دیکھو کہ تمام خانقاہیں جو ایسے بزرگوں کی ذات سے آباد تھیں سب ویران پڑی ہیں ۔ وہ دینی شان و شوکت قوم کی جو اُن بزرگوں کی ذات سے تھی کیسی ابتر و خراب حالت میں متبدّل ہو گئی ہے ؛

دوسرا فرقہ ہماری قوم کا جن سے دینی اور دنیاوی دونوں قسم کی عزت تھی وہ ہماری قوم کے علمار کبار تھے جن سے مسائل دینی و معاشرت دنیوی میں ہماری قوم کو بڑی عزت و شہرت تھی ۔ مگر اب دیکھو کہ شہر کے شہر اور قصبے کے قصبے اور گانؤں کے گانؤں جن میں نہایت کثرت سے اس قسم کے علمار موجود تھے سب کے سب خالی پڑے ہیں ۔ دو چار عالم جو کہیں سُنے جاتے ہیں وہ زبان حال سے یہ کہتے ہیں کہ کبّرنا موت الکبرائ پس کیسی افسوس کی بات ہے کہ علم جس میں ہمارے بزرگوں نے تمام دنیا میں شہرت پائی تھی اُسکو بھی کھو بیٹھے ہیں ؛

اب ہماری قوم کے سرداروں اور نوابوں ۔ رئیسوں اور جاگیرداروں پر خیال کرو جو باعتبار جاہ و حشم دنیاوی کے ہماری قوم کی قومی عزت کا سبب تھے بڑے بڑے خاندانوں کو نہایت تباہ حالت میں پاؤ گے بلکہ جو جتنا بڑا تھا اُتنی ہی بڑی تباہی میں ہے ۔ علم سے اُن کو آشنائی نہیں ہے ۔ تدبیر منزل اور روحانی خوشی سے اُن کو کام نہیں ہے ۔ جاہ و حشم ۔ مال و دولت برباد ہو گیا ہے یا ہوتا جاتا ہے ۔ دس پانچ خوشامدی اُن کے پُرانے نام کو گاتے ہیں اور اپنا پیٹ پالتے ہیں یا کسی مہاجن و ساہوکار کے گھر میں سود در سود کے حساب میں اور دن دونے رات چوگنے کے پھیر میں اُن کا مال اور اُن کی دولت جاتی ہے ؛

تجارت جو بڑا وسیلہ دولت و سیاحت کا ہے وہ ہماری قوم میں بالکل نہیں ہے کُل ہندوستان کے مُسلمان تجارت پیشوں کی اگر تعداد بمشکل حاصل بھی کیجاوے تو وہ ایسی قلیل و ذلیل ہوگی جس کو بیان کرتے بھی شرم آویگی چند معدود مسلمان جو تجارت کرتے ہیں اُن کی

بڑی سے بڑی تجارت یہ ہے کہ غیر ملک اور غیر قوم کے لوگ جو کلکتہ اور بمبئی میں مال لاتے ہیں اُن کو نفع دیکر خریدتے ہیں اور پھر اپنے ہی ملک میں اپنے بھائی ہندوں کے ہاتھ نفع پر بیچتے ہیں پس اُن سے بجز اس کے کہ قوم کو فایدہ پہنچے اُلٹا نقصان پہونچتا ہے بعض مسلمان ایسے بھی ہیں جو اپنے ملک کی پیداوار غیر ملک کے لوگوں کے ہاتھ بیچتے ہیں مگر زیادہ سفر کرنا نہیں چاہتے اُنھیں کے ملک کے کنارے پر اگر کوئی خریدار ہاتھ آجاوے تو برابر برابر یا نہایت قلیل نفع پر بیچڈالتے ہیں اور خریدار اُس مال کو دوسرے ملک میں لیجاتا ہے اور نفع کثیر اُٹھاتا ہے جو نفع کہ ہماری قوم کو اپنے ملک کی پیداواری کو دوسرے ملک میں لیجاکر اُٹھانا چاہیئے تھا وہ نفع ہمارے ملک کی پیداوار سے دوسری قوم اُٹھاتی ہے۔ سبب اس کا یہ ہے کہ ہماری قوم علوم تاریخ سے جغرافیہ سے دوسری قوم کی تجارت سے دوسرے ملکوں کے حالات سے علوم وفنون تجارت سے محض ناواقف ہے۔ جو طریقہ تجارت کا اگلے زمانہ میں ایسے طور پر تھا جیسے کہ کوئی مزدور اسباب ادھر سے ڈھو کر اُدھر پہنچا وے اور اپنی محنت کا معاوضہ حاصل کرلے جسمیں چنداں علم وہنر کی حاجت نہ تھی وہ طریقہ اب نہیں ہے۔ اس زمانے کی تجارت بھی بغیر علوم وفنون حاصل کیئے نہیں چلتی۔ یورپ کے ملکوں کی تجارت کے حالات پر آپ غور کیجیئے کہ کس قدر علم وہنر تجارت میں بھی درکار ہے۔ علاوہ ان پیچیدہ حسابوں اور تجارت کے کارخانوں کی نگرانی کے اپنے کارخانہ میں ہر دم ترقی کرنے اور اُسکو عام لوگوں کے لیئے زیادہ مفید کرنے کی فکر رہتی ہے۔ ایک دیاسلائی والا ایک ایسی قسم کی دیاسلائی نکالتا ہے جو نہایت مفید اور سب سے عمدہ ہے اُسی وقت تمام دیاسلائی والوں کا کارخانہ مدھم ہوجاتا ہے اور اُن کو ضرور ہوتا ہے کہ اپنے کارخانہ کی دیاسلائی میں کچھ ایسی ترقی کریں جو اُس سے زیادہ مفید ہو اور جب وہ اُس میں ترقی کرلیتے ہیں تو پھر دوسرے شخص کو اپنے کارخانہ کی رونق کے لیئے اُس سے بھی زیادہ عمدہ ومفید اصلاح اپنے کارخانہ کی دیاسلائی میں دینے کی ضرورت پڑتی ہے ورنہ کارخانہ ابتر ہوجاتا ہے اور یہی حال تمام تجارت کے کارخانوں کا ہے۔ اگر ہماری قوم علوم وفنون سے واقف ہوجاوے تو اُن کے لیئے ابھی ہندوستان ہی میں اُس قدر دولت اور دولت کے خزانے موجود ہیں کہ پشتوں تک بھی اُن کا ختم ہونا ممکن نہیں مگر ہم اپنی بے علمی کے سبب اُن سے فایدہ نہیں اُٹھا سکتے۔ بالکل ہماری ایسی مثال ہے کہ کسی کے بزرگوں کی دولت کسی مقام پر گڑی ہو اور اُس کو اُس کی خبر نہ ہو۔

تجارت کے بعد زراعت ایک بہت عمدہ طریقہ دولت اور ملک کی آبادی کا ہے ہمنے

علم فلاحت میں بہ نسبت زمانہ سابق کے کچھ تنزل نہیں کیا بلکہ جیسے تھے ویسے ہی ہیں مگر اس سبب سے کہ بہ نسبت سابق کے بعض کاموں کی زیادہ ضرورت پیش آئی ہے اور اُس ضرورت کے انجام کی لیاقت ہم میں نہیں ہے زراعت میں بھی ہم نے بہت کچھ نقصان اُٹھایا ہے ؎

اگلے زمانہ میں بہ نسبت حال کے زمین مزروعہ بہت کم تھی۔ جنگل نہایت زیادہ تھے میدان کے میدان بے تردد پڑے تھے اس زمانہ میں جو ہر طرح کا امن ہے اراضی مزروعہ کثرت سے ہوگئی ہے جس کا انجام بلا ذریعہ کلوں کے دشوار ہے۔ ہم کلوں کے نام بھی نہیں جانتے اُن سے کام لینا ہمکو مطلق نہیں آتا۔ اس مجبوری سے ہم نے اپنی محنت کو جو پہلے ایک بیگہ پر صرف ہوتی تھی وش بیگہ پر صرف کیا ہے اور دسوں بیگہ کی زراعت و پیداوار خراب ہوگئی ہے۔ شمال مغربی اضلاع اور مُلک اودھ کے بعض زمینداروں و تعلقہ داروں نے زراعت کے لیئے ولایتی کلیں مُول لی ہیں۔ مثلاً اکثروں نے پمپ مول لیئے ہیں کہ ہماری طرف آبپاشی کی سب سے زیادہ ضرورت ہے۔ اُن پمپوں کو جبتک کوئی انگریز چلاتا ہے تب تک تو خوب چلتے ہیں اور جہاں وہ گیا اور ہندوستانی صاحبوں کے ہاتھ میں آیا اور بند ہوا۔ اس کا سبب یہی ہے کہ ہم لوگ اُس فن سے واقف نہیں یہ بھی نہیں جانتے کہ پمپ سے پانی کیوں اوپر اُٹھ آتا ہے اور کیا چیز بگڑ جاتی ہے جس سے نہیں اُٹھتا۔ اگر ایک انگریز کو دوسو ڈیڑھ سو روپیہ ماہواری ایک پمپ چلانے پر دیں تو کہاں سے لاویں اور کیا فایدہ اُٹھاویں۔ اگر ہمارے ہندوستان کی قوم اُن علوم و فنون سے واقف ہو تو خیال کرنا چاہیئے کہ زراعت میں بھی بسبب استعمال کلوں کے کس قدر ترقی ہوسکتی ہے ؎

سب سے ذلیل اور ناپسندیدہ ذریعہ حصول معاش کا نوکری تھا اب وہ بھی ہماری قوم سے چھن گیا اور روز بروز چھنتا جاتا ہے۔ مَیں اِس بات کا الزام ہرگز گورنمنٹ پر نہیں دیتا۔ اُس نے جو کچھ کیا ہے بلاشبہ بالکل مطابق مصلحت ملکداری کے کیا ہے اور اُسکا نہایت انصاف ہے کہ اُس نے ایک دروازہ عالی شان کھول دیا ہے اور بلا رعایت قومی اجازت دی ہے کہ جو کوئی اس دروازہ میں آوے وُہی مرتبہ پاوے۔ جس قوم نے اپنے تئیں اُس دروازہ میں داخل ہونے کے لایق کیا وہ داخل ہوئی اور داخل ہوتی جاتی ہے۔ ہماری قوم نے اپنے تئیں اس لایق نہیں کیا وہ محروم ہے۔ شمال مغربی اضلاع میں دوچار اور پنجاب میں دس پانچ مسلمان آج معزز عہدوں پر دکھائی دیتے ہیں۔ اگر ہملوگ

اپنی قوم کی فکر نہ کریں گے اور اُس کی ترقی کے سامان ہم نہ پہنچائینگے اور جو لیاقتیں ایسے عہدوں کے لیئے درکار ہیں حاصل نہ کرینگے تو اُن چند عہدہ داروں کے بعد مسلمانوں کا خاتمہ بالخیر ہے شاید دس بیس آدمی چپراسی پیادوں میں دکھائی دیں ورنہ سب کی گھاس کھودنے کی نوبت آویگی - اے صاحبان - جبکہ ہماری قوم کا ایسا بدتر حال ہے کیا ہم سب کا یہ فرض نہیں ہے کہ جہاں تک ہو سکے اپنی قوم کے سنبھالنے میں کوشش کریں *

میں نے اپنی اس گفتگو میں کئی جگہ "عزت قومی" کا ذکر کیا مگر میں نے یہ نہ بیان کیا کہ عزت قومی کیا چیز ہے اور وہ کیونکر حاصل ہو سکتی ہے اگر قومی عزت سے دنیاوی جاہ و حشم کا ہونا مراد لیا جاوے تو یہ غیر ممکن ہے دنیا میں کوئی قوم ایسی نہیں ہے اور نہ ہوگی کہ تمام قوم دولت و حشمت سے مالا مال ہو - مگر میری مراد قومی عزت سے ایسی حالت کا ہونا ہے جسمیں قوم درجہ بدرجہ آسودہ حال ہو اکثر لوگ زیور علم و ہنر و اخلاق سے آراستہ ہوں علوم و فنون جو دنیا میں جاری ہیں صنایع و بدایع جو روز بروز دنیا میں پھیلتے جاتے ہیں اُس قوم میں بھی موجود ہوں آپس میں قوموں کا رابطہ و اتحاد اور میل جول جو تہذیب و شایستگی کی بنیاد ہے ملکوں کی سیاحت اور قوموں کے حالات سے واقفیت جو سرچشمہ تمام نیکیوں اور ترقیوں کا ہے اُس قوم کے لوگوں میں پایا جاتا ہو - متانت اور نیکی سچائی - رحم و رحمدلی - ہمدردی خدا پرستی جو عمدہ انسانی خصلتوں میں سے ہیں اُن میں بھی موجود ہوں - اِن باتوں سے صرف دنیاوی عزت ہی قوم کو حاصل نہیں ہوتی بلکہ دینی عزت کا باعث بھی یہی امور ہیں - غور کرو کہ ہر ایک قوم کے لیئے اُسکا مذہب بمنزلہ ایک روحانی معلم کے ہے - اور اُس مذہب کی خوبی اُس کے پیروؤں کے حال کی بھلائی یا بُرائی سے ثابت ہوتی ہے - پس اگر کوئی قوم ایسی عمدہ و نیک حالت میں ہو جیسے کہ میں نے ابھی بیان کی تو بلاشبہ وہ ایک بڑی دلیل مذہبی عزت کی بھی ہے - خدا کا شکر ہے کہ ہماری قوم کو جو مذہب خدا نے عطا کیا ہے وہ مجموعہ ان تمام خوبیوں کا ہے - پس اگر ہم ایسی کوشش نہ کریں کہ ہماری قوم اپنے تئیں نمونہ ان خوبیوں کا بنا وے تو درحقیقت ہم نے اپنے مذہب کی بھی خیر خواہی نہیں کی مزید برآں یہ ہے کہ جب کسی قوم کی ایسی حالت ہو جاتی ہے تو دنیاوی دولت بھی اُس کی لونڈی بن جاتی اور تمام قوم درجہ بدرجہ اپنی حالت کے آسودہ و خوشحال ہو جاتی ہے - میری سمجھ میں اگر وہ غلط نہ ہو تو ہماری قوم کا اِن سب باتوں میں خراب حال ہے اور غالباً کوئی شخص جو قومی ہمدردی رکھتا ہوگا اس سے انکار نہ کرے گا - پس قوم کی اسی خراب حالت نے میرے دل کو بے چین کر رکھا ہے اور مَیں دربدر پڑا پھرتا ہوں -

یہ صدا کہتا ہوا کہ "بھائیو جاگو ہوشیار ہو۔ اپنی قوم کی خبر لو۔ ورنہ تھوڑی دیر میں ایسا حال ہو جائیگا
کہ تم خبر لینی چاہو گے اور خبر لینے کے قابل بھی نہ رہو گے" ؎

"قومی ترقی" اور "قومی عزت" حاصل کرنے کے دو ذریعہ ہیں۔ اوّل امن و امان ملک
میں۔ دوسرے تعلیم و تربیت قوم میں ؎

ہمکو درحقیقت نہایت سچے دل سے خدا کا شکر کرنا چاہیئے کہ انگریزی گورنمنٹ سے
جس قدر کہ ملک میں امن و امان اور رعایا میں آزادی ہے اس کی نظیر دنیا کی کسی گورنمنٹ
میں نہیں ہے۔ میں نہایت دلی یقین سے یہ بات کہتا ہوں کہ جن عمدہ اصولوں پر انگریزی
گورنمنٹ ہے اُس سے زیادہ عمدہ اصول گورنمنٹ کے ہو نہیں سکتے جیسے رعایا کے
حقوق اور اُن کی دولت اور اُن کی جان اور اُن کی آزادی اس گورنمنٹ میں محفوظ ہے
دنیا میں کہیں نہیں ہے۔ مسلمانی عملداریاں جو پنجاب کے ہمسایہ میں ہیں اُن کے حالات و
واقعات سے آپ بخوبی واقف ہیں۔ مرشیا یعنے رُوس کے حالات اور اُس کی خود مختاری
تمام دنیا کو معلوم ہے اور بخارا و خیوا کے واقعات نے اور بھی زیادہ اُسکو ظاہر کر دیا ہے
ایران کی عملداری کا حال بھی آپ صاحبوں سے پوشیدہ نہیں ہے۔ جرمن اور فرانس اور
اٹلی اور آسٹریا اور اَور چھوٹی چھوٹی یوروپ کی سلطنتیں ایسی امن کی اور اپنی رعایا کو ایسی
آزادی رکھنے والی نہیں ہیں۔ ترکی اور ایجپت اور ٹونس میں کسی قدر فرانس کی گورنمنٹ کی
تقلید شروع ہوئی ہے مگر جتنا امن اور رعایا کی آزادی فرنچ میں تھی حالانکہ وہ نہایت
ڈسپاٹک اور جابر گورنمنٹ تھی ابھی اُس رتبہ کو بھی وہ سلطنت نہیں پہونچی چہ جائے اسکے
کہ انگریزی گورنمنٹ کا مقابلہ کیا جاوے۔ امریکہ کی گورنمنٹ کو لوگ اچھا بتلاتے ہیں مگر میری
رائے میں اُس کے اصول بھی انگریزی گورنمنٹ سے زیادہ عمدہ نہیں ہیں۔ شاید میری
اس بات کو لوگوں نے خیال کیا ہوگا کہ انگریزی گورنمنٹ کی خوشامد سے کہی ہے اگر کسی
نے ایسا خیال کیا ہو تو درحقیقت نہایت افسوس کی بات ہوگی۔ کیونکہ میرا یہ خیال ہے کہ جس
گورنمنٹ کی رعایا کے دل میں یہ بات ہو کہ گورنمنٹ خوشامد کی بات سے خوش اور برخلاف
بات سے ناراض ہوگی تو اُس سے زیادہ بدتر کوئی گورنمنٹ نہیں ہو سکتی۔ اگر انگلش گورنمنٹ
ایسی ہو تو اُس کی حکومت اور ایک ناتربیت یافتہ گورنمنٹ کی حکومت میں کچھ فرق نہوگا
پس یہ جو کچھ کہ میں نے گورنمنٹ کی نسبت کہا یہ واقعی میرا دل کا خیال ہے۔ اگر ایسی
پُرامن گورنمنٹ میں بھی ہم اپنی قومی ترقی نہ کریں گے تو اس سے زیادہ کوئی بدنصیبی ہملوگوں
کی نہ ہوگی ؎

ٹونس جس کا میں نے ابھی نام لیا ایک چھوٹی سی مسلمانی سلطنت افریقہ کے شمالی کنارہ پر ہے جہاں کا حکمران بی آف ٹونس کہلاتا ہے۔ سید خیر الدین جو ایک نہایت ذی علم شخص ہے اُس کا ایک وزیر ہے جو مدت تک یوروپ میں رہا ہے۔ اُس نے ایک کتاب تالیف کی ہے جس کا نام اقوام المسالک ہے۔ اور یہ میرے ہاتھ میں موجود ہے اور اُس کا اُردو ترجمہ بھی جناب خلیفہ سید محمد حسن صاحب وزیر پٹیالہ کی فیاضی سے چھپ رہا ہے جسکے یہ اوراق میرے پاس ہیں۔ اُس وزیر نے اپنی کتاب میں یہ ایک فقرہ لکھا ہے جو میں آپ صاحبوں کے روبرو پڑھتا ہوں "جو سلطنتیں رعایا کو کسی قسم کی آزادی دیں خواہ وہ آزادی شخصی ہی کیوں نہ ہو اُن پر واجب ہے کہ وہ آزادی کی خوبیاں اور اُس کے نتایج کو بھی دیکھتی رہیں اور اُس سے کچھ فایدہ بھی اُٹھاویں یعنی علوم و فنون کا شیوع کریں اور جملہ قسم کی صناعیوں کو جاری کریں جن کے اصول یہ چار ہیں۔ ایک فلاحت۔ دوسری تجارت۔ تیسرے محنت۔ چوتھے فکر۔ اور انھیں چاروں اُصولوں پر تمام انسانی ہمتیں اور دنیاوی بہبودی موقوف ہے" پس میرا یہ مقصد ہے کہ ہماری قوم اس عالم مسلمان وزیر کی نصیحت پر عمل کرے اور سب لوگ اس پُرامن اور آزاد گورنمنٹ کے عہد میں جو ملکہ معظمہ وکٹوریا دام ملکہا کے سایہ عاطفت سے ہندوستان میں ہے اپنی قومی ترقی میں نہایت طمانیت سے کوشش کریں اور ملکہ معظمہ کی جان کو دُعا دیا کریں۔

دوسرا ذریعہ قومی عزت اور قومی ترقی کا میں نے تعلیم و تربیت کو بیان کیا ہے۔ اسکا ثبوت علانیہ ہمارے سامنے موجود ہے۔ جن جن قوموں نے تعلیم و تربیت میں ترقی کی ہے وُہی قومیں دنیا میں ترقی و عزت پر ہیں اور مال و دولت وجاہ و حشمت سے بھی منہال ہیں۔ یہ ایسی بدیہی بات ہے کہ کوئی شخص بھی اس سے انکار نہیں کرسکتا پس اب ہمکو اپنی قوم کی ترقی دولت و عزت کے لیئے جو کچھ تدبیر کرنی ہے وہ یہی ہے کہ اُن کی تعلیم و تربیت کے لیئے نہایت عُمدہ اور نہایت مفید سامان مہیا کریں۔ بعض بزرگوں کا جو ہماری تدبیروں سے اختلاف رائے رکھتے ہیں یہ خیال ہے کہ ہندوستان میں ہماری قوم کی تعلیم و تربیت کے لیئے کافی سامان موجود ہے اور جو علوم کہ ہم ہمیشہ پڑھتے آئے ہیں وُہی علوم اس زمانہ میں بھی ہماری قومی عزت اور قومی ترقی کے لیئے کافی ہیں۔ اگر یہی رائے اَور کسی صاحب کی بھی ہو تو مجبوری کی بات ہے کیونکہ اس امر کی غایت صرف ایک اختلاف رائے ہے مگر میں آپ صاحبوں کی خدمت میں عرض کرنا چاہتا ہوں کہ کیا درحقیقت اُن لوگوں کی یہ رائے صحیح ہے۔ مَیں سمجھتا ہوں کہ ہرگز صحیح نہیں ہے۔ ہماری قوم کے لیئے تعلیم و تربیت کا کچھ بھی سامان

ہندوستان میں موجود نہیں ہے۔ چھوٹے موٹے مکتب جو لوگوں نے تھوڑے تھوڑے ماہواری یا ششماہی چندہ سے قایم کیئے ہیں اور جن میں ایک بے ترغیب اور غیر مفید تعلیم ہوتی ہے اور بوڑھے بوڑھے شخص اُن میں کافیہ اور منیہ قدوری پڑھتے ہیں اور مسجدوں میں سے یا لوگوں کے گھروں میں سے روٹی پاتے ہیں۔ کیا یہ سامان ہماری قومی تعلیم و قومی تربیت و قومی عزت کے لیئے کافی ہیں۔ حاشا و کلا۔ علوم دینی جو اُن میں پڑھائے جاتے ہیں اگرچہ در حقیقت وہ بھی کافی نہیں ہیں لیکن میں قبول کرتا ہوں کہ جسقدر پڑھائے جاتے ہیں وہ فایدہ سے خالی نہیں مگر اور دنیاوی علوم جو ہماری زندگی کے لیئے مثل غذا کے ضروری ہیں اُن کا کیا بندوبست ہے اور اُن کی کیا تعلیم ہے۔ اب وہ زمانہ اور وہ وقت نہیں ہے کہ تصور و تصدیق اور ہیولے و صورت کی بحث میں عمریں کی عمریں ضایع کر بیجاویں۔ قدیم علوم پڑھے ہوئے عالم جو اس زمانہ میں موجود ہیں مہربانی سے مجھ کو بتاؤ کہ اس دنیا میں کس کام کے ہیں اور اُن کی ذات مبارک سے قوم کو مُلک کو مُلک کے لوگوں کو کیا فایدہ پہونچتا ہے۔ ہم صبر کرتے اور کہتے ہیں کہ جانے دو اُن سے قوم کو مُلک کو فایدہ نہوا نہ سہی۔ اُن کی ذات کو تو اُس سے فایدہ ہوا ہوگا۔ مگر سخت افسوس یہ ہے کہ اُن کی ذات کو بھی کسی فایدہ کا ہونا معلوم نہیں ہوتا اُن سے پوچھو کہ اُنھوں نے اُن علوم کو حاصل کر کر کیا واقفیت اپنے میں پیدا کی کن چیزوں کی حقیقت واقعی سے واقف ہوئے خدا نے جو عجیب عجیب چیزیں دنیا میں پیدا کی ہیں اور جن کی حقیقت اور حالت اور بناوٹ کی حکمت جاننے سے خدا تعالے کی قدرت پر اُس کے کمال پر اُس کی بے انتہا حکمت پر خوبی تصدیق حاصل ہوتی ہے اُن میں سے کس چیز کی حقیقت سے واقفیت پیدا کی ہے۔ البتہ چند لفظوں کے فرضی معنی قرار دیکر اُن کے اُلٹ پھیر کے سوا اَور کچھہ نہیں آیا ✦

میرے ایک دوست کا ایک رشتہ دار دیوبند ضلع سہارنپور کے مدرسہ میں جو لوگوں نے ماہواری یا سالانہ چندہ سے انھیں قدیم علموں کی تعلیم کے لیئے قایم ہے تعلیم پاتا تھا اُسنے تمام علوم پڑھکر فراغت حاصل کی فضیلت کی پگڑی سر پر باندھی۔ مدرسہ سے علیحدہ ہوکر اُس نے میرے دوست کو لکھا کہ اب میں کیا کروں میرے دوست نے جو اُن کا رشتہ مند ہے جواب دیا کہ دنیا میں کام آنے کے لایق تو تم نے کوئی چیز سیکھی نہیں اب بجز اس کے اَور کچھہ چارہ نہیں کہ کسی مسجد یا چوپال میں جاکر بیٹھو اور مُردوں کے فاتحوں کی اور جمعرات کی روٹی پر گذر کرو۔ اور دن رات انھیں الفاظ کو یاد کرتے رہو جو بجز فرضی اور اصطلاحی معنوں کے اَور کوئی حقیقت اصلی نہیں رکھتے ✦

قطع نظر اِن سب باتوں کے آپ سب صاحب ان مدرسوں کے حالات سے بخوبی

واقف ہیں آیا اُن میں جو لوگ تعلیم پاتے ہیں اُن سے کچھ بھی قومی ترقی اور قومی عزّت کی توقع ہونے کی غیرت - دلیری - دل کی بہادری - خود اپنی آپ عزّت کرنی - دل کا جوش - طبیعت کی عُمدگی - عالی ہمتی - ہمدردی - ولولہ جو اصل اصول قومی عزّت و قومی ہمدردی کے ہیں ان مدرسوں کے طالب علموں میں ہونے کی (جو خود نہایت قابل افسوس حالت میں گذر کرتے ہیں) حاشا و کلّا ۔

علاوہ اس کے آپ خیال فرماویں کہ وہ مکتب ایسی حالت میں ہیں کہ شریف خاندانوں کو اُن کی حالت پر بخوبی طمانیت ہو اور اپنی اولاد کو جن کو وہ جان سے بھی زیادہ عزیز رکھتے ہیں اپنا گھر چھوڑ کر اُن مکتبوں میں پڑھنے اور مسجدوں میں یا کسی شخص کے دروازے کی کوٹھری میں رہنے کے لیئے پردیس میں بھیجدیں اگر یہ سب باتیں اُن مکتبوں میں موجود بھی ہوں تو آپ سب صاحب یقینی اس بات کو تسلیم فرماتے ہوں گے کہ تعلیم سے بھی زیادہ مقدم تربیت ہے - پس کیا طریقہ و کیا ذریعہ لڑکوں کی تربیت کا اُن مکتبوں میں ہے جس سے ہمکو اپنی اولاد کی اور اپنی قوم کی بھلائی کی اُمید ہو - اصل یہ ہے کہ ہمارے ہندوستان میں کسی زمانہ میں قومی تعلیم کا سلسلہ جاری ہی نہ تھا - امیروں اور دولتمندوں کے لڑکے پڑھنے لکھنے سے بہت ہی کم سروکار رکھتے تھے - متوسط درجہ کے اشراف خاندان بھی لکھنے پڑھنے کو کوئی عُمدہ چیز نہیں سمجھتے تھے - ادنٰے درجہ کے خاندان کے لوگ بجز سپاہی پیشہ ہونے کے اَور کچھ نہیں جانتے تھے - معدودے چند خاندان تھے جن کے یہاں مثل اور پیشوں کے پڑھنے لکھنے کا پیشہ ہوتا آتا تھا وہ لوگ بھی درحقیقت بطور ایک پیشہ کے اُسکو کام میں لاتے تھے وہ لوگ چند محتاج طالب علموں کو اپنے یہاں جمع کر کے اُن کو پڑھاتے تھے اور امیر لوگ یہ سمجھکر کہ اُن کے مدرسہ میں یا خانقاہ میں محتاج لوگ جمع رہتے ہیں کچھ روپیہ بطور خیرات کے بھیجتے تھے اور یہ سمجھتے تھے کہ محتاج طالب علموں کی روٹی کپڑا میں خرچ ہوگا اور دینے والا سمجھتا تھا کہ جس طرح اَور خیرات دینے میں ثواب ہوتا ہے اسی طرح اس خیرات کا بھی ثواب ہوگا - وُہی خیالات اور وُہی عادتیں اب تک لوگوں کے دلوں میں جمی ہوئی ہیں - وہ جانتے ہی نہیں کہ قومی تعلیم و تربیت کیا چیز ہے اور وہ کس طرح ہو سکتی ہے اور قوم کو کس طرح اُسپر متوجہ ہونا لازم ہے - اب عنقریب ہمارے دوست خان بہادر **محمد حیات خاں** صاحب ولایت تشریف لے جانے والے ہیں اور ضرور **کیمبرج** اور **آکسفورڈ** کا بھی ملاحظہ کرینگے اور مجھ سے زیادہ اپنی قوم اور اپنی قوم کی حالت پر افسوس فرماویں گے آپ سُن کر تعجب کرینگے کہ صرف کیمبرج کے مدرسوں کی جائداد اسقدر ہے کہ جس کی آمدنی مہاراجہ سیندھیا کی تمام سلطنت کی آمدنی سے زیادہ ہے اور یہ جائداد صرف قوم نے

اپنی قوم کی تعلیم و تربیت کے لیئے دی ہے اُس کا نتیجہ یہ ہے جو آج ہم سب اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں اگر ہماری قوم اُس ضرورت پر خیال کرے جو اولاد کی تعلیم و تربیت کے لیئے ہے اور یہ بھی ہماری قوم کے دل میں کسی طرح سما جاوے کہ نہایت عمدہ اصول پر مدرستہ العلوم قایم کیئے بغیر ہماری اولاد کی تعلیم و تربیت غیر ممکن ہے تو ایک مدرستہ العلوم کیا بیسوں مدرستہ العلوم قایم ہو سکتے ہیں خدا کرے کہ ہماری قوم سمجھے اور اس طرف متوجہ ہو ٭

ان مکتبوں کے سوا سرکاری مدرسہ ہیں اور پنجاب میں بالتخصیص ایشیا کی زبانوں کی ترقی کرنے کا بھی بندوبست ہے جو بزرگ ہماری رائے کے مخالف ہیں وہ کہتے ہیں کہ یہ سرکاری مدرسے ہمارے لیئے کافی ہیں مگر اُن کا دل خوب جانتا ہے کہ ہماری مخالفت اُن سے یہ باتیں کہواتی ہے ورنہ وہ یقین جانتے ہیں کہ ہم مسلمانوں کی اغراض کے لیئے یہ سرکاری مدرسے کافی نہیں ہیں اگر میں اُس کی تفصیل اور وجوہات اور اُن کے اسباب کا بیان کروں کہ کیوں یہ سرکاری مدرسے ہماری اغراض کے لیئے کافی نہیں ہیں تو بہت لمبی گفتگو ہو جاوگی اور مجھے خوف ہے کہ میں اُس کو آج ختم بھی نہ کر سکوں گا۔ مگر میں ایک نتیجہ پر آپ صاحبوں کو متوجہ کرتا ہوں جس سے تصفیہ ہو جاوے گا کہ یہ سرکاری مدرسے ہماری دینی و دنیوی اغراض کے لیئے کافی ہیں یا نہیں۔ پس میں سوال کرتا ہوں کہ ہماری قوم کے لوگ ان سرکاری مدرسوں سے دل سے وابستہ ہیں۔ نہیں۔ ہماری قوم کے لڑکے بقدر تعداد وا جب ان مدرسوں میں جاتے ہیں اور تعلیم پاتے ہیں۔ نہیں۔ ہماری قوم کے لڑکوں نے سولئے دو تین کے ان مدرسوں کی بدولت یونی ورسٹی کی ڈگریاں حاصل کی ہیں۔ نہیں۔ کوئی انجنئیر بنا ہے نہیں کسی نے ایل ایل ڈی کی ڈگری پائی ہے۔ نہیں۔ کسی نے ان مدرسوں میں علم ادب ایسا سیکھا ہے جو ادیب کہلایا جا سکتا ہو۔ نہیں ٭

پس جبکہ یہ نتیجہ ہے تو صاف ثابت ہے کہ کچھ تو ان مدارس میں ایسی بات ہے جو ہماری اغراض کے لیئے کافی نہیں۔ ورنہ ہم لوگ اُن سے گرویدہ ہوتے اور جن سوالوں کا جواب نا ہوا ہے سب کا ہاں ہوتا۔ پھر ہم پوچھتے ہیں کہ ہماری قوم کے جن لوگوں نے ان مدرسوں میں تعلیم پائی ہے آخر کچھ بھی اُنھوں نے کیا ہے۔ ہاں یہ کیا ہے کہ کسی اسکول میں اُنھیں پڑھی ہوئی کتابوں کے طوطے کی طرح پڑھانے کے لیئے یا کسی دفتر میں چٹھیات کے اس طرح نقل کرنے کے لیئے جس کا مطلب اُن کی سمجھ میں نہ آسکے لیاقت پیدا کی ہے۔ اور اسپر طرہ یہ ہے کہ بعض تو اپنے مذہب کا ایک مسئلہ تک نہیں جانتے اور بعضے مذہب ہی کو سلام کرتے ہیں۔ پس اب انصاف کرو کہ کیا یہ بات سچ ہے

کہ یہ مدرسے ہماری تمام اغراض کے لیئے کافی ہیں اور کیا ان مدرسوں کی تعلیم سے ہمکو اپنی قومی عزت و قومی ترقی کی توقع ہے۔ ہرگز نہیں ہرگز نہیں۔ اے صاحبان میں اوپر ثابت کر آیا ہوں کہ عُمدہ تعلیم و تربیت ہی قومی عزت اور قومی ترقی کا اصلی ذریعہ ہے۔ مگر کوئی قوم عزت نہیں پاسکتی جب تک کہ تعلیم ایک مقدار مناسب سے اُس قوم میں رائج نہ ہو اور اُس مقدار مناسب کا اندازہ حسب تفصیل ذیل ہوسکتا ہے۔ ضرور ہے کہ اُس قوم میں ایک گروہ معتد بہ اعلیٰ درجہ تعلیم کا ایسا پیدا ہو جس میں سے کوئی کسی علم میں اور کوئی کسی علم میں دستگاہ کامل رکھتا ہو اور اسی طرح تمام علوم کے کامل لوگ اُس قوم میں موجود ہوں جن کی عقل و فہم اور سعی و کوشش سے علم و فن کو روز بروز ترقی ہو اور جن کے نام سے ہماری قوم کو عزت اور فخر ہو اور پھر اُن لوگوں کی تعداد بھی ایسی ہو جن پر اطلاق النّادر کالمعدوم کا نہ ہو۔ اس کے بعد ایک بہت بڑا گروہ متوسط درجہ تعلیم کا اُس قوم میں ہونا چاہیئے جو عالی رتبہ مصنّفوں کی علمی تصنیفات کو نہایت عمدگی سے جانتا ہو اور ہر ایک دقیقہ اور باریک باریک اصُول سے بخوبی واقف ہو اور تعلیم کے ذریعہ سے وہ سب باتیں اپنی قوم کو سکھلا سکتا ہو۔ اس گروہ کی تعداد ایسی ہونی چاہیئے کہ بلحاظ قومی تعداد کے ایک مناسب مناسبت رکھتی ہو۔ اس کے بعد ادنے درجہ تعلیم کا ہے مگر اس میں بھی تین قسم کے گروہوں کا ہونا ضرور ہے۔ ایک گروہ ایسا ہو جو کُل قوم سے تعداد میں ایک مناسبت معقول رکھتا ہو اور اُس نے اسقدر تعلیم پائی ہو کہ خاص اپنی عقل و علم سے اپنے کاموں کو انجام دیسکے۔ اس کے بعد اس درجہ کے ایسے لوگ بہ تعداد کثیر ہونے چاہئیں جو اپنے دنیوی ضروری کاموں کا انجام بخوبی تمام کرسکتے ہوں اور جو کہ یہ لوگ محض جاہل نہیں ہونے کے تو ضرور ان میں اسقدر علم کی روشنی ہوگی کہ جو ترقیاں علوم و فنون میں ہر روز ہوتی جاتی ہیں اُس کے وسیلہ سے اُن سے فایدہ اُٹھاسکیں گے ॥

اِس کے بعد اُن لوگوں کا درجہ ہے جو جسمانی محنت کرنے کی لیاقت رکھتے ہوں اُن میں بھی اسقدر استعداد ہونی چاہیئے کہ آسان آسان کتابیں اور سہل سہل چھوٹے چھوٹے اخبار اور مذہبی مسائل کی کتابیں پڑھ سکتے ہوں۔ تھوڑا بہت اپنا مطلب لکھ لیتے ہوں۔ حساب کرسکتے ہوں ॥

جن قوموں میں ان سب مراتب کے تعلیم یافتہ مناسب تعداد سے موجود نہ ہوں اُس قوم کو کبھی ترقی نہیں ہوسکتی اور نہ دوسری قوم کی نگاہ میں وہ قوم کچھ عزت حاصل کرسکتی ہے۔ مدت سے میں نے اپنی اس رائے پر غور کیا ہے جس پر میں نہایت مضبوط ہوں اور ایک

رسالہ میں جو میں نے لنڈن میں لکھکر مشتہر کیا تھا اُس میں بھی یہ رائے ظاہر کی تھی - اور میری اس رائے کی صحت اُن قوموں کے حالات پر نظر کرنے سے بخوبی ثابت ہوتی ہے جو اَب دنیا میں درجہ بدرجہ ترقی یافتہ موجود ہیں جس میں یہ باتیں پوری پائی جاتی ہیں وہ پوری ترقی میں ہے اور جس میں جتنی کمی ہے اُتنا ہی اُس میں نقصان ہے - پس یہ اندازہ قومی ترقی کا جو میں نے بیان کیا اور یہی ہمارا مقصد ہے کہ ایسی ہی ترقی تعلیم کی ہماری قوم میں ہو جاوے پس اب میرا سوال یہ ہے کہ کیا وہ خانگی مکتب جو لوگوں نے کہیں کہیں قایم کیئے ہیں اور کیا یہ سرکاری مدارس جو بڑی شان وشوکت سے قایم ہیں ان سب قسموں کے تعلیم یافتہ اشخاص اور پھر اُسی تعداد مناسب سے جو میں نے بیان کی ہماری قوم میں پیدا کر دیں گے ہرگز نہیں اگر کسی کی رائے اس کے برخلاف ہو تو بتلا دے کہ ان مکتبوں اور سرکاری مدرسوں سے کون شخص ایسا پیدا ہوا ہے جسکو ہم اوّل قسم میں غایت درجہ دوسری قسم میں شمار کر سکیں ایک نہیں تو پھر کیوں نہ میری رائے صحیح ہو اور کیوں نہ اُسکو تسلیم کیا جاوے ؛

یہ امور جو میں نے بیان کیئے اور مکرّر کہا کہ سرکاری مدارس ہمارے تمام اغراض کے پورا ہونے کو کافی نہیں ہیں - یہ ایسے امور ہیں جن کی اصلاح گورنمنٹ کی طرف سے ہونی ناممکن ہے - میں دل سے اس بات کو تسلیم کرتا ہوں کہ جو سعی و کوشش گورنمنٹ نے ہندوستان کی تعلیم پر کی ہے وہ ایسی ہے جس کی مثال دنیا میں اور کسی عملداری میں موجود نہیں ہے - تمام رعایائے ہندوستان کو گورنمنٹ کی اُس فیاضی اور مہربانی کا جو اُس نے بالخصوص تعلیم کے باب میں ہندوستان کی رعایا کی نسبت کی ہے دل وجان سے شکر گزار ہونا چاہیئے - گورنمنٹ انگلشیہ ہندوستان میں مختلف اقوام اور مختلف مذاہب کی رعایا پر حکومت کرتی ہے اور اس لیئے اُس کو طریقہ تعلیم ایسا اختیار کرنا فرض ہے جو بالکل ناطرفدار ہو اور اُس نے ایسا ہی طریقہ اختیار کیا ہے یہاں تک کہ اُس نے انتظام تعلیم میں اپنے مذہب کی اور اپنی قوم کی بھی کچھ طرفداری نہیں کی - پس یہ کیسی عجیب اور کیسی عمدہ بات ہے - مگر مسلمانوں کی تعلیم کا حال اَور قوموں کی تعلیم سے جو ہندوستان میں آباد ہیں بالکل مختلف ہے - اُن کا مذہب - اُن کی مذہبی تعلیم عام تعلیم میں ایسی ملی ہوئی ہے کہ جیسے جسم و جان - جب اُسکو علٰحدہ کیا جاویگا جسم بیجان ہو جاوے گا اور کبھی اِس قسم کی بیجان تعلیم سے ہماری تمام اغراض پوری نہ ہوں گی برخلاف ہندوستان کی اَور قوموں کے کہ اُن کے یہاں مذہبی تعلیم عام تعلیم سے بالکل علٰحدہ ہے بلکہ سوائے ایک قوم کے اَور کوئی قوم کسی وقت میں اور اُس وقت میں بھی جبکہ اُن کے مُلک پر غیر قوموں نے حملہ نہیں کیا تھا مذہبی تعلیم سے تعلق نہیں رکھتی تھی - گورنمنٹ تمام

مذہبی تعلیم سے اپنے مدارس میں دست کش ہے اور اُسکو ایسا ہی کرنا چاہیئے۔ پس گورنمنٹ کے مدارس ہندوستان کی اَور قوموں کے اغراض پورا کرنے کے لیئے نامناسب نہیں ہیں مگر مُسلمانوں کے تمام اغراض کے پورا کرنے کو محض ناکافی ہیں۔ اور یہی باعث ہے کہ ہم لوگ اُن سے وابستہ نہیں ہیں۔ باایںہمہ ہم مُسلمانوں کو بالتخصیص اپنی گورنمنٹ کا زیادہ شکر کرنا اس لیئے واجب ہے کہ اُس نے خاص مُسلمانوں کی تعلیم پر بہ نسبت دوسری قوم کے زیادہ توجہ فرمائی ہے اور حضور عالیجناب لارڈ نارتھ بروک صاحب نے متعدد خاص خاص احکام اس باب میں جاری کیئے ہیں۔ گورنمنٹ مدراس نے اسپر زیادہ توجہ کی ہے۔ اور گورنمنٹ بمبئی و بنگال نے بھی بہت کچھ ان دنوں میں تبدیلی کی ہے اور ہمارے مُلک کے جناب لفٹنٹ گورنر بہادر نے بھی حال میں کچھ نئی تجویزیں فرمائی ہیں اور گورنمنٹ پنجاب تو پہلے ہی سے اس طرف زیادہ متوجہ ہے مگر چونکہ گورنمنٹ پوری پوری تدبیر بمجبوری اختیار نہیں کرسکتی اس لیئے وہ تمام تدبیریں ادھوری ہیں جسکو انگریزی میں ہاف میجر کہتے ہیں اور اس لیئے باوصف کافی توجہ گورنمنٹ کے ہماری اغراض کو کافی اور ہمارے حالات کے پوری پوری مناسب نہیں ہیں۔ پس اس بیان سے بخوبی ثابت ہوتا ہے کہ جب تک ہم خود اپنے لیئے عمدہ تعلیم کا ذریعہ قایم نہ کریں گے ہماری تمام اغراض جو تعلیم سے متعلق ہیں پوری نہ ہوں گی ٭

ان تمام حالات پر غور کرکر ایک گروہ مُسلمان نے جس گروہ کا میں خادم ہوں یہ تجویز کی ہے کہ ایک مدرسۃ العلوم مُسلمانوں کی تعلیم کے لیئے کیمبرج اور اکسفورڈ کے نمونہ پر قایم کیا جاوے جس میں علوم دینی و دنیاوی اور تمام وہ علوم جنکی تعلیم قومی ترقی اور قومی عزت کا باعث ہو تعلیم دیئے جاویں اور مسلمان لڑکوں کی تربیت کا طریقہ بھی جو تعلیم سے بھی زیادہ ضرور ہے اُس میں نہایت عمدگی سے ملحوظ رکھا جاوے۔ اِس کام کے لیئے ایک کمیٹی مقرر ہے جسمیں مختلف اضلاع کے بزرگ و نیک طینت پاک سرشت لوگ ممبر ہیں اور مجھکو اس بات کے کہنے سے بھی بڑی خوشی ہے کہ پنجاب کے بزرگوں میں سے بھی [illegible] صاحب سی۔ ایس۔ آئی اور خان بہادر محمد برکت علیخاں صاحب و نواب نوازش علیخاں صاحب و نواب عبد المجید خاں صاحب بھی اُس کمیٹی کے ممبر ہیں اور علوم جو اس مدرسۃ العلوم میں پڑھائے جانے تجویز ہوئے ہیں اور جو طریقہ تعلیم و تربیت کمیٹی میں پیش ہوا ہے جس کو کمیٹی نے مشتہر کیا ہے جو میرے پاس موجود ہے۔ اس طریقہ کی عمدگی اور خوبی ہے وہ اُسپر غور کرنے سے بخوبی واضح ہوتی ہے۔ مگر ایک آدھ بات اُس کی اس وقت عرض کرنی مناسب سمجھتا ہوں ٭

طالب علموں کو جو اس سلسلہ تعلیم میں داخل ہوں گے علوم مذہبی کی بھی تعلیم دیجاوے گی۔ سُنّیوں کو موافق اصول اہل سُنّت وجماعت کے اور شیعوں کو موافق اصول مذہب امامیہ اثنا عشریہ کے مذہبی تعلیم کا اہتمام خاص خاص ممبروں سے متعلق ہوگا جو اس کام کے لیئے منتخب کیئے جاوینگے۔ سُنّیوں کی تعلیم سُنّی ممبروں سے متعلق ہوگی اور شیعوں کی تعلیم شیعہ ممبروں سے۔ ایک حد معینہ تک جملہ طالب علموں کو علوم دینی پڑھنے ہوں گے اور اُسکے بعد ہر شخص کو اختیار ہوگا کہ اعلےٰ سے اعلےٰ درجہ تک علوم مذہبی کی تکمیل کرے اور جو طالبعلم علوم مذہبی میں فایق ہوں گے اُن کے لیئے فلورشپ پچاس روپیہ ماہواری کی ایک میعاد مناسب تک ملنی تجویز ہوئی ہے۔ علوم دنیاوی کی تعلیم میں تمام مفید علوم جن سے قومی ترقی متصور ہے داخل ہیں اور عربی و فارسی و انگریزی اور اور قدیم زبانیں بھی داخل تعلیم ہیں۔ اور ایسا عمدہ قاعدہ مقرر کیا گیا ہے کہ جو طالب علم جس زبان میں چاہے تمام علوم کی تکمیل کرے۔ ممکن ہے کہ ایک طالب علم صرف عربی زبان پڑھے اور اُسی میں جون جون سے علوم چاہے اُن کی تکمیل کرے اور یہ بھی ممکن ہے کہ اگر کوئی طالب علم انگریزی زبان پڑھے اور اُسی میں علوم کی تکمیل کرنی چاہے اُسی کو پڑھے اور اُسی میں تکمیل کرے اور کامیاب طالب علموں کے لیئے بھی وظیفہ ماہواری اور بعد تکمیل علوم کے فلورشپ پچاس روپیہ ماہواری ملنی تجویز ہوئی ہے اور اُمید ہے کہ یہ ترغیبیں ایسی مفید ہوں گی کہ ہماری قوم کے لوگوں کو تعلیم و تربیت کی طرف زیادہ متوجہ کرینگی +

چونکہ ایک ایسا بڑا قومی کام بغیر امداد تمام قوم کے اور بلا جمع ہونے سرمایہ کثیر کے غیر ممکن ہے اس لیئے تمام قوم سے اس کام کے انجام کے لیئے چندہ دینے کی درخواست ہے ہر ایک غریب امیر کے سامنے ہاتھ پھیلایا جاتا ہے کہ خدا کے واسطے اپنی قوم کے واسطے اپنی اولاد کے واسطے اپنی قوم پر رحم کرو اور جو مقدور ہو اس کام کے انجام کے لیئے چندہ دو تاکہ سرمایہ جمع ہو اور اُسکی آمدنی اس مدرستہ العلوم کے اخراجات کے لیئے مکتفی ہو۔ زرچندہ سے اس مدرسہ کے لیئے جائداد خریدنی تجویز ہوئی ہے۔ جائداد دو قسم کی ہوگی۔ اوّل از قسم اراضی معافی یا دوامی و دیہات مالگذاری۔ دویم گورنمنٹ پرامیسری نوٹ۔ اگرچہ مدت ہوئی کہ مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب نے اُس منافع کو جو گورنمنٹ پرامیسری نوٹ سے حاصل ہوتا ہے مباح وجایز بتلایا ہے اور اُنکا تحریری فتوےٰ لوگوں کے پاس ہے اور جناب مجتہد مذہب امامیہ نے بھی اُس کے جواز کا فتویٰ دیا ہے اور اہل مذہب شیعہ کو اُس کے جواز میں کچھ شبہ و تامل نہیں ہے الّا بعض بزرگان اہل سُنّت وجماعت کو اُس کے جواز میں کلام ہے اور اس لیئے وہ پسند نہیں کرتے

کہ اُن کا روپیہ پرامیسری نوٹ میں لگایا جاوے اس لیئے یہ قاعدہ قرار پایا ہے کہ جو صاحب چندہ دینے والے پرامیسری نوٹ کے خریدنے سے ممانعت کریں گے اُن کا چندہ نہایت احتیاط سے علیحدہ رہے گا اور بجز دیہات کے خریدنے کے اَور کسی کام میں نہ لگایا جاوے گا یہ قاعدہ بھی قرار پایا ہے کہ اگر کوئی صاحب یہ بات متعین کردیں گے کہ اُن کا روپیہ فلاں علم کی تعلیم میں خرچ ہو تو اُن کے روپیہ کی آمدنی اُسی علم کی تعلیم میں خرچ ہوگی - یہ قواعد ایسی دُور اندیشی سے مقرر کیئے گئے ہیں کہ کسی شخص کو اس بات کا رنج و اندیشہ نہیں رہنے کا کہ اُس کا روپیہ اس طرح پر کام میں آتا ہے جو اُس کی مرضی کے موافق نہیں ہے - اس کمیٹی کی رجسٹری حسب قانون عمل میں آئی ہے جس سے کوئی ممبر روپیہ کو اُس کام کے سوا جس کے لیئے روپیہ ہے اَور کسی بات میں خرچ نہیں کرسکتا - یہ بھی قاعدہ قرار پایا ہے کہ اصل سرمایہ جو چندہ سے جمع ہوگا وہ کبھی خرچ نہیں کیا جاویگا - بلکہ اُس روپیہ سے جائداد لیجاوے گی اور صرف زر آمدنی جائداد مدرستہ العلوم میں خرچ ہوگا اور سرمایہ ہمیشہ قایم رہیگا - بہت سے امیروں و غریبوں نے اس کام میں مدد کی ہے اور اس وقت تک عدد چندہ ایک لاکھ روپیہ سے زیادہ ہوگئی ہے - حضور عالی جناب لارڈ نارتھ بروک صاحب نے بڑی فیاضی سے دس ہزار روپیہ اپنی جیب خاص سے اس کام کے لیئے چندہ مرحمت فرمایا ہے جس کے لیئے تمام مسلمانوں کو شکر گذار ہونا واجب ہے اور اَور رئیسوں نے بھی چندہ دیا ہے سوائے جناب لارڈ نارتھ بروک صاحب کے چندہ کے بڑی سے بڑی مقدار چندہ کی پانچہزار روپیہ اور چھوٹی سے چھوٹی مقدار ایک پیسہ ہے اگرچہ اس بات سے نہایت افسوس ہے کہ کسی مسلمان رئیس کا چندہ اب تک حضور لارڈ نارتھ بروک صاحب کے چندہ سے بڑا نہیں ہے[1] حالانکہ ضرور تھا کہ ایسے کام کے لیئے متعدد رئیسوں کے چندے حضور ممدوح کے چندہ سے بہت بڑے بڑے ہوتے *

اس وقت تک اسی قدر نتیجہ کمیٹی کی کوشش کا ہے مگر جا بجا سب کمیٹیاں مقرر ہوتی جاتی ہیں اور قوم بھی اس کام پر کچھ کچھ متوجہ ہونے لگی ہے اور اُمید ہے کہ روز بروز چندہ کو ترقی ہوتی جاوے گی - ارادہ ہے کہ دس پندرہ لاکھ روپیہ اسی طرح چندہ سے جمع کیا جاوے - گورنمنٹ نے سرکاری طور پر بھی اس مدرسہ کی امداد کا بموجب قواعد گرینٹ ان ایڈ کے وعدہ فرمایا ہے

[1] - بعد اس کے حضور عالی نواب صاحب بہادر والئی رامپور نے پندرہ ہزار روپیہ نقد اور بارہ سو روپیہ سالانہ کی جاگیر مالیتی تیس ہزار روپیہ علاوہ اخراجات فونڈیشن کے مرحمت فرمایا ہے جس کی کل تعداد پچاس ہزار روپیہ ہے * ۱۲

پس جس قدر چندہ ہم جمع کریں گے اور جس قدر آمدنی اُس سے پیدا کریں گے اُسیقدر گورنمنٹ بھی عطا کرے گی۔ پس ایک لاکھ روپیہ سے زیادہ جو کمیٹی نے جمع کیا ہے اُسکو دو لاکھ سے زیادہ تصوّر کرنا چاہیئے اور اسی طرح جس دن کمیٹی پانچ لاکھ روپیہ جمع کرلے گی حقیقت میں وہ دس لاکھ ہوں گے اور جس وقت ساڑھے سات لاکھ روپیہ جمع کرلے گی اُس وقت وہ پندرہ لاکھ ہونگے اور اگر خدا کی مدد سے کمیٹی نے پندرہ لاکھ روپیہ جمع کرلیئے تو وہ حقیقت میں تیس لاکھ ہونگے۔ پس اس وقت کمیٹی کی نظر پنجاب کی سخاوت اور فیاضی پر ہے اور اُمید کرتی ہے کہ پنجاب کی فیاضی سے بہت کچھ فایدہ مُسلمانوں کی قومی ترقی و قومی عزت کو ہوگا۔

مُسلمانوں کی کمیٹی جس وقت کہ اس نیک کام میں سعی کر رہی تھی تو اُس کو اُمید قوی تھی کہ ہر فرقہ کے تمام مسلمان بلا لحاظ کسی باہمی اختلاف کے یا اختلاف رائے کے اور بلا خیال اختلاف مذہب کے باہم متفق ہوکر اس نیک کام کے انجام میں مدد و معاون ہوں گے۔ بڑا اندیشہ اس بات کا تھا کہ مبادا اُسنّی شیعہ بسبب اختلاف مذہب کے باہم کچھ اختلاف کریں۔ مگر خدا کا ہزار ہزار شُکر ہے کہ ان دونوں فرقوں میں تو اس بات کا کچھ اختلاف نہیں ہوا۔ سُنّی و شیعہ دونوں کمیٹی اسلامی کے ممبر ہیں اور دونوں ایک دل ہوکر اس کار خیر کے انجام میں ساعی ہیں مگر نہایت افسوس کی بات ہے کہ سُنّیوں ہی میں سے بعض لوگوں نے جو تعصب مجسّم ہیں اس کام سے اختلاف کیا ہے اور جہاں تک اُن سے ہوسکا ہے اس کام میں خلل ڈالنے اور اُس میں ابتری کرنے کی کوشش کی ہے اور کوئی دقیقہ اس قومی بھلائی کے معدوم کرنے میں اپنی دانست میں باقی نہیں چھوڑا۔ جابجا جھوٹے اور اتہام کے بھرے ہوئے رسالے تقسیم کیئے ہیں۔ اور اُمید ہے کہ پنجاب میں بھی بہت سے آئے ہوں گے۔ مگر جن کے نام سے وہ رسالے آئے ہیں اُن کا نام نامی اس معاملہ میں تو صرف ایک پردہ ہے اور جتنی تحریریں اُن کے نام سے چھپی ہیں صرف اُن کا نام ہی نام ہے ورنہ در اصل ایک اَور صاحب جو اُن کی خدمت میں حاضر ہیں اور یہ سب تحریریں کرتے ہیں اُنھوں نے چند میرے اقوال کو کسی قدر صحیح و کسی قدر تحریف کرکر ایک فتوے تحریر کرایا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ ان اقوال کے سبب سیّد احمد کافر و مرتد ہے۔ مجھے اس میں کچھ کلام نہیں کیونکہ مَیں اُن کے کافر بنانے سے کافر نہیں ہوسکتا۔ تکفیر کے فتوے کچھ نئی بات نہیں ہے۔ کون شخص بزرگان دین میں سے بچا ہوا ہے جس کی تکفیر کے فتوے نہیں ہوئے۔ حضرت غوث الاعظم رحمۃ اللہ علیہ کی تکفیر کے فتوے ہوئے۔ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کافر بنائے گئے۔ جناب حضرت مجدّد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کافر قرار دیئے گئے اور علماء ہی کے فتوے سے اُنکی

ریش مبارک نوچی گئی اور گوالیار کے قلعہ میں قید ہوئے - اگر میں اُن سب بزرگوں کا نام لوں جن پر کفر کے فتوے جاری ہوئے تو غالباً کئی جزو میں بھی اُن کی فہرست ختم نہ ہو گی - پس جبکہ یہ حال ہے تو میں غریب کس گنتی میں ہوں - مجھ کو اپنی تکفیر کے فتووں کا نہ کچھ ڈر ہے نہ کچھ غم - مگر میں صرف اُس جھوٹی بات کا ذکر کرتا ہوں جو مدرستہ العلوم کی نسبت اُس فتوے میں مندرج ہے - یہ وہ فتوے ہیں جو میرے ہاتھ میں ہیں اور یہ طریقہ تعلیم ہے جو مدرستہ العلوم کے لئیے کمیٹی میں پیش ہوا ہے - جو استفتا کیا گیا ہے اُس میں یہ بات ظاہر کی گئی ہے کہ میں ایک شخص نہایت بدعقیدہ ہوں اور اُنھیں بدعقیدوں کے موافق مذہبی تعلیم مدرستہ العلوم میں جاری کرنا چاہتا ہوں اور اس دروغ بے فروغ کو حقیقت واقع قرار دیکر سوال کیا ہے کہ ایسی حالت میں تائید مدرستہ العلوم جائز ہے یا نہیں - پس یہ بات جو استفتا میں لکھی گئی ہے ہر شخص کمیٹی کی روئیداد میں دیکھ کر کہہ سکتا ہے کہ محض جھوٹ ہے - کمیٹی نے صاف صاف تجویز کیا ہے کہ جو مذہب شیعہ و سُنّی کا ہے اور جو اُصول اُن کے مذہب کے ہیں اور جو کتابیں اُن مذہبوں کی ہیں - وُہی مذہب اور وُہی اصول اور وُہی کتابیں مدرستہ العلوم میں پڑھائی جاویں گی - میرے بدعقیدہ ہونے یا نہ ہونے کو اُس میں کچھ مداخلت نہیں ہے - میرے عقیدہ سے لوگوں کو کیا کام ہے - یہ مدرسہ عام لوگوں کے لیئے بنایا جاتا ہے جس میں متعدد فرقہ مسلمانوں کے شیعہ و سُنّی - وہابی و بدعتی داخل ہیں اور یقینی ایک دوسرے کو بدعقیدہ سمجھتا ہے - پس جو شخص کہ اس مدرسہ کے قیام میں کوشش کرے گا وہ بلاشبہ ایسا ہی ہوگا کہ تین فرقہ منجملہ چار فرقوں کے اُس کو بدعقیدہ سمجھیں گے اور ایسا کوئی ایک شخص بھی پیدا نہ ہو سکے گا جس کو چاروں فرقہ نیک عقیدہ سمجھیں - پس میں اُن بزرگواروں کے نزدیک جو مجھے کافر بتاتے ہیں خواہ اَور دس بیس مسلمانوں کے نزدیک بدعقیدہ سہی مگر مدرستہ العلوم کا اس میں کیا نقصان ہے - ہر ایک فرقہ کے لوگوں کو یہ بات دیکھنی چاہیئے کہ جو مذہبی تعلیم اُس میں ہونی قرار پائی ہے وہ اُس فرقہ کے مذہب سے جس فرقہ کے لیئے وہ تعلیم ہے موافق ہے یا مخالف ٭

اے بزرگان پنجاب! میں آپ سے تمثیلاً ایک بات عرض کرتا ہوں - میں فرض کرتا ہوں کہ میں بدعقیدہ ہوں - مگر میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ اگر ایک کافر مرتد آپکی قوم کی بھلائی پر کوشش کرے تو کیا آپ اُسکو اپنا خادم اپنا خیر خواہ نہ سمجھیں گے - آپ کے لیئے دولت سرا بنانے میں جس میں آپ آرام فرماتے ہیں اور آپ کے بچے پرورش پاتے ہیں - آپ کے لیئے مسجد بنانے میں جس میں آپ خدائے واحد ذوالجلال کا نام پکارتے ہیں جو صرف چمار - قلی کافر - بت پرست - بدعقیدہ سب مزدوری کرتے ہیں - مگر آپ نے کبھی اُس دولتخانہ کے دشمن

ہوتے ہیں اور نہ کبھی اُس مسجد کے منہدم کرنے پر آمادہ ہوتے ہیں۔ پس اب مجھ کو بھی اس
مدرستہ العلوم کے قایم کرنے میں ایک قُلی چار کے مانند تصور کیجئے اور میری محنت اور مشقت سے
اپنے لیئے گھر بننے دیجئے اور اس وجہ سے کہ اُس کا بنانے والا یا اُس میں مزدوری کرنے والا ایک
قُلی چار ہے اپنے گھر کو مت ڈھائیے۔ کیا آپ صاحب مجھ ایک بدبخت نامہ سیاہ کی شامت
اعمال سے اپنی تمام قوم کو اور اُن کی اولاد کو نسلاً بعد نسلٍ ڈبونا اور خراب و خستہ حالت میں
ڈالنا چاہتے ہیں۔ اگر آپ صاحب میری حالت کو بدتر جانتے ہو اُسی سے عبرت پکڑو اور
برلیئے خدا اپنی قوم کی اور اپنی اولاد کی بھلائی و بہتری کی فکر کرو۔ اگر مجھ کو بدعقیدہ و کافر اور مرتد جانتے
ہو اور میرے ہاتھ سے اس کام کا ہونا ناپسند کرتے ہو۔ بسم اللہ۔ مَیں علیحدہ ہونے پر موجود
ہوں۔ کوئی دوسرا شخص کھڑا ہو اور اس تمام کام کو انجام دے۔ چشم ما روشن۔ مگر یہ بات
کسی طرح پسندیدہ نہیں ہے کہ نہ آپ کریں اور جو کوئی دوسرا کرے تو اُس کو کافر و مرتد بتلاویں
ہمت و جوانمردی اور قومی ہمدردی کی بات یہی ہے کہ قوم کی بھلائی کرو۔ اور اگر یہ دیکھتے ہو
کہ مجھ سے قوم کو بُرائی پہونچنے والی ہے فی الفور مجھ کو الگ کرو اور خود اس کام کے انجام کا
بیڑا اُٹھاؤ۔ ورنہ کانپور میں بیٹھے رہنا اور جو کام کرنے کا ہے اُس سے کانوں پر ہاتھ دھرنا
کسی شخص کے نزدیک بھی پسندیدہ نہوگا ۔

اے صاحبو۔ مَیں دن رات اس غم میں اپنی زندگی بسر کرتا ہوں کہ انسان کی زندگی
کا کچھ بھروسا نہیں ہے خصوصاً مجھ سے آدمی کا جس نے بہت بڑا حصہ اپنی زندگی کا طے
کرلیا ہے۔ اور اگر کچھ باقی ہے تو بہت قلیل باقی ہے۔ جب میرے کوچ کا وقت آن پہنچے گا
تو کون شخص اس تمام کام کو اُٹھاوے گا اور کون شخص اس کام کو انجام پہنچاوے گا۔ اگر خدا تعالےٰ
کوئی ایسا شخص پیدا کرے کہ وہ میری زندگی ہی میں مجھ کو اس کام سے آزاد کر دے اور تمام بوجھ
اپنے اوپر اُٹھالے تو مجھ کو تو اس سے زیادہ خوشی اور خرمی کا کوئی وقت نہیں ہونے کا مگر
جب تک میری زندگی ہے یہ مجھ سے نہیں ہوسکتا کہ مَیں اپنی قوم کو کنوئیں میں گرتا دیکھوں اور
چُپکا بیٹھا رہوں اور اپنی قوم کو مرتا پاؤں اور اُس کے مُنہ میں پانی نہ چواؤں ۔

ہاں ایک بات مدرستہ العلوم میں تعلیم کی نسبت ضرور قرار پائی ہے اور وہ یہ ہے
کہ جو مسلمان انگریزی پڑھنا چاہے بلکہ انگریزی کے سوا اَور چند قدیم زبانیں بھی تحصیل کرنا چاہے
تو اُسکو ضرور پڑھائی جاویں گی۔ پس جو لوگ کہ انگریزی پڑھنے کو کفر و ضلالت سمجھتے ہیں اُنکے
جواب دینے کو میرے پاس کچھ نہیں ہے ۔

یہ بھی سچ ہے کہ مدرستہ العلوم میں یہ بھی تجویز ہوئی ہے کہ دنیاوی علوم وہ پڑھائے جاویں

جو اس زمانہ میں مفید و کار آمد ہیں اور ایسا انتظام تعلیم کیا جاوے کہ جن علوم و فنون جدیدہ سے
جو یورپ میں ایجاد ہوئے ہیں اور جن سے ہماری قوم ناواقف محض ہے اُن سے واقفیت
کامل حاصل ہو۔ جن لوگوں کو یہ بات ناگوار ہے اُس کا بھی کچھ علاج نہیں مگر اتنی بات تو ضرور
سمجھنے اور تصفیہ کرنے کے قابل ہے کہ آیا ان لوگوں کی ناگواری نسبت ان علوم کے بجا ہے
ہے یا اُن علوم کا تعلیم میں داخل کرنا واجب ہے میں چاہتا ہوں کہ اس کا تصفیہ ایک
ایسے عالم مسلمان کی رائے پر چھوڑا جاوے جو خود بھی عالم ہے اور بہت سے عالم مسلمان
اُس کے تحت میں ہیں اور وہ خود ایک مسلمانی سلطنت کا نائب السلطان ہے اور کئی لاکھ
مسلمانوں پر حکومت کرتا ہے وہ خود مسلمان ہے مُلک کا مالک مسلمان ہے حکومت مسلمان
ہے۔ پس اب دیکھو کہ وہ کیا کہتا ہے۔ یہ شخص وُہی ہے جس کا نام نامی تھوڑی دیر ہوئی کہ میں نے
لیا تھا۔ یعنی **سید خیر الدین وزیر سلطنت ٹونس** ۔ یہ کتاب اُسکی اقوام المسالک
میرے ہاتھ میں ہے اور میں چند مقام اُس کتاب کے آپ صاحبوں کو سُناتا ہوں۔
اُنھوں نے ارقام فرمایا ہے کہ جب میں نے دنیا کی مختلف قوموں کی ترقی اور تنزل کے
اسبابوں کو نہایت فکر و تامل کے ساتھ دیکھا اور مسلمانوں اور فرنگیوں کی تواریخ سے
جہاں تک ممکن تھا ڈھونڈھ ڈھونڈھ کر اُن کو نکالا اور جو کیفیت مسلمان لوگوں کی اُن
حالات کے لحاظ سے جو اُن پر ابتدائے زمانہ میں طاری تھی اور جو فی زمانناً طاری ہیں اور جو
آیندہ تجربہ کی رُو سے اُن پر ہونے والی ہیں اُن دونوں قوموں کے مورخوں نے لکھی ہے
اُسکو بھی میں نے دیکھا تو خواہ مخواہ مجھ کو یہ یقین ہوگیا اور میرے اس یقین کا شاید کوئی مرد
مسلمان مخالف نہ ہوگا اور نہ اُس کی مخالفت کے واسطے وجہ نکلے گی کہ جب ہم ایک قوم کی
ترقی اور انتظام مملکت کی خوبی کا خیال کریں اور اُس کی ہمت کو بھلائی اور نفع کی باتوں پر
حد سے زیادہ مائل پائیں تو اس صورت میں ہمکو اپنی بھلائی کی باتوں کے اچھی طرح سمجھنے
اور جانچنے کے لیئے بجز اس کے اَور کوئی طریقہ نہیں ہے کہ ہم ایک ایسی قوم کی حالت
کو نظر تامل سے دیکھیں جو ہمارے گروہ کی نہیں ہے اور اُس کی ترقی کے اسبابوں کو
دریافت کریں خصوصاً اُس قوم کی حالت کو جو ہمارے قرب و جوار میں ہی رہتی ہے اور
پھر ہم اُن جدید ہنرمندیوں اور کمالات کو خیال کریں جو فی زمانناً علم و عمل کے موافق تجربے سے
پیدا کیئے گئے ہیں اور اُن باتوں کا لحاظ کر کے ہم تمام دنیا کو یہ سمجھیں کہ گویا ساری دنیا بمنزلہ
ایک شہر کے ہے جس میں مختلف قومیں اس قسم کی رہتی ہیں جن کی ضرورتیں باہم ملی جلی اور
ایک دوسرے پر موقوف ہیں اور یہ خیال کریں کہ گو ہر ایک فرقہ اپنی خاص تمامتر توجہ

اپنے ہی نفس کا محتاج ہے مگر بلحاظ اُن فوائد کے جو سب کی نسبت عام ہیں سب قومیں ایکدوسری
کی محتاج ہیں پس جو شخص ان باتوں پر غور کرے گا جو ہمارے تجربہ کے رُو سے بلاشبہ صحیح
ہیں اور یہ بھی اپنی دیانت کی رُو سے جانتا ہوگا کہ شریعت اسلامیہ دین و دنیا دونوں کی مصلحتوں
پر مشتمل ہے کیونکہ دنیوی معاملات کی اصلاح امور دینیہ کے استحکام کی بُنیاد ہے تو اُس شخص
کو یہ بات نہایت بُری معلوم ہوگی کہ وہ ایسے علمائے اسلام کو جو بسبب اپنی امانت اور دیانت
کے اس بات کے ذمّہ وار ہیں کہ احکام شرعیہ کے جاری کرنے میں مصلحت وقت کا ضرور
لحاظ رکھیں ۔ غوامض اور دقایق شرعیہ کے کھولنے اور مصالح دینیہ کی حقیقت بیان کرنے سے
پہلو تہی کرتا دیکھے اور دانستہ اغماض کرتا پاوے اور ایسے علماء کی عقلیں ظاہری اور باطنی
مصلحتوں کے سمجھنے سے قاصر ہوں اور اُن کے ذہن اُن سے خالی رہیں کیونکہ یہ بات سب
جانتے ہیں کہ ایسے خاص خاص لوگوں کا ایسا ہونا عوام الناس کو اُن باتوں کے دریافت
کرنے سے جو اُن کی ترقی اور بھلائی کے لیئے ضرور ہیں محروم رکھتا ہے"۔

پھر وہ ایک مقام پر لکھتے ہیں کہ "سب سے بڑا کام اس کتاب کے تالیف کرنے سے
میں نے اپنے دل میں یہ ٹھہرایا تھا کہ میں اُس کے ذریعہ سے بڑے بڑے نامی علماء کو ان باتوں
سے آگاہ کروں جن کی اطلاع سے لوگوں کو ایسی باتیں دریافت کرنے میں مدد ملیگی جنکی حسب
مقتضائے زمانہ اور مصلحت وقت ہمکو نہایت بڑی ضرورت ہے اور اُن باتوں کا ذکر کروں جن پر
فی زماننا انسان کے جملہ معاملات ظاہری اور باطنی کا مدار ہونا چاہیئے تاکہ جو اہل سیاست
بلکہ علی العموم جو لوگ خواب غفلت میں ہیں وہ سب بیدار ہو جاویں"۔

پھر وہ ایک مقام پر لکھتے ہیں کہ "یورپ کی قوموں کے تمام معاملات نظم و نسق اور طریقہ
سیاست اور تمدن کو میں نے اس غرض سے بیان کیا ہے کہ مُسلمان لوگ بھی اُن میں سے
جن باتوں کو اپنے حسب حال اور اپنے حق میں بہتر دیکھیں اُن کو اختیار کرلیں اور جو باتیں
ہماری شریعت کے مخالف نہیں ہیں بلکہ مساعد ہیں اُن کو اپنے برتاؤ میں داخل کریں تاکہ
شاید وہ اس تدبیر سے پھر اپنے اُن کمالات کو حاصل کرلیں جو کسی زمانہ میں ہمارے ہاتھوں سے
نکل گئے ہیں اور شاید اس ذریعہ سے ہم اپنے یہاں کی اس تفریط کے گرداب سے نجات
پاویں جو آجکل ہم لوگوں میں پھیل رہی ہے"۔

پھر وہ ایک مقام پر لکھتے ہیں کہ "اس کتاب کے تالیف کرنے اور اُس میں مطالب
مذکورہ بیان کرنے کی ضرورت مجھ کو ظاہرا دو وجہ سے معلوم ہوئی ۔ اگرچہ حقیقت میں ان دونوں
وجہوں کا مآل واحد ہے ایک تو ان دونوں میں سے غیرت دلاکر برانگیختہ کرنا غیرت داراو

عقلمند اور عالم اور صاحب ثروت اہل سیاست مسلمانوں کا اس بات پر ہے کہ وہ ذرا ہوشیار ہو کر اُن وسیلوں کو دریافت کریں جن کے سبب سے مسلمانوں کی یہ خراب حالت آیندہ اصلاح پذیر ہو اور جن کے سبب سے اُن کے علم و فضل اور طریق تمدّن وغیرہ میں ترقی ہو اور جن کی بدولت اُن کی ثروت و عزّت کے سامان مہیّا ہوں مثلاً تجارت یا زراعت یا صناعی اور دستکاری کے کام رونق پکڑیں اور اُن سب کاموں کے اسباب اُن کے لیئے پیدا ہو جاویں اور جن باتوں سے اُن پر ذلت اور افلاس چھا رہا ہے وہ سب رفع ہو جاویں ؀

دوسری بات جو اس تالیف کا باعث ہے اُن غافل لوگوں کا ہوشیار کرنا اور متنبہ کرنا ہے جو ایک اچھی بات کو صرف اس خیال سے نہیں اختیار کرتے کہ وہ ظاہراً اُن کی شریعت میں نہیں ہے اور اس غلط خیال کا منشا یہ ہے کہ وہ دوسرے مذہب کے لوگوں کی جملہ باتوں کو اسی قابل سمجھتے ہیں کہ اُن کو ترک کیا جاوے خواہ وہ باتیں کسی قوم کی عادات میں سے ہوں خواہ تدابیر ملکیہ سے متعلق ہوں یہاں تک کہ وہ غافل لوگ غیر مذہب والے کی تالیفات کو بھی پڑھنا بُرا سمجھتے ہیں اور اگر کوئی شخص اُن کے سامنے غیر مذہب والے کی تالیفات یا عُمدہ باتوں کی تعریف کرے تو وہ اُس شخص کو بُرا بھلا کہنے پر مستعد ہو جاتے ہیں حالانکہ یہ بات بالکل حماقت کی ہے اور سراسر خطا ہے۔ اس لیئے کہ جو کام فی نفسہٖ اچھا ہو اور ہماری عقل بھی اُس کو تسلیم کرے خصوصاً وہ کام جسکو کبھی ہملوگ ہی کیا کرتے تھے اور غیروں نے اُسکو ہم سے ہی اوڑا لیا ہے تو ایسے کام سے انکار کرنے یا اُس کے چھوڑ دینے کی کوئی وجہ نہیں ہے بلکہ جب وہ کام کسی زمانہ میں ہماری ہی قوم کے عملدرآمد میں تھا تو ہمکو ایسے کام کے پھیر حاصل کرنے میں نہایت شوق اور تمنا ظاہر کرنی چاہیئے۔ اور گو یہ بات مسلّم ہے کہ ہر اہلمذہب اپنے مذہب کے سامنے دوسرے کے مذہب کو ضلالت خیال کرتا ہے لیکن اس سے یہ بات لازم نہیں آتی کہ غیر مذہب والے کی دُنیوی باتیں بھی بُری ہو جاویں یا جو کام کہ مصلحت مُلکی کے لحاظ سے اُس نے کیا ہے وہ بھی ضلالت ہو جاوے اور ہمکو اُن کاموں میں غیر مذہب والی قوم کا اتباع ممنوع ہو۔ دیکھو فرنگیوں کا ہمیشہ سے یہ دستور ہے کہ جب وہ کسی قوم کا کوئی کام اچھا دیکھتے ہیں فوراً اُس کے کرنے پر مُستعد ہو جاتے ہیں چنانچہ وہ اپنی ایسی ہی باتوں کے سبب سے آج اپنی ترقی اور بلندی کے اُس رتبہ پر ہیں جس کو سب لوگ آنکھوں سے دیکھتے ہیں اور حقیقت میں ایک پرکھیے دانشمند کا کام بھی یہی ہے کہ جو بات اُس کے سامنے پیش آوے خواہ وہ کسی کا قول ہو یا فعل ہو اُسکو نظر امتیاز سے تاڑ کر جانچے

اور اگر اُس کو اچھا دیکھے تو فوراً اخذ کرلے اور دل سے اُسکو بہتر سمجھے گو اُس کا موجد دین میں سچا ہو یا جھوٹا اس لیئے کہ حق بات کچھ لوگوں سے نہیں پہچانی جاتی بلکہ لوگ حق سے پہچانے جاتے ہیں اور حکمت مسلمان کے لیئے بمنزلہ گم شدہ چیز کے ہے جہاں کہیں اُسکو پاوے فوراً لے لے ؛

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے ارشاد فرمایا ہے" قول کی خوبی کی طرف دیکھو قائل کے حال کی طرف مت دیکھو" اور جبکہ ہمارے متقدمین نے غیر ملت کے لوگوں سے علوم منطق کو نفع کی چیز سمجھکر اپنی زبان میں ترجمہ کرلیا اور اُس کے رواج کو مستحسن جانا یہاں تک کہ امام غزالی علیہ الرحمۃ نے لکھا ہے کہ جو شخص منطق نہ جانتا ہو گویا علم اُس کا کچا ہے تو پھر ہمکو کس چیز نے منع کردیا ہے کہ ہم اس زمانہ میں غیر ملت قوم کی جن باتوں کو اپنے حق میں نافع اور کار آمد دیکھیں اُن کو نہ یاد کرلیں اور جن باتوں کی طرف ہمکو مکائدِ اعدا سے محفوظ رہنے اور صدہا منفعتوں کے حاصل کرنے میں نہایت حاجت ہو اُن کو اختیار نہ کریں۔ کتاب سنن المہتدین میں شیخ المراق المالکی نے صاف لکھا ہے کہ غیر قوم کے ساتھ جن باتوں میں مشابہت ممنوع ہے وہ صرف وُہی باتیں ہیں جو ہماری شریعت کے خلاف ہیں اور جن باتوں کو غیر ملت کے لوگ موافق طریقہ مندوبہ یا مباح یا واجب کے کرتے ہوں اُن کو ہم صرف اس خیال سے نہیں چھوڑ سکتے کہ غیر ملت کے لوگوں کا بھی اُنپر عملدرآمد ہے اس واسطے کہ ہماری شریعت نے ہمکو غیر قوم کے ساتھ اُن باتوں میں مشابہ ہونے سے منع نہیں کیا جن کو وہ قوم بھی کارخانہ قدرت کی اجازت سے کرتی ہو اور حاشیہ درمختار میں شیخ محمد بن عابد ابن الحنفی نے تو یہاں تک تصریح لکھا ہے کہ جن باتوں میں مخلوق خدا کی بہتری اور ترقی ہو اگر اُن کے کرنے میں ہم کسی غیر ملت قوم کے مشابہ ہوجاویں تو کچھ خرابی نہیں ہے اور بڑے تعجب کی بات یہ ہے کہ جو لوگ فرنگیوں کی باتوں کے اتباع سے سخت انکار کرتے ہیں وہ اپنی بھلائی کی باتوں میں تو انکار کرتے ہیں اور جو باتیں اُنکے حق میں مضر ہیں اُن میں اُن کی مشابہت سے کچھ اُن کو انکار نہیں ہے کیونکہ وہ لوگ صریح فرنگیوں کا بُنا ہوا کپڑا پہن کر خوش ہوتے ہیں اور انھیں کا اسباب گھروں میں رکھتے ہیں اور اُنھیں کے ہتھیار اور اَور ضرورت کی چیزیں استعمال میں لاتے ہیں؛"

اسی قسم کی بہت سی باتیں اس عالی رُتبہ مصنف نے اپنی کتاب میں لکھی ہیں۔ پس دیکھو کہ کس طرح ایک مسلمانی سلطنت کا وزیر اور نہ صرف وزیر بلکہ ایک بہت بڑا عالم ہمکو علوم وفنون جدیدہ کے حاصل کرنے کی رغبت دلاتا ہے اور صرف رغبت ہی نہیں دلاتا بلکہ اُس کو

دینی و دنیاوی ترمی ترقی و بہبودی کا ذریعہ بتاتا ہے ؛

بعض بزرگوار ہمکو یہ نصیحت کرتے ہیں کہ انگریزوں کو سلام مت کرو کیونکہ اس میں اُن کی عزّت کرنا ہے حالانکہ مُسلمانوں کو انگریزوں کو عزت کرنی جائز نہیں ہے لیکن اگر کچھ غرض ہو تو مضایقہ نہیں - پھر انگریزوں سے مصافحہ کرنے کو حرام بتاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اگر مصافحہ کیا ہو - تو ہاتھ دھو ڈالنا چاہیئے - وہ کہتے ہیں کہ اگر غلطی سے کسی انگریز کو سلام کرلے تو جاکر کہے کہ میرا اسلام پھیر دو - وہ کہتے ہیں کہ انگریزوں سے دل سے جُدائی اختیار کرنی چاہیئے اُن سے دوستی نہ رکھے وہ ہر ایک بات کو جو انگریز کرتے ہیں گو کہ وہ دنیاوی ہی کیوں نہ ہو کفر بتاتے ہیں - اُن کے علوم کو سیکھنا اُن کے طریقہ تمدن و معاشرت کو سیکھنا اُن کے ساتھ بیٹھنا اُن کے ساتھ کھانا گو کہ اُس میں کوئی چیز بھی محرمات شرعیہ میں سے نہ ہو کفر بتاتے ہیں - اُن کی دوستی کو تو اشد کفر میں اُنھوں نے داخل کیا ہے - پس اب آپ صاحب ان دونوں نصیحتوں پر غور فرماویں کہ ان میں سے مسلمانوں کے لیئے کون سی بہتر ہے - میں تو اس پچھلی نصیحت کو مذہب اسلام کے بھی برخلاف جانتا ہوں - کیا ہمارا مذہب اسلام جو بالکل سچائی ہے ایسی دوغلی باتیں سکھاتا ہے اور کیا ہندوستان کے مسلمانوں کے حق میں یہ بہتر ہے کہ انگریزوں سے دشمنی رکھیں - دریا میں رہیں اور مگر مچھ سے بیر - اور کیا درحقیقت مذہب اسلام کا یہ حکم ہے - ہرگز نہیں ہرگز نہیں - مذہب کی رُو سے ہمارا فرض ہے کہ ہم بادشاہ وقت کی گو وہ کافر ہی کیوں نہ ہو دل سے اطاعت کریں - سب سے محبت و سچی دوستی سے ملیں - جو عیسائی و یہودی و ہندو ہمارے دوست ہیں ہم نہایت سچی دوستی اور دلی محبت سے اُن سے پیش آئیں مگر اُن کے مذہب کو سچّا نہ سمجھیں بلکہ خدا سے دُعا مانگیں کہ وہ ہمارا دوست اسلام کی راہ راست پر آجاوے - اگر ہم اپنے مذہب کی خوبی اور نیکی اور عُمدگی غیر مذہب والوں کو دکھائی چاہیں اور اُن کے دلوں کو اپنے مذہب کی طرف مائل کرنا چاہیں تو بھی اس سے زیادہ کوئی طریقہ نہیں ہے کہ ہم اُن سے نہایت سچی محبت اور دلی ہمدردی سے پیش آویں - ہمارے ہادی ہمارے پیشوا خاتم الانبیاء **محمّد مصطفیٰ** صلے اللہ علیہ وسلّم نے بھی یہی کیا - خدا فرماتا ہے - فبما رحمۃ من اللہ لنت لھم ولو کنت فظًا غلیظ القلب لانفضوا من حولک تمام بزرگان دین نے بھی یہی طریقہ برتا ہے اونھیں کی بدولت قبل اس کے کہ سلطنت اسلامیہ ہندوستان میں آوے اسلام کے نور سے ہندوستان منوّر ہوا ہے جن کے مزارات متبرکہ کے نشانات اب تک ہندوستان کے ہر مقام میں موجود ہیں - رحمۃ اللہ علیہم اجمعین - ہمارے دوست مولوی امداد العلی صاحب

کے افعال بھی یہی ہیں- ایام غدر میں اُنھوں نے بہت کچھ خیر خواہی انگریزی گورنمنٹ کی کی ہے- میوٹنی میڈل جس میں جناب ملکہ معظّمہ وکٹوریا کی تصویر ہے اُن کو ملا ہے اُسکو پہنتے ہیں اور نہایت فخر کرتے ہیں- ہر ایک انگریز سے نہایت عاجزی سے پیش آتے ہیں- اور اگر کبھی نواب لفٹنٹ گورنر بہادر صاحب مجلس میں ہوتے ہیں تو اپنا دل اور اپنی آنکھیں فرش راہ کرتے ہیں ٭

اے صاحبان- مجھ کو معاف کرو کہ میری گفتگو کچھ لمبی ہو گئی- میرا مقصد تھا کہ اس مجلس عام میں تمام حالات کو صاف صاف بیان کروں اور یہ بات ظاہر کردوں کہ مدرستہ العلوم کی مخالفت کچھ قوم کے لیئے بھلائی نہیں ہے اگر آپ صاحب اس میں کچھ نقصان دیکھیں اُس کی اصلاح کی طرف متوجہ ہوں نہ کہ اُس کی بربادی کی فکر کریں جیسا کہ میں نے اوپر بیان کیا پھر اخیر میں یاد دلاتا ہوں کہ میری شامت اعمال پر خیال نفرماویں بلکہ اسپر غور کریں کہ جو تدبیریں مسلمانوں کی تعلیم وبہتری کی کی گئی ہیں اُن میں کیا نقص ہے اگر میرے ہاتھ سے اس کا انجام ہونا مناسب نہ ہو اور میری شامت اعمال ایسے درجہ پر پہنچ گئی ہو کہ مسلمانوں کی خدمت کرنے کے بھی قابل نہ رہا ہوں میں نہایت دل سے اور خوشی سے اس بات پر راضی ہوں کہ اَور کوئی صاحب کھڑا ہو اور اس کام کو اپنے ہاتھ میں لے اور جس طرح مقصود ہے اُسکو انجام پہنچاوے ٭

اے برادران دینی- یہ سب نزاعیں اور مخالفتیں جو پیش آتی ہیں یہ پوری دلیلیں ہماری قوم کی بدنصیبی وبد اقبالی کی ہیں- دیکھو ہماری قوم کا کیا حال ہو گیا ہے اور کیا ہوتا جاتا ہے اور اس قسم کی لغو وبیہودہ نزاعوں اور تفرقوں سے کیا ہو جاوے گا- پس ہم سب کو واجب ہے کہ باہم اتفاق وہمدردی سے اپنی قوم کی بھلائی میں متفق ہوں اور اس مدرستہ العلوم کے قایم ہونے کے لیئے جو جس کی توفیق ہو خود بھی مدد کرے اور نیز اَور لوگوں سے تحصیل کرنے میں بھی کوشش کرے ٭

اس شہر میں آپ صاحبوں نے جو صدر سب کمیٹی واسطے تحصیل چندہ مدرستہ العلوم کے مقرر کی ہے اُس کی شکر گزاری ہم مسلمانوں پر واجب ہے اور اُمید ہے کہ جو لوگ اس کے محرک ہوئے ہیں اُس کی جزائے خیر خدائے کریم سے پاوینگے- اور اِس میں بھی شک نہیں کہ جب تک مسلمانوں کی نسل ہندوستان میں ہے اُن کا نام نامی ہمیشہ ہماری قوم میں یاد رہے گا- اب میں آپ صاحبوں کا دل وجان سے شکر ادا کرتا ہوں- اور جس طرح کہ میں بزرگان پنجاب کا شکر گزار اور ممنون ہوں اُسی طرح پنجاب کے نامی گرامی

اخباروں اور اُن کے اڈیٹروں بالتخصیص پنجابی اخبار لاہور و کوہ نور و اخبار انجمن پنجاب و پٹیالہ اخبار کا شکر ادا کرتا ہوں کہ اُنھوں سنے مدرستہ العلوم مسلمانان کی بڑی تائید کی اور جو حق قومی ہمدردی کا تھا وہ ادا کیا - خدا ہمارے کاموں کا مددگار ہو۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین وصلی اللہ
تعالےٰ علےٰ خیر خلقہ محمد و آلہ واصحابہ
اجمعین برحمتک
یا ارحم الراحمین۔

۱۲

تقریر جو انجمن پنجاب لاہور کے ایڈریس کے جواب میں ۳۰۔ دسمبر ۱۸۷۳ء کو بمقام لاہور دی گئی

صدر انجمن و ممبران انجمن !

آج جو عزت اس ایڈریس کے ذریعہ سے آپ نے مجھ کو بخشی ہیں دلی احسانمندی کے ساتھ اُس کا شکریہ ادا کرنا اپنا فرض سمجھتا ہوں۔ یہ دن مجھ کو اپنی زندگی کے دنوں میں ہمیشہ یاد رہے گا۔ لیکن مجھ سے جو کچھ ناچیز خدمتیں ظہور میں آئیں اُن سے بہت زیادہ آپ صاحبوں نے خیال کیا۔ مَیں خود اپنے تئیں اُن عزتوں کا مستحق نہیں سمجھتا جو آپ صاحبوں نے مہربانی سے مجھ کو دیں ٭

اے ایاز قدرِ خود بشناس۔ مجھ کو ابتک آپ لوگوں کی خدمتگذاری اور خدمتگاری کا رتبہ بھی حاصل نہیں چہ جائیکہ میں یہ دعوے کروں کہ مَیں قوم کی بھلائی کے لیئے کھڑا ہوا ہوں۔ یہ ایک ایسا رتبہ ہے جو ایسے شخص کے لیئے زیبا ہے جس نے حقیقت میں وہ کام کیئے ہوں جن سے قوم کی بھلائی ہو۔ مَیں خوب جانتا ہوں کہ مجھ سے اپنی قوم کی خدمت کا حق ادا نہیں ہوا۔ یہ سب تقریر جو اِس وقت انجمن میں میری نسبت ہوئی یہ آپ صاحبوں کا حسن ظن ہے۔ میں نے اس وقت انجمن میں اپنی زبان سے کئی دفعہ "قوم" کا لفظ بیان کیا اس سے میرا مطلب صرف مسلمانوں ہی سے نہیں ہے۔ میری یہ رائے ہے کہ اگر تمام انسان بالکل شخص واحد ہیں اور میں قوم کی خصوصیت کے واسطے مذہب اور فرقہ اور گروہ نہیں پسند کرتا۔ میری رائے اگر سچ ہو تو میں کالے سے کالے رنگ کے انسان کو اور گورے سے گورے رنگ کے انسان کو وہ جو اعلےٰ سے اعلےٰ درجہ کی تہذیب میں اپنی زندگی بسر کرتے ہیں اور وہ جو ابھی نیچر کے جوش میں ہیں اور جنگلوں میں اپنے دن کاٹ رہے ہیں سب کو اپنا بھائی اور ایک قوم تصور کرتا ہوں۔ میری تمام آرزو یہ ہے کہ بلالحاظ قوم و مذہب کے تمام انسان آپس میں ایک دوسرے کی بھلائی پر متفق ہوں۔ مذہب بے شک سب کا علٰحدہ علٰحدہ ہے مگر اُس کے لحاظ سے آپس میں کوئی دشمنی کی وجہ نہیں ہے۔ مثلاً فرض کرو کہ ایک دسترخوان پر مختلف قسم کے کھانے موجود ہوتے ہیں۔ اُن میں سے کوئی کسی کھانے کو پسند

کرتا ہے اور کوئی کسی کو۔ مگر اس اختلاف طبائع کی وجہ سے اُس دستر خوان پر بیٹھنے والوں کو باہم کچھ رنج نہیں ہوتا۔ اسی طرح اس دربار میں مختلف مذہبوں کی وجہ سے مختلف مذہب والوں میں کوئی وجہ باہمی رنج کی پیدا نہیں ہوسکتی۔ ہر شخص اپنے ایمان کا مختار بلکہ میرے رائے میں اُسپر مجبور ہے اس لیئے کہ جس چیز کا یقین اُس کے جی میں ہے اُسی کو وہ اختیار کرے گا وہ یقین دوسروں کے دل میں اثر نہیں کرتا۔ اچھا ہے تو اُس کے لیئے۔ بُرا ہے تو اُسکے لیئے لیکن آپس کی محبت میں جو انسانوں کی راحت کا سب سے بڑا اجر ہے اُس سے کچھ نقصان نہیں آسکتا۔ جس وقت میں یہ خیال کرتا ہوں کہ اس انجمن میں مختلف خیالات کے ممبروں نے میری خدمتوں کو پسند کیا اور اُن سب نے آپس کے اتفاق سے مجھ کو یہ عزت دی۔ تو میری خوشی حد سے زیادہ ہو جاتی ہے۔ میری اصلی رائے یہ ہے کہ اُس سچے مذہب میں جس میں ہوں اور جسکو میں اپنے نزدیک سب سے اچھا جانتا ہوں جس طرح خدا کا واحد جاننا فرض ہے اسی طرح اس بات کا یقین کرنا فرض ہے کہ تمام انسان آپس میں بھائی ہیں۔ محبت قومی اور خیر خواہی قومی ایک بہت بڑی اچھی چیز ہے جس کا میں کچھ کچھ حال آپکے سامنے بیان کرنا مناسب سمجھتا ہوں۔ میرا خیال یہ ہے (اگر صحیح ہو تو آپ پسند کریں اگر غلط ہو تو آپ مجھ کو معاف فرماویں) کہ ہر انسان کا اوّل فرض یہ ہے کہ جو کام اُس کے معبود نے اُسپر فرض کیئے اُن کا ادا کرنا۔ اُس کے بعد سب سے عمدہ چیز جسپر شاید تمام قوموں کا اتفاق ہے وہ خیر جاری کا اختیار کرنا ہے۔ مگر اب خیال کیجیئے کہ خیر جاری کیا چیز ہے۔ اگر ہم اُن عادات بدنی کو جو دوسری دنیا میں ہماری نجات کا ذریعہ ہوں گی خیر جاری خیال کریں تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ سب عبادتیں انسان کی زندگی تک ہیں اور اجل پر سب کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔ پس کسی طرح ہم اُس کو خیر جاری خیال نہیں کرسکتے۔ اگلے بزرگوں نے خیال کیا ہے کہ رفاہ عام کی عمارتیں خیر جاری ہیں۔ مثلاً پُل و مسجد و چاہ و مہمانسرائے۔ مگر معاف کیجیئے کہ میں اس سے کچھ اختلاف کرنا چاہتا ہوں۔ میری رائے یہ ہے کہ وہ تمام عمارتیں فانی ہیں۔ ایک نہ ایک دن قبل قیامت ضرور اُن کو فنا ہے۔ بہت سی مسجدیں تعمیر ہوئیں جن کا اب نشان تک بھی دکھلائی نہیں دیتا۔ یہ لاہور کی بڑی بادشاہی مسجد دیکھو کس حالت سے کس حالت پر پہنچ گئی ہے اور ضرور ایک زمانہ آنے والا ہے جبکہ اُس مسجد کی یہ حالت بھی باقی نہ رہے گی۔ پس جب اُن عمارتوں کو بھی فنا ہے تو ہم اُن کو خیر جاری نہیں کہہ سکتے اور اب ضرور ہے کہ خیر جاری کسی ایسی چیز میں منحصر ہو جس کو فنا نہ ہو اور وہ ظاہرا انسان کی نسل ہے جو اس دنیا میں ہمیشہ باقی رہے گی پس میری رائے میں کوئی چیز قومی بھلائی اور انسانوں کی

نسلوں کی خیر خواہی سے زیادہ خیر جاری نہیں ہے۔ زیادہ کے لفظ میں مجھ سے اس موقع پر غلطی ہوئی اس لیئے کہ میرے نزدیک اُس کے سوا اَور کوئی چیز خیر جاری ہو نہیں سکتی ؛

اب میں مکرّر آپ صاحبوں کی عنایت و مہربانی کا شکر ادا کرتا ہوں۔ تمام ممبران انجمن کو یقین کرنا چاہیئے کہ دنیا میں جس قدر عزّتیں انسان کے لیئے ہونی ممکن ہیں وہ سب آج کے اس جلسہ میں مُجھ کو دیں اگرچہ شاید وہ اپنے محل پر نہیں ہیں۔ یہ عزّت نہ صرف میرے لیئے ہمیشہ فخر کا موجب ہوگی بلکہ میری نسل میں ہمیشہ یادگار رہے گی۔ آپ یقین فرمالیں کہ کوئی تمغہ کوئی خطاب کوئی عزّت انسان کے واسطے اپنی قوم کی قدردانی سے زیادہ فخر کا موجب نہیں ہے۔ اس میں شک نہیں ہے کہ جیسا خیال آپ نے اپنے حسن ظن سے میری نسبت فرمایا اور جو عمدہ ایڈریس آپ نے مجھکو دی اُس سے مجھ کو بڑا نیک تول اپنی قوم اور اپنی قوم کی آیندہ نسلوں کے واسطے حاصل ہوا ہے ؛

آجکی اس کارروائی سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ہمارے بھائیوں کے دل میں اس بات کا جوش پیدا ہوگیا ہے کہ جو شخص اُن کے ہمقوم یا ہمجنسوں کی بھلائی کے واسطے کوشش کرتا ہے وہ اُس کی قدر کرتے ہیں اور اُس کو عزیز سمجھتے ہیں پس آنے والے زمانے کیواسطے بڑی عمدہ فال ہے اور یہ عزّتیں جو آج مجھ کو دی گئیں گو اپنے محل پر نہ ہوں لیکن اُمید ہے کہ آیندہ اَور ایسے لوگ پیدا ہونگے جو ایسی عزتوں کے مستحق ہوں ؛

۱۳

تقریر جو مشنری اسکول گورکھپور میں جلسہ سالگرہ ملکہ معظمہ کی تقریب پر ۲۹ مئی ۱۸۷۴ء کو کی اور حسب درخواست حضور ملکہ معظمہ اور شہر لنڈن کے کچھ حالات بیان کیئے

اوّل سیّد صاحب نے کچھ مختصر حال جناب ملکہ معظمہ کا ابتدائے ولادت سے بیان فرمایا اور فرمایا کہ حضور ممدوحہ کے پدر بزرگوار کا نام ایڈورڈ آف کنٹ ہے۔ اور ۲۴ مئی ۱۸۱۹ء کو حضور ممدوحہ بمقام کنزنگٹن پیلاس میں پیدا ہوئیں۔ اگلے ہی سال میں حضور ممدوحہ کے شفیق باپ نے قضا کی اور ہماری ملکہ معظمہ یتیم ہوگئیں۔ اُس وقت یہ بات کسی کے وہم وگمان میں بھی نہ آسکتی تھی کہ یہ بن باپ کے لڑکی ایک روز ایسی عظمت اور شان کو پہونچے گی کہ یورپ اور افریقہ اور ایشیا اور امریکہ ہر ایک حصہ ملک میں اُسکی حکومت اور طاقت کا لوگ اقرار کرینگے لیکن اب میں آپ صاحبوں کو بتلاتا ہوں کہ وہ کیا چیز ہے جس کے سبب ہماری ملکہ معظمہ نے ایسی بڑی ناموری حاصل کرنے کی قابلیت پیدا کی۔ یہ حضور ممدوحہ کی مادر مشفقہ کی تعلیم کا نتیجہ تھا حضور ممدوحہ کی والدہ ماجدہ کا نام ڈچس آف کینٹ ہے جو بادشاہ بلجیم کی بہن تھیں۔ اُنھوں نے بعد انتقال اپنے شوہر کے بڑے استقلال اور قابلیت کے ساتھ اپنی یتیم لڑکی کی تعلیم وتربیت کا اہتمام خود اپنے ذمہ لیا سب سے پہلے اُنھوں نے جناب ملکہ معظمہ کو ورزش سکھلائی یعنی وہ کام جن سے بدن چستا اور طبیعت خوش رہے ہمارے ملک کے آدمی ابھی اس اہم معاملے کی خوبی سے آگاہ نہیں ہیں اور اپنی اولاد کی صحت جسمانی کا زیادہ لحاظ نہیں کرتے حالانکہ یہ ابتدائی احتیاط ہر ایک قسم کی تعلیم کی جڑ ہے اگر بچوں کی صحت وعافیت میں ابتدا سے کچھ خلل آجاوے تو پھر اُن کی ہر ایک قسم کی استعداد پژمردہ ہوجاتی ہے اور وہ تعلیم کے اعلےٰ درجہ کو نہیں پہنچ سکتے۔

ورزش کے بعد جس چیز کی تعلیم دی گئی وہ **اعتدال** ہے یعنی ہر ایک کام میں سلامت روی اختیار کرنا۔ اس کے علاوہ گھوڑے کی سواری اور جہازی سفر وغیرہ لوگوں کی

تعلیم بھی دی گئی تھی کہ جب کبھی سفر پیش آجاوے یا فوجوں کے سردار رہنے کی ضرورت پڑے تو حضور ممدوحہ ہر ایک بات پر مستعد رہیں ٭

اُن سب باتوں کے علاوہ ایک اور بڑی عمدہ چیز سکھلائی گئی یعنی کفایت شعاری جو بادشاہوں کے لیئے نہایت ضرور ہے۔ مگر اس ملک کے لوگ شاید اسکو بہت کم سمجھینگے اس لیئے کہ یہاں ہمیشہ ایسے بادشاہوں نے فرماں روائی کی جن کو کفایت شعاری سے کچھ غرض نہ تھی۔ جس وقت جس کام میں اُن کا جی چاہا خزانہ صرف کردیا۔ کوئی اُن سے پوچھنے والا نہ تھا۔ برخلاف اس کے ہماری ملکہ معظمہ کی طبیعت میں ابتدا ہی سے ایسا اعتدال اور کفایت شعاری داخل کی گئی کہ کسی وقت اُس سے قدم باہر نہیں رکھا۔ وائی کونٹ ملبرن صاحب نے حضور ممدوحہ کو اُن تمام اصول انتظام سلطنت کی تعلیم دی جن کے بموجب اُس وقت انگلستان کی سلطنت میں کارروائی ہوتی تھی۔ آخر اس تمام عمدہ تعلیم کا نتیجہ یہ ہوا جب بادشاہ ولیم چہارم نے انتقال کیا اور صحیح النسب وارث سلطنت نہ رہا تو بموجب قانون انگلستان کے ۲۰۔ جون ۱۸۳۷ء کو ہماری ملکہ معظمہ خلد اللہ ملکہا وسلطنتہا تخت نشین ہوئیں جو اُس وقت ہر طرح سے ایسے بڑے عہدہ کے لائق تھیں۔ ۱۰ فروری ۱۸۴۰ء کو حضور ممدوحہ کی شادی ہوئی اور ۱۸۴۱ء میں پرنس آف ویلز ولیعہد سلطنت پیدا ہوئے۔ اور اب حضور ممدوحہ کا سن پچپن سال کو پہونچا۔ جناب ملکہ معظمہ کے عہد کی نسبت جس قدر تعریف اور توصیف کی جاوے وہ سب بجا اور درست ہوگی۔ میں اسوقت ایک بڑے لائق مصنف لارڈ بروہم کا قول بیان کرتا ہوں جس نے بہت ہی مختصر اور سیدھے اور سچے لفظوں میں ہماری ملکہ معظمہ کی نسبت رائے دی ہے لیکن قبل اُس قول کے بیان کرنے کے میں آپ صاحبوں پر یہ ظاہر کرنا مناسب سمجھتا ہوں کہ یورپ کے مصنفوں کے بیان کو ایشیائی مصنفوں کے بیان پر قیاس نہ کریں جن کی یہ عادت ہے کہ وہ اپنے بادشاہوں کی تعریف میں وہ باتیں بیان کرتے ہیں جن کی کچھ اصل نہیں ہوتی اور محض جھوٹ ہوتی ہیں اور جن سے ہرگز کسی بادشاہ کے اصلی حالات معلوم نہیں ہو سکتے۔ یورپ کے مصنفوں کا طرز اس سے بالکل برخلاف ہے ٭

یہ مصنف کبھی کسی کی ایسی تعریف نہیں کرتے جس کا وہ مستحق نہ ہو پس لارڈ بروہم کا قول جو میں اب بیان کرتا ہوں اُس کی نسبت کسی طرح یہ گمان نہیں ہو سکتا کہ اُس نے اُس بیان میں کچھ بھی مبالغہ کیا ہوگا ٭

اس عالی رتبہ مصنف کا وہ قول یہ ہے کہ ”کسی ملک میں ایسی ملکہ آج تک نہیں ہوئی

جو پبلک اور پرائیویٹ باتوں میں ملکہ وکٹوریا سے بڑھکر قابل تعریف ہو رعایا کی شکر گزاری کی مستحق ہو" اب اس مصنف کے اس فقرہ کے ہر ایک لفظ پر غور کرنا چاہیئے کہ اُس میں کس قدر سادگی اور سچائی بھری ہوئی ہے خصوصاً یہ آخر کا جملہ کہ "رعایا کی شکر گزاری کی مستحق ہو" کیسی سچی اور کس قدر بڑی تعریف کی بات ہے اور جو سچ اور بالکل سچ ہے - کسی مُلک کی رعایا کو اسقدر آزادی اور اسقدر حقوق حاصل نہیں ہیں جیسے انگلستان کی رعایا کو حاصل ہیں اور وہ وہاں ایک بادشاہ مانا جاتا ہے لیکن اُس کے اختیارات کی وہ کیفیت نہیں ہے جیسے آپ صاحبوں کے خیال میں سمائی ہوئی ہوگی اور جیسے ایشیا کے بادشاہوں کی کیفیت تھی جن کو یہ اختیار تھا کہ جس شخص کی نسبت جو حکم چاہیں دیدیں جس کام میں جس قدر چاہیں خزانہ صرف کردیں - انگلستان کے بادشاہ کی حالت بالکل اس کے برعکس ہے - یہاں بادشاہ کے اختیارات محدود ہیں اور تمام قوانین جن پر سلطنت کی کُل کارروائی منحصر ہوتی ہے رعایا کی منظوری کے بعد جاری ہوتے ہیں - بادشاہ کو ہرگز یہ اختیار نہیں ہے کہ سلطنت کے خزانہ کو اپنی مرضی کے مطابق جہاں چاہے صرف کردے - میں جس عرصہ میں لنڈن میں مقیم تھا تو پارلیمنٹ میں یہ تجویز پیش کی گئی کہ آئرلینڈ میں جناب پرنس آف ویلز ولیعہد سلطنت کے واسطے ایک قطعہ اراضی جو بہت عُمدہ موقع پر واقع تھا سلطنت کے خزانہ سے خرید کیا جاوے اور لارڈ ہیچکر صاحب نے ایسی خوبصورتی سے اس معاملہ کو پارلیمنٹ میں پیش کیا کہ اُسکو پرائیویٹ مقاصد سے نکال کر بالکل ایک پولیٹیکل معاملہ بنادیا اور بیان کیا کہ جو مخالفت آئرلینڈ کی رعایا کو لنڈن کے شاہی خاندان سے ہے اُس کے لحاظ سے یہ بات بہت ہی ضرور ہے کہ خاندان شاہی کیواسطے اسملک میں اس قسم کی جایداد پیدا کیجاوے اور اُن کا اسملک میں اکثر قیام ہوتا کہ اس ذریعہ سے ایک خاص قسم کا ارتباط خاندان شاہی کو اسملک کی رعایا سے پیدا ہووے مگر پارلیمنٹ کے ممبروں نے اس تمام وجوہات سے انکار کیا اور ہرگز اس بات پر راضی نہ ہوئے کہ پرنس آف ویلز ولیعہد سلطنت کے واسطے شاہی خزانہ سے اس قسم کا خرچ روانہ کیا جاوے - پس جب رعایا کی آزادی اور اُنکی مداخلت انتظام مملکت میں اور اُن کے حقوق اس درجہ بڑھے ہوئے ہیں تو لارڈ برہوم کا قول نہایت ٹھیک ہے ❊

ہمارے اس مُلک ہندوستان کی نسبت لوگ البتہ یہ بات کہہ سکتے ہیں کہ ہمکو ایسے حقوق حاصل نہیں جیسے رعایائے انگلستان کو حاصل ہیں ❊

قانون بنانے میں اور اُور امور میں جو پبلک کی حالت پر مؤثر ہیں یہاں کے لوگوں کی

رائے کو کچھ وقعت نہیں ہے۔ میں بھی اس بیان سے انکار نہیں کر سکتا اور اس نقصان کو افسوس کے ساتھ تسلیم کرتا ہوں لیکن اُس کے ساتھ ہی نصافاً میں یہ کہنے پر مجبور ہوں کہ یہ تمام خرابی صرف اس لیئے ہے کہ ہم لوگوں نے ابھی ایسی لیاقت حاصل نہیں کی ہے جو انگلستان کی رعایا کے سے حقوق ہمکو حاصل ہوں اور میری قطعی یہ رائے ہے کہ اگر ہمارے مُلک کے آدمی ویسی ہی لیاقت حاصل کر لیں جیسی انگلستان والوں نے حاصل کی ہے اور اُن لیاقتوں کو ویسی ہی نیک نیتی اور خیر خواہی سے استعمال میں لاویں جیسی نیک نیتی اور خیر خواہی اہل انگلستان کو اپنی گورنمنٹ کی نسبت ہے تو بلا شبہ وہ تمام حقوق اس مُلک کی رعایا کو بھی حاصل ہو جاوینگے۔ ایک بڑے مصنف کا قول ہے کہ گو آزادی رعایا کا ایک اصلی حق ہے لیکن اس قسم کے حقوق اُسی وقت حاصل ہو سکتے ہیں جبکہ رعایا میں اُن حقوق کو واجبی طور سے اور نیک نیتی سے برتنے کے لیئے لیاقت موجود ہو۔ پس ہمارے مُلک والوں کو اگر انگلستان کی رعایا کے سے حقوق کی آرزو ہے تو اُن کو بھی ویسی ہی لیاقت حاصل کرنے میں کوشش کرنی چاہیئے۔

حالت شہر لنڈن

اب میں لنڈن کے شہر کی بھی مختصر کیفیت بیان کرتا ہوں جس کی مجھ سے خواہش کی گئی ہے۔ مگر پھر اس بات کا عذر کرتا ہوں کہ وقت کی تنگی کی وجہ سے کچھ زیادہ بیان نہیں کر سکتا۔

لنڈن کا شہر ایک قدیمی شہر ہے اور قبل حضرت مسیح علیہ السلام کے جب جولیس قیصر نے لشکر کشی کی تو اُس وقت یہ شہر آباد تھا اور اب یہ شہر تمام دنیا میں سب سے بڑا شہر ہے اور اگر میری یاد نے غلطی نہ کی ہو تو قریب بیس میل لمبا اور دس بارہ میل چوڑا ہے اور پینتیس لاکھ (۳۵۰۰۰۰۰) آدمی کے قریب اُس میں آباد ہیں۔ اگرچہ یہ شہر اپنی خوبصورتی میں پیرس سے اور عمدگی موقعہ میں قسطنطنیہ سے بہتر نہیں ہے لیکن آبادی اور مال و دولت کی کثرت کے لحاظ سے اب دنیا میں کوئی شہر اُس کی ہمسری نہیں کر سکتا۔ ۱۸۵۵ء میں اوّل ہی اوّل چیپ سیڈ میں پانی کے نل اس شہر میں لگ گئے تھے جسکو آج وہ ترقی ہے کہ دیکھنے سے علاقہ رکھتی ہے۔ کوئی گھر اور موقعہ باقی نہیں جہاں ان نلوں کے ذریعہ سے پانی نہ پہونچتا ہو۔ ایک مقام پر گھما دینے سے اُس تمام علاقہ کے گھروں کے حوض پہلی منزل سے لیکر اونچی سے اونچی منزل تک سب پہونچاتے ہیں اور جب کوئی حوض بھر جاتا ہے

تو پھر اُس میں پانی جانا بند ہو جاتا ہے اور جب سب حوض بھر جاتے ہیں تو وہ کل از خود بند ہو جاتے ہیں ٭

روشنی کا اہتمام بھی اس شہر میں بہت عرصہ سے ہے۔ سنہ ۱۸۳۶ء میں لالٹینوں کی روشنی سڑکوں پر شروع ہو گئی تھی جس نے اب وہ ترقی پائی ہے کہ اس سے پہلے خیال میں بھی نہیں آسکتی تھی۔ ہر ایک گھر گیاس کی نہایت صاف روشنی سے منور ہے جو ایک نہایت لطیف ہوا ہے ٭

طرز عمارت میں بھی پہلے کی نسبت بہت زیادہ ترقی ہو گئی ہے۔ شہر میں ایک موقع پر پُرانی عمارت کے کچھ مکان اتفاق سے ابتک اپنی پہلی حالت پر باقی ہیں۔ اُن کے دیکھنے سے اُس وقت کی طرز عمارت کا حال معلوم ہو جاتا ہے۔ پچھلا طرز عمارت اس شہر کا یہ تھا کہ نیچے کا درجہ پاٹ کر اُسکے آگے چھجّا نکالتے تھے اور دوسرا درجہ چھجّے کے اوپر سے بنانا شروع کرتے تھے اور پھر چھجّا نکال کر تیسرا درجہ اُسپر بناتے تھے اسی طرح درجہ بدرجہ مکان اوپر کو پھیلتا جاتا ہے یہانتک کہ کبھی مقابل کے دو مکان اونچے اور چوڑے ہوتے ہوتے آپس میں مل جانے کے قریب ہو جاتے تھے اور غالباً یہ طرز اس لیئے اختیار کیا گیا تھا کہ اُن مکانات کی اطراف میں جو لوگ راستہ چلیں اُن کو بارش اور برف سے امن ملے ٭

سنہ ۱۶۶۵ء میں اس شہر میں ایک بہت بڑی وبا پھیلی جس میں سب کثرت سے انسانوں کی جانیں تباہ ہوئیں۔ اور سنہ ۱۶۶۶ء میں ایک سخت آگ لگی۔ اس عظیم آتشزدگی میں تیرہ ہزار گھر جل کر خاک سیاہ ہو گئے اور بہت ہی نقصان ہوا۔ جب متواتر دو برسوں میں یہ دو سخت آفتیں شہر پر نازل ہوئیں تب وہاں ایک بڑی کمیٹی منعقد کی گئی اور بہت سی تحقیقات کے بعد یہ نتیجہ نکلا کہ یہ دونوں آفتیں شہر کی طرز عمارت کی وجہ سے پیش آئیں پس اُسی وقت سے عمارت کا طرز بدلا گیا جس سے اس قسم کی مصیبتیں رُک گئیں اور اب وہ شہر ایسی عمدہ رونق پر پہنچ گیا ہے۔ سنہ ۱۶۶۶ء کی آتش زدگی کی یادگار میں ایک بہت بڑا مینار طیار کیا گیا ہے۔ جو اب تک موجود ہے اور دو سو فیٹ بلند ہے اور جسکو دیکھکر لوگ اُس بڑی مصیبت سے واقف ہوتے ہیں اور طرز عمارت کی تبدیلی کی قدر کرتے ہیں ٭

لنڈن کے مشہور مکانات میں سے **ٹوور آف لنڈن** بھی ایک مکان عبرت سے ذکر کرنے کے لایق ہے۔ یہ لنڈن کا ایک قدیم قلعہ ہے۔ سنہ ۱۰۷۸ء میں بادشاہ ولیم اوّل نے اُسمیں ایک محل **وہیٹ ٹوور** کے نام تعمیر کیا بلکہ **الزبت** اور **کنگ جیمس** کے زمانہ تک وہ محل بادشاہوں کے رہنے کا مکان رہا اور اُس کے بعد سے قید خانہ ہو گیا۔ بڑے بڑے

نامی سردار اُس میں قید ہوئے اور بہت سی جانیں نہایت بے رحمی کے ساتھ اُس میں
ضایع ہوئیں۔ بہت سی خون اُسمیں بہائے گئے۔ وہ لوہے کا تبر جس سے بڑے بڑے
بادشاہوں اور سرداروں کی گردنیں کاٹی ہیں اور کاٹ کا کندہ جسپر وہ گردنیں کٹی ہیں ٹور
کے سلح خانہ میں اب تک موجود ہے۔ اسی مکان میں ایک اَور بُرج ہے جسکی سیر سے انسان
کے دل پر ایک عجیب حیرت اور عبرت طاری ہوتی ہے۔ یہ برج ایک نہایت ہی مستحکم عمارت
ہے اور اُس میں صرف ایک دروازہ ہے جس کے مضبوط کواڑوں کے بند ہو جانے کے بعد
وہ بُرج پوری مایوسی کا عالم ہو جاتا ہے۔ بڑے بڑے نامی سردار جو اُس بُرج میں قید ہوئے
ہیں اُن میں سے اکثروں نے اپنے اُن بداقبالی کے وقتوں میں کوئی کوئی فقرہ در و دیوار
اوپر کسی ذریعے سے کندہ کر دیا ہے۔ یہ سب فقرے ابتک جوں کے توں موجود ہیں اور اسقدر
پُر اثر ہیں کہ ممکن نہیں ہے کہ کوئی انسان اُن کو دیکھے اور اُس کا دل بھر نہ آوے۔ اور بہت سے
مکانات اور نہایت عجیب عجیب اور نادر نادر چیزیں اُس شہر میں ہیں جنکے بیان کے لیئے
ایک زمانہ درکار ہے۔ اس لیئے میں پھر عذر کرتا ہوں اور زیادہ کیفیت وہاں کی چیزوں کی میں
بیان نہیں کر سکتا۔ لیکن کچھ مختصر سا ذکر اُس سچائی کا بھی کروں گا جو وہاں عموماً برتی جاتی ہے
ایک ادنئے بات یہ ہے کہ جب کوئی بازار میں جاتا ہے تو جس سوداگر کی دوکان میں گذر ہوتا
ہے وہ سوداگر اُس کے ساتھ نہایت اخلاق و انسانیت سے پیش آتا ہے۔ جس چیز کی
ضرورت ہوئی اُسکو پسند کر لیا اور مالک دوکان کو اُس کی تفصیل اور مکان کا پتہ لکھا دیا۔
نہ قیمت کی کچھ تکرار ہے۔ نہ سودا ٹھہرانے میں ناحق کی بک بک ہے۔ اگر کسی نے کسی چیز کی
قیمت دریافت کی تو بہت ملایمت سے اُسکا جواب مل گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد اُس سوداگر
کا نوکر گاڑی پر سوار اُن سب چیزوں کو لیئے ہوئے دروازے پر آموجود ہوتا ہے اور وہ سب
چیزیں سپرد کر جاتا ہے۔ اور اگر قیمت پہلے سے ادا نہیں کر دی گئی ہے تو مالک کی طرف سے
اُس کا بل اپنے ساتھ لاتا ہے اور روپیہ لیکر چلا جاتا ہے۔

اب ہم لوگوں کو غور کرنا چاہیئے کہ وہاں ادنئے ادنئے موقعہ پر بھی کس درجہ سچائی برتی
جاتی ہے اور اُس سے کس قدر آرام ملتا ہے۔

اس میں بھی شک نہیں کہ لنڈن میں بدمعاش بھی پورے ہوتے ہیں۔ جو کام وہاں کے
بدمعاش کر گذرتے ہیں وہ اَور کسی جگہ کے بدمعاشوں سے ممکن نہیں ہے۔ لیکن لحاظ کے
قابل یہ امر ہے کہ اس بدمعاش کے ساتھ وہاں نیکی اور راستبازی کس قدر شایع ہے روزمرہ
اخباروں میں یہ اشتہار دیکھے جاتے ہیں کہ کسی شخص کی سونے کی گھڑی فلاں جگہ سے

پڑی ہوئی کسی شخص کو ملی ہے اور اب وہ فلاں جگہ رکھی ہوئی ہے جسکی ہو وہ آکر لے لیوے ✤

بعض سررشتوں کے ملازم اپنے کسی افسر کی نالائقی ثابت کرنے کیواسطے کوئی غلط حساب اوسکے سامنے پیش کرکے تصدیق کرا لیتے ہیں اور زیادہ روپیہ اُسکے ذریعہ سے وصول کر لیتے ہیں - اور پھر اُسکے بعد اُس زرزاید کا نوٹ وزیر کے پاس لفافہ میں چلا آتا ہے اور اُسکے ساتھ ایک چٹھی اُس افسر کی شکایت میں ہوتی ہے کہ دیکھیے فلاں افسر اسقدر نالائق ہے کہ اُس نے غلط حساب کو تصدیق کر دیا ✤

پس جہاں چند بدمعاشان ہوتے ہیں وہاں ایسے ایسے نیک دل انسان بھی کثرت سے موجود ہیں اور یہی وجہ ہے کہ اس شہر کی خوبی اور نیکنامی اور تجارت دن بدن بڑھتی جاتی ہے اور یہ سب باتیں عمدہ تعلیم کی بدولت ہیں ✤

جس زمانہ میں ہماری قوم کی تعلیم بھی عمدہ تھی ہم میں بھی یہ سب خوبیاں موجود تھیں - اور جب سے ہماری تعلیم ناقص ہوگئی وہ سب خوبیاں ہم میں سے جاتی رہیں - ہماری قوم نے ایک وقت میں علوم اور فنون میں ایسی ترقی کی تھی اور ایسی فیاضی سے اپنے علوم سے یورپ کی قوموں کو نفع پہونچایا کہ بڑے بڑے مصنفوں نے اس بات کا اقرار کر لیا ہے کہ اگر مسلمان اُن علوم میں ایسی ترقی نہ کرتے اور اُن سے اَور قوموں کو ایسا فایدہ نہ پہونچتا جیسا پہونچا تو آج دنیا میں اُن علوم و فنون کا نام بھی نہ ہوتا - قرطبہ کی یونیورسٹی نے اور ہماری بغداد کی یونیورسٹی نے اپنے علوم و فنون کی ترقی کی وجہ سے تمام دنیا میں علم کا آفتاب روشن کر دیا اور یہ انگریزوں کی قوم آج ایسی اعلیٰ درجہ کی شایستگی میں ہمارے اوپر حکومت کر رہی ہے اُنھیں یونیورسٹیوں اور مدرسوں سے اُسکو علوم و فنون کی روشنی پہونچی - آج اتفاق سے ہم اور وہ قوم جس نے ایک زمانہ میں ہم سے علم حاصل کیا اور اب ہم سے بہت اعلےٰ درجہ پر پہنچ گئی ہے اتفاق سے اِس ملک ہندوستان میں جمع ہوگئے ہیں - پس ہمارا اُن سے یہ دعویٰ ہے کہ جو قرض اُن لوگوں نے ہم سے لیا تھا وہ اب ہم اُن سے وصول کریں - اور میں نہایت سچے دل سے شکر کرتا ہوں کہ وہ قوم اُس قرض کو مع سود دینے کے لیئے بڑی فیاضی سے حاضر ہے یعنی جو بہت سے علوم و فنون خود اُس نے اپنی محنت اور تلاش سے مستفاد کیئے ہیں وہ ہمکو سود میں دینے کیلیئے حاضر ہے مگر ہم اپنے تعصب اور جہالت اور نالائقی کی وجہ سے اُن سے محروم ہیں پس میری خواہش یہ ہے کہ ہماری قوم اپنے خستہ حال کو دیکھے اور جو عمدہ موقعہ اُس کو اتفاق سے ہاتھ آیا ہے اُس سے فایدہ اُٹھانے میں کوتاہی نہ کرے اور سب ایک دل ہوکر اُس میں کوشش کریں اور آپس کی ضد اور بغض اور حسد سے برباد نہ کریں ✤

۱۴

تقریر جو ۳۱ جولائی ۱۸۷۲ء کو بہ مقام گورکھپور کمیٹی چندہ مدرستہ العلوم مسلمانان میں کیگئی ۔

پریسیڈنٹ اور اور صاحبو۔

میں آپ کا اور خصوصاً صاحبان انگریز کا جن کو خدا نے اس ملک کا حاکم کیا ہے نہایت شکر ادا کرتا ہوں ۔ انگریزوں کا خاص کر شکر اس لیئے واجب ہے کہ وہ ملکہ معظمہ کی رعایا کے ساتھ نہایت ہمدردی سے پیش آتے ہیں اور جو کام ہم لوگ اپنے فایدہ کا کرنا چاہتے ہیں اُس میں نہایت خوشی سے شریک ہوتے ہیں ۔ اور صرف شریک ہی نہیں ہوتے بلکہ مددگار ہو جاتے ہیں ۔ اور سب صاحبوں کا شکر مَیں اس لیئے ادا کرتا ہوں کہ آپ نے میری درخواست کو قبول فرمایا اور میرا ناچیز بیان سُننے کے واسطے یہاں تشریف لانے کی تکلیف اپنے اوپر گوارا فرمائی ۔ اب میں چند لفظ آپ کے سامنے مسلمانوں کی تعلیم کی نسبت التماس کرنا چاہتا ہوں ۔

کچھ عرصہ گذرا کہ ہم لوگوں نے اکثر علوم یونانی زبان سے اپنی زبان میں جو اُسوقت عربی تھی ترجمہ کیئے اور اُس وقت سے تعلیم اور تربیت جیسی کچھ تھی کم و بیش ہوتی چلی آئی ۔ مگر بتدریج اُس میں زوال آتا گیا ۔ اس زمانہ سے تیس یا چالیس برس پیشتر کی حالت پر اگر آپ غور کریں تو آپ کو معلوم ہوگا کہ اُس وقت ہر ایک شہر اور ہر ایک قصبہ میں بلکہ گانوں گانوں میں اکثر پڑھے لکھے شخص ہوتے تھے ۔ ابھی ہم یہ نہیں کہتے کہ وہ علم کس قسم کے تھے اور اُن سے کچھ فایدہ تھا یا نہیں مگر یہ بات ہر کوئی جانتا ہے کہ ذی علم اور باعمل شخص ہر قصبے اور قریے میں کثرت سے تھے لیکن اب آپ دیکھتے ہیں کہ مسلمانوں میں علم کا کیا حال ہے ۔ مسلمانوں کے تمام اُن خاندانوں پر نظر ڈالو جن میں پہلے علم تھا تو اکثر یہ دیکھوگے کہ اُن خاندانوں کے لوگ یا تو کچھ شُد بُود جانتے ہیں یا بالکل جاہل محض ہیں ۔ ان سب باتوں کا خیال کرکے ایک جماعت نے جس کا نام خزینتہ البضاعتہ لتاسیس مدرستہ العلوم المسلمین ہے یہ ارادہ کیا ہے کہ ایسا کالج قایم کیا جاوے جس میں مسلمانوں کی عام بہتری ہو ۔ بعض صاحب یہ خیال فرماتے ہونگے کہ گورنمنٹ کالج اور مشنری اسکول جو جابجا موجود ہیں

وہ ہماری ضرورتوں کے لیئے کافی ہونگے لیکن یہ صحیح نہیں ہے۔ اس میں شک نہیں ہے کہ گورنمنٹ سے جہاں تک ممکن تھا اُس نے ہماری تعلیم کا انتظام کیا بلکہ اُس سے بھی کسی قدر زیادہ۔ اور اس میں بھی شک نہیں کہ مشنری اسکولوں کی تعلیم بھی نہایت عمدہ ہے مگر بحث اسمیں ہے کہ آیا یہ اسکول مسلمانوں کی حالت کے مناسب ہیں یا نہیں اور جو جو اغراض اور مطالب ہماری قوم کے ہیں آیا وہ ان دونوں قسم کے اسکولوں سے حاصل ہوسکتے ہیں یا نہیں۔ ایک مدت ہوئی جب میں لنڈن میں تھا تو میں نے ایک **پمفلٹ** لکھا اور اپنی دانست میں اسمیں یہ ثابت کیا کہ گورنمنٹ اسکول ہندوستان کے لوگوں کی تمام اغراض کے واسطے کافی نہیں ہیں جو لوگ موجودہ سررشتہ تعلیم کے طرفدار تھے اُنھوں نے میرے پمفلٹ سے بہت بُرا مانا اور غُل مچایا اور شاید **سر ولیم میور صاحب بہادر** ہمارے لفٹنٹ گورنر سابق بھی اُسکو پسند نہیں کرتے تھے اور صاحب **ڈائرکٹر پبلک انسٹرکشن** بھی اُس کے برخلاف تھے۔ لیکن ہمکو نہایت احسان ماننا چاہیئے **ڈاکٹر ھنٹر** کا کہ گو اُس نے یہ کتاب مُسلمانوں کے برخلاف لکھی مگر نہایت انصاف اور ایمانداری سے مُسلمانوں کی ابتری تعلیم اور اُن کی ابتر حالت کو بیان کیا۔ میں ایک غریب آدمی تھا میرے پمفلٹ کی طرف کسی نے التفات نہ کیا اور لیرہ لیرہ کرکے ڈال دیا۔ ڈاکٹر ہنٹر ایک بہت مشہور آدمی تھا اُس کی تجویز کی طرف سب نے آنکھیں کھولیں ولایت میں ایسی غل مچی کہ ہر ایک شخص کا خیال مسلمانوں کی حالت کی طرف مائل ہوا۔ لارڈ نیپر نے بھی اُس کو دیکھا اور اُن کے دل میں بھی اُس کا اثر ہوا اور تمام ہندوستان کے افسروں سے لارڈ ممدوح نے اس بات میں رائے طلب کی تاکہ معلوم کریں کہ جیسا ڈاکٹر ہنٹر نے لکھا ہے اُس کا حال کیا ہے۔ مدراس و بمبئی و بنگال و پنجاب و اودھ و ممالک مغربی و شمالی غرضیکہ ہر حصہ ملک سے جو رپورٹیں روانہ ہوئیں اُن کا یہی منشا تھا کہ **گورنمنٹ ایجوکیشنل سسٹم** اس قابل ہے کہ اُس میں مُسلمانوں کے مناسب حال کرنے کے لیئے کچھ ترمیم کیجاوے۔ اُسپر سکرٹری آف اسٹیٹ کے حکم سے تاکید ہوئی کہ ایسا سلسلہ درست کیا جاوے جو مسلمانوں کی حالت کے خاصکر مناسب ہو۔ نہایت شکر ہے **لارڈ نارتھ بروک** کا جنھوں نے اس سلسلہ کی درستی میں بڑی توجہ فرمائی اور میں پھر صاف کہوں گا کہ گورنمنٹ کے اصول کے اعتبار سے جس قدر گورنمنٹ کو کرنا چاہیئے تھا اُس سے بہت کچھ زیادہ کیا اور ایک نیا طریقہ تعلیم کا خاص مُسلمانوں کے واسطے جاری کیا۔ گورنمنٹ بنگال اور بمبئی و مدراس نے اس میں بہت توجہ کی اور ہمارے نواب لفٹنٹ گورنر سابق نے بھی ایک سرکلر جاری کیا جس میں سلسلہ تعلیم کو ایسا کرنا چاہا جو مُسلمانوں کے اغراض کے لیئے کافی ہو۔ مگر میرے عرض کرنے کا مطلب یہ ہے

کہ گورنمنٹ کی مہربانی ہے جو اُس نے ہمارے حال پر کی کچھ شک نہیں ہے مگر جو کام ہماری گورنمنٹ کی قدرت سے خارج ہے اُس کو اگر وہ کرنا بھی چاہے تو کیونکر کرسکتی ہے۔ گورنمنٹ اگر چاہے کہ وہ ہمارے رسم و رواج میں کچھ اصلاح کرے تو گو وہ کیسی ہی نیک نیتی سے کچھ کرنا چاہے مگر ممکن نہیں کہ کچھ کرسکے۔ پس جو کچھ گورنمنٹ نے ہمارے حق میں کیا اُس کا ہمکو بہت ضرور شکر کرنا چاہیئے۔ لیکن اُس کے ساتھ میں صرف یہی نہیں کہتا کہ وہ انتظام ہماری اغراض کے لیئے پورا نہیں بلکہ میں نہایت استحکام اور یقین سے کہتا ہوں کہ جو تدبیر گورنمنٹ اختیار کرے گی وہ کبھی کامل نہ ہوگی اور ہمیشہ ہاف میجر رہے گی۔ پس جبتک ہم لوگ اپنی تعلیم و تربیت کا خود بندوبست نکریں اُس وقت تک اپنے مقاصد میں کامیابی حاصل نہیں کرسکتے۔ گورنمنٹ کا ہاتھ ہمارے سر پر رہنا چاہیئے۔ میری ہمیشہ سے یہ رائے ہے کہ گورنمنٹ نے بڑی غلطی کی ہے جو سلسلۂ تعلیم کو اپنے ہاتھ میں لیا ہے۔ اگر وہ اُس کے عوض میں یہ کرتی کہ جن سکولوں اور مدرسوں اور خانقاہوں میں بطور خود تعلیم ہوتی تھی اُنھیں کی مدد کرتی تو جو مقصود ابتک حاصل نہیں ہوا وہ کبھی کا حاصل ہوگیا ہوتا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ ہمارے ان اضلاع کی طرف تعلیم ابھی اچھی طرح شایع نہیں ہوئی لیکن نیچے کے ملک یعنے بنگالہ میں جہاں سو برس سے گورنمنٹ کی عملداری ہے تعلیم بخوبی شایع ہوگئی ہے مگر اب دیکھو کہ اُس نے کیا اثر پیدا کیا ہے۔ یہ کیا کہ ایجوکیشن نے اُس بندش کو توڑ دیا جس میں بنگالی بندھے ہوئے تھے اُن کو اور کسی بندش سے نہ باندھ سکے۔ اگر ایجوکیشن کا مقصد صرف یہ ہو کہ جن بندشوں میں ہم بندھے ہوئے ہیں صرف وہ بندشیں ہی ٹوٹ جاویں تو اُس سے کچھ فایدہ نہیں ہے۔ مذہبی تعلیم ایک ضروری تعلیم ہے لیکن کوئی شخص اس سے انکار نہیں کرسکتا کہ گورنمنٹ جو مختلف مذہب کے لوگوں پر حکومت کرتی ہے وہ کسی طرح اس میں دست اندازی نہیں کرسکتی بلکہ بڑی تعریف ہے گورنمنٹ کی کہ جس طرح اُس نے اور مذہبوں کو تعلیم میں داخل نہیں کیا اسیطرح اپنے مذہب کو بھی تعلیم سے علیحدہ رکھا۔ یہ ایسا نمونہ ہے جو شاید سوائے ہماری گورنمنٹ عملداری ہندوستان کے اور کسی گورنمنٹ اور کسی ملک میں نہیں ہے۔ جہاں تک مجھے اُن بڑے بڑے افسروں سے گفتگو ہوئی جو ہمارے ملک کے انتظام میں بڑی مداخلت رکھتے ہیں تو اُن کی رائے بھی یہ ہے کہ اگر ہندوستان کے لوگ خود اپنی تعلیم کا اہتمام کرسکیں تو نہایت اُنکو خوشی ہے اور ہر طرح سے وہ مدد کا وعدہ کرتے ہیں ؎

ایسی حالت کے لحاظ سے ہم نے ایک مدرسہ کی تجویز کی ہے جسکا نام ہے مدرستہ العلوم للمسلمین یا محمڈن اینگلو اورینٹل کالج۔ اگرچہ اُس میں ہندؤں اور اور قوموں کی

پڑھائی کے لیئے بھی موقع رکھا گیا ہے مگر بنیاد مدرسہ خاص مسلمانوں کے واسطے ہے اور اسلیئے اس میں زیادہ تریہ تھا کہ گورنمنٹ مدد دے گی یا نہیں - اگر کل قوموں کے لیئے ہوتا جیسے مشنری اسکول جس میں دنیوی تعلیم بلا لحاظ قوم و مذہب کے دی جاتی ہے تو گورنمنٹ کی امداد کا قاعدہ صاف تھا لیکن ہمارے کالج کا نام ایسا تھا جس سے معلوم ہو کہ وہ صرف مسلمانوں کے لیئے قایم کیا جاتا ہے یا بااینہمہ گورنمنٹ نے نہایت نیک دلی سے یہ وعدہ کیا ہے کہ جس قدر روپیہ اور آمدنی تم جمع کرلوگے اسیقدر گورنمنٹ سے ملے گا - آنریبل سر ولیم میور صاحب بہادر لفٹنٹ گورنر سابق نے اسکی رپورٹ گورنمنٹ ہند کی خدمت میں بھیجی اور وہاں سے باجلاس کونسل اس امداد کی منظوری صادر ہوئی جس کے لیئے تمام مسلمانوں کو شکریہ ادا کرنا چاہیئے ❊

اس کالج میں مسلمانوں کو علوم دینی اور علوم دنیاوی دونوں قسم کی تعلیم دینی منظور ہے آپ سب صاحب یقینی اس بات کو تسلیم کرتے ہوں گے کہ دنیاوی تعلیم ایسی ہونی چاہیئے جس سے کچھ دنیا کا کام چلے - پس ضرور ہوا کہ ہم اس کالج میں وہ دنیاوی علوم تعلیم میں داخل کریں جو درحقیقت دنیا کے کام کے ہیں - اگر ہم اپنے اس کالج سے صرف یہی مقصود رکھیں کہ اس میں وہی پرانا فلسفہ اور اسٹرانمی اور لاجک یعنی ھَیئات اور منطق پڑھاویں اور ان علوم سے کچھ سروکار نہ رکھیں جو آج ترقی یافتہ قوموں میں رائج ہیں تو ہم نے درحقیقت اپنی قوم کے ساتھ کچھ بھلائی نہیں کی - جو علوم ہماری قوم میں سات سو برس پہلے تعلیم میں داخل ہوئے تھے اگر آج پھر ہم انھیں علوم پر قناعت کریں تو گویا ہم اپنی قوم کو حال کی ترقی سے سات سو برس پیچھے بناتے ہیں - پس ہم نے بڑی مضبوطی سے یہ ارادہ کیا ہے کہ جسقدر علوم دنیاوی تعلیم سے متعلق ہیں مثلاً الجبرا و یوکلڈ (اقلیدس) زوالوجی جیالوجی لاجک اور مارل و منٹل - فلاسفی و کمسٹری اور اور تمام علوم جو ترقی یافتہ قوموں میں رائج ہیں بڑے اہتمام سے اور کامل طور سے تعلیم دیں - دوسری قسم مذہبی تعلیم کی ہے اس کے متعلق کمیٹی نے کوئی قانون کوئی قاعدہ ایسا نہیں بنایا ہے جس سے مذہبی تعلیم میں مداخلت جایز ہو - اور یہ ارادہ کیا گیا ہے کہ مذہبی تعلیم میں دینی کتابیں داخل ہوں جو ہمیشہ سے مسلمانوں کی تعلیم مذہبی میں داخل رہی ہیں اور جن کو دیندار مسلمان پسند کرتے ہیں - کمیٹی خزینۃ البضاعۃ کو ان کتابوں کی تجویز سے کچھ تعلق نہیں ہے - اس وقت حاجی مولوی علی بخش خاں صاحب بہادر جو یہاں تشریف رکھتے ہیں ان کو یہ خیال تھا کہ شاید کمیٹی خزینۃ البضاعۃ سے ہماری مذہبی تعلیم میں کچھ مداخلت ہو - اتفاق سے میرا ان ضلعوں میں آنا ہوا اور

جناب مولوی صاحب ممدوح سے اس باب میں گفتگو ہوئی اور اچھی طرح سے اُن کی تسلیمہ ان کیا گیا کہ کمیٹی خزینتہ البضاعۃ کبھی مذہبی تعلیم میں مداخلت نہ کرے گی۔ چنانچہ مولوی صاحب کے ارشاد کے بموجب اور جیسا ممبران کمیٹی خزینتہ البضاعۃ کا پہلے سے یہی ارادہ تھا یہ تجویز ہوئی کہ قواعد تعلیم میں ایک بائی لاز یعنے قاعدہ ایسا داخل کیا جاوے جس سے ضابطہ کے طور پر یہ بات طے ہو جاوے کہ اُس کمیٹی کو مذہبی تعلیم میں مداخلت نہ ہو گی بلکہ تعلیم مذہبی کے لیئے جُداگانہ کمیٹی اشخاص دیندار کی مقرر ہوگی۔ میں نے نہایت خوشی سے اس امر کو منظور کیا اور جو خط جناب مولوی صاحب ممدوح نے اس باب میں مجھ کو لکھا تھا میں نے اُسکی نقل فے الفور تمام ممبران کمیٹی خزینتہ البضاعۃ کی خدمت میں بھیجدی اس وقت تک جس قدر جواب ممبروں کے میرے پاس آچکے ہیں اُن سب نے اسپر اپنی منظوری لکھی ہے۔ اور گمان غالب ہے کہ باقی ممبر بھی بخوشی تمام اس امر کو ہی منظور کریں گے اور میری دانست میں اب کوئی شبہ کسی کو مدرستہ العلوم کی تعلیم مذہبی کی طرف سے باقی نہیں رہا ❖

اب کالج میں تعلیم کے متعلق تین قسم کی کمیٹیاں ہوں گی۔ ایک کمیٹی السنۂ مختلفہ اور علوم دنیویہ کی۔ اس تعلیم کے متعلق یقینی اکثر پروفیسر انگریز ہوں گے۔ اور چونکہ ہمارے کالج میں عربی و فارسی۔ گریک۔ عبری۔ سنسکرت۔ انگریزی۔ لیٹن سب قسم کی زبانیں پڑھائی جاویں گی اسلیئے اس کمیٹی میں مسلمانوں کے علاوہ انگریز اور یہودی اور پنڈت بھی ممبر اور ڈائرکٹر ہو سکینگے دوسری مذہبی کمیٹی۔ اُس کی دو شاخیں ہوں گی۔ ایک تعلیم مذہب اہل سنّت وجماعت کی۔ دوسری تعلیم مذہب شیعہ اثناعشریہ۔ یہ تجویز ہوئی ہے کہ تینوں کی مذہبی کمیٹی میں وہی لوگ ممبر کیئے جاویں جن کو عموماً مسلمان نہایت نیک اور دیندار اور عابد و زاہد سمجھتے ہوں۔ اور یہ بات بھی میں نے جناب مولوی حاجی علی بخش خاں صاحب بہادر سے ظاہر کر دی ہے۔ کہ میں کبھی اُس کمیٹی کا ممبر نہ ہوں گا اور نہ کبھی اُس میں مداخلت کروں گا۔ شیعہ صاحبوں کی مذہبی تعلیم کی کمیٹی میں بھی وُہی لوگ ممبر ہوں گے جن کو شیعہ مذہب کے مسلمان نہایت نیک اور زیرک اور اچھا خیال کرتے ہیں۔ یہاں تک احتیاط کی گئی ہے کہ ان دونوں مذہبوں کی تعلیم کے واسطے جو مدرس درکار ہوں اُن کا انتخاب اور تقرّر اور جو جو کتابیں اُن مذہبوں کی پڑھائی جاویں اُن کا معین کرنا یہ سب کچھ اُنھیں مذہبی کمیٹیوں سے متعلق ہوگا اور سوائے اُن مذہبی کمیٹیوں کے کسی کمیٹی کو یا کسی اَور کو ان امور میں مداخلت کرنے کا منصب نہوگا اور میں نہایت خوشی سے بیان کرتا ہوں کہ یہ قابل اطمینان تصفیہ جناب حاجی مولوی علی بخش خاں صاحب بہادر سے ملنے اور اُن سے گفتگو کرنے سے حاصل ہوا ہے ❖

میری تعیناتی جس وقت ان اضلاع میں ہوئی تو مجھ کو اس گرمی اور برسات میں گھر سے نکلنے اور گورکھپور اور بستی کا سفر اختیار کرنے سے بہت تکلیف معلوم ہوتی تھی لیکن میں نہایت خوش ہوں کہ جناب صدر الصدور صاحب جو کچھ شبہ میری نسبت اور کالج کی نسبت نہیں نہیں معاف کیجئے جو کچھ شبہے کالج کی نسبت تھے وہ میرے اس سفر ہی کی وجہ سے مٹ گئے اور مسلمانوں کو اس بات سے بہت بڑی خوشی ہوئی ہے۔ جناب حاجی صاحب ممدوح کی شرکت اور امداد سے مدرسۃ العلوم میں یقیناً بڑی برکت ہوگی اور سب لوگ جناب حاجی صاحب کی پیروی کرینگے ؛

کالج میں ایک یہ بات بھی ضروری قرار دی گئی ہے کہ جو لڑکے کالج میں تعلیم پاوینگے وہ کالج ہی میں رہیں گے۔ یہ خیال نہ کیجئے کہ امیروں کے لڑکوں کو مدرسہ میں رہنا ضرور نہیں ہے یا وہ اس کو پسند نہ کریں گے۔ آپ صاحبوں نے ولایت انگلستان کا حال شاید معلوم نہیں کیا ہے۔ وہاں جاکر دیکھئے کہ لارڈ اور ڈیوک اور نہایت اعلےٰ درجے کے جنٹلمین اور ذوی المقدور لوگوں کے لڑکے بھی کالج میں جاکر پڑھتے ہیں اور وہ ضرور بورڈر ہوکر رہتے ہیں۔ اس وقت یہاں بہت سے شریف اور رئیس خاندانوں کے لوگ جمع ہیں مگر میں پوچھتا ہوں کہ آپ صاحبوں نے اپنی اولاد کے اخلاق درست کرنے کی کیا تدبیر کی ہے۔ کیا آپ کے لڑکوں کے ساتھ آپ کے سائیس کے لونڈے نہیں کھیلتے یا ماماؤں اور ان کے لڑکوں میں آپ کے لڑکے نہیں کھیلتے۔ کیا اپنے لڑکوں کو بازاری لونڈوں کی صحبت سے بچانے کے لیئے آپ کچھ فکر فرماتے ہیں۔ ان سب باتوں کا جواب یہ ہے کہ کچھ نہیں۔ وہی بد اخلاقی۔ بدزبانی۔ کمینہ عادت جو ان کمینہ لونڈوں سے آپکے لڑکے سنتے اور دیکھتے ہیں وہی وہ بھی سیکھتے ہیں اور وہی بد اخلاقی ان میں اثر کر جاتی ہے۔ جھوٹ بولتے بولتے اور جھوٹ سنتے سنتے جھوٹ کی برائی دلوں سے جاتی رہتی ہے اور ان سب باتوں کا نتیجہ کیا ہوتا ہے۔ یہ ہوتا ہے۔ کہ اپنے ہم قوموں میں سے ان کا وقار جاتا رہتا ہے۔ جب وہ ایک جج کے سامنے جاتے ہیں اور کچھ بیان کرتے ہیں تو وہ اس بات پر یقین نہیں کر سکتا کہ جو کچھ یہ کہتے ہیں وہ سچ ہے یا جھوٹ ہے اور یہ اسکا شبہ بالکل بجا اور درست ہوتا ہے۔ ہمارے اخلاق۔ ہماری طبیعت سے جو نتیجہ وہ جج نکال سکتا ہے وہ اس مشتبہ حالت سے کچھ زیادہ نہیں نکال سکتا۔ ہماری قوم میں تعلیم اور تربیت سے بجز ایک ذات اور قوم کے خیال کے اور کچھ حاصل نہیں ہوتا جسکو ہندوستانی اپنے نزدیک بہت کچھ فخر کا موجب سمجھتے ہیں لیکن ایک اہل علم جنٹلمین اسکی کچھ زیادہ پروا نہیں کرتا ؛

میں نے مانا کہ ایک دو یا دس بیس ایسے مسلمان بھی پائے جاویںگے جن کی عادتیں اچھی
اور برائیوں سے پاک ہیں لیکن اُن سے کیا ہو سکتا ہے۔ اگر ایسے چند آدمی ملے تو کیا اور
نہ ملے تو کیا۔ کیا ایسے چند شخصوں سے قوم کی عزت ہو سکتی ہے اور اُس قوم کے آگے جو
چیئرمین کے اُس پاس بیٹھی ہے اور جو بالکل **سویلائزڈ** اور **جنٹلمین** ہے کیا ہماری
قوم کچھ وقار اور عزت حاصل کر سکتی ہے۔ صاحبو اگر ہمکو اس بات کا خیال اور رنج ہے کہ انگریزوں
کی یہ قوم کیوں ہماری بات کا اعتبار نہیں کرتی۔ کیوں ہماری حقارت اُس کے دل میں سما گئی
ہے تو ہمارا فرض ہے کہ ہم خود اپنے آپکو معزز کر لیں اور آپ اپنی عزت کا لحاظ رکھا کریں
جیسا ایک تربیت یافتہ قوم کو کرنا چاہیئے۔ اُس کے بعد بھی اگر یہ قوم ہمارے ساتھ اسی طرح
پیش آوے جس طرح اب پیش آتی ہے تو بے شک نہایت رنج اور شکایت کا مقام
ہوگا۔ لیکن انصاف کرو اور دیکھو کہ جب ہماری اولاد کی طبیعت ابتدا سے خراب ہو جاوے
تو کیونکر پھر اس میں اصلاح ہو سکتی ہے اور جو عادتیں بچپن میں اُن کی طبیعت میں اثر کر جاتی
ہیں وہ جوانی میں اُن سے کیونکر چھوٹ سکتی ہیں۔ پس اسی لیئے یہ تجویز کی گئی ہے کہ لڑکے
کالج میں رہیں اور اُن کی خوشی خاطر کے سب سامان وہاں مہیا رہیں جس سے اُنکی طبیعت
پژمردہ نہ ہووے۔ باغوں میں اپنے پروفیسروں کے ساتھ سیر کریں اور ہر وقت اپنی طبیعت
کو خوش رکھیں اور عمدہ عادتیں اختیار کریں مگر یہ کبھی ممکن نہیں ہے جب تک تمام شریف اور
اور امیر اپنے لڑکوں کو کالج میں رہنا گوارا نہ کریں گے اسی لیئے کالج میں یہ قاعدہ مقرر کیا گیا ہے
کہ جو لڑکے کالج میں پڑھیں ضرور ہے کہ وہ کالج میں رہیں ؛

جس زمانہ میں اس کالج کی تدبیریں شروع ہوئیں تو ہر جگہ کے لوگوں نے اس کو
پسند کیا اور ہر حصہ ملک سے اُس کی تائید ہوئی اور ہوتی چلی جاتی ہے۔ مگر بعض مذہبی مسائل
جو میں نے بیان کیئے اُن کے لحاظ سے البتہ لوگوں کو کچھ کچھ شبہ ہوا اور فتور پڑا لیکن اب
سب لوگوں کو اطمینان ہو گیا ہے اور سب نے جان لیا ہے اور جانتے ہیں کہ
کالج دوسری چیز ہے اور اگر میرے ذاتی عقاید برے ہیں تو وہ دوسری چیز ہیں لیکن اسی
خیال کے ساتھ ایک اور نہایت برا خیال لوگوں میں پیدا ہوا ہے اور اُس کو برا اس لیئے
کہتا ہوں کہ ابھی اُس کا وقت نہیں آیا۔ نہیں تو وہ کچھ برا نہیں ہے۔ اور غالباً یہ خیال
ہر جگہ پیدا ہوا ہوگا۔ گورکھپور میں۔ اعظم گڈھ میں۔ دیوبند میں۔ سہارنپور میں۔ بلکہ قریباً
تمام ہندوستان میں یہی خیال لوگ کرتے ہوں گے کہ جو کالج **علیگڈھ** میں قایم ہوگا
اُس کے چندہ میں شریک ہونے سے ہمارے ضلع کے لوگوں کو کیا فایدہ ہوگا لیکن میں

آپکے سامنے ایک مثال بیان کرتا ہوں جو کسی انگریزی کتاب میں ہے۔ انسان کے اعضاء میں تکرار ہوئی اور ہر ایک عضو نے خود غرضی اختیار کی۔ تھوڑی دیر بعد معدہ بھوک کے مارے بے چین ہوا۔ پاؤں نے کہا کہ میں کیوں چل کر غذا بہم پہونچاؤں ہاتھوں نے کہا کہ ہم کیوں غذا کو موںھ تک پہونچاویں۔ آنکھوں نے کہا کہ ہم اسمیں کے بال لکھی کیوں دیکھیں۔ ناک نے کہا کہ غذا کا سڑا بسا ایسا ندا ہونا میں کیوں سونگھوں۔ موںھ نے کہا کہ میں کیوں چبا کر حلق میں نگلوں۔ سب آپ اپنے چپکے ہو رہے۔ دو ایک دن تو جوں توں گذر گئے۔ پھر تو پاؤں لڑکھڑانے لگے۔ ہاتھ کانپنے لگے۔ موںھ ہلانے کی طاقت نہ رہی۔ آنکھوں میں اندھیرا آنے لگا۔ تب تو سب گھبرائے کہ یہ کیا ہوا۔ اُس وقت عقل کے پاس گئے۔ اُس نے کہا کہ خود غرضی نے تمہارا یہ حال کیا ہے۔ تم نے جانا کہ دوسرے کے کام سے ہمکو کیا مطلب ہے حالانکہ وہ حقیقت میں تمہارا ہی کام تھا اور اُس کا نقصان تمہارا ہی نقصان تھا +

اسی طرح سمجھو کہ اگر ہر ایک ضلع کے مسلمان یہ خیال کریں کہ دوسرے ضلع کے کالج میں مدد کرنے سے ہمکو کیا فایدہ ہے تو نہایت بڑی غلطی اور حقیقت میں اپنا ہی نقصان ہے اور یہ ممکن نہیں ہے کہ ہر ایک ضلع کے بلکہ کسی ایک ضلع یا دو تین ضلعوں کے مسلمان بھی بلکہ ایسا کالج بنالیں جیسا تجویز کیا جاتا ہے۔ کیونکہ جتنا روپیہ و اہتمام ایسے کالج کے لیئے درکار ہے جس سے مسلمانوں کی اولاد کو اعلےٰ درجہ کی تعلیم اور اعلےٰ درجہ کی تربیت ہوسکے کیا ہر ایک ضلع کے لوگ جمع کر سکتے ہیں۔ علاوہ اس کے اسپر بھی غور کرو کہ ہمارا کام صرف یہی نہیں ہے کہ اسکول یا کالج کو قایم کردیں بلکہ بڑا کام یہ ہے کہ اُس اسکول یا کالج کیواسطے بہت بڑی تعداد مختلف قسم کے علوم و فنون کی کتابوں کی موجود کریں اور آپ بتلاییے کہ وہ کتابیں کہاں کہاں ہیں اور کون شخص اُن کو موجود کر سکتا ہے۔ میں جب لنڈن میں تھا تو میں نے کیمبرج اور آکسفورڈ کے بڑے بڑے پروفیسروں سے یہ درخواست کی کہ وہ مجھ کو ہر ایک علم کی اُن کتابوں کی فہرست مرتب کردیں جو ہمارے کالج کے لایق ہوں اور جن کا ترجمہ ہم اپنی زبان میں کریں۔ چنانچہ اُنھوں نے نہایت محبت اور مہربانی سے مجھ کو یہ فہرست مرتب کردی۔ ہندوستان میں پہونچکر میں نے اُس فہرست کو چھاپا۔ اُس وقت گورنمنٹ انڈیا میں اُسپر بحث ہوئی اور ڈایرکٹر پبلک انسٹرکشن اور تینوں یونیورسٹیوں نے اُس پر غور کی اور انجام کو سب نے اُس فہرست کو پسند کیا اور بجنسہ وہ فہرست گورنمنٹ کی طرف سے گزٹ آف انڈیا میں مشتہر ہوگئی کہ ان کتابوں کا ترجمہ ضروری ہے

ان کتابوں میں سے قریب بیس یا تیئیس کتابوں کے مجھ غریب کی کوشش سے اردو میں ترجمہ ہو کر چھپ چکی ہیں اور بیس ہزار روپیہ کے قریب اُن کے چھاپنے میں صرف ہوا ہے مگر ابھی حقیقت میں کچھ بھی نہیں ہوا - ابھی اَور بہت علوم کی بہت سی کتابوں میں سے کچھ بھی ترجمہ نہیں ہوا ہے - پھر کیا گورکھپور کا ضلع صرف اپنے روپیہ سے اپنے واسطے کوئی ایسا کالج قایم کرسکتا ہے جس میں یہ سب کتابیں بھی ترجمہ ہو کر مہیّا ہو جاویں - ہرگز نہیں ہرگز نہیں - اگر آپ صاحبوں کا یہ مطلب ہے کہ گورکھپور میں ایک مدرسہ قایم ہو جس میں لڑکے قرآن مجید و مذہبی کتابیں پڑھا کریں اور اُس کا ثواب آپ صاحبوں کو ملا کرے تو بہت مبارک - لیکن اگر آپ کا یہ مطلب ہے کہ اُس کالج میں سے قوم کو فایدہ پہونچے اور قومی ترقی ہو تو اُس وقت ضرور یہ سوال ہوگا کہ آپ ایسی ایک ایک کتاب بھی درستی سے ترجمہ کر کے مشتہر کرسکتے ہیں جن کا میں نے ابھی ذکر کیا - چہ جائیکہ وہ پورا سلسلہ موجود کیا جاوے *

علاوہ اس کے ایک اَور بات بھی خیال کرنے کے قابل ہے ضرور ہر ایک انسان کے دل کو یہ خیال تو بہت اچھا معلوم ہوتا ہوگا کہ ہمارے ضلع میں کالج قایم ہو لیکن اس بات پر غور کرنی چاہیئے - اس وقت اکثر ضلعوں میں دو قسم کے اسکول ہیں - ایک گورنمنٹ کے دوسرے مشنریوں کے - ہم پوچھتے ہیں کہ آیا گورنمنٹ اسکول سے آپ اپنے کالج کو عمدہ قایم کرنا چاہتے ہیں یا گھٹیا جس میں ایک بنگالی بیس روپیہ کا جو لڑکوں کو اے - بی - سی - ڈی پڑھا سکے اور ایک مُلّاں جو عربی فارسی کی چھ کتابیں پڑھا دے - اگر آپ اپنا اسکول گورنمنٹ اسکول سے عمدہ یا اُس کے برابر بھی قایم نہ کرسکیں تو حقیقت میں یہ آپ اپنی قوم کے حق میں کوئی اچھی بات نہیں کرتے کیونکہ ایک عمدہ چیز کو آپ اُن سے چھڑاتے ہیں اور بعوض اُس کے اُن کو ایک ناقص چیز دیتے ہیں - ہاں اگر یہ دعویٰ ہو کہ ہم گورنمنٹ مشنریوں کے اسکولوں سے بہتر اسکول قایم کریں گے تو نہایت خوشی سے کہتے ہیں کہ مبارک لیکن ہر شخص غور کرے اور ہم کو بتا دے کہ کون شخص ہے جو اس ضلع میں اُن اسکولوں کے برابر بھی اسکول قایم کرسکیگا جن کا خرچ ہزار یا دو سو روپیہ یا ادنیٰ درجہ چھ سات سو روپیہ ہے - کہاں سے اسقدر چندہ جمع ہوگا - پروفیسر کہاں سے آوینگے - کتابیں کہاں سے آویں گی - مگر ہاں ایک اَور بات ہے کہ اگر گورنمنٹ اسکول میں یا مشنری اسکول میں اب ایک اچھے عربی داں مولوی کی تنخواہ دیں اور کہیں کہ انگریزی وغیرہ کے ساتھ ساتھ اس روپیہ سے عربی کی تعلیم ہو اور گورنمنٹ یا پادری صاحب منظور

کرلیں تو بہت خوب بات ہے اور ہم بالکل اُس کو پسند کریں گے لیکن ہر جگہ اپنی ڈیڑھ اینٹ کی مسجد جُدا بنانا کچھ بھی مفید نہیں بلکہ نہایت نقصان کی بات ہے۔ اور بالفرض اگر آپنے ایک اسکول اپنے ضلع میں گورنمنٹ اور مشنریوں کے اسکول کے برابر قایم بھی کرلیا حالانکہ یہ بھی ممکن نہیں اور انٹرنس کی پڑھائی کے اُس میں علوم بھی پڑھلائے گئے تو آپ بتلائیے کہ اُس کے پیچھے کیا چیز ہے وہی میور کالج اور وُہی گورنمنٹ کی تعلیم۔ پھر آج ہی اُسکو کیوں نہیں اختیار کرتے جو کل کو کروگے ؎

میرے رائے ناقص میں جو لوگ اس بات کو عزیز رکھتے ہوں کہ اُن کی قوم اُن کی مہذب اور تعلیم یافتہ ہوجاوے تو اُن کو اوّل ایک خزانہ قایم کرنی چاہیئے اور جسقدر ضرورتیں ہر ایک قسم کی ہیں۔ لایق لایق پروفیسروں کا جمع کرنا۔ اُردو میں کتابوں کا ترجمہ کرنا۔ یہ سب کام باہم متفق ہوکر پورے کرلیئے جاویں۔ جب ایک بڑا خزانہ منتھی پانی کا ایک جگہ جمع ہوجاوے تب اُس کے بعد اُسکی شاخیں نکالنی چاہتے ہیں مگر تم تو سوکھے تالاب میں چاہتے ہو کہ نہریں کھودو ؎

میں نے جو اِس وقت مدرستہ العلوم کی یہ مختصر سی کیفیت اور صورت آپکے سامنے بیان کی اگر آپ سب صاحبوں کی رائے میں بھی یہ بات ضرور ہو اور آپ چاہتے ہوں کہ آپکی اولاد عُمدہ تعلیم پاوے اور بد خصلتوں سے بچے تو میں سب صاحبوں سے اُسکی اُمید کرتا ہوں۔ کل ہمارے پاس ایک اخبار آیا اُس سے معلوم ہوا کہ ہندؤں نے جو اپنے ایک مدرسہ کا چندہ ہمارے بعد شروع کیا تھا اُس کے لیئے مستقل آمدنی اسقدر ہوگئی ہے جس کی قیمت سات لاکھ روپیہ ہے اور علاوہ اس کے قریب اسّی ہزار روپیہ کے باہمی چندہ بھی ہوا ہے۔ اس بات کی نہایت خوشی ہے کہ اُس چندہ میں مُسلمان بھی شریک ہوئے ہیں۔ ہمارے اس چندہ مانگنے کا اصول یہ ہے کہ ہم مُسلمانوں سے چندہ طلب کرتے ہیں اور چونکہ انگریز ہمارے حاکم ہیں اور رعایا کا حق ہے کہ اپنے حاکموں سے مدد چاہے اس لیئے ہم انگریزوں سے بھی اپنے کام میں مدد کی درخواست کرتے ہیں لیکن ہندو ہمارے بھائی ہیں اگر وہ ہماری مدد کریں تو ہم نہایت احسانمندی اور شکرگزاری سے وہ چندہ لیتے ہیں چنانچہ اکثر ہمارے ہندو دوستوں نے ہمارے مدرسہ میں چندہ دیا ہے اور یہ بہت بڑی خوشی کی بات ہے کہ دونوں قومیں ایک دوسرے کی باہم مددگار ہوں لیکن اُس اخبار میں جو ایک طعنہ مُسلمانوں کو دیا گیا ہے اُس میں گفتگو ہے۔ وہ ہندو اخبار نویس لکھتا ہے کہ ” دو برس سے مسلمان گانوں گانوں اور ملک ملک سے

چندہ مانگ رہے ہیں مگر آج تک صرف ایک لاکھ چونسٹھ ہزار روپیہ کا چندہ ہوا ہے۔ اور ہمنے اُسکے بعد چندہ شروع کیا اور سات لاکھ تک نوبت پہنچ گئی ۔ البتہ یہ شرم کی بات ہے کہ ہندوؤں نے ہمارے دیکھا دیکھی ایک کام شروع کیا اور ہم سے نصف عرصہ میں سات لاکھ کا چندہ کر لیا اور ہم ابھی ایک ایک کے سامنے ہاتھ پھیلا پھیلا کر بھیک مانگ رہے ہیں اور جو کوئی کچھ دیتا ہے بڑی شکر گزاری کے ساتھ لیتے ہیں۔ اگر کوئی ہماری فہرست چندہ کی دیکھے تو ایک ایک پیسہ بلکہ ایک ایک پائی تک اُسمیں چندہ مندرج ہے اور اُسی فہرست میں پچاس ہزار کا بھی چندہ ہے اور دس ہزار بھی چندہ ہے۔ پس کوئی شخص چندہ دیتے وقت چندہ کی رقم خیال نہ کرے اور جس قدر جس سے ممکن ہو اُس سے مدد کرے۔

مدرستہ العلوم سے جس قدر مذہبی تعلق لوگوں کو ہے اُس کے لحاظ سے جسقدر خیالات برخلاف مدرستہ العلوم کے مسلمانوں میں پیدا ہوئے تھے وہ فضل الٰہی سے سب رفع ہو گئے ہیں۔ لیکن اگر اب بھی کسی صاحب کو کوئی اور شبہ مدرستہ العلوم کی نسبت باقی رہ گیا ہو تو وہ اُس کو ارشاد فرماویں۔ میں اُن کے جواب دینے کے واسطے موجود ہوں ؛

۱۵

لیجس لیٹو کونسل وایسرائے ہند کا ممبر ہونے کے زمانہ میں جو اسپیچیں آنریبل سید احمد خاں بہادر نے بعض مسودات قانونی کے پیش کرنے یا تائید وغیرہ کرنے میں کی ہیں اُن میں سے چند اسپیچیں ہم چھاپتے ہیں۔ اس قسم کی کُل اسپیچوں کے جمع نہ ہوسکنے کا ہمکو افسوس ہے*

ریمارک نسبت وکسینیشن یعنی چیچک سے محفوظ رہنے کے لیئے ٹیکہ لگانے کا مسودہ قانون۔ مورخہ ۱۸ اکتوبر ۱۸۷۹ء

مائی لارڈ۔

ٹیکہ کے لازمی کرنے کے بل کی کونسل میں پیشی کی اجازت چاہنے کے وقت مجھ کو اس بات کا پورا یقین ہے کہ میں ایک ایسے قانون کی تحریک کررہا ہوں جو انسانیت اور مذہبی آزادی کی پالسی سے جو انگریزی سلطنت ہندوستان کا اصل اصول ہے مطابقت تام رکھتا ہے۔ انگریزی حکومت نے ہندوستان میں انسان کی جان کو قحط اور غارتگری کی مصیبتوں سے محفوظ رکھنے کے واسطے بہت کچھ کوشش کی ہے۔ شہروں کی صفائی کے واسطے اور وباؤں کے شیوع کے روکنے کے واسطے بڑی بڑی تدابیر مفید صحت اختیار کی گئی ہیں۔ وکسینیشن کو سرکار نے اپنے ہاتھ میں لیا ہے اور اُس میں بلاشُبہ بڑی کامیابی حاصل ہوئی ہے لیکن وہ افسوسناک واقعات جو سال بسال ظہور پذیر ہوتے ہیں اُن سے معلوم ہوتا ہے کہ ترقی کے واسطے بہت زیادہ گنجایش ہے اور ٹیکہ کا رواج ہنوز اِس درجہ نہیں پُہنچا ہے کہ اُس سے مرض چیچک کی افسون کی کماحقہ روک ہوسکے۔ ۱۸۷۷ء کے نقشجات سرکاری سے معلوم ہوتا ہے کہ پانچ سال ماقبل کے عرصہ میں تعداد اموات کی جو چیچک سے واقع ہوئی ہیں پنجاب و ممالک مغربی وشمالی و اودھ و اضلاع وسط ہند و برٹش برہما میں (۴۵۹۴۸۰) ہوئی ہے جس سے ہر سال بحساب اوسط (۹۱۸۶۶) موتیں ہوتی ہیں۔ اور اس شمار میں اُن موتوں کی تعداد نہیں داخل ہے جو پنجاب کی ہندوستانی ریاستوں میں چیچک سے واقع ہوئی ہیں*

مائی لارڈ۔ ایک وقت تھا جبکہ اس مُلک کے آدمی ٹیکہ کے رواج سے تعصب رکھتے تھے

جس کا باعث اُن کی جہالت اور توہم تھا۔ مگر اب وہ زمانہ آگیا ہے جبکہ اس قسم کے خیالات
ہندوستان کے ذی ہوش لوگوں کے دل میں جگہ نہیں پاتے ہیں۔ تعلیم اور تجربہ نے لوگوں
کی آنکھیں کھول دی ہیں اور مجھ کو اس بات کے کہنے میں کچھ تامل نہیں ہے کہ اس مُلک کے
تعلیم یافتہ لوگوں میں ایسے آدمی شاذ و نادر ہی ملینگے جو ٹیکہ کو ایک مفید اور عمدہ چیز نہ خیال
کرتے ہوں۔ اس کی تصدیق اس امر سے بخوبی ہوتی ہے کہ ٹیکہ کا رواج زیادہ ہوتا جاتا ہے
اور ہندوستان کے اُن اصلاعوں میں (مثل کمالوں کے) جہاں حکام نے اپنے اختیارات
کو ٹیکہ کی حمایت میں مناسب طور سے استعمال کیا ہے اور جہاں اموات چیچک کی تعداد سے
بہت ہی کم ہے۔ کچھ مخالفت پیش نہیں آئی ہے۔ اس واسطے میں خیال کرتا ہوں کہ ملک کے
عام حالات اور ٹیکہ کے مسلم فایدہ پر نظر کر کے اس بات کی تائید میں کافی وجوہات ہیں کہ
گورنمنٹ بذریعہ قانون کے اس مفید تجویز کو لازمی کردے ؛

مائی لارڈ۔ میں منجملہ اُن لوگوں کے ہوں جو کُل جبریہ قانونی تجاویز کو صرف بحالت شدّت
ضرورت کے قابل جواز خیال کرتے ہیں۔ رعایا کی آزادی ایک حق منجملہ اُن بہترین اور
عزیز ترین حقوق کے ہے جو انگریزی عملداری سے اس ملک کو حاصل ہوئی ہیں اور اپنے
کروڑوں ہم وطنوں کی طرح مَیں بھی ان حقوق کی بہت قدر کرتا ہوں۔ مگر اس معاملہ کی جو میں کونسل
کے روبرو پیش کر رہا ہوں خاص ضرورتیں اس بات کی مقتضی ہیں کہ انسانوں کی جان کی حفاظت
کے واسطے کوئی جبریہ تجویز قانونی عمل میں آوے۔ چیچک کا مرض کسی خاص شخص یا خاص
مقام پر محدود نہیں ہوتا ہے۔ اس کا اثر ہر ذات اور فرقہ کے آدمی پر ہوتا ہے۔ اور بالعموم
ایسے زمانہ زندگی میں جبکہ آدمی کو ہوش و تمیز نہیں ہوتی ہے اس کا ضرر بالخصوص ان بیگناہ
بچّوں کو پہونچتا ہے جو اپنی جان کی خود حفاظت نہیں کرسکتے اور نہ کوئی اس کا دفعیہ جو بذریعہ
علم کے حاصل ہوا ہے اختیار کرسکتے ہیں۔ اس مرض کے مضرّ نتایج صرف انہیں لوگوں پر
محدود نہیں ہوتے ہیں جن پر اُس کا اوّل حملہ ہوتا ہے۔ یہ مرض متعدی ہوتا ہے اور جو لوگ اسمیں
مبتلا ہوتے ہیں وہ درحقیقت اَوروں کو مضرت پہونچانے کے باعث ہوتے ہیں ؛

مائی لارڈ۔ اگر علم کے غیر مشتبہ نتایج سے اس رائے کی تائید ہوتی ہو پھر یہ سوال ذاتی
آزادی کا نہیں رہتا ہے۔ اگر یہ بھی تسلیم کرلیا جائے کہ ہر شخص کو چیچک سے مرجانے کا استحقاق
ہے۔ اگر وہ ایسا پسند کرے تو کوئی ذاتی رعایت ذاتی آزادی کی اس مضرت کو جایز قرار نہیں
دے سکتی جو وہ اس بیماری کے انتقال سے اپنے ہمسایوں کو پہونچاتا ہے۔ اس سے معلوم ہوگا
کہ ٹیکہ کے لازمی کردینے کی تجویز سے معصوم بچوں کی جانوں کی اُن کے والدین کی بیوقوفی کے

نتایج سے محافظت عمل میں آوے گی اور بڑے آدمیوں کو ان جسمانی مصائب سے نجات ہو گی جو اُن کے ہمسایوں کی جہالت یا بے پروائی سے اُن پر واقع ہوتی ہیں۔ یہ دلیل جو ہر ذی ہوش شخص پر روشن ہے ایک ایسے قانون کے اجرائے کو جائز قرار دیتی ہے جس کے رُو سے ہندوستان میں ٹیکہ لازمی کر دیا جاوے ؛

مائی لارڈ میں نے اس قانون کے اجراء کی عملی دشواریوں پر بھی بخوبی غور کیا ہے اور مجھ کو معلوم ہے کہ ہندوستان کے بعض اقطاع ایسے بھی ہیں جن کی حالت بالفعل اس قانون کے اجراء کے مناسب نہیں ہے اس واسطے قانون مجوزہ عام طور سے لازمی نہیں ہو گا۔ یہ قانون صرف اُن حصص جات ہندوستان سے متعلق ہو گا جہاں لوکل لیجسلیچر نہیں ہے اور اُس کا عملدرآمد برٹش انڈیا کی ان میونسپلٹیوں اور فوجی چھاونیوں پر محدود ہو گا جن سے لوکل گورنمنٹیں اس قانون کا متعلق کرنا اپنے نزدیک مناسب سمجھیں۔ ان انگریزی فوج کی چھاونیوں سے جو ہندوستانی ریاستوں میں واقع ہیں اس قانون کا متعلق کرنا نواب گورنر جنرل بہادر باجلاس کونسل کے اختیار میں ہو گا۔ اس تجویز سے غرض صرف ایک ایسے قانون کا موجود ہونا ہے جس سے ان اصلاعوں کی لوکل گورنمنٹوں کو جو خاص لیجسلیچر نہیں رکھتی ہیں ان مقامات میں ٹیکہ کو لازمی کر دینے کا اختیار حاصل ہو جاوے جہاں وہ ایسے قانون کا جاری کرنا مناسب خیال کریں ؛

مائی لارڈ - جہاں تک کہ مجھ کو تجربہ سے معلوم ہوا ہے مجھ کو اس بات کے کہنے میں کچھ تامل نہیں ہے کہ ہندوستان کے تعلیم یافتہ لوگ ٹیکہ کے لازمی ہونے کو پسند کرینگے۔ میرے ایک ہندو دوست نے جو بنارس (جو ہندوؤں کے مذہب و قانون کا منبع ہے) کے ایک عالی خاندان اور ذی اختیار رئیس ہیں مجھ سے اس تجویز کی سفارش کی ہے اور یہ استدعا کی ہے کہ جسقدر مجھ سے ہو سکے گورنمنٹ ہند سے ٹیکہ کو بذریعہ قانون کے لازمی کرنے کی تجویز کی تحریک کروں۔ حال میں ایک معزز مسلمان رئیس کا ایک خط جو پنجاب کے ایک ضلع کے رہنے والے ہیں میرے پاس آیا ہے جس کے اُس فقرہ کا مضمون جو ٹیکہ کے باب میں ہے میں کونسل کے روبرو پیش کرنا چاہتا ہوں ؛

وہ لکھتے ہیں کہ " اخبارات کے ملاحظہ سے معلوم ہوا کہ آپ ممالک مغربی و شمالی میں بچوں کو ٹیکہ لگانے کے واسطے ایک قانون بنانے کی تجویز کونسل میں پیش فرماوینگے۔ کیا آپ کے خیال شریف میں پنجاب میں اس قانون کی ضرورت نہیں۔ کیا ہزارہا بچے ہر سال چیچک کی بیماری سے ضایع نہیں ہوتے۔ میری رائے میں پنجاب کیواسطے بھی ضرور قانون ہونا چاہیئے۔ اگرچہ پنجاب کی میونسپل اور ڈسٹرکٹ کمیٹیوں نے ٹیکہ کے عمل کو رواج دینے میں بہت کچھ کوشش کی

درجہ میں نہایت ہی کامیابی حاصل ہوتی - مگر جب تک قانونی دباؤ لوگوں پر نہ ہوگا تب تک عموماً لوگ عمل نہیں کرینگے - اور یہ بہت ضروری ہے کہ ٹیکا لگانا اختیاری رکھنا کہ لوگ آہستہ آہستہ خود ٹیکہ کے فواید سے واقف ہوتے جائینگے اور اپنی خوشی سے بغیر قانونی دباؤ کے اپنے بچوں کو ٹیکہ لگائینگے جیسے کہ سینہ بسینہ چلی آتی ہے یہی بات ہوئی کہ تا تریاق از عراق آوردہ شود مار گزیدہ مردہ شود ؏

مجھکو کامل یقین ہے کہ وہ بیماریاں جو اس ملک میں ٹیکہ لگانے کے عام رواج کے حارج ہوئے ہیں یعنی عام لوگوں کی بے پروائی اور ناعاقبت اندیشی اور کارروائی ٹیکہ کے کسی آسان طریقہ کی عدم موجودگی سے علاقہ رکھتے ہیں - میں یہ بات اعتماد کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ مذہبی تعصب یا مخالفت کی کوئی اور سنگین وجوہات اس ملک میں موجود نہیں ہیں اور جن وجوہات کا کہ میں نے حوالہ دیا ہے وہ کسی شمار میں نہیں ہیں اور قانون سے بدوں کسی دقت و دشواری کے رفع ہو سکتی ہیں ؁

مائی لارڈ - میں ہرگز ایسے قانون کے تجویز کرنے کی جرأت نکرتا جس کے پیش کرنے کی اجازت میں اس وقت آپ کی کونسل سے چاہتا ہوں - اگر مجھکو اس بات کی طمانیت نہ ہوتی کہ گو اس قانون کا منشا رحمدلی اور انسانیت پر مبنی ہے مگر لوگ بھی اس کو آسانی سے سمجھ جائینگے - مشرقی قوموں کی اصطلاح میں مرض چیچک ایک ایسا مرض کہلاتا ہے جس کو زندگی میں آنے سے پہلے ہر بچہ کو عبور کرنا ہوتا ہے اور اس سے صحت پانا پیدایش ثانی خیال کیا جاتا ہے - جب بچہ اس بیماری میں مبتلا ہوتا ہے تو اس وقت اسکے والدین کو سب سے زیادہ فکر و تردد ہوتا ہے اور بچہ کی سلامتی کیواسطے دعائیں مانگتے ہیں اور بیماریاں اتفاقی خیال کی جاتی ہیں مگر چیچک ایک عام بلا خیال کی جاتی ہے اور اسمیں کچھ شبہ بھی نہیں ہے - انسان کی زندگی پر اس کا بڑا اثر ہوتا ہے کیونکہ اس ملک میں ہزاروں آدمی ایسے ہیں جو اس بیماری میں مبتلا ہوکر گو موت سے بچ گئے ہوں مگر ان کے چہروں کے داغوں یا آنکھ کے نقصان سے اس مرض کی دست برد کے آثار نمایاں ہوتے ہیں - ایسا قانون جس کا منشا ہندوستان کی آیندہ نسلوں کو ایسی عام اور سخت بلا سے محفوظ رکھنے کا ہو اگر مناسب طور سے عملمیں آئیگا تو بجائے اس کے کہ غیر مانوس ہو اس ملک کے لوگ اس کو ایک غیر مترقبہ نعمت خیال کرینگے ؁

۱۶

اسپیچ نسبت مسودہ قانون لوکل سیلف گورنمنٹ

متعلقہ اضلاع متوسط

مائی لارڈ۔

مَیں اس مسودہ کے منظور ہونے کی تائید میں ووٹ دینا چاہتا ہوں لیکن میں اپنے ووٹ کی تشریح میں حضور کی اجازت سے اس مسودہ کے بعض مضامین کی نسبت کچھ بیان کرنا چاہتا ہوں۔ میرے لارڈ۔ میں اُن شخصوں میں سے ہوں جن کا یہ عقیدہ ہے کہ لوکل سیلف گورنمنٹ کی کامیابی بہت کچھ اُس آزادانہ اختیار پر منحصر ہوگی جو لوکل بورڈوں اور ضلع کی کونسلوں کو دیا جاوے گا۔ درحقیقت مجھ کو اس بات کا یقین ہے کہ بلا تامل یہ بات بطور ایک عام قاعدہ کے قرار دی جا سکتی ہے کہ جس قدر زیادہ اختیارات ان جماعتوں کو دیئے جاویں گے اسیقدر زیادہ سرگرمی اور شوق اور محبت کے ساتھ اُن کے ممبر اس کام کو انجام دینگے پس جبکہ میری رائے یہ ہے تو مجھ کو مسودہ مذکور کے اُن احکام سے بالطبع اختلاف کرنا لازم ہوگا جن کا منشاء حکام ضلع کی دست اندازی کو جایز ٹھہرانا ہے لیکن میرے لارڈ میں کسی قسم کی مخالفت نہیں کرنا چاہتا ہوں کیونکہ مجھ کو معلوم ہے کہ مسودہ قانون صرف اضلاع متوسط سے ہی متعلق ہے۔ اور یہ اضلاع برٹش انڈیا کے اُن حصوں میں سے ہیں جن میں بہت کم ترقی ہوئی ہے اور میں خیال کرتا ہوں کہ اس وجہ سے ان اضلاع کی نسبت خاص طور پر عمل کرنا واجب معلوم ہوگا۔ اس مسودہ میں ایک اَور ضروری معاملہ ہے جس کی تائید مَیں اسی خصوصیت کے ساتھ کرتا ہوں یعنی میری مراد اس مسودہ کے اُن احکام سے ہے جو لوکل بورڈوں اور ضلع کی کونسلوں کی ترتیب سے تعلق رکھتے ہیں۔ اس معاملہ کی نسبت جو میرے نزدیک لوکل سیلف گورنمنٹ کی تمام تجویزمیں ایک نہایت اہم معاملہ معلوم ہوتا ہے دو رائیں لوگوں کی معلوم ہوتی ہیں یعنی بعض لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ لوکل بورڈ اور ضلع کی کونسل بالکل علیحدہ علیحدہ ممبروں سے مرکب ہونی چاہئیں اور بعض کی وُہی رائے ہے جو اس مسودہ کی دفعہ ۲ ضمن (الف) میں اختیار کی گئی ہے اور جس میں یہ حکم ہے کہ ضلع کی کونسل اُن حلقوں کے حامیوں سے مرکب ہوگی جو ضلع کے اندر ہوں اور ہر ایک حلقہ کی جانب سے ایک یا کئی ممبر اس حلقہ کی لوکل بورڈ کے ممبر ہوں گے اور وہ اُن کو

منتخب کرے گا۔ میں خیال کرتا ہوں کہ اس دفعہ کا یہ اثر ہوگا کہ جہاں تک ضمن (الف) سے
تعلق ہے لوکل بورڈوں کے ممبروں کے سوائے کوئی اور شخص ضلع کی کونسلوں کی ممبری کے
لائق نہ ہوگا۔ اب میرے لارڈ جو واقفیت مجھ کو لوگوں کی حالت سے ہے وہ مجھ کو اس بات
کا یقین دلاتی ہے کہ ہندوستان کے ایسے حصوں میں جیسے کہ ممالک مغربی و شمالی و اودھ میں
معزز و ذی رتبہ اشخاص اس بات پر راضی نہ ہونگے کہ وہ ضلع کی کونسل کی حکومت و اختیار کے
ماتحت ہوکر لوکل بورڈوں میں کام کریں اور اگر لوکل بورڈ ہی صرف وہ جماعتیں ہوں گی جن میں
سے زمینداروں کے حامی ضلع کی کونسلوں کے واسطے منتخب کیے جاوینگے تو ایسے بہت سی
شخصوں کی خدمتوں کے ہاتھ سے جاتے رہنے کا بڑا اندیشہ ہوگا جن کی موجودگی اس کام میں
جو ضلع کی کونسلوں کے متعلق کیا جاوے گا نہایت کارآمد اور بطور پیش بہا مدد کے ثابت
ہوگی میرا خاص خیال یہ ہے کہ ضلع کی کونسلوں کی ترتیب کے واسطے شاید سب سے زیادہ
عمدہ اور قابل اطمینان قاعدہ اس بات کا قرار دینا ہوگا کہ لوکل بورڈوں کے ممبروں کے اور
ضلع کی کونسلوں کے ممبروں کے درمیان کوئی امتیاز نہ رکھا جاوے۔ اس طریقہ سے لوگوں کا
بہترین فرقہ لوکل بورڈوں اور ضلع کی کونسلوں دونوں میں کام دینے پر مایل ہوگا اور لوکل بورڈ اپنے
فرایض اس طرح پر انجام دیں گی گویا کہ وہ ضلع کی کونسلوں کی سب کمیٹیاں ہیں اور لوکل بورڈ
کے ہر ایک ممبر کو ضلع کی کونسلوں کے مشوروں میں دخل حاصل ہوگا اور اس قسم کے رشک اور
حسد کیواسطے کوئی گنجایش نہ رہے گی جو اس وقت پیدا ہوگا جبکہ لوکل بورڈ کے ضلع کی کونسل
کیواسطے ایک ممبر منتخب کرے گا۔ اگر اس قسم کا کوئی قاعدہ جس کی رائے دینے کی میں نے
جرأت کی ہے قرار دیا جاوے تو ضلع کی کونسلیں بلاشبہ بلحاظ تعداد کے بہ نسبت اس حالت
کے بہت بڑی ہوں گی۔ جیسے کہ وہ اس مسودہ کے احکام کے بموجب ہونگے جو بالفعل ہمارے
روبرو در پیش ہے لیکن میں یہ خیال نہیں کرتا کہ ضلع کی کونسلیں کارروائی کی اغراض کے لحاظ
سے بہت بڑی ہوں گی اور مجھ کو یقین ہے کہ اس قسم کے جلسوں میں بہت سی ممبروں کے
شریک ہونے کی توقع اس تعداد کی مناسبت سے زیادہ ہوگی جو ضلع کی کونسل میں شامل ہوں۔
میرے لارڈ اگر میں اس مسودہ کی کسی دفعہ کی نسبت اختلاف کرنے پر آمادہ ہوتا تو میں ان امور
کی نسبت زیادہ تر تفصیل کے ساتھ گفتگو کرنا اپنا فرض سمجھتا لیکن جیسا کہ میں ابھی بیان کر چکا
ہوں میں اضلاع متوسط کو اس لایق سمجھتا ہوں کہ اُن کی نسبت خاص طور پر عمل کیا جاوے اور
اس قسم کے معاملہ میں حکام ضلع کے مشورہ پر بھروسہ کرنا بلاشبہ زیادہ تر مناسب ہے میں
اس مسودہ کی نسبت اس وجہ سے کوئی قطعی مخالفت کرنا بہت کم چاہتا ہوں کہ اس کے احکام

کے بموجب لوکل بورڈوں میں زمینداروں کی طرف سے مقدم لوگ ممبر ہوں گے جو اضلاع متوسط کے قانون مالگذاری مجریہ سنہ ۱۸۸۱ع کے بموجب مقرر کیئے گئے ہیں بلاشبہ اس قسم کے لوگ معزز اور ذی رعب شخص ہوں گے اور جو باتیں میں نے اس وقت بیان کی ہیں وہ اضلاع متوسط کی نسبت شاید وہ اثر نہیں رکھتی ہیں جو وہ اس وقت رکھتیں کہ یہ مسودہ ملک کے اس حصہ سے تعلق رکھتا جس میں میں رہتا ہوں ؛

لیکن میرے لارڈ جن امور کا میں نے ذکر کیا ہے اُن کی نسبت بہت زیادہ ضروری وہ احکام ہیں جو ضمن (ج) دفعہ (۵) اور مسودہ مذکور کی دفعہ ۶ - اسی ضمن میں شامل ہیں۔ ان ضمنوں میں گورنمنٹ کو لوکل بورڈوں اور ضلع کی کونسلوں کے واسطے ممبروں کے مقرر کرنے کا اختیار دیا گیا ہے جن کی تعداد کل ممبروں کے ایک ثلث سے زیادہ نہ ہو مسودہ کی اس دفعہ کو میں بالکل پسند کرتا ہوں اور چونکہ یہ اوّل ہی موقع ہے جبکہ لوکل سیلف گورنمنٹ کا معاملہ قانونی کونسل کے روبرو پیش ہوا ہے - اس وجہ سے مَیں اس اُمید کے ظاہر کرنے سے باز نہیں رہ سکتا کہ جس دفعہ کا میں نے ذکر کیا ہے وہ اُس پالسی کا ایک اظہار ہے جو گورنمنٹ قانون بنانے کے باب میں اور صوبوں کیواسطے بھی اختیار کرنا چاہتی ہے - یہ امور کہ گورنمنٹ کو کس درجہ تک لوکل بورڈوں اور ضلع کی کونسلوں کی ترتیب کو اپنے اختیار میں رکھنا چاہیئے ایک ایسے اصول سے تعلق رکھتا ہے جو کسی طرح پر اضلاع متوسط سے مخصوص نہیں ہے درحقیقت یہ ایک ایسا معاملہ ہے جو لوکل سیلف گورنمنٹ کی تمام تجویز کی جڑھ سے تعلق رکھتا ہے جو حضور کے عہدہ کے بدولت اس ملک کو نصیب ہوئی ہے - میں اس عمدہ تجویز کی بڑے فخر سے دلی مگر ناچیز تائید کرتا ہوں - کیونکہ میں اس بات کے خیال کرنے سے خوش ہوتا ہوں کہ میں اسقدر عرصہ تک زندہ رہا کہ میں نے اُس دن کا آغاز دیکھ لیا جبکہ ہندوستان اپنے حاکموں کے ہاتھ سے "سیلف ہیلپ" اور "سیلف گورنمنٹ" کے وہ اصول سیکھنے کو ہے جنہوں نے انگلستان میں ریپریزینٹیٹو انسٹیٹیوشن پیدا کی ہیں اور اُسکو دنیا کی قوموں میں بڑا بنا دیا ہے - میرے لارڈ میں دل سے یقین کرتا ہوں کہ ہندوستان کے تمام تعلیم یافتہ فرقے اُن خیالات سے متفق ہیں جو میں نے ظاہر کیئے ہیں اور وہ اُن حقوق کے لحاظ سے گورنمنٹ کے ممنون و مشکور ہیں جو لوکل سیلف گورنمنٹ کی تجویز کے باعث سے اُن کو حاصل ہوں گے اور اُن حقوق کا یہ نتیجہ ہوگا کہ انگریزی حکومت کی پسندیدگی زیادہ ہو جاوے گی اور برٹش انڈیا کے اثر سے رعایا کے دلوں میں خیر خواہی اور وفاداری کا جوش پیدا ہوگا جس قدر زیادہ اصلی یہ حقوق ہوں گے اُسیقدر زیادہ منفعت بخش اُن کے نتیجے ہوں گے پس جبکہ میری رائے اور خیالات اس قسم کے ہیں

جیسے میں نے ظاہر کیئے ہیں تو میں غالباً اُن شخصوں کے ساتھ اتفاق نہیں کر سکتا ہوں جو لوکل فنڈ اور معاملات مختص المقام کے انتظام سے گورنمنٹ کا علیحدہ ہونا بُرا سمجھتے ہیں اور بلحاظ اصول کے بالطبع میری یہ خواہش ہونی چاہیئے کہ لوکل بورڈوں اور ضلع کی کونسلوں میں حتی الامکان وہ شخص شریک ہوں جو رعایا کی رائے سے بطور اُن کے حامیوں کے منتخب کیئے گئے ہوں لیکن میرے لارڈ میں خیال کرتا ہوں کہ مَیں اس مسودہ کے اُن احکام کی دل سے تائید کرتے ہیں جس میں گورنمنٹ کو لوکل بورڈوں اور ضلع کی کونسلوں کے ایک ثلث ممبروں کے مقرر کرنے کا اختیار دیا گیا ہے اپنے خیالات اور رائیوں کے برخلاف عمل نہیں کرتا ہوں۔ مجھ کو یقین ہے کہ ہندوستان کا کوئی حصّہ ابتک اس درجہ کو نہیں پہونچا ہے جبکہ ریپریزینٹیشن کا قاعدہ معاملات مختص المقام کے لحاظ سے بھی پورا پورا ہندوستان میں جاری کیا جاوے ریپریزینٹیٹو انسٹیٹیوشنوں کے ذریعہ سے سیلف گورنمنٹ کا اصول شاید سب سے بڑا اور عمدہ سبق ہے جو انگلستان کی فیاضی ہندوستان کو سکھاوے گی لیکن انگلستان سے ریپریزینٹیٹو انسٹیٹیوشنوں کا اصول مستعار لیتے ہیں اُن سوشل اور پولٹیکل معاملات کا یاد رکھنا نہایت ضروری ہے جن کے لحاظ سے ہندوستان اور انگلستان کے درمیان امتیاز پایا جاتا ہے۔ ہندوستان کی موجودہ سوشل اور پولٹیکل حالت کئی صدیوں کی خود مختار حکومت اور نظیں اور ایک قوم کے دوسری قوم پر اور ایک مذہب کے دوسرے مذہب پر غلبہ حاصل کرنے کا نتیجہ ہے۔ لوگوں کے دستورات اور خیالات اور اُن کی موجودہ تمدنی حالت پر زمانہ گذشتہ کی تاریخ کا بہت کچھ اثر پڑتا ہے اور انگریزی حکومت کے شائستگی بخش اثر سے ابتک فتنہ و فساد کی اُس زمانہ کی یاد فراموش نہیں ہوئی ہے جو اس امن امان سے پہلے گذرا تھا جو انگریزی حکومت کے باعث سے ہندوستان کو حاصل ہوا۔ ہندوستان فی نفسہ ایک برّ اعظم ہے اور اس میں مختلف اقوام اور مختلف مذاہب کے آدمی کثرت سے رہتے ہیں اور مذہبی دستورات کی سختی نے ابتک ہمسایوں کو بھی ایک دوسرے سے جُدا رکھا ہے اور ذات کا قاعدہ ابتک بڑے زور شور سے جاری ہے۔ ممکن ہے کہ ایک ہی ضلع میں مختلف مذاہب اور مختلف فرقوں کے باشندے ہوں اور جس حالت میں کہ باشندوں کا ایک گروہ دولتمند اور صاحب تجارت ہو تو دوسرا گروہ با علم اور ذی رعب ہو ممکن ہے کہ ایک گروہ بلحاظ تعداد کے دوسرے گروہ سے بڑا ہو اور روشن ضمیری کے جس درجہ ایک گروہ باشندوں کا پہونچ گیا ہو وہ بہ نسبت اس کے جہاں تک کہ باقی باشندے پہونچے ہوں بہت اعلےٰ ہو ایک قوم اس بات سے بخوبی واقف ہو کہ لوکل بورڈوں اور

ضلع کی کونسلوں میں اُن کی طرف سے ممبروں کا شریک ہونا نہایت ضروری ہے اور دوسری قوم کو اس قسم کے معاملات کی مطلق پرواہ نہو پس ان صورتوں میں اس بات سے انکار کرنا شاید ہی ممکن ہے کہ ہندوستان میں ریپریزینٹیٹو انسٹیٹوشنوں کے جاری کرنے سے بڑی مشکل اور سوشل و پولٹیکل خطرات پیدا ہوں گے ایک ایسے ملک میں جیسا کہ انگلستان میں جہاں تک قومی امتیاز اب باقی نہیں رہا اور جہاں تک مذہبی معاملات میں تفرقہ و اختلاف تحمل کی ترقی کی سبب سے کم ہوگئی ہیں اس معاملہ میں اس قسم کی مشکلات پیش نہیں آتی ہیں۔ قوم اور مذہب کے متحد ہونے سے انگریزی قوم ایک قوم ہوگئی ہے اور تعلیم کی ترقی سے خفیف اختلافات ان معاملات میں جو بیشتر ملک کی بہبودی سے متعلق ہیں بالکل ناچیز ہوگئے ہیں عیسائیوں کو پارلیمنٹ میں اپنے مطلب کی حمایت کرنے کے واسطے یہودیوں کی نسبت ووٹ دینے میں کچھ عذر نہیں ہوتا ہے اور درحقیقت سوشل و پولٹیکل مقاصد کے واسطے یہ کہا جاسکتا ہے کہ انگلستان کی کل آبادی ایک ہی قوم ہے۔ بلاشبہ یہ ظاہر ہے کہ ہندوستان کی نسبت ایسا نہیں کہا جاسکتا۔ الیکشن کے ذریعہ سے ممبروں کے مقرر کرنے سے رعایا کا ایک حصہ کی رائے اور مطالب کی حمایت کرنے سے مراد ہے اور اُن ملکوں میں جہاں کہ آبادی صرف قوم اور ایک مذہب سے مرکب ہوتی ہے یہ قاعدہ بلاشبہ سب سے عمدہ ہے جو جاری کیا جاسکتا ہے۔ لیکن میرے لارڈ ایک ایسے ملک میں جیسا کہ ہندوستان ہے جہاں کہ ذات کے اختلافات اب تک موجود ہیں اور جہاں مختلف قومیں خلط ملط نہیں ہوئی ہیں اور جہاں کہ مذہبی اختلافات اب تک زور شور پر ہیں اور جہاں کے تعلیم نے اپنے جدید معنی کے لحاظ سے باشندوں کے تمام فرقوں میں ایک مساوی یا مناسبت کے ساتھ ترقی نہیں کی ہے مجھ کو یقین ہے کہ لوکل بورڈوں اور ضلع کی کونسلوں میں مختلف مطالب کی حمایت کی غرض سے الیکشن کے خالص اور سادہ اصول کے جاری کرنے سے محض تمدنی خیالات کی بہ نسبت زیادہ تر بڑی بڑی خرابیاں پیدا ہونگی جبتک کہ قوم اور مذہب کے اختلافات اور ذات کا امتیاز ہندوستان کی سوشل و پولٹیکل حالت میں ایک جزو اعظم رہیگا اور ان معاملات میں جو ملک کے انتظام اور بہبودی سے بیشتر متعلق ہیں ان کے باشندوں پر اثر ڈالیگا اسوقت تک الیکشن کا خالص قاعدہ طمانیت کے ساتھ جاری نہیں کیا جاسکتا بڑی قوم چھوٹی قوم کے مطالب پر بالکل غالب آوے گی اور جاہل آدمی گورنمنٹ کی اس قسم کی تدابیر جاری کرنے کا جوابدہ سمجھینگے جنکے باعث سے قوم اور مذہب کے اختلافات بہ نسبت سابق کے اور بھی زیادہ سخت ہوجاوینگے میرے لارڈ میں نے اس معاملہ کی نسبت اسقدر تفصیل

۱۷

اسپیچ نسبت قانون حقوق استفادہ مورخہ

۱۳- فروری سنہ ۱۸۸۲ء

مائی لارڈ —

چونکہ میں بھی اس سلیکٹ کمیٹی کا ایک ممبر تھا جسکے سپرد یہ بل پیش کیا گیا تھا اسلیئے میں ان قواعد کے جزئیات کے بارہ میں جو مختلف دفعات میں مندرج ہیں کچھ گفتگو کرنا نہیں چاہتا ہوں کیونکہ میں ان سے بالکل اتفاق کرتا ہوں - مگر میں اس بل کے عام منشاء پر چند کلمات عرض کیئے بغیر اس موقع کو ہاتھ سے دینا نہیں چاہتا ہوں ؂

میں اس بات کے افسوس کرنے سے باز نہیں رہ سکتا کہ قانون مجوزہ ابتداءً صرف پریسیڈنسی مدراس و اضلاع وسط ہندو کورگ سے متعلق ہوگا - اس بل کی یہ محدود توسیع صرف اُن لوکل گورنمنٹوں کی رایوں کے لحاظ سے کی گئی ہے جو اپنے اپنے ممالک سے اسکا متعلق ہونا نہیں چاہتی ہیں - اگر میں اُن قطاع ہندوستان کا باشندہ ہوتا جن سے یہ بل بفور نفاذ متعلق ہونے والا ہے تو اس بل کی محدود توسیع پر افسوس ظاہر کرنا اپنے اوپر واجب نہ سمجھتا - مگر میں ایک ایسے صوبہ سے علاقہ رکھتا ہوں جس سے قانون مجوزہ ابتداءً متعلق ہونے والا نہیں ہے اس وجہ سے میں لیجس لیچر سے اس بات کا ذکر کرنا اپنا فرض سمجھتا ہوں کہ اس امر کو میری صوبہ کے لوگ ایک افسوس کی نظر سے دیکھیں گے - بل ہذا حالت موجودہ میں اُن قواعد کو باقاعدہ منضبط کرتا ہے جو فیصلہ تنازعات متعلق حقوق استفادہ پر موثّر ہوتے ہیں - یہ قواعد ویسے ہی ہیں جن کا عملدرآمد آجکل بھی عدالتوں میں بلا لحاظ اس بل کے ہے اور میں اس بات کو اعتقاد کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ بل ہذا میں کوئی معتدبہ قاعدہ اس قسم کا نہیں ہے جو ہندوستان کی عدالتوں کے عملدرآمد میں نہ ہو - جہاں تک کہ میں دیکھتا ہوں اس بل کا منشاء نئے قواعد ایجاد کرنے کا نہیں ہے - اس کا منشاء یہ ہے کہ قانون حقوق استفادہ متحقق ہو جاوے اور ان لوگوں کے لیئے قابل ادراک ہو جاوے جن کو بطور خود بذریعہ نالش کے تنازعات متعلق حقوق استفادہ کا تصفیہ کرنے کی ضرورت ہوتی ہے اور ان عدالتوں کے بھی قابل فہم ہو جاوے جن پر اُن تنازعات کا تصفیہ واجب ہوتا ہے - اگر یہ کہا جاسکے کہ حقوق استفادہ متفرق

اقطاع ہندوستان پر محدود ہیں اگر یہ کہا جا سکے کہ تنازعات متعلق حقوق استفادہ صرف انہی ممالک میں برپا ہوتے ہیں جن سے کہ مجوزہ قانون ابتداءً متعلق ہونے والا ہے تو میں قانون مجوزہ کو صرف انہی ممالک پر توسیع دینے کے اصول کو بخوبی سمجھ سکتا مگر حق استفادہ [illegible] کا حق ہے جبکہ نوع انسان نے جہالت و وحشت کی حالت سے قدم باہر رکھا مجتمع ہو کر شہر میں رہنا ایک دوسرے کا ہمسایہ بننا ایک دوسرے کے حقوق میں لگاؤ رکھنا اختیار کیا تھا حق استفادہ حق ملکیت جائداد غیر منقولہ کا لازمی نتیجہ ہے اور جب ہی کہ نوع بشر نے یہ قرار دیا کہ شخص جائداد کی ملکیت خاص کے مجاز ہیں تو اس کے بعد ہی دوسرا قدم [illegible] منصفانہ اصول پر اتفاق کرنا تھا کہ عوام الناس کی بہبودی اس امر سے متصور ہے کہ ہر شخص اپنی جائداد سے اس طرح پر متمتع ہو کہ اپنے ہمسایہ کے تمتع جائداد میں خلل انداز نہ ہو [illegible] اصول میرے نزدیک حقوق استفادہ کی اصل بنا ہے ؏

مائی لارڈ میں ایسی باتیں بیان کرتا ہوں جو عام طور کی ہیں - کیونکہ میں نے بارہا سُنا ؟ پڑھا ہے کہ یہ بل ایک غیر ضروری تجویز ہے اور ہندوستانیوں کی موجودہ حالت کیواسطے موزوں نہیں ہے - مجھے کو اُمید ہے کہ اگر میں اس ضمنی الزام سے اپنے ہم وطنوں کی حمایت کرنے میں کہ وہ اس ابتدائی منزل ترقی سے آگے نہیں بڑھے ہیں جبکہ حقوق استفادہ کا یا تو وجود ہی نہیں ہوتا ہے یا ان کے بارہ میں معیّن و مصرح قواعد کی ضرورت نہیں ہوتی ہے کسیقدر زور دیکر گفتگو کروں تو میں معذور رکھا جاؤں گا - اور اگر اس قسم کی نالشوں کا ہماری عدالتوں میں دائر ہونا صحیح ہے اگر عدالتوں کا ان کے انفصال پر مجبور ہونا صحیح ہے تب میں اس بات کا دعویٰ کرتا ہوں کہ اس قسم کے ایک معیّن قانون کا موجود ہونا جو بل ہذا میں تجویز کیا گیا ہے نہایت ضروری ہے اور جو افسوس کہ میں اس بل کے محدود الوسعت ہونے پر ظاہر کرتا ہوں وہ صرف خیالی ہی نہیں ہے بلکہ معتدبہ وجوہات پر مبنی ہے - مگر خوشی کی بات ہے کہ اس بل کی شکل میں کوئی بات ایسی نہیں ہے جو اُسکو محدود الوسعت یا مختص المقام کرتی ہو اور جو اختیار کہ اس بل کی دفعہ اول کے رو سے لوکل گورنمنٹوں کو دیا گیا ہے کہ جب کبھی وہ مناسب خیال کریں قانون مجوزہ کو اپنے اپنے صوبجات سے متعلق کر دیں اس سے نہایت خوشی ہوئی - برعایت انصاف اور اُن بدقسمت مقدمہ والوں کے حال پر نظر کر کے جن کو حقوق استفادہ سے کام پڑتا ہے اور ایک غیر معین اور غیر قابل تعین قانون کے ماتحت ہیں مجھکو اُمید قوی ہے کہ تھوڑی ہی مدت کے بعد وہ لوکل گورنمنٹیں جو بالفعل اس قانون مجوزہ کو اختیار کرنا نہیں چاہتی ہیں اس کے اصول کو تسلیم کرینگی اور اپنے اپنے صوبجات سے اسکو متعلق کر دیں گی ؏

مائی لارڈ۔ اگرچہ میں نے اس امر کی نسبت افسوس ظاہر کیا ہے کہ یہ بل بفور نافذ ہونے کے کُل برٹش انڈیا سے متعلق نہ ہوگا مگر میں اس مصلحت کو بخوبی سمجھتا ہوں کہ کوئی قانونی تجویز خلاف منشائے اُن نامی مدبروں کے جن کے سپرد ہماری لوکل گورنمنٹوں کی حکومت ہے جاری نہیں کرنی چاہیئے۔ ایسے امور میں ان کی رائیں فی نفسہ بڑی وقعت کے قابل ہیں لیکن گو اس بل کی توسیع میں دیر بھی ہو اس کی علمی سودمندی بفور نفاذ ہی بہت زیادہ ہوجائیگی کیونکہ مجھ کو یقین کلی ہے کہ اس بل کی حقیقی خوبیوں پر ہمارے جج لوگ خود بخود توجہ فرماوینگے اور اپنے فیصلوں میں مدد حاصل کرنے ہی کی غرض سے اس بل کے اصولوں سے استفادہ کریں گے میں کسی ایسی کتاب سے نہیں واقف ہوں جسمیں قانون متعلق حقوق استفادہ اس قدر ترتیب و صراحت کے ساتھ بیان ہوا ہو جیساکہ اس بل میں مندرج ہے اور چونکہ اس کے اصول عملی طور سے وُہی ہیں جن پر آجکل عدالتوں کا مدار ہے۔ چونکہ قانون حقوق استفادہ کے بارہ میں اس ملک کی دیسی زبانوں میں کوئی کتابیں نہیں ہیں چونکہ ہمارے اکثر جوڈیشل افسر انگریزی زبان سے ناواقف ہیں اور انگریزی کتابیں حقوق استفادہ کے متعلق یا تو اکثر مفصل کے ججوں کو دستیاب نہیں ہوتی ہیں یا وہ اُن کو آسانی سے سمجھ نہیں سکتے ہیں۔ مجھ کو اُمید قوی ہے کہ اس بل کو بفور نافذ ہونے کے عوام النّاس اور وکلا و حکام سب بغور مطالعہ کرینگے یہ امر بالکل صریح معلوم ہوتا ہے کہ جبتک تنازعات رہیں گے اُن کے تصفیہ کے لیئے مستحق قواعد کا ہونا ضروری ہے اور اگر لیجس لیچر ان قواعد کی تصریح و تعین کرنے سے انکار کرے گی تو ججوں کو ان کا فیصلہ اپنے ہی ذاتی خیالات انصاف کے بموجب ہر مجموعہ واقعات کی نسبت کرنا ہوگا ٭

مائی لارڈ۔ مجھ کو یقین ہے کہ میرے اس بیان سے کہ رعایا اور عدالتیں ضرورت کے سبب سے اور آسانی کے واسطے قبل اس کے کہ اُن کو اس کے اصول کے بطور قانون نافذہ کے اتباع کرنے کا حکم ہو اس بل کے قواعد کی طرف رجوع کرینگی۔ یہ نہیں سمجھا جائیگا کہ ان لوکل گورنمنٹوں کے کامل ادب و توقیر میں جو قانون مجوّزہ کو اختیار کرنا ناپسند کرتی ہیں میری طرف سے کسی قدر کمی و کوتاہی ہوئی ہے ٭

مائی لارڈ میرے بیان سے بخوبی واضح ہوگا کہ اس بل کے بارہ میں میری رائے اور ہمدردی کس طرف مائل ہے۔ مگر میں اپنے اوپر اس شبہ کا ہونا بھی پسند نہیں کرتا ہوں کہ میں **کوڈیفکشن** کی پالیسی کی نابینایانہ تائید اور لفظی حمایت کرتا ہوں۔ **لیجلیشن** کی کسی مخصوص پالیسی کی تائید کرنا میرا کام نہیں ہے۔ میرا کام اپنے ہم وطنوں کے خیالات اور رایوں کا ظاہر کرنا اور لیجس لیچر کے روبرو ایسے معاملات کا پیش کرنا ہے جو اسکی توجّہ کے

محتاج اور رعایا کی ضروریات پر مشتمل ہیں اور اسی حیثیت سے میں اس بات کے کہنے کی جرأت کرتا ہوں کہ یہ بل ایک ایسا قانون ہے جس کی ضرورت ملک کو بہت عرصہ سے ہے بعض اوقات یہ کہا گیا ہے کہ ہندوستان جیسے زراعت پیشہ ملک میں حقوق استفادہ کوئی ایسے اہم معاملات نہیں ہیں جو بیجسلیچر کے لحاظ کے لائق ہوں اور اُن کے بارہ میں قانون وضع کرنا ہندوستان کے مجموعہ قوانین کو بے فایدہ بڑھانا ہے۔ اب اُن لوگوں کا کامل ادب کر کے جو ایسی رائیں ظاہر کرتے ہیں میں اس بات کا اپنا فرض سمجھتا ہوں کہ باشندگان ہند ایسے خیالات کی تائید نہیں کرتے ہیں۔ میرا اپنے ذاتی تجربہ کی وجہ سے یہ خیال ہے کہ بڑے بڑے شہروں میں حقوق استفادہ بڑی قدر و قیمت کے حقوق خیال کیئے جاتے ہیں اور اُن کی وجہ سے اکثر مقدمہ بازی ہوتی ہے اور اخیر فیصلہ سے اس جایداد کی مالیت پر جس کی بابت حقوق استفادہ کا دعویٰ کیا جاتا ہے معتدبہ اثر ہوتا ہے۔ یہ بات بھی نہیں ہے کہ تنازعات متعلق حقوق استفادہ زیادہ ترقی یافتہ صوبجات ہندوستان پر موقوف ہوں غالباً زیادہ کثرت سے یہ تنازعات ان ممالک میں ہوتے ہیں جن کو بمقابلہ دیگر صوبجات کے عملداری سرکار میں آئے ہوئے تھوڑا عرصہ ہوا ہے۔ بالتخصیص ایسے ہی صوبجات میں حقوق استفادہ اب تک غیر معین ہیں کیونکہ ان کی نسبت کوئی فیصلہ نہیں ہوا ہے۔ اس لیئے میری رائے ناقص یہ ہے کہ اس بل کو ملک کے ناترقی یافتہ صوبوں تک وسعت دینے سے بھی فوایدہ مترتب ہوگا ؛

مجھ کو اس بل کے بارہ میں مُسلمانوں کے خیالات کے لحاظ سے بھی چند باتیں عرض کرنی ہیں۔ حقوق استفادہ کا مضمون اہل اسلام کے نزدیک کوئی نئی بات نہیں ہے۔ حقوق استفادہ سے وہ واقف ہیں اور ان کی فقہ کی کتابیں ان حقوق کی نسبت مسایل سے بھری ہُئی ہیں جن کو کہ فقہائے اسلام نے "حقوق جار" کے تعبیر کیا ہے۔ پس کم سے کم جہاں تک کہ میرے ہم مذہب لوگوں کو تعلق ہے مجھ کو کچھ شک نہیں ہے کہ اس بل کو وہ پسند کرینگے ؛

علاوہ اس بل کی ذاتی خوبیوں کے اگر اُس کی تائید میں کسی اَور امر کا اظہار ضروری ہو تو مجھ کو اس بات کے کہنے کی اجازت دی جاوے کہ اصول مندرجہ بل ہذا کی عُمدگی اور ضرورت کی بہترین کفالت ہمارے پاس موجود ہے۔ آنریبل ممبر قانونی کے اُس بڑے تجربہ کے علاوہ جو قوانین کے بنانے میں حاصل ہوا ہے اس بل کو آنریبل سر چارلس ٹرنر چیف جسٹس مدراس کے ملاحظہ میں گذرنے کے مستثنےٰ فوایدہ حاصل ہوئے ہیں جن کو ایک قانون دان اور

ججوں کی اعلے لیاقتوں کے سوا میرے ملک میں ایک بڑا جوڈیشل تجربہ اور رعایاء ہند کی جس کی بہبودی کے ساتھ اُن کو ہمیشہ ذاتی شوق اور بڑا تعلق رہا ہے طبایع و احتیاجات کا بے نظیر علم حاصل ہوا ہے - اس بل نے اس صفائی فہم اور جوڈیشل ذہانت کے کمال کا بھی فائدہ حاصل کیا ہے جن کی وجہ سے آنریبل مسٹر ویسٹ جسٹس ہائیکورٹ بمبئی ہمارے سویلین ججوں میں ممتاز ہیں - یہ بل بحالت موجودہ میں اصلیتاً وہی ہے جس کو کمیشن [illegible] نے جس کے کہ صاحبان ممدوح الصدر ممبر تھے مرتب کیا تھا - میں اس بل میں کوئی شے ایسی نہیں پاتا ہوں جو ترمیم مزید کی محتاج ہو - اس لیئے مجھ کو امید

ہے کہ وہ پاس

ہو جاویگا +

۱۸

لکچر بمقام پٹنہ جو ۲۷ - جنوری ۱۸۸۳ء کو دیا گیا

اے صاحبو!

آج میں آپ کے سامنے کسی دقیق یا خیالی مضمون پر لکچر دینے نہیں کھڑا ہوا ہوں بلکہ ایسی باتیں بیان کرنا چاہتا ہوں جو روزمرہ ہم سب کے برتاؤ میں ہیں۔ ایک حکیم کا قول ہے کہ "انسان آپ اپنے لیئے سب سے بڑا اُستاد ہے۔ دنیا کے تمام واقعات اُس پر گذرتے ہیں اور اُن کے اثروں سے جیسا وہ واقف ہوتا ہے دوسرا کوئی واقف نہیں ہوتا اور اُن سے اُسکو عبرت پکڑنے کا سب سے زیادہ موقعہ ہوتا ہے"۔

یہ ایک غلطی ہوگی اگر کوئی سمجھے کہ انسان کا اطلاق صرف شخص واحد ہی پر ہوتا ہے۔ یہ ایک اصطلاح ہے اور جس طرح شخص واحد پر صادق آتی ہے اُسی طرح مجموعہ افراد پر بھی صادق آتی ہے۔ پس جو لوگ کہ اپنے ملک میں تمام باشندگان ایک حصہ دنیا کی بھلائی پر نظر رکھتے ہیں وہ اُس ملک کے کُل باشندوں پر انسان کا لفظ اطلاق کر سکتے ہیں اور مجازاً اُس مُلک پر۔ اور جو کسی قوم کی بھلائی چاہتے ہیں وہ کُل قوم پر اور جو کسی خاندان کی بھلائی چاہتے ہیں وہ کُل خاندانوں کے لوگوں پر۔ نتیجہ اسکا یہ ہے کہ ملک کی بھلائی کے لیئے خود ہمارا ملک اور قوم کی بھلائی کے لیئے خود ہماری قوم اور خاندان کی بھلائی کے لیئے خود ہمارا خاندان ہمارے لیئے اُستاد ہے۔ جو حالتیں اُس پر گذری ہیں یا گذر رہی ہیں اُنھیں پر غور کرنا ہماری نصیحت اور عبرت کے لیئے کافی ہے۔ میرا ارادہ آجکے لکچر سے صرف یہی ہے کہ ہم ان تینوں بھائیوں کی موجودہ حالت پر نظر ڈالیں اور اس سے آیندہ کے لیئے نصیحت حاصل کریں۔

ملک پر جب ہم انسان کا لفظ اطلاق کریں تو ہمکو معلوم ہوگا کہ جس طرح انسان میں مختلف قواء اور مختلف اعضا ہیں جن پر انسان کی زندگی کا مدار ہے اسی طرح ملک میں بھی مختلف قومیں اور مختلف اشخاص ہیں جن پر ملک کی سرسبزی اور ترقی اور بھلائی کا بلکہ مختصر طور پر کہوں کہ ملک کی زندگی کا مدار ہے۔ پس جو لوگ کہ ملک کی بھلائی چاہتے ہیں اُن کا پہلا فرض یہ ہے کہ بلا لحاظ قوم و مذہب کے کُل باشندگان مُلک کی بھلائی پر کوشش کریں۔ کیونکہ جس طرح ایک انسان کی اُس کے تمام قواء اور تمام اعضاء کے صحیح و سالم رہنے بغیر زندگی یا پوری تندرستی محال ہے اسیطرح

ملک کے تمام باشندوں کی خوشحالی اور بہبودی بغیر ملک کی زندگی یا پوری ترقی ناممکن ہے ؏

اے میرے دوستو! تمہارے ملک ہندوستان میں دو مشہور قومیں آباد ہیں۔ جو ہندو اور مسلمان کے نام سے مشہور ہیں۔ جس طرح کہ انسان میں بعض اعضائے رئیسہ ہیں اسیطرح ہندوستان کے لیئے وُہی دونوں قومیں بمنزلہ اعضائے رئیسہ کے ہیں۔ ہندو ہونا یا مسلمان ہونا انسان کا اندرونی خیال یا عقیدہ ہے۔ جس کو بیرونی معاملات اور آپس کے برتاؤ سے کچھ تعلق نہیں ہے۔ کیا خوب کہا ہے جس نے کہا ہے کہ انسان کے دو حصّے ہیں۔ اُس کے دل کا خیال یا عقیدہ خدا کا حصّہ ہے اور اُس کا اخلاق اور میل جول اور ایک دوسرے کی ہمدردی اُس کے ابنائے جنس کا حصّہ ہے۔ پس خدا کے حصّہ کو خدا پر چھوڑ دو اور جو تمہارا حصّہ ہے اُس سے مطلب رکھو ؏

اے عزیزو۔ جس طرح ہندوؤں کی شریف قومیں اس ملک میں آئیں اُسی طرح ہم بھی اس مُلک میں آئے۔ ہندو اپنا ملک بھول گئے۔ اپنے دیس سے پردیس ہونے کا زمانہ اُن کو یاد نہیں رہا اور ہندوستان ہی کو اُنھوں نے اپنا وطن سمجھا اور یہ جانا کہ ہمالیہ اور بندھیاچل کے درمیان ہمارا ہی وطن ہے۔ ہمکو بھی اپنا ملک چھوڑے سینکڑوں برس ہوگئے۔ نہ وہاں کی آب وہوا ہمکو یاد ہے نہ اُس ملک کی فضا کی خوبصورتی۔ نہ وہاں کے پھلوں کی تروتازگی اور نہ میووں کی لذت اور نہ اپنے مقدس ریتیلے و کنکریلے ملک کی برکت۔ ہم نے بھی ہندوستان کو اپنا وطن سمجھا اور اپنے سے پیش قدموں کی طرح ہم بھی اس ملک میں رہ پڑے۔ پس اب ہندوستان ہی ہم دونوں کا وطن ہے۔ ہندوستان ہی کی ہوا سے ہم دونوں جیتے ہیں مقدس گنگا جمنا کا پانی ہم دونوں پیتے ہیں۔ ہندوستان ہی کی زمین کی پیداوار ہم دونوں کھاتے ہیں مرنے میں جینے میں دونوں کا ساتھ ہے۔ ہندوستان میں رہتے رہتے دونوں کا خون بدل گیا دونوں کی رنگتیں ایک سی ہوگئیں۔ دونوں کی صُورتیں بدل کر ایک دوسرے کے مشابہ ہوگئیں مُسلمانوں نے ہندوؤں کی سینکڑوں رسمیں اختیار کرلیں۔ ہندوؤں نے مسلمانوں کی سینکڑوں عادتیں لے لیں۔ یہاں تک ہم دونوں آپس میں ملے کہ ہم دونوں نے ملکر ایک نئی زبان اُردو پیدا کرلی جو نہ ہماری زبان تھی نہ اُن کی۔ پس اگر ہم اُس حصّہ سے جو ہم دونوں میں خدا کا حصّہ ہے قطع نظر کریں تو درحقیقت ہندوستان میں ہم دونوں باعتبار اہل وطن ہونے کے ایک قوم ہیں اور ہم دونوں کے اتفاق اور باہمی ہمدردی اور آپس کی محبت سے ملک کی اور ہم دونوں کی ترقی و بہبودی ممکن ہے۔ اور آپس کے نفاق اور ضد و عداوت۔ ایک دوسرے کی بدخواہی سے ہم دونوں برباد ہونیوالے ہیں۔ افسوس ہے اُن لوگوں پر جو اس نکتہ کو نہیں سمجھتے اور آپس میں ان دونوں

قوموں کے تفرقہ ڈالنے کے خیالات پیدا کرتے ہیں اور یہ نہیں سمجھتے کہ اُس مضرت اور نقصان
میں وہ خود بھی شامل ہیں۔ اور آپ اپنے پاؤں پر کلھاڑی مارتے ہیں۔ اے میرے دوستو۔
مَیں نے بارہا کہا ہے اور پھر کہتا ہوں کہ ہندوستان ایک دُلہن کی مانند ہے جس کی خوبصورت
اور رسیلی دو آنکھیں ہندو و مسلمان ہیں۔ اگر وہ دونوں آپس میں نفاق رکھینگے تو وہ پیاری دلہن
بھینگی ہوجاوے گی۔ اور اگر ایک دوسرے کو برباد کردینگے تو وہ کانڑی بن جاوے گی۔ پس
اے ہندوستان کے رہنے والے مسلمانوں۔ اب تمکو اختیار ہے کہ چاہو اُس دلہن کو بھینگا
بناؤ چاہو کانڑا ۔

بے شک انسانوں میں باہم کبھی کبھی رنج ہوجانا ایک قدرتی بات ہے ہندو و
مسلمانوں پر موقوف نہیں ہے۔ آپس میں ہندو ہندوؤں میں۔ مسلمان مسلمانوں میں بھائی
بھائیوں میں۔ باپ بیٹوں میں۔ ماں بیٹیوں میں رنج ہوجاتا ہے۔ مگر اُس رنج کو قایم رکھنا
اور بکائے جانا اور بڑھائے جانا انسان کی۔ ملک کی۔ قوم کی۔ خاندان کی پوری بدبختی ہے
کیا مبارک ہیں وہ لوگ جو معافی چاہتے ہیں اور اُس گرہ کے کھولنے میں جو محبت میں اتفاق سے
پڑ گئی ہے پیش قدمی کرتے ہیں۔ اور اپنے بھائی یا ہم وطن یا ہمقوم سے بے قصور ہونے پر
بھی معافی چاہتے ہیں۔ اور محبت کو ٹوٹنے نہیں دیتے۔ او **مقلب القلوب** تو
ہندوستان کے لوگوں کو اسی طرف پھیر دے ۔

اے صاحبو۔ اب میں دوسرے برادر عزیز کی حالت پر یعنی قوم کی حالت پر نظر ڈالونگا
بہتر ہوگا کہ اس کام کے لیئے میں اپنی ہی قوم کو منتخب کروں تاکہ جو کچھ میں اُسکی نسبت کہوں اچھا
یا بُرا میں خود بھی اُس سے خارج نہ رہوں۔ اے مسلمانوں میں اپنی قوم کی اس بات سے خوش
ہوں کہ اُن کے باپ دادا کیا خدا پرستی کے مقدس اور قابل ادب طریقہ میں اور کیا علم و فضل
کے میدان میں اور کیا جاہ و حشمت کے عروج میں اور کیا بہادری اور جرأت اور سپاہ گری کے
فن میں ایسے گذرے ہیں جن پر اُن کو فخر کرنا زیبا ہے۔ اُسی کے ساتھ میری خوشی اَور زیادہ
ہوجاتی ہے جب میں دیکھتا ہوں کہ ہماری قوم اپنے باپ دادا کی باتوں پر فخر بھی کرتی ہے
اور اُن کو یاد بھی رکھتی ہے کیونکہ جس قوم کے باپ دادا ایسے گذرے ہوں جیسے تمہارے
تھے اور وہ اُن کے افتخار کو بھی یاد رکھے تو اُس قوم سے پھر ترقی کرنے کی اُمید ہوسکتی ہے اور
جس قوم میں باپ دادا کے افتخار نسیاً منسیاً ہوجاتے ہیں یا بطور دیو پری کی کہانیوں کے
باقی رہ جاتے ہیں اُس قوم سے ترقی کی اُمید باقی نہیں رہتی۔ الحمد للہ کہ ہماری قوم کی حالت ابھی
ایسی نہیں ہوئی۔ سکتی ہے پر کچھ جان باقی ہے۔ اگر خدا مدد کرے تو شاید صحت پاجاوے ۔

مگر اے عزیزو۔ اس بات سے مایوسی ہوتی ہے کہ ہماری قوم اپنے باپ دادا کے گیت تو گاتی ہے پر خود کچھ نہیں کرتی۔ کوئی بے عزتی اور بے غیرتی اس سے زیادہ نہیں ہو سکتی کہ ہم اپنے سلف کے ایسے خلف ہوں جن سے ہمارے اسلاف کی نام آوری کو بھی بٹہ لگے دیکھو تمام ہندوستان میں تمہاری قوم کا کیا حال ہے۔ سب قوموں سے زیادہ جاہل۔ سب قوموں سے زیادہ ذلیل۔ سب قوموں سے زیادہ نظروں سے گری ہوئی۔ سب قوموں سے زیادہ مفلس۔ ہاں جو چیز کہ سب قوموں سے زیادہ اُن کے پاس ہے وہ کیا ہے۔ خود اپنی قوم سے بغض و عداوت۔ کینہ و حسد۔ خود اپنی قوم کی بدخواہی اور بداندیشی۔ قومی عزّت۔ قومی ہمدردی۔ قومی افتخار کا ہم میں نام بھی نہیں۔ ہماری قوم میں اگر کوئی شخص ترقی یا عزّت کے کسی درجہ پر پہونچتا ہے تو قوم کو اس بات کا فخر نہیں ہوتا کہ ہم میں بھی کوئی نامور ہے۔ بلکہ یہ حسد پیدا ہوتا ہے کہ یہ کیوں ایسا ہوا۔ آپس کا میل جول۔ آپس کی دوستی۔ باہمی محبت صرف ظاہر کے دکھاوے کی رہ گئی ہے۔ دل میں اس کا ذرا بھی اثر پایا نہیں جاتا۔ بہت لوگ ہیں جو ذاتی عزّت کے پیچھے دوڑتے ہیں۔ لاکھوں روپے خرچ کر دیتے ہیں۔ اور اپنی دانست میں اُس کو حاصل بھی کرتے ہیں۔ مگر وہ بھول جاتے ہیں کہ وہ اُسی قوم کے افراد میں سے ایک ہیں جو سب کی نظروں میں ذلیل ہے اور وہ ظاہری عزّت جو اُنھوں نے پائی ہے پیتل کے برتن پر صرف ملمع کی سی چمک ہے۔ جس کی خود ملمع کرنے والا یا عزّت دینے والا کچھ قدر نہیں کرتا۔ قوم میں سے کسی ایک شخص کو حقیقی افتخار اُسی وقت ہوتا ہے جبکہ وہ اُس قوم میں سے ہو جو عزّت کے لایق ہے نتیجہ اس کا یہ ہے کہ جو شخص اپنی ذاتی عزّت کا خواہاں ہو اُس کا پہلا فرض یہ ہے کہ قوم کے معزز کرنے میں سب سے زیادہ کوشش کرے۔ مگر افسوس یہ ہے کہ ہماری قوم کو اپنی قوم کی بھلائی وبہتری کا مطلق خیال نہیں۔ ذرہ برابر بھی توجّہ نہیں۔ جن لوگوں نے کچھ کیا ہے وہ کرنا ذاتی غرض سے خالی نہیں۔ عام بھلائی کے کام میں ذاتی غرض اُس کی برکت اُس کے ثمرے دونوں کو مٹا دیتی ہے ؎

اے میرے دوستو۔ میں اپنی قوم کی بہت بڑی بڑی فیاضیوں سے جو اُنھوں نے کی ہیں اور جو اب بھی کرتے ہیں اور امور خیر میں جو زیادہ تر مذہب سے علاقہ رکھتے ہیں نہایت فیاضی سے روپیہ خرچ کرتے ہیں ناواقف نہیں ہوں۔ ہمارے ہی ضلع کے ایک رئیس اعظم نے ایک مسجد کی مرمت کے لیئے اسّی ہزار روپے تک خرچ کرنے کا ارادہ کیا ہے۔ مگر اے صاحبو مذہبی امور میں خرچ کرنا خاص اپنے ذاتی فایدہ سے علاقہ رکھتا ہے۔ جس کا عقبیٰ میں کافی فایدہ اپنی ذات خاص کو توقع ہے اور اس لیئے وہ قومی بھلائی اور قومی

ہمدردی میں شمار نہیں ہوسکتا وہ تو بمنزلہ تجارت کے ہے - دنیاوی تجارت میں اور اُس میں صرف اس قدر فرق ہے کہ دنیاوی تجارت میں اس دنیا میں نفع حاصل کرنے کی توقع ہے اور مذہبی کام میں دوسری زندگی میں نفع اُٹھانے کی توقع ہے - قومی ہمدردی اور قومی رفاہ کا کام وہ ہے جو نہ اپنے لیئے کیا جاوے نہ خدا کے لیئے بلکہ خاص قوم کے لیئے اور جس چیز کی قوم کو حاجت ہے اُس کو پورا کرے اور میری رائے میں یہی اصلی ثواب کا کام ہے ؃

ہماری قوم میں قومی ہمدردی کے نہ ہونے کے خیال کا ثبوت اس سے ظاہر ہے کہ ہمارے ملک میں بہت سی عالیشان مسجدیں - بہت سے امام باڑے - بہت سی خانقاہیں بہت سی درگاہیں موجود ہیں جن کی تعمیر میں لکھوکھا روپیہ صرف ہوا ہے - سینکڑوں ہزاروں روپئے سالانہ آمدنی کے اوقاف مسجدوں و درگاہوں اور امام باڑوں اور خانقاہوں کے لیئے یا شاذونادر خاص مذہبی تعلیم کے لیئے موجود ہیں مگر کوئی ایک چیز بھی قوم کی بھلائی اور قومی ضرورت کے لیئے موجود نہیں ہے - میں نے آج تک سوائے ہمارے دوست اور آپ کے شہر کے رئیس سید رضا حسین صاحب کے وقف نامہ کے جنہوں نے اپنی حیثیت سے بڑھکر کام کیا ہے کوئی وقف نامہ ایسا نہیں دیکھا جو خالص بھلائی کے لیئے کیا گیا ہو ؃

اے دوستو - یہی بڑا نقص ہماری قوم میں ہے اور یہی اصلی وجہ ہے کہ ہماری قوم نے ترقی نہیں کی اور روز بروز تنزل کرتی جاتی ہے - قومی ترقی صرف تعلیم پر منحصر ہے - مذہبی تعلیم عقبیٰ کی تعلیم کے لیئے ہے - دُنیوی تعلیم دنیوی ترقی کے لیئے - مگر مشکل یہ ہے کہ تعلیم بغیر روپیہ کے نہیں ہوتی اور روپیہ بغیر تعلیم کے حاصل نہیں ہوتا - گو کہ بہت سی صورتوں میں جاہلوں کے پاس بھی آجاتا ہے مگر حاصل کرنے اور آجانے میں بڑا فرق ہے - آجانے سے قومی عزت نہیں ہوتی بلکہ حاصل کرنے سے قومی عزت ہوتی ہے ؃

میں مذہبی تعلیم کا اس وقت کچھ ذکر نہ کروں گا بلکہ دنیاوی تعلیم سے جو دنیاوی ترقی کا اور قوم کو لائق اور ذی عزت بنانے کا ذریعہ ہے غرض رکھوں گا - میں آپ صاحبوں سے کسی ایسے شخص کا نام سُننا چاہتا ہوں جس نے نہ تو اپنی ذاتی ناموری کے خیال سے اور نہ کسی حاکم کی خوشنودی خرید کرنے کی نظر سے اور نہ کسی عزت خریدنے کے بیعانہ دینے کی غرض سے بلکہ خاص اپنی قوم کی دنیاوی عزت کی نیت سے قوم کی تعلیم میں کچھ کیا ہو - بلاشبہ چند بزرگ ایسے پائے جاویں گے جنہوں نے مدرستہ العلوم واقع علیگڈھ میں مدد کی ہے مگر وہ کے ہیں معدودے چند ہیں اور بیچارے غریب آدمی ہیں جنہوں نے اپنا بھوکھا رہنا پسند کر کے ایک ایک مہینہ اور دو دو مہینے بلکہ بعض نے اُس سے بھی زیادہ کا اپنا اذوقہ مدرسہ کو

دیدیا ہے مگر جو امیر ہیں اُنھوں نے کچھ بھی توجّہ نہیں کی ہے۔ ع

کریماں را بدست اندر درم نیست
خُداوندان نعمت را کرم نیست

اے دوستو۔ یہ ایک بڑی غلطی ہے کہ دنیاوی عزّت کو دینی عزّت سے علیحدہ سمجھا ہے۔ فقیری ہو یا بادشاہی اُس میں خدا کو بھُول جانا اور جو مقتضی بندہ ہونے کا ہے اُس کو یاد نہ رکھنا ہر حالت میں بُرا ہے۔ اور اگر میں غلطی میں نہ ہوں تو ایسی ہی دنیا کی بزرگوں نے مذمت کی ہے اور اگر یہ نہ ہو تو دنیا دین کا ایک جزو ہو جاتی ہے۔ یہودیوں نے خدا کے احکام کی نافرمانی کی تھی۔ اُس کے فرائض کو ادا نہیں کیا تھا۔ عقبیٰ کے عذاب کے سوا خدا نے اُن کو دنیا میں بھی ذلّت کا عذاب دیا۔ ضربت علیہم الذلّۃ والمسکنۃ وباؤ بغضب مّن اللہ پس صاف ثابت ہے کہ دنیاوی عزّت بھی ایک حصّہ دینی عزّت کا ہے۔ اسلام کوئی مجسّم خوبصورت پُتلی بنی ہوئی نہیں ہے بلکہ وہ ہمارے تمہارے ذریعہ سے دکھائی دیتا ہے۔ پس اگر وہ قوم جو اس دنیا میں مُسلمان کے نام سے مشہور ہے ذلیل و بے عزّت و مفلس و بے قدر ہو جاوے تو از خود اسلام بھی ذلیل ہو جاوے گا۔ پس ہماری کوشش دنیاوی ترقی اور دنیاوی عزّت میں اسلام کی شان و شوکت کی نیت سے ہونی چاہیئے۔ جس کو میں اصلی محبّت اسلام و اصلی ثواب کے کام سے تعبیر کرتا ہوں۔ دنیا کے لیئے دنیا میں عزّت حاصل کرنے کی کوشش ایک بیوقوفی کا کام ہے جس کا قیام ہر لمحہ مشتبہ و ناپائیدار ہے۔ اسی خیال سے چند قوم کے ہمدردوں نے علیگڈھ میں **مدرستہ العلوم** قایم کیا ہے تمام لوگ یار و اغیار غالباً قبول کرتے ہیں کہ بالتخصیص قوم کی بھلائی اور قوم کی بہبودی کے لیئے قایم کیا گیا ہے۔ اور ہر دوست و دشمن بھی قبول کرتا ہے کہ تمام حصّہ ہندوستان میں فرد ہے جس کا نظیر موجود نہیں ہے۔ اب ہماری قوم کو خیال کرو اور اُسکی تعداد اور اُس کی مقدرت کو بھی دیکھو اگر قوم قومی ہمدردی پر متوجہ ہو تو ایسے ایسے سَو مدرسے قایم کر سکتی ہے۔ مگر آٹھ دس برس کا عرصہ کوشش کرتے گذر گیا۔ قوم کی عدم توجّہی کے سبب وہ بھی اب تک پُورا نہیں ہوا۔ اُس کی کُھدی ہوئی بُنیادیں قوم کا مونھ تکتی ہیں کہ کب ہمارا پیٹ بھرا جاویگا۔ اُسکی ناتمام عمارتیں خدا سے دُعا کرتی ہیں کہ کب ہمکو پورا کرنے کی قوم کو توفیق دے گا۔ اُسکے طالب علم چھپّر میں اور درختوں کے سایہ کے تلے نماز پڑھتے ہیں اور پوچھتے ہیں کہ ہماری قوم دُنیا میں زندہ ہے یا خدا کے ہاں چل بسی۔ وضو کے حوض کے مونھ میں خاک بھری ہوئی ہے۔ قوم کا کوئی شخص اُس کو پانی چوانے والا نہیں ٭

اے عزیزو۔ شاید یہ نتیجہ میری شامت اعمال کا ہو مگر اس کام میں مجھ کو ایک قلی کا سا درجہ ہے۔ میں ملحد سہی۔ کافر سہی۔ مگر کیا تمہارے لیئے مسجد و خانقاہ و امام باڑہ بنانے میں چمار و چوہڑے چھیتری نہیں ڈھوتے اور اُس مقدّس عمارت کو تعمیر نہیں کرتے۔ تم مجھ کو بھی ایسا ہی سمجھو اور اپنی قومی بھلائی کے کام میں مدد دو۔

چند بزرگ اس جلسہ میں ایسے ہوں گے جنہوں نے اس قومی کام کو اور جو کچھ وہاں ہوتا ہے اُس کو دیکھا ہے۔ چند ایسے بزرگ بھی یہاں موجود ہوں گے جنھوں نے اس مدرسہ میں پڑھا ہے۔ میں کچھ ہی ہوں اور میرا طریقہ کچھ ہی ہو مگر دیکھو کس طرح وہاں پنجگانہ نماز ہوتی ہے۔ کس طرح سُنّی و شیعہ طالب علم آپس میں محبّت و اُلفت سے رہتے ہیں۔ کس طرح دونوں فریق کی دنیاوی تعلیم ہوتی ہے۔ کس طرح دونوں فریق کو اُنھیں کے مذہب کے مولویوں اور مجتہدوں سے مذہبی تعلیم دی جاتی ہے۔ کس طرح سُنّی و شیعہ طالب علموں کو مذہبی امتحان کے نتیجہ پر انعام اور سکالرشپیں ملتی ہیں۔ پس تم مجھ سے غرض مت رکھو۔ قومی کام سے غرض رکھو۔ اگر اُس میں کچھ نقص دیکھو تو بے شک مجھ پر لعنت کرو۔

اے عزیزان ؎ من از شما نجات خود را طلبگار نیستم۔ مارا با خدائے ما بگذارید بجہتِ نجاتِ من خدائے من و جدّ من کافی است۔ غیرتِ قومی و حمیّتِ اسلامی را بجوش آرید و کاریکہ بجہت فلاح و صلاح قوم شما اساس یافتہ بہرِ تکمیل آں اعانت و امداد فرمائید واجرکم علے اللہ"۔

اے صاحبو۔ میں نے آپ کا بہت سا وقت ضایع کیا ہے۔ اب میں تیسرے برادر عزیز یعنی خاندانوں کی حالت بہت مختصر سی طور سے بیان کروں گا۔ یہ امر نہایت روشن ہے کہ ہمارے قدیم خاندان بالکل برباد ہو گئے ہیں اور جو موجود ہیں اُن کی بربادی کی بھی علامتیں ظاہر ہیں۔ ایک بڑے سیّاح کا قول ہے کہ قوم کی خوشحالی یا بربادی کا ثبوت اُس قوم کی عمارتوں سے ظاہر ہوتا ہے۔ پس اب تم تمام ہندوستان میں پھرو اور قدیم شہروں اور قدیم قصبوں میں جاؤ اور دیکھو جو معبد کہ ویران و شکستہ حال پاؤ گے وہ مسلمانوں کی مسجدیں ہوں گی جو کسی زمانہ میں نہایت عالی شان اور بے نظیر تھیں۔ جو چھت بوسیدہ اور خم درخم رسیدہ دیکھو گے وہ سقف خانہ مسلم ہوگی۔ جو دیوار لبنیدہ اور از سر تا پا اُفتادہ پاؤ گے وہ دیوار کسی مسلمان کے محل سرائے کی ہوگی۔ اے رئیسان پٹنہ میں خدا کا شکر کرتا ہوں اور تمکو مُبارکباد دیتا ہوں کہ تمہارے پاس بہت سے عالی شان محل ہیں اور دُعا دیتا ہوں کہ خُدا اُن کو قایم رکھے مگر تم اُن کے سبب اپنی قوم کے حال سے غافل نہ ہو اور دیکھو کہ

تمہاری قوم کے قدیم خاندان جن کا ادب اور وقار اب تک تمہارے دل سے نہیں گیا کس حال میں ہیں۔ خاندانوں کی ترقی زمانہ کی چال کی مناسبت سے ہوتی ہے۔ جس طریقہ سے تمہارے بزرگوں کے خاندان بنے تھے اور نام آور ہوئے تھے۔ ترقی پائی تھی۔ اب وہ زمانہ نہیں رہا۔ افسوس ہے کہ زمانہ نے اپنی چال بدل دی۔ مگر تم اُسی چال پر قایم ہو۔ اِس زمانہ میں منزل رسال نہیں ہے۔ اس زمانہ میں فتحیابی اُس کو ہے جو تعلیم و تربیت میں حسب مقتضائے اِس زمانہ کے فتحیابی حاصل کرے۔ مگر جب ہم دیکھتے ہیں کہ ہمارے خاندان کے بچے۔ ہمارے خاندان کے نوجوان لڑکے تعلیم اور تربیت سے عاری ہیں۔ اُن کے بزرگوں کو۔ اُن کے مربّیوں کو اُن کی تعلیم سے عار ہے۔ تو پھر کیا ہمکو موجودہ خاندانوں کے قایم رہنے یا نئے خاندانوں کے قایم ہونے کی توقع ہوسکتی ہے ؛

ہملوگوں میں ایک جوہر شرافت کا شمار کیا جاتا تھا جس طرح وہ نسب پر بولا جاتا تھا اُسی طرح عادت اور اخلاق پر بھی اطلاق ہوتا تھا۔ ہمارے بزرگ بلاشُبہ ایک خاص قسم کی متانت ایک خاص قسم کی وقار ایک خاص قسم کے ادب سے مالامال تھے۔ اُن کی سچائی اُن کی صاف دلی۔ اُن کی آپس میں سچی محبت۔ اُن کی آپس میں نہایت مستحکم دوستی ایسی تھی جس کا ہمکو ہمیشہ فخر رہے گا۔ اُن کی عادتوں اور خصلتوں کو اُن کی اولاد اُن کے ہمسائے اُن کی قوم کے بچے دیکھتے تھے۔ وُہی سیکھتے تھے اور ویسا ہی بننا چاہتے تھے۔ وہ سب مرگئے اور اپنی خوبیاں اور اپنی خصلتیں اپنے ساتھ لیگئے۔ اب ہمارے خاندانوں کے بچّوں کو نہ کوئی نمونہ ہے جسکو دیکھکر وہ کچھ سیکھیں اور نہ کوئی نیک محبت ہے جس کا اثر اُن کے دل پر ہو۔ زمانہ حال کی تہذیب و شایستگی و ادب نے دوسری رنگت پکڑی ہے مگر اُسکو بھی تعلیم و تربیت و صحبت چاہیئے کہ یہ بھی ہمارے خاندان کے لڑکوں کو نصیب نہیں پس اُن کا حال اس مثل کے مطابق ہوگیا ہے کہ "ازاں سُو راندہ و ازیں سُو درماندہ" نہ اِدھر کے ہوئے نہ اُدھر کے ہوئے۔ جو امیر ہیں اُن کے لڑکے ماماؤں اور اناؤں کے لڑکوں خدمتگاروں اور خدمتگاروں کے لڑکوں کی صحبت پاتے ہیں جب اَور کچھ بڑے ہوتے ہیں اور اُن کا دل کسی قسم کے ولولوں کے پیدا کرنے کے لایق ہوتا ہے تو اَور قسم کے بدرویہ اور بداطوار لوگ اُن کے گرد ہوتے ہیں وُہی اُن کے مصاحب اور وُہی اُنکے دلی دوست شمار کیئے جاتے ہیں۔ رفتہ رفتہ وہ نوبت پہنچ جاتی ہے جس کو آپ صاحب بخوبی جانتے ہیں۔ جن کو اس قدر مقدور نہیں ہے اُن کے بچے بازاروں اور گلیوں میں خاک چھانتے پھرتے ہیں اور کوئی شُہدپن کی ایسی بات نہیں جو وہ نہ سیکھتے ہوں۔ قوم

کے چند بدنصیب خیرخواہوں نے جن کی قسمت میں آپ لوگوں سے بلکہ اپنی تمام قوم سے دشنام ہی وسخت کلامی سُننی تھی۔ قوم کی زبان سے کافر و ملحد بننا تھا۔ ان مصیبتوں کے دُور کرنے کی فکر کی اور چاہا کہ ایک ایسا گھر بنایا جاوے جس میں ہماری قوم کے بچے با امن وامان رہیں اور اُن بلاؤں اور آسیبوں سے جن کا میں نے ابھی ذکر کیا بچے رہیں۔ مگر جب قوم کی بدنصیبی ہو تو کوئی کل کیونکر سیدھی پڑے۔ یہ ایک قومی کام تھا اور بغیر قومی مدد کے پورا نہیں ہوسکتا یہ کام دو چار آدمیوں کے کرنے کا نہیں ہے بلکہ قوم کی قوم کے کرنے کا ہے۔ خدا ہماری قوم کو توفیق دے کہ اس بات کو سمجھیں اور اُس گھر کے پورا کرنے پر آمادہ ہوں ٭

اے رئیسو۔ تم خوب یاد رکھو کہ جب تک تم اپنی اولاد کو صغیر السنی میں اپنے گھروں سے علیحدہ نہ کروگے تاکہ صحبت بد سے الگ رہیں اور اُن کی زندگی تعلیم یافتہ زندگی ہو جاوے اُس وقت تک خاندانوں کا سنبھلنا اور قوم کا عزت پانا محال ہے۔ ایسے بورڈنگ ہوس جو گورنمنٹ کالجوں سے علاقہ رکھتے ہیں یا بڑے بڑے وارڈ انسٹی ٹیوشنوں میں جو ہندوستان میں چند چا امیروں کے لڑکوں کے لیئے مقرر ہیں میری رائے میں تربیت نہیں ہوسکتی۔ ہماری قوم کے لیئے ایسے بورڈنگ ہوس درکار ہیں جن کا اہتمام اور نگرانی خود ہمارے ہاتھ میں ہو۔ ہماری قوم کے معزز اور باوجاہت لوگ اُس کا انتظام کرتے ہوں وہ لوگ بورڈروں کو مثل اپنے بچوں کے سمجھتے ہوں اور بورڈر اُن کو اپنے بزرگ باپ کی مانند جانتے ہوں۔ اگر اُس کا نمونہ تمکو دیکھنا ہو تو آؤ ہمارے ساتھ علیگڈھ چلو اور ہمارے کالج کے اُن پیارے عزیز بچوں کو دیکھو جو بطور بورڈر کے وہاں رہتے ہیں جن کی صورت دیکھکر ہمارے دل میں پیار آتا ہے۔ جن کے خیال سے ہماری روح خوش ہوتی ہے۔ اُن کو جو محبت ہمارے ساتھ ہے اُس کا تماشہ دیکھو۔ باپ سے زیادہ ہم سے محبت رکھتے ہیں۔ ہماری خفگی سے کوئی چیز اُن کو زیادہ رنج دینے والی نہیں ہوتی۔ ہماری جھڑکی۔ ہمارا طمانچہ۔ ہمارے ہاتھ کی سُنٹی سے اُن کو عبرت اور نصیحت ہوتی ہے۔ مگر وہ اُسکو ایسی ہی عزت سے قبول کرتے ہیں جیسے بیٹا اپنے باپ کی تادیب وتنبیہہ کو۔ چلو ہمارے عزیز مگر ہمارے باعث افتخار مولوی سمیع اللہ خاں کا حال دیکھو کہ بورڈروں کے پیچھے کس طرح اپنی جان لگائے ہوئے ہے۔ کسی بورڈر کی بیماری میں اُن کی بیقراری کو دیکھو اور اندازہ کرو کہ آیا باپ کو اُس سے زیادہ ہوسکتی ہے۔ خود اپنی آنکھ سے چل کر دیکھو کہ جو محبت اور سرپرستی مولوی سمیع اللہ خاں بورڈروں کی کرتے ہیں آیا کوئی باپ اپنے بیٹے کی بھی کرتا ہے یادش بخیر مولوی مشتاق حسین کا جو حال بورڈروں سے تھا وہ تو عجائبات دنیا سے کچھ کم

نہ تھا۔ گو اُن کو دنیاوی ترقی اور دنیاوی عزّت بہت کچھ ہے خدا اَور زیادہ کرے۔ مگر میری آنکھ میں جو عزّت دین و دنیا میں اُن کو بورڈروں کی خدمت سے نصیب تھی اُسکے مقابلہ میں حیدرآباد کی عزّت کچھ بھی حقیقت نہیں رکھتی۔ چلو اور مولوی محمد کریم صاحب اور مولوی خواجہ محمد یوسف صاحب اور مولوی محمد اکبر صاحب کا حال دیکھو۔ کہ وہ بورڈروں کے ساتھ کس طرح پیش آتے ہیں۔ ایسا بورڈنگ ہاؤس البتہ ہماری قوم کے بچّوں کو تربیت دینے کے قابل ہوسکتا ہے۔ مگر افسوس اے ہماری قوم کے بزرگو۔ کہ تمکو اُن کی قدر نہیں۔ خدا تم کو ایسا دل دے کہ اُس کی قدر کرو اور ایسی بصیرت دے کہ تم اُسکو پہچانو۔

وَمَا عَلَيْنَا اِلَّا الْبَلَاغ

۱۹

جواب ایڈریس

انجمن اسلامیہ بریلی

جناب پریسیڈنٹ و دیگر صاحبان!

سب سے اوّل میں آپ صاحبوں کا شکر اُس ایڈریس کے لیئے کرتا ہوں جو انجمن اسلامیہ رائے بریلی کی جانب سے اِس وقت مجھ کو دی گئی ہے۔ اے صاحبو میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ اُس ایڈریس میں جو کچھ کہا گیا ہے وہ میری حیثیت سے بہت زیادہ ہے۔ میں قوم کی خدمت کو اپنا فرض سمجھتا ہوں۔ اگر میں نے قوم کی کوئی خدمت ایسی کی ہے جس کو قوم پسند کرتی ہے تو میری نسبت صرف اسیقدر کہا جاسکتا تھا جتنا کہ ایک آقا اپنے خادم کی خدمت سے خوش ہو کر اُس کو کچھ کہتا ہے۔

میں اپنی تمام قوم کا جسپر اسلام کا اطلاق ہو سکتا ہے خواہ وہ سُنّی ہو یا شیعہ دل سے اور بیحد خیر خواہ ہوں۔ خدا سے ہمیشہ میری یہ دُعا ہے کہ میری زندگی قوم کی خدمت۔ قومی ہمدردی اور قومی خیر خواہی میں آخر ہو۔ میرے دادا **فخر موجودات عالم محمّد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلّم** کے اخیر وقت پر جو کلمہ زبان مبارک پر جاری تھا وہ اُمّتی اُمّتی تھا۔ گو میں آں حضرت کے ذریات میں ہوں جس کا بلا شبہ مجھ کو بڑا فخر ہے مگر اُنھیں کی اُمت میں بھی ہوں۔ میری آرزو یہ ہے کہ میرے اخیر وقت پر میری زبان سے جو کلمہ جاری ہو وہ **قومی قومی** ہو۔

اے ممبران انجمن اسلامیہ رائے بریلی۔ میں جس کو انجمن مسلمانان رائے بریلی کہنا پسند کرتا ہوں میں نے انجمن کے قواعد کو دیکھا اور نہایت خوش ہوا۔ اُن قواعد کو جہاں تک تعلیم سے تعلق ہے وہ عام تعلیم ہے جس کی حد سے زیادہ ضرورت عام لوگوں کے لیئے ہے۔ میں نہایت خوش ہوں کہ آپ نے اُس تعلیم کے لیئے وُہی قدیم اور پُرانا طریقہ تعلیم کا از سر نو زندہ کرنا چاہا ہے جو انقلاب زمانہ سے بالکل اُٹھ گیا تھا۔ مجھ کو پورا یقین ہے کہ ہماری قوم کی عام تعلیم کے لیئے اُس سے بہتر کوئی طریقہ نہیں ہے مجھ کو نہایت خوشی ہوگی اگر

میں اپنی زندگی میں اُس مرے ہوئے طریقہ کو پھر زندہ پاؤں اور ہر اشراف اور رئیس کے دروازہ پر میاں جی کو بیٹھا ہوا دیکھوں جو محلہ کے عام لڑکوں کو وہی کتابیں پڑھاتا ہو جو ہمارے بزرگ پڑھاتے تھے *

اے صاحبو۔ لوگ خیال کرتے ہیں کہ تحصیلی اور دیہاتی حلقہ بندی کے مکتبوں کے جاری ہونے سے تعلیم کو بہت وسعت ہو گئی ہے۔ مگر میں اس امر کو صحیح نہیں سمجھتا۔ افسوس ہے کہ اس وقت کسی تحریری رجسٹر کا دکھانا ہماری قدرت سے باہر ہے مگر میں اپنے یقین کامل سے کہتا ہوں کہ ہر ضلع و قصبہ میں مجموع تعداد اُن لڑکوں کی جو میاں جیون کے مکتبوں میں پڑھتے تھے اُس تعداد سے بہت زیادہ تھی جو اب تحصیلی و حلقہ بندی کے مکتبوں میں ہے۔ علاوہ اس کے سب لوگ اس بات کو قبول کریں گے کہ اُن مکتبوں کی تعلیم حال کے تحصیلی و حلقہ بندی مکتبوں کی تعلیم سے بہت زیادہ عمدہ تھی۔ گو اُس تعلیم کا درجہ ادنے درجہ کی تعلیم یا عام تعلیم سے زیادہ نہ تھا مگر اُس تعلیم سے تحریر و تقریر کی بہت زیادہ لیاقت حاصل ہوتی تھی۔ چھوٹے چھوٹے انشاؤں کے پڑھنے سے تاریخ میں بھی کسی قدر واقفیت پیدا ہوتی تھی۔ فارسی زبان کا کسی قدر مذاق پیدا ہوتا تھا۔ شعر اشعار کا بھی کچھ لطف دل میں سماتا تھا گو ارتھمٹک حال کے قاعدہ پر نہ آتی ہو مگر سیاق کے طریقہ پر روزمرہ کے کام آنے کا حساب جانتے تھے۔ لیلاوتی کے گُر یاد کر لیتے تھے۔ تحصیلی و حلقہ بندی کے مکتبوں میں جن میں اُردو یا ہندی پڑھائی جاتی ہے کسی قسم کی لیاقت پیدا نہیں ہوتی۔ نہ املا درست ہوتا ہے نہ انشا۔ اگر ہماری قوم اُس پُرانے طریقہ کو پھر زندہ نہ کرے تو قومی عزت و افتخار جو ہم کو تھا وہ باقی نہیں رہے گا۔ کسی قوم کے لیئے اس سے زیادہ بے عزتی نہیں ہے کہ وہ اپنی قومی تاریخ کو بھول جاوے اور اپنے بزرگوں کی کمائی کو کھو دے *

قدیم طریقہ عام تعلیم کا نہایت کم خرچ ہے۔ بہت تھوڑے سے خرچ میں ہر قصبہ و شہر میں متعدد جگہ میاں جیون کے مکتب قایم ہو سکتے ہیں۔ لڑکوں کو بھی گھر سے نکلکر محلہ کے مکتب میں جانا نہایت سہل اور آسان ہوتا ہے۔ اُن کے مربیوں کو بھی ہر طرح پر طمانیت رہتی ہے اور اس طرح پر مکتب جاری ہونے سے نہایت وسعت سے عام تعلیم پھیل سکتی ہے *

پُرانے قصبوں اور شہروں میں بہت سی مسجدیں ویران پڑی ہیں۔ جن میں نہ کوئی نماز پڑھنے والا ہوتا ہے نہ اذان دینے والا۔ کیا آپ کہہ سکتے ہیں کہ اس طرح مسجدوں کے ویران ڈال رکھنے کا عذاب اُس شہر و قصبہ کے رہنے والوں پر نہ ہوگا۔ آپ غور کریں

اگر ہر ایک مسجد کے متعلق ایک معلم ہو جو لڑکوں کو تعلیم بھی دے اور مسجد کو بھی آباد رکھے تو کس قدر وسعت عام تعلیم کو ہو سکتی ہے۔ میں نہایت مضبوطی سے کہہ سکتا ہوں کہ ہمارے ملک میں اس طرح پر نہایت آسانی ہے۔ اسّی نوّے ہزار بلکہ ایک لاکھ مکتب قایم ہو سکتے ہیں کسی قصبہ پر اس طرح مسجدوں اور محلوں میں مکتب قایم کرنے میں دس پندرہ روپیہ ماہواری سے زیادہ خرچ نہیں پڑ سکتا۔ ہر قصبہ میں اس قدر روپیہ جمع ہونا کچھ دشوار امر نہیں ہے۔ صرف اُس قصبہ کے شرفا کو دل سے اُسپر متوجّہ ہونا اور اُس کو انجام دیتے رہنا شرط ہے ؏

آپ نے شاید سُنا ہوگا کہ میں اس قصبہ کے لیئے ایک کانگریس قایم کرنے والا ہوں مگر نہایت خوشی سے رائے بریلی کے بزرگوں کو مُبارکباد دیتا ہوں کہ اُنھوں نے اس معاملہ میں سبقت کی اور جو امر میرے خیال میں تھا قبل اُس کے کہ مَیں اُسکو ظاہر کروں اُنھوں نے اُس کو کر دکھایا۔ مَیں اُمید کرتا ہوں کہ آپ کا یہ مدرسہ پہلا مدرسہ ہے جو پُرانے طریقۂ تعلیم کو پھر زندہ کرنے کے لیئے سب سے پہلے قایم ہوا ہے۔ مجھ کو اُمید ہے کہ آپ سب صاحب جو رائے بریلی سے علاقہ رکھتے ہیں اس امر کا نہایت خیال رکھینگے کہ یہ مدرسہ ابتر و ضایع نہ ہونے پاوے اور نہایت استحکام سے قایم رہے ؏

آپ نے اپنے ایڈریس میں ذکر کیا ہے کہ ہمکو دوسری قوم کے علوم پڑھانے میں بھی عذر نہیں ہے۔ شاید اِس فقرہ سے انگریزی پڑھانے کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہے مگر میں کہتا ہوں کہ ایسے مدرسہ میں جیسا کہ آپ کا مدرسہ ہے انگریزی پڑھانے کا خیال ایک بہت بڑی غلطی ہے۔ اس میں کچھ شک نہیں ہے کہ ہماری قوم میں انگریزی زبان اور انگریزی علوم کی تعلیم کی شدید ضرورت ہے۔ ہماری قوم کے سرداروں اور شریفوں کو لازم ہے کہ اپنی اولاد کو انگریزی علوم کی اعلےٰ درجہ تک تعلیم دیں۔ مجھ سے زیادہ کوئی شخص نہ نکلے گا جو مسلمانوں میں انگریزی زبان اور انگریزی علوم کی ترقی دینے کا حامی اور خواہشمند ہو۔ مگر ہر امر کے لیئے موقع اور محل ہے۔ اس وقت میں نے دیکھا کہ آپکے اس مدرسہ میں مسجد کے صحن میں جس کے قریب آپ مدرسہ بنانا چاہتے ہیں کچھ لڑکے پڑھ رہے ہیں جس حیثیت و درجہ کے یہ لڑکے ہیں اُن کو انگریزی پڑھانے سے کوئی فایدہ مترتب نہیں ہونے کا۔ اُن کو اُسی قدیم طریقہ عام تعلیم میں مشغول رکھنا اُن کے حق میں اور ملک کے حق میں اور قوم کے حق میں زیادہ تر مفید ہے۔ اگر بالفرض آپ نے اُن کو انگریزی کے دو چار حرف پڑھا ئے اور وہ اے۔ بی۔ سی۔ ڈی پڑھنے لگے تو اُس سے کیا فایدہ

ہے بلکہ ایسے مدرسہ میں انگریزی کو داخل کرنے کا یہ نتیجہ ہے کہ انگریزی کا تو ایک حرف بھی اُن کو نہ آوے گا اور اُس عام تعلیم سے بھی جو اُن کے اور مُلک کے حق میں نہایت مفید ہے محروم رہجاوینگے ✦

علوم انگریزی میں ترقی کرنے کو ہماری قوم کے لیئے دوسرا طریقہ ہے - اگر آپ اپنی انگریزی تعلیم کے لیئے کوئی مدرسہ بنانا چاہیں تو آپکو سب سے اوّل اس قدر سرمایہ پیدا کرنا چاہیئے کہ کم سے کم ایسا اسکول قایم ہوسکے جو ضلع اسکول کے برابر ہو - حالانکہ میرے نزدیک ضلع اسکولوں میں بھی تعلیم نہایت ناقص ہوتی ہے - اگر آپ ایسا کرسکیں تو انگریزی تعلیم کا شروع کرنا کچھ مضایقہ نہیں - مگر جب تک آپ ایسا نہیں کرسکتے اور کوئی ادنےٰ طریقہ سے انگریزی تعلیم دینا چاہتے ہیں تو اپنی اولاد کی عمر ضایع کرتے ہیں - اِس کرنے سے نہ کرنا اُس کے حق میں بہت بہتر ہے - عام تعلیم میں کوشش کرنا بھی قوم کے لیئے نہایت مفید ہے - جو امر کہ آپنے اختیار کیا ہے اُس کے مناسب حال یہ ہے کہ آپ ایسی کوشش کریں کہ ان لڑکوں کو کچھ لکھنا پڑھنا اور ضروری کارروائی کے موافق حساب کتاب آجاوے اور ایسے چھوٹے چھوٹے رسالے اُنکو پڑھائے جاویں جن سے نماز روزہ کے ضروری ضروری مسائل جو روزمرہ پیش آتے ہیں اور مُسلمانی مذہب کے سیدھے سادھے عقاید اُن کو معلوم ہوجائیں ✦

اِس وقت مَیں نہایت شرمندہ ہوں کہ ہمارے پریسیڈنٹ صاحب نے نہایت بڑا کام جس کے لایق مَیں نہیں ہوں میرے سپُرد کیا ہے - یعنی یہ کہ مَیں اُس مدرسہ کی عمارت کی جو انجمن اسلامیہ رائے بریلی بنانی چاہتی ہے پہلی اینٹ اپنے ہاتھ سے رکھوں - اے صاحبو مَیں ایک گنہگار آدمی ہوں - درحقیقت ایسے کام کا ایسے شخص کو سپُرد کرنا جیسا کہ میں ہوں نے محل ہوں - اِس کام کے لیئے کسی بزرگ و مقدس شخص کو منتخب کرنا زیبا تھا - میں نے اس خیال سے کہ آپ صاحبوں کی دل شکنی نہ ہو اُس کو اِس بھروسا پر قبول کیا ہے کہ خدائے رحیم جس طرح نیک آدمیوں کا خدا ہے اُسی طرح ہم گنہگاروں کا بھی خدا ہے - وہ اپنی عفو پر نظر رکھے گا - اور ایک گنہگار کے ہاتھ سے اینٹ رکھے جانے کو بھی قبول کرے گا - اور آپ کی انجمن اور اِس عمارت کو قایم و برقرار کرے گا - آمین ✦ [۱]

[۱] اِس کے بعد مقام بنیاد پر گئے اور اینٹ اپنے ہاتھ میں لی - اور یہ کہکر کہ "بسم اللہ علیٰ ملتہ الاسلام" اُس اینٹ کو رکھدیا ✦

۲۰

اسپیچ نسبت مسودہ قانون ترمیم مجموعہ ضابطہ فوجداری

مورخہ ۹ مارچ سنہ ۱۸۶۸ء

میرے لارڈ۔

جو کہ غالباً صرف یہی ایک ایسا موقع ہے جو مجھ کو اس ضروری قانون کی نسبت اپنی رائے ظاہر کرنے کے واسطے ملیگا۔ اس لیئے میں اُس کی نسبت کچھ کہنا چاہتا ہوں ÷

میرے لارڈ میں اس بات سے واقف ہوں کہ اس بل کی نسبت اخبارات میں بہت بحث ہوئی ہے۔ اور یوروپین اور یوریشین باشندوں کے غیر سرکاری گروہ میں اُسکی نسبت سے بڑا تہلکہ مچا ہوا ہے۔ جو یہ خیال کرتے ہیں کہ قانون مجوزہ سے اُن کی آزادی خطرہ کی حالت میں ہے میری ذرا بھی خواہش نہیں ہے کہ میں اس تحریک کو ناز یبا اغراض سے منسوب کروں۔ اور میں ہرگز یہ بات نہیں کہتا ہوں کہ جو خیالات اس تحریک سے ظاہر ہوتے ہیں اُن پر قانونی کونسل بخوبی غور نہ کرے۔ ہندوستان کی قانونی کونسل کو قانونی تجویزوں کی نسبت عوام کی رائے اور خیالات کے دریافت کرنے کی کبھی اِس قدر فکر نہیں ہوئی ہے جیسی کہ ہندوستان کی موجودہ گورنمنٹ کو ہے اگرچہ ہر طرح پر میری یہ خواہش ہے کہ جو رائیں یوروپین اور یوریشین لوگوں نے ظاہر کی ہیں اُن پر بخوبی غور کیا جاوے۔ لیکن میرے لارڈ میں اقرار کرتا ہوں کہ جو طریقہ مسودہ قانون کے برخلاف تحریک کرنے والوں نے اختیار کیا ہے اُس پر میں دلی افسوس کرنے سے باز نہیں رہ سکتا۔ تحریک کرنے والوں نے میرے ہم وطنوں کے برخلاف نہایت سخت اور کسیقدر بے احتیاطی کے ساتھ کلمات استعمال کیئے ہیں۔ میں اِس بات پر اُس تحریک کے موجدوں کے لحاظ سے بھی اسقدر دل سے افسوس ظاہر کرتا ہوں کہ جیسا کہ خاص اپنے ہم وطنوں کے فیلنگ کے لحاظ سے اور میرے لارڈ میں اس مقام پر اپنی دلی اُمید ظاہر کرتا ہوں کہ ہندوستان کے کسی حصّہ میں میرے ہم وطن اُن شخصوں کی نظیر کی پیروی نہ کریں گے جو یہ خیال کرتے ہیں کہ واضعان قانون کے غور کے واسطے دلائل اور دعووں کے پیش کرنے کا سب سے عمدہ طریقہ عام طور پر مجمع کر کے سخت گفتگو کرنا ہے ÷

اگرچہ ہندوستان کے باشندے اس مسودہ قانون کے انصاف اور عُمدگی اور مصلحت

کے مؤید ہیں تاہم اُن کو اُس کی تائید میں کسی قسم کا مجمع کرنے کی حاجت نہیں ہے - اور اگر میں نیٹو سوسائٹی کے سرگروہوں کے خیالات سے واقف ہوں تو میری یہ پیشین گوئی کچھ بہت غلط نہ ہوگی کہ ہندوستان کے باشندے اس مسودہ قانون کی تائید میں کسی عام مجمع کرنے کی جانب رجوع نہ کریں گے - وہ اس بات پر قانع ہیں کہ اس قانون کا فیصلہ خاص اُس کے حُسن و قبح کی بُنیاد پر چھوڑ دیا جاوے - اگرچہ میں خود ہندوستان کا باشندہ ہو کر اس مسودہ قانون کی منظوری کی ہر طرح پر توقع رکھتا ہوں - لیکن میں اُمید کرتا ہوں کہ میرے ہموطن اپنے اس ارادہ پر قایم رہیں گے کہ جو کارروائی اس مسودہ قانون کی نسبت ہو اُس کو سنجیدگی اور مؤدبانہ خاموشی کے ساتھ دیکھتے رہیں +

میرے لارڈ - یہ بات کچھ میری سمجھ سے خارج نہیں ہے کہ غیر سرکاری یوروپین اور یوریشین فرقہ کو جو امتداد زمانہ اور فاصلہ کی طوالت کے سبب سے اُن اثروں سے علیحدہ ہیں جن کے باعث سے انگلستان میں پولیٹیکل خیال کو ترقی ہوتی ہے - ہندوستان کی حالتوں میں قوم اور مذہب کے امتیاز کا زیادہ لحاظ کرنا چاہیئے اور ایسے موقعوں پر اس بات پر زور دینا کہ وہ حکمران قوم سے متعلق ہیں اور ملک کے عام قانون میں اپنے واسطے خاص قواعد کا دعویٰ کرنا چاہیئے میرے لارڈ میں ان سب باتوں کو سمجھتا ہوں لیکن اُسی کے ساتھ میں اس خیال سے باز نہیں رہ سکتا کہ جو مخالفت اس مسودہ قانون کی نسبت کی گئی ہے وہ بیشتر اس سبب سے ہے کہ لوگوں کو اس قسم کے معاملات میں ہندوستان کے قوانین کی تواریخ سے کافی واقفیت نہیں ہے اور جو خفیف تبدیلی قانون مروّجہ میں اس مسودہ قانون کے رُو سے کرنی تجویز کی گئی ہے اُسکے سمجھنے میں اُنھوں نے غلطی کی ہے - میرے لارڈ میں **کانسٹیٹیوشنل لا** کے مسائل سے واقف ہونے کا دعویٰ نہیں کرتا ہوں لیکن اس مسودہ قانون کے برخلاف جو اَور مقامات پر یہ حجت پیش کی گئی ہے کہ ہندوستان میں حضور **قیصر ہند** کی یوروپین اور یوریشین رعایا اس قسم کے کوئی کانسٹیٹیوشنل حقوق رکھتے ہیں جن کے سبب سے وہ ہندوستان کی مجلس واضع قانون کے اختیار سے باہر ہیں اُس کی قانونی صحت کی نسبت میں بلا تامل شبہ کرسکتا ہوں میں ہندوستان کی مجلس واضع قوانین کا ایک ناچیز ممبر ہونے کی حیثیت سے اس قسم کی پابندی کو ناپسند کرتا ہوں - ہم نے اپنے اختیارات انگلستان کی بڑی پارلیمنٹ سے حاصل کیے ہیں اور جب تک ہم اُن اختیارات سے تجاوز نہ کریں اُس وقت تک میرے نزدیک اُن تمام معاملات میں جو ہندوستان سے متعلق ہیں اور اس کونسل کی قانونی حکومت کی نسبت شبہ کرنا بیجا معلوم ہوتا ہے - تواریخی واقعات پھر نظر میں آتے ہیں اور جو تحریک

بالفعل اس مسودہ قانون کے برخلاف کی گئی ہے اُس میں ہم اُنھیں دلیلوں اور رایوں کی تکرار پاتے ہیں جو بہت سے برس ہوئے کہ خطرہ پیدا کرنے والوں نے اُس وقت پیش کی تھیں جبکہ ایسٹ انڈیا کمپنی کی عدالتوں کے ہندوستانی ججوں کو صیغہ دیوانی کی اُن نالشات کی تجویز کا اختیار دیا گیا تھا جن میں یوروپین اور یوریشین فریق مقدمہ تھے۔ میرے لارڈ۔ مَیں اُمید کرتا ہوں کہ میں بغیر اندیشہ تردید کے یہ بات کہہ سکتا ہوں کہ جن مقدمات میں یوروپین شریک ہوتے ہیں اُن میں ہندوستانی ججوں کے اختیارات دیوانی کے عمل میں لانے سے قومی اختلافات کی بنا پر کوئی ناانصافی بلکہ شکایت بھی نہیں پیدا ہوئی ہے۔ اصل حقیقت یہ ہے کہ اُس زمانہ کے خطرہ پیدا کرنے والوں کے اندیشے بے اصل تھے اور اُن کی پشین گوئی غلط ثابت ہونے والی تھی۔ اُس وقت تمام برٹش انڈیا میں ہندوستانی جج اہل یورپ پر اختیارات دیوانی ایک ایسے طریقہ میں عمل میں لاتے ہیں جو درحقیقت اس الزام کے لائق نہیں ہیں کہ قومی امتیاز کا اُس میں اثر پایا جاتا ہے۔ لیکن میرے لارڈ بعض اوقات یہ دلیل پیش کی جاتی ہے کہ دیوانی کا اختیار فوجداری کے اختیار سے نہایت مختلف ہے اور دیوانی کا اختیار صرف جایداد پر مؤثر ہوتا ہے۔ لیکن فوجداری کا زاتی خصلت اور آزادی پر مؤثر ہوتا ہے اور جس حالت میں کہ یوروپین اور یوریشین لوگ ہندوستانی ججوں کے دیوانی کے اختیار کی اطاعت کرنے پر رضامند ہوں تو اُس سے کچھ یہ لازم نہیں آتا ہے کہ فوجداری کے معاملات میں بھی وہ ویسا ہی کریں ؛

میرے لارڈ۔ میں اقرار کرتا ہوں کہ مَیں اُس وجہ کو نہیں سمجھ سکتا جس پر یہ امتیاز مبنی ہے عدالت ہائے دیوانی کی ڈگریات ایک شخص کو دولتمند سے مفلس کرسکتی ہیں اور اختیار دیوانی کے بعض صیغہ ایسے ہیں جو صرف ذاتی تعلقات سے متعلق نہیں ہوتے ہیں بلکہ اُن میں ذاتی گرفتاری کے اختیارات بھی شامل ہوتے ہیں اور انصاف کی غرض سے اُن میں اُس قسم کی کارروائی کی اجازت دی گئی ہے جو فوجداری کی عدالتوں کے واسطے قرار دی گئی ہے۔ دیوانی کے مقدمات میں واقعات کی نسبت نتیجوں کے قرار دینے کا قاعدہ بیشتر وہی ہے جیسا کہ فوجداری کے مقدمات میں ہوتا ہے۔ ہندوستان میں دیوانی اور فوجداری کی عدالتوں میں امر حق کی تحقیقات ایک ہی قانون شہادت کے بموجب کی جاتی ہے۔ عدالت ہائے دیوانی کی تجویزوں سے فریقین کی نیک نامی پر قریباً اُسیطرح پر دھبہ لگ سکتا ہے اور اُن کی عزت برباد ہوسکتی ہے جیسے کہ اُن احکام سے جو فوجداری کی عدالتوں سے صادر ہوں۔ اور میرے نزدیک اُن دو قسموں کی عدالتوں کے جوڈیشل اختیارات کے درمیان امتیاز قرار دینے یا ایک قسم کے اختیارات کی دوسری قسم کے اختیارات کی بہ نسبت زیادہ تر وقعت کرنے کے لیئے کوئی معقول بنیاد موجود

نہیں ہے۔ اگر راست بازی اور انصاف اور بلحاظ قوم کی بے تعصبی دیوانی کے معاملات میں ہندوستانی ججوں میں پائی جاتی ہے تو اس بات کا سمجھنا مشکل ہے کہ وُہی حقیتیں اُن کے انصاف فوجداری میں اُن مقدمات میں نہ پائی جاویں جن میں یوروپین اور یوریشین شریک ہوں جہاں تک کہ میں قانون مروجہ کو سمجھتا ہوں تمام ہندوستانی مجسٹریٹ اب بھی اُن مقدمات فوجداری میں جن میں اہل یورپ نالشی ہوں اور بطور فریق ضرر رسیدہ کے عدالتوں سے چارہ جوئی کرتے ہیں اختیارات عمل میں لاتے ہیں۔ میں نے اب تک کبھی یہ نہیں سُنا ہے کہ یوروپین انگریزی رعایا نے ہندوستانی مجسٹریٹوں سے دادخواہی کرنے میں کوئی عذر کیا ہو بلکہ درحقیقت وہ بلا تامل ایسا کرتے ہیں۔ پس جبکہ یہ صورت ہے تو اس بات کی کوئی وجہ معلوم نہیں ہوتی اور عدالتوں کی نسبت اُن مقدمات میں جن میں یوروپین انگریزی رعایا کی نسبت نالشیں پیش کیجاویں اُس قسم کا اعتبار نہ کیا جاوے۔ فوجداری کے مقدمات میں مختلف دعوے اکثر پیش کیے جاتے ہیں۔ جو مجسٹریٹ کہ دادرسی کے مجاز ہیں ضرور ہے کہ وہ سزا دینے کے بھی مجاز ہوں اور رعایا کے کسی فرقہ کا یہ کہنا ناواجب اور بیجا معلوم ہوتا ہے کہ ہم ہندوستانی مجسٹریٹوں کے روبرو چارہ جوئی کے واسطے جاوینگے لیکن اِس بات کو گوارا نہ کریں گے کہ جو نالش ہمپر کیجاوے اُس میں وہ ہماری نسبت تجویز کریں۔ میرے لارڈ درحقیقت اُس باب کا بیان کرنا کچھ ضرور نہیں ہے کہ قانون مروجہ کے بموجب بھی ہندوستان کے باشندے یوروپین انگریزی رعایا پر اختیار فوجداری بہت کچھ عمل میں لاتے ہیں۔ میں یقین کرتا ہوں کہ پریزیڈنسیوں کے صدر مقامات سے باہر بھی یہ کوئی نئی بات نہیں ہے کہ یوروپین انگریزی رعایا جو ہندوستانی مجسٹریٹوں کے روبرو بطور مدعاعلیہ کے حاضر ہوتے ہیں اُس خاص حق سے دست بردار ہوجاتے ہیں جو قانون مروجہ کے بموجب اُن کو دیا گیا ہے۔ ہائیکورٹ کے ہندوستانی ججوں اور پریزیڈنسیوں کے صدر مقامات کے مجسٹریٹوں کے اختیارات میں قومی تفرقہ کی بنیاد پر کوئی جوڈیشل ناقابلیت نہیں ہے اور مجھ کو اس بات کے کہنے میں تردید کا کچھ اندیشہ نہیں کرنا چاہیئے کہ ہندوستانی عہدہ داروں نے جبکہ اُن کو یوروپین انگریزی رعایا پر اختیار فوجداری دیا گیا ہے اپنا کام ایمانداری اور لیاقت کے ساتھ اور بغیر کسی تعصب کے جو قوم یا مذہب کے تفرقہ سے پیدا ہوا انجام دیا ہے۔ میرے لارڈ درحقیقت اُن تعلیم یافتہ شخصوں کے دلوں میں جو انصاف کے مقدس اور سنجیدہ کام میں مصروف ہوتے ہیں اُن دعووں کے سبب سے جو بنی نوع انسان علے العموم قانون کی حمایت اور کانشنس کی ہدایتوں کی نسبت اُن پر رکھتے ہیں اَور کسی خیال کیواسطے گنجایش نہیں

رہتی ہے ۔ میں یقین کرتا ہوں کہ مجھکو یہ صحیح اطلاع دی گئی ہے کہ جزیرہ **لنکا** میں جو اِس مُلک کے متصل واقع ہے اور جو **برطانیہ** کی وسیع سلطنت کا ایک جزو ہے ہندوستانی مجسٹریٹ اور جج یوروپین انگریزی رعایا پر فوجداری کا اختیار عمل میں لاتے ہیں اور اس ملک میں اُس جوڈیشل ناقابلیت کو جو قومی تفرقہ پر مبنی ہو کوئی جانتا بھی نہیں ہے تاہم انگریزی سرمایہ اور انگریزوں کی تجارتی اولوالعزمی کو بجائے اس کے کہ وہ اُس جزیرہ سے جاتی رہی ہو نہایت ترقی ہوئی ہے جہاں تک کہ میں جانتا ہوں لنکا میں قہوہ کے کاشتکاروں کے مطالب بنگالہ کے نیل کے کاشتکاروں کے مطالب سے کسی حالت میں کمتر نہیں ہیں اور لنکا کے باشندے ہندوستان کے باشندوں کی نسبت کسی طرح پر کچھ کم ایشیائی نہیں ہیں اور نہ لنکا میں اُن کا کوئی نہایت مضبوط محب قوم بھی میرا ان شایستگی میں اپنے ہم وطنوں کی نسبت اُس سے زیادہ تر اعلےٰ رتبہ کا دعویٰ کرے گا جو وہ ہندوستان کے باشندوں کی نسبت قرار دیگا ۔ مگر باوجود اس کے یورپین انگریزی رعایا پر فوجداری کے اختیار کے معاملہ میں برٹش انڈیا کا قانون لنکا کے قانون سے پیچھے ہے ۔ اور میرے لارڈ میرے نزدیک یہ کچھ ناواجب بات نہیں ہے کہ ہندوستان کے باشندے یہ خیال کریں کہ اب وہ زمانہ آگیا ہے کہ جبکہ قانون میں اصلاح کرنے کی شدید ضرورت ہوگئی ہے ۔

میرے لارڈ میں نے اب تک اس بات کے ثابت کرنے کے واسطے کوشش کی ہے کہ مجوزہ قانون بلحاظ اصول کے کوئی نیا قانون نہیں ہے ۔ اور اس قانون کے مخالفوں کے اندیشے حد مناسب سے زیادہ بڑھے ہوئے اور بیجا ہیں اور لنکا کی نظیر سے ایک عملی ثبوت اس دلیل کا حاصل ہوتا ہے کہ اُن جوڈیشل ناقابلیتوں کے دُور کرنے سے جو بالکل قومی امتیاز پر مبنی ہوں انصاف کے مقدس معاملہ کو کچھ ضرر نہ پہونچے گا ۔ اور میرے لارڈ میں اس مقام پر پھر یہ بات بیان کرنا چاہتا ہوں کہ اس مسودہ قانون کے منشا کو اُن شخصوں نے جو اس کے برخلاف تحریک کرنے میں ساعی ہیں نہایت غلط سمجھا ہے جیسا کہ میں نے اس مسودہ کو سمجھا ہے اس میں یہ تجویز نہیں کی گئی ہے کہ ہر ایک ہندوستانی مجسٹریٹ کو انگریزی رعایا کی نسبت تجویز کرنے کا اختیار دیا جاوے ۔ صرف اُنھیں ہندوستانیوں کے معاملہ میں جنھوں نے اپنی مسلمہ راست بازی اور لیاقت کی بدولت جوڈیشل سروس میں ایسے عہدے حاصل کیے ہیں جو رتبہ میں اعلےٰ درجہ کے انگریزی عُہدہ داروں کے مساوی ہیں ۔ اس مسودہ قانون میں اُن جوڈیشل ناقابلیتوں کے دُور کرنے کی تجویز کی گئی ہے جو قومی امتیاز پر مبنی ہیں ۔ اس قسم کے ہندوستانی عُہدہ داروں کی تعداد نہایت محدود ہے اور اسی وجہ سے اس مسودہ قانون کی

نسبت کسی معقول طور پر یہ نہیں خیال کیا جا سکتا ہے کہ وہ بغیر کافی غور و تامل کے پیش کیا گیا ہے یا یہ کہ اُس کے سبب سے عدل و انصاف کے انتظام کے موجودہ ذریعوں میں کسی بڑی عملی تبدیلی کا ہونا متصوّر ہے ؂

لیکن میرے لارڈ قطع نظر ان باتوں سے مجھ کو معلوم ہوتا ہے کہ جس دلیل پر قومی امتیازات کا نہایت لحاظ کیا گیا ہے اُس میں بڑی غلطی ہے - جس چیز کی لوگ اُن مُلکوں میں اطاعت کرتے ہیں جن کو شائستہ گورنمنٹ کی برکت حاصل ہے وہ کچھ خاص خاص شخصوں کی حکومت نہیں ہے بلکہ وہ قانون کے احکام ہیں - جبتک کہ قانون منصفانہ اور بے طرفدار اور بارحم ہوگا اور جبتک اُس قانون کا عملدرآمد ٹھیک ٹھیک طور پر لیا جا سکیگا اُس وقت تک اُن شخصوں کی قومیت جو قانون کی تعمیل کریں باریک خیال والوں کے نزدیک بھی چنداں لحاظ کے لایق نہیں ہونی چاہیئے - جس چیز کی تعظیم اور ادب اور اطاعت درکار ہے وہ قانون کی حکومت ہے نہ کہ خاص خاص شخصوں کی - اور اگر وہ شخص جو ہندوستان کے باشندوں کو اپنی برابری کا مستحق نہیں سمجھتے ہیں اس معاملہ پر ذرا تامّل کے ساتھ غور کرینگے تو اُن کو بھی یہ بات معلوم ہو جائیگی کہ ہندوستانی مجسٹریٹ گورنمنٹ کے نوکر ہیں جن کے متعلق گورنمنٹ کے احکام کی تعمیل کرنا ہے قانون کے مناسب عملدرآمد کیواسطے انتظام کرنا گورنمنٹ کا فرض ہے اور اس مقصد کیواسطے گورنمنٹ کو نہایت عمدہ ذریعہ جو بہم پہونچ سکیں منتخب کرنے پڑتے ہیں - اور یہ ایک پوچ اور غیرواجبی تجویز معلوم ہوتی ہے کہ گورنمنٹ کی کوئی رعایا اِس بات پر اصرار کرے کہ عہدہ داروں کے انتخاب میں گورنمنٹ کسی خاص قوم یا فرقہ پر حصر رکھے - میری رائے ناقص میں تمام سوال جو اس بل سے پیدا ہوتا ہے عملاً وُہی ہے جو میں نے ابھی بیان کیا ہے - یہ ایک ایسا معاملہ ہے جس کے اصول کی نسبت کسی جدید فیصلہ کی حاجت نہیں - اس سوال کی نسبت اُس وقت بحث کی گئی تھی اور اُس کا فیصلہ ہو گیا تھا اور فیصلہ بھی عمدہ طور پر جبکہ انگلستان نے اپنی عالیحوصلگی اور انصاف سے ہندوستان کے باشندوں کو یہ حقوق عطا کیئے تھے کہ سلطنت کی ملازمت میں ہندوستانیوں کو اُسی حیثیت پر نوکری دی جاوے جیسے کہ خاص انگریزوں کو - اس عمدہ فیصلہ کا پچھلے برسوں میں عملی طور پر نفاذ کیا گیا ہے اور انتظامی مصلحت اُس خفیف تبدیلی کی مقتضی ہے جو اس بل میں تجویز کی گئی ہے ؂

لیکن میرے لارڈ - اس مسودہ کی تائید میں انتظامی مصلحت کی بہ نسبت زیادہ تر اعلےٰ درجہ کی وجوہات موجود ہیں یعنی میں آزادی اور انصاف اور انسانیت کے اُن عمدہ اُصولوں کا ذکر کرتا ہوں جن کی جائے قرار کسی جگہ اسقدر نہیں ہے جیسے کہ اُس قوم کی طبیعتوں میں ہے

جب نے سب سے پہلے غلاموں کو اُن کی غلامی سے رہا کیا۔ اور جس نے سب سے پہلے ہندوستان کے باشندوں کو اس امر سے مطلع کیا کہ کانسٹیٹیوشنل حقوق کے معاملہ میں قانون کی نگاہ میں قوم و مذاہب کے امتیازات کی کچھ وقعت نہیں ہونی چاہئیے۔ دنیا کی تواریخ میں کبھی کسی قوم کو اپنے اصولوں کے مطابق اس قدر عمل کرنا نہیں پڑا ہے جیسا کہ انگریزوں کو ہندوستان میں کرنا پڑا ہے۔ اُس مجبوری کا دور کرنا جو کانسٹیٹیوشنل حقوق کے لحاظ سے انگلستان میں لوگوں کے بعض فرقوں کو لاحق تھی بمقابلہ اُس کام کے جو انگلستان نے ابتک ہندوستان میں ناحق کیا ہے محض ناچیز معلوم ہوتا ہے۔ ہندوستان کے قوانین کی تواریخ ایک تواریخ مستقل ترقی اور بخوبی غور کی ہوئی اصلاحوں اور اُس عُمدہ اصول کے رفتہ رفتہ احتیاط کے ساتھ جاری کرنے کی ہے کہ انگریزی سلطنت کی رعایا کے درمیان قوم اور رنگ اور مذہب کے اختلاف کے سبب سے اُن کے قانونی حقوق میں کوئی اختلاف نہ ہونا چاہیے اور جبکہ حکومت انگریزی ایک طرح پر فرماں برداری چاہتی ہے اور ہندوستان کے باشندوں سے خیرخواہی اور وفاداری کی توقع رکھتی ہے تو دوسری طرح پر وہ اُن کو حکمران قوم کے ساتھ برابری اور ہمسری کے حقوق عطا کرتی ہے۔ میرے لارڈ مجھ کو یقین ہے کہ یہ بات انھیں عمدہ اصُولوں کی بدولت ہے جو انصاف اور نیز معقولیت دونوں کے لحاظ سے قابل تعریف ہیں کہ انگریزی حکومت نے رعایا کے دلوں اور محبت پر اپنی بنیاد قایم کی ہے اور یہ ایک ایسی بُنیاد ہے جو نسبت اُس بُنیاد کے بہت زیادہ اُستوار ہے جو قدیم زمانہ کے فتحمندوں کی جن کی کارروائیاں ایک قوم کے دوسری قوم پر حکمرانی کیواسطے قایم کر سکتی تھیں۔ تواریخ یہ سبق سکھاتی ہے کہ کسی ملک کی فلاح و بہبودی کی برباد کرنیوالی اس سے زیادہ کوئی بات نہیں ہے کہ حاکم اور محکوم کے درمیان قومی تفرقہ قایم رکھا جاوے۔ کوئی شخص مجھ سے زیادہ اس بات کا خواہاں نہیں ہو سکتا کہ انگریزی قوم اور ہندوستان کے باشندوں کے درمیان دوستانہ خیالات کو نسبت اُسکے اور بھی زیادہ ترقی ہو جیسیکہ ابتک ہوئی ہے۔ قدرت نے دونوں قوموں کو ایک پولٹیکل اور میں کہہ سکتا ہوں کہ ایک سوشل رشتہ میں ملایا ہے جس کو جُوں جُوں زمانہ گذرتا جاویگا اُسیقدر زیادہ استحکام ہوتا جاوے گا۔

میرے لارڈ اگر مجھ کو یہ یقین نہیں ہوتا کہ جو قانونی تجویز اس بل میں شامل ہے وہ دونوں قوموں کے درمیان دوستانہ خیالات کی ترقی کے برباد کرنے والی ثابت ہوگی تو میں اُس کے پیش کیے جانے کی نسبت اعتراض کرتا۔ لیکن میری یہ رائے نہیں ہے۔ مجھ کو یقین واثق ہے کہ جبتک قومی امتیازات کو مُلک کے عام قانون میں دخل ہوگا اُس وقت تک دونوں قوموں کے درمیان اصلی دوستانہ خیالات کی ترقی کے باب میں مزاحمتیں قایم رہیں گی۔ زندگی کی سوشل خوشی اور موافقت

پولٹیکل ہمسری سے اور ایک ہی قانون کے زیر حکم رہنے اور ایک ہی عدالتوں کے تابع رہنے
سے پیدا ہوتی ہے۔ ہندوستان میں ذات کا سلسلہ شاید اسقدر عرصہ تک ہرگز قایم نہ رہتا
اگر زمانہ قدیم کے مقنن برہمن کے واسطے ایک قانون اور سودر کیواسطے دوسرا قانون نہ بناتے
گو زمانہ سابق کی ضرورتیں کچھ ہی کیوں نہ ہوں لیکن میرے لارڈ میں اُمید کرتا ہوں کہ انگریزی
حکومت کے ڈیڑھ سو برس گذر جانے سے ہم اب شایستگی کے اُس درجہ کو پہنچ گئے ہیں
جبکہ قومی امتیازات کو بہر کیف ملک کے عام قانون میں کم کرنا ہر ایک وجہ سے مناسب ہے۔
میرے لارڈ مجھ کو اپنی طرف سے تو یہ مستحکم یقین ہے کہ اب وہ زمانہ آگیا ہے جبکہ ہندوستان
کے تمام باشندے خواہ وہ ہندو ہوں یا مسلمان۔ یوروپین ہوں یا یوریشین۔ اس بات کو
سمجھنے لگیں کہ وہ ہمسر رعایا ہیں اور اُن کے پولٹیکل حقوق یا کانسٹیٹیوشنل رتبہ میں قانون کی نگاہ
میں کوئی اختلاف نہیں ہونا چاہیئے اور ہندوستان میں انگریزی حکومت کی تحت میں حفاظت
کا استحقاق جو اُن کو حاصل ہے وہ کچھ اُن کی قوم یا اُن کے مذہب کی وجہ سے نہیں ہے بلکہ
اُس بڑے حق کے سبب سے ہے جس میں سب شریک ہیں یعنی اُس جلیل القدر شاہنشاہ کی وفادار
رعایا ہونے کے حق کے سبب سے جس کے عہد دولت مہد نے ہندوستان کو امن اور
آسایش بخشا ہے اور اُس کو تجارتی اولوالعزمی اور زمانہ شایستگی کے ہنر اور فنون کے اکتساب
کیواسطے ایک مناسب مقام بنا دیا ہے۔ میرے لارڈ چونکہ یہ موقع غالباً اخیر موقع ہے جو قانونی
کونسل سے مخاطب ہو کر گفتگو کرنے کا مجھ کو حاصل ہوگا اس لیئے میں ایسی گفتگو کو بغیر کہے اس بات
کے ختم نہیں کر سکتا کہ حضور کا عہد حکومت اس بات پر دل سے مبارکبادی کا مستحق ہے کہ
اُس میں ایک ایسا مسودہ قانون پیش کیا گیا جس کے ذریعہ سے میں یقین کرتا ہوں کہ حسد انگیز
قومی امتیازات بہت کچھ دُور ہو جاوینگے۔ اور آخرکار حکام اور محکوم کے درمیان اس ملک میں
جس میں بہت سی قومیں مختلف مذاہب کی رہتی ہیں دوستی اور باہمی ادب اور ہمدردی کو ترقی ہوگی*

۲۱

لیکچر جو ۲۳ جنوری ۱۸۸۳ء کو مقام لودھیانہ میں قومی تعلیم "قومی ہمدردی" اور "باہمی اتفاق" کے مضمون پر دیا

جناب صدر انجمن اور دیگر احباب!

آپ صاحبوں نے جو مسافر نوازی کی اور مجھ سے ایک مختصر تقریر سننے کے لیے تکلیف فرمائی ہیں اُس کا دلی شکریہ ادا کرتا ہوں۔ اپنی قوم کے اِس قدر بزرگوں کو اپنے اردگرد دیکھنے سے میرے دل میں ایک قومی مجمع کی خوشی اور قومی ہمدردی کا جوش پیدا ہوتا ہے۔ ایک مشہور مقدس مقولہ ہے کہ "ید اللہ فوق الجماعۃ" یہ مقولہ میرے دل کو تسلی دیتا ہے کہ خدا ہماری قوم کو جس کا آفتاب تو بالکل ہی زوال کے قریب پہنچ گیا ہے بلکہ غروب ہو گیا ہے اور کچھ کچھ شعاعیں اُس کی دکھائی دیتی ہیں برکت دیگا اور از سر نو ہماری قوم کو سرسبز و شاداب کرے گا۔ اے خدا تو ایسا ہی کر۔ آمین۔

اے دوستو مگر قوم کا لفظ ایک ایسا لفظ ہے جس کے معنوں پر کسی قدر غور کرنی لازم ہے۔ زمانہ دراز سے جسکی ابتدا تاریخی زمانہ سے بھی بالاتر ہے قوموں کا شمار کسی بزرگ کی نسل میں ہونے یا کسی ملک کے باشندہ ہونے سے ہوتا تھا۔ محمد رسول اللہ صلعم نے (بابی انت وامی یا رسول اللہ) اس تفرقہ قومی کو جو صرف دنیاوی اعتبار سے تھا مٹایا اور ایک روحانی رشتہ قومی قایم کیا جو ایک حبل المتین لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ سے مضبوط ہے۔ تمام قومی سلسلے تمام قومی رشتے سب کے سب اُس روحانی رشتہ کے سامنے نیست و نابود ہو گئے اور ایک نیا روحانی بلکہ خدائی قومی رشتہ قایم ہو گیا اسلام کسی سے نہیں پوچھتا کہ وہ ترک ہے یا تاجیک وہ افریقہ کا رہنے والا ہے یا عرب کا وہ چین کا باشندہ ہے یا ماچین کا وہ پنجاب میں پیدا ہوا ہے یا ہندوستان میں وہ کالے رنگ کا ہے یا گورے کا بلکہ جس نے اس عروۃ الوثقیٰ کلمہ توحید کو مستحکم پکڑا وہ ایک قوم ہو گیا بلکہ ایک روحانی باپ کا بیٹا کیونکہ خدا نے فرمایا ہے "انما المؤمنون اخوۃ فاصلحوا بین اخویکم واتقوا اللہ لعلکم ترحمون" کون شخص ہے جو دو بھائیوں کو ایک باپ کا بیٹا نہیں جانتا۔ پھر جبکہ خود خدا نے تمام مسلمانوں کو ایک دوسرے کا بھائی

فرمایا ہے ... سب ... روحانی باپ کی اولاد ہونے میں کیا شک رہا ہے ؎

اے بھائیو۔ مگر مجھے اس بات کے دیکھنے سے افسوس ہے کہ ہم سب آپس میں بھائی ... یوسف علیہ السلام کے ہیں۔ آپس میں دوستی محبت یکدلی و یکجہتی بہت ... بجائے ... دشمنی و عداوت کا ہر جگہ بد اثر پایا جاتا ہے جس کا نتیجہ آپس کی نااتفاقی ہے ... شیطان نے خدا سے وعدہ کیا کہ "لاقعدن لہم صراطک المستقیم" ایک ... اور بظاہر نہایت نورانی حیلہ سے آپس میں بھائیوں کے جن کو خدا نے بھائی بنایا ہے نفاق ڈالنے میں کامیاب ہوتا ہے اور جس طرح کہ ہمارے باپ آدمؑ اُسکے دھوکہ کو خالص دوستی سمجھکر دھوکہ میں آ گئے اُسی طرح ہم بھی اُس کے دھوکہ میں آتے ہیں اور اُس تفرقہ کو جو ہر حالت میں مردود ہے ایک مقدس لباس پہناتے ہیں یعنی مذہبی مقدس لباس کی خلعت اُسے عنایت کرتے ہیں ؎

اے بھائیو۔ کون شخص ہے کہ جو اس بات کو نہیں جانتا کہ من قال لاالٰہ الا اللّٰہ فہو مسلم۔ من استقبل قبلتنا فہو مسلم۔ ومن ہو مسلم فہو اخ۔ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب مشہور ہے کہ لانکفر اھل القبلۃ باہنہ فروع مسائل میں اختلاف ہونے کے سبب کس طرح ہماری قوم نے اُس حبل المتین کی بندش کو توڑا ہے اور اُس رشتہ اخوت کو جسے خدا نے قایم کیا تھا چھوڑا ہے۔ جس قصبہ و شہر میں جاؤ۔ جس مسجد و امام باڑہ میں گذرو۔ باہم مسلمانوں کے شیعہ و سُنّی۔ وہابی و بدعتی۔ لامذہب و مقلد ہونے کی بناپر آپس میں نفاق و عداوت پاؤ گے۔ اُن نااتفاقیوں نے ہماری قوم کو نہایت ضعیف اور ٹکڑے ٹکڑے کر دیا ہے۔ جمعیت کی برکت ہماری قوم سے جاتی رہی ہے۔ قومی ہمدردی اور قومی ترقی اور قومی امور کے انجام میں اس نالایق نااتفاقی نے بہت کچھ بد اثر پہونچایا ہے۔ ہندوستان میں مُسلمانوں کی تعداد کچھ زیادہ نہیں ہے۔ وہ تعداد میں کم ہیں۔ دولت میں کم ہیں۔ تجارت میں کم ہیں۔ اور اس باہمی نفاق و عداوت سے ٹکڑے ٹکڑے ہو کر اصغر التصغیر کا صیغہ یعنی کم از کم ہو گئے ہیں پس ہماری قوم کی ترقی کا سب سے اوّل مرحلہ یہ ہے کہ ہم آپس کی محبت سے اُس عداوت و نفاق کو یکتائی اور یکجہتی سے مبدّل کریں ؎

برادران من۔ یکتائی اور یکجہتی سے میرا مقصد یہ نہیں ہے کہ سب لوگ اپنے اپنے عقاید کو چھوڑ کر ایک عقیدہ پر ہو جاویں۔ یہ امر تو قانون قدرت کے برخلاف ہے جو ہو نہیں سکتا نہ پہلے کبھی ہوا اور نہ آیندہ کبھی ہوگا۔ مگر اس اتفاق کے قایم رکھنے کی جس کی ہمکو ضرورت ہے ایک اور عقلی و نقلی راہ ہے جس کی پیروی قومی اتحاد کا ذریعہ ہو سکتی ہے۔ انسان جب

اپنی ہستی پر نظر کرے گا تو سچ میں دو حصے پاوے گا - ایک حصہ خدا کا اور ایک حصہ اپنے ابنائے جنس کا - انسان کا دل اور اُس کا اعتقاد یا مختصر طور سے یوں کہو کہ اُس کا مذہب خدا کا حصہ ہے جس میں دوسرا کوئی شریک نہیں - اُس کے عقاید کی جو کچھ بھلائی یا بُرائی ہو اُس کا معاملہ اُس کے خدا کے ساتھ ہے - نہ بھائی اُس میں شریک ہے نہ بیٹا نہ دوست نہ آشنا نہ قوم - پس ہمکو اُس بات سے جس کا اثر ہر ایک کی ذات تک محدود ہے اور ہم سے کچھ تعلق نہیں ہے کچھ غرض رکھنا نہیں چاہیئے - ہمکو کسی شخص سے اس خیال پر کہ وہ شیعہ ہے یا سُنّی - وہابی ہے یا بدعتی - لامذہب ہے یا مقلد یا نیچری یا اُس سے بھی کسی بدتر لقب کے ساتھ ملقب ہے جبکہ وہ خدا و خدا کے رسول کو برحق جانتا ہے کسی قسم کی عداوت و مخالفت نہیں رکھنی چاہیئے بلکہ اُسکو بھائی اور کلمہ کا شریک سمجھنا اور اُس اُخوت کو جس کو خدا نے قایم کیا ہے قایم رکھنا چاہیئے - نہایت افسوس اور نادانی کی بات ہے کہ ہم کسی سے ایسے امر میں عداوت رکھیں جس کا اثر خود اُسی تک محدود ہے اور ہمکو اُس سے کچھ ضرر و نقصان نہیں - یہ حصہ کہ انسان میں اُس کے ابنائے جنس کا ہے اُس سے ہمکو غرض رکھنی چاہیئے اور وہ حصہ آپس کی محبت - باہمی دوستی ایک دوسرے کی اعانت ایک دوسرے کی ہمدردی ہے جسکے مجموعہ کا نام قومی ہمدردی ہے - یہی ایک طریقہ ہے جس سے خدا کے حکم کی بھی اطاعت اور آپس میں برادرانہ برتاؤ - قومی اتفاق - قومی ہمدردی قایم ہو سکتی ہے جو قومی ترقی کے لیئے بہت ضروری ہے ؂

مگر ہمکو یہ بات بھی بھولنی نہیں چاہیئے کہ ان روحانی بھائیوں کے سوا اَور بھی ہمارے وطنی بھائی ہیں گو وہ ہمارے ساتھ اُس کلمہ میں جس نے ہم مختلف قوموں اور مختلف فرقوں کو ایک قوم اور آپس میں روحانی بھائی بنایا ہے شریک نہیں ہیں - مگر بہت سے تمدنی امور ہیں جن میں ہم اور وہ مثل بھائیوں کے شریک ہیں - اسی زمین پر ہندوستان کی ہو یا پنجاب کی - دکن کی ہو یا ہمالیہ کی - ہم دونوں رہتے ہیں - اُسی ملک کی ہوا سے - اُسی ملک کے پانی سے اُسی ملک کی پیداوار سے دونوں کی زندگی ہے - ہزاروں امور تمدن ایسے ہیں کہ بغیر ہمارے اُن کو اور بغیر اُن کے ہمکو چارہ نہیں - ہمسایہ کا ادب ہمارے مذہب کا ایک جزو ہے اور یہی ہمسائگی وسعت پاتے پاتے ہم ملکی و ہموطنی کی وسعت تک پہنچ گئی ہے - اُن ہم وطن بھائیوں میں بھی دو حصے ہیں - ایک خدا کا اور ایک ابنائے جنس کا - خدا کا حصہ خدا کے لیئے چھوڑو اور جو حصہ اُن میں ابنائے جنس کا ہے اُس سے غرض رکھو - تمام امور انسانیت میں جو تمدن و معاشرت سے تعلق رکھتے ہیں ایک دوسرے کے مددگار ہو - آپس میں سچی محبت سچی دوستی

دوستانہ بردباری رکھو کہ دونوں قوموں کو ترقی کرنے کا یہی رستہ ہے ٭

اتفاق کی خوبیاں لوگوں نے بہت کچھ بیان کی ہیں اور وہ ایسی ظاہر ہیں کہ کوئی شخص اتفاق سے بھی اُن کو بھول نہیں سکتا بہت بڑے بڑے واقعات جو دنیا میں گذرے ہیں اور جن کو پُرانی تاریخیں یاد دلاتی ہیں اور جن کی یاد سے ایک عجیب اثر ہمارے دلوں میں ہوتا ہے وہ سب باہمی اتفاق کا نتیجہ ہے۔ ایک ناچیز ریشہ گیاہ جو تنہا نہایت کمزور ہوتا ہے باہمی اتفاق سے ایسا قوی و زبردست ہو جاتا ہے کہ بڑی سے بڑی قوت کا مقابلہ کرتا ہے۔ اس وقت تعلیم یافتہ دنیا میں جو کچھ ترقی ہے یا نامہذب مُلکوں میں جو کچھ طاقت ہے وہ سب اتفاق کی بدولت ہے۔ بعض قابل ادب بزرگوں کا قول ہے کہ جس طرح اصلی دوستی دنیا میں ناپید ہے اسی طرح آپس کا اتفاق بھی ناممکن ہے اُن کی دلیل یہ ہے کہ تمام انسانوں کی طبائع اور اُن کے اغراض مختلف ہیں اور جبکہ اغراض مختلف ہیں تو ضرور ہے کہ وہ ایکدوسرے کے مخالف ہوں۔ کوئی قوم مہذب یا نامہذب ایسی نہیں پائی جاوے گی جس میں باہم حسد و نفاق۔ عداوت اور باہمی حقارت نہ پائی جاتی ہو۔ ہاں یہ بات سچ ہے مگر جس اتفاق پر ہم بحث کرتے ہیں وہ شخصی اتفاق نہیں ہے بلکہ قومی اتفاق ہے۔ آپس میں ہمارے بمقتضائے بشریت کیسا ہی نفاق ہو جو خدا کے نزدیک ایک سخت گناہ ہے مگر وہ قومی اتحاد اور قومی اتفاق کا مانع نہیں ہے۔ اس دعوے کو میں ایک تاریخی واقعہ سے ثابت کروں گا۔ جس زمانہ میں کہ حضرت علیؑ مرتضیٰ اور معاویہ ابن ابی سفیان میں محاربات ہو رہے تھے اور روم کیپیر کا شاہنشاہ ہمارے اس باہمی جنگ و جدال کو نہایت غور سے تک رہا تھا روم کے شاہنشاہ نے اُس وقت کو غنیمت سمجھا اور مُسلمانوں کے مفتوحہ ملکوں پر فوج کشی کا ارادہ کیا حضرت معاویہؓ نے باوجود اُس شکر رنجی کے جو حضرت علی مرتضیٰؓ سے تھی قیصر روم کو خط لکھا کہ " اگر تو نے مُسلمانوں کے ملک کے کسی حصہ پر فوج کشی کی تو یقین جاننا کہ علی مرتضیٰ کی طرف سے جو پہلا شخص فوج لیکر تیرے مقابلہ کو آویگا وہ میں ہوں گا "۔ یہ خط اب تک تاریخ کی کتابوں میں بجنسہ موجود ہے۔ دیکھو باہمی نزاع نے قومی اتفاق میں کچھ خلل نہیں ڈالا تھا۔ اسی زمانہ کی تازہ نظیر پر خیال کرو کہ جن لوگوں نے البرٹ بل کی مخالفت کی وہ سب نہ آپس میں دوست تھے اور نہ سب کے اغراض متحد تھے بلکہ صرف قومی اتفاق تھا جس پر سب متفق تھے۔ قومی بھلائی یا قومی بُرائی کا اثر تمام قوم کے لوگوں پر پہونچتا ہے اور اسی لیئے جلب منفعت یا دفع مضرت میں سب لوگ متفق ہوتے ہیں اور شخصی تنازعات کو اُس وقت کچھ اثر باقی نہیں رہتا۔ اس زمانہ میں جو سب سے بڑا سبب ہماری قوم کے تنزل کا ہے وہ یہی

ہے کہ ہم میں قومی اتفاق کا خیال نسیاً منسیاً ہوگیا ہے۔ کسی کو بجز اپنی ذاتی منفعت کے قومی بھلائی یا قومی منفعت کا بھی خیال بھی نہیں آتا۔ اگر کوئی کچھ کرتا بھی ہے تو اسکو پہلے اپنی غرض مدنظر ہوتی ہے اور قومی بھلائی کے پردہ سے اُس کی پردہ پوشی کرنی چاہتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہمارے کاموں میں برکت نہیں ہوتی ◆

بھائیو میں یہ نہیں کہتا کہ ہماری قوم میں نیکی کا خیال نہیں ہے۔ نہیں اُن میں بہت کچھ نیکی ہے اور بہت سے نیک کام اُن سے ہوتے ہیں کیسی کیسی عالی شان مسجدیں۔ کیسے کیسے عالیشان امام باڑے۔ کیسی کیسی نفیس خانقاہیں اُن کی نیکی کی یادگار میں موجود ہیں۔ اب بھی شہر و قصبہ میں دیکھوگے کہ لوگ کس قدر خیر و خیرات کرتے ہیں۔ بھوکوں کو کھلاتے ہیں۔ حج و زیارت میں روپیہ خرچ کرتے ہیں۔ مسجدیں بنواتے ہیں۔ کوئی ایسا کام جس میں اُن کی دانست میں مذہبی نیکی ہو دل و جان سے اسمیں مصروف ہوتے ہیں۔ مگر اے دوستو میں تمام لوگوں سے جو اس مجمع میں موجود ہیں نہایت ادب و عاجزی سے سوال کرتا ہوں کہ ہر ایک شخص اپنے دل پر ہاتھ رکھکر سچے دل سے سوچے کہ وہ یہ سب نیکی کے کام کس لیئے کرتا ہے۔ سب لوگ قبول کرینگے کہ اس نیت سے یہ کام کیئے جاتے ہیں کہ قیامت میں اُن کو اس کا بدلا ملیگا اور روز حشر میں اُن کو ثواب حاصل ہوگا۔ اگر یہ میرا خیال صحیح ہے تو اے بھائیو درحقیقت یہ سب کام خودغرضی اور ذاتی منفعت کے ہیں نہ ابنائے جنس کی بھلائی اور قومی ہمدردی کے۔ جب تک کہ ہمارے دل میں یہ جوش نہ پیدا ہو کہ جو کام ہم کریں وہ قوم کے لیئے کریں نہ اپنے ثواب آخرت کے لیئے اُس وقت تک قومی ہمدردی کا جوش پیدا نہیں ہوسکتا۔ اگر ابھی ایک مسجد بنانے یا قرآن مجید کی تلاوت کے لیئے ایک مکتب قایم کیا جاوے تو ہر شخص کی خواہش ہوگی کہ بقدر اپنی استطاعت کے اُس میں اعانت کرے۔ ایک غریب آدمی جس سے کچھ نہ ہوسکتا ہو وہ بھی کسی نہ کسی دن اُس مکتب کے کسی طالب علم کو دو روٹی اور دال کے پیالہ دینے پر ہمت کرے گا ایسا کرنے سے اُس کے دل کا اصلی خیال یہ ہے کہ اُسکو ثواب ہوگا جو عین خودغرضی اور ذاتی منفعت کا نشان ہے برخلاف اس کے اگر کوئی ایسا کام کیا جاوے جو قوم کے لیئے نہایت ضروری ہو اور کیسی ہی کچھ قوم کو اُس کی ضرورت ہو اور اُس کے نہ ہونے سے کتنا ہی کچھ قوم کا نقصان ہوتا ہو اور کیسی ہی کچھ وہ ذلیل ہوتی جاتی ہو مگر لوگوں کے خیال میں اس سے ثواب آخرت کی کچھ توقع نہ ہو تو بہت کم لوگ ایسے ہوں گے جو اُن کی طرف متوجہ ہوں۔ برادران من اس تقریر سے میرا مطلب یہ نہیں ہے کہ میں ان ثواب کے کاموں کو بُرا جانتا ہوں یا اُن کی کچھ حقارت کرتا ہوں بلکہ میرا مقصد اس تقریر سے اور ان مثالوں سے یہ ہے کہ میں اصلی قومی ہمدردی کو

آپ صاحبوں کے ذہن نشین کرنے میں کوشش کروں اور قومی ہمدردی کے کاموں میں اور دیگر
کاموں سے جو امتیاز ہے اُسکو تمثیلوں سے بتلاؤں ۔

برادرانِ من ۔ کوئی قوم اور کوئی ملک اس سے خالی نہیں ہے جو اپنے ذاتی ثواب
حاصل کرنے کی نیت سے متعدد قسم کے کاموں میں نہایت سرگرمی سے کوشش کرتا ہو
اور اپنے تمام روپیہ کو اُس میں نہ صرف کرتا ہو ۔ لیکن اس زمانہ میں جو ملک مہذب و تربیت یافتہ
کہلاتے ہیں وہ ان کاموں پر سب سے بڑھے ہوئے ہیں ۔ مگر اس کے ساتھ وہ لوگ
خالص قومی ہمدردی اور خالص قومی بھلائی کے کاموں میں بھی پیچھے نہیں رہتے ہیں ۔
اگر وہ دیگر باتوں سے آخرت کے کاموں میں کوشش کرتے ہیں تو اپنے ہاتھ سے خالص
قومی بھلائی کے کاموں میں بھی جو اجر ثواب آخرت کو کوشش کرتے ہیں ۔ ہماری قوم میں
یہی بات نہیں ہے ۔ اگر وہ بھی اپنا داہنا ہاتھ خدا کے کاموں میں اور بایاں ہاتھ قومی
ہمدردی کے کاموں میں لگاوے تو بہت جلد ہماری قوم پر سے بہت جلد دور ہو جاوے اور خدا
ہماری قوم کے دونوں ہاتھوں میں قوت دے ۔ آمین ۔

اے دوستو ۔ اگرچہ میں نے اپنی پریشان تقریر سے آپ کا وقت ضائع کیا مگر مجھ کو
اجازت دیجئے کہ قومی ترقی کی نسبت جو میرے خیالات ہیں اُن کو بھی کسی قدر بیان کروں
نہایت خوشی کی بات ہے کہ ہماری قوم میں اب تک اپنے باپ دادا کا فخر باقی ہے ۔ اگلے
بزرگوں کی عظمت کو یاد رکھنا قوم کی آیندہ ترقی کی ایک گونہ بشارت ہے ۔ ایک مدت دراز
سے ہماری قوم کی ترقی مثل ایک ایسی بند جھیل کے ہوگئی تھی جس کا نہ پانی بہتا ہے نہ اسمیں کچھ حرکت
ہو اور نہ اُس میں کسی اور طرف سے پانی آتا ہو ۔ تند ہوا کے جھونکوں اور آفتاب کی گرمی سے
اُس کا پانی روز بروز خشک ہوتا جاتا ہو ۔ مگر میں دیکھتا ہوں کہ چند سال سے اس بند پانی میں
کچھ حرکت آئی ہے ۔ تمام ملک میں کیا بنگالہ کیا ہندوستان کیا پنجاب اور کیا دکن سب کی
زبان پر سب کے قلم پر یہ بات جاری ہے کہ مسلمانوں کی حالت خراب ہے ۔ وہ روز بروز
تنزل کرتے جاتے ہیں اُن کو کچھ کرنا چاہیئے ۔ یہ لوگ صرف کہنے ہی پر اکتفا نہیں کرتے بلکہ کچھ کچھ
کرتے بھی جاتے ہیں ۔ جا بجا انجمنیں قایم ہوتی ہیں ۔ اخباروں میں آرٹیکل پر آرٹیکل لکھے جاتے
ہیں ۔ مدرسے اور اسکول بناتے ہیں ۔ یہ نہایت عمدہ نشانیاں ہیں ۔ جس قوم کو یہ خیال ہوا
کہ ہم تنزل کی حالت میں ہیں اور اُس کے ساتھ اُس میں کچھ تحریک بھی پیدا ہوئی تو یہ پہلی سیڑھی
ترقی کی ہے ۔ ایسی حالت میں یہ امر بھی لازمی ہے کہ ترقی کرنے والوں کے خیالات مختلف
ہوتے ہیں ۔ کوئی کچھ کرنے لگتا ہے کوئی کچھ ۔ اپنی قوتوں کو بعوض اس کے کہ ایک جگہ جمع کریں

پریشان کردیتے ہیں جو کام اصلی ہے اُس کو چھوڑتے ہیں اور جو اُس کی فرع ہے اُس کو اختیار کرتے ہیں جس کے سبب سے کسی مد میں بھی کامیابی نہیں ہوتی۔ اس زمانہ میں یہی حال ہماری قوم کا ہے مگر پانی کا خاصہ ہے کہ جب وہ بہتا ہے تو چاروں طرف پھیلتا ہے پھر رفتہ رفتہ جو ٹھیک رستہ ہے اُسکو اختیار کرلیتا ہے اس لیئے ہمکو اپنی قوم سے اُمید ہے کہ رفتہ رفتہ وہ بھی ٹھیک رستہ قومی ترقی کا پالیگی اور تمام مختلف خیالات ایک اصلی مرکز کی طرف جمع ہوجاوینگے

اے بھائیو تعلیم کا اور خصوصاً قومی تعلیم کا معاملہ جیسا نازک ہے ویسا ہی مشکل بھی ہے ہماری قوم نے نہ کبھی اُسپر غور کی ہے اور نہ اُن ملکوں کو جہاں قومی تعلیم کو ترقی ہے دیکھا ہے اور اگر دیکھا ہے تو اُس کی ترقی کے اسباب پر بہت کم غور کی ہے۔ میرے بال اسی فکر میں سفید ہوگئے ہیں۔ قومی تعلیم پر غور کرتے کرتے پچیس برس سے زیادہ کا زمانہ گذر گیا ہے۔ وہ زمانہ اب نہیں رہا کہ ہملوگوں کو مسجدوں اور خانقاہوں میں بٹھاکر اور اُن کو خیرات کی روٹی دیکر یا چھوٹے چھوٹے اسکول و مکتب قایم کرکے قومی تعلیم کو ترقی دے لینگے۔ یہ کام اُس وقت مفید ہوتے ہیں جبکہ قوم نے اعلےٰ سے اعلےٰ سامان قومی تعلیم کا مہیّا کرلیا ہو مگر ہم نے اُس اعلےٰ تعلیم کا جو درحقیقت قومی ترقی اور قومی افتخار کا باعث ہے کچھ سامان نہیں کیا تو اس پانی کی پھوہار سے کھیتی سرسبز نہیں ہوتی۔ ہماری وہی مثل ہے کہ مرجھائے ہوئے درخت کی جڑھ میں پانی دینے کے عوض اُس کے پتوں پر پانی چھڑکتے ہیں اور سوکھے ہوئے چشموں میں سے نہریں کھودکر پانی لانے کی توقع کرتے ہیں۔ مجھ کو اُمید ہے کہ ہماری قوم اس باریک مگر نہایت روشن نکتہ پر بھی کبھی غور کرے گی اور اُس وقت میری اُن باتوں کی جو اس وقت قابل مضحکہ یا نیچرلی کے خیالات معلوم ہوتے ہیں قدر کرے گی۔ مگر مجھ کو یہ ڈر ہے کہ وقت جاتا نہ رہے اور ایسے وقت پر ہم کرنا چاہیں جب کچھ کرنے کے قابل نہ رہیں۔ اے خدا ایسا وقت ہماری قوم پر نہ آنے دے اور اس سے پہلے کہ ہم کچھ کرنے کے قابل نہ رہیں ہمکو سنبھال لے۔ آمین ؛

انھی تمام خیالات کا باعث ہے جو میں نے **علیگڈھ** میں **ایک قومی مدرسہ** قایم کرنے کی کوشش کی ہے اور میرے دوستوں نے جو درحقیقت بانی مدرسہ کے لقب پانے کے وہی مستحق ہیں اُس میں مدد دی ہے۔ آپ کو معلوم ہے کہ علیگڈھ میرا وطن نہیں ہے نہ میری وہاں کوئی جاگیر ہے نہ زمینداری۔ صرف قومی تعلیم کے لیئے مناسب مقام خیال کرکے اُس جگہ مدرسہ کی بنیاد ڈالی ہے۔ قومی بھلائی کے خیال پر اپنا وطن چھوڑ کر وہاں کی سکونت اختیار کی ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ وہ مدرسۃ العلوم ایسے طور پر قایم ہوا ہے جو ایسی تعلیم و تربیت کے لیئے جو اس زمانہ میں قومی ترقی کے لیئے درکار ہے مناسب و مفید ہے

جب تک کہ کوئی خود جا کر اُس کو نہ دیکھے طالب علموں کی طرز معاشرت اُن کی پابندی صوم و صلوٰۃ کو ملاحظہ نکرے ۔ اُس کے بورڈنگ ہوسوں کو اور اُن میں طالب علموں کے رہنے کی کیفیت کو اُن کی دینیات کی تعلیم کو اُن کی دنیوی تعلیم کو بچشم خود نہ دیکھے اُس کی حالت بخوبی بیان نہیں ہوسکتی ۔ میں نہایت خوش ہوں کہ اس مجمع میں بعض بزرگ ایسے موجود ہیں جنہوں نے بچشم خود ان سب باتوں کا معاینہ کیا ہے ۔ وہ مدرسہ ہماری قوم کے بچوں کے لیئے اُن کی تعلیم کا گھر ہے کہ تمام ہندوستان میں اُس کے سوا دوسرا گھر نہیں ہے ۔ اُس نے بہت کچھ ترقی کی ہے جو اُمید سے بہت زیادہ ہے ۔ بی ۔ اے کلاس تک اُس میں پڑھائی ہوتی ہے اور طالب علم کلکتہ یونیورسٹی کے امتحانوں میں کامیاب ہوتے ہیں ۔ اس قدر کثرت سے مسلمان طالب علم اُس میں ہیں کہ میں بظن غالب بلکہ بطور یقین کے کہہ سکتا ہوں کہ اُسقدر مُسلمان کسی کالج و اسکول میں نہیں ہیں ۔ حال میں وہ کالج انٹرنس و ایف اے امتحانوں کے لیئے سنٹر ہو گیا ہے ۔ پس قومی گھر یا قومی تعلیمگاہ ایسے درجہ تک پہونچگئی ہے کہ اگر قوم دلی کوشش اور بے نظیر فیاضی سے مدد کرکے اُسکو تکمیل تک نہ پہونچاوے تو نہایت افسوس کا مقام ہوگا ۔ اے دوستو ۔ میں نہایت صداقت سے تمکو یقین دلاتا ہوں کہ اگر یہ تدبیر قومی بھلائی کی قومی مدد سے پوری نہ ہوئی تو آیندہ کوئی تدبیر قومی ترقی کی کبھی کامیاب نہ ہوگی اور مجھکو اور قوم کے تمام خیرخواہوں اور ترقی میں کوشش کرنے والوں کو یقین ہوجاوے گا کہ ہماری قوم کی جان کندنی ایسی حالت پر پہنچ گئی ہے جس سے جان بری ممکن نہیں ہے ۔ او خدا تو ایسا مت ہونے دے ۔ آمین ۔

برادران من ۔ ہماری گورنمنٹ نے اپنی مہربانی سے اپنی رعایا کی تعلیم میں بہت کچھ کیا ہے تمام رعایائے **ملکہ معظمہ قیصر ہند** کو شکرگزار ہونا واجب ہے مگر میں تم سے سچی بات کہتا ہوں کہ قومی تعلیم اور قومی عزت ہمکو اُس وقت تک حاصل نہیں ہونے کی جب تک کہ ہم اپنی تعلیم کا کام خود اپنے ہاتھ میں نہ لینگے ۔ گورنمنٹ کی قدرت سے خارج ہے کہ وہ ہمارے تمام مقاصد کی تکمیل کر سکے ۔ قومی کاموں میں صرف گورنمنٹ پر بوجھ ڈالنا اور اُسی کے ہاتھ کو تکتے رہنا نہایت بُزدلی اور بے عزتی کا کام ہے ۔ ہمارا فرض ہونا چاہیئے کہ ہم اپنے قومی کام کو خود اپنی مستعدی سے انجام دیں اور گورنمنٹ سے صرف اُسکی امداد کے متوقع رہیں ۔ اگر یہ ہوگا تو قوم اور گورنمنٹ دونوں اپنا فرض ادا کرینگی ۔

ہماری قوم کا جو حال ہے وہ غیر قوموں کی نظروں میں نہایت حقارت سے دیکھا جاتا ہے ۔ میں ایک واقعہ بیان کروں گا ۔ اگر مسلمانوں میں کچھ غیرت ہے تو اُسکو سُنکر بجز مرجانے

اور کوئی علاج نہیں۔ کیمبرج یونی ورسٹی لنڈن کے ایک کالج میں بہت سا روپیہ توفیر
میں جمع ہوگیا تھا اور اُس کے خرچ کرنے کو جگہ تھی۔ وہاں کے منتظموں نے تجویز کی کہ
اُس کالج میں جو گرجا ہے بہت عمدہ نہیں ہے اسکو توڑ کر عمدہ گرجا بنایا جاوے اور دس
لاکھ روپیہ اُس میں خرچ کرنا تجویز ہوا۔ اتفاقاً ایک مُسلمان بھی وہاں موجود تھا اُس نے کہا کہ اگر
یہ روپیہ ہمکو مل جاتا تو ہماری قوم کے لیئے ایک عُمدہ کالج جس کی ضرورت ہے بن جاتا اور گرجا
کی تعمیر سے بھی زیادہ مفید و ضروری کام میں کام آتا۔ یہ سُنکر ایک شخص نے جو اُس کالج سے
تعلق رکھتا تھا جواب دیا کہ اگر تمہاری قوم ایسی ہے کہ وہ اپنی تعلیم کا انتظام بھی نہیں کر سکتی
تو اُس کا جیتے رہنے سے مر جانا بہتر ہے وہ اِس لایق نہیں ہے کہ اُسکی کچھ بھی مدد کیجاوے۔
ہماری قوم کا اب یہ حال ہوگیا ہے کہ وہ قومی کام کی طرف کچھ بھی توجّہ نہیں کرتی۔ بڑے افسوس
کی بات ہے کہ لودھیانہ سے شہر میں جو ایک بڑا شہر ہے اور جہاں بہت سے مسلمان آباد
ہیں مشنری اسکول بہت کثرت سے ہیں اور مُسلمانوں کو یہ شرم نہیں آتی کہ مشنری تعلیم گاہوں
میں وہ اپنے لڑکوں کو بھیجتے ہیں۔ اُن کو کچھ جوش پیدا نہیں ہوتا۔ اُن کو کچھ غیرت نہیں آتی
کہ وہ اپنے لڑکوں کا خود کچھ بندوبست کریں وہ کتّے کی طرح اپنے لڑکوں کو خیراتی روٹی پر پلاتے
ہیں اور ایسے خیراتی اسکول میں اپنی اولاد کو تعلیم کے واسطے بھیجتے ہیں اور خود کوئی بندوبست
اپنے بچّوں کی تعلیم کا نہیں کرتے۔ مگر اے بھائیو اِس بات کو سمجھو کہ خود تعلیم دینے کا خیال
کر کے ایک چھوٹا مدرسہ قایم کرنا اور ایک ہندوستانی سو ڈیڑھ سو روپیہ ماہواری کا ہیڈ ماسٹر
مقرر کر کے ایک قومی تعلیم کا بندوبست کرنا بالکل ناممکن ہے۔ تعلیم اُس وقت تک نہیں ہو سکتی
جب تک تعلیم کا پورا سامان اور عُمدہ عُمدہ مدرس اور ایک عمدہ تعلیم گاہ موجود نہ ہو۔ اے بھائیو
اپنے بچّوں کی عمدہ تعلیم کا خیال کرو اور اُن کی زندگی کو خراب مت کرو۔ اس مجمع میں امیر اور
غریب سب لوگ جمع ہیں خیال کرو کہ ان سب کے لڑکے کس قسم کی صحبت میں رہتے ہیں
اور کن لوگوں کے ساتھ اپنی ابتدائی عمر کا زمانہ بسر کرتے ہیں۔ اور اِسی سبب سے وہ کیسے
خراب ہوتے ہیں۔ بہت سے لڑکے اپنے مربّیوں کے طریقے دیکھ دیکھ کر جو باتیں سیکھتے ہیں
وہ اُن کی تعلیم اور تربیت پر جو کچھ خراب اثر ڈالتے ہیں اُس کو آپ لوگ خوب سمجھ سکتے ہیں۔ قومی
تعلیم ایک بند مکان میں ہونی چاہیئے جہاں پر کہیں سے بیرونی صحبت کا اثر نہ پہونچتا ہو۔ قوم
کے لڑکے ایک محفوظ بورڈنگ ہوس میں ملکر رہیں آپس میں بورڈر ہونے ہم کالج ہونے کی وجہ سے
آپس میں محبت رکھیں۔ آپ لوگ ہمارے محمڈن کالج کو دیکھیں کہ آپس میں طالب علم
کیسا دوستانہ اور برادانہ برتاؤ رکھتے ہیں۔ ایک دوسرے کی بیماری میں کیسی مدد کرتے ہیں

ایک دوسرے کے رنج و راحت میں کیسے شریک ہوتے ہیں۔ اسی ساتھ کی وجہ سے ان کے اخلاق باہمی درست ہوتے ہیں۔ آپ اس بات کو خوب یاد رکھیئے کہ قومی تعلیم کبھی علیحدہ علیحدہ نہیں ہو سکتی۔ اپنے اپنے طور پر تعلیم کرنا بچّوں کو سوائے غارت کرنے کے اَور کچھ نتیجہ نہیں دیتا۔ اے میری قوم کے لوگو اپنے عزیز اور پیارے بچّوں کو غارت نہ کرو۔ اُن کی پرورش کرو۔ اُن کی آیندہ زندگی اچھی طرح بسر ہونے کا سامان کرو۔ مجھ کو تم کچھ ہی کہو۔ میری بات سُنو یا نہ سُنو۔ مگر یاد رکھو کہ اگر تم ایک قومی تعلیم کے طور پر اُن کو تعلیم نہ دوگے تو وہ آوارہ اور خراب ہوں گے۔ تم اُن کی ابتر حالت کو دیکھو گے اور بے چین ہو گے۔ روؤ گے اور کچھ نہ کر سکو گے تم اگر مر جاؤ گے تو اپنی اولاد کی خراب زندگی دیکھکر تمھاری روحیں قبروں میں تڑپیں گی اور تم سے کچھ نہ ہو سکیگا۔ ابھی وقت ہے اور تم سب کچھ کر سکتے ہو۔ مگر یاد رکھو کہ میں یہ پیشین گوئی کرتا ہوں کہ اگر اَور چند روز تم اسی طرح غافل رہے تو ایک زمانہ ایسا آویگا کہ تم چاہو گے کہ اپنے بچّوں کو تعلیم دو۔ اُن کی تربیت کرو مگر تم سے کچھ نہ ہو سکیگا (چیئرز) مجھ کو کچھ کہو۔ کافر۔ ملحد۔ نیچری۔ میں تم سے خدا کے سامنے کچھ سفارش نہیں چاہتا۔ میں تم سے اپنی شفاعت کے واسطے خواستگار نہوں گا۔ مَیں جو کچھ کہتا ہوں۔ تمھارے بچّوں کی بہتری کے لیئے کہتا ہوں۔ تم اُنھیں پر رحم کرو۔ اور ایسا کچھ کرو کہ آیندہ کو پچتانا نہ پڑے ؛

وما توفیقی الّا باللہ العلیّ العظیم ؛

(بڑے زور سے چیئرز)

۲۲

تقریر خان بہادر ڈپٹی قادر بخش خانصاحب

جناب سیّد صاحب۔

جو جو کوششیں آپ نے ہماری قوم کی بھلائی کے واسطے کیں اس کے شکریہ ادا کرنے کرنے کے واسطے ہمکو الفاظ نہیں ملتے اور ناممکن ہے کہ کس طرح سے ہم اسکا صلہ ادا کردیں بجز اس کے کہ ہم دعا مانگیں کہ خدا اس کا صلہ آپ کو دے۔ سیّد صاحب نے آبدیدہ ہو کر کہا کہ مجھ کو اس کا صلہ نہیں چاہیئے۔ خدا اس کا صلہ بھی قوم ہی کو دے۔ آپ نے یہاں تشریف لانے اور تکلیف اُٹھانے سے جو کچھ عزت ہمکو دی یہ بھی اسی قومی بھلائی کا سبب تھا ہم آپ سے کچھ کہہ نہیں سکتے۔ آپ کی دعوت بھی ہم سے نہیں ہوسکتی۔ دعوت کا نام لینا بھی گویا موُنھ چڑانا ہے مگر تاہم ہملوگوں نے اور انجمن قصور نے تھوڑا تھوڑا کر کے روپیہ جمع کیا ہے جو ابھی موجود ہے یہ آپ کے پیشکش کیا جاتا ہے کہ آپ قبول فرماویں۔ یہ متفرق روپیہ جو رئیس اور عُہدہ دار غیر عہدہ دار پیش کرتے ہیں درحقیقت قوم کی بھلائی کے لیئے ہے جس کا قوم کی بھلائی میں صرف کرنے کا آپ کا ارادہ ہے اور دعوت کا صرف حیلہ ہے۔ جو لوگ اس میں شریک ہیں میں اُن کی تفصیل بھی بیان کیا چاہتا ہوں تاکہ لوگ دیکھیں کہ کن لوگوں نے ہمت اور فیاضی کی ہے اور جو لوگ اس میں شریک نہیں ہیں وہ سمجھیں کہ وہ کیسے پست ہمت ہیں؞

فہرست جس میں چھوٹی اور بڑی سب قسم کی رقمیں تھیں پڑھی گئی اور جناب خان بہادر منشی قادر بخش خاں صاحب نے ایک تھیلی جس میں مبلغ ایک ہزار پانسو چوراسی روپئے نورانی اور چار آنہ بھرے ہوئے تھے بتقریب دعوت از جانب احباب لودھیانہ و قصور سیّد صاحب کے پیش کی؞

سیّد صاحب اپنی کُرسی پر سے اُٹھے اور کہا:۔

تقریر سیّد صاحب

اے دوستو۔ میں اُن دوستوں کا جنھوں نے قومی بھلائی کے واسطے چندہ دیا بہت شکر گزار ہوں۔ اس چندہ میں بہت بڑی بڑی رقمیں بھی ہیں اور چھوٹی بھی ہیں مگر میں اُن چھوٹی رقموں کی بہت زیادہ قدر کرتا ہوں کیونکہ اُن لوگوں نے اپنی بہت سی ضرورتوں کو

ملتوی رکھکر چندہ دیا ہے - ایسی رقموں کی قدر بڑی رقموں سے بہت زیادہ ہے - اے
صاحبو میں جو یہاں آیا تو میرے ساتھ جو مہربانی پریسیڈنٹ مجلس نواب صاحب نے
کی اُس کا مَیں عمر بھر ممنون رہوں گا - مَیں اپنے دوستوں منشی قادر بخش خاں خان بہادر
اور مولوی فتح محمد صاحب کا جنہوں نے اس قومی کام میں کوشش کی شکر ادا کرتا ہوں
وہ بھی اُسی قوم میں شامل ہیں جس کے ساتھ اُنھوں نے ہمدردی کی ہے - پس اگر وہ خود
اپنا آپ شکر کریں تو بھی کچھ مضایقہ نہیں مگر وہ اپنا شکر خود نہیں کر سکتے اِس لیئے میں
اُن کا شکر ادا کرتا ہوں *

۲۳

تحریر محمد معین الدّین صاحب

اے حاضرین باتمکین۔ !

آج ایک خاص خوشی کے سبب سے میں ایک ایسے لائق اور فائق مجمع کے سامنے کچھ تھوڑا سا بیان کرنے کے واسطے کھڑا ہوتا ہوں۔ بلند ہمتی اور صبر سے جو کہ ہمیشہ عالموں اور مہذّبوں کا شیوہ ہے آپ براہ مہربانی میرے اس ناکمل اور ٹوٹے پھوٹے فقرات کو سُنیئے ! اے حاضرین ! مجھکو یہ بات بیفایدہ معلوم ہوتی ہے کہ میں آپکے سامنے آپ لوگوں کے یہاں جمع ہونے کا باعث بیان کروں کیونکہ آپ سب صاحبان نے وہ اشتہار جو کہ معاونان مدرسۃ العلوم کی طرف سے تقسیم کیا گیا تھا پڑھ لیا ہوگا ❊

اے صاحبان ! آج کا دن اس شہر کیواسطے کیسا مبارک ہے کہ یہاں آج وہ شخص تشریف فرما ہے کہ جس نے اپنے ہم قوموں کے واسطے جان اور مال سے دریغ نہیں کیا ❊

اے عالیجناب سیّد صاحب ! ہم آپکا شکریہ اُس مستقل مزاجی کی بابت ادا کرتے ہیں جسکو آپ نے اپنی قوم کی بہبودی کی بابت برتا ہے ❊

اے ہمارے معزز سیّد صاحب ! ہم آپکی عنایتوں کا شکریہ پورے طور پر ادا نہیں کرسکتے۔ ہم اللہ تعالےٰ سے دعا مانگتے ہیں کہ آپ کی محنتوں کا نتیجہ جو آپ نے ہمارے واسطے کی ہیں ہمیشہ صفحہ روزگار پر قایم رہے ❊

اے عالی جناب سیّد صاحب ! آپ نے مدرسۃ العلوم کی نگرانی میں گرمی کی تپش اور سرما کی سردی اُٹھائی۔ حالت بیماری میں بھی آپ نے قوم کا غم کھایا ! آپکی قومی محبت کی یہ یادگار ہمیشہ صفحہ روزگار پر رہیگی ❊

اے حاضرین ! ہمکو جناب آنریبل سیّد صاحب کا شکریہ دل و جان سے ادا کرنا چاہیئے اگر مسلمانوں کے خیرخواہوں اور مدرسۃ العلوم کی تاریخ بنائی جاوے تو ہر صفحہ پر بخط جلی جناب آنریبل سیّد صاحب کا نام پایا جایگا ❊

اے حاضرین ! میں آپکی خدمت میں بکمال خوشی عرض کرتا ہوں کہ وہ دن نزدیک آتا جاتا ہے کہ جناب آنریبل سیّد صاحب کے ظلّ عاطفت میں یہ مدرسۃ العلوم ایک یونیورسٹی

پہنچائیگا اور اُن کے معزز مددگاروں کے نام آب زر سے اُسپر لکھے جائینگے - ہم دعا مانگتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ سید صاحب کی حیات میں ترقی فرماوے اور اُن کو حوادثِ روزگار سے ماموں رکھے *

اے حاضرین! بانیان مدرسۃ العلوم کی صرف ہم ہی تعریف نہیں کرتے بلکہ آیندہ نسلیں بھی اُن کو اپنے خیرخواہوں کی طرح یاد کرینگی کہ جن کے ذریعہ سے ہماری وہ قوم جو کسی زمانہ میں سب سے زیادہ عالم اور مہذّب تھی اور یورپ میں جسکی بدولت علم اور تہذیب کا چرچا پھیلا تھا اور اب جہالت میں پڑی ہے - گرداب ادبار سے نکلتی جاتی ہے - اور اے صاحبان آیندہ نسلیں اسی کی بدولت فخر کیا کرینگی اور پھر اپنے تئیں اُسی مرتبہ پر پہونچائینگی *

اگر میں آپ سے یہ سوال کروں کہ اس زمانہ میں وہ شخص کون ہے کہ جس نے اپنے تمام اوقات مسلمانوں کی بہبودی میں صرف کیئے ہوں اور وہ کون شخص ہے کہ جس نے اپنی تمام خوشیوں اور اپنے آرام اور تندرستی کو اپنی قوم کی بہبودی کے لیئے خرچ کیا ہو؟ اے صاحبان آپ بے شک ڈھونڈھیں اور تلاش کریں مگر سوائے آنریبل سید صاحب کے اور کوئی بایں صفت موصوف نہ پاؤگے *

اگر کوئی اجنبی شخص علیگڈھ جا نکلے اور کالج کے خوشنما مکانات اور باغات کو دیکھے تو بلاشبہ وہ دریافت کریگا کہ اسکا بانی کون ہے اور اپنے دل میں کہیگا کہ بلاشبہ یہ کسی ایسے شخص کی محنتوں کا نتیجہ ہے کہ جسنے اپنے آپ کو فنافی القوم کے مرتبہ تک پہنچایا ہو *

اے صاحبان! میں آپکی خدمت میں بڑے ادب سے عرض کرتا ہوں کہ اس عمدہ کام میں شامل ہونے والوں کے نام جنہوں نے اسپر عمل فرمایا "ان اللہ لایغیر ما بقوم حتےٰ یغیروا ما بانفسہم" کبھی صفحہ روزگار سے محو نہونگے - اسپر جو سوال ہو سکتا ہے اُسکا جواب یہ ہے کہ گو خدا نخواستہ لاکھوں برسوں کے بعد تبدیلات زمانہ کے سبب سے یہ عمارت پاکیزہ صفحہ روزگار سے محو ہو جائے اور جہاں اب باغ ہیں جنگل ہی جنگل نظر آئے تو بھی اے سامعین اُن خیرخواہوں کے نام زبان زد خلائق رہینگے - اگر کوئی مسافر اُس ویرانہ پر سے گذرے گا تو غیب سے اُن عمارات کے بانیوں کے نام سُنیگا جن میں سب سے پہلے خیرخواہ قوم سیّد صاحب کا نام ہوگا *

اے صاحبان! اگرچہ یہ بات بیفائدہ ہے مگر میں بیان کرنے سے باز نہیں رہ سکتا اور اس سے پہلے کہ میں بیٹھوں بڑے افسوس کے ساتھ بیان کرتا ہوں کہ میرا دل بہت بھرا ہوا ہے لیکن میری زبان بہت کمزور ہے (لکنت کرتی ہے) ورنہ میں جناب آنریبل سید صاحب

کی کوششوں اور عنایتوں کا جو انہوں نے اہل اسلام یعنی اپنی قوم کی بہبودی کے واسطے کی ہیں وضاحت سے بیان کرتا ہے؛

اب میں دعا کرتا ہوں کہ ہمارے معزز خیرخواہوں کی طرح جنہوں نے قومی ہمدردی کو ایسے زور وشور سے اپنے اس بے سروپا اور زیر وزبر شدہ قوم کو جو کہ علم دولت وغیرہ دخیرہ میں پیچھے سب سے پڑی ہوئی ہے کوشش کی ہمارے اور بھی معزز صاحبان کو ایسی کوشش کرنے کی توفیق حاصل ہو۔ آمین؛

الراقم

معین الدین احمد حنفی عفی عنہ

اسکے بعد سید صاحب اپنی کرسی پر سے اُٹھے اور اس طرح پر گفتگو کی:۔

تقریر سید صاحب

اے میری قوم کے نوجوان عزیز بچے۔

میں نہایت خوش ہوں اپنی اُس عزت سے جو تم نے اپنے پیارے اور دلچسپ خیال ظاہر کرنے میں میری نسبت ظاہر کی۔ زیادہ خوشی اس بات کی ہے کہ تمہارے دل میں ایسے خیالات پیدا ہوئے۔ تمہارے بیان میں کئی جگہ پر قوم کا لفظ آیا ہے۔ مگر یاد رکھو کہ قوم کوئی چیز نہیں ہے جب تک کہ وہ قوم قوم نہ رہے۔ ایک ایک شخص جو اسلام کے گروہ میں داخل ہے وہ سب ملکر مسلمانوں کی ایک قوم کہلاتی ہے۔ جبتک وہ اپنے عزیز مذہب کے پیرو اور پابند ہیں تبھی تک وہ قوم ہیں۔ یاد رکھو کہ اسلام جسپر تمکو جینا ہے اور جسپر تمکو مرنا ہے اُسکو قایم رکھنے ہی سے ہماری قوم قوم ہے۔ اے عزیز بچے اگر کوئی آسمان کا تارہ ہوجاوے مگر مسلمان نہ رہے تو ہمکو کیا وہ تو ہماری قوم ہی نہ رہا۔ پس اسلام کو قایم رکھکر ترقی کرنا قومی بہبودی ہے اُمید ہے کہ تم ہمیشہ اُسکو قایم رکھوگے اور اُس کے ساتھ تمام باتوں میں ترقی کرتے جاؤ گے کہ یہی قومی ترقی ہوگی جو تمکو بھی فایدہ دیگی اور قوم کو بھی عزت ہوگی اور آیندہ آنیوالی نسلیں بھی اُس سے فایدہ اُٹھاویں گی (چیئرز نہایت جوش سے)؛

جس وقت سید صاحب یہ تقریر کرتے تھے مجھے تعجب ہوا تھا کہ اُنھوں نے اس طرز سے کیوں تقریر کی۔ بعد کو مجھے خیال آیا کہ سید صاحب کو معلوم ہوچکا تھا کہ وہ لودھیانہ کے مشن اسکول میں تعلیم پاتے ہیں اُس خیال پر سید صاحب نے اس طرز سے گفتگو کی؛

بعد اس کے منشی عبد اللہ صاحب نے انجمن مفید عام لودھیانہ کی طرف سے ایک اڈریس

پیش کی اور عمدگی سے پڑھی اور ایک پینل کے خوبصورت گول بکس میں بند کرکے نذر کی ٭
سیّد صاحب بیچ کُرسی پر سے اُٹھے اور اڈریس کا جواب دیا۔ وہ اڈریس اور سید صاحب
کا جواب ذیل میں مندرج ہے :-

۲۴

سپاس نامہ بعالی خدمت جناب آنریبل نجم الہند سید احمد خاں بہادر

منجانب انجمن مفید عام لودھیانہ

انجمن جب اپنے فرائض منصبی پر نظر ڈالتی ہے تو اس سے زیادہ کوئی فرض اسکو نظر نہیں آتا کہ وہ انڈیا کے رفارمر اور ملک ہند کے نامی حکیم نجم الہند سید احمد خاں بہادر بانئی مدرسۃ العلوم للمسلمین کا خیر مقدم کرے - اور سید موصوف کی خدمت میں خود اُن کے اور اُن کے رفقاء عالی منصب کی تشریف آوری اور احسانات کا جو اُنھوں نے قوم پر ملک پر کیئے ہیں اور جن میں سے انجمن کو بھی اِس وجہ سے کہ وہ بھی اُسی قوم اور ملک کی ہے جو اُن کی عنایات اور احسانات کا مرہون ہے حصّہ ملا ہے شکریہ ادا کرے *

یہ شکریہ گو بظاہر سید صاحب ممدوح کی خدمت میں انجمن کی طرف سے پیش کیا جاتا ہے مگر جب بنظر تعمق دیکھتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ شکریہ شاکر اور مشکور لہٗ کے اتحاد کے باعث پھر اُسی طرف عود کر آتا ہے جدھر سے ادا کیا گیا - کیونکہ سید صاحب نے تو قومی ہمدردی کا کام ترقی کے اس درجہ پر پہنچا دیا ہے کہ بغیر کسی مبالغہ کے یہ کہنا درست ہے کہ اُنھوں نے فنانی القوم کا رتبہ اپنی ذات کے لیئے خاص کر لیا ہے - اس کے ثبوت کے لیئے سامعین کے سامنے بھی ایک تازہ واقعہ ظاہر کر دینا کافی ہوگا کہ اُنھوں نے جناب نواب گورنر جنرل بہادر ویسرائے ہند کی کونسل کی ممبری سے بعذر عدیم الفرصتی تار پر استعفا دیکر اس فقرہ کا کوئی بھی مستثنیٰ باقی نہ رکھا کہ "حضرت کے تمام اوقات صرف قوم کی خدمت اور ہمدردی میں صرف ہوتے ہیں" *

پس اس سے زیادہ قومی ہمدردی کا خیال کیا ہو سکتا ہے - اب دیکھنا چاہیئے کہ وہ کونسا کام تھا جس سے ایسی کم فرصتی تھی - کیا کوئی تجارت یا سرکاری خدمت یا اور کوئی ذاتی منفعت؟ ہرگز نہیں - یہ تو ایسے الفاظ ہیں کہ جن کو اسجگہ استفہام انکاری کے طور پر بھی زبان پر لاتے ہوئے شرم آتی ہے - ہر شخص کا دل خوب جانتا ہے کہ وہ کام جس میں اسقدر مصروفیت تھی صرف قوم کے ڈوبتے ہوئے بیڑے کو پار لگا دینے کی سعی صادق تھی جو کامیابی کے ساتھ سر سبز ہوئی اور ہوتی جاتی ہے *

آپ نے ہمارے بیڑے کو ساحل مراد پر پہونچانے کے واسطے ممالک مغربی و شمالی میں نہایت
بلند و مستحکم لائیٹ ہوس تعمیر کیا ہے جس سے اہل ہند کو سلامتی کا کنارہ سامنے نظر آنے
لگا ہے ۔

بہت سے جہاز علم تہذیب ترقی کی کھیپ سے لدا کر منزل مقصود کو روانہ ہوئے ہیں
جن کے ناخدا کے تباہ ہوئے تاعدے و بالنجم هم یهتدون کے مطابق ہند کے
ستارہ کی طرف ہر وقت دیکھتے ہوئے اور اسکی رفتار سے راستہ کا پتہ لیتے ہوئے برابر بڑھتے چلے
جا رہے ہیں جو بہت جلد اُس بندرگاہ پر لنگر انداز ہونگے جو ممالک مغربی و شمالی کے لائیٹ ہوس کی
روشنی سے منور ہے اور عنقریب ہم اسکو بندرگاہ سوئیس سے زیادہ آباد دیکھنے کی امید کرتے ہیں
کیونکہ ملک ہند کی حالت موجودہ کو جب ہم پہلی حالت سے موازنہ کرتے ہیں تو باعتبار ترقی تعلیم و
تہذیب کے ایسا نمایاں فرق نظر آتا ہے جس کے خیال کرتے ہی بے ساختہ یہ شعر منھ سے
نکلتا ہے ۔

سہیلے بر اوج نجم تافتہ ۔ ادیم یمن رنگ و بو یافتہ

دیکھو اس روشن ستارہ کے پرتو سے اس ملک کے بہت سے مُردہ دلوں میں جان تازہ آگئی
ہے اور وہ حب قومی کی خوشبو سے ادیم یمن کی طرح مہک رہے ہیں ۔

سید صاحب ! گو باعتبار لقب آپ کو نجم الہند کہا جاتا ہے لیکن آپ نے اس
براعظم کے باشندوں کی طبیعتوں کو اپنے نورانی خیالات کے کرنوں سے روشن کرنے کے
سبب نہ ستارہ ہند بلکہ نیر اعظم ہند ہونے کا اعلیٰ منصب حاصل کیا ہے ۔

الحق کہ قوم کا جہاز ایسی حالت میں تھا کہ اُس کے پار ہونے کے لیئے آپ جیسے روشن ستارہ
اور ایسی جگمگاتی روشنی اور ایسے ہی ناخدا اور اُس کے ایسے عزم و استقلال اور ایسے ہی مبارک
ہاتھ اور ایسے ہی سعی صادق اور ایسے ہی ہمدرد دل کی ضرورت تھی ۔ اور یہ ساری باتیں آپ کی
ذات مجمع الصفات کے سوا کسی ہمارے ہم وطن میں فی زماننا دکھائی نہیں دیتیں ۔

کچھ شک نہیں کہ ہمدردی قومی آپ کے لیئے موضوع ہوتی ہے اور آپ ہمدردی کے لیئے
آپ اپنی عالی ہمتی سے ۔ فراخ حوصلگی سے ۔ اولوالعزمی سے اور بلند نظری سے جو ہمارے
خیالات کی رسائی سے بہت دور ہے کچھ ہی خیال فرماویں ۔ مگر زمانہ دیکھتا ہے اور زبان حال و قال
سے کہہ رہا ہے کہ اب اس قوم کا شکستہ جہاز ساحل مراد پر پہنچا مگر یہ کس کی محنت سے ۔ کس کی
دل سوزی سے ۔ کس کے شفقت بھرے ہاتھوں اور محبت بھرے دل کی جانفشانی سے ؟
یہ دیکھیئے ! میرے بولنے سے پہلے ساری مجلس کی آنکھیں بے ساختہ خود بخود بالاتفاق اِس

بابرکات کے مبارک چہرہ پر جا پڑیں جو اُس اسم سامی سے موسوم ہے جو ان سوالات کے جواب میں واقع ہوتا ہے - وہ کون ہے ؟ ہمارے ذی احتشام مہمان جناب سید محمد خاں بہادر نجم الہند جن کی میزبانی کی عزت سے آج یہ انجمن خوشی کے مارے پھولی نہیں سماتی ﴿

سیّد صاحب ! ہند کی انجمنوں نے جو آپ کے ہی مقدس ہاتھ کے لگائے ہوئے پودے ہیں اپنی اپنی لیاقت کے موافق آپ کی خدمت میں سپاسنامے پیش کیئے ہونگے اور کرتے ہیں مگر حق یہ ہے کہ نہ آپ کی عنایت اور اوصاف کا بیان اُن میں ہوا نہ ہو سکتا ہے اور نہ آپکی ذات بابرکات اُسکی محتاج ہے - مگر اس انجمن نے جس کی عمر ابھی بہت تھوڑے دنوں کی ہے جس کی طفولیت کا زمانہ ابھی بہت باقی ہے جس کو آپ کی شفقت پر ابھی بہت دنوں ناز کرنا ہے اپنے ننھے سے موںھ سے ٹوٹے پھوٹے الفاظ میں اپنی خوشی کے جوش کا اظہار کرنا چاہا ہے جو اُسکو آپ کی قدم بوسی سے حاصل ہوئی اور جس کو ظاہر کرنے کی ابھی اُسمیں پوری قوت بھی نہیں آئی - اس بات کا انجمن خود اقرار کرتی ہے کہ یہ مختصر نذرانہ آپ کے سامنے پیش ہونے کی قابلیت نہیں رکھتا - مگر انجمن اپنے بساط عجز میں اس سے بہتر کوئی چیز نہیں دیکھتی جو پیش کش ہونے کی قابلیت رکھتی ہو - پس یہ خاکا انجمن کے خلوص عقیدت کا ان الفاظ کے ذریعہ سے کھینچکر آپ کی نذر کیا جاتا ہے تاکہ وقتاً فوقتاً آپ کو اِس انجمن اور اِس شہر کی یاد دلاتا رہے - اب اِس دُعا پر خاتمہ ہے کہ آپ کی نیکیوں کے موافق آپ کے کام میں برکت ہو -

مورخہ ۲۳ - جنوری ۱۸۸۴ء ﴿

خکسار

قادر بخش خاں	محمد عبد اللہ خاں عفی عنہ اللہ	علی محمد خاں
ویس پریسیڈنٹ انجمن	سکٹری انجمن مفید عام	خادم انجمن

لودھیانہ

جواب سید صاحب کی طرف سے

میں انجمن اسلامی لودھیانہ کے پریسیڈنٹ اور ممبروں کا جنہوں نے یہ اڈریس مجھے دیا ہے شکریہ ادا کرتا ہوں - اس بات کے سُننے سے کہ لودھیانہ میں ایک انجمن اسلامیہ قایم ہوئی ہے مجھے اِسقدر خوشی ہوئی ہے جس کو میں بیان نہیں کر سکتا ہوں - میری خواہش اور دُعا ہے کہ مسلمانوں کی یہ مجلس ترقی پائے اڈریس میں جو الفاظ میری نسبت بیان کیئے مَیں اپنے تئیں ان الفاظ کا مستحق نہیں سمجھتا مگر اس وجہ سے کہ گو وہ شخص جس کے واسطے یہ اڈریس

پیش کیا گیا ہے اسکا مستحق نہ ہو مگر آیندہ اس کی اُمید پڑتی ہے کہ ہماری قوم میں ایسے لوگ پیدا ہو جائینگے۔ جو الفاظ اس وقت جوش ہمدردی سے میری نسبت بیان کیئے وہ اس کے مستحق ہوں گے مَیں پھر شکریہ آپ کی عنایتوں کا کرتا ہوں اور دُعا کرتا ہوں کہ خدا آپکو خوش رکھے اور آپ کی مجلس کو برکت دے (چیئرز)۔

اس کے بعد ڈاکٹر عثمان خاں صاحب تخلص غنی کھڑے ہوئے اور سید صاحب کی تشریف آوری کی مبارکبادی میں یہ شعر پڑھے:۔

ادائے شکر ہے تشریف کا لانا مُبارک ہو
غریبوں پر ہمیشہ لُطف فرمانا مُبارک ہو

یہ رونق کرّ و فرّ اور شان شاہانہ مُبارک ہو
مُبارک ہو مُبارک ہو یہاں آنا مُبارک ہو

دُعا گو با ادب تسلیم کو یہاں سر جھکائے ہیں
خوشی سب کو نہایت ہے کہ خود تشریف لائے ہیں

سید صاحب نے ڈاکٹر صاحب کا اُن کی اس مہربانی پر شکر کیا۔

اس کے بعد مولوی مرزا فتح محمد صاحب کھڑے ہوئے اور نہایت عمدہ اور لطیف طرز سے مندرجہ ذیل گفتگو کی:۔

۲۵

تقریر مولوی مرزا فتح محمد صاحب مرحوم

جناب سید صاحب!

آپ کے احسان عام اور عنایتوں اور قومی ہمدردی اور دلسوزی کے شکریہ میں عہدہ برآ ہونا ایک ایسے فصیح ہندوستانی کا کام ہے جو آپ ہی کی طرح دل و دماغ رکھتا ہو۔ نہ میرے جیسے عام شخص کا۔ اس بارہ میں میں تو اسقدر کہہ سکتا ہوں کہ "خاموشی از سپاس تو حد سپاس تست" دوسری یہ وجہ بھی نہیں ہے کہ جس چیز کا کوئی شکریہ ادا کیا جاتا ہے تو پہلے اُن چیزوں کا تذکرہ کرنا ضروری ہوتا ہے جن کی شکر گزاری منظور ہو اور اس تقدیر پر بھی پھر اُنھیں کارناموں کا تذکرہ کرنا لازم آتا ہے جو اپنی قوم کے لیئے کیئے ہیں پس اُن واقعات کا تذکرہ کرنا بھی ایک قوی دل آدمی کا کام ہے مجھے تو مُسلمانوں کی پہلی اور موجودہ حالت پر خیال کر کے کچھ بولنے کی طاقت باقی نہیں رہتی۔ البتہ ان چند مختصر فقروں سے اُن امور کی طرف اشارہ ہو سکتا ہے کہ جو احسان عام اور عنایتیں خواہ ابقار قوم کے متعلق ہوں خواہ اخلاق و تمدن کے متعلق ہوں آپ کے جد امجد نے اپنی قوم کے لیئے مبذول فرمائیں وہ سب کی سب جناب نے باتباع اپنے جد امجد کے اپنی تمام قوم سے مرعی رکھیں۔ اور باطاعت اُن کے پورا کرنے کی کوشش کی۔ یہ سچ ہے کہ آپ نے اسلام کو دنیوی اور دینی برکتوں میں جیسا کہ وہ ابتدا میں تھا ویسا ہی دکھانے میں سعی فرمائی۔ مگر یہ ایک بندھا ہوا قاعدہ ہے کہ جس طرح تمام مادی چیزیں بہ سبب امتداد مدت کچھ کچھ تغیر پذیر ہوتی ہیں اسی طرح ہر ایک مذہب زمانہ کے گذرنے کے باعث سے بیرونی خیالات کے مل جانے سے کچھ اَور کا اَور ہی ہو جاتا ہے۔ جب اسلام کا آفتاب روشن ہوا جسکو تیرہ سو برس کا عرصہ گذرا ہے اُسمیں بموجب عادہ صدہا طرح طرح کی بیرونی آمیزشیں ہوئی ہیں۔ آپ نے صرف اُس روشن آفتاب اسلام سے کالے پیلے بادلوں کو جو بیرونی آمیزش سے عبارت ہے ہٹانا چاہا ہے اور اصلی روشن صورت دکھانے کی کوشش کی ہے۔ مگر انسانوں کا یہ ایک فطرتی اصول ہے کہ جس چیز کو وہ ذرا اجنبی حالت میں دیکھتے ہیں یا اپنی سمجھی ہوئی باتوں سے بڑھکر خیال کرتے ہیں اُس سے عموماً نفرت کیا کرتے ہیں۔ آپ نے اس مشکل سے مشکل تر معاملہ کو اس طرح حل کیا کہ آپ نے اُس اجنبی مفہوم کا خود نمونہ بنکر دکھایا۔ جو لوگ قوموں کے سلسلہ تنزل اور ترقی کے اسباب پر غور کرنے پر

متوجہ ہوئے ہیں بخوبی جانتے ہیں کہ کسی بڑے سے بڑے امر کو بآسانی انجام دینے کے لیئے جیسا یہ طریقہ سہل ہے کہ بجائے کہنے کے عمل کر کے دکھایا جاوے اور کوئی طریقہ آسان نہیں ہے کیونکہ انسان بہ نسبت کانوں کے آنکھوں سے بہت جلد تعلیم پاسکتا ہے۔ سو آپنے اُن تمام نیک ہی اخلاق اور طرز طریق پر خود عمل کر کے دکھادیا اس لیئے میں کہہ سکتا ہوں۔ کہ ؎

شجاعت میں کرم میں عدل میں اخلاق حسنہ میں
وُہی رستہ ہے تیرا جو کہ رستہ تھا ترے جد کا

الغرض ان مشکلات کے حل کرنے میں جو محنتیں مذکورہ بالا برداشت کی گئیں اُن کا شکریہ ادا کرنا بھی آپ ہی جیسے شخص کا کام ہو سکتا ہے۔ میں زبانی شکریہ سے قطع نظر کر کے ایک ضروری بات کو بیان کرنا چاہتا ہوں۔ ہر ایک چیز کا شکر زبانی ہی نہیں ہوتا بلکہ شکر کبھی طاعت سے۔ کبھی بعض افعال کے کرنے سے بھی ہوتا ہے مَیں یقین کرتا ہوں کہ اکثر اوقات شکر علاوہ اپنے فرایض انسانی ادا کرنے کے جس کا شکر کیا جاتا ہے اُس کی خوشنودی کے لیئے بھی ہوتا ہے پس سید صاحب کی خوشنودی کس امر میں ہے۔ صرف اس امر میں کہ مدرسۃ العلوم کا کام ہر طرح سے مکمل ہو جاوے جسکا مکمل ہونا ہماری ہی بہتری کے لیئے ضروری سے ضروری تر ہے۔ یہ شکر "بیک کرشمہ دو کار" کا مصداق ہے۔ ایک سید صاحب کی خوشنودی اور پھر اس میں بھی ہماری ہی سراسر بہتری موجود ہے اور وہ یوں ہو سکتا ہے کہ مدرسۃ العلوم کو روپیہ سے مدد دی جاوے اگر میں غلطی نہیں کرتا تو ابھی مدرسۃ العلوم کی تکمیل کے لیئے قریباً بیس ہزار روپیہ سالانہ کی مستقل آمدنی کا مہیا ہونا ضروری ہے اور اُس کی اسقدر ضرورت ہے کہ علاوہ روحانی برکات کی فضیلت اور بزرگی کے وہ جو ویسرائے اور گورنر جنرل ہند کی کونسل کا ایک آنریبل ممبر رہچکا ہے ایک ایک روپیہ اور آٹھ آٹھ آنہ کے لیئے ملکوں ملکوں مانگتا پھرتا ہے اور اُسکو بھی اپنی دعوت میں قبول کرنے سے عار نہیں کرتا اور پھر آٹھ آٹھ آنہ دینے والوں کا دل سے مشکور ہوتا ہے اس سے سامعین خیال فرما سکتے ہیں کہ اُس ضروری کام کے لیئے روپیہ کی کہاں تک ضرورت ہے پس اس مطلب پر متوجہ ہونا اور اُسکو پورا کرنا سید صاحب کا اصلی شکریہ ہے اور یہ شکریہ ایسا سہل ہے جس کا ادا کرنا ہمارے قابو میں ہے۔ پس اس شکریہ کے ادا کرنے کی طرف توجہ ضروری اور کار آمد ہے مگر یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ جو کچھ ابھی سید صاحب نے فرمایا۔ کہ اگر بہت جلد اسطرف توجہ نہ کرو گے تو یاد رکھو کہ پھر آپ توجہ کرنے کے قابل بھی نہ رہو گے۔ سو میں بھی کہتا ہوں کہ ایسے اسباب ہمارے گرد و پیش موجود ہوتے جاتے ہیں کہ اگر ہم مدعائے مذکور کے انجام میں کچھ بھی تغافل کرینگے تو پھر ہمکو اُسپر متوجہ ہونا ہی نہایت مشکل ہو جائے گا۔ پس اولاد پر

جمع کرو۔ علاوہ اس کے یہ بات نہایت شرم کی ہے کہ قریباً چھ کروڑ مسلمانوں سے تمام ہندوستان
میں ایک تعلیمگاہ یعنی اپنے بچوں کی تعلیم پانے کا ایک گھر بھی نہ بن سکے۔ اگر دو دو پیسے فی مسلمان
لیئے جاویں تو کسقدر روپیہ جمع ہو سکتا ہے۔ میں ایک اور ضروری بات بھی جو سید صاحب نے
نہیں کہی اور شاید اُن کو کہنی مناسب بھی نہ تھی عرض کرتا ہوں۔ آپ کو معلوم ہے کہ مدرسۃ العلوم
کسی قدر تعمیر بھی ہو چکا اور بی اے کلاس تک اُس میں تعلیم بھی ہوتی ہے۔ اور کالج کی حد تک
بھی پہنچ گیا ہے اور جس کو خدا کے فضل سے اب یہ بات بھی حاصل ہو گئی ہے کہ اُس کے طلبا
کا امتحان وہیں لیا جایا کرے مگر اس کے ساتھ ہی یہ بات بھی ہے کہ اُس میں ابھی بہت کچھ کام
باقی ہے۔ سید صاحب کی جو کچھ کہ عمر ہے وہ حد طبعی کے قریب تک پہونچ گئی ہے۔ خدانخواستہ
اگر وہ ہم میں نہ ہیں تو پھر ہماری اس قوم سے جس کا اب یہ حال ہے کہ وہ کہنے سننے سے۔ ترغیب
ترہیب سے۔ جھکارنے سے۔ پہلوں کے حالات سُنانے سے۔ آیندہ کے خطرات جتانے
سے۔ اپنی حالت پر رحم نہیں کھاتی اور اپنا کام نہیں کرتی۔ اُن میں سے بھی کوئی ایسا شخص
پیدا ہو جو قومی آسودہ حالی کے لیئے بے شمار تکلیفوں کا متحمل ہو سکے۔ پس سید صاحب کو نہ
شکریّہ کی نہ تعریف کی نہ دُعا کی کوئی خواہش ہے صرف روپیہ کی ضرورت ہے سو ہم سب کو ادھر متوجّہ
ہونا چاہیئے اور روپیہ جمع کرنے کی کوشش کرنی چاہیئے۔ اخیر میں ہم دعا کرتے ہیں کہ او خدا!
توہمکو یہ توفیق دے ٭

سیّد صاحب نے اس گفتگو کا نہایت مختصر لفظوں میں شکریہ کیا اور کہا:۔

تقریر سیّد صاحب

میں مولوی فتح محمد صاحب کی اسپیچ کا شکریہ ادا کرتا ہوں جو کچھ کہ اُنھوں نے قوم کو ہمدردی
اور قومی کام کی طرف رغبت دلانے میں کی ہے جو کچھ اُنھوں نے اپنی طویل تقریر میں پہلے بیان
کیا اُسکو اِس وقت مَیں یوں ہی رہنے دیتا ہوں مگر جو الفاظ کہ اُنھوں نے اپنی اسپیچ کے اخیر میں
بیان کیئے ہیں اُس کا شکریہ تمام مسلمانوں کو ادا کرنا چاہیئے اور تمام مُسلمانوں کو اُسپر توجّہ اور غور
کر کے قومی کام کو جس کا اُنھوں نے ذکر کیا ہے انجام پہنچانا لازم ہے ٭

اس تقریر پر کارروائی ختم ہوئی اور قریب ۱۲ بجے رات کے جلسہ برخاست ہوا ٭

مَیں جب اُن پنجابی رئیسوں کی زبان سے نہایت عُمدگی کے ساتھ ہمدردی اور قومی ترقی
کے جوش میں بھرے ہوئے الفاظ پنجابی لہجہ میں سُنتا تھا تو چونکہ یہ پہلا مرتبہ تھا کہ لائق پنجابی
اسپیکروں کی تقریریں سُنوں مجھ کو عجب طرح کا لطف اس میں آتا تھا اور جب وہ سیّد صاحب کی

کثرت سے بیعت کرتے تھے اور لوگوں کو چندہ اس قومی کام کی طرف توجہ کرنے کی ترغیب دیتے تھے تو لوگوں کے دلوں پر عجب طرح کا اثر ہوا تھا بہتوں کی آنکھیں ڈبڈبا آئی تھیں - بہتوں کے آنسو جاری ہو گئے تھے ٭

اسی مقام لودھیانہ سے ایک فیض سید صاحب کا شروع ہو چلا تھا بہت سے مسلمانان نوجوان تعلیم یافتہ مذہب اسلام پر جو جو شبہات اُن کو تھے سید صاحب کے سامنے بیان کرتے تھے اور سید صاحب اپنی پُراثر تقریر سے اُن شبہوں کو رفع کرتے تھے - پنجاب میں علوم جدیدہ کی روشنی مسلمانوں میں بہ نسبت ہمارے صوبہ کے زیادہ پہونچی ہے - وہاں مشنری اسکول اور مشنریوں کا کاروبار بھی بہ نسبت ہمارے صوبہ کے زیادہ معلوم ہوتا ہے مشنریوں کے اخبار بھی وہاں چھپتے ہیں - مباحثے اور ردو قدح کی کتابیں بھی زیادہ چھپتی ہیں - ہندوستانی عیسائی بھی جو تعلیم یافتہ بھی ہیں وہاں زیادہ ہیں پس یہ ایک امر لازمی ہے کہ وہاں کے نوجوان تعلیم پانے والوں کے دلوں میں ہر قسم کے شبہات پیدا ہوں اور کم سے کم یہ کہ جو شبہات وہ سُنتے ہیں اُن کے تسلی بخش جوابوں کی اُن کو تلاش ہو - پس جس چیز کی وہ تلاش کرتے تھے سید صاحب کی تقریر میں پاتے تھے - میں نے سُنا ہے کہ ایک نہایت معزز مُسلمان پنجابی نے ایک بہت بڑے شہر میں ایک مجمع میں جسمیں بہت معزز لوگ جمع تھے نہایت صفائی اور سچائی سے کہا کہ میرے دل میں مذہب اسلام کی طرف سے اسقدر شبہات تھے کہ میں اُسکو سچا مذہب نہیں جانتا تھا اور اُسکے چھوڑنے پر آمادہ تھا صرف سید صاحب کی تحریرات پڑھ پڑھ کر مجھکو اسلام کی سچی روشنی ثابت ہوئی اور اب جسقدر مجھ کو اسلام کے برحق ہونے پر یقین ہے شاید کسی کو نہو گا ٭

سید صاحب ابھی لودھیانہ ہی میں موجود تھے کہ انجمن اسلامیہ جالندھر کیطرف سے ایک ڈپوٹیشن بتقبال کیواسطے یہاں پہنچا جسمیں بزرگان مندرجہ ذیل شامل تھے - منشی نہال الدین خاں صاحب رئیس جالندھر - ضیاء الدین خاں صاحب رئیس جالندھر - منشی گل محمد خاں صاحب رئیس و وکیل جالندھر - محمد سیدار خاں صاحب رئیس جالندھر - ان سب بزرگوں سے نہایت خوشی سے ملاقات ہوئی اور یہ سب بزرگ لکچر کے جلسہ میں بھی شریک تھے اور جالندھر کی روانگی کے وقت آنے کا انتظار کر رہے تھے ٭

لودھیانہ کا سفر نہایت حسن و خوبی سے ختم ہوا - استقبال پر جو کچھ ہوا اُسکی بہار کی خان بہادر منشی قادر بخش خاں صاحب کے لیئے ہے وہ نہایت عالیخیال اور قومی ترقی کے خواہاں ہیں قومی بھلائی کے کاموں میں ہمیشہ پیشقدمی کرتے رہتے ہیں سید صاحب کے چندہ یادگار میں بھی اُنھوں نے بہت کچھ کوشش کی تھی اور علیگڈھ میں تشریف لا کر مدرسۃ العلوم کو بھی ملاحظہ کیا تھا - خدا کرے کہ ہماری قوم میں خان بہادر سے اور لوگ بھی پیدا ہوں تاکہ قومی کاموں کے انجام میں مدد ملے خدا تعالیٰ خان بہادر کو زندہ و کامیاب رکھے آمین ٭

۲۶

ایڈریس انجمن اسلامیہ

بخدمت عالی جناب جواد الدولہ عارف جنگ آنریبل
مولوی سید احمد خان صاحب بہادر سی۔ ایس۔ آئی

ہمارے آنریبل سید!

ہم ممبران انجمن اسلامیہ جالندھر اس ضلع کے مسلمانوں کی طرف سے خصوصاً اور دیگر باشندوں کی جانب سے عموماً آپ کی اس توجہ کا شکریہ تہ دل سے ادا کرتے ہیں کہ آپ نے ہماری درخواست کو قبول فرمایا اور آج ہمکو اپنی تشریف آوری سے اس سپاسنامہ کے ذریعہ سے اپنی محبت و اخلاص دلی ظاہر کرنے کا موقع دیا۔

اس وقت ہم آپکو اس جلسہ میں رونق افروز دیکھکر نہایت مسرت اور خوشی سے اپنے آپ کو اور اپنے اس شہر و ضلع کو مبارکباد دیتے ہیں۔ اور کہتے ہیں "مبارک ہے گورنمنٹ اور قوم کا خیرخواہ"۔

آپکی ذات بابرکات سے جو کارہائے نمایاں اور نیک کارروائیاں گورنمنٹ انگلشیہ دام اقبالہ کی خیرخواہی اور قوم و ملک کی بہتری کے لیئے وقوع میں آئی ہیں اس موقع پر ان سب کا شمار کرنا ضروری کام نہیں۔ لیکن اگر ہم ان سب کے لحاظ سے آپ کی ذات پر فخر کریں تو نازیبا نہوگا۔

ہندوستان میں ترقی ہمدردی کا لفظ گذشتہ صدی میں پہلے پہل آپ ہی کی زبان مبارک سے نکلا اور آپ نے اسے نہایت عمدہ اسلوب سے علمی اور عملی طور پر اس وقت تک نبھایا۔ وقتاً فوقتاً ہر ایک موقع پر مسلمان فرماں پذیر قوم کو گورنمنٹ کی منشاء مبارک سے مطلع کرنا اور گورنمنٹ کو قوم کی حالت زار پر توجہ دلانا اور ان کے ضروری مطالب و مقاصد کو نہایت عجز کے ساتھ پیش کرنا آپ کا معمولی کام رہا ہے جو خیرخواہ ملک کا بھاری فرض ہے۔

جب آپ نے مسلمانوں کو علمی ترقی کے لحاظ سے بہت پست حالت میں دیکھا تو انہیں گورنمنٹ کے اس فیضان عام سے مستفیض ہونے کی پوری رغبت دلائی پھر جب آپ نے بعض لحاظ سے مسلمانوں کے لیئے ایک علیحدہ اسلامی کالج قایم کرنے کی ضرورت دیکھی تو لندن میں جاکر وہاں کی یونیورسٹیوں کو دیکھا اور ان کے نمونہ پر علیگڈھ میں مدرستہ العلوم للمسلمین

کی بنا ڈالی ٭

اگرچہ اسلامی سلطنتوں کے مختلف عہدوں میں بغداد اور اندلس وغیرہ میں بڑے بڑے اسلامی بیت العلوم قایم تھے لیکن مفلس قوم سے بھیک مانگ کر بیت العلوم قایم کرنا آپ ہی کا کام ہے جو غالباً دیرتک صفحۂ تاریخ پر آپ کے نام نامی کے ساتھ یادگار رہیگا ٭

ہم اس سے بھی غافل نہیں ہیں کہ کمال قومی ہمدردی نے آپ کو اس امر پر آمادہ کیا ہے کہ جس طرح معزز اور تونگر لوگوں کے لڑکے لندن میں جاکر امتحان سول سروس کے بعد معزز عہدوں پر ممتاز ہوتے ہیں اُسیطرح سے مفلس اور غریب مسلمانوں کے بچے بھی گورنمنٹ کے اس فیض سے محروم نہ رہیں۔ یہ بھی آپ ہی کی ہمت کا مقتضی ہے ٭

آپ نے ممبر کونسل ہونے کے زمانہ میں بھی قوم کو فراموش نہیں کیا۔ ٹیکے اور قاضیوں کا ایکٹ اس امر پر کافی دلیل ہے ٭

اہل ہنود اور عیسائی صاحبوں کو بھی آپ نے ہمیشہ نظر مساوات سے دیکھا ہے اور اُن ہمقوم سمجھا ہے۔ چنانچہ مدرستہ العلوم میں ہندو اور عیسائی طالب العلموں کے سب حقوق مسلمانو کے برابر رکھے گئے ہیں اس لیئے ہنود اور عیسائی صاحبان بھی آپکی بے تعصبی کے شکرگزار ہیں ممبر کونسل ہونے کے زمانہ میں جو رائیں ملکی معاملات میں آپ ظاہر فرماتے رہے ہیں اکثر ہنود اُن کی قدر کرتے رہے ہیں بلکہ بعض ہندو اہل الرّاء اپنے بعض ہم مذہب ممبروں پر آپکو ترجیح دیتے رہے ہیں ٭

اب جو آپ نے محض قومی ہمدردی کے لیئے پنجاب کا سفر فرمایا اور ہملوگوں کو اپنی رائے کے اظہار کا موقع دیا اس لیئے ہملوگ اس سپاسنامہ کے ذریعہ سے اپنی خوشنودی اور شکرگزاری ظاہر کر کے آپ کو اطمینان دلانا چاہتے ہیں کہ عموماً قوم کے اہل الرّائے آپ کے کارناموں کو غور کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ اور اُن کے حُسن و قبح کو سوچتے ہیں اور یہی امر کامیابی کی دلیل ہے ٭

ہملوگ اُمید رکھتے ہیں کہ قوم کی کم توجہی کے وہم سے آپکی عالی ہمتی اور قومی خیر خواہی میں کسی طرح کا فرق نہیں آئیگا۔ اور اس انجمن پر آپ ہمیشہ بزرگانہ توجہات مبذول فرماتے رہینگے ٭

اخیر میں ہم دُعا کرتے ہیں کہ خدا تعالیٰ آزادی بخشنے والی گورنمنٹ کا سایۂ ھما پایۂ ہمارے سر پر ہمیشہ قایم رکھے اور اُسکے زیر سایہ ہماری قوم اور گورنمنٹ کے خیر خواہ کی کارروائیوں میں برکت دے ــ این دعا از من و از جملہ جہاں آمین باد ٭

آپکا مخلص۔ انجمن کا خیر اندیش
یار محمد خاں عفی عنہ۔ اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر

اڈریس از جانب طلباے گورنمنٹ اسکول جالندھر

جناب سید صاحب نجم الہند۔

میں کُل طلبا گورنمنٹ اسکول کی طرف سے جناب سید صاحب بہادر نجم الہند کا اُن تکالیف کے عوض جو اُنھوں نے جالندھر تشریف لانے میں برداشت کی ہیں تہِ دل سے شکریہ ادا کرتا ہوں۔ ہم جناب سید صاحب بہادر کو اُن اُمید بھری آنکھوں سے دیکھتے ہیں جس طرح عرب میں دھوپ سے جلا ہوا قافلہ ایک سرسبز اور شاداب نخلستان کی طرف نگاہ کرتا ہے ❊

جناب سید صاحب صرف ایک قوم یا ایک خاص فرقہ کے ہی مددگار نہیں ہیں بلکہ وہ جناب بابو کیشب چندر سین اور سری سوامی دیانند سرستی کے پیرؤں کو بھی اُسی نظر عنایت سے دیکھتے ہیں کیونکہ وہ خاص مُسلمانوں کے ہی معاون نہیں ہیں بلکہ وہ کل ملک کے مددگار کُل ہندوستان کے جان نثار ہیں۔ آج کا دن جالندھر کے واسطے عموماً اور ہم طلبا کے واسطے خصوصاً ایک مُبارک دن ہے جس میں ہمکو ایک حامئے قوم اور معاون ملک بُزرگ کی زیارت نصیب ہوئی ❊

بندہ بھگت رام طالب علم گورنمنٹ اسکول

جالندھر۔ جماعت پنجم

ان اڈریسوں کے ختم ہونے پر شور و غل زیادہ ہوگیا۔ ہرچند لوگ چُپ کرتا چاہتے تھے۔ مگر تمل بند نہ ہوتا تھا آخر کار سید صاحب اڈریسوں کا جواب دینے کو کھڑے ہوئے۔ اُن کو دو اڈریسوں کا جواب دینا تھا اور اُن کا ارادہ تھا کہ ان اڈریسوں کا اور خصوصاً طالب علموں کے اڈریس کا جواب کسیقدر طویل دیا جاوے اُنھوں نے اڈریسوں کا جواب اس طرح پر شروع کیا ❊

تقریر سید صاحب کی اُن اڈریسوں کے جواب میں

پریسیڈنٹ و دیگر بزرگان ۔

بزرگان و رئیسان جالندھر نے جو کچھ مجھ ناچیز کی قدر و منزلت کی ہے اور جس مہربانی و محبت سے میرے ساتھ پیش آئے ہیں میں اُس کا دلی شکریہ ادا کرتا ہوں۔ اے دوستو جو کچھ آپنے میری خدمات قومی کا ذکر کیا ہے اور آپ نے براہ قدر دانی اُسکی تعریف کی ہے میر یقین آپ دل کہ وہ آپ نے صرف براہ محبت و عنایت فرمایا ہے اور مجھے اِس بات کا یقین ہے کہ جو کچھ کہا گیا

ہے وہ ایسے شخص کی نسبت کہا گیا ہے جو اُسکا استحقاق نہیں رکھتا مجھ کو آپ لوگوں کا یہ جوش ہمدردی دیکھکر خدا کا شکر کرنا چاہیئے کہ اس ملک کے ہندو و مسلمانوں کو اس بات کا خیال اور جوش پیدا ہوا ہے کہ جس شخص کی نسبت وہ صحیح یا غلط طور پر خیال کرتے ہیں کہ وہ کچھ قومی خدمت کرتا ہے اُسکو تعریف کا مستحق سمجھتے ہیں۔ میں تو کسی طرح اس تعریف کا سزاوار نہیں ہوں لیکن میں سمجھتا ہوں کہ اگلے زمانہ میں ایسے لوگ پیدا ہو جائیں گے جو واقعی اس تعریف کے مستحق ہوں گے جو آپ نے آج ایک ایسے شخص کی نسبت کی ہے جو حقیقت میں اُس کا مستحق نہیں ہے۔ اے حضرات۔ آپ نے جو کچھ میری اُس عزت کا ذکر کیا ہے جو برٹش گورنمنٹ سے مجھ کو عنایت ہوئی ہے۔ اُسکی بابت مجھ کو چند الفاظ کہنے ضروری ہیں۔ میں اپنی عالی قدر گورنمنٹ کا شکرگزار ہوں جس نے میری ناچیز خدمتوں کی عزت کی۔ مجھے بہت سے خطاب دیئے ٹیٹل دیئے عزت دی۔ مگر آپ یقین سمجھیئے کہ میں اپنے اس قومی خطاب کو جو قوم براہ مہربانی مجھے دیتی ہے اُس سے بہت زیادہ معزز سمجھتا ہوں (چیئرز)۔ جو کچھ میری ناچیز خدمات کا جو حیثیت ملازم یا رعایا گورنمنٹ ہونے کے آپنے ذکر کیا ہے اُس میں آپ مجھے معاف کیجیئے گا کہ کچھ غلطی ہوئی ہے میں نے گورنمنٹ کی کوئی خدمت نہیں کی بلکہ جو کچھ میں نے کیا ہے وہ میں نے اپنے پاک مذہب اور سچے ہادی کے حکم کی تعمیل کی ہے ہمارے سچے ہادی نے ہمکو ہدایت کی ہے کہ تم جس گورنمنٹ کے امن میں ہو اُسکی اطاعت کرو اُسکے خیرخواہ اور وفادار ہو پس جو کچھ کہ گورنمنٹ کی خدمت مجھسے ہوئی وہ حقیقت میں مذہب کی خدمت تھی۔ آپ نے سُنا ہوگا کہ ہمارے پیشوا نے کیا کہا تھا اُس نے ہمکو ہدایت کی ہے کہ حاکم وقت یا بادشاہ وقت کی اطاعت کرو "ولو کان عبداً حبشیا" پس آپ خیال کیجیئے کہ جب ہمکو ایک کالے موہنہ کے غلام بادشاہ کی اطاعت کی ہدایت کی گئی ہے تو ہم ان گورے موہنہ والے حاکموں کی اطاعت سے کیوں منہ پھیریں ؂

جس وقت "ان گورے منہ والے حاکموں" کا لفظ سید صاحب کی زبان سے نکلا۔ تو اُنھوں نے مسٹر رینگ کمشنر کی طرف اشارہ کیا۔ اُس وقت مسٹر رینگ نے نہایت اخلاق سے بطور اشارہ شکریہ کے اپنی ٹوپی سر پر سے کسیقدر اُتار لی ؂

اس فقرہ پر تو لوگوں نے بھی نہایت زور سے چیرز دیئے اور تالیاں بجائیں۔ جو لوگ پیچھے کھڑے ہوئے تھے اُنھوں نے اس شوق میں کہ کیا ہو رہا ہے آگے بڑھ آنے کا قصد کیا۔ اور دھکا پیل سے تمام انتظام میں ابتری پڑ گئی اور غل اسقدر ہو گیا کہ کہنے والے کی بات بھی سُنائی نہ دیتی تھی۔ تھوڑی دیر سید صاحب کھڑے رہے کہ اگر غل موقوف ہو تو وہ اَور کچھ کہیں مگر غل موقوف نہ ہوا۔ جناب صاحب کمشنر بہادر خود اُٹھے اور غل بند ہونے اور لوگوں کے بیٹھ جانیکی

کوشش کی مگر کچھ فایدہ نہ ہوا۔ تھوڑی دیر اور انتظار کر کے سید صاحب کرسی پر بیٹھ گئے۔ اس انتظار میں کہ اگر انتظام ہو جاوے تو وہ پھر کھڑے ہوں حقیقت میں وہاں عام لوگ نہیں بلکہ عوام کثرت سے گھس آئے تھے جن کو لکچر سننے سے کچھ بھی تعلق نہ تھا۔ صاحب کمشنر نے سید صاحب سے کہا کہ یہ عوام لوگ جاہل محض کیوں چلے آتے ہیں۔ سید صاحب نے کہا کہ یہ لوگ سمجھتے ہیں کہ ریچھ کے ناچنے کا تماشا ہے اس لیئے گھس آئے ہیں اور ہر شخص آگے بڑھ کر اُس کو دیکھنا چاہتا ہے ؀

جب دیر ہو گئی اور انتظام ہونے کی توقع نہ رہی تو سید صاحب اور صاحب کمشنر بہادر اُٹھ گئے اور مجلس کا خاتمہ ہو گیا۔ سید صاحب جناب صاحب کمشنر کے ساتھ ہوا کھانے چلے گئے اور صاحب کمشنر بہادر کی کوٹھی میں جا کر چلے آئے قریب مغرب کے جناب صاحب کمشنر بہادر اُن کو کوٹھی قیام گاہ میں پہنچا گئے ؀

صاحب کمشنر بہادر کو اس بے انتظامی کا افسوس ہوا اُن کے نزدیک لکچر ٹون ہال میں ہونا چاہیئے تھا جس میں ہر طرح کی خوبی تھی اور ہر طرح کا انتظام ہو سکتا تھا اُن کو اس بات کا نہایت افسوس تھا کہ منتظموں نے اُن سے کیوں نہ کہا تا کہ وہ خود ٹون ہال میں بخوبی لکچر ہونے کا انتظام کر دیتے ؀

اس لکچر کے نہونے کا درحقیقت نہایت افسوس ہے۔ انجمن اسلامیہ جالندھر کی طرف سے سید صاحب کو لکھا گیا تھا کہ وہ اپنے لکچر میں اسلام کی گذشتہ اور موجودہ اور آیندہ حالت کی نسبت بھی کچھ بیان کریں اس لیئے سید صاحب نے جالندھر کے لکچر میں مندرجہ ذیل مضامین پر لکچر کا دینا قرار دیا تھا ؀

۱۔ اسلام کی گذشتہ اور موجودہ حالت اور ترقی آیندہ کی سبیل ؀

۲۔ قومی تعلیم اور یہ کہ وہ کیونکر ہو سکتی ہے ؀

۳۔ اتفاق باہمی کی ضرورت مسلمانوں میں آپس میں اور ہندوؤں و مسلمانوں دونوں میں ؀

۴۔ مسلمانوں کی سوشیل حالت آپس میں اور اُس کے برتاؤ کی موجودہ حالت مسلمانوں اور انگریزوں میں اور اُس کی ترقی کی ضرورت ؀

سید صاحب کا ارادہ تھا کہ اس لکچر کو بھی پورا پورا لکھ لیں چنانچہ پہلا مضمون اُنہوں نے لکھ لیا تھا اور دوسرے مضمون کا بھی کچھ حصہ لکھا گیا تھا باقی لکچر ناتمام تھا جس کو وہ زبانی بیان کرتے ؀

سید صاحب کا ارادہ تھا کہ اس ناتمام لکچر کو چاک کر دیں مگر اُن کے دوستوں نے اصرار کیا کہ جسقدر لکھا ہوا ہے یہ بھی نہایت عمدہ ہے اسیقدر کو اس مقام پر چھاپ دیا جاوے۔ چنانچہ

وہ ناتمام مسودہ اُنھوں نے عنایت کیا جس کو ہم بجنسہ اِس مقام پر ثبت کرتے ہیں
بزرگان جالندھر یقینی میرے ممنون ہوں گے کہ اگرچہ اتفاقات سے نہایت
ضروری مضامین پر سید صاحب کا لکچر اُن کے شہر میں
نہ ہوا مگر میں اُس کا ایک حصّہ اِس رسالہ
کے ذریعہ سے اُن تک
پہونچاتا ہوں +

۲۷

ناتمام لکچر جو ۲۴ جنوری ۱۸۸۴ء کو مقام جالندھر میں اسلام کی گذشتہ موجودہ اور آیندہ حالت۔ قومی تعلیم اور ہندؤں مُسلمانوں اور انگریزوں کے باہمی اتفاق کے مضمون پر دینا تجویز ہوا تھا

صدر انجمن و دیگر بزرگان۔

آج مجھ کو آپ صاحبوں کی خدمت میں کھڑے رہنے سے نہایت خوشی ہے۔ میں آپ صاحبوں کی اُس عنایت و محبت کا شکر کرتا ہوں جس سے آپ نے مجھ کو یہاں بلایا ہے اور آپ صاحبوں کے ارشاد کی تعمیل سے جو افتخار مجھ کو حاصل ہوا ہے وہ ہمیشہ میرے لیئے عزت کا باعث ہوگا۔ مُسلمانوں کا مجمع میرے دل کو نہایت خوش کرنے والا اور اُن کی ترقی کے خیالات میری روح کو نہ صرف اس زندگی میں بلکہ آیندہ زندگی میں بھی ترو تازہ رکھنے والے ہیں۔ الحمد للہ کہ مَیں یہ دونوں باتیں یہاں پاتا ہوں۔

بزرگان من۔ اکثر بزرگوں کو اسلام کی گذشتہ اور موجودہ حالت اور ترقی آیندہ کی سبیل کی تفتیش رہتی ہے۔ اسلام کا لفظ اور اُسکی گذشتہ اور موجودہ حالت اور ترقی آیندہ کی سبیل کی تفتیش سُن کر مجھ کو تعجب ہوتا ہے۔ اسلام ایک لازوال نور ہے جو ہمیشہ سے روشن ہے اور ہمیشہ روشن رہے گا۔ اسلام خود خدا کا نور ہے جو مثل اُس کی ذات کے ازلی و ابدی ہے۔ یہی نور اسلام آدمؑ کے سینہ میں تھا۔ اسی نور اسلام نے نوحؑ اور شیثؑ اور یعقوبؑ و ابراہیمؑ ۔ موسیٰؑ و یحییٰؑ و عیسیٰؑ تمام انبیاء علیہم السّلام کے دلوں کو منور کیا تھا۔ یہی نور اسلام ہے جو فاران کے پہاڑ پر چمکا اور اسمٰعیلؑ کے دل میں اُترا اور اُس کنکریلی ریتیلی زمین کو منور کیا جسکو ہم عرب یا حجاز کہتے ہیں۔ وہیں اُس نے اپنا گھر بنایا اور ابراھیمؑ نے کہا جبکہ وہ اور اسمٰعیلؑ اُس گھر کی دیواروں کو اُٹھا رہے تھے "رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ" خدا نے اُس کو قبول کیا پس وہ مقبول ہے اور ہمیشہ مقبول رہیگا۔ اُسی نور نے آخر کار سینہ مبارک محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم سے ظہور کیا۔ وہ نور نہ کسی خاص قوم کے لیئے مخصوص تھا نہ کسی خاص مُلک کے لیئے۔ وہ

تمام دنیا کے لیئے روشنی تھا اور روشنی ہے اور روشنی رہیگا - ہر ایک مسلمان کے سینہ میں وہی نور ہے - اُس میں نہ کبھی تغیر ہوا ہے نہ ہو گا - اختلاف فرق سے جو مذہب اسلام میں دکھائی دیتے ہیں اُس نور میں کچھ نقصان نہیں آتا - تھوڑی دیر کے لیئے اسلام کے تمام مختلف فرقوں کا تصور کرو اور تمام مختلف باتوں یا مسئلوں کو حذف کرتے جاؤ حذف کرتے کرتے بہت کچھ بچ جاوے گا جس پر سب فرقے متحد ہوں گے - پس وہی نور اسلام ہے جو باوصف اختلافات کے سب میں بلانقصان کے منور ہے *

مختلف فرقوں کے باہمی مباحثے اور ایک کو دوسرے کی تکفیر اُس پاک نور میں کچھ نقصان نہیں ڈالتی بلکہ اُس کو اَور زیادہ منور کرتی ہے - ایک مسلمان فلاسفر یا یوں کہو کہ ایک بدبخت نیچری یہ سمجھتا ہے کہ اسلام کو اگر دلائل عقلی اور مسائل علمی سے تطبیق دیکر استحکام دیا جاوے تو اُن کے دلوں میں جو علمی تحقیقاتوں پر وثوق رکھتے ہیں زیادہ تر موثر ہوگا - ایک مقدس عابد و زاہد خدا پرست سیدھا سادھا مولوی اُس کی تکفیر کرتا ہے اور کہتا ہے کہ خدائی باتوں تک انسان کی ناقص عقل نہیں پہونچتی مذہبی باتوں کو بغیر عقل کی مداخلت کے ماننا چاہیئے کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں جن کو پہلے شخص کی باتوں سے تسکین ہوتی ہے کچھ ایسے ہوتے ہیں جو دوسرے مقدس بزرگ کی باتوں پر ایمان رکھتے ہیں - مگر باوجود اس اختلاف کے نور اسلام کو برابر ترقی ہوتی رہتی ہے - لوگ سمجھتے ہیں کہ اُن دونوں کے دو مختلف رستے ہیں مگر درحقیقت یہ ایک غلطی ہے وہ دونوں اُسی ایک نور کے حامی ہیں اور اُن دونوں کی کوششیں ایک ہی مقصد اور ایک ہی منزل کو پہونچتی ہیں - **ابوذر غفاری** رحمۃ اللہ علیہ کا **حضرت عمر** رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے پکڑا آنا اور حضرت ابوذر کا کہنا کہ واللہ صاحب المال کافر اور حضرت عمرؓ کا فرمانا لولا رجعت من ھذا لاجلدنک ثم قول ابی ذر افعل ما شئت انی سمعت عن حبیبی محمد رسول اللہ صاحب المال کافر وانا علیہ مادمت حیا فاخرجہ عمر رضی اللہ عنہ عن بلد حبیبہ صلعم فھذہ کلھا فی الظاہر متناقضۃ لکن من کلیھما یضئ نور الاسلام اعلیٰ من ضیاء الشمس فی نصف النہار

پس اے بھائیو تم اسلام کی گذشتہ اور موجودہ حالت کیا پوچھتے ہو اور اُس کی آیندہ ترقی کی سبیل کیا سوچتے ہو وہ خدا کا نور ہے وہ جیسا تھا ویسا ہی ہے اور ویسا ہی رہے گا - وہ پورا ہے اور پورا ہوگا وَاللّٰہُ مُتِمُّ نُوْرِہٖ وَلَوْ کَرِہَ الْکٰفِرُوْنَ *

ہاں اگر تمہاری مراد اسلام سے اہل اسلام ہے تو بلاشبہ اُن کی گذشتہ اور موجودہ اور آیندہ حالت نہایت دل خراش ہے - اسلام مٹی کی یا چینی کی کوئی مورت نہیں ہے جو سب کو

دکھائی دے اسلام کی حالت مسلمانوں کی حالت سے دکھائی دیتی ہے اگر اُن کی حالت اچھی ہے تو اسلام کی حالت بھی اچھی ہے اگر اُن کی حالت بُری ہے تو اسلام کی حالت بھی بُری ہے۔ انسان کی اچھی اور بُری حالت کا ہونا دو امر سے متعلق ہے۔ ایک اخلاقی دوسرے تمدنی یعنی دنیاوی ؀

اخلاقی حالت کے بھی دو حصے ہیں۔ ایک وہ ہے جس پر نجات عقبیٰ منحصر ہے۔ دوسرا وہ ہے جو دنیا میں لوگوں پر نیک اثر ڈالنے والا اور نیکی کا نمونہ بن کر لوگوں کو نیکی کی راہ بتانیوالا ہے اور عقبیٰ میں اعلےٰ درجات پر پہونچانے والا ؀

مَیں یقین کرتا ہوں کہ پہلا حصہ تمام مسلمانوں کو جو لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ پر یقین کرتے ہیں حاصل ہے۔ اس باب میں تمام اہل اسلام جو سابق میں گذرے اور جو اب موجود ہیں اور جو آیندہ ہوں گے سب برابر ہیں۔ دوسرے حصہ میں البتہ نہایت تفاوت درجات ہیں۔ اگلے زمانہ میں نہایت بزرگ اور مقدس باخدا ولی اللہ گذرے ہیں جن کے انفاس کی برکت سے لوگوں نے بہت کچھ ہدایت پائی ہے اُن کی برکت سے ہزاروں انسانوں کے دلوں میں نور خدا کی روشنی پیدا ہوئی ہے اُنھوں نے اپنے تئیں مجسم نیکی بنا کر اسلام کو اور اُسکی خوبیوں کو مجسم کر دکھلایا ہے وہ ہمارے سرتاج تھے اُن سے ہمیشہ ہمکو اور ہماری قوم کو افتخار کا باعث ہوگا۔ افسوس ہے کہ بظاہر ایسے بزرگوں سے ہمارا زمانہ خالی ہے یا شاید ہماری آنکھیں اس قابل نہیں ہیں کہ ہم ایسے بزرگوں کو دیکھیں۔ اس باب میں میں آیندہ کے لیئے پیشین گوئی نہیں کرسکتا کہ ہماری قوم میں ایسے مقدس و بزرگ لوگ پیدا ہوں گے یا نہیں مگر میں خدا کی رحمت سے ناامید بھی نہیں ہوں۔ اے دوستو جبکہ ہمکو یقین کامل ہے کہ ہم نجات پاویں گے پھر ہمکو اور کیا چاہیئے۔ فرض کرو کہ ہمکو اعلےٰ درجات عقبیٰ کے نہ ملیں گے لیکن ایک ذرا سا ہی کونہ بہشت کا مل جاوے گا تو وہ کیا کچھ کم ہوگا۔ مجھ سے تو اقرار نامہ لکھوا لو کہ مجھے تو بہشت میں پھوس کی ایک جھونپڑیا کافی ہوگی ؀

عقبیٰ سے تو ہمکو بالکل طمانیت اور دلی تسلی ہے جو کچھ فکر و تردد ہے وہ تمدنی حالت کا ہے۔ اگر ہماری دنیاوی حالت ذلیل ہوگی تو اُس کے ساتھ اسلام کی بھی ذلت ہے۔ ہمکو اپنی دنیاوی حالت کے درست کرنے میں کوشش کرنی چاہیئے۔ نہ دنیا کے لیئے بلکہ دین کے لیئے۔ نہ اپنے لیئے بلکہ خدا کے لیئے ؀

ہمارے بزرگوں نے اس دنیا میں کیا علم میں اور کیا عمل میں۔ کیا دولت میں اور کیا حکومت میں۔ کیا شان میں اور کیا شوکت میں۔ کیا رزم میں اور کیا بزم میں کیسا کچھ اعلےٰ درجہ

حاصل کیا تھا جس کے سبب تمام قوموں میں معزز تھے اور اسلام کی شان اُن سے دکھائی دیتی تھی اب ایک ہم ہیں کہ اپنے اسلاف کو بٹہ لگاتے ہیں نہ ہمارے پاس دولت ہے نہ حکومت نہ علم ہے نہ فضیلت نہ زر ہے نہ زور ہے سب سے ذلیل اور تمام قوموں سے بدتر ہیں ہر ایک ہمکو ٹھکراتا چلتا ہے۔ ہمارا سر ہر ایک کے پائوں کے تلے اور ہر ایک کا پائوں ہمارے سر پر ہے۔ اے دوستو تم یقین جان لو کہ جو شخص خدا کی خوشنودی چاہتا ہے جو شخص ثواب آخرت کا طالب ہے۔ جو شخص بہشت میں اپنے لیئے ایک موتی کا محل بنانا چاہتا ہے جو شخص قوم کے ساتھ ہمدردی کرنا چاہتا ہے اُس کا فرض ہے کہ اپنی قوم کو اس ذلیل حالت سے نکالنے میں کوشش کرے۔ تم مسجدیں بناتے ہو بغیر اس کوشش کے کہ اُسمیں نماز پڑھنے والے بھی قایم رہیں۔ تم خانقاہیں بناتے ہو اور اُن میں عبادت کرنے والوں اور اعتکاف کرنے والوں کی سلامتی کی فکر نہیں کرتے۔ تم خدا کا گھر اینٹ مٹی سے بنانے پر رغبت رکھتے ہو اور زندہ خانہ زندہ خدا کی زندگی کی کچھ پرواہ نہیں کرتے ہو شیار ہو خبردار ہو جان لو کوئی عبادت کوئی خیرات کوئی خیر جاری قومی ہمدردی سے بہتر نہیں ہے ؛

اے بھائیو۔ قوم کی موجودہ حالت تو تمہارے سامنے ہے۔ اُسکی آیندہ حالت تمہارے ہاتھ ہے۔ اگر تم فیاضی کروگے۔ قوم کے ساتھ ہمدردی کروگے۔ اُسکی آیندہ حالت درست ہو جاوے گی۔ اگر بے پرواہی کروگے نفسانفسی میں پڑوگے قوم کی حالت روز بروز ذلیل وخوار و ابتر ہوتی جاوے گی۔ مگر اے دوستو میری بات سن لو میں سچ کہتا ہوں۔ سچی بات کڑوی لگتی ہے۔ میں نہایت دل سوزی سے تمکو سخت لفظوں میں سمجھاتا ہوں کہ اگر تم قوم کی بھلائی میں کوشش نہ کروگے تو تمہاری آیندہ نسلیں اپنے اسلاف کو کوسیں گی۔ اور خود تمہاری روحیں اپنی اولاد کو ذلت کی حالت میں دیکھکر قبروں میں تڑپیں گی۔ پھر وہ عذاب اُن کو دوزخ کے عذاب سے بھی زیادہ سخت معلوم ہوگا۔ برلئے خدا سمجھو اپنی جان پر اپنی اولاد کی جان پر اپنی ارواح پر رحم کرو اور قوم کی بھلائی پر متوجہ ہو ؛

دوستانِ من۔ قوم کی بھلائی اور ترقی اُسی وقت ہو سکتی ہے جبکہ زمانہ کے مناسب اُن کی ترقی کے اسباب جمع کیئے جاویں۔ اس زمانہ میں قومی ترقی صرف زمانہ کی حاجتوں کے موافق تعلیم پر منحصر ہے ہمکو دینیات کی تعلیم اپنے عقاید اپنا مذہب درست رکھنے کے لیئے کافی ہے سو وہ کتنی ہے تم میری بات نہ سُنو اُس کی سُنو جس کی بات سُننی سب پر فرض ہے رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم نے اُس اعرابی سے کیا فرمایا جس نے کہا یانبی اللہ دلنی علی عملٍ اذا عملتہ دخلتُ الجنتہ قال تعبدِ اللہ ولا تشرک بہٖ

شیئاً وتقیم الصّلٰوۃ المکتوبۃ وتودی الزّکٰوۃ المفروضۃ وتصوم رمضان
قال والّذی نفسی بیدہٖ لا ازید علی ھذا شیئاً ولا انقص فلمّا ولّٰی قال الذی
صلعم من سرّہ ان ینظر الی رجل من اھل الجنّۃ فلینظر الی ھذا دینیات کی
تعلیم تو تمام ہوئی اب آگے اسپر جتنی چاہو بحثیں بڑھاؤ اور جس قدر چاہو حاشیے لگاؤ۔ دنیاوی
ترقی کے لیئے جو تعلیم درکار ہے وہ بلاشبہ پیچ در پیچ ہے۔ مگر میں کہے دیتا ہوں جو تم چاہو سو کرو
مگر جب تک تم اعلیٰ سے اعلیٰ تعلیم کا سامان مہیّا نہ کرلوگے اور اپنی اولاد کی تعلیم کے لیئے ایک
عالی شان گھر نہ بناؤگے جس میں بھیجکر تم اپنے بچّوں کی تعلیم اُن کی صحت کی حفاظت اور ان کے
اخلاق اور عادات کی درستی اُن کے چال چلن کی نگہبانی سے بے فکر نہ ہوجاؤ اُس وقت تک
یہ مطلب حاصل نہ ہوگا۔ بھائیو میں نے اُنہی خیالات سے توکّلاً علی اللہ علیگڈھ میں ایک ایسا
ہی عالی شان گھر تمہارے بچّوں کے لیئے بنانے کی بنیاد ڈالی ہے بہت کچھ اُس میں ہوچکا
ہے اور بہت کچھ ہونا باقی ہے۔ قومی گھر قوم کی امداد بغیر نہیں ہوسکتا۔ میں اپنی قوم کے اُن بزرگوں کا
جنہوں نے اُس میں مدد کی اور اپنی غیر قوم کے وطنی بھائیوں کا جنہوں نے فیاضی کی اور درماندہ
قوم کو نصرت دی اور حق انسانیت ادا کیا دل سے شکر گذار ہوں لیکن اگر وہ اپنی پوری مراد تک
نہ پہونچے تو کیا کرایا سب اکارت ہے۔ اے بھائیو اگر تمکو خدا نے پلاؤ کی رکابی دی ہے تو
ایک چھوٹی ہڈی اپنی قوم کے آگے بھی ڈالو اگر خدا نے تمکو سوکھی روٹی دی ہے تو ایک ٹکڑا اوسکا
اپنی قوم کے بھوکے بچّوں کو بھی دو۔ سب لوگ ملکر مدد کرو اور اُس قومی گھر کو پورا کرو اور ڈرو اُس
دن سے جب خدا تم سے کہے گا کہ میں بھوکا تھا تم نے مجھ کو کھانا نہ دیا۔ میں پیاسا تھا تم نے مجھ کو
پانی نہ دیا۔ میں حاجتمند تھا تم نے میری حاجت روائی نہیں کی۔ خدا ان سب باتوں سے پاک
ہے مگر وہ اس پیرایہ میں تمکو سکھاتا ہے کہ قوم کی خبر لو۔ قوم کی مدد کرو۔ قوم کی حاجت روائی کرو۔
تم ان باتوں کو بخوبی سمجھتے ہو اور اگر نہیں سمجھتے تو اب سمجھ لو۔ آگے تمکو اختیار ہے۔ چاہو کرو چاہو
نہ کرو۔ وما توفیقی الّا باللہ العلیّ العظیم وصلی اللہ تعالٰے علٰی خیر خلقہ محمّدٍ وّ
اٰلہ واصحابہ اجمعین برحمتک یا ارحم الرّاحمین ٭

۲۸

تقریر سید صاحب

جناب پریسیڈنٹ اور ارکان مجلس امرت سر۔

میں انجمن اسلامیہ کے ممبروں کا جو اس مدرسہ کے بانی ہیں اور جو ود ابھی چھوٹا دکھلائی دیتا ہے مگر جس کی نسبت خدا سے اُمید ہے کہ اُسکے فضل سے کسی وقت بڑا مدرسہ ہو جائیگا تہ دل سے شکر کرتا ہوں کہ انھوں نے مجھ سے عاجز آدمی سے درخواست کی کہ میں یہاں حاضر ہو کر انعام تقسیم کروں گو میرے ہاتھ اس انعام کے تقسیم کرنے کے لایق نہوں مگر انجمن اسلامیہ کے ممبروں کے ارشاد کی تعمیل سے میں نے اُس کو تقسیم کیا ہے خدا کرے یہ تقسیم اس اسکول کو اور اسکول کے لڑکوں کو مبارک ہو (چیئرز)۔ میرے دوست خواجہ یوسف شاہ صاحب نے اس سکول کا کچھ حال اور اُسکی بنا اور قیام کا کچھ تاریخی حال بیان کیا ہے مجھے اُسکے سُننے سے خوشی بھی ہوئی اور افسوس بھی ہوا۔ میں خیال کرتا ہوں کہ خوشی کے اظہار سے پہلے افسوس کا بیان کروں تاکہ آپ کو منتظر نہ رہنا پڑے۔ معلوم ہوا کہ مدت سے یہاں کے بزرگوں کو ایک ایسے اسکول کے قایم کرنے کا خیال تھا۔ جیسے روشن ضمیر ممبر اور اپنی قوم کے لیئے دین و دنیا کی ترقی چاہنے والے اس شہر میں ہیں جو شہر کہ چھوٹا بھی نہیں ہے اور مسلمانوں کی آبادی کے لحاظ سے تجارت گاہ ہونے کے سبب سے بمقابلہ اور مقاموں کے کم آباد اور کم دولتمند بھی نہیں ہے کسی اور شہر میں کم تر ہونگے مگر افسوس ہے کہ انھوں نے کوئی ایسا کام نہیں کیا جس کی اُمید آگے چلکر کچھ زیادہ ہو مسلمانوں کا شہر مسلمان نیک لوگوں کی آبادی مسلمانوں کی تجارت گاہ ہونے کے لحاظ سے یہ امر بڑے افسوس کا ہے کہ یہ مدرسہ ریاست بہاول پور کی مدد پر چل رہا ہو اور پھر اُسپر گورنمنٹ کی مدد کی بھی حاجت ہو۔ اگر میں سُنتا کہ شہر کے مسلمانوں نے فیاضی سے اسقدر مدد دی کہ اخراجات سے بھی زیادہ روپیہ ہو گیا تو میں بہت خوش ہوتا۔ آپ مجھ کو معاف کیجیئے گا میں اپنے اس خیال کے اظہار سے باز نہیں رہ سکتا کہ مجھے اُمید ہے کہ آپ لوگ کسی دن اِس طرف متوجہ ہو کر اپنے معمولی اور خصوصاً غیر ضروری اخراجات اور اپنے آرام کے مصارف اپنی رسومات کی فضول خرچیوں کو کم کر کے اپنے بچوں کے حال پر رحم کر کے آپس کی امداد سے اس مدرسہ کو غنی کریں گے اور اعلیٰ درجہ تک پہنچا دیں گے۔ اے میری قوم کے لوگو کیا ہماری قوم ایسی بھی نہیں رہی ہے کہ اپنے بچوں کی ابتدائی تعلیم کا بھی بغیر بہاول پور کی ریاست اور گورنمنٹ کی مدد کے بندوبست

نہ کر سکے کیا اب ہماری قوم کے لوگ اپنے بچوں کی روٹی اور پیٹ بھرنے کے واسطے بھی گورنمنٹ کو
تکلیف دینگے اور اُس سے مدد مانگیں گے۔ آپ خوب خیال رکھیے کہ گورنمنٹ کی مدد ہمارے
آزادانہ انتظام میں کچھ نہ کچھ مخل ہوتی ہے جو ہم کرنا چاہتے ہیں اس میں بہت سی پابندیاں کرنی
پڑتی ہیں تمہاری ذاتی مدد میں تمکو کسی کی پرواہ نہ ہوگی جب تم اپنی مدد سے اپنا مدرسہ جاری
کروگے تمکو اختیار ہوگا چاہو قرآن پڑھاؤ چاہو مذہب کی تعلیم کرو چاہو دینی کا درس دو غرضکہ جو چاہو
سو کرو یہ باتیں ہرگز تمکو اسوقت تک حاصل نہیں ہوسکینگی جبتک تم گورنمنٹ کا ایڈ پاتے رہوگے مجھکو کچھ شک نہیں
ہے کہ تم اس لائق ہو اور ضرور ہو کہ یہ کیا ایک اسکول ہے تم سینکڑوں اسکول قائم کر سکتے ہو۔ قوم
کے حال پر یہی امر بڑا افسوس دلانے والا ہے کہ ہمارے قوم کے لوگ گورنمنٹ کی مدد کے محتاج رہتے
ہیں مگر یہ افسوس اسی اسکول پر نہیں ہے بلکہ ہر جگہ یہی افسوس ہے ہم خود بھی اسی افسوس
میں شامل ہیں صرف اتنا فرق ہے کہ جب ہماری قوم چھوٹے چھوٹے کاموں کے لیے بھی
بیرونی امداد پر بھروسا کرتی ہے تو یہ افسوس زیادہ ہوتا ہے۔ مجھے جس بات کی خوشی ہوئی وہ
یہ ہے کہ ہماری قوم جو بالکل غفلت میں پڑی تھی اور اسکو ذرا بھی خیال نہ تھا کہ اپنی اولاد یعنی
اپنے بچوں کے لیے کیا کرنا چاہیے اُسپر اب لوگ متوجہ ہوتے ہیں زیادہ خوشی اس بات
سے ہے کہ یہ امر کچھ امرتسر ہی پر نہیں ہے بلکہ اور مقاموں پر بھی اسی قسم کی کارروائی ہو رہی
ہے بڑی خوشی کی بات ہے کہ امرتسر نے بھی اس معزز کام کو اختیار کیا ہے اور آپ لوگوں
کی کوشش امرتسر میں ایک اسکول قائم کرنے کی طرف مائل ہوئی ہے اور اسمیں مذہبی تعلیم
کی بھی بنیاد پڑی ہے۔ یہ وہ خیال ہے جو بارہ[12] برس پہلے میرے خیال میں آیا تھا میں نے خیال
کیا تھا کہ ہر مسلمان جو خدا پر یقین رکھتا ہے اور جو اسلامی مذہب رکھتا ہے اُسپر فرض ہے کہ
اپنے بچوں کی دینی تعلیم سے بھی غافل نہو میں نے جو انعام آپکے کہنے سے تقسیم کیا اور یہ بڑی
عزت ہے جو آپنے مجھکو دی ہے تو اس بات کے دیکھنے سے مجھے زیادہ خوشی ہوئی ہے
کہ چھوٹی عمر کے لڑکے بھی انعام پانے والوں میں شامل تھے۔ جسقدر ایسے لڑکے اس قسم کے انعام
پانے والوں میں شامل ہیں اُسیقدر قوم کو ملک کو اسکول کو مبارکباد دینا چاہیے اسی سے آیندہ
ملک کی بہبودی اور ترقی کی اُمید ہے مجھے اُمید ہے کہ یہ جماعت روز بروز ترقی کرے گی۔ آپ
مجھے معاف کرینگے اگر میں کچھ اپنا خیال بچوں کی مذہبی تعلیم کی نسبت بیان کروں۔ کُتب مذہب
اسلامیہ میں اعلےٰ سے اعلےٰ مسائل عقاید اور ادنےٰ سے ادنےٰ باتیں بھی بیان ہوئی ہیں بہت سے
ایسے مسائل بھی ہیں جو اس لیے کتابوں میں مندرج ہیں کہ اگر اتفاقیہ ضرورت پیش آوے تو جسکو
ضرورت ہو دیکھ لے یا پوچھ لے۔ جب اسقدر جزئیات اُن کتابوں میں مندرج ہیں تو ضرور ہے

کہ اُن میں بہت سے مسایل ایسے بھی ہیں جن کو بھائی بہن سے باپ بیٹے سے صاف صاف بیان نہیں کرسکتا۔ مذہب اسلام میں جہاں اور بہت بڑے بڑے اصول ہیں وہاں یہ بھی بہت بڑا اصول ہے کہ الحیاء من الایمان اس لیئے میں مذہبی کتابوں کے معلموں سے نہایت عاجزی سے کہتا ہوں کہ اُن مسایل کی تعلیم اس طرح پر ہونی چاہیئے کہ لڑکوں کی حیاء باقی رہے اور یہ نوبت نہ آجائے کہ لڑکوں میں بےغیرتی آوے اور اُن کے ساتھ کے غیر مذہب کے لڑکے بلکہ خود اسی مذہب کے لڑکے باہر جاکر دل لگی کی طرح پر ہنسی اڑاویں حجاب اور شرم جس جیسے کہ باقی رہے اسیطرح پر تعلیم ہونی چاہیئے اور اس کا خیال رکھنا نہایت ضرور ہے ۔

اب میں اسکول کے مسلمان طلبہ کی نسبت چند لفظ کہنا چاہتا ہوں ۔ اگرچہ اکثر لڑکے بہت چھوٹی عمر کے ہیں جو شاید اس بات کو اچھی طرح نہ سمجھ سکیں لیکن کچھ لڑکے زیادہ عمر کے بھی ہیں اس لیئے میرا یہ کہنا شاید بیجا نہ ہوگا ۔ ہماری قوم کے لڑکے اس بات کو یاد رکھیں کہ ہمارا باعث نجات طریقہ اسلام کا ہے اسکو ہم قایم رکھیں اسلام نے ہمکو یہ بھی سکھایا ہے کہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ دوستانہ اور برادرانہ سلوک رکھیں میں اس اسکول کو مبارکباد دیتا ہوں کہ اس میں ہندو اور مسلمان دونوں قوم کے لڑکے شامل ہیں ہندو ہمارے ہموطن بھائی ہوگئے ہیں جس نے جامۂ انسانیت پہنلیا ہے اُس کی یہ خواہش ہوگی کہ ہندوستان میں دونوں قومیں برابر ترقی کریں ہندو ہوں یا مسلمان یا ہندوستان کی کوئی قوم ہو ملک کی بہتری کے لیئے سب کو ایک ہونا چاہیئے اسکول کے طالب علموں میں علاوہ ہموطن بھائی ہونے کے اسکول بھائی ہونے کی بھی صفت ہوتی ہے اُمید ہے کہ یہ طالب علم سیلف لیف کے زمانہ کو پہنچکر باہم محبت رکھینگے جس سے مُلک کو ترقی ہوگی اب میں دوبارہ شکریہ کرتا ہوں اُس عزت کا جو ممبروں نے مجھے دی ہے اور جس سے مجھ کو ان چند الفاظ کے کہنے کا موقع ملا (چیئرز) ۔

۲۹

شکریہ

جو مدرسین مدرسۃ المسلمین امرتسر نے جناب آنریبل سید احمد خاں صاحب خان بہادر سی ایس آئی کی خدمت میں پیش کیا

عالی جناب ۔

ہم جملہ مدرسین مدرسۃ المسلمین امرتسر ہندو و مسلمان آپ کی تشریف آوری سے جس کے لیئے ہم کیا بلکہ ہر شخص بہت دنوں سے اور دل سے مشتاق و منتظر تھا۔ اپنی اُمیدوں کے حسب منشاء پورا ہونے پر اعلےٰ درجہ کی خوشی اور مؤدبانہ شکریہ کا اظہار کرتے ہیں ؁

جب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ ہمارے وہ بزرگ آج ہمارے سامنے موجود ہیں جو تھوڑا عرصہ گذرا کہ مقام پٹنہ میں ایک جم غفیر کے سامنے باآواز بلند ہندو اور مسلمانوں کو ہندوستان کی دُلہن کی دو رسیلی آنکھیں قرار دیکر اُس کی خوبی اور قدر و منزلت کے لیئے یہ ضروری تصور فرماتے تھے کہ برابر دونوں کی غور و پرداخت ہو۔ برابر دونوں کو فروغ ہو۔ جب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ ہمارے غریب اور کس مپرس ملک کی ترقی کے وہ سچے خیر خواہ ہمارے سامنے موجود ہیں جو اپنے قلم جادو رقم سے لارڈ مکالی کی روح میں جان ڈالتے ہیں اور اپنی تحریروں سے اُن لوگوں کی تحریروں اور تقریروں کو رد کرتے ہیں جو اہل ہند کی تعلیم کو مشرقی علوم کی متعدد کتابوں اور پُرانے اور نامکمل خیالات پر محدود رکھنا چاہتے ہیں جب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ آج ہمارے مدرسہ میں ہمارے اور ہماری آیندہ نسلوں کی علمی اور عقلی اور اخلاقی ترقی کے وہ سچے مربی رونق افروز ہیں جنھوں نے اپنی کبھی جنبش نہ کھانے والی ہمت اور استقلال اور اپنی تحریر و تقریر کے پُرزور اثر سے ہندو و مسلمان بلکہ بڑے بڑے مقتدر فاتح قوم کے اراکین سے بھی بلا قید مذہب چندہ لیکر مقام علیگڈھ میں وہ عالی شان اور مشہور و معروف کالج قایم کیا جس میں ابتدائی تعلیم سے لیکر یونی ورسٹی کی انتہائی تعلیم کا بندوبست ہے اور جو اپنی حیرت انگیز ترقی سے اس مُلک کے تمام پُرانے کالجوں سے سر برآوردہ ہوتا جاتا ہے اور جب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ ہمارے پچیس کروڑ ہندوستانیوں کے وہ فصیح البیان خیرخواہ

آج یہاں تشریف فرما ہیں جو اپنے ملک کے وکیل ہو کر کلکتہ کونسل ہال میں کھڑے ہو کر بید ھڑک اپنے بے زبان موکلوں کی وکالت کرتے تھے۔ اُن کے حقوق کی طرف گورنمنٹ کو توجہ دلاتے تھے۔ اُن کی شکایات سے گورنمنٹ کو مطلع کرتے تھے۔ اُن کی امن و آسایش کے لیئے نیک قوانین بنانے میں صلاح دیا کرتے تھے۔ تو ہمارے دل اُس حقیقی خوشی اور احسانمندی سے لبریز ہو جاتے ہیں جو ہر شخص کے دل میں اپنے مربی اور محسن کی تشریف آوری سے ایک زبردست اثر پیدا کیا کرتی ہے جس کے روکنے سے وہ قدرتاً عاجز ہوتا ہے۔ کیا ممکن ہے کہ جس وقت ہم یہ خیال کریں کہ وہ سب کارنمایاں جن کا گننا بھی اس وقت بہت مشکل معلوم ہوتا ہے ہمارے ملک ہی کے ایک عالی دماغ اور بلند ہمت عالی وقار کی ہیں تو ہمارے دل میں خوشی اور فخر نہو۔ کیا ممکن ہے کہ وہ مرد خدا جس کا نام اُن سب کارنمائیوں کے سبب سے ہر خاص و عام کی زبان پر چڑھا ہوا ہے ہمارے شہر میں تشریف فرما ہو اور ہمارے مدرسہ تک قدم رنجہ فرماوے اور ہم اس میں اپنا اعزاز و امتیاز سمجھکر اُس کا شکریہ نہ بجالاویں۔ نہیں ہرگز نہیں۔ بلکہ ہم اسے اپنی خوش قسمتی و فخر سمجھکر بڑے ادب سے یہ دعا کر کر ختم کرتے ہیں کہ خداوند تعالےٰ آپ کی عمر کو درازی بخشے اور آپ کے قوائے جسمانی اور دماغی کو جو اپنی قوم و ملک بہتری کو اپنا اعلےٰ فرض جان کر اُس کی ترقی و بہبودی میں مصروف رہنا اپنا فخر جانتے ہیں تقویت دے۔ اور جس قدر خیر خواہی اور ہمدردی آپ کے دل میں ہے اُس کو اَور بھی زیادہ کرے۔ اور اس کے اظہار و تکمیل کا پورا پورا سامان آپ کے در دولت پر ہمیشہ مہیا رکھے۔ آمین ثم آمین۔

تم سلامت رہو ہزار برس
ہر برس کے ہوں دن پچاس ہزار۔

تقریر سید صاحب بجواب ایڈریس مدرسین مدرسہ اسلامیہ امرتسر

حضرات مدرسان مدرسۂ اسلامیہ۔

میں آپ کا دلی شکریہ اس ایڈریس کے پیش کرنے کا خصوصاً اُن الفاظ کا جو آپ نے براہ عنایت میری نسبت ظاہر کیئے ادا کرتا ہوں آپنے اپنے ایڈریس میں مدرسۃ العلوم کا کچھ ذکر کیا ہے اور میری کوششوں کا کچھ بیان کر کے مجھ کو اُس کا بانی قرار دیا ہے مگر حقیقت میں میں اُس کا مستحق نہیں ہوں کیونکہ میں نے تنہا کچھ نہیں کیا اور نہ کر سکتا تھا اس تعریف کے مستحق اور بانی ہونے کے لقب پانے کے اَور بہت سے لوگ مستحق ہیں جنھوں نے اس میں کوشش

کی اور مدد دی ہے جن میرے دوستوں نے اُس میں مدد کی اور جو بانی ہونے کے لقب کے سزاوار ہیں اُن میں سے دو دوست وہ ہیں (حاجی محمد اسمٰعیل خاں صاحب رئیس دتاولی اور راقم آثم اقبال علی کی طرف اشارہ کیا) جو یہاں بیٹھے ہیں اور وُہی شمول اَور دوستوں کے اس تعریف کے مستحق ہیں آپ نے ہندؤوں کے ساتھ ہمدردی کرنے کا جو بیان کیا ہے اُس کے متعلق مَیں اپنا خیال چند مختصر لفظوں میں ادا کرنا چاہتا ہوں میرا خیال یہ ہے کہ مذہب اسلام کا سب سے بڑا اصُول خدا کو ایک جاننا اور انسانوں کو بھائی سمجھنا ہے۔ آپ خیال کیجئے کہ انسان کی زندگی دو حصّوں میں بسر ہوتی ہے۔ ایک مذہب کے متعلق دوسرا دنیوی امور کے متعلق۔ مذہب کی رُو سے نہ میں کسی ہندو کی چتا پر جلوں گا نہ کوئی ہندو میری قبر میں دفن ہو گا مگر جو مخلوق کہ ایسی پیدا ہوئی ہے جیسے کہ ہم۔ جیسی صُورت خدا نے ہماری بنائی ہے ویسی ہی اُن کی بھی بنائی ہے۔ جس طرح کہ ہم آنکھ۔ ناک۔ کان رکھتے ہیں اُسیطرح وہ بھی آنکھ۔ ناک۔ کان رکھتے ہیں پس جو مخلوق اس صورت کی ہو اُن کے آپس میں بھائی ہونے میں کچھ شک نہیں اور یہی سبب ہے کہ ایک کا دوسرے سے دنیوی امور میں بہت کچھ تعلق ہے۔ پس اُن سب کے ساتھ اُس طرح سے ملنا لازم ہے جس طرح اپنے بھائی سے اور اُن کو بھی ایسا پیار کرنا انسانیت کا مقتضیٰ ہے جیسا اپنے بیٹے کو (چیئرز) ✦

۳۰

تقریر جو انجمن اسلامیہ امرتسر کے ایڈریس کے جواب میں بمقام امرتسر ۲۶- جنوری ۱۸۸۴ء کو کی

صدر انجمن و ممبران مجلس اسلامیہ و دیگر برادران و دوستان -
آج یہ دوسری عزت ہے جو امرتسر میں میری عزیز اور پیاری قوم نے مجھ کو دی ہے- گو میں اُس عزت کا مستحق نہیں ہوں مگر جو ہمدردی اور مُسافر نوازی میرے ہم وطن اور میری قوم کے بزرگوں نے امرتسر میں مُجھ ناچیز کے ساتھ کی اُس سے مجھے اُمید ہے کہ ہماری قوم میں اب یہ بات پیدا ہو چلی ہے کہ وہ جس شخص کو اپنے خیال میں مُلک کی بھلائی یا قوم کی خیر خواہی کرنے والا سمجھتے ہیں اُس کی قدر کرتے ہیں- میں قبول کرتا ہوں کہ یہ ایڈریس جو مجھے دی گئی ہے میں اُس کا مستحق نہیں ہوں مگر اس جوش سے جو اس وقت ظاہر کیا گیا ہے میں خُدا سے اُمید رکھتا ہوں کہ ہماری قوم میں ایسے لوگ پیدا کرے گا جو اس عزت کے مستحق ہوں گے (چیرز) میں سب سے زیادہ اپنے حالات جانتا ہوں میں ایک گنہگار شخص ہوں میرے اعمال اچھے نہیں ہیں مگر میرا دل خدا کی رحمت اور اُس کی بخشش سے مایوس نہیں ہے ایسے گنہگار کو مجلس اسلامیہ سے جس کا نام ہمیشہ مقدس ہے اور ہمیشہ مقدس رہیگا ایڈریس کا دیا جانا اُس کی بڑی اُمیدوں کا باعث ہے- مجھ کو اُمید پڑتی ہے کہ جس طرح بندوں نے میرے گناہوں سے چشم پوشی کرکے مجھ کو عزت دی ہے خُدا بھی میرے ساتھ اُسیطرح پیش آئے گا اور میرے گناہوں کو معاف کرے گا- آپ نے اس ایڈریس میں کچھ قومی ہمدردی کا ذکر کیا ہے- اس کا دعویٰ کرنا یا اُس کا مستحق ہونا بہت مشکل اور اہم امر ہے- میں اپنے تئیں نہ اس کے لایق سمجھتا ہوں نہ اس کا مستحق نہ اپنے میں ایسا مقدور دیکھتا ہوں کہ میں ایسا کام کروں جس سے میں اُس کا مستحق ہوں لیکن بے شک میرے دل میں ایک جوش اور ایک آرزو ہے کہ میری قوم جو ذلت میں پڑتی جاتی ہے- دولت سے محروم ہوتی جاتی ہے شان و شوکت کو جو باپ دادا کی کمائی تھی غارت کرتی جاتی ہے اُس کو پھر حاصل کرے جہاں تک مجھ سے ہو سکتا ہے میں اُس میں کوشش کرتا ہوں- مدرستہ العلوم بے شک ایک ذریعہ قومی ترقی کا ہے یہاں پر قوم سے میری مراد صرف مسلمانوں ہی سے

نہیں ہے بلکہ ہندو اور مسلمان دونوں سے ہے - مدرسۃ العلوم بلاشبہ مسلمانوں کی ابتر حالت
کے درست کرنے کے لیئے اور جو افسوسناک محرومی اُن کو یورپین سیاینس اور لٹریچر کے حاصل
کرنے میں تھی اُس کے رفع کرنے کو قایم کیا گیا مگر اُس میں ہندو مسلمان دونوں پڑھتے ہیں اور تربیت
جو ہندوستان میں مقصود ہے دونوں کو دی جاتی ہے - ہملوگ آپس میں کسی کو ہندو کسی کو مسلمان
کہیں مگر غیر ملک میں ہم سب نیٹو یعنی ہندوستانی کہلائے جاتے ہیں غیر ملک والے خدا بخش
اور گنگارام دونوں کو ہندوستانی کہتے ہیں غیر ملکوں میں جب ہملوگ جاتے ہیں تو ہندو اور
مسلمان کے نام سے نہیں پکارے جاتے ہیں بلکہ نیک دل لوگوں سے نیٹو یعنی ہندوستانی
کا اور تنگ دل لوگوں سے نیگرو یعنی کالے مُنھ یا وحشی ہندوستانی کا لقب دونوں کو
برابر ملتا ہے اور یہی سبب ہے کہ ہندوؤں کی ذلت سے مسلمانوں کی اور مسلمانوں کی ذلت
سے ہندوؤں کی ذلت ہے - پھر ایسی حالت میں جب تک یہ دونوں بھائی ایک ساتھ
پرورش نہ پاویں ساتھ ساتھ یہ دونوں دودھ نہ پئیں ایک ہی ساتھ تعلیم نہ پاویں ایک ہی طرح کے
وسائل ترقی دونوں کے لیئے موجود نہ کیئے جاویں ہماری عزت نہیں ہو سکتی - مدرسۃ العلوم
کے قایم کرنے میں میرا یہی مطلب تھا مگر میرا کیا مقدور تھا کہ میں اُس کو انجام دے سکتا میں
اُن لوگوں کا شکر گزار ہوں جنہوں نے اُس میں مدد کی - اس مد میں مَیں مسلمانوں کا استقدر مشکور
نہیں ہوں جس قدر ہندوؤں کا ہوں - جنہوں نے بطور خیرات کے اپنے بھائیوں کی مدد کی - مدرسہ
کی عمارت کی دیواروں اور محرابوں پر بہت سے ہندوؤں کے نام کندہ ہیں جس سے ہمیشہ کو یہ
یادگار قایم رہیگی کہ ہندوؤں نے اپنے درماندہ مسلمان بھائیوں کی کس فیاضی سے مدد کی تھی ؎

سرکاری نوکری کی بھی نسبت مجھکو یہ کہنا چاہیئے کہ کوئی وقار اور کوئی عزت کسی قوم کو
اُس وقت تک حاصل نہیں ہو سکتی جب تک وہ حکمران قوم کے ساتھ درجہ حاصل نکرے اور اپنے
ملک کی حکومت میں حصہ نہ لے دوسری قومیں مسلمانوں یا ہندوؤں کو محرّری یا ادنٰے عہدوں
پر دیکھکر عزت نہیں کرتیں اور نہ کر سکتی ہیں بلکہ جو گورنمنٹ اپنی رعایا کو اِس قسم کے اعزاز سے محروم
رکھے وہ بھی عزّت کی نظر سے نہیں دیکھی جا سکتی عزت تبھی حاصل ہو گی جب ہمارے ملکی بھائی
حکمران قوم کے ساتھ برابر کے عہدے رکھتے ہوں - گورنمنٹ نے صداقت اور نیک نیتی
نیک دلی اور انصاف سے اپنے ہر ملک کی رعایا کو اُن عہدوں کے پانے کے لیئے برابر
کا حق دیا ہے البتہ ہندوستانیوں کے لیئے بہت سی مشکلات اور بے انتہا موانع ہیں مگر
ہمکو استقلال کے ساتھ کوشش کرنی چاہیئے کسی تکلیف کے کسی مشکل کے کسی مصیبت کے
خوف سے پیچھے نہ رہنا چاہیئے - ہمارے ہندوستان کے بھائی بنگالیوں نے جو اِس زمانہ میں

ہندوستان کی تمام قوموں کے فخر اور سرتاج ہیں کوشش کرکے ایک درجن بنگالی سویلین بنا لیئے ہیں مگر اُن کے بھائیوں کو کسی مُلک کے ہوں خواہ پنجاب کے یا ہندوستان کے مُسلمان ہوں یا ہندو اُن کو شرم نہیں آتی کہ وہ پیچھے رہے جاتے ہیں اور اپنی قوم کی آنکھوں میں غیر قوم کی آنکھوں میں ذلیل ہوتے ہیں۔ بنگالیوں کے بعد مَیں اَور بھائیوں کی بھی قدر کرتا ہوں کہ اُنھوں نے بہت کچھ کیا ہے مگر مَیں اِس کہنے سے باز نہیں رہ سکتا کہ اُنہوں نے ابھی پورا کام نہیں کیا ابھی اُن کو بہت کچھ کرنا چاہیئے۔ ہم مُسلمانوں کو سب سے زیادہ غیرت کرنی چاہیئے کہ وہ سب سے پیچھے ہیں۔ اگر اُن کو یہ خیال ہے کہ اُن کے بزرگ بڑے معزّز اور ممتاز تھے تو اُن کو اَور بھی زیادہ غیرت کرنی لازم ہے مسلمانوں کا فرض ہے کہ کوشش کرکے اپنے ملک میں ایسے عہدے حاصل کریں جن کے حاصل کرنے کا حق گورنمنٹ نے اُن کو بخشا ہے۔ گو میں نے یہ جُملہ خاص مُسلمانوں کی نسبت کہا لیکن اگر میں لال بہاری۔ گنگا رام۔ خدا بخش میں سے کسی کو مجسٹریٹ یا کمشنر یا اسی طرح کے کسی عُہدہ کی کُرسی پر بیٹھا دیکھوں تو مجھ کو برابر خوشی ہوگی کیونکہ اُسی وقت ہمارے مُلک کے لوگوں کی دوسری قوم کی نظروں میں کس قدر عزّت ہوگی اسلیئے میں کہتا ہوں کہ تعلیم کے ساتھ کچھ اِس طرف بھی رغبت ہو کہ ہمارے ملک کے لوگ مقابلہ کا امتحان دیکر سِول سروس میں داخل ہوں۔

آپ نے براہ مہربانی میرے اُس ذرّیت میں سے ہونے کا جو مقدّس اور پاک ہے اُس ایڈریس میں ذکر کیا ہے میں خدا کا شکر کرتا ہوں کہ مَیں اُس پاک شخص کی ذرّیت میں ہوں جس کے لب مبارک جو آخری وقت پر ہلتے تھے تو اُمّتی اُمّتی کہتے تھے میں اس ذرّیت میں ہونے کا نہ اِس وقت بلکہ جب تک میں اِس دنیا میں ہوں فخر کروں گا اور مرنے کے بعد بھی مجھ کو اس کا فخر ہوگا مگر میں ٹھیک اُس ذرّیت میں ہونے کا اور اپنے **فخر عالم** دادا کے پوتے ہونے کا حق اُس وقت ادا کروں گا جب میں بھی مرتے وقت ایسی حالت میں کہ سانس کو سینہ میں گنجایش نہ رہی ہو اور ہونٹ بھی نہایت آہستہ اور خفیف حرکت کرتے ہوں **قومی قومی** کہتا ہوا مروں۔ میں دُعا کرتا ہوں کہ خدا ایسا ہی کرے۔ آمین۔ (بہت زور سے چیرز)

۳۱

سپاسنامہ ازجانب باشندگان ضلع گورداسپور ملک پنجاب

بعالی خدمت جناب آنریبل سید احمد خاں بہادر نجم الہند سی۔ ایس۔ آئی دام اقبالہ

جناب معلی۔ آپکی تقریب رونق افروزی گورداسپور کو باعث فخر و مباہات سمجھکر ہم سب لوگ بشوق دل آپکو خیر مقدم کہنے کے واسطے حاضر ہوئے ہیں ۔

گو ہم میں سے اکثروں کو آپ کی زیارت کرنے کا موقع اس سے پیشتر حاصل نہیں ہوا الاجناب کا نام نامی جو بسبب فنافی القوم ہونے اور قومی خدمات کے سبب سے نہ صرف خطۂ ہند میں بلکہ دور دراز ممالک میں بھی اظہر من الشمس ہے اُس کے دل افروز پرتوہ سے یہ گوشۂ پنجاب بے نور نہیں تھا۔ اور اس لیئے جو محبت اور عقیدت ایک سچے اور راست باز محب قوم اور خیر خواہ ملک سے قدرتاً قوم اور باشندگان ملک کو ہونی چاہیئے اُسکے ثبوت کے لیئے آج کی روز کسی خاص اظہار کی ضرورت نہیں بلکہ قوم کے اُس طریق عمل اور جوش محبت سے جو آپ اپنے گرد و پیش دیکھ رہے ہیں یہ مقصود حاصل ہے ۔

آپکے لاانتہا انتھک اور مسلسل رفاہ عام کے کاموں اور خصوصاً مسلمانوں کے ڈوبتے قومی جہاز کو بحر ناامیدی سے کنارہ مراد کی طرف تن تنہا دلیرانہ (فمن یتوکل علی اللہ فہو حسبہٗ) پڑھکر ڈھکیلنے سے جو جو محنتیں تکالیف مزاحمتیں جناب نے اُٹھائی ہیں اُس سے ہم لوگ ناواقف نہیں ہیں ۔

تشریحاً اُن سب امور رفاہ عام کو جو آپ کی ذات والاصفات سے ظہور پذیر ہوئے ہیں ذکر کیا جاوے تو ہمارا یہ ایڈریس طول ہو جاویگا اس لیئے مختصراً عرض ہے کہ آپ کی وفادارانہ خدمات سلطنت ایام نازک ۱۸۵۷ء میں باعث فخر قومی ہیں۔ آپ کا معدلانہ طریق ایام حکومت جو ذیشل ضرب المثل رہیگا۔ مدرسۃ العلوم علیگڈھ کی بنا اور اُس کا عدم سے حالت موجودہ تک پہنچانا اور اُسکی آیندہ ترقی میں بدل و جان ساعی رہنا قوم پر وہ بھاری احسان ہے کہ نہ صرف موجودہ نسلوں کے لیئے بلکہ خدا کے فضل و کرم سے آیندہ ابدالاباد تک قوم کی خوشحالی سرسبزی بنیاد

اور روحانی نعمتوں کا ذخیرہ لازوال آپنے مہیا کر دیا ہے۔ جس کا شکریہ فرزندان ہند کی ہر ایک نسل پر واجب لازم ہے ❖

شخصی کام ہمیشہ معرض زوال میں رہتے ہیں مگر جس عاقلانہ اور مدبرانہ تدبیر سے آپ نے اس قومی گھر کی قوم کی طرف سے بنیاد رکھی ہے۔ ہم بصدق دل خدا سے التجا اور دعا کرتے ہیں کہ جب تک خاک ہند کی نسلیں دنیا پر قایم ہیں یہ قومی ملجا ہمیشہ قایم رہیگی۔ آمین ❖

طریق تعلیم اور نگرانی اخلاق طلبا اور انتظام مدرستہ العلوم نہایت قابل اطمینان سُنے جاتے ہیں جس کی تحسین اور مبارکباد کے مستحق عموماً منتظمان وارکان مدرستہ العلوم اور خصوصاً آپ ہیں ❖

ایک اور امر جس کی طرف آپ کا صلح کل خیال ہمیشہ مبذول رہا قابل نہایت طمانیت و شکر گزاری عامہ ہے اور وہ اتحاد مابین ہر فرقہ بشر اور خصوصاً ہندو اور مسلمان گروہان عظیم ہند کا ہے۔ آپکی تقریر ۱۸۸۳ء بمقام لاہور اور سال گذشتہ کا لکچر بمقام پٹنہ ایک مؤثر ہدایت اور کامل ثبوت آپ کی دلپذیر نیکوئی کا ہے جسکو ہم کبھی نہیں بھولینگے۔ جو نعمتیں اور برکتیں اس اتحاد سے ایک با امن اور عادل سلطنت قیصر ہند میں ہم باشندگان ملک کو حاصل ہو سکتی ہیں ان کا اظہار آپ کے عالی خیالات سے بخوبی ہوتا ہے اور یہ اُس پاک خیال کا نتیجہ ہے کہ آپ نے خوان نعمت مدرستہ العلوم علیگڈھ بلا تمیز ملت ہر فرقہ اہل ہند کیواسطے عام کیا ہے ❖

لیجس لیٹیف کونسل ہند کے آنریبل ممبر ہونیکی حیثیت سے جو کچھ ملک کو فوائد آپکی رفاہ جو اور منصفانہ وکالت سے پہونچے ہیں اُن کا ہم لوگ تہ دل سے شکریہ ادا کرتے ہیں۔ آپ کی تقاریر باجلاس لیجس لیٹیف کونسل کو ہم نہایت غور اور توجہ سے پڑھتے اور سُنتے تھے اور اطمینان کے ساتھ فخر کرتے تھے کہ ہمارا راست باز وکیل نہایت مؤثرانہ اور مؤدبانہ ہمارے حقوق ہماری دلی خواہشوں اور فواید کو اُس عالی کونسل میں پیش کر رہا ہے جسکی نظیر دنیا میں بہت کم ملتی ہے ❖

اخیر پر ہم اپنے اس ناچیز سپاسنامہ کو اس سپاس پر ختم کرتے ہیں کہ خداوند کریم قوم اور ملک کے بھاگوں سے آپ کو اُس عرصہ دراز تک زندہ و تندرست اور خوشحال رکھے اور ہمیشہ آپ کا مددگار ہو۔ آمین ❖

سید صاحب کا جواب اڈریس

بزرگانِ من۔

آج اس پلیٹ فارم پر ایسے مقام میں جو پنجاب کے کونہ پر واقع ہے اس ہمدردی سے

جو میری عزت کی گئی ہے ہمیشہ جب تک میں زندہ رہوں گا اُسکو یاد رکھوں گا سچ بات تو یہ ہے
کہ جن چیزوں کا آپنے براہ مہربانی مجھ کو مستحق تصوّر کیا ہے درحقیقت میں اُس کا مستحق نہیں
ہوں (لوگوں نے کہا نہیں نہیں) لیکن جو کچھ آپ نے کیا یہ آپ کی برادرانہ شفقت سچی محبت
ہمدردی اور جوش حُبّ قومی کا سبب ہے۔ آپ نے جو کچھ ذکر میری خدمات ۱۸۵۷ء کا کیا
اگرچہ جس شخص نے میرے سامنے یہ اڈریس پڑھی اُس کی خدمتیں مجھ سے بہت زیادہ ہیں اور
وہ مجھ سے بہت زیادہ تعریف کا مستحق ہے لیکن میں خوش ہوں کہ کچھ خدمتیں برٹش گورنمنٹ
کی اُس مکروہ زمانہ میں مجھ سے بھی ہوئیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ ہر مُسلمان پر بلکہ ہر رعایا پہ جو عادل
گورنمنٹ کی رعایا ہو ایسا ہی کرنا فرض ہے۔ **مدرستہ العلوم** جس کا آپ نے بہت
تعریف کے ساتھ ذکر کیا ہے واقعی ہماری قوم کے لیئے جس میں ہندو اور مسلمان سب
شامل ہیں ایسا ہی ہوگا جیسا آپ نے اُس کو خیال کیا مگر خدا اُس کو پورا کرے۔ اُس کے
بانی ہونے کا خطاب جو آپنے مجھے دیا ہے اصل میں اس کا استحقاق اُنہی لوگوں کو حاصل ہے
جنہوں نے روپیہ اور محنت سے اُس میں مدد کی اور مدد دیتے جاتے ہیں قومی کام میں واقعی
اُس وقت تک مدد نہیں ہو سکتی جب تک کہ لوگوں کے دلوں میں مُلک کی بھلائی قومی ہمدردی
اپنے مُلک کے تمام بچّوں کی تربیت کا جوش نہ آجائے بے شک مَیں اس قدر کہوں گا کہ یہ جوش
میرے دل میں ہے مَیں ضرور کہوں گا اور یقین دلاؤں گا کہ میرے دل میں یہ جوش شاید زیادہ
ہے اُسی کے سبب سے میں نے قوم کی کچھ خدمت کی ہے اُس کے قوم بنانے کی مجھے تمنا
ہے مجھے اُمید ہے کہ ہندوستان میں جس میں خدا نے ہمکو اور ہمارے ہندو بھائیوں کو آباد
کیا ہے جس سے اُس کا منشا پایا جاتا ہے کہ ہم دونوں گروہ بھائی ہو کر اور ایک دوسرے کو بھائی سمجھکر
ایک دوسرے کو مدد دیں روز بروز ترقی کریگا پنجاب اور پلیٹ فارم گورداسپور پر یکجائی مجمع ان دونوں
گروہوں کا دیکھکر معلوم ہوتا ہے کہ ایک دوسرے کی مدد کرتا ہے اسی چیز کی ہندوستان میں ضرورت
ہے میرے یہاں آنے میں دونوں گروہوں نے ایک ساتھ خوشی کی اور ایک ہی سا ہمدردی
کا اظہار کیا جس سے میری اُمید کو بہت تقویت ہوتی ہے۔ میری دُعا ہے کہ خدا ہندوستان
میں ہندو اور مُسلمان دونوں کے دلوں میں ایک دوسرے کی مدد کا خیال پیدا کرے اور
ایک کو دوسرے کا حامی کرے۔ آمین۔ اب میں اُس عنایت و محبت کا جو آپ جیسے بزرگوں
اور سرداروں نے مجھ جیسے ناچیز کے ساتھ اس پلیٹ فارم پر کی ہے دوبارہ شکریہ ادا کرتا ہوں۔

۳۲

لکچر جو مدرسۂ گورداسپور پنجاب میں ۲۷ جنوری ۱۸۸۴ء کو دیا

پریسیڈنٹ و دیگر بزرگان و طالبعلمان۔

اِس وقت میں آپ صاحبوں کی خدمت میں تعلیم اور اتفاق پر چند الفاظ بیان کروں گا۔ جیسا کہ مجھ سے ارشاد کیا گیا ہے۔ اے صاحبو مَیں اس لایق نہیں ہوں کہ اس ہال میں جو ایک تعلیمگاہ ہے جس میں لایق ھیڈ ماسٹر اور ٹیچر موجود ہیں اور اور بھی بہت سے لایق لوگ تشریف رکھتے ہیں تعلیم و تربیت کے باب میں کچھ کہنے کی جرأت کروں مگر میں اپنے خیال نسبت تعلیم اور اتحاد کے جو کچھ کہ ہیں اس لیئے بیان کرنے کی جرأت کرتا ہوں کہ جو کچھ اُس میں غلطیاں ہوں گی اُس کی اصلاح ہو جاسئے گی۔ اے صاحبو ہمارے ملک ہندوستان میں جو کہ غالباً صدیوں سے ان دو قوموں سے جو ہندو اور مسلمان کے لفظ میں تقسیم کی گئی ہیں آباد ہیں اُن کے بزرگوں کی عظمت اور فضیلت اور ناموری ایسی نہ تھی جو بھُولی جاوے ہندؤں کے بزرگ جس قدر کہ اُنھوں نے تمام علوم ریاضیات۔ ہندسہ۔ حساب۔ لاجک۔ فلاسفی نارل سینس میں ترقی کی آج تک اُن کی یادگار نشانیاں ہیں جس سے اُن کی اولاد کو فخر ہے۔ مُسلمان بعد کو اِس ملک میں آکر آباد ہوئے وہ بھی اپنے بزرگوں کی عمدہ تحریرات عمدہ تالیفات اور تصنیفات پر فخر کرتے ہیں۔ اُنھوں نے علم کی ہر شاخ میں ترقی دی گو یہ علم یونانیوں سے حاصل ہوئے مگر اُنھوں نے اُس کو ایسے درجہ ترقی پر پہنچایا کہ یونان اور انگلستان دونوں کو اُن کی شاگردی سے فخر حاصل ہوا۔ یہ باتیں یقیناً بہت سے لڑکے اور جوان یاد کر کے فخر کرتے ہوں گے مگر اے دوستو بزرگوں کی بات یاد کر کے فخر کرنا اور خود کچھ نہ ہونا حمیت کے خلاف ہے بلکہ اپنی جہالت اور کم علمی سے اُن بزرگوں کے نام کو بھی بٹہ لگانا ہے نہایت افسوس ہے ان دونوں قوموں پر جن کے بزرگ ایسے گذرے اور یہ جہالت میں پڑ کر بزرگوں کو بھی بدنام کریں اس زمانہ میں علم کا بہت چرچا ہو رہا ہے لیکن ہمکو تعلیم کے معاملہ میں اوّل غور کرنا چاہیئے کہ کیا چیز ہے جس کو ہم سیکھیں اور کیا چیز ہے جس کا سیکھنا ہمکو مفید نہ ہوگا۔ میں اُس بزرگ زبان کو جو سنسکرت ہے جس کو ہمارے ملک کے باشندوں کا ایک حصہ عزیز رکھتا ہے اور واقعی وہ اپنا ثانی بھی نہیں رکھتی ہے یا اُس مقدس زبان کو جو عربی کہلاتی ہے جس کو میں اس سے مقدس سمجھتا ہوں اور جو اِس قابل بھی ہے کہ تمام علوم اور سینس اُس میں لائے جاسکتے ہیں اسے

پسند کرتا ہوں - مگر باوجود اِن سب خوبیوں کے جو اُن زبانوں میں ہیں سوال یہ ہے کہ ہمکو کیا کرنا
چاہیئے اگر ہم بغیر غور اور خیال ضرورت کے تعصب یا نیچرل خواہش سے اپنی اُن دونوں زبانوں
کو تعلیم کا ذریعہ قرار دیں تو یقین کرنا چاہیئے کہ جس چیز کے حاصل کرنے کی ہمکو ضرورت ہے
اُسکو چھوڑ بیٹھیں گے (چیئرز) - میرا مطلب یہ نہیں ہے کہ ان مقدس اور پُرانی زبانوں کو
بالکل چھوڑ بیٹھیں - سمجھنے کی یہ بات ہے کہ بالفعل ہمکو ضرورت کس چیز کی ہے اور کون زبان
ہمکو علوم کے اعلٰے مطالب کی طرف لیجا سکتی ہے - اُس کے جواب میں یہ کہونگا کہ انگلش
لینگوج - ایک زمانہ تھا کہ ہمارے ہاں کی کتابیں علوم اور فنون سے بھری ہوئی تھیں مگر اب
دیکھنا چاہیئے کہ علوم اور فنون نے کہاں تک ترقی کی - میں سمجھتا ہوں کہ جن علوم کے بیج ہمارے
بزرگوں نے بوئے تھے وہ اب برومند اور تناور درخت ہو گئے ہیں، اور اُن میں ایسے پھل
پھول لگے ہیں اور ایسی خوشنما شاخیں نکلی ہیں اور ایسے لذیذ میوے لگے ہیں کہ وہ ایک نئے درخت
معلوم ہوتے ہیں - علوم جدیدہ جو بالکل نئے ہوں اور جن کا وجود مطلقاً ہمارے بزرگوں کے
زمانہ میں نہ پایا جاتا ہو واقعی تھوڑے ہیں اور زیادہ وہی ہیں جو اگلے بزرگوں کے پاس تھے مگر
حقیقت میں اُس وقت وہ بیج تھے اور اب وہ پھلدار درخت ہو گئے ہیں - پس اب ہمارا اُن
بیجوں پر ہی فخر کرنا اور اُن بارآور درختوں کے سایہ سے فایدہ نہ اُٹھانا اور اُن لذیذ میووں کے
ذائقہ سے محروم رہنا ہمکو نہ کچھ فایدہ دینے والا ہے نہ کچھ عزت بخشنے والا اگر ہم ہی علوم میں ترقی
کرتے جاویں تو اُن بیجوں کا جو ہمارے باپ دادا نے بوئے تھے ہمکو فایدہ حاصل ہوگا
نہیں تو ہم اُن پُرانے کہنہ گلے ہوئے بیجوں کو جن میں بسبب کہنگی کے نمو کی بھی طاقت نہیں
رہی ہے ہاتھ میں لئے بیٹھے رہیں گے - ہمکو اب ہری ہری شاخیں اور میوے دار ٹہنیاں
لینی چاہئیں - جو میووں کے گچھے اُس میں لٹک رہے ہیں اُن سے تمتع حاصل کرنا چاہیئے -
پس اب یہ بات قابل دیکھنے کے ہے کہ وہ علوم کن کن زبانوں میں ہیں اور اُن میں سے ہمکو
کس زبان کو اختیار کرنا چاہیئے تمام یورپ میں فرنچ زبان سب سے اعلٰے اور سب سے
زیادہ شیریں اور سب سے زیادہ پولیٹ ہے - علوم جدیدہ بھی فرنچ زبان میں بہت زیادہ ہیں
اور قریب زمانہ آنے والا ہے کہ جرمن زبان بھی اُس سے زیادہ علوم کے لیئے مخزن ہو جاوے
گی مگر وہ دونوں زبانیں ہمارے اختیار سے باہر ہیں - یہ علوم انگلش لینگوج میں بھی ہیں
اور ہم جو کچھ ترقی کر سکتے ہیں اسی زبان کے ذریعہ سے کر سکتے ہیں - ہم انگلش گورنمنٹ کے
زیر سایہ بستے ہیں جس میں ہمکو ہر طرح کا امن و امان حاصل ہے - ہمکو اپنی گورنمنٹ کا بہت شکر گزار
ہونا چاہیئے کہ اُس نے ہمکو امن و امان کے سوا تعلیم میں بھی ایسی مدد دی ہے کہ کوئی سلطنت

کوئی بادشاہت ایسی ہمکو نظر نہیں آتی جس نے اپنی رعایا کی تعلیم میں ایسی مدد کی ہو اور عمدہ سامان تعلیم کا مہیا کر دیا ہو۔ ہندو اور مسلمان دونوں مجھ کو معاف کریں گے اگر میں یہ کہوں کہ بنارس کے گھاٹوں کی سیڑھیوں پر دریوزہ گری کر کے یا مسجد یا خانقاہوں میں بھیک کے ٹکڑے کھا کر پڑھنے اور ان عمدہ تعلیمگاہوں میں تعلیم پانے میں کس قدر فرق ہے۔ گورداسپور کوئی بڑا مقام نہیں ہے مگر دیکھیئے کہ گورنمنٹ کی طرف سے تعلیمگاہ موجود ہے پس کوئی وجہ نہیں ہے کہ ہم شکرگزاری کے ساتھ تعلیم کا فایدہ نہ اُٹھاویں (چیرز)۔ مگر اے دوستو میری رائے اور میرا خیال یہ ہے کہ کوئی گورنمنٹ ہر ایک قوم کی تعلیم کا ذمہ اپنے اوپر نہیں لے سکتی ہے بلکہ میں مضبوطی سے اس رائے پر ہوں کہ ممکن نہیں کہ گورنمنٹ اپنی تمام رعایا کی تعلیم کر سکے۔ اس سے بھی سخت میری رائے یہ ہے کہ کوئی قوم جس کو اپنے بچوں اور قوم کی تعلیم کی خواہش ہو جب تک وہ تعلیم کو اپنے ہاتھ میں نہ لیوے اُسکی خواہش کا پورا ہونا غیر ممکن ہے۔ جو کچھ مجھے افسوس ہے یہی ہے کہ ہماری قوم کو ہر جگہ یہی خواہش ہے کہ گورنمنٹ اسکول قایم ہو مگر یہ خواہش کسی طرح پوری نہیں ہو سکنے کی کیونکہ گورنمنٹ کی آمدنی بلحاظ اُس کے اَور مصارف کے کسی قوم کی تعلیم کے واسطے کافی نہیں ہو سکتی ہندوستانیوں کو ترقی اُس وقت ہوگی جب وہ اپنے باہمی چندہ۔ اپنے انتظام۔ اپنی قوت سے بلا مداخلت گورنمنٹ اور اُسکے افسروں کے اپنی خودسری اور اپنی مرضی کے موافق اپنے بچوں کی تعلیم کریں (چیرز) اے دوستو تم اس بات کو خیال کرو کہ گورنمنٹ جو ایسی وسیع مملکت ہندوستان میں حکومت کرتی ہے جس میں مختلف قومیں مختلف اغراض کے لوگ بستے ہیں۔ وہ کسی ایک قوم کی طرفداری یا بہتری کی کوشش نہیں کر سکتی اُسکو لازم ہے کہ اُس کے قواعد تعلیم ایسے ہوں جو یکساں سب سے متعلق ہو سکتے ہوں اور جیسا کہ میں نے بیان کیا کہ قوم کی ضرورتیں مختلف ہیں پس گورنمنٹ اپنی دُور اندیشی کے قاعدہ سے کسی خاص فرقہ کی خاص ضرورتوں کو پورا نہیں کر سکتی اور ہرگز نہیں کر سکتی ایک بات اَور خیال کرنے کی ہے کہ انگریزی گورنمنٹ کی کچھ ہی تعریف کی کچھ ہی تعریف کی جاتی ہو۔ کچھ ہی عمدگی اُس میں ہو مگر سب سے زیادہ عمدگی جو اُس میں ہے وہ یہی ہے کہ وہ تعلیم مذہبی سے بالکل علیحدہ ہے اگر گورنمنٹ کسی مذہبی تعلیم میں دخل دے گو کہ وہ نیک نیتی اور نیک دلی ہی سے کیوں نہ ہو ہمکو شبہ میں ڈالے گا اور بہت بُرا خیال ہمارے دل میں پیدا ہوگا۔ اس سبب سے بچوں کی تعلیم مذہبی گورنمنٹ کی مصلحت اُسکی پالیسی اور اُس کے انتظام حکومت کے بالکل خلاف ہے۔ پس اگر گورنمنٹ کے اسکول ہماری دنیوی تعلیم کے واسطے کافی ہوں تب بھی ایک ضروری جزو مذہبی تعلیم کا رہا جاتا ہے پس ہمارے ہم وطنو اور ہم قوم لوگوں کو گورنمنٹ پر بوجھ تعلیم کا

نہ ڈالنا چاہیئے اور تعلیم کو اپنے ہاتھ میں لینا چاہیئے۔ گورنمنٹ کا یہ فرض ہے کہ وہ ہمیشہ مدد دے
اس سے زیادہ گورنمنٹ سے مانگنا بے غیرتی ہے۔ جہاں تک مجھے معلوم ہے گورنمنٹ
ہر اسکول میں مدد دینے کو تیار ہے۔ ہم کیوں کہیں کہ فلاں قسم کی تعلیم ہم کو چاہیئے اور فلاں قسم کے
مدرسے یا کالج ہماری تعلیم کے لئے ضرور ہیں۔ کیوں نہیں تعلیم کو ہم لوگ اپنے ہاتھ میں لیں جس طرح
کی تعلیم کی ضرورت سمجھیں اس طرح کی تعلیم دیں۔ کیمبرج یونیورسٹی میں ابھی ایک لیڈی نے
ایک تجا کالج قایم کیا ہے۔ اس فیاض لیڈی نے اس کالج کے لیئے اپنے پاس سے دو
لاکھ روپیہ دیئے ہیں جو یہاں کے حساب سے بیس لاکھ ہوتے ہیں۔ میرے خیال میں تو
ملک کے ہر ضلع اور ہر قصبہ کے لوگ مدرسے قایم کرسکتے ہیں۔ یہاں کی مردم شماری کچھ ہو
مگر دو دو روپیہ اوسط فی کس دینے سے یہاں کے لوگ لاہور کالج سے زیادہ عمدہ ایک کالج
گورداسپور میں تیار کرسکتے ہیں لیکن ہمت اور ارادہ کی کمی ہے۔ تعلیم کے متعلق میں اس وقت
یہ بحث کرنا نہیں چاہتا کہ کون کون علوم اور فنون عمدہ ہیں اور کون کون تعلیم میں شامل ہونے
چاہیئے یہ بہت بڑا وسیع میدان ہے اور بہت لوگوں نے اس پر رائے دی ہے
اس وقت میں اُس تعلیم کا ذکر کروں گا جس کو میں اونی درجہ کی تعلیم کہتا ہوں اور جس کی ہمارے
ملک کے لوگوں کو ضرورت ہے وہ یہ ہے کہ انگریزی زبان عمدہ طور پر جاننا عمدہ گفتگو کرنا
انگریزی اخباروں کا بخوبی پڑھنا۔ قانون انگریزی کو خوب سمجھنا اپنے خیالات کو انگریزی تحریر
میں اچھی طرح ظاہر کرسکنا اسی تعلیم کی اشد ضرورت ہے مگر اسی کے ساتھ یہ بھی یاد رکھنا
چاہیئے کہ تعلیم سے تربیت جدا نہیں ہوسکتی ہے (چیئرز)۔ اگر ہمارے ملک کے لوگ
اسقدر تعلیم پا جائیں اور ایسی تحریر کرسکیں جس سے وہ لارڈ میکالی کا خطاب پاسکیں اور
تربیت اُن میں نہ ہو تو وہ کسی کام کے نہیں۔ لارڈ میکالی میرے خیال میں وہ شخص ہے جس نے
ہندوستان میں بھلائی کے درخت کا یا یوں کہو کہ علم کے درخت کا بیج بویا کوئی گورنر جنرل
اور کوئی ویسرائے ہندوستان میں ایسا نہیں گذرا جس نے لارڈ میکالی سے زیادہ ہندوستان
کو بھلائی پہنچائی ہو گو یقیناً اُس نے جو کچھ کیا اپنی گورنمنٹ کی خیر خواہی اور بھلائی کے لئے
کیا مگر اسی کے ساتھ اصلی خیر خواہی اور بھلائی کی اصلی جان اسی نے ہمارے ملک میں
بھی ڈالدی۔ اے دوستو تربیت اور تعلیم دو چیزیں ہیں۔ صرف تعلیم سے آدمی انسان نہیں
بنتا بلکہ تربیت سے بنتا ہے بولنے میں تو یوں آتا ہے کہ تعلیم اور تربیت۔ مگر تربیت میری
سمجھ میں تعلیم پر مقدم ہے۔ ہماری قوم کے لوگوں کو اس پر خیال کرنا چاہیئے کہ اگر لوگوں کی
تعلیم کا گورنمنٹ کے اسکولوں پر بھروسہ کرتے ہیں تو کیا وہ سمجھتے ہیں کہ وہ تربیت بھی پاسکتے

ہیں۔ ہرگز نہیں۔ تعلیم کا اصلی مقصد مارل کی درستی ہے۔ بہت سے تعلیم یافتہ ہیں جن کا طرز اخلاق ایسا خراب ہے جس کو دیکھکر افسوس ہوتا ہے اور کہا جاتا ہے کہ کاش وہ بے تعلیم ہی رہتے تو اچھا ہوتا۔ میں تمام ہندوستان میں جہاں تک خیال کر سکتا ہوں اور جن بڑے بڑے شہروں میں میں پھرا ہوں اور وہاں کے حالات سے واقف ہوا ہوں نہایت زور سے کہہ سکتا ہوں کہ کسی کو اولاد کی تربیت کا خیال نہیں ہے۔ اسے عزیز سمجھو کہ اگر لڑکے کسی گورنمنٹ اسکول میں پانچ گھنٹہ تعلیم پاکر آتے ہیں تو اُن کا باقی حصہ زندگی کا جو بالکل سادہ اور مثل ایک پودہ کی نرم شاخ کے ہوتا ہے کہ جس طرح پر چاہو ٹیڑھی یا سیدھی کر سکو کس طرح بسر ہوتا ہے۔ گھر کے نوکروں کی صحبت گلیوں میں بازاری لونڈوں کے ساتھ کھیلنا اُن کی صحبت میں بد اخلاقی کی باتیں سیکھنا اور فحش اور بد اخلاقی کے الفاظ جو وہ لونڈے بولتے ہیں اور بکتے ہیں اُن کو سُننا۔ اسی قسم کے غارت کُن رزائل میں اُن کی زندگی کا پاک حصہ بسر ہوتا ہے اور بجائے اس کے کہ وہ فرشتہ سیرت ہوتے شیطان سے بدتر اُن کے اخلاق ہو جاتے ہیں جبکہ لڑکوں کا چہارم حصہ ماسٹر کے پاس اور اُس سے زیادہ حصہ خراب حالت میں گذرتا ہے تو کیا اِس سے اُنکی تربیت اخلاق کی توقع ہو سکتی ہے۔ ہرگز نہیں۔ جو لوگ یہ چاہتے ہیں کہ ہماری قوم اور ہمارے بچے تربیت یافتہ اور مہذب ہوں۔ دوسری نیشن میں عزت پاویں تو اُن کا پہلا فرض یہ ہے کہ تربیت کی فکر کریں (چیئرز) مَیں یہ نہیں کہتا کہ وہ سب کچھ میرے ہی خیال کے موافق کریں تم مجھ کو جانے دو۔ میرے خیال کی پیروی نہ کرو۔ تم خود سوچکر کوئی تدبیر نکالو۔ دیکھو یہ یورپین بچہ (ایک مسلم عمر لڑکا جو اُس وقت موجود تھا اُس کی طرف اشارہ کیا) جو اِس وقت موجود ہے کیا تم کوئی ایسا بچہ اپنی قوم میں نکال سکتے ہو۔ گو یہ بچہ ابتک سوسائٹی میں نہیں ملا مگر یہ اپنے ماں باپ کی تربیت سے کیسا نیک عادتوں کا نمونہ ہوا ہے۔ اگلے زمانہ میں ہماری اولاد بھی اپنے باپ اور اُس کے دوستوں کی صحبت سے فایدہ اُٹھاتی تھی اُن کے اخلاق حسنہ سیکھتی تھی واقعی وہ بہت اچھا طریقہ تھا مگر وہ تیلیاں جس ڈورے سے بندھی تھیں ٹوٹ گیا اب یہ دوسرا ڈورا اُن کے باندھنے کو ہونا چاہیئے۔ اب جو نسلیں موجود ہیں آپ مجھ کو معاف کیجیئے گا وہ اس لائق نہیں کہ بچے اُن سے تربیت پاسکیں پس مناسب ہے کہ اولاد کی تربیت کی فکر اور تدبیر کیجاوے۔ گورنمنٹ پر بوجھ نہ ڈالیئے اُس سے صرف مدد لیجیئے جو اُس کا فرض ہے اور جس کے ادا کرنے پر وہ موجود ہے۔ اس وقت ہندوستان میں خدا کے فضل سے دو قومیں آباد ہیں اور اس طرح سے ہیں کہ ایک کا گھر دوسرے سے ملا ہے۔ ایک کی دیوار کا سایہ دوسرے کے گھر میں پڑتا ہے ایک آب و ہوا کے شریک ہیں۔ ایک دریا یا کنوئیں کا پانی پیتے ہیں۔ مرنے جینے میں ایکدوسرے

کے رنج وراحت کا اثر ایک ہوتا ہے ایک کو دوسرے سے بغیر ملے چارہ نہیں پس کسی چیز کو جو معاشرت سے علاقہ رکھتی ہے ان دونوں کا علیحدہ علیحدہ رکھنا دونوں کو برباد کر دیتی ہے۔ بجائے ایک دل ہوکر مجموعی حالت میں کوشش کرنی چاہیئے اگر ایسا ہوگا تو سنبھال جاویں گے نہیں تو ایک دوسرے کے اثر سے دونوں قومیں تباہ اور بگڑ جاویں گی (چیئرز) پرانی تاریخوں میں پرانی کتابوں میں دیکھا اور سنا ہوگا اور اب بھی دیکھتے ہیں کہ قوم کا اطلاق ایک ملک کے رہنے والوں پر ہوتا ہے۔ افغانستان کے مختلف لوگ ایک قوم کہے جاتے ہیں۔ ایران کے مختلف لوگ ایرانی کہلاتے ہیں۔ یوروپین مختلف خیالات اور مختلف مذاہب کے ہیں۔ مگر سب ایک قوم میں شمار ہوتے ہیں گو ان میں دوسرے ملک کے بھی لوگ آکر بس جاتے ہیں مگر وہ آپس میں مل جُلکر ایک ہی قوم کہلائے جاتے ہیں۔ غرض کہ قدیم سے قوم کا لفظ ملک کے باشندوں پر بولا جاتا ہے گو اُن میں بعض بعض خصوصیتیں بھی ہوتی ہیں۔ اے ہندو اور مسلمانوں۔ کیا تم ہندوستان کے سوا اور مُلک کے رہنے والے ہو۔ کیا اسی زمین پر تم دونوں نہیں بستے۔ کیا اسی زمین میں تم دفن نہیں ہوتے ہو یا اسی زمین کے گھاٹ پر جلائے نہیں جاتے۔ اسی پر مرتے ہو اور اسی پر جیتے ہو تو یاد رکھو کہ ہندو اور مسلمان ایک مذہبی لفظ ہے ورنہ ہندو مسلمان اور عیسائی بھی جو اسی ملک میں رہتے ہیں اس اعتبار سے سب ایک ہی قوم ہیں (چیئرز) جب یہ سب گروہ ایک قوم کہے جاتے ہیں تو اِن سب کو ملکی فایدہ میں جو اِن سب کا مُلک کہلاتا ہے ایک ہونا چاہیئے اتفاق کی خوبیاں مجھ کو زیادہ بیان کرنے کی کچھ ضرورت نہیں ہے جو شخص اتفاق نہیں رکھتا وہ بھی سمجھتا ہے کہ وہ بُرا کرتا ہے جو لوگ کہ باہم برخلاف اور ایک دوسرے کے دشمن ہیں وہ بھی جب آپ میں سوچتے ہیں تو یہ سمجھتے ہیں کہ یہ ایک بُری بات ہے جو چیز نہایت عُمدہ اور خوب ہے وہ اتفاق ہی ہے اتفاق کرکے جو کچھ کیا جائے گا وُہی عُمدہ ہوگا پس اس امر پر خیال کرکے باہم اتفاق کرنا چاہیئے اور اُس اتفاق کے ذریعہ سے قومی تعلیم اور تربیت حاصل کرنا چاہیئے میں کچھ اور زیادہ بیان کرتا مگر آپ مجھے معاف رکھیں کہ میں آج ہی ابھی آیا ہوں اور سفر کی تکان سے خستہ ہو رہا ہوں (بہت زور سے چیئرز)*

۴۳

ایڈریس از جانب خاتونان پنجاب

بخدمت آنریبل سید احمد خاں بہادر نجم الہند دام اقبالہٗ

سید صاحب۔ دنیا کی اخلاقی رسم ہے کہ کسی پر جب کبھی کوئی بزرگ احسان کیا کرتا ہے تو محسن کا شکریہ وہ شخص جس پر احسان کیا جاوے اپنے اوپر فرض سمجھتا ہے۔ ہم عاجز فرقہ پر آپ کے احسان کا بوجھ (نہ صرف اس وجہ سے کہ اپنی موجودہ نسل کے بچوں کی تعلیم و تربیت میں سعی بلیغ فرمائی ہے بلکہ اس لیئے بھی کہ آیندہ نسلوں کی بہبود اور ترقی کی ایک مستحکم بنیاد ہندوستان میں قایم کی ہے) ایسا نہیں ہے کہ صرف باتوں باتوں ہی سے ٹل سکے اور نہ ہمارے اختیار میں ہے کہ آپکا شکریہ ما واجب ادا کر سکیں ؂

(۱)۔ حضور نے ہماری قوم کی اولاد پر وہ مہربانیاں اور مربیانہ سلوک کیئے ہیں جو چاند سورج کی طرح دنیا پر روشن ہیں۔ جب ہم سنتی ہیں کہ **مدرستہ العلوم علیگڈھ** کے بورڈنگ ہوس میں ہماری قوم کے ننھے ننھے بچّے بھی داخل ہیں اور اُن کی تعلیم تربیت اور آسایش کے واسطے حضور کی توجہ سے ایسی عُمدہ عُمدہ تجویزیں کی گئی ہیں کہ بچّے داخل ہونے کے بہت تھوڑے عرصہ بعد نہ صرف اپنے گھر کے آرام کو بھول جاتے ہیں بلکہ جو نقص ہماری اکثر بہنوں کے ناتعلیم یافتہ ہونے کی وجہ سے ہمارے بچّوں کی ابتدائے تربیت میں اثر پذیر ہو جاتے ہیں وہ ایسی خوش اسلوبی سے رفع کیئے جاتے ہیں کہ جس کے سُننے سے بے اختیار ہمارے دل سے دعائیں نکلتی ہیں ؂

(۲)۔ اللہ اللہ۔ ایک وہ دن تھا کہ قومی ترقی کو فروغ دینے میں ہماری قوم کی خاتونان تیرہ سو برس ہوئے اپنے وارثوں کو کیا کیا امدادیں دیتی تھیں اور اُن کے رنج و راحت میں کس کس ہمدردی سے شریک ہوتی تھیں کہ اُن کے مالک اُن کا یہ حال دیکھ دیکھ کر مال و جان قوم کی بہبودی پر تصدق کرتے رہے۔ سیّدا آج وہ دن ہے کہ ہم اپنی بے بسی اور قوم کی حالت دیکھکر آنسوؤں کو ضبط نہیں کر سکتیں۔ اے خدا ایک وہ زمانہ تھا کہ خاتونانِ عرب و ہند اپنے گھر کے مردوں کی قومی ترقی اور تعلیم کے معاملات میں اس قدر حوصلہ اور ہمدردی ظاہر کرتی تھیں آج ہم جو اُنہیں کی اولاد ہیں ایک بزرگ محسنِ قوم کے شکریہ کے لیئے چند موزوں الفاظ بھی

نہیں سوچ سکتیں ؎

(۳) گو زمانہ کے انقلاب کے باعث اُن باوقار خاتونان کی عالی حوصلگی اور استقلال کا دعویٰ کرنا چھوٹا منہ بڑی بات ہے تاہم انسانی فرض کو ہم نہیں بھول سکتیں اور اُمید کرتی ہیں کہ آپ ہمارے اس باعقیدت دعائیہ ایڈریس کو جو غالباً اس قسم کا سب سے پہلا ہی ایڈریس ہوگا قبول فرما کر خاتونانِ پنجاب پر احسان فرماوینگے ؎

(۴) - اخیر میں ہماری یہ بھی التماس ہے کہ ہمارا ناچیز ہدیہ جو اس ایڈریس کے ساتھ پیش کیا جاتا ہے اُن نادار یا یتیم طلبا مدرستہ العلوم علیگڈھ کے واسطے قبول فرمایا جاوے جن کے والدین یا ورثا بسبب افلاس اُن کی مدد نہیں کر سکتے - ہم دل سے دعا کرتی ہیں کہ اے خدا ہمارے محسن سید کو ہماری قوم پر صد و سی سال سلامت رکھ اور وہ دن دکھا کہ جس طرح ہندوستان کے مردوں کی بہتری کیواسطے سیّد صاحب کو تونے اپنے فضل و کرم سے ایک ذریعہ بنادیا ہے ایسے ہی ہماری موجودہ حالت پر رحم کر کے ہمارے عاجز فرقہ کی بھی سُن اور ہماری قوم کے مردوں کو وہ عزم اور استقلال رفاہ عامہ میں عطا کر جو اُن کی قومی میراث ہے - آمین ؎

جواب اڈریس

بخدمت خاتونان پنجاب

اے میری بہنوں !

آج کی رات میرے لیئے شب قدر سے کچھ کم قدر کی نہیں - جو اڈریس تمہاری طرف سے مُجھکو دی گئی وہ میرے لیئے ایک ایسی عزت ہے جو آج تک ہندوستان میں کسی کو نصیب نہیں ہوئی - میں تمہاری اس شفقت کا دل سے شکرگزار ہوں ؎

اے میری بہنوں - میں اپنی قوم کی مستورات کی بہت زیادہ قدر کرتا ہوں - ہماری قوم کے مردوں نے اپنے باپ دادا کی بزرگی کو خاک میں ملادیا ہے مگر خدا کے فضل سے تم میں ہمارے باپ دادا کے بزرگ نشان بدستور موجود ہیں - یہ سچ ہے کہ ہم مردوں میں شبلی اور جنیدؒ موجود نہیں مگر خدا کا شکر ہے کہ تم میں ہزاروں لاکھوں رابعہ بصری موجود ہیں ؎

تمہاری نیکی - تمہاری بردباری - تمہاری محبت - ہر قسم کی مشکلات کی برداشت اور اُس پر صبر بچوں کی پرورش - گھر بار کا انتظام ہمارے فخر کا باعث ہے - اگر کوئی قوم تمام دنیا میں اپنے تئیں کسی قسم کا فخر دے سکتی ہے تو ہم اپنی مستورات کیوجہ دنیا کی قوموں پر فخر دے سکتے ہیں - یہ ہمارا فخر

تمہارے ہی سبب سے ہے ؛

اے میری بہنوں - میں اپنی قوم کی خاتونوں کی تعلیم سے بے پرواہ نہیں ہوں میں دل سے اُن کی ترقی تعلیم کا خواہاں ہوں - مجھ کو جہاں تک مخالفت ہے اُس طریقہ تعلیم سے ہے جسکے اختیار کرنے پر اس زمانہ کے کوتاہ اندیش مائل ہیں - میں تمہیں نصیحت کرتا ہوں کہ تم اپنا پُرانا طریقہ تعلیم اختیار کرنے پر کوشش کرو - وہی طریقہ تمہارے لیئے دین و دنیا میں بھلائی کا پھل دے گا - اور کانٹوں میں پڑنے سے محفوظ رکھیگا ؛

اے میری بہنوں ! جس قدر کہ تم اِس وقت موجود ہو شاید میں تم سب سے بلکہ اُن سے بھی جو اڈریس میں شامل ہیں اور اِسوقت میں موجود نہیں ہیں اُن سب سے بھی عمر میں بہت بڑا ہوں - میں نے تم سب سے بہت زیادہ زمانہ دیکھا ہے - تمہاری دادیوں تمہاری نانیوں کے حالات تم سے زیادہ مجھ کو معلوم ہیں - تم غور کرو کہ تمہارے خاندانوں میں مستورات کی تعلیم کا کیا قاعدہ تھا - یہ قاعدہ تھا کہ ہماری قوم میں - ہماری رشتہ داری میں - ہمارے محلّوں میں جو معزّز اور باوقار گھر ہوتا تھا جس گھر کی مستورات عمدہ فضیلت عُمدہ اخلاق میں فایق ہوتی تھیں اپنی قوم کی اپنے رشتہ داروں کی اپنے محلہ والوں کی لڑکیوں کی تعلیم کا انتظام اُس کے سپرد ہوتا تھا - اُن کا گھر اُن لڑکیوں کا گھر بھی ہوتا تھا اور تعلیم کا مکتب بھی ہوتا تھا - اُسی گھر میں قوم کی بزرگ مستورات اُن پر نگاہ شفقت رکھنے والی ہوتی تھیں - کوئی شریف خاندان کی معلمہ اُن کی تعلیم پر نوکر ہوتی تھی - اور اُس گھر کی بزرگ مستورات درحقیقت اُن کی تعلیم دینے والی اور اپنے اخلاق و نیکی کے مجسم نمونہ سے اُن کو نیکی و اخلاق سکھانے والی ہوتی تھیں - شامت اعمال سے وہ سلسلہ برہم ہوگیا - خاندان تباہ ہوگئے - ہمارے بزرگ جو اس تعلیم کی قدر کرتے تھے دنیا سے جاتے رہے وہ بزرگ مستوراتیں جو اس کام کو انجام دیتی تھیں دنیا سے اُٹھ گئیں - تمام خاندانوں کے مرد جاہل و نادان رہ گئے جو ذلت کہ تمہارے خاندانوں کے مردوں پر خدا کی مرضی سے آئی ضرور تھا کہ اُس کا حصّہ تمکو بھی ملے - پس وُہی بدبختی تمہارے خاندانوں کے مردوں کی ہے جسکا حصّہ تم کو بھی ملا ہے اور جس کا ذکر تم نے پردہ سے اس اڈریس میں کیا ہے ؛

اے میری بہنوں ! تم یقین جانو کہ دنیا میں کوئی قوم ایسی نہیں ہے جس میں مردوں کی حالت درست ہونے سے پہلے عورتوں کی حالت میں درستی ہوگئی ہو - اور کوئی قوم دنیا میں ایسی نہیں ہے جس میں مردوں کی حالت درست ہوگئی ہو اور عورتوں کی حالت درست نہ ہوئی ہو - ان سچے واقعات نے میرے دل میں بہت کچھ اثر کیا ہے - مَیں نے تمہارے لڑکوں کی تعلیم پر جو کوشش کی ہے اُس سے تم یہ نہ سمجھو کہ میں اپنی پیاری بیٹیوں کو بھول گیا ہوں

بلکہ میرا یقین ہے کہ لڑکوں کی تعلیم پر کوشش کرنا لڑکیوں کی تعلیم کی جڑھ ہے - پس جو خدمت
میں تمہارے لڑکوں کے لیئے کرتا ہوں درحقیقت وہ لڑکوں لڑکیوں دونوں کے لیئے ہے
میری یہ خواہش نہیں ہے کہ تم اُن مقدس کتابوں کے بدلے جو تمہاری دادیاں اور
نانیاں پڑھتی آئی ہیں اِس زمانہ کی مروجہ نامبارک کتابوں کا پڑھنا اختیار کرو جو اس زمانہ میں پھیلتی
جاتی ہیں ﴿

مردوں کو جو تمہارے لیئے روٹی کما کر لانیوالے ہیں زمانہ کی ضرورت کے مناسب نئے نئے
علم یا کوئی سی زبان سیکھنے اور کیسی ہی چال چلنے کی ضرورت پیش آئی ہو مگر ان تبدیلیوں سے جو
ضرورت تعلیم کے متعلق تمکو پہلے تھی اُس میں کچھ تبدیلی نہیں ہوئی ﴿

تمہارا فرض تھا کہ تم اپنے ایمان اور اسلام سے واقف ہو اُسکی نیکی اور خدا کی عبادت کی
خوبی کو تم جانو - اخلاق میں نیکی اور نیک دلی رحم و محبت کی قدر سمجھو اور ان سب باتوں کو اپنے
برتاؤ میں لاؤ - گھر کا انتظام اپنے ہاتھوں میں رکھو - اپنے گھر کی مالک رہو - اُس پر مثل شہزادی کے
حکومت کرو - اور مثل ایک لایق وزیرزادی کے منتظم رہو - اپنی اولاد کی پرورش کرو - اپنی لڑکیوں کو
تعلیم دیکر اپنا سا بناؤ - خداپرستی - خداترسی - اپنے ہمسایوں کے ساتھ ہمدردی اپنا طریقہ رکھو -
یہ تمام سچی تعلیم نہایت عمدگی سے اُن کتابوں سے حاصل ہوتی ہے جو تمہاری دادیاں نانیاں
پڑھتی تھیں - جیسی وہ اُس زمانہ میں مفید تھیں ویسی ہی اس زمانہ میں بھی مفید ہیں - پس اس
زمانہ کی نامفید اور نامبارک کتابوں کی تمکو کیا ضرورت ہے - ہاں یہ بات سچ ہے کہ تمہارے خاندان
کے مردوں کی نالائقی اور جہالت سے تمہارے متعدد حقوق جو خدا کے حکم سے تمکو ملے ہیں اور
جن کا انسانیت کی رُو سے تمہارا حق ہے برباد ہو گئے ہیں - وہ حق پھر تمہیں واپس دلانے کی
یہی تدبیر ہے کہ تمہارے لڑکوں کی تعلیم میں کوشش کیجائے - جبکہ وہ تعلیم یافتہ ہو جاوینگے وہ
مغصوبہ حقوق از خود بے مانگے تمکو واپس ملینگے - اب میں تمکو دوبارہ یقین دلاتا ہوں کہ جو خدمت
مَیں اِس وقت کر رہا ہوں نہ صرف تمہارے لڑکوں کی ہی ہے بلکہ تمہاری لڑکیوں کی بھی ہے
اگر خدا نے چاہا تو اُس سے دونوں برابر فایدہ اُٹھائینگے - اور لڑکے اور لڑکیاں دونوں علم کی روشنی
سے روشنضمیر ہوں گے - اس وقت تمہارا اُن غریب بچوں کی پرورش کے لیئے جو مدرستہ العلوم
میں پڑھتے ہیں امداد دینا تمہاری اُس ذاتی خصلت اور مادرانہ محبت کا نمونہ ہے جو خدا نے تم میں
رکھی ہے - یہ تمہاری امداد اُن غریب بچوں کے لیئے مثل شیر مادر اثر رکھیگی - اور اُن کو اور مجھ کو
اور مدرستہ العلوم کو اُس امداد سے جس طریقہ پر دی گئی ہے قومی عزت اور قومی افتخار حاصل ہوا ہے
میں سب کی طرف سے اُس کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ خدا تمکو دین و دنیا میں بہ برکت سیدۃ النسا

فاطمہ زہرا علیہا السلام کے خوش و خُرّم رکھے۔ اور جیسی کہ تم اِس وقت باعث افتخار قومی ہو اُس وقت بھی جبکہ ہماری قوم کمال عروج پر ترقی کرے ہماری قوم کی باعث افتخار رہو آمین ؛

اے میری ہندو اور عیسائی بہنوں! تم نے جو اپنی محبت اور وطنی یگانگت سے اپنی مسلمان بہنوں کے ساتھ اس اڈریس میں اور اس امداد میں جو مدرستہ العلوم کے غریب طالبعلموں کو دی گئی ہے شرکت کی وہ ایک نمونہ تمہاری محبت و یگانگت کا ہے میں دل سے اُس کے لیئے تمہارا شکریہ ادا کرتا ہوں اور دعا دیتا ہوں کہ تم پر بھی خدا تعالیٰ کی برکت ہو اور ہر طرح کی ترقی اور خوشی تمکو نصیب رہے۔ آمین ؛

۳۴

لکچر جو ٹون ہال امرت سر میں "اتحاد باہمی اور تعلیم" کے مضمون پر ۲۹ جنوری ۱۸۸۴ء کو دیا ۔

جناب صدر انجمن و دیگر صاحبان ۔

اس وقت میرا ارادہ ہے کہ آپ لوگوں کی خدمت میں جیسا کہ صاحب صدر انجمن نے فرمایا ہے "اتحاد باہمی اور تعلیم" کے باب میں اپنے خیالات ظاہر کروں ۔ صاحبان یہ ملک ہندوستان ایسا ملک نہیں ہے جس میں لوگ تعلیم اور علم کو نہ جانتے ہوں یہ نہایت قدیم اور پرانا مقدس ملک ہے جس میں ایک قوم جو اس میں رہتی تھی ان میں بہت بڑے عالم بہت ذی رتبہ لوگ گذرے تھے جن کی زبان سنسکرت تھی جس کی خوبی اور عمدگی فواید علوم کے لیئے بالتخصیص مشہور ہے (چیئرز) سب کو معلوم ہے کہ اس میں نہایت عمدہ اور نفیس کتابیں فلسفہ اور لاجک کی موجود ہیں جو ایسی نہیں ہیں کہ جن پر ملک کو کچھ کم فخر نہ ہو ۔ اس کے بعد ایک زمانہ آیا جب ہم لوگ یہاں آئے ہمارے باپ دادا علم میں کچھ کم مشہور نہ تھے شاید ہندوستان میں انھوں نے بہت کچھ نہ کیا ہو مگر ہمارے اسلاف وہ لوگ تھے جنھوں نے علم کو بہت ترقی دی ۔ بغداد ۔ قرطبہ ۔ غرناطہ کے دار العلوم کسی کو بھول نہ گئے ہونگے ہمارے اسلاف ہی تھے جنھوں نے پرانے یونانی علوم کو ایسی ترقی دی کہ اگر مقابلہ کیا جاوے تو انھوں نے ان پرانے علوم کو گویا ذرہ سے آفتاب بنا دیا تھا ۔ یورپ اگرچہ اس زمانہ میں علوم اور فنون میں مشہور ہے مگر پرانی تاریخ کو معلوم ہوگا کہ اسپین کے دار العلوم نے اس کو یہ نعمت بخشی ہے (چیئرز) ۔ اور یورپ ہی پر کیا ہے دنیا بھر کو انھیں سے یہ فیض پہونچا ہے اگر ہمارے اسلاف یونانی علوم کو زندہ نہ رکھتے تو آج تمام دنیا میں کوئی بھی فلسفہ اور یونانی لاجک کا ایک حرف نہ جانتا ہوتا ایسے ملک میں جہاں دونوں قوم کے اسلاف ایسے مشہور ہوں اور جن کے سبب سے دنیا میں ابتک علوم قایم رہے ہوں علم کے فواید یا تعلیم کے متعلق کچھ بیان کرنا فضول ہوگا ۔ مگر دونوں قوموں کے فضائل تسلیم کر کے یہ دیکھنا چاہتا ہوں کہ اب ہماری حالت کیا ہے اور یہ کہنا چاہتا ہوں کہ اس زمانہ میں جس میں ہم ہیں ہماری اولاد کو کیا کرنا چاہیئے ۔ اے صاحبو کسی انسان کی یہ خوبی نہیں ہے کہ بزرگوں کے نام پر فخر کریں اور خود کچھ نہ ہوں ۔ ہمارے ملک

اور ہماری دونوں قوموں کی یہ حالت ہے کہ اسلاف کے نام پر شیخی کرتے ہیں اور خود کچھ نہیں کرتے۔ اُن لوگوں کو یہ غلط خیال کہ ہمارے اسلاف سب کچھ کر گئے اب ہمکو کچھ کرنا نہیں ہے دل سے نکال ڈالنا چاہیئے۔ زمانہ روز بروز ترقی کرتا جاتا ہے اگر زمانہ کسی حد تک منتہی ہوجاتا تو یہ خیال صحیح تھا کہ علوم منتہی ہوگئے۔ مگر ہر کوئی جانتا ہے کہ زمانہ رُکا نہیں وہ چلتا جاتا ہے ایسے حال میں یہ خیال کہ بزرگوں کے حاصل کیئے علوم کافی ہیں بالکل غلط ہے۔ گو یوروپ ہمارے علوم سے روشن ہوا مگر دیکھو کہ اُنھوں نے کیا کیا۔ علم کو جانچا اور بڑھا ذرہ برابر علم کو ایسی ترقی دی جیسے ایک بیج سے عالی شان درخت پیدا ہوجاتا ہے جو علوم پہلے ایجاد ہوئے تھے اُس وقت اُن کے ایجاد کرنے والوں کو زیادہ تحقیقات کا موقع نہ ملا تھا جو علوم اُس وقت نکالے گئے تھے اور اُن میں جو غلطیاں رہ گئی تھیں اُن سے وہ لوگ بخوبی آگاہ نہیں ہونے پائے تھے یورپ نے یہ احسان اُن پر اور تمام دنیا پر کیا کہ اُن غلطیوں کو نکالا اور صحیح مسائل اور صحیح علوم لوگوں کو بتائے اور جو علوم نہ تکمیل کو پہونچے تھے اور نہ کار آمد تھے اُن کو کار آمد کیا اور تکمیل پر پہونچایا۔ ایک احسان اور کیا کہ جدید علوم ایجاد کیئے جو روزمرہ کی زندگی کے واسطے کار آمد ہیں۔ اب یہ حال ہے کہ اگر کسی ملک میں یا کسی حصہ پنجاب میں تار برقی یا ریل نہ ہو تو لوگ سمجھتے ہیں کہ وہ اندھیرے میں بے زبان اور دست پاشکستہ پڑے ہوئے ہیں دیکھیئے یہ تمام چیزیں یورپ کی ایجاد کی ہوئیں علوم کی برکت سے ہمکو ملی ہیں۔ جب زمانہ ایسی ترقی کر گیا ہے اور علوم نے یہ ترقی پائی ہے تو کیا ہمارا یہ کام ہے کہ ہم ان علوم پر نظر نہ ڈالیں یا جس قدر ہمارے اسلاف نے کیا ہے اُسیقدر ہم بھی کریں۔ اگر ہم اُسی پُرانے علم کو رٹتے جائیں اور ہم اتنا ہی کریں جتنا کہ ہمارے باپ دادا نے کیا تھا تو ہم مثل ایک جانور کے ہونگے جو وُہی کام کرتا ہے جو اُس کا دادا پردادا کرتا تھا (چیئرز)۔ ہمارا کام دُنیا میں یہ ہے کہ جن لوگوں نے ہم سے علم لیئے ہیں اور اُن کو ترقی دی ہے اب ہم اُن سے وُہی علوم لیں اور اُن کے سیکھنے میں کوشش کریں ہماری آیندہ نسلوں کو اور ہمارے واسطے بھی باعث فخر ہوسکتا ہے اور ایسا ہی کرنا ہمپر لازم ہے تاکہ ہم جدید علوم سیکھیں جن میں کہ روز بروز ترقیاں اور کار آمد چیزیں موجود ہیں۔ یہ علوم جب تلاش کیئے جاتے ہیں تو مختلف زبانوں میں یورپ کے ہمکو ملتے ہیں مگر یورپ کی بہت سی زبانیں ہماری دسترس سے باہر ہیں اور اگر ہم کسی طرح سے اُن کو حاصل بھی کریں تو ضرور ہم اُس میں ادھورے رہیں گے۔ ہمکو دیکھنا چاہیئے کہ خدا کی کیا مرضی ہے۔ خدا کا حُکم کوئی تحریری نہیں آتا مگر زمانہ کے حالات سے پایا جاتا ہے۔ اِس زمانہ میں ہمکو خدا کی یہ مرضی معلوم ہوتی ہے کہ انگلش نیشن ہندوستان میں حکومت کرے۔ اور ہم اُن کے

زیر سایہ بسیں اور جو کچھ فایدہ ممکن ہو اُن سے حاصل کریں خدا کی مرضی سے اُسپر ہمکو دسترس
بھی ہے اس زمانہ میں جو کچھ ہم کرسکتے ہیں وہ یہ ہے کہ ہم انگریزی زبان سیکھیں اور جو علوم اور
فنون اس میں ہوں اُن کو حاصل کریں۔ میرا مطلب یہ نہیں ہے کہ ہندو سنسکرت کو یا مسلمان
عربی زبان کو چھوڑ دیں۔ ہندوؤں کو چاہیئے کہ اسکو اعتدال کے ساتھ نہ افراط و تفریط کے
ساتھ سیکھیں۔ مسلمانوں کو بھی یہ لازم ہے کہ عربی زبان کی تحصیل نہ چھوڑیں۔ یہ ہمارے
باپ دادا کی مقدس زبان اور ہماری قدیم ملک کی زبان ہے جو فصاحت و بلاغت میں تمام ملک
زبانوں میں لاثانی ہے مگر افراط و تفریط نہ ہو۔ اس زبان میں ہمارے مذہب کی ہدایتیں ہیں
لیکن جبکہ ہماری معاش ہماری بہتری ہماری زندگی باآرام بسر ہونے کے ذریعے بلکہ ہمارے
اس زمانہ کے موافق انسان بنانے کے وسائل انگریزی زبان سیکھنے میں ہیں تو ہمکو اس طرف
بہت توجہ کرنی چاہیئے۔ یہ اغراض دنیوی ہم ہندو اور مسلمان سب کے ساتھ لگے ہوئے ہیں
اور وہ کسی طرح چھوٹ نہیں سکتے۔ جو شخص ہماری انگریزی گورنمنٹ کے انصاف پر نظر ڈالیگا
وہ خوش ہوگا اور شکر کرے گا کہ اس گورنمنٹ نے تعلیم کے متعلق بہت کچھ کوشش کی ہے
کوئی سلطنت خاصکر ہندوستان کی جسپر ہمکو بہت فخر ہے ایسی نہیں گذری جس نے تعلیم
میں اس قدر کوشش کی ہو۔ مذہبی فیلنگ کو دخل نہ دینا چاہیئے۔ میں سچ کہتا ہوں کہ مشنریوں
نے بھی اپنے خیال کے موافق نیک دلی سے تعلیم کا بڑا فایدہ پہونچایا ہے۔ گورنمنٹ کا شکریہ
تو ہم سے ادا ہی نہیں ہوسکتا جو کچھ اُس نے کیا ہے بے مثل اور بے نظیر ہے۔ لیکن ایک
سوال ہے جو حل نہیں ہوتا بلکہ ایک نہیں دو سوال ہیں۔ پہلا سوال یہ ہے کہ کیا گورنمنٹ
ایک ملک کو جس میں چوبیس پچیس کروڑ آدمی بستے ہوں تعلیم دے سکتی ہے؟ دوسرا یہ کہ کیا
گورنمنٹ ایسی پوری تعلیم کرسکتی ہے جس سے ہمارے پورے اغراض حاصل ہوسکیں؟ —
ان سوالوں کا جواب بجز نفی کے اور کچھ میری سمجھ میں نہیں آتا۔ اب مجھے معاف رکھیئے گا اگر
کوئی لفظ نامناسب میری زبان سے نکلجاوے۔ کیا ہندوؤں اور مسلمانوں کو کچھ بھی غیرت
ہے جبکہ اپنی تعلیم کا بوجھ گورنمنٹ پر ڈالکر اُسی پر بھروسہ کریں کوئی بے غیرتی اس سے زیادہ
نہیں ہے کہ اپنے بچوں کی تعلیم کے واسطے دوسرے کے سامنے ہاتھ پھیلائیں۔ گورنمنٹ
کی حکومت مختلف فرقے اور مختلف مذہب کے لوگوں پر ہے اور کوئی اس سے بھی انکار نہیں
کرسکتا کہ اُن لوگوں کے اغراض بھی مختلف ہیں۔ پس ایسی حالت میں گورنمنٹ ہر خالص فرقہ کے
واسطے کچھ بند و بست نہیں کرسکتی (چیئرز)۔ اس کا اصول تو یہی ہوگا کہ کل کے ساتھ برابر برتاؤ
ہو۔ اس کا نتیجہ ضروری یہ ہے کہ ان مختلف فرقوں کے کچھ اغراض پورے ہوں اور کچھ نہ ہوں۔

یہ حال ہندوستان ہی میں عام ہے۔ ہندوستان میں جس فرقہ کے اغراض زیادہ پورے ہوسکتے تھے انھوں نے تعلیم کا زیادہ فایدہ اُٹھایا جن کا نام مَیں بتاؤں گا یعنی ہندو مُسلمانوں کو گورنمنٹ کے سر رشتہ تعلیم سے کم فایدہ پہونچا کیونکہ اُن کے اغراض کم حاصل ہوئے تھے۔ یہ بات ہندوستان کے ہر حصہ کے سر رشتہ تعلیم پر نظر ڈالنے سے بخوبی معلوم ہوتی ہے جہاں سَو برس عملداری کو گذرے وہاں بھی کالج اور اَور مدرسوں میں مُسلمان کم ہیں اور مُسلمانوں کو تعلیم کم ہوئی ہے۔ یہ گورنمنٹ کا قصور نہیں ہے یہ ہمارا ہی قصور ہے اگر ہم تعلیم کو اپنے ہاتھ میں لیتے تو سب کچھ اچھی طرح سے کرسکتے تھے مجھ کو شبہ ہے کہ ہندؤں میں کون لوگ ایسے تھے جن کو مذہبی اغراض زیادہ مدنظر تھے۔ مگر کوئی مسلمان باپ ایسا نہیں ہے کہ اپنے بچّہ کو مذہبی تعلیم نہ دینا چاہتا ہو۔ میں کہتا ہوں کہ جب تک تم جان رکھتے ہو جب تک تمہارے جسم میں جان ہے جب تک تمہاری آنکھ کھلی ہے تم مذہب کو ہرگز نہ چھوڑو۔ مگر دونوں پہلوؤں کو دیکھکر چلنا چاہئیے۔ گورنمنٹ کی تو یہ نہایت عمدہ پالسی ہے کہ وہ مذہبی تعلیم سے علیحدہ رہے پس جب تک تم خود اپنی تعلیم اپنے بچّوں کی تعلیم اپنے ہاتھ میں نہ لو تم دونوں قسم کی تعلیم اُن کو نہیں دے سکتے۔ گورنمنٹ نہایت خوشی سے ہماری قوم کے لئیے جو تعلیمگاہ ہماری کوشش سے قایم ہو اُس میں مدد دینے کو موجود ہے تو ایسی صورت میں جبکہ گورنمنٹ مدد دینے کو موجود ہے اور ہماری غرض بغیر متوجہ ہوئے پوری نہیں ہوسکتی تو اگر ہم ایسا بندوبست نہ کریں تو کیسے افسوس کی بات ہے اور بچّوں کے لئیے کیسے سخت افسوس کا معاملہ ہے (چیرز)۔ تعلیم کے باب میں چھوٹے چھوٹے سکولوں سے خواہ وہ گورنمنٹ کے ہوں یا پرائیویٹ ہوں کچھ نہیں ہوسکتا ادنےٰ درجہ کی تعلیم کی نسبت میں صاف کہتا ہوں کہ آپ نے پُرانی مثل سُنی ہوگی "نیم مُلّا خطرۂ ایمان و نیم حکیم خطرۂ جان" یہی حال ادھوری تعلیم کا ہوگا۔ آدمی بنانے کے واسطے جب تک ہماری قوم میں ہائی ایجوکیشن نہ پھیلے گی ہماری قوم آدمی نہیں بن سکتی۔ ابھی چند روز کا زمانہ گذرا ہے جب ایجوکیشن کمیشن کا اجلاس کلکتہ میں ہورہا تھا اور مَیں بھی وہاں موجود تھا سب یہی کہتے تھے کہ ہائی ایجوکیشن اُٹھنے نہ پاوے۔ مگر یہ بات بہت کم کسی مونھ سے سُننے میں آئی تھی کہ اگر گورنمنٹ اپنا ہاتھ ہائی ایجوکیشن سے اُٹھالے گی تو ہم خود اُسکو کرلیں گے۔ اس کا مجھے بہت افسوس ہے اس میں شک نہیں کہ اس تعلیم کے واسطے زر خطیر چاہئیے جسکو گورنمنٹ برداشت نہیں کرسکتی لیکن تم آپس میں ملکر وہ سب کچھ کرسکتے ہو جو گورنمنٹ نہیں کرسکتی۔ گورنمنٹ جب تعلیم کی طرف توجہ کرتی ہے تو سب سے پہلے ہمارے دوست فنانشل ممبر یہ دیکھتے ہیں کہ روپیہ بجٹ میں ہے یا نہیں۔ تم لوگ اگر تھوڑا تھوڑا کرکے بھی روپیہ جمع کرو تو تمہارا بجٹ کبھی خالی نہ ہوگا۔ تم چاہو تو امرتسر میں لاہور سے

بڑا کالج قایم کردو۔ گورنمنٹ کے بہت اخراجات ہیں۔ فوج کا خرچ۔ ملک کے انتظام کے
اخراجات۔ پھر اگر گورنمنٹ کچھ کرے گی تو وہ اسی روپیہ میں سے کریگی جو ہم سے لیا جاتا ہے تو
اگر تم اس بات کو سوچکر خود ہی تعلیم کا انتظام کرو تو گورنمنٹ کو دکھا سکتے ہو اور فخر کر سکتے ہو کہ جو کام گورنمنٹ
سے نہ ہوا وہ ہمنے کر دکھایا۔ اکثر لوگ ہیں جن کے خیال میں یہ گذرتا ہے اور میں نے بہتوں کو
کہتے بھی سنا ہے کہ تعلیم یا ہائی ایجوکیشن سے کیا نتیجہ ہوا۔ نوکری تو بہت ملتی ہے اگر بہت لوگ
بی۔ اے اور ایم۔ اے ہو جائینگے تو پچاس روپیہ کی نوکری بھی اُن کو نہ ملیگی مگر آپ غور کریں اگر ان
لوگوں کا ایسا خیال ہو وہ مجھے معاف کریں یہ خیال غلطی سے پیدا ہوا ہے۔ بیشک ہم ہندوستانی
جو برٹش گورنمنٹ کی رعایا ہیں اُن کا حق ہے اور اُن کا دعویٰ ہے کہ جس طرح انگریز لوگ اور
قومیں اعلے عہدہ پانے کے مستحق ہیں ہم بھی اُسکو حاصل کریں اور وہ عہدہ لیں۔ میرا مطلب یہ
نہیں ہے کہ ہم اپنا حق چھوڑدیں اور گورنمنٹ سے اپنے حقوق نہ مانگیں مگر یہ سچ ہے کہ گورنمنٹ
سب کو اعلے عہدے نہیں دے سکتی بلکہ کل تعلیمیافتہ کو ادنے عہدے بھی نہیں دے سکتی
مگر تم یہ دیکھو کہ کوئی اور نتیجہ بھی تعلیم کا ہے یا نہیں۔ آپ خیال کیجئے کہ ہندوستان میں ہزاروں
قسم کی چیزیں تجارت کے فایدہ کیواسطے موجود ہیں اور پیدا ہوتی ہیں ہمارا ملک ہے اور وہ چیزیں
ہمارے ہاتھ میں ہیں مگر اُسکے نفع کا کیا حصہ ہمارے ہاتھ میں ہے؟ ہندوستان کی تجارت نے
بہت کچھ ترقی ہوئی مگر آپ خیال کیجئے کہ ملک کی تجارت اور دولتمندی کا اصول کیا ہے۔ وہ ملک
دولتمند نہیں ہوتا جسمیں دوسرے ملک کی چیزوں کی تجارت ہوتی ہے بلکہ وہ ملک دولتمند ہوتا ہے
جس کی چیزوں کی تجارت کو دوسرے ملکوں میں ترقی ہوتی ہے آجکل وہی ملک دولتمند ہوتا ہے
جس کی چیزوں کی تجارت دوسرے ملکوں میں ہوتی ہے۔ ہندوستان کی چیزیں اگرچہ دوسرے
ملک میں جاتی ہیں مگر محنت کی قیمت بڑھا کر پھر اسی ہندوستان میں آجاتی ہیں ہمارے ملک کی چیزوں
کی نسبت بھی ہملوگوں کی تجارت ایک بندرگاہ سے دوسرے بندرگاہ تک یا ایک شہر سے دوسرے
شہر تک محدود ہے۔ ایک بھائی دوسرے بھائی کی گرہ کاٹتا ہے۔ ہملوگ اپنی چیز دوسرے
ملک میں نہیں لیجاتے نہ دوسرے ملک کی چیز اپنے ملک میں لاتے ہیں۔ ہم دریا کے کنارہ پر
بلکہ اس زمانہ میں اپنی دوکان سے چند قدم فاصلہ سے ریل کے اسٹیشن پر چار آنہ کی چیز سوا آنہ
پر بیچڈالتے ہیں یا قومیں پر اس طرح سے خریدکر اپنے ملک میں بیچتے ہیں۔ سمندر کے اندر ہمارا کچھ
حصہ نہیں ہے غیر ملکوں سے ہمارا کچھ رشتہ نہیں ہے ہمکو چاہیئے کہ دوسرے ملک میں
آڑھت اور کمپنیاں قایم کریں جس سے اعلے درجہ کے تاجر ہوں ملک کی پیداوار قدرتی چیزیں جو
زمین میں گڑی پڑی ہیں اُن سے فایدہ اُٹھاویں۔ اس طریقہ سے کہ اپنے ملک میں اپنے ہی ایک

بھائی کا روپیہ لیکر فایدہ اُٹھاویں ملک میں ترقی نہیں ہو سکتی - روپیہ کو کبھی اِس تھیلی میں اور کبھی اُس تھیلی میں ڈالنے سے روپیہ بڑھ نہیں جاتا جب تک کہ باہر سے لاکر اُس میں روپیہ نہ ڈالا جاوے جب تم ایسا کروگے اُس وقت بے شک جس طرح ہمارے ملک کا روپیہ دوسرے ملک میں جاتا ہے ہم بھی دوسرے ملک کا روپیہ اپنے مُلک میں کھینچ لاوینگے - یہ سب باتیں ہمکو صرف ہائی ایجوکیشن کے نہ ہونے سے حاصل نہیں ہوتیں (چیئرز) - امرتسر جو مشہور تجارتی شہروں میں ہے اسمیں ایک وقت کیسی دھوم کی تجارت تھی مگر اب ہم بڑے بڑے تاجروں کو ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے دیکھتے ہیں - کیا ہماری قسمت میں صرف پشمینے ہی کی تجارت لکھی ہوئی ہے اور اُسی کے زوال پر ہمارا زوال مقدر میں لکھا تھا اگر علم ہوتا تو ہم زوال رسیدہ تجارت کے عوض دوسری تجارت اختیار کرتے اور ہملوگ امریکہ - لنڈن - جرمن - فرانس میں جاتے اور وہاں اپنی نئی تجارت کی دوکانیں کھولتے اور ہم اپنے ملک کی چیزوں سے پورا فایدہ اُٹھاتے جو دوسری قومیں ہمارے ہاں کی چیزوں سے اُٹھاتی ہیں - اگر علم ہوجاوے تو یہ سب کچھ ہو اور ملک دولت سے مالا مال ہوجاوے - ایک بات اَور کہونگا کہ انسان کو خدا نے تمام مخلوقات سے برتر بنایا ہے - مگر ظاہر میں کوئی بات برتری کی اُس میں نہیں ہے - کھانا - پینا - سونا اور بہت سے کام انسان جانوروں سے اچھے نہیں کرتا - شہد کی مکھی جیسا اپنا چھتا بناتی ہے اور وہ ایک زرد جانور جسکو لوگ بیا کہتے ہیں جیسا گھونسلا بناتا ہے بڑی صنعت کا کام ہے یہ سب باتیں اُن میں قدرتی رکھی گئی ہیں جو انسان میں نہیں ہیں - انسان کی خوبی و برتری یہی ہے کہ وہ جہاں تک چاہے ترقی کرسکتا ہے - حیوان حد معین سے زیادہ ترقی کچھ نہیں کرسکتا مگر انسان میں جو ہر ترقی کرنیکا موجود ہے خواہ اُس کو اُس کے دل کی بناوٹ کہو یا دماغ کی ساخت یا روح جو چاہو اُس کا نام رکھو - بہرحال اُس میں ایک ترقی کرنے والا مادہ ہے پھر انسان اگر اُسکو ترقی نہ دے تو حیوان میں اور اس میں تفاوت نہیں رہتا (چیئرز) - علم ایسی چیز ہے جو صداقت کے سکھانے اخلاق درست کرنے زندگی کی راہ بتانے ابنائے جنس کے ساتھ بسر کرنے اپنے اور دوسرے کے حق پہچاننے میں کار آمد ہے - یہ تمام باتیں انسانیت کی ہیں مگر بغیر علم کے نہیں آتیں بحیثیت انسان ہونے کے ہمارا فرض ہے کہ اپنے تئیں انسان بنائیں نہ کہ مثل حیوان کے اپنی زندگی بسر کریں - اے صاحبو ایک اَور بات بھی میں تعلیم کے متعلق کہنا چاہتا ہوں - کوئی شخص کوئی متنفس اِس سے انکار نہ کرسکیگا کہ رعایا پر وہ کسی حاکم کی رعایا ہو کچھ فرائض ہوتے ہیں جن میں سے بڑا فرض یہ ہے کہ رعایا اپنے حاکم کی وفادار اور خیر خواہ ہو بحیثیت مسلمان ہونے کے میں یہ کہونگا کہ یہ فرض صرف عقلی اور انسانیت ہی کا نہیں ہے بلکہ ہمارا مذہب ہمارے خدا

کا حکم ہے رسول کا حکم ہے کہ حاکم کی اطاعت کرو گو وہ غلام حبشی ہی کیوں نہ ہو۔ میں یقین
دلاتا ہوں کہ جو اصول ہماری برٹش گورنمنٹ کے حکومت کرنے کے ہیں اُن کے سمجھنے میں
غلطی کرنا تعلیم نہ ہونے کا نتیجہ ہے۔ میری رائے ہے کہ ہائی اسکول مڈل اسکول نہیں ہائی
ایجوکیشن جسقدر زیادہ ہوگی اُسی قدر ہم اپنی گورنمنٹ کے اصول حکومت کو سمجھیں گے اور اُسکی
قدر کریں گے (چیرز)۔ اگر گورنمنٹ نے ہمارے کچھ حقوق اب تک ہمکو نہیں دیئے ہیں
جن کی ہمکو شکایت ہو تو بھی ہائی ایجوکیشن وہ چیز ہے کہ خواہ مخواہ طوعاً و کرہاً ہمکو دلا دیگی (چیرز)
غرضکہ تعلیم ایک ایسی چیز ہے کہ اُس کے ذریعہ سے ہم اپنی قوم کو ایسا بنا سکتے ہیں جو قابل عزت
ہو۔ ہاں ایک مشکل اَور بھی تعلیم کے متعلق پیش آئی ہے اور وہ یہ ہے کہ ہمارے ہاں دو قسم کے
لوگ موجود ہیں۔ ایک اولڈ فیشن یا کمو زیادہ عمر کے جن میں سے ایک مَیں بھی ہوں لیکن اُن میں
بہت ایسے ہیں جن کے کان میں بچپن سے ایک بات پڑتے پڑتے دل پر نقش ہوگئی ہے
اور وہ دل سے نکل نہیں سکتی اور وہ اُسی پر جمے ہیں۔ ایسے لوگوں کو خاص کر اس زمانہ کے
نوجوان اولڈ فیشن کے لوگ کہتے ہیں۔ ایک وہ ہیں جو کسی قدر تعلیم کے رستہ میں پڑ گئے ہیں یا
ایسے ہیں کہ پوری تعلیم تو نہیں پائی مگر باتیں سُننے سے ایسے ہو گئے ہیں کہ زمانہ کے حالات کو
دیکھتے ہیں۔ ایسے لوگوں کو میں روشنضمیر کہوں گا جن کو اَور لوگ نئی روشنی والا کہتے ہیں یا
نئی فیشن والا۔ اب دونوں گروہوں میں اختلاف پڑ گیا ہے پُرانے فیشن کے لوگ یہ کہتے ہیں
کہ نئی فیشن والے بغیر کسی دھکے کے دینے کے سیدھے جہنم میں جائیں گے اور دنیا میں
بھی اُن سے زیادہ کوئی بدچلن نہیں ہے۔ مَیں اس بات کو قبول کرتا ہوں کہ ان نوجوانوں کا فرض
ہے کہ بزرگوں اور اولڈ فیشن والوں کا ادب اور لحاظ کریں اور ترقی کے ساتھ اپنے اخلاق اور
عادات کا بھی خیال رکھیں۔ مگر بزرگوں کو بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ وہ ٹوٹا یکہ جس میں سینکڑوں ہچکولے
لگتے تھے اور جس میں وہ سفر کرتے تھے اب بیکار ہو گیا ہے۔ ریل جاری ہو گئی ہے۔ اب ریل
کو چھوڑ کر یکہ پر لوگ سفر نہیں کریں گے کوئی بُرائی اور کوئی دشمنی ان نوجوانوں کے ساتھ اس سے
زیادہ نہیں ہے کہ اُن کے حارج ہوں اور نئے علوم کے سیکھنے میں اُن کی مزاحمت کیجاوے۔
بزرگوں کو چاہیئے کہ اُن کو نہ روکیں اور اُن کے حالات پر صبر کریں۔ اگر اُن کو صبر نہ آوے گا تو بھی
اُن کے صبر نہ کرنے سے کچھ نہ ہو سکیگا۔ زمانہ چل نکلا ہے۔ ریل چھوٹ گئی ہے اب وہ نہیں
رُک سکتی صرف اس قدر دیکھنا چاہیئے کہ نوجوان جو ترقی کی ٹرین پر سوار ہیں اُن میں وہ نقص بھی
ہیں یا نہیں جن کو اس زمانہ کے لحاظ سے نقص کہنا چاہیئے اگر وہ نقص ہے تو اُس کی اصلاح
کی فکر کرنی چاہیئے لیکن اَور مراسم کی نئی باتیں۔ معاشرت کے طرز کی تبدیلی۔ لباس کا تبادلہ

ایسا نہیں ہے جسپر سختی سے مخالفت کیجاوے - کیا پانچ پشت کے اُس طرف تمام یہی مراسم اور یہی طریقے تھے جو اب ہم میں رائج ہیں - ہرگز نہیں - ہم نے خود اپنے باپ دادا کی رسموں کو توڑا ہے تو اگر ہماری اولاد ہماری رسموں کو توڑے تو ہم کیوں ناراض ہوں - میں مذہبی لوگوں اور مذہب میں ڈوبے ہوئے مقدس لوگوں کی بڑی قدر کرتا ہوں مگر کیا جو طریقے عرب میں **مکہ معظمہ** اور **مدینہ منورہ** میں اب رائج ہیں اور عرب جو وہاں سے آتے ہیں اُن کے حالات سے ظاہر ہوتے ہیں وہ وہی طریقے ہیں جو **رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم** صحابہ تابعین تبع تابعین یا اُن کے بعد کے مقدس لوگوں میں تھے - ایمان سے تو ہر شخص یہی کہیگا کہ نہیں - پس جس طرح زمانہ ترقی کرتا جاتا ہے اُسیطرح عادات اور اخلاق اور طرز معاشرت میں تبدیلی ہوتی جاتی ہے - ہندوستان میں ترقی کا زمانہ آگیا ہے خدا کرے کہ ایسا ہی ہو اور ہمارے نوجوان ترقی کریں اور ٹرین زیادہ تیز چلے اور جدید علوم اُن میں خوب پھیل جائیں - تعلیم علوم جدیدہ پر ہمارے پُرانے بزرگ ایک اور بھی شُبہ ڈالتے ہیں اور اُس شُبہ میں ہمارے اکثر ہندوستانی دوست شریک ہیں - وہ شُبہ یہ ہے کہ انگریزی تعلیم اور علوم جدیدہ کے سیکھنے سے مذہب جاتا رہتا ہے - ابھی دس روز سے زیادہ کا عرصہ نہیں گذرا کہ میں ایک قابل اور عالم کے لکچر میں موجود تھا وہ مشہور عالم اور عمدہ جنٹلمین ہیں - اُنھوں نے عام طور پر اور مُسلمانوں کو خاص طور پر مخاطب کرکے یہ بیان کیا تھا کہ انگریزی فلسفہ اور لاجک نہ پڑھو کہ مسلمانی مذہب میں خلل ڈالتا ہے اور بد عقیدہ کردیتا ہے کہ یہ کچھ نئی بات نہیں ہے - کتابوں کے دیکھنے سے پایا جاتا ہے کہ جب ہماری حکومت آفتاب نیمروز سے زیادہ روشن تھی اور تمام دنیا میں اُس کی شہرت تھی بنی اُمیہ اور بنی عباس کے وقت میں جب یونانی فلسفہ رائج ہوا تھا اُس وقت بھی بعض غیر دُور اندیش عالموں کی ایسی ہی رائے تھی - مگر انجام میں اُنہی علماء نے وُہی اختیار کیا جسکو وہ منع کرتے تھے کہ فلسفہ لاجک علوم طبعی وہ علوم تھے کہ جن عالموں کو سب سے بڑا عالم جانتے ہو اُنہوں نے بھی اُسکو پڑھا اور اُسی سے اُن کو فخر ہوا اور اُنہیں لوگوں کی اولاد نے جو اُس کو منع کرتے تھے مقدس علم جانا اُس کو پڑھا اور پڑھایا اِس وقت اِس مجمع میں شیعہ اور سُنّی دونوں موجود ہیں - کوئی بتاوے کہ کون مشہور عالم اُن کے ہاں کا ایسا تھا جو فلسفہ اور لاجک کو خوب نہ جانتا تھا - اب بھی وُہی پُرانا مسئلہ پیش کیا جاتا ہے مگر سچی بات ہمیشہ غالب آجاتی ہے وہ روکنے سے کبھی نہیں رُکتی - اگر کوئی اپنی آنکھیں بند کرلے اور آفتاب کی روشنی نہ دیکھے تو آفتاب پر کچھ اثر نہ ہوگا اور شاید ایسے کرنیوالے بھی دو ایک سے زیادہ نہ ملینگے اس کے سوا میں پکّے اعتقاد اور سچّے دل سے کہتا ہوں کہ کوئی علم ہو لاجک - فلسفہ - نیچرل - فلاسفی یا کسی علم کا

نام لو مذہب کے خلاف نہیں ہے میں اس حیثیت سے کہ میں خود مسلمان ہوں اپنے بھائیوں سے
کہتا ہوں کہ میری دانست میں اسلام ایسا مذہب نہیں ہے کہ کسی طرح وہ جانچا یا وہ ادھورا یا جھوٹا
نکلے اسکول جات کے سامنے نیچرل فلاسفی کے آگے ڈال دو وہ سچا نکلیگا۔ اگر کسی کے دل میں
یہ خیال ہو کہ ان علوم کے پڑھنے سے مذہب جاتا رہتا ہے تو ایسے مذہب اور ایسے خیال
کرنیوالوں پر افسوس ہے۔ اگر واقعی مذہب سلامت رہیں اپنے ہی مذہب کو کہتا ہوں کہ ایسا ہی
ہو کہ علوم جدیدہ کی صداقت کے سامنے زائل ہوتا ہے تو ایسے مذہب اختیار کرنے سے
کچھ فایدہ نہیں۔ مگر جن لوگوں کا یقین ایسا ہے اور جو ایسا خیال کرتے ہیں میں سمجھتا ہوں کہ ان کو
مذہب اسلام پر یقین نہیں وہ زبان سے تو کہتے ہیں مگر دل میں اس کی صداقت نہیں۔ ہمارا
فرض ہے کہ خدا کو ایک اور رسول کو برحق جانیں۔ قرآن مجید کی خوبیوں پر یقین رکھیں۔ اسی کے
ساتھ نئے علوم کو سیکھیں۔ اُس سے دین بنتا ہے اور اس سے دنیا۔ داہنے ہاتھ سے ہم دین
کو پکڑیں اور بائیں سے دنیا کو۔ اور ایک جوان مرد کی طرح دنیا کے میدان میں آئیں نہ ایسے ڈرپوک
ہوں کہ پٹاخے کی آواز سن کر گھر میں گھس رہیں۔ اے صاحبو جو کچھ میں نے بیان کیا علم اور تعلیم
کی نسبت بیان کیا ہے لیکن درحقیقت میں نے اس کے بیان سے قومی ترقی کی ایک نصف
صورت دکھائی ہے بلکہ کہنا چاہیئے کہ نصف سے بھی کم اکیلے تعلیم آدمی کو انسان نہیں بناتی ہے
دوسرا حصہ اس کا تربیت بھی ہے۔ اور اگر وہ نہیں ہے تو تعلیم بھی اکارت ہے۔ مجھ کو افسوس
ہے کہ تعلیم خواہ عربی سنسکرت۔ انگریزی کی ہو مگر میں اُن تعلیم دینے والوں سے پوچھتا ہوں کہ اس وقت
ہندوستان میں خواہ گورنمنٹ کالج یا اسکول یا مشنریوں کی تعلیمگاہیں یا پرائیوٹ انسٹیٹیوشن
ان سب میں اولاد کی تربیت کا کیا بندوبست ہے۔ ایک لڑکا جو چند گھنٹہ ماسٹر کے سامنے پڑھکر
آتا ہے تمام دن اپنا کس صحبت میں بسر کرتا وہی خراب صحبت بازاری لونڈوں اور خدمتگاروں
کے لوگوں کی اسکو نصیب رہتی ہے۔ وہی خراب اور بد الفاظ جو اُن بازاری لڑکوں کی
زبان پر جاری ہوتے ہیں۔ وہی نکمی عادتیں جو اُن لڑکوں میں ہوتی ہیں یہ بھی سیکھتا ہے۔
اُسی سبب جب تک تعلیم کے ساتھ تربیت کا خیال نہ ہو امکان نہیں کہ لڑکا انسان بن سکے
آپ دیکھتے ہوں گے کہ انگریزوں کے چھوٹے چھوٹے بچے باوجودیکہ ہمارے بچوں سے
علم کی میزان میں کم ہوں مگر جو تربیت اور شائستگی اُن میں ہوتی ہے وہ ہمارے بچوں میں نہ
پاؤ گے۔ آپ لوگوں نے ہندوستان کے انگریزوں کے لڑکوں کو دیکھا ہے جو صرف ماں باپ
سے تربیت پاتے ہیں مگر جن لوگوں نے ولایت کے لڑکوں اور نوجوانوں کو آکسفورڈ
اور کیمبرج میں دیکھا ہے وہ سمجھ سکتے ہیں کہ کیسی تربیت وہاں دی جاتی ہے۔ تربیت

تعلیم بھی مقدم ہے بلکہ انسان کا یہی زیور ہے - جب تک یہ دونوں شامل نہ ہوں اولاد میں انسانیت
نہ آسکے گی - اے صاحبو ہماری زندگی قریب اختتام ہے - چند سال ہماری تمہاری عمریں اور
باقی ہیں - یہ سفید سفید داڑھیاں پوپلے پوپلے منہ زمین میں گڑ جائیں گے یا مرگھٹ پر جل کر خاک ہو جائینگے
مگر یاد رکھو کہ یہ بچے جن کو تم نوجوان چھوڑ جاؤ گے ان کا یہ حال ہوگا کہ روز بروز مفلس اور ذلیل و
خوار ہوں گے - جیل خانے ان سے بھرا کرینگے - اے ہندوؤ اور مسلمانو - اگر مرنے کے بعد
روح قائم رہتی ہے تو مرنے کے بعد یہ حالت دیکھ کر تمہاری روحیں گھاٹوں اور قبروں پر
تڑپیں گی - تربیت کے ساتھ ادب کا ذکر بھی بیجا نہ ہوگا - جن مسلمان [illegible] مسلمانوں کو
یہ خیال ہوگا جو میں ابھی بیان کروں گا - ہندو صاحبوں سے بھی مجھ سے بہت دوستی ہے
ان کے بہت سے عمدہ خاندانوں کو میں جانتا ہوں - یہ سب ادب کو بڑی چیز سمجھتے ہیں
کوئی شخص اس سے اختلاف نہیں کر سکتا کہ ادب عزت کا باعث ہے - ایک پرانے
شاعر کا قول ہے - شعر

ادب تاجیست از لطف الٰہی ٭ بنہ بر سر برو ہر جا کہ خواہی

لیکن میں تفتیش کرنا چاہتا ہوں اور بقدر اپنے خیال کے اس کو بیان کروں گا کہ
ادب کیا چیز ہے - ہمارے یہاں ادب کے معنی یہ ہیں کہ لڑکا اپنے بزرگوں کے ڈر کے مارے
بھی بات زبان سے نہ نکال سکے - جھک جھک کے بلا ضرورت بات بات پر سلام کرے - یہ
ویسا ادب ہے جیسا کہ ایک مداری بندر کو سکھاتا ہے کہ ٹانگ اٹھا کر کھڑا رہے ہاتھ جوڑ کر
گردن نیچی جھکا کر سامنے آوے - اشارہ کے ساتھ ڈگڈگی پر چڑھ بیٹھے - ہمارے لڑکے ہیں
جن بزرگوں کے ہاں سے اٹھتے گھٹنے جوڑ کر بیٹھتے ہیں اور نہایت جھک کے سلام کرتے
ہیں اور اشاروں پر کام دیتے ہیں ان کی نسبت کہا جاتا ہے کہ بہت ادب سکھایا گیا ہے
مگر میں سچ کہتا ہوں کہ یہ ادب نہیں ہے ایسے ادب دینے والوں کو اس بات کا خیال
نہیں آتا کہ اولاد کے ایسے ادب سکھانے سے دلی جوش مر جاتا ہے ان کی عادت ذلیل
ہونے کی ہو جاتی ہے - ان کی جرأت - دلیری اور شرافت کو کھو دیتی ہے - تربیت بری
باتوں سے بچنے کی ہونی چاہیئے - اندرونی قویٰ کے مارنے کی ضرورت نہیں - اگر لڑکے اپنے
باپوں کے سامنے اپنے جوشوں کو کام میں لاویں گے تو وہ آئندہ کو باعث فخر ہونگے
ہمارے ہاں بعوض اس کے کہ ان کو صداقت اور آزادی رائے کی تعلیم ہو - جھوٹ بولنے
کی عادت پڑتی ہے - زبان کھلنے کے ساتھ ہی جبکہ ان کی زبانیں لکنت کرتی ہیں گالیاں
سکھائی جاتی ہیں - ان کی توتلی زبان کی گالیاں پیاری لگتی ہیں - جب بڑے ہو جاتے ہیں تو

دل کی سچائی ظاہر کرنے سے روکے جاتے ہیں - کیا کوئی انصاف سے یہ بات کہے گا کہ
سچی تعلیم اور سچی تربیت ہے - صداقت آزادی سے سچی بات کہنے کی عادت اس سے پیدا
ہو سکتی ہے - ہرگز نہیں - البتہ آزادی اور بے ادبی میں تمیز کرنا چاہیئے - [illegible]
اصلی ادب کے ساتھ آزادی کا کام میں لانا باعث فخر ہے - آپ لوگ یاد رکھیں کہ جو خیالات
چھوٹی عمر سے دل میں بیٹھتے ہیں اُن کا نکلنا بہت مشکل ہے بلکہ نہیں نکلتے اور اسی سبب سے
ہمارے ملک کے لوگ جوان ہو کر بھی اکثر باتیں اپنے دلی خیال کے خلاف کہتے ہیں - یہ
بھی خراب تربیت کا نتیجہ ہے (چیرز) - میں یہاں کی میونسپل کمیٹی کے [illegible]
ممبروں کا حال نہیں جانتا مگر اکثر جگہ یہی دیکھا ہے کہ بجز حضور اور درست ہیں ہاں ملانے کے ممبر
اور کچھ بھی نہیں کہتے پھر باہر جا کر یہ کہتے ہیں کہ یہ تجویز بہت خراب تھی مگر کیا کرتے کلکٹر صاحب
کی بھی مرضی یہی تھی - یہ اسی بُری تربیت کا اثر ہے - اگر سچی آزادی کی تعلیم ہوتی تو کلکٹر کیا
ویسرائے کے سامنے بھی یہ کہتے - مائی لارڈ آئی ایم ویری ساری آئی کانٹ
اگری وِد یُور اکسلنسیز پرپوزل (چیرز) ۔

آپ لوگ مجھ کو معاف کیجیئے آزادی روکنے سے لوگ اولاد کے قوے کو مضمحل کر دیتے
ہیں - خیر جو گذر گیا وہ گذر گیا - اب آیندہ نسلوں کا خیال کرنا چاہیئے - شاید یہ سچی باتیں بُری لگتی
ہوں - مگر دلوں میں سوچیئے کہ یہ باتیں آپکی بھلائی اور آپ کی اولاد کی بھلائی کے لیئے کہی جاتی
ہیں یا اَور کسی غرض سے ۔

اے صاحبو - یہاں تک جو کچھ میں نے بیان کیا وہ حقیقت میں تعلیم اور تربیت ہی
کے متعلق تھا مگر مجھ کو ایک امر میں اَور بھی کہنا ہے آپ خیال کرینگے کہ دنیا میں جو امور ہوتے
ہیں وہ ایسے پیچ در پیچ ہیں کہ بٹے ہوئے رسّوں کے پیچ کی طرح آپس میں لپٹے ہیں - اگر ان کو
کھولوگے تو تمام لڑیں ٹوٹ جائینگی - تمام تربیت اور تعلیم کے ساتھ ایک اَور بڑا مسئلہ ہے جسکے
بغیر ہم کچھ نہیں کر سکتے اور اُسکی ہندوستان میں سب سے زیادہ ضرورت ہے وہ باہمی
اتحاد ہے (چیرز) ۔

اے صاحبو - عقلمند شخص جو خدا پر یقین رکھتا ہے اُسکی یہی خواہش ہوگی کہ
اُسی طریقہ پر چلیں جو خدا کی مرضی ہے - اب ہندوستان میں دیکھنا چاہیئے کہ خدا کی مرضی
باہم کس طرح بسر کرنے کی ہے - صدیاں گذر گئی ہیں کہ ہندو اور مسلمان یہاں آباد تھے - چند
سال سے خدا کی یہ مرضی ہوئی کہ ایک تیسری قوم بھی یہاں آباد ہوئی - یہ تینوں قومیں اب
یہاں آباد ہیں اور اب انہیں تینوں کا یہ ملک ہے - ان سب کو آپس میں اتفاق اور

دوستی پیدا کرنا چاہیئے۔ مذہبی خیالات کا جداگانہ ہونا خدا کی مرضی کے خلاف نہیں ہو سکتا یہ کسی کا کام نہیں کہ سب کو ایک مذہب پر لے آوے۔ یہ تو وہ لوگ بھی نہیں کر سکے جو انبیاء علیہم السلام کے نام سے گذرے ہیں۔ مختلف مذاہب کے لوگ ہونے سے یہ خیال نہ کرنا چاہیئے کہ باہمی اتفاق نہیں ہو سکتا۔ ایک باریک بات غور کرنے سے معلوم ہوتی ہے اور وہ یہ ہے کہ ہر انسان کی خلقت میں دو حصے ہیں۔ ایک عقیدہ جو دل سے متعلق ہے اسمیں دوسرے کی شرکت نہیں ہے۔ باپ کا عقیدہ بیٹے کے لیئے اور بیٹے کا باپ کے لیئے مفید یا مضر نہیں ہے۔ دوسرا حصہ انسانیت کا جو تمدنی حالتوں سے متعلق ہے جس کے سبب سے آپس میں ملنے ہمجنس سے دوستی کرنے باہم یگانگت اور اخلاص کا برتاؤ کرنے کی ضرورت ہے۔ ان دو حصوں میں خدا کا حصہ خدا کے لیئے مخصوص ہے اُس کے حصہ کو اُسی کے واسطے چھوڑ دو مگر جو حصہ انسانیت کا ہے اور جس کی وجہ سے ایک کا دوسرے کے ساتھ دوستی اور اخلاص کرنا ضروری ہے ایک کو دوسرے سے مانگنا چاہیئے۔ اگر تم اس باریک مسئلہ کو نہ سمجھو یا سمجھ سے زیادہ سمجھو تو میں تمکو ایک موٹی بات سے اسکو سمجھاؤں۔ جو لوگ اسوقت اس مجلس میں جمع ہیں وہ سب ملکر ایک کام کو کریں تو اچھی طرح سے ہوگا یا علیحدہ علیحدہ کرنے سے تعلیم کا بھی یہی حال ہے اور تجارت کا بھی یہی حال ہے۔ میں اپنے تمام ہندو اور مسلمان بھائیوں سے یہ کہتا ہوں کہ اس میں شک نہیں یہ امر ناممکن ہے کہ رایوں کا اختلاف دور کر دیا جاوے۔ آپس میں ایک دوسرے سے رشک و حسد نہ رکھے۔ باہم رنج و آزردگی نہ ہو یہ بھی خدا کا قانون ہے اسکو کوئی نہیں توڑ سکتا۔ مگر جن چیزوں میں کہ سب کے اغراض متحد ہیں اُن میں سب کا ایک دل ہوجانا یہ کوئی انوکھی بات نہیں اس کی مثالیں اَور ملکوں میں موجود ہیں اس ملک کے بھی کل باشندوں کو ملک کی بہتری کے لیئے ایک جان ہو کر کوشش کرنا چاہیئے اگر یہ نہ کرو گے تو ہندو بھی ڈوبیں گے اور مسلمان بھی۔ ان دونوں کی حکومت کے وقت گذر گئے جو کچھ اُن وقتوں میں ہوا ہو۔ پنجاب میں ابھی سکھوں کی عملداری تھی وہ بڑے بہادر اور دلیر تھے۔ تمام انسان اُن کی تعریف کرینگے مگر کیا اُس میں ایسا امن تھا جیسا انگریزی عملداری میں ہے۔ یہ **ملکہ معظمہ کوئین وکٹوریا امپرس آف انڈیا** کے امن کا زمانہ ہے۔ اس میں متفق ہو کر جس طرح چاہو ترقی کر سکتے ہو جہاں تک ہم چاہیں اپنے تئیں پہنچا سکتے ہیں۔ اگر ایسے زمانہ میں بھی ہم کوشش نہ کریں تو بڑے افسوس کی بات ہے۔ میں کئی جگہہ کہہ چکا ہوں کہ ہندوستان کے لیئے ناممکن ہے کہ ہندو یا مسلمانوں میں سے کوئی حاکم ہو اور امن قائم رکھ سکے۔ پھر یہی ہونا ہے کہ کوئی دوسری قوم ہمپر حکمراں ہو۔ جو قومیں اس وقت دنیا میں

حکومت کر رہی ہیں اُن میں یورپ کی سلطنتیں بہت قوی اور اعلیٰ درجہ کی سمجھی جاتی ہیں ایشیا کی سلطنت کا حال مسلمان خوب جانتے ہیں کہ اُس عملداری میں مسلمانوں کو کس قدر آزادی مل سکیگی - جرمن اور فرانس جو اُس سے اعلیٰ گنی جاتی ہیں کیا وہ حکومتیں ہمکو اس سے زیادہ امن اور آزادی دیسکتی ہیں - ہرگز نہیں ہرگز نہیں - کیا ہندوستان کے لوگ رشیا سے کچھ بہتری کی توقع رکھ سکتے ہیں - ہرگز نہیں ہرگز نہیں - پس ہملوگوں کو چاہیئے کہ ایسے امن کے تخت کو ہاتھ سے نہ دیں اور جو کچھ کرنا ہے کریں - جب یہ امکان میں نہیں ہے کہ ان دو قوموں میں سے کسی کی حکومت ہو اور ایسی حکومت نظر نہیں آتی جس میں امن اور آزادی اس سے زیادہ ہمکو مل سکے تو ہمکو اس زمانہ کو ہاتھ سے نہ دینا چاہیئے اور پیچھے نہ رہنا چاہیئے ❖

۳۵

ترجمہ ایڈریس

منجانب انڈین ایسوسی ایشن لاہور

بخدمت جناب آنریبل سید احمد خاں بہادر ۔سی ۔ ایس ۔ آئی

آنریبل سر ۔ ہم ممبران انڈین ایسوسی ایشن لاہور اپنے شہر میں آپکی تشریف آوری پر اپنی بہترین خواہشوں اور نہایت عمدہ خیالات کے ساتھ آپکو ویلکم دیتے ہیں ؂

جو عمدہ کوششیں آپنے ہندوستان کے مسلمان باشندوں کی حالت کی اصلاح اور اُن کے درمیان علم اور روشنضمیری کی برکتوں کے پھیلانے کے واسطے کی ہیں اور جو نمایاں کامیابی آپنے اس باب میں حاصل کی ہے اُس کے لحاظ سے آپ ہمارے مُلک کے مشہور و معروف شخصوں میں سے نہایت ممتاز اور نیکنام ہیں اور آپ واجبی طور پر رعایائے ہندوستان کے تمام فرقوں کی طرف سے قدر و منزلت اور احسانمندی کے مستحق ہیں ہماری ایسوسی ایشن جس میں اس صوبہ کے تمام اقوام اور مذاہب کے لوگ شامل ہیں نہایت خوشی سے آپکی اُن اعلےٰ درجہ کی خدمتوں کی تصدیق کرتی ہے جو آپنے عوام کے حق میں کی ہیں اور اُن فایدوں کی نسبت اپنی قدر شناسی ظاہر کرتی ہے جو آپنے ملک کو پہنچائے ہیں ؂

آپ کے خیالات کی وسعت اور آپ کا فیاضانہ برتاؤ جو آپ نے اپنے خاص ہم مذہبوں کے علاوہ اَور فرقوں کے ساتھ کیا ہے آپ کے عام طریقہ کارروائی کی کچھ کم مشہور و معروف صفت نہیں ہے ۔ آپ کا برتاؤ ابتدا سے انتہا تک تعصب یا خودرائی کے دھبّہ سے بالکل مبّرا رہا ہے ۔ جو عمدہ تعلیمی انسٹیٹیوشن آپنے علیگڈھ میں قایم کیا ہے اُسکے فایدوں سے ہندو اور مُسلمان دونوں برابر مستفیض ہو سکتے ہیں ہمارے بدقسمت ملک میں خفیف مذہبی اور قومی خصومتوں کی وجہ سے اسقدر تفرقہ پڑا ہوا ہے اور اُسکو زمانہ گذشتہ میں قومی اور مذہبی تنازعات کے باعث سے اس قدر نقصان پہونچا ہے کہ آپ جیسے کشادہ دل اور فیاضانہ خیالات رکھنے والے شخص کا یہاں تشریف لانا اس وقت پر ایک خاص مبارکبادی کا باعث ہے خدا کرے کہ آپ عرصۂ دراز تک زندہ رہیں تاکہ آپ مسلمانوں اور ہندوؤں کو برابر تلقین علم کر سکیں اور اُن کے دلوں سے تعصب اور خودرائی کو بیخ و بنیاد سے دُور کر کے برادرانہ اتحاد کے مستحکم رشتوں میں

اُن کو باہم ملا سکیں ؛

ہندوستان کی قانونی کونسل میں جو آپ نے نہایت منفعت بخش کارروائی کی اُس کی نسبت یہاں صرف سرسری طور پر ذکر کیا جا سکتا ہے اور آپ جو اُس زمانہ میں جبکہ آپ مجلس مذکور میں کام کرتے تھے بے طرفدارانہ طور پر تمام فرقوں کی بہبودی کی فکر رکھتے تھے اور قومی خیالات کو دلیری اور راست بازی کے ساتھ اور بڑی سرگرمی کے ساتھ قومی مطالب کا خیال رکھتے تھے اُس کے لحاظ سے آپ ہماری طرف سے اور ہمارے ہموطنوں کی طرف سے دلی احسانمندی کے مستحق ہیں ؛

اب ہم پھر لاہور کو آپکے تشریف لانے پر آپکو مُبارکباد دیتے ہیں اور یہ اُمید کرتے ہیں کہ آپ کی ملاقات کی خوشی اکثر نصیب ہوا کرے اور آپ کو اپنی عمدہ کوششوں میں کامیابی حاصل ہو ؛

ہم ہیں
آپ کے تابعدار

(دستخط) دیال سنگھ - پریزیڈنٹ
(دستخط) جوگندر چندر بوس - ایم اے - بی ایل وکیل عدالت ہائی کورٹ کلکتہ
(دستخط) رام نراین وکیل ہائی کورٹ اضلاع شمال و مغرب آنریری سکرٹری
(دستخط) غلام حسن - آنریری مجسٹریٹ
(دستخط) رحیم خاں - خان بہادر آنریری سرجن
(دستخط) گوپال داس - سپرنٹنڈنٹ عدالت چیفکورٹ
(دستخط) ایدلجی کواجی - جساوالہ سوداگر
(دستخط) سوبی بھوشن مکرجی ایم اے - بی ایل پروفیسر لاہور کالج
(دستخط) برج لال گھوس - رائے بہادر اسسٹنٹ سرجن ٹیچر میڈیکل کالج
(دستخط) حاجی غلام حسن - فیلو پنجاب یونیورسٹی
(دستخط) سید فضل شاہ - ممبر میونسپل کمیٹی
(دستخط) کالی پرسنو رائے - ایم اے - بی ایل - وکیل عدالت ہائیکورٹ کلکتہ
(دستخط) پروٹل چندر چیٹرجی ایم اے - بی ایل - وکیل عدالت ہائی کورٹ کلکتہ
(دستخط) یوسف شاہ - میونسپل کمشنر امرتسر
(دستخط) پنڈت امرناتھ مترجم اوّل عدالت چیف کورٹ پنجاب

(دستخط) امرت لال رائے - بی اے - بی ایل - وکیل عدالت چیفکورٹ لاہور
(دستخط) رام گوپال بوس اکونٹنٹ ایلائنس بنک لمیٹڈ شملہ
(دستخط) گینڈا مل ہیڈ کلرک میڈیکل کالج
(دستخط) پیارے لال وکیل

سید صاحب کا جواب

جناب پریزیڈنٹ و ممبران انڈین ایسوسی ایشن - جو مہربانی اور عزت آج آپ نے میری نسبت اس ہال میں اس ایڈریس کے پیش کرنے سے ظاہر فرمائی ہے اُس کے لیئے میں دل سے آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں - مجھ کو اس بات کے معلوم ہونے سے نہایت خوشی ہوئی کہ آپ کی ایسوسی ایشن میں تمام فرقوں اور قوموں کے لوگ شامل ہیں یہ امر صرف خوشی کا ہی باعث نہیں ہے بلکہ اس اتفاق سے اُس میں ایک روشنی کی جھلک پائی جاتی ہے جس سے یہ اُمید ہوتی ہے کہ ہمارا پیارا ہندوستان ابھی ترقی کرنے کے لائق ہے۔
میرے دوستو - میں اُس فخر کے ظاہر کرنے سے باز نہیں رہ سکتا ہوں جو مجھکو انڈین ایسوسی ایشن کی جانب سے اس ایڈریس کے پیش کیئے جانے پر حاصل ہوا ہے - اگر میری یاد صحیح ہے تو میں خیال کرتا ہوں کہ اس ایسوسی ایشن کو ایک ایسے شخص نے قایم کیا تھا جس کے نام کی عزت ہندوستان کے تمام فرقوں کو بلا لحاظ قوم اور ذات یا جائے سکونت کے کرنی چاہیئے یعنی سر رندر ناتھ بانرجی نے - میں خیال کرتا ہوں کہ اس ایڈریس نے جو اس ایسوسی ایشن نے مجھ سے ناچیز شخص کو دی ہے جس کا بانی ایسا بڑا شخص تھا آج مجھ کو اس قسم کی عزت بخشی ہے جس کو میں جب تک زندہ ہوں ہرگز نہیں بھولنے کا۔
میرے دوستو - آپ مجھ کو معاف فرماوینگے اگر میرا یہ خیال غلط ہو کہ اس ایسوسی ایشن میں جو تمام فرقوں اور مذہبوں کے لوگوں سے مرکب ہے بیشتر بنگالی شامل ہیں (اس مقام پر ایسوسی ایشن کے ایک ممبر نے یہ اشارہ کیا کہ اس ایسوسی ایشن میں بیشتر پنجاب کے باشندے شریک ہیں تو اسپیکر نے کہا کہ مجھ کو افسوس ہے کہ یہاں مجھ سے غلطی ہوئی اور پھر اپنی گفتگو کو اس طرح پر جاری رکھا) اچھا اگر اس ایسوسی ایشن میں بیشتر پنجاب کے باشندے شریک ہیں تو بھی میں یہ بات کہتا ہوں کہ یہ روشنی اُنہی شخصوں نے پھیلائی ہے جن کو میں نے بنگالیوں کے نام سے تعبیر کیا ہے - میں اقرار کرتا ہوں کہ ہمارے ملک میں صرف بنگالی ہی ایسی قوم ہیں جن پر ہم واجبی طور پر فخر کر سکتے ہیں اور یہ صرف اُنہیں کی بدولت ہے کہ علم اور آزادی اور

حب وطنی کو ہمارے ملک میں ترقی ہوئی ہے میں صحیح طور پر کہہ سکتا ہوں کہ وہ بالیقین ہندوستان کی تمام قوموں کے سرتاج ہیں ۰

میرے دوستو۔ آپ نے اپنی ایڈریس میں محمڈن اینگلو اورینٹل کالج علیگڈھ کا ذکر کیا ہے مجھ کو افسوس ہوگا اگر کوئی شخص یہ خیال کرے گا کہ یہ کالج ہندوؤں اور مسلمانوں کے درمیان امتیاز ظاہر کرنے کی غرض سے قایم کیا گیا ہے۔ خاص سبب جو اس کالج کے قایم کرنے کا ہوا یہ تھا جیسا کہ میں یقین کرتا ہوں کہ آپ بھی واقف ہیں کہ مسلمان روز بروز زیادہ تر ذلیل اور محتاج ہوتے جاتے تھے۔ اُن کے مذہبی تعصبات نے اُن کو اس تعلیم کے فائدہ اٹھانے سے باز رکھا تھا جو سرکاری کالجوں اور مدرسوں میں مہیا کی گئی تھی اور اسی وجہ سے یہ ضروری خیال کیا گیا کہ اُن کے واسطے کوئی خاص انتظام کیا جاوے۔ اسکی مثال اس طرح پر دی جاسکتی ہے فرض کرو کہ دو بھائی ایسے ہیں جن میں سے ایک بالکل طاقتور اور تندرست ہے اور دوسرا بیمار ہے اور اسکی تندرستی زوال پر ہے۔ پس اُس کے تمام بھائیوں کا یہ فرض ہوگا کہ اس بیمار بھائی کی صحت کی تدبیر کریں اور اُس کو مدد دیں۔ یہی خیال تھا جس نے مجھ کو محمڈن اینگلو اورینٹل کالج کے قایم کرنے پر آمادہ کیا مگر میں اس بات کے بیان کرنے سے خوش ہوں کہ اس کالج میں دونوں بھائی ایک ہی تعلیم پاتے ہیں کالج کے تمام حقوق جو اُس شخص سے متعلق ہیں جو اپنے تئیں مسلمان کہتا ہے بلا کسی قید کے اُس شخص سے بھی متعلق ہیں جو اپنے تئیں ہندو بیان کرتا ہے ہندوؤں اور مسلمانوں کے درمیان ذرا بھی امتیاز نہیں ہے صرف وہی شخص انعام کا دعویٰ کرسکتا ہے جو اپنی سعی و کوشش سے اُس کو حاصل کرے۔ اس کالج میں ہندو اور مسلمان دونوں برابر وظیفوں کے مستحق ہیں اور دونوں کی نسبت بطور بورڈر کے یکساں طور پر سلوک کیا جاتا ہے۔ میں ہندوؤں اور مسلمانوں کو مثل اپنی دو آنکھوں کے سمجھتا ہوں۔ اس کہنے کو میں بھی پسند نہیں کرتا کیونکہ لوگ علی العموم یہ فرق قرار دیں گے کہ ایک کو داہنی آنکھ اور دوسری کو بائیں آنکھ کہینگے مگر میں ہندو اور مسلمان دونوں کو بطور ایک آنکھ کے سمجھتا ہوں۔ اے کاش میرے صرف ایک ہی آنکھ ہوتی کہ اُس حالت میں میں عمدگی کے ساتھ اُن کو اُس آنکھ کے ساتھ تشبیہ دے سکتا۰

آپنے اپنی ایڈریس میں میری اُن خدمتوں کا بھی ذکر کیا ہے جو میں نے اُس زمانہ میں انجام دی تھیں جبکہ مجھ کو قانونی کونسل کے ممبر ہونے کی عزت حاصل تھی۔ میں اس بات کے کہنے سے باز نہیں رہ سکتا ہوں کہ مجھ کو پورا یقین ہے کہ مجھ سا شخص ہندوستان کی قانونی کونسل کی ممبری اور جو بڑی جوابدہی اُس ممبری سے متعلق ہے اُس کو اپنے ذمہ لینے کے لایق نہ تھا۔ میں خود اُن مشکلات سے واقف تھا جو میرے راستہ میں حایل تھیں مگر باوجود اسکے میری یہ دلی تمنا

تھی کہ میں اپنے ملک اور اپنی قوم کی وفاداری کے ساتھ خدمت کروں۔ لفظ "قوم" سے میری مراد ہندو اور مسلمان دونوں سے ہے یہی وہ معنی ہیں جن میں میں لفظ نیشن (قوم) کی تعبیر کرتا ہوں میرے نزدیک یہ امر چنداں لحاظ کے لایق نہیں ہے کہ اُن کا مذہبی عقیدہ کیا ہے کیونکہ ہم اُنکی کوئی بات نہیں دیکھ سکتے ہیں لیکن جو بات کہ ہم دیکھتے ہیں وہ یہ ہے کہ ہم سب خواہ ہندو ہوں یا مسلمان ایک ہی سرزمین پر رہتے ہیں۔ ایک ہی حاکم کے زیر حکومت ہیں۔ ہم سب کے فایدہ کے مخرج ایک ہی ہیں۔ ہم سب قحط کی مصیبتوں کو برابر برداشت کرتے ہیں۔ یہی مختلف وجوہات ہیں جن کی بنا پر میں اُن دونوں قوموں کو جو ہندوستان میں آباد ہیں ایک لفظ سے تعبیر کرتا ہوں کہ "ھندو" یعنی ہندوستان کی رہنے والی قوم۔ جس زمانہ میں میں قانونی کونسل کا ممبر تھا تو مجھ کو خاص اسی قوم کی بہبودی کی دل سے فکر تھی۔ مجھ کو اس بات سے نہایت مسرت ہوتی ہے کہ آپ میری ناچیز خدمتوں کی اسقدر وقعت کرتے ہیں اور اب میں اخیر پر خدا تعالےٰ سے یہ دُعا مانگتا ہوں کہ وہ ہماری قوم کو جس کی تعریف میں نے ابھی بیان کی ہے علمی ترقی عطا فرمائے جسکے ذریعہ سے ہماری قوم اور ہمارے ملک میں روشنی پھیلے اور آپ کی ایسوسی ایشن کی کوششوں کو کامیاب کرے اور نیز آپکی تمام کوششوں اور کاموں میں آپکا معاون ہو (چیئرز بڑے زور سے)۔

۳۶

تقریر جو انجمن اسلامیہ پنجاب کے ایڈریس کے جواب میں ۳۔ جنوری ۱۸۸۴ء کو بمقام لاہور کی

جناب صدر انجمن اور ممبران مجلس اسلامیہ لاہور ۔

مجھ کو اس حیثیت سے کہ میں بھی ایک مسلمان ہوں اپنے بھائی مسلمانوں کی انجمن کیطرف سے آج اس ایڈریس کے پیش ہونے سے جو عزت اور افتخار حاصل ہوا اُس کو بیان نہیں کر سکتا بجز اس کے کہ میں آپ سب ممبروں اور پریسیڈنٹ کا شکریہ ادا کروں اور کچھ نہیں کر سکتا۔ مگر افسوس ہے کہ میری زبان اُس شکریہ کے ادا کرنے میں بھی قاصر ہے آپ نے اپنے ایڈریس میں میری پچھلی تصنیفات کا کچھ ذکر کیا ہے وہ میری تصنیفات اس سے زیادہ کچھ رتبہ نہیں رکھتی تھیں جو ایک طالب علم اپنے زمانہ طالب علمی میں اپنے کچے علم اور کچی زبان میں کچھ لکھتا ہے لیکن آپ نے اُس کی بھی قدر کی ہے اُس کا بہت شکر گزار ہوں ہاں ان تصانیف میں ایک ایسی کتاب کا ذکر ہوا ہے جس کی نسبت بالتخصیص کچھ کہنا چاہتا ہوں ۔ وہ کتاب آثار الصنادید ہے جس میں دلی کی پرانی عمارات کا عالیشان مکانات کا اور اُن کے کتبوں کا ذکر ہے ۔ یہ وہ یادگاریں ہیں جو ہمارے بزرگوں نے بنائی تھیں جن سے اُن کی شان و شوکت ظاہر ہوتی تھی مگر اس زمانہ میں وہ سب افسوس اور حسرت کی نگاہوں سے دیکھنے کے لائق ہیں کہ ہم لوگ ایسے ناخلف ہوئے کہ اُن کو قایم نہ رکھ سکے اور اُن کو مٹا دیا۔ مجھے اُمید ہے کہ مسلمان اپنے بزرگوں کے اُن ٹوٹے پھوٹے کھنڈروں کو دیکھیں گے اور روئینگے کہ اُس دارالسلطنت میں جہاں سالہا سال مسلمانوں نے شاہنشاہی کی وہاں مسلمانوں کے پاس حسرت اور افسوس کے سوا اَور کچھ باقی نہیں ۔ تمام خانوادے برباد ہوگئے ۔ اب وہاں بجز "کہنہ دیوارہائے لنبیدہ و استخوان ہائے بزمین پوسیدہ" اَور کچھ نہیں ہے ۔ یہ سچ ہے کہ زمانہ کے انقلاب سے یہ سب چیزیں ہو جاتی ہیں ۔ مگر ہماری قوم کے لوگ اگر اُسکو توجہ سے پڑھیں گے تو اُس سے عبرت پکڑیں گے ۔ اگر اس قدر بھی ہوگا تو میں سمجھوں گا کہ میری محنت وصول ہوئی ۔ آپ نے اُس رسالہ کا بھی ذکر کیا ہے جو غدر کے حالات پر میں نے لکھا تھا اس سبب سے کہ میں بھی ہندوستان کا باشندہ ہوں

میں نے خیال کیا تھا کہ جو غلط خیال ہمارے حاکموں کے دلوں میں اُس خراب زمانہ کی نسبت جم گئے تھے اُن کو مٹاؤں اور سچے واقعات ظاہر کروں۔ گورنمنٹ کی خیر خواہی اسی میں ہے کہ سچے واقعات ظاہر کیئے جاویں۔ جہاد کا مسئلہ جو میں نے لکھا اُس کو بھی میں نے اپنے خدا کا فرض ادا کرنا اپنے پر فرض سمجھکر لکھا تھا۔ میرے عقیدہ میں مذہب اسلام دغابازی اور فریب کا وسیلہ یا اڈیٹر یُن کا حیلہ نہیں ہے۔ اُس کا سچا مسئلہ یہ ہے کہ اپنے حاکم کے جس کی امن میں رہتے ہیں اور امن میں زندگی بسر کرتے ہیں اُس کے سچے خیر خواہ رہیں۔ میری رائے میں یہ اصول مذہب اسلام کا ہے گو کہ میرے کسی نا اہل ہندوستانی یا میرے کسی ناواقف یورپین دوست کو اُس سے مخالفت ہو (چیئرز) *

میرے سفر انگلستان کا جو کچھ آپ نے ذکر کیا اُس کے متعلق مَیں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ مُلکوں کا دیکھنا خاص کر ایسے مُلکوں کا جہاں سے روشنی پھیلتی ہے جو تہذیب کے گھر ہیں انسان کے واسطے خود اور جس مُلک میں وہ رہتا ہو اُس مُلک کے واسطے بھی مفید ہے (چیئرز) *

ہملوگ جو گورنمنٹ انگلشیہ کے سایہ میں آباد ہیں اُن کو اُس وقت تک ترقی نہیں ہوسکتی جب تک ہم انگلش نیشن کے عادات اور حالات سے خوب واقف نہ ہوں۔ اسی خیال سے میں نے ولایت کا سفر اختیار کیا تھا اور اس غرض سے کہ اَور مربّیوں کو اپنی اولاد کے بھیجنے کی ترغیب ہو اپنے لڑکوں کو بھی ساتھ لے گیا تھا۔ خُدا کا شُکر ہے کہ جو کچھ میں نے خیال کیا تھا اُس کا نتیجہ اچھا ہوا۔ اس وقت لنڈن میں ستائیس اٹھائیس مُسلمان تعلیم پاتے ہیں انشاء اللہ اُمید ہے کہ یہ جماعت روز بروز بڑھتی جائے گی۔ مسلمانوں میں انگلستان جانے کی نسبت جو تعصبات مذہبی تھے وہ اب نہیں رہے ہیں یا بہت کم ہو گئے ہیں جو لوگ لڑکوں کو بلحاظ اُن کے چال چلن کے یُورپ بھیجنے سے ڈرتے ہیں یا جو لوگ ہندوستانیوں کو ڈراتے ہیں میں اُن کی رائے سے متفق نہیں ہوں بلکہ مَیں اُن کو ہندوستانیوں کا خیر خواہ یا دوست نہیں سمجھتا ہوں۔ مدرستہ العلوم جن ضرورتوں سے قایم ہوا اُسکو آپ خوب جانتے ہیں اور ابھی ایک ایڈریس کے جواب میں میں اُس کا بیان کر چکا ہوں۔ اب دوبارہ اُس کے اسباب بیان کرنے کی ضرورت نہیں سمجھتا مگر ایک بات اپنی قوم اور ہموطن بھائیوں بلکہ سب سے کہتا ہوں کہ جس قدر آپ نے اُس کی قدر کی ہے اور جیسے نیک خیال اُس کی نسبت ظاہر کیئے ہیں وہ بڑی قدر کے قابل ہیں مگر باوجود اِن خوبیوں کے وہ ابھی تک ناتمام ہے جبتک وہ پُورا نہ ہولے اور اسقدر سرمایہ نہو جاوے جو تمام مصارف کو کافی ہو

اور تمام ترقی کے وہ سامان اُس میں موجود نہو جائیں جس کے لیئے وہ بنایا گیا ہے تب تک وہ ادھورا ہے۔ جب وہ پورا تیار ہو جاوے گا تب وہ اُس قدر مفید ہو گا جیسا کہ آپ نے خیال کیا ہے پس ہم سب کو لازم ہے کہ اُس کے پورا ہونے کی خدا سے التجا اور اپنی جانب سے اُس کی تکمیل کے لیئے کوشش کریں۔ سول سروس فنڈ کا بھی آپ نے ذکر کیا ہے یہ ایک ایسا امر ہے جس پر مسلمانوں کو زیادہ توجہ کرنی چاہیئے۔ ہمکو بہت خوشی اور بڑا افتخار ہے کہ ہمارے ہندو بھائیوں نے اُس میں بہت کچھ کوشش کی ہے اُن میں بہت سے لوگ اپنا روپیہ صرف کر کے سول سروس میں شامل ہونے کو ولایت گئے ہیں اور بہت اپنے دوستوں کی مدد سے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اس وقت ایک درجن ہمارے ہموطن ہندو بھائی سول سروس کے ممبر ہیں اور ضلع کے افسر اعلےٰ اور اُس سے بڑھکر سشن جج کے منصب اعلےٰ پر ممتاز ہیں کوئی شک نہیں ہے جب تک کوئی قوم اپنے ملک کی حکومت میں شریک نہ ہو تب تک وہ پوری عزت نہیں حاصل کر سکتی۔ ہندوؤں کی یہ کوشش بہت تعریف کے قابل ہے مگر اُن کو یہ نہ خیال کرنا چاہیئے کہ اُنھوں نے پورا کام کر لیا اُن کو بھی ابھی اَور کوشش کرنی چاہیئے جس سے بہت سے لوگ ہمارے ملک کے ملکی انتظامی کاموں کے ممبر ہو جائیں چند دھوکے یا سوانگ کے سویلین جو ہندوستان میں مقرر کیئے گئے ہیں اُن سے ملک کو عزت یا ترقی نہیں حاصل ہو سکتی۔ میں قبول کرتا ہوں کہ ہمارے ملک کی ایسی حالت ہے کہ اگر گورنمنٹ کسی قسم کے عہدے ہندوستانیوں کے لیئے تجویز کرے اور وہ کیسے ہی مناسب یا نامناسب ہوں اُن کے اختیار کرنے کو بہت لوگ مل جاویں گے کیونکہ اُن کو ضرورت اور حاجت نے مجبور کر رکھا ہے لیکن اگر ہمارے ملک کے لوگ ایسے جوانمرد اور صابر ہوتے کہ وہ کیسی ہی مشکلوں میں پھنسے ہوئے ہوتے اور بھوکوں کے مارے مرتے ہی ہوتے اُس وقت بھی اگر انڈین سول سروس جو ہندوستان میں مقرر ہوئی ہے اُس کے قبول کرنے سے انکار کرتے تو البتہ میں سمجھتا کہ قوم عالی حوصلہ ہے یہ بھی میں جانتا ہوں کہ یہ بات کہنی آسان ہے مگر کرنی بہت مشکل ہے۔ اے دوستو کوئی عہدہ گو کہ وہ کیسا ہی ذلیل ہو اختیار کرنا کچھ زیادہ ذلت کی بات نہیں ہے۔ بڑی ذلت ایسے عہدہ کے اختیار کرنے میں ہے جس میں اُس عہدہ کے مناسب یا اپنے ہمسر عہدہ داروں کی مانند اُس میں عزت نہ ہو اور یہ بات اُس وقت تک حاصل نہیں ہونے کی جب تک ہم خود ولایت جا کر اور عزت سے امتحان پاس کر کر سول سروس کے عہدے نہ حاصل کریں گے ﴿ (چیئرز) ﴾

میری کونسل کی خدمتوں کا جو آپ نے ذکر کیا اُس سے میں بہت خوش ہوں کہ آپ نے

میری خدمتوں کی قدر کی - آپ کی اس اڈریس میں کسی قدر اُس اختلاف کا بھی ذکر ہے جو ہمارے مُسلمان بھائیوں نے نہ کہ ہندوؤں نے ان نیک کوششوں میں کیا - آپکو خیال کرنا چاہیئے کہ اگر ہماری قوم کی ایسی حالت نہ ہوتی تو ہمکو ایسی کوشش کرنے کی کیا ضرورت ہوتی - مجھکو عیسائی ہندو - جولاہا - چمار سب کے سامنے اپنی ذلیل قوم کی بھلائی کیواسطے کیوں ہاتھ پھیلانا پڑتا مُجھ کو اُس مخالفت کی کچھ پرواہ نہیں ہے جس کا اندازہ مَیں نے پہلے ہی کرلیا تھا اور نہ اُس کی پرواہ کرنی چاہیئے - مُجھ کو اُس مخالفت سے کچھ افسوس نہیں ہے بلکہ میں اُس مخالفت سے بہت خوش ہوں - یہ خوشی اس لیئے ہے کہ میں نے یہ کوشش دین میں یا دنیا میں کسی صلہ پانے کی اُمید پر نہیں کی ہے - میرا قدرتی جوش اس کا مقتضی تھا کہ میں اپنی قوم کی بھلائی کے لئے کوشش کروں - جُوں جُوں لوگ گالیاں دیتے ہیں - جُوں جُوں تکلیف دیتے ہیں - جُوں جُوں بُرا کہتے ہیں - میرا جوش بڑھتا جاتا ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ وہ نہیں سمجھتے (بہت زور سے چیرز) ؎

۳۷

ایڈریس انجمن اسلامیہ گجرات

بعالی خدمت آنریبل جناب مولوی سید احمد خاں صاحب بہادر سی - ایس - آئی - فخر اسلام - حامی قوم - بانی مدرستہ العلوم علیگڈھ

ہم ممبران انجمن اسلامیہ گجرات کل ممبران انجمن کی طرف سے نیابتاً خدمت اقدس میں نہایت عجز و انکسار سے اس ایڈریس کے پیش کرنے کی جرأت کرتے ہیں - انجمن آپ کی اُن تمام کوششوں کا جو آپ ہمیشہ قوم کی اصلاح و بہبودی کے لیئے فرماتے ہیں تہ دل سے شکریہ ادا کرتی ہے - ہم خداوند کریم کا ہزار ہزار شکر بجا لاتے ہیں جس نے ایسے وقت میں جبکہ قوم کی ناؤ ادبار کے بھنور میں بدنصیبی ہوئی تھی - علم سے ناآشنا تھی تعصب کے دریا میں غرقاب تھی - آپ جیسے ناخدا کو اس کشتی کے گرداب سے نکالنے اور اہل کشتی کو خواب غفلت سے بیدار کرنے کے لیئے پیدا کیا - آپ کی اُن مساعی جمیلہ نے ہماری مردہ قوم میں نیشنیلیٹی کی ایک نئی جان ڈالدی - مدت سے مہذب قومیں ہمکو نیم وحشی اور نامہذب کہتی تھیں اور ہم اُن کے ایسے الفاظ پر کچھ توجہ نکرتے تھے - اب ہم سمجھنے لگے ہیں کہ ہم کس حالت ابتر میں پڑے تھے اور اُس سے نکلنے کے کیا وسائل ہیں - آپ نے نہ صرف وہ وسائل زبانی بتائے بلکہ نہایت احسن طور پر مہیا بھی کردیئے - **محمڈن اینگلو اورینٹل کالج علیگڈھ** آپ نے ایسا عالیشان دار العلوم بنادیا جسکو قوم کے لیئے تمام ترقیوں کی بنا اور تمام کمالات کی بُنیاد تصور کرنا چاہیئے بالتخصیص ہم آپکی اُن مساعی جمیلہ کا ذکر کرنا بھی نہایت ضروری سمجھتے ہیں جو مذہب اسلام کے حقایق و معارف کے ظاہر کرنے میں دکھلائے ہیں - ہم یہ بات بھول نہیں سکتے کہ ہماری قوم جو حقیقت میں مختلف النسل قوموں کا مجموعہ ہے صرف مذہب اسلام کے ہی رشتہ سے ایک قوم کہلاتی ہے مذہب اسلام کے ہی ذریعہ سے مسلمانوں نے نہایت اعلےٰ درجہ کی ترقی حاصل کی تھی اور اب اپنی بدبختی اور نالایقی کے سبب سے مذہب اسلام کو ایک ایسی چیز بنادیا ہے جو بلا مبالغہ ہماری تمام خرابیوں کی جڑھ اور تمام بدیوں کی بنیاد کہا جاسکتا ہے - مگر آپ نے اپنی کمال

تحقیق سے دنیا پر یہ بات روشن کر دی کہ اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے جو علوم کی روشنی کا خوب مقابلہ کر سکتا ہے۔ اگر نظر تحقیق سے دیکھا جاوے تو علم سے۔ عقل سے۔ فطرت سے۔ تجربہ سے اور ہر طرح سے سچا ہی سچا ہے۔ اس بات میں کچھ شک نہیں کہ ہمارے تمام تنزل و بربادی کا اصلی سبب صرف یہی تھا کہ ہمنے اپنی ناسمجھی سے مذہب و معاشرت کو جو بالکل اور بالاستقلال علیحدہ علیحدہ شئے ہیں ایسا خلط ملط کر دیا تھا کہ اُن میں کوئی تمیز باقی نرہی۔ اور ایک سے نکلنا بغیر دوسرے سے خارج ہونے کے محض ناممکن ہو گیا جس سے کہ ترقی معاشرت کا رستہ بالکل مسدود ہو گیا۔ اب یہ عقدہ امتیاز صدہا برس کے بعد آپ نے ہی حل کر دکھلایا کہ جس سے ہمنے مذہب و معاشرت کو جُدا جُدا سمجھا۔ اور حدیث " انتم اعلم" کی رمز کے سمجھنے کے آپ ہی مصداق ہوئے اور اسلام کے دریا کو اپنے اصلی بہاؤ پر لانے اور قوم کو اُسی عروج و ترقی کے مدارج پر پُہنچانے کی کوشش کی ہے۔ ہمارا شہر ایک چھوٹا سا شہر ہے۔ اور بلحاظ علم و فضل کے اس قابل نہیں ہے کہ آپ کی بیش بہا قومی خدمات کی پُورے طور سے قدر کر سکے یہ صرف آپکی کوشش اور اسلام کی برکت ہے جو نور اسلام رفتہ رفتہ ہر چھوٹے بڑے شہر میں آفتاب کی روشنی کی طرح پھیلتا جاتا ہے۔ آخر میں ہم اِس ایڈریس کو اِس دُعا پر ختم کرتے ہیں کہ خدا تعالٰے آپ جیسے ہادیٔ حقیقت حامیٔ قوم کا سایۂ ہمارے سروں پر دیر تک قایم رکھے تاکہ نور اسلام آپ کی بدولت مُلکوں۔ جنگلوں اور پہاڑوں میں پھیلے۔ آمین ثم آمین ؏

شیخ غلام محمد سکرٹری۔ شیخ فضل کریم اسسٹنٹ سکرٹری۔ شیخ غلام حیدر ممبر۔ ماسٹر محمد عبد العزیز ممبر۔ شیخ میراں بخش۔ چراغ دین۔ نور احمد۔ شیخ محبوب علی ؏

سیّد صاحب کا جواب

اے بزرگان و برادران ساکنان گجرات۔

آپ نے جو اس دور دراز مقام سے سفر کر کے یہاں تشریف لانے کی تکلیف گوارا کی اور ایک اڈریس مجلس اسلامیّہ گجرات کی طرف سے میرے سامنے پیش کی اس کا دلی شکریہ ادا کرتا ہوں اس وقت کہ میں نے پنجاب کے مختلف اضلاع میں سفر کیا تو لوگوں نے میری وہ عزّت کی جس کے لایق مَیں نہ تھا مجھکو اُن اڈریسوں سے جو مختلف مقاموں میں مُجھ کو دی گئیں اور اُن مہربانیوں سے جو ہر ایک مقام کے بزرگوں نے میرے ساتھ کیں بہت فخر حاصل ہوا ہے مگر میں یقین دلاتا ہوں کہ آپکی اِس اڈریس سے جو خوشی مجھے حاصل ہوئی ہے اور جو عزّت اُس کے پیش ہونے سے میں اپنی سمجھتا ہوں وہ اُن سب سے زیادہ ہے

اور مقاموں میں میرے معزز عالی درجہ دوست موجود تھے اور میں خیال کرتا تھا کہ جو کچھ اُن مقاموں پر میری عزت کی گئی وہ صرف اُن بزرگوں کی محبت اور عالی حوصلگی کے سبب سے ہوئی جنہوں نے ایک شیشہ کے ریزے کو ہیرے کے مول پر خریدا لیکن گجرات ایک ایسا مقام ہے جس کے کسی شخص سے بھی میں واقف نہیں ہوں وہاں کے بزرگوں سے بجز اُخوت اسلامی جو بلاشبہ نہایت مستحکم رشتہ ہے اَور کسی طرح کا تعلق نہیں رہا ہے ہاں وہ میرے اِس وجہ سے مخدوم ہوں کہ میں اپنے تئیں تمام قوم کے خادم ہونے کے لائق ہونا خدا سے مانگتا ہوں۔ گو گجرات کے بزرگ میری آنکھ سے دُور ہوں مگر میرے دل سے دور نہیں۔ پس ایسے شہر سے جس کے ساتھ ظاہری تعلقات نہیں ہیں مجھ جیسے ناچیز کے لیئے ایک اڈریس کا آنا بلاشبہ نہایت عزت اور نہایت قدر اور سب اڈریسوں پر ترجیح دینے کے لایق ہے۔ بھائیو اس اڈریس کے سُننے سے ایک اَور بھی خوشی مجھے ہوئی ہے اور وہ یہ ہے کہ آپنے میری ناچیز تحریروں کو ایسا سمجھا ہے کہ جن سے اسلام کی حقیقی پاکیزگی ظاہر ہوتی ہے۔ بلاشبہ اسلام ایسا ہی پاک ہے اور خدا سے اُمید ہے کہ ہمارے دل میں جس قدر کہ ہم اُسکی اصلیت پر غور کریں گے تو اُسکی پاکیزگی زیادہ منقش ہوتی جاویگی۔ مدت سے مَیں اِس خیال میں تھا کہ ہماری قوم کی یہ حالت ہوگئی ہے جیسے ایک بند پانی۔ نہ اُس میں اَور کسی طرف سے پانی آتا ہے نہ اُس میں خود حرکت ہے وہ روز بروز مَیلا اور گدلا ہوتا جاتا ہے مگر آپ کے تشریف لانے اور اِس اڈریس کے پیش کرنے سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ مُسلمانوں میں اب ایک جوش پیدا ہوگیا ہے اور وہ سمجھنے لگے ہیں کہ اُن میں کچھ نقص ہے۔ اب ہر جگہ سے اِسکی صدا آتی ہے کہ ہمکو کچھ کرنا چاہیئے یہ یقین مُجھ کو آپ ہی کی اڈریس سنے دلایا ہے اس لیئے مَیں خدا کا اور آپ کا شُکر ادا کرتا ہوں (چیئرز)

۳۸

لکچر "اسلام" جو یکم فروری ۱۸۸۴ء کو بمقام لاہور دیا گیا

اے برادران دینی ۔

آپ جو اس وقت اس غرض سے تشریف لائے ہیں کہ مذہب اسلام کے متعلق جو میرے خیالات ہیں وہ میں آپ کے سامنے بیان کروں۔ اُس کے لیئے مَیں آپ کا شکر کرتا ہوں۔ جو احباب میرے خیالات کے سُننے کے مُشتاق ہیں مجھے اُن کے سامنے اپنے خیالات کے بیان کرنے میں کچھ عذر نہیں۔ مگر قبل اس کے کہ مَیں اُن کو بیان کروں میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ مَیں ایک جاہل آدمی ہوں نہ مولوی ہوں نہ مُفتی اور نہ قاضی اور نہ واعظ۔ نہ میری یہ خواہش ہے کہ کوئی شخص گو وہ میرا کیسا ہی دوست ہو میرے خیالات کی پیروی کرے۔ میں رسولوں کے سوا کسی شخص کا ایسا منصب نہیں سمجھتا کہ (اُن باتوں میں جو خدا اور بندوں کے درمیان دلی اور روحانی اُمور سے متعلق ہیں اور جس کو مذہب کہتے ہیں) وہ یہ خواہش کرے کہ لوگ اُس کی پیروی کریں۔ یہ منصب رسولوں کا تھا اور آخر کو جناب رسول خدا محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلّم جن کا ازلی مذہب خدا ابدالاباد تک قایم رکھے اور ضرور قایم رکھیگا کیونکہ جیسا وہ ازلی ہے ابدی بھی ہے ختم ہوگیا (چیئرز) لیکن مَیں اپنے خیالات جو کچھ بیان کروں گا پہلے اُن کا منشاء ظاہر کرنا چاہتا ہوں۔ میرے خیال میں یہ بات ہے کہ دنیا میں جب سے کہ وہ آباد ہوئی اور جب سے کہ خدا نے انبیاء و رُسل کے مبعوث کرنے کا سلسلہ قایم کیا اُس وقت سے آج تک دنیا میں ۲ دو قسم کے لوگ ہوتے رہے ہیں اور اس زمانہ میں بھی موجود ہیں۔ ایک وہ جنکی نسبت خدا نے فرمایا کہ جسکو مَیں چاہتا ہوں ہدایت کرتا ہوں۔ دوسرے وہ جن کی نسبت اُس نے اپنے رسول سے کہا کہ تو جن کو ہدایت کرنی چاہتا ہے ہدایت نہیں کرسکتا تو کتنی ہی کوشش کر اپنی جان تک کیوں نہ کھو دے وہ ایمان نہیں لانے کے۔ یہی دو قسم کے لوگ ہیں جنکی تصریح قرآن مجید سے پائی جاتی ہے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ جو لوگ ایمان لائے

> وَاللّٰهُ یَهْدِیْ مَنْ یَّشَاءُ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْم۔ اِنَّكَ لَا تَهْدِیْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ یَهْدِیْ مَنْ یَّشَاءُ۔ لَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ اَلَّا یَكُوْنُوْا مُؤْمِنِیْنَ

یا ایمان لاتے ہیں خدا نے اُن کی خلقت طبیعت - فطرت یا اُن کا نیچر ایسا بنایا ہے جسمیں ایمان لانے کا یا کافر ہونے کا مادہ موجود تھا یا موجود ہے - کیونکہ جو چیز انسان کی فطرت میں ہے اُس میں تبدیل نہیں ہوسکتی اُس کا بدل دینا خود اُس انسان کی یا دوسرے انسان کی طاقت سے گو کہ وہ نبی ہی کیوں نہ ہو خارج ہے ۔

یہ امر روزمرہ ہماری زندگی کے تمام کاموں میں پیش آتا ہے - دنیا میں بہت سے ایسے امر پیش آتے ہیں جن کی صداقت کی دلیلیں ہم نہیں جانتے مگر دل میں ازخود لامعلوم اسباب سے ایک ایسی بات پیدا ہوتی ہے جس سے اُسکی صداقت پر پورا یقین ہوتا ہے - اسیطرح اسلام کی کیفیت ہے - ہزاروں لاکھوں بلکہ کروڑوں آدمی جو گذر گئے یا جواب موجود ہیں اور وہ بھی جو رسولخدا صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں موجود تھے ایسے تھے کہ اُن کا دل ہدایت اور ارشاد کو قبول کرتا تھا اور وہ اُسکی سچائی پر یقین کامل کرتے تھے گو کہ اُسکی صداقت کی دلیلوں سے اُن کو کچھ واقفیت نتھی - اس کا سبب یہی تھا کہ خدا نے اُن کے دل اس طرح کے بنائے تھے کہ وہ ذرا سی ہدایت سے صراط مستقیم کو مان لیتے تھے اُنکا دل اُس ہدایت کو قبول کر لیتا تھا اور وہ ایمان لے آتے تھے (چیرز) - خدا کا شکر ادا کرنا چاہیئے کہ اُسکی یہ رحمت اس زمانہ میں بھی ہزاروں - لاکھوں - کروڑوں مسلمانوں پر مبذول ہے کہ وہ لوگ دل سے اسلام پر یقین رکھتے ہیں گو کہ وہ اُس کی صداقت کے دلائل منطق و فلسفہ کے اصول پر نہیں جانتے - میرا اعتقاد یہ ہے کہ جو لوگ بلا فلسفی دلیل و حجت کے اسلام پر یقین کرتے ہیں یا یقین رکھتے ہیں اُن کا ایمان اور اُن کا یقین بہ نسبت اُن لوگوں کے جو دلیل و حجت فلسفی سے اپنے عقیدہ کو مستحکم کرتے ہیں بہت زیادہ مستحکم ہے کیونکہ اُن کے دل میں کسی قسم کے شک و شبہ نے راہ نہیں پائی اور نہ راہ پانے کی اُس میں گنجایش ہے - یہی لوگ اہل جنت ہیں جو سیدھے بہشت میں جاویں گے - (چیرز) ۔

مجھ کو اپنے ملک کا ایک قصہ یاد ہے - ہماری طرف رانگھڑ ایک قوم ہے جو کسی زمانہ میں مسلمان ہو گئی تھی - اُن کے ہاں شاید جناب مولوی اسمٰعیل صاحب کے زمانہ سے پیشتر تک ہندؤں کی تمام رسمیں جاری تھیں - دھوتی باندھتے تھے - اُلٹے پردہ کا انگرکھا پہنتے تھے قاضی نکاح باندھتا تھا اور برہمن پھیرے پھرواتا تھا - اور بھی بہت سی ہندؤں کی رسمیں اُن میں مروج تھیں - اتفاق سے ایک مسلمان اُن کے ایک گانوں میں گذرا - وہ پیاسا تھا پانی پینا چاہتا تھا - اُس نے دیکھا کہ پانی بھرا ہوا ایک مٹکا رکھا ہے - مگر اُسکو شبہ ہوا کہ یہ لوگ مسلمان ہیں یا ہندو اور وہ پانی ہندؤں کا ہے یا مسلمانوں کا - اسلیئے اُسنے پوچھا کہ

یہ پانی مسلمان کا ہے یا ہندو کا۔ جس شخص سے اُس نے پوچھا اُس نے نہایت درشتی سے جواب دیا کہ تو اندھا ہے یہ نہیں دیکھتا کہ پانی کے مٹکے پر کلھڑ (یعنی مٹی کا آبخورہ پانی پینے کو) رکھا ہے۔ گویا یہ مسلمانی کی ایک علامت تھی کہ سب لوگ ایک آبخورہ سے پانی پیتے ہیں۔ اُس نے درشتی اس لیئے کی کہ باوجود مسلمانی کی علامت موجود ہونے کے اسنے اُن کے مُسلمان ہونے میں شُبہ کیا ٭

اے بھائیو۔ جبکہ وہ قوم ایسی جاہل تھی تو وہ مسائل اسلام اور فلسفی دلائل صداقت اسلام کو کیا جانتے ہوں گے۔ بجز خدا و رسول پر یقین ہونے کے اَور کوئی بات جس سے وہ اپنے تئیں مسلمان کہتے تھے اُن میں نہ تھی۔ مگر میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ میں اُن کے ایمان کو (میں اَور کسی کو کیوں کہوں) اپنے ایمان سے تو بہت زیادہ مستحکم جانتا ہوں (چیئرز) ٭

اے بھائیو۔ ایسے شخصوں کا ایمان نہایت مستحکم اور اعلےٰ درجہ کا ہوتا ہے جن کو کسی طرح کا نہ کچھ شک ہے نہ دل میں کسی طرح کا کچھ شبہ ہے۔ خدا و رسول پر وہ دل سے یقین رکھتے ہیں اور جو کوئی اپنے تئیں مسلمان کہتا ہے اُس کو مُسلمان جانتے ہیں۔ خدا کے جاننے اور رسول پر یقین کرنے کے لیئے اُن کو کسی منطقی دلیل اور فلسفی برہان کی حاجت نہیں۔ کیسی ہی کوئی بات خارج از عقل و ناقابل یقین اُن کے سامنے صحیح یا غلط بیان کیجاوے یہ کہکر کہ خدا اور رسول نے فرمایا ہے وہ اُسپر یقین کرینگے پس ایسے لوگ ہماری بحث سے بالکل خارج ہیں۔ مَیں اُن کو یقین کا ستارا اور اسلام پر یقین رکھنے کا نمونہ سمجھتا ہوں اور ٹھیک مسلمان جانتا ہوں ٭

مگر دوسرا فرقہ بھی ہے جو ہر چیز کی صداقت کے لیئے دلیل چاہتا ہے۔ وہ اس بات کا خواہشمند ہے کہ اسلام کے عقاید فلسفی دلائل سے اُس کو بتائے جاویں۔ اُسکے دل کے شبہے مٹائے جاویں تاکہ اُسکے دِل کو تشفی حاصل ہو۔ وہ یہ نہیں چاہتا کہ دل میں تو دھوکا پڑا ہو اور زبان سے لوگوں کے ڈر سے سوسائٹی کے دباؤ سے ہاں ہاں کہا کرے۔ یہی لوگ وہ ہیں جو ہمارے مخاطب ہیں اور جن سے ہمکو بحث ہے ٭

جس زمانہ میں خلفائے عباسیہ کی سلطنت رونق پر تھی اور مسلمانوں کا ستارہ نہایت عروج پر تھا اُس وقت مُسلمانوں میں یونانی فلسفہ علم طبعی نے کثرت سے رواج پایا تھا اُس کا نتیجہ یہ ہوا کہ بہت سے مسائل میں جو اسلام سے متعلق تھے لوگوں کو شبہ پیدا ہوا کیونکہ جو لوگ اُن مسائل فلسفہ اور علم طبعی کو سچ جانتے تھے اور اُن میں اور اسلام کے اُسوقت کے موجودہ یا مجتہدہ مسائل میں اختلاف پاتے تھے تو اُن کو اسلام کی نسبت شُبہ پیدا ہوتا تھا

گر تاریخ پر اعتماد کیا جا سکتا ہے تو ثابت ہوتا ہے کہ وہ زمانہ اسلام پر ایسے سخت حملہ کا تھا کہ
اسلام کے سخت سے سخت دشمن کے سخت سے سخت حملہ نے ایسے بھی اُس سے زیادہ
اسلام کو نقصان پہونچنے کا اندیشہ نہ ہوتا۔ تمام علماء کو اس وقت اسلام کی حمایت کی ضرورت
پڑی اور انھوں نے اُس کی حمایت اور اسکی نصرت میں کوشش کی۔ خدا اُن کی کوششوں
کو قبول کرے۔ اُنھوں نے اسلام کی حمایت کے تین طریقے قرار دیئے۔ اوّل یہ کہ جو مسائل
یونانی حکمت و فلسفہ کے اسلام کے مسائل کے برخلاف تھے اُن کی غلطی ثابت کریں
دوسرے یہ کہ اُن حکمی اور فلسفی مسائل پر اس قسم کے اعتراض وارد کریں کہ جن سے وہ مسئلے خود مشتبہ
ہوجاویں۔ تیسرے یہ کہ اسلام کے مسائل اور اُن حکمی و فلسفی مسائل میں تطبیق کردیں ؞

اسی مباحثہ کی غرض سے مسلمانوں میں ایک نیا علم پیدا ہوا جس کو علم کلام کہتے ہیں
اور جسکی کتابیں آج تک ہمارے مذہب کے علماء کی درس و تدریس میں داخل ہیں اور جن پر
وہ بہت کچھ افتخار رکھتے ہیں۔ یہی باعث ہوا کہ بہت سے مسائل یونانی فلسفہ اور علم طبعی
کے جو تیسری قسم کے تھے مسلمانوں نے اپنی مذہبی کتابوں میں شامل کرلیئے اور رفتہ رفتہ
مثل مذہبی مسائل کے تسلیم ہونے لگے حالانکہ ان کو مذہب اسلام سے کچھ تعلق نہیں ہے
اور اس زمانہ میں اُن کا جُدا کرنا کچھ آسان کام نہیں ہے۔ بس میرا یہ خیال ہے کہ جس زمانہ میں
اسلام کی ایسی حالت ہو اور اُسپر ایسا ہی حملہ ہو جیسا کہ اُس زمانہ میں ہوا تھا تو ہمکو بقدر
اپنی لیاقت کے ویسی ہی کوشش کرنی چاہیئے جیسی کہ ہمارے بزرگوں نے اگلے
زمانہ میں کی تھی ؞

اے دوستو! تم خوب جانتے ہو کہ اس زمانہ میں جدید فلسفہ و حکمت نے شیوع پایا
ہے جس کے مسائل اُن اگلے مسائل سے بالکل مختلف ہیں اور جو ایسے ہی برخلاف مسائل
اسلام کے جو اس وقت مروّج ہیں پائے جاتے ہیں جیسے کہ اُس زمانہ میں تھے۔ بلکہ سخت
مشکل یہ آپڑی ہے کہ یونانی مسائل علم طبعی کے جن کی غلطی اب ثابت ہوئی ہے اور جن کو
اُس زمانہ کے علماء نے مثل مذہبی مسائل کے مان لیا تھا جیسا کہ میں نے ابھی کہا اس سے
اَور زیادہ مشکل ہوگئی ہے ؞

اے دوستو! ایک اَور بڑی مشکل یہ ہے کہ اس زمانہ کی تحقیقات اور یونانی حکمت کے
زمانہ کے مسائل میں ایک بڑا فرق یہ ہے کہ اُس زمانہ میں جو حکمت کے مسائل تھے وہ زیادہ تر
عقلی اور قیاسی دلیلوں پر مبنی تھے۔ تجربہ اور مشاہدہ کی بنا پر قایم نہیں ہوئے تھے۔ ہمارے
بزرگوں کو نہایت آسانی تھی کہ مسجدوں اور خانقاہوں کے حجروں میں بیٹھے بیٹھے قیاسی مسائل کو

قیاسی دلائل سے اور عقلی کو عقلی براہین سے توڑتے پھوڑتے رہیں اور اُن کو تسلیم نہ کریں
مگر اِس زمانہ میں نئی صورت پیدا ہوئی ہے جو اِس زمانہ کے فلسفہ و حکمت کی تحقیقات سے
بالکل علیحدہ ہے۔ اب مسائل طبعی تجربہ سے ثابت کیے جاتے ہیں اور وہ ہمکو دکھلا دیئے
جاتے ہیں۔ یہ مسائل ایسے نہیں ہیں جو قیاسی دلائل سے اُٹھا دیئے جاویں یا اُن تقریروں اور
اصولوں سے جو اگلے زمانہ کے عالموں نے قرار دیئے ہیں ہم اُن کا مقابلہ کرسکیں۔ مثلاً
آسمانوں کے خرق و التیام کا مسئلہ جو ہمارے ہاں کے علوم طبعی کا بہت بڑا مسئلہ ہے اور آج تک
درس و تدریس میں رہا ہے اور جو اصول علم طبعی کے مذہب اسلام میں تسلیم کر لیئے گئے
ہیں اُن سے بھی اُس کو بڑا تعلق ہے۔ اب وہ مسئلہ کس کام کا ہے اور اُس کے پڑھنے
پڑھانے سے کیا فایدہ ہے جبکہ یہ ثابت ہوگیا ہے کہ جس طرح اگلے حکما یا علمار نے آسمانوں کا
وجود قرار دیا تھا وہی غلط تھا۔ اب تو اِس بات پر غور کرنی لازم ہے کہ آسمان سے کیا مراد ہے
اور اُسکے لیئے جدید اصول و مسائل ایجاد کرنے کی ضرورت ہے نہ اُن بوسیدہ و از کار رفتہ
مسائل کے یاد کرنے کی (چیرز) ٭

ایک بہت بڑی بحث ہمارے ہاں ہیولے و صورت کی تھی اگر یونانی فلسفہ کے مطابق
ہیولے تسلیم کیا جاتا تھا تو معاد کا وجود جو ایک اہم مسئلہ مذہب اسلام کا ہے باطل ہوتا تھا اُسپر
علمائے اسلام نے بہت بڑی بحث کی جو کسی قدر بے سُود اور کسی قدر ناکافی تھی ٭

بہرحال اس زمانہ کی حکمت طبعی میں ہیولے کی کچھ بحث نہیں ہے بلکہ تمام اجسام کی
ترکیب اجزا رصغار سے تسلیم کی جاتی ہے۔ پس اب ہیولے و صورت کی بحث سے جو ہمارے ہاں
تعلیم دینی اور دنیاوی دونوں میں داخل ہے کیا فایدہ ہے۔ ایسے اور بہت سے مسائل ہیں جو
اسی طرح مثالاً بیان ہوسکتے ہیں ٭

اے دوستو! مجھ کو معاف کرو گے اگر میں یہ کہوں کہ ایک بہت بڑا ضروری امر جو
اُن علمار کے خیال سے رہ گیا تھا وہ یہ تھا کہ اُنھوں نے یونانی حکمت و فلسفہ کے مقابلہ میں تو
بہت کچھ کیا مگر اس بات میں کچھ نہیں کیا یا بہت ہی کم کیا کہ جو کچھ وہ خود مذہب اسلام کو بیان کرتے
تھے اُسپر منکر اسلام یا متشکک فی الاسلام کے دل کو کیونکر تشفی ہو۔ یہ کہدینا کہ اسلام میں یونہی آیا ہے
اُسکو ماننا چاہیئے یہ تو نہ یقین کو اور نہ اُن لوگوں کی تشفی کو کافی ہے (چیرز) ٭

ایسے ہی اور بہت سے وجوہات ہیں جن کی وجہ سے اس زمانہ میں نئے طریقے بحث کے
اختیار کرنے کی مسلمانوں کو ضرورت ہے کیونکہ جو شخص اسلام کو برحق سمجھتا ہے اور اُس پر پورا یقین
رکھتا ہے اُس کا دل گواہی دے گا کہ گو منطق و فلسفہ اور علم طبعی میں کتنی کچھ تبدیلی ہوجاوے

اور مسائل حقہ اسلام کے وہ کیسے ہی مخالف معلوم ہوتے ہوں مگر اسلام ہی سچا ہے۔ یہ بات سچے اور سادہ دل سے اسلام پر یقین رکھنے والوں کے لیئے تو کافی ہے مگر منکرین یا مشککین کے لیئے کافی نہیں علاوہ اس کے یہ کچھ حمیت کا کام نہیں ہے کہ مونھ سے تو یہ کہیں کہ اسلام سچا ہے مگر اُن جدید مسائل حکمت و فلسفہ کے مقابل میں اُس کی تائید نہ کریں۔ اس لیئے اس زمانہ میں مثل زمانہ گذشتہ کے ایک جدید علم کلام کی حاجت ہے جس سے یا تو ہم علوم جدیدہ کے مسائل کو باطل کر دیں یا اُن کو مشتبہ کر دیں یا اسلامی مسائل کو اُن سے مطابق کر دکھلائیں ✣

اِس وقت جو بزرگ اِس جلسہ میں موجود ہیں میں اُن سب سے بخوبی واقف نہیں ہوں۔ مگر میں یقین کرتا ہوں کہ اِس جلسہ میں بہت سے ذی علم لوگ بھی موجود ہیں میں نہایت صدق دل سے اُن کو مخاطب کر کے کہتا ہوں کہ جو لوگ ایسا کرنے کے لائق ہیں اور وہ پوری کوشش حال کے علم طبعی و فلسفہ کے مسائل کے اسلامی مسائل سے تطبیق دینے یا اُن کا بطلان ثابت کرنے میں نہ کریں گے وہ سب گنہگار ہیں اور یقیناً گنہگار رہیں۔ اگر اُن میں سے ایک دو بھی اِس کام کو انجام دیں گے تو بے شک فرض کفایہ ادا ہو جاوے گا (چیئرز) ✣

میں ایک شخص ہوں جس کا یہ یقین ہے کہ کوئی شخص ایسا نہیں ہے جو جدید فلسفہ اور جدید علوم طبعی سے جو انگریزی زبان میں ہیں بخوبی واقف ہو اور اُن تمام اسلامی مسائل پر جو اِس زمانہ میں اسلامی مسائل کہلاتے ہیں یقین رکھتا ہو۔ انگریزی خواں نوجوان اور بچے مجھے معاف کریں گے میں نے کوئی انگریزی خواں جس کو انگریزی علوم کا مذاق بھی حاصل ہو گیا ہو ایسا نہیں دیکھا جسکو پورا پورا یقین ہمارے زمانہ کے مروجہ مسائل اسلام پر ہو۔ میں یقین کرتا ہوں کہ جس قدر وہ علوم پھیلتے جاویں گے اور جن کا پھیلنا ضروری ہے اور میں خود بھی اُن کے پھیلانے میں معین و مددگار ہوں اُسیقدر لوگوں کے دلوں میں اسلام کی جانب سے جیسا کہ اُس کو اس زمانہ میں بنا دیا ہے بدظنی اور بے پرواہی بلکہ رُوگردانی ہوتی جاوے گی۔ میرا یہ بھی یقین ہے کہ اصلی مذہب کا یہ نقصان نہیں ہے بلکہ یہ اُن غلطیوں کا سبب ہے جو اسلام کے نورانی چہرہ پر لگ گئی ہیں یا نادانستہ لگا دی ہیں ✣

میں ہرگز اس لایق نہیں ہوں کہ اسلام کے نورانی چہرہ پر سے اُن غلطیوں کے سیاہ دھبوں کے چھوڑانے کا دعویٰ کروں یا حمایت اسلام کا کام اپنے ذمہ لوں۔ یہ فرض اور منصب دوسرے مقدس و باعلم لوگوں کا ہے۔ مگر جبکہ میں مسلمانوں میں اُن علوم کے پھیلانے

کا ساعی ہوں جن کی نسبت میں نے ابھی بیان کیا کہ وہ موجودہ اسلام کے کس قدر مخالف ہیں تو میرا فرض تھا کہ جہاں تک مجھ سے ہو سکے صحیح یا غلط جو کچھ میرے امکان میں ہو اُس طرح اسلام کی حمایت کروں اور اسلام کے اصلی نورانی چہرہ کو لوگوں کو دکھلاؤں ۔ میرا کانشنس (ایمان) مجھ سے کہتا تھا کہ اگر میں ایسا نہ کروں گا تو خدا کے سامنے گنہگار ہوں گا (چیئرز) *

اے میرے دوستو! میں یہ نہیں کہتا کہ جو کچھ میری تحقیقات ہے وہی صحیح ہے مگر جب مجھ کو بجز اس کے کہ جو کچھ مجھ سے ہو سکے وہ کروں اور کچھ چارہ نہ تھا تو مجھ کو ضرور وہی کرنا تھا جو میں نے کیا یا کرتا ہوں ۔ میری نیت خالص خدا کے ساتھ ہے ۔ اگر میں نے بُرا کیا ہے وہ چاہے گا معاف کرے گا چاہے گا نہ کرے گا ۔ اگر میں نے اچھا کیا ہے تو میں اُس کا صلہ کسی بندہ سے نہیں چاہتا ۔ اور یہی وجہ ہے کہ نہ میں لوگوں کے کافر کہنے سے یا نیچری کہنے سے ڈرتا ہوں نہ بُرا مانتا ہوں ۔ جو لوگ مجھ کو میری ان کوششوں کے سبب بُرا کہتے ہیں کافر بتلاتے ہیں میں اُن سے اپنی شفاعت کا خواستگار نہیں ہوں اور نہ ہوں گا جو بھلا یا بُرا میرا معاملہ ہے وہ خدا کے ساتھ ہے ۔ اگر مجھ سے کچھ غلطی ہوئی ہے یا آئندہ ہوگی خدا سے مجھے اُمید ہے کہ وہ مجھ پر رحم کرے گا (چیئرز) *

اے دوستو! اِس لمبی تمہید کے بیان کرنے کے بعد اب میں اپنے کچھ خیالات جو اسلام کے متعلق ہیں بیان کروں گا ۔ اِس وقت جو کچھ میں بیان کروں گا ضرور ہے کہ محض آزادانہ طریقہ سے بیان کروں گا اُن کو اس خیال پر نہیں بیان کرنے کا کہ میں مسلمان ہوں کیونکہ مسلمان ہونے کی حیثیت سے جو مسئلہ بیان کیا جاتا ہے اُس میں آزادانہ دلیل کی ضرورت نہیں ہوتی ۔ اِس وقت میں اپنی گفتگو کا طرز ایسا اختیار کروں گا جیسے ایک غیر شخص اسلام کے اصول و مسائل کو ایسے لوگوں کے سامنے بیان کرتا ہے جن کو اسلام یا اصول اسلام پر شبہ ہے یا انگریزی خواں نوجوان طلبہ میرے مخاطب ہیں جن کو جدید فلسفہ اور جدید علوم طبعی نے اسلام کے اصول کے صحیح ہونے پر شبہ ڈال دیا ہے یا اُس کے غلط ہونے کا اُنہوں نے یقین کر لیا ہے *

جو شخص یہ بیان کرتا ہے کہ اسلام سچا ہے تو اُس کو یہ بھی کہنا چاہیئے کہ وہ اسلام کی سچائی کیونکر ثابت کر سکتا ہے ۔ کوئی مذہب ہو اسلام یا عیسائی یا ہندو جس وقت اُن میں کا کوئی اپنے مذہب کی تائید یا تصدیق کرنی چاہتا ہے تو ضرور ہے کہ اوّل وہ اُسکی صداقت ثابت کرے یہ کہنا کہ فلاں شخص کے مقدس ہونے میں کچھ شبہ نہیں ہے اور ہم اُس مقدس کے قول پر ایمان رکھتے ہیں اُس مذہب کی صداقت ثابت کرنے کو کافی نہیں ۔ یہ تو صرف

ایک عقیدہ کی بات ہے - جو لوگ جس کسی کی پیروی کرتے ہیں خواہ وہ اوتار ہو یا پیغمبر یا
حکیم یا اُنکی کتاب ہر ایک کا پیرو اُس کو جس کی وہ پیروی کرتا ہے ایسا ہی مقدس یا اعتقاد
ہے - ہر ایک مذہب والے کو اپنے مذہب پر ویسا ہی یقین ہے جیسے دوسرے مذہب والے کو
اپنے مذہب پر - پھر کیونکر ہم ایک کو سچا اور دوسرے کو غلط کہہ سکتے ہیں ؛

جب ہم یہ کہتے ہیں کہ ہمارے پاس خدا کی بھیجی ہوئی کتاب ہے جس میں شک کا احتمال بھی
نہیں ہے تو دوسرا شخص بھی کہتا ہے کہ اُس کے پاس بھی خدا کی کتاب ہے جس کی نسبت
میں اُس کو ذرا بھی شک نہیں ہے - پس اس صورت میں ایک کے یقین کی دوسرے
کے یقین پر ترجیح کی وجہ بتانی چاہئے اور قابل تسکین دلیل پیش کرنی چاہئے جس کی بنا کسی
اعتقاد پر نہو کہ کیوں ہمارے پاس کی کتاب تو خدا کی بھیجی ہوئی ہے اور دوسرے کے پاس
کی خدا کی بھیجی ہوئی نہیں ہے ؛

اگر ہم اپنے پیغمبروں کے معجزات کو اپنے مذہب کی صداقت کے لیئے پیش
کرتے ہیں تو قطع نظر اُن مشکلات کے جو اُن کے امکان وقوع میں اور پھر اُن کے ثبوت
وقوع میں پیش آتی ہیں دوسرے مذہب والا بھی اسی قسم کے معجزات اپنے پیشواؤں کے
بیان کرتا ہے - تو اب کیا وجہ ہے کہ جو معجزات ہم بیان کرتے ہیں اُن کو صحیح مانیں اور دوسرا
جو بیان کرتا ہے اُن کو غلط قرار دیں - یہ تمام امور ایسے ہیں جو اعتقادات پر مبنی ہیں - کوئی
شخص اُن کو مٹا نہیں سکتا اور کوئی شخص نہیں کہہ سکتا کہ فلاں اعتقاد صحیح ہے اور فلاں اعتقاد
غلط - اگر کسی ایک شخص کا ایسا عقیدہ ہو بھی جاوے تو کیا اُمید ہے کہ اور بھی ایسا ہی اعتقاد
کر لینگے - اس لیئے ضرور ہے کہ ہم صداقت کے پہچاننے کے لیئے ایک ایسی معیار پیدا
کریں اور ایسی کسوٹی قایم کریں جو سب مذہبوں سے یکساں نسبت رکھتی ہو اور جس سے
ہم اپنے مذہب یا اعتقاد کو سچا ثابت کر سکیں (چیمبرز) ؛

اب میں اُس معیار کو بیان کروں گا جو تمام دنیا کے مذہبوں سے یکساں نسبت رکھتی
ہے اور جو کہ میں اصلی مذہب اسلام کو جسے خدا و رسول نے بتایا ہے سچ جانتا ہوں نہ
اُسکو جسے ہمارے اور مقدس مولویوں اور واعظوں نے گھڑا ہے بغیر کسی دھوکہ پکڑ کے
اُس معیار سے جانچوں گا اور اُس کا سچ ہونا ثابت کروں گا اور یہی فیصلہ ہمارے اور
دوسرے مذہب والوں کے درمیان ہوگا ؛

کوئی شخص لامذہب یا کسی مذہب کا معتقد اس بات سے انکار نہیں کرسکتا کہ انسان
کی بناوٹ اس قسم کی ہے یا خدا نے اُسکو ایسے قوائے مرکبہ سے پیدا کیا ہے جن سے وہ

کسی کام کے کرنے کے لائق ہی نہیں رکھی سکتے نہ کرنے کے لائق ہیں [illegible]
زندگی میں اُس کو ایک ایسی روش اختیار کرنی چاہئیے جس سے [illegible]
وہ کام ورجس کے لیئے اُن کا ہونا یا پیدا کرنا پایا جاتا ہو پس جو مذہب کہ ہمارے سامنے
پیش کیئے جاتے ہیں اُن کی صداقت کا معیار یہ ٹھہرا ہے کہ اگر وہ مذہب فطرت انسانی [illegible]
نیچر کے مطابق ہے تو سچا ہے اور اس بات کی صاف دلیل ہے کہ وہ مذہب اُس شخص کا
بھیجا ہے جس نے انسان کو بنایا ہے اور اگر وہ مذہب انسانی فطرت اور اُس کی خلقت کے
اُن قواء کے جو انسان میں ہیں اور اُن حقوق کے جو اُن قواء سے انسان کے لیئے پائے جاتے
ہیں اُس کے برخلاف ہے اور اُن کو [illegible] سے کام میں لانے سے باز رکھتا ہے
تو اس بات میں شُبہ ہوتا ہے کہ وہ مذہب اُس شخص کا بھیجا ہوا ہے جس نے انسان کو بنایا
ہے کیونکہ ہر شخص اس بات کو غالباً قبول کرے گا کہ مذہب انسان کے لیئے بنایا گیا ہے اور
اگر اُس کو اُلٹ دو اور یوں کہو کہ انسان مذہب کے لیئے بنایا گیا تو بھی متحد نتیجہ پیدا ہوتا ہے ۔

پس میں نے مذاہب کی صداقت دریافت کرنے کے لیئے اور مذہب اسلام کی
صداقت کی جانچ کے لیئے بھی یہ اصول قرار دیا ہے کہ وہ فطرت انسانی کے مطابق ہے یا
نہیں جو انسان میں بنائی گئی ہے یا انسان میں موجود ہے ۔ اور نتیجہ یہ یقین ہوا ہے کہ اسلام اُس
فطرت کے مطابق ہے (تہذیب) ۔

بے شک یہ کام بہت بڑے عقلاء و علماء کا تھا مجھ کو اس کام کے انجام دینے کی
لیاقت نہیں ہے مگر جیسا کہ میں نے چند لمحہ پہلے اُس کے اختیار کرنے کی وجہ کو بیان کیا تھا
اُس سبب سے میں نے بقدر اپنی طاقت کے اُس کو شروع کیا ہے ۔ میں یقین رکھتا ہوں
کہ خدا نے جو ہمکو پیدا کیا ہے اور ہمارے واسطے جو ہدایت بھیجی ہے وہ ہدایت بالکل ہماری
خلقت ۔ ہماری فطرت ۔ ہمارے نیچر کے مطابق ہے اور یہی اُس کی سچائی کی دلیل ہے
کیونکہ یہ کہنا بڑی بے عقلی کی بات ہوگی کہ خدا کا فعل اَور ہوگا اور اُس کا قول اَور ۔ تمام کائنات
مع انسان کے خدا کا فعل ہے اور مذہب اُس کا قول وہ دونوں مختلف نہیں ہو سکتے (واضح
ہو کہ سید صاحب کا یہ قول ہے کہ ورک آف گاڈ اور ورڈ آف گاڈ مختلف نہیں
ہو سکتے ۔ ورک سے وہ نیچر مراد لیتے ہیں اور ورڈ سے مذہب) یہ معیار میں نے اُن
لوگوں کے لیئے مقرر کی ہے کہ جو خود اپنے دل میں کسی مذہب کی صداقت کا تصفیہ کرنا
اور اپنے دل کو تشفی دینا چاہتے ہیں اور نیز اُن لوگوں کے لیئے جو شک فی الاسلام ہیں یا
اسلام کے مخالف ہیں ۔ اور میری سمجھ میں اس سے زیادہ اَور کچھ معیار نہیں ہو سکتی ۔

اس معیار کے قائم کرنے کے بعد میں نے یہ تصفیہ کیا ہے کہ اسلام بالکل فطرت
کے مطابق ہے۔ اور اس لیے میں نے کہا ہے کہ "الاسلام هو الفطرت و الفطرت
هی الاسلام" یہ بات نہایت ٹھیک سمجھا ہے۔ کیا تعجب ہے اُن لوگوں پر کہ جنہوں نے
دستِ قدرتِ الٰہی پر تہمت لگائی ہے اور نیچر کو خدا سے الگ کیا ہے اُن کا خدا کے
ماننے سے کیا جواب ہے؟ یہی کہ خدا سب چیزوں کا پیدا کرنے والا ہے جس طرح اُس نے
آسمان و زمین اور تمام مخلوقات کو پیدا کیا اُسی طرح اُس نے نیچر کو بھی پیدا کیا۔ وہ
جیسا کہ تمام چیزوں کا اور سب کا خالق ہے اسی طرح نیچر کا بھی خالق ہے۔ پس مخالفین کا
یہ کہنا کہ ہم نیچر کو خالق اور نعوذ باللہ نیچر کو خدا کہتے ہیں کس قدر بہتان عظیم ہے۔ جس کو میں
خالق کہتا ہوں وہ کہتے ہیں کہ وہ نیچر کو خالق کہتا ہے۔ خدا کے سامنے اُس دن جبکہ
اعمال کی پرسش ہوگی۔ بڑی بڑی ڈاڑھی والوں اور پیشانی پر رگڑ رگڑ کر گٹا ڈالنے والوں۔
ٹخنے سے اونچا پاجامہ پہننے والوں۔ جو سچ کے بدلے جھوٹ کو خریدتے ہیں اُن کا
حال معلوم ہوگا جنہوں نے یہ جھوٹے الزام مجھ پر لگائے ہیں اُس کو میں خدا پر چھوڑتا ہوں
نہیں نہیں خدا پر نہیں چھوڑتا بلکہ میں اپنی طرف سے اُن کو معاف کرتا ہوں (چیئرز نہایت
زور سے) میں اپنے کسی بھائی سے کسی بات سے نہ دنیا میں بدلا لینا چاہتا ہوں نہ
قیامت میں (چیئرز) میں نہایت خوش ہوں۔ مگر اُس رسول کی ذرّیت میں ہوں جو
رحمۃ للعالمین ہے میں اپنے دادا کی راہ پر چلوں گا۔ اور تمام لوگوں کو جنہوں نے
مجھ کو بُرا کہا جنہوں نے مجھ پر اتہام کیا یا آئندہ کریں اور کریں سب کو میں معاف
کروں گا (چیئرز) ✤

جو طریقہ میں نے اوپر بیان کیا۔ کیا کوئی کہے گا کہ وہ طریقہ اسلام کی تائید کا نہیں
اور کیا اُس کے ذریعہ سے بڑے بڑے فلسفی حکیموں اور علوم طبعی کے جاننے والوں اور
ملحدوں کا مقابلہ نہیں ہو سکتا۔ اور کیا وہ طریقہ کسی طرح اسلام کے مخالف ہے؟ اس پر بھی
مجھے یہ دعوےٰ نہیں کہ جو طریقہ میں نے اختیار کیا ہے اُس میں غلطی نہیں۔ میں معصوم
نہیں ہوں اور نہ معصوم ہونے کا دعوےٰ کرتا ہوں میں ایک جاہل آدمی ہوں۔ اسلام
کی محبت سے میں نے یہ کام کیا ہے جس کے لائق میں نہیں ہوں۔ بلاشبہ وہ ایک
نیا طریقہ ہے۔ اس میں بھی درحقیقت میں نے قدیم علماء کی پیروی کی ہے۔ جس طرح
انہوں نے ایک نئے ڈھنگ پر علم کلام ایجاد کیا تھا اُسی کی نظیر پر میں نے یہ نیا طریقہ
صداقت کے ثابت کرنے کا ایجاد کیا ہے۔ ممکن ہے کہ اس میں غلطی ہو مگر آئندہ علماء

اس کی صحت کردیں گے اور اسلام کو مدد دیں گے میرے خیال میں نہ غیر اور مشکلیں فی الاسلام کے مقابلہ میں اسلام کی تائید اسی طریقہ پر ہوسکتی ہے۔ اور کسی طریقہ پر نہیں ہوسکتی (چیئرز) ؂

آپ صاحبوں نے مجھ سے چاہا ہے کہ میں بیان کروں کہ اسلام کیا چیز ہے؟ اسکو جواب میں میں کہتا ہوں کہ وہ چیز جسپر یقین کرنے سے کوئی شخص مسلم یا مسلمان کہا جاسکتا ہے وہ خدا کی توحید ہے۔ جو شخص خدا کو برحق جانتا ہے اور اُس کی توحید پر یقین رکھتا ہو وہ مسلم یا مسلمان ہے۔ یہی رکن اوّل اور رکن اعظم اسلام کا ہے اور باقی ارکان اُسکے تحت میں اور اُس کے ساتھ اس طرح ملے ہوئے ہیں جیسے کہ کسی خالص دوائی معجون ہو اور اُس کے ساتھ اور اجزا بھی ملے ہوئے ہوں۔ خدا کو واحد مطلق اور خالق تمام چیزوں کا جاننا اور سمجھنا بلکہ نہ صرف جاننا اور سمجھنا بلکہ اُسپر یقین ہونا اسلام ہے اور جو اُسپر یقین کرے وہ مسلم ہے۔ خدا تعالےٰ نے قرآن مجید میں یہود و نصاریٰ کی تکرار کا ذکر فرماکر فرمایا "بلیٰ من اسلم وجهه لله وهو محسن فله اجره عند ربه" یعنی جس نے خدا پر یقین کیا اپنا مونھ خدا کے سامنے کیا اور نیک کام کرتا ہے تو اُس کا اجر اُس کے خدا کے پاس ہے۔ خدا نے اہل کتاب سے اور کچھ نہیں چاہا بجز اس کے کہ خدا کی توحید مانیں اور اُسی کی عبادت کریں جہاں فرمایا "یا اهل الکتاب تعالوا الیٰ کلمة سواء بیننا وبینکم ان لانعبد الا الله" اور ایک جگہ پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری نماز اور میری عبادت اور میری زندگی اور میری موت خدا کے لیئے ہے اور اُس کے بعد فرمایا کہ "انا اول المسلمین" اسمٰعیل و ابراہیم نے یہ دُعا مانگی "ربنا واجعلنا مسلمین لك ومن ذریتنا امة مسلمة لك" حضرت عیسےٰ کے حواریوں نے بھی "خدا پر ایمان لانے کے بعد کہا کہ "واشهد بانا مسلمون" حضرت ابراہیم کو خدا نے کہا "اسلم" حضرت ابراہیم نے کہا "اسلمت لرب العالمین" حضرت ابراہیم نے اپنی اولاد کو نصیحت کی "یابنی ان الله اصطفےٰ لکم الدین فلا تموتن الا وانتم مسلمون" اور ایک جگہ خدا نے فرمایا کہ "ان الدین عند الله الاسلام" پھر خدا نے فرمایا کہ "ما کان ابراهیم یهودیا ولا نصرانیا ولکن کان حنیفا مسلما" یعنی ابراہیم نہ یہودی تھا اور نہ نصرانی بلکہ ٹھیٹ مسلمان تھا۔ پس جو حقیقت اسلام کی خدا نے بتلائی وہ خدا کو ماننا اور اُسپر یقین ہونا ہے ؂

خدا پر اور خدا کی وحدانیت پر اُس وقت یقین ہوسکتا ہے جب اُسکی ذات و صفات پر

جو حقیقت میں متحد ہیں اور اُس کے استحقاق عبادت پر جو اُس کو لازم ہے پورا پورا یقین ہو اُسکی ذات پر یقین۔ اُس کے موجود بالذات ازلی و ابدی وحدہٗ لاشریک لہٗ ہونے پر یقین ہوتا ہے۔ اُس کی صفات پر یقین۔ اُس کی مانند صفات کا کسی دوسرے میں نہ ہونے پر یقین کرتا ہے۔ تمام صفتیں جو خدا سے منسوب کیجاتی ہیں عالم۔ رحیم۔ حیّ اور مثل ان کے اور جو اُن کا مفہوم ہمارے ذہن میں آتا ہے اور جن میں اَوروں کا اشتراک بھی بوجہ ماینصوّرہ ہوتا ہے اُس مفہوم سے اور اُس اشتراک سے بھی خدا کی صفات کو مبرّا و منزّہ ماننا اُس کی صفات پر یقین ہونا ہے۔ اُس کے استحقاق عبادت پر یقین یہ ہے کہ کوئی شئے سوا خدا کے مستحق عبادت نہیں یعنی عبادت کے لائق نہیں۔ جو شخص کہ اس طرح سے خدا پر یقین رکھتا ہے وہ مسلمان ہے۔ میں نہیں کہتا بلکہ خدا نے یوں ہی کہا ہے۔ ہاں ایسے شخص کی نسبت جو صرف خدائے واحد کو مانتا ہے مَیں یہ ضرور کہوں گا کہ وہ محمدی نہیں۔ قرآن کی اصطلاح تو یہی ہے جو میں نے بیان کی مگر ہمارے زمانہ میں محمدی اور مسلمان کے الفاظ ایک ہی معنی میں لیئے جاتے ہیں اور مترادف سمجھے جاتے ہیں اسلیئے مجھ کو کسی قدر تفصیل کے بیان کرنے کی ضرورت معلوم ہوتی ہے۔ محمدی ہونے کے لیئے ضرور ہے کہ ہم اُس شخص پر بھی جس نے ہمکو توحید کی نعمت دی اور جس نے ہمکو توحید کی تعلیم کی جس کی وجہ سے ہمنے خدا کو جانا اور اُس کی صفات کو سچا یقین کریں۔ خود عقل ہی ہم کو ہدایت کرتی ہے کہ جس سے ہمکو ہدایت ہوئی کس طرح ہو سکتا ہے کہ ہم اُس کے ہادی ہونے پر یقین نہ کریں۔ اسلام جس کو میں نے ایسے استحکام سے سچا بتایا اُسکی ہدایت حضرت محمد رسول اللہ صلعم نے کی ہے پس اس کی تصدیق بالضرور دوسرا رکن اسلام کا ہے جو پہلے رکن سے منفک ہی نہیں ہو سکتا۔ اس تمام تقریر کا نتیجہ یہ ہے کہ جو شخص خدا کو مانتا ہے اور وحدہٗ لاشریک جانتا ہے اور اُس پر یقین رکھتا ہے اور کسی نبی کی تصدیق نہیں کرتا اور آنحضرت صلعم کی بھی تصدیق نہیں کرتا اُس کی نسبت یہ کہنا کہ محمدی نہیں یا مرادف معنی لیکر یہ کہنا کہ وہ مسلمان نہیں ہے بالکل صحیح ہے مگر اُس کو کافر بمعنی مشرک کہنا یا موحد نہ کہنا اسلام کی اصول کی رُو سے درست نہیں ؛

بلا شُبہ تصدیق نبوّت دوسرا رکن اسلام کا ہے۔ موحدین محض کے مخلّد فے النّار ہونے یا نہونے پر قدیم سے علماء میں بحث چلی آتی ہے۔ کوئی کہتا ہے کہ مخلّد فے النّار ہوں گے کوئی کہتا ہے کہ بعد عذاب نجات پاویں گے۔ اس بحث کو اُنہی عالموں کے لیئے چھوڑ دو اور ہمکو اپنے حبیب کے اس قول پر رہنے دو کہ "علی رغم انف ابی ذر" ؛

وحدانیت و رسالت کی تصدیق کے بعد اَور چیزیں بھی اسلام کے ساتھ ہیں جنکو خدا تعالےٰ نے فرض قرار دیا ہے۔ مثلاً نماز۔ روزہ۔ حج۔ زکوٰۃ وغیرہ وغیرہ ٭

ان فرائض کے نہ ادا کرنے والے کو ہم گنہگار اور اُن کے منکر کی نسبت وُہی کہینگے جو رسالت کے منکر کی نسبت کہا ہے کہ وہ محمّدی نہیں یا بمعنی مرادف مُسلمان نہیں۔ اُسکے مخلّد فے النّار ہونے یا نہونے کی نسبت وُہی بحث پیش آجاتی ہے جو ابھی موحد محض کی نسبت میں نے بیان کی ٭

اے دوستو! یہ ایک بحث بہت بڑی اور نہایت نازک ہے جس کے بیان کے لیئے ایک بہت بڑا وقت درکار ہے۔ اُسکو مختصر کر دینا ہی وقت کے لحاظ سے بہتر ہے۔ اسی طرح شرک کی بحث بھی جو اسلام کا پُورا پُورا دشمن ہے اور جس کے ساتھ اسلام جمع ہی نہیں ہوسکتا بہت بڑی ہے مگر مَیں اِس وقت ایک شمہ اُس کا بیان کروں گا جسطرح خدا کو اپنی ذات و صفات میں وحدت ہے اُسی طرح رسُول کو تبلیغ احکام یا احکام شریعت کے قرار دینے میں وحدت ہے اور کسی کو اُس میں شرکت نہیں۔ پس جو شخص رسُول کے سوا کسی اَور شخص کے احکام کو دین کی باتوں میں اِس طرح پر واجب العمل سمجھتا ہے کہ اُسکے برخلاف کرنا گناہ ہے اور اُسی کی تابعداری کو باعث نجات یا ثواب سمجھتا ہے وہ بھی ایک قسم کا شرک کرتا ہے جس کو میں شرک فی النبوّۃ سے تعبیر کرتا ہوں۔ خدا نے یہود و نصاریٰ دونوں کو اسی بات پر ملزم ٹھہرا کر فرمایا " اتخذوا احبارھم و رھبانھم اربابا من دون اللہ " پس اس طرح کی پیروی اربابا من دون اللہ تک پہنچا دیتی ہے ٭

میری اِس تقریر سے آپ یہ تصوّر نہ کریں کہ میں آئمہ مجتہدین کے برخلاف رائے رکھتا ہوں۔ نہیں۔ مَیں اُن کو اُمّت کا سرتاج اور اُن کے اجتہادوں اور اختلافوں کو باعث رحمت سمجھتا ہوں۔ یہ بھی آپ خیال نہ کریں کہ میں اُن کے پیرو مقلدین کو بُرا کہتا ہوں یا تقلید کو بُرا جانتا ہوں۔ مگر اِس قدر مَیں ضرور سمجھتا ہوں کہ مقلدین کے بعض افعال اس حد تک پہنچ گئے ہیں کہ اُنھوں نے اپنی غلطی سے نہ اُن کی تقلید سے اُن کو اربابا من دون اللہ تک پہنچا دیا ہے۔ جو لوگ کہ اِس مسئلہ تقلید کے برخلاف ہیں اور عدم تقلید کے مسئلہ کی پیروی کرتے ہیں اور اُس کے اجرا میں کوشش کرنی چاہتے ہیں اُن کی بھی مَیں عزّت کرتا ہوں میں سمجھتا ہوں کہ دونوں کا مقصود ایک ہے اور دونوں خدا و رسُول کی خوشنودی چاہتے ہیں (چیئرز)۔ مگر افسوس ہے کہ ان دونوں فرقوں کے سبب سے باہم رنج و عداوت پیدا ہوئی ہے یہ شیطان کے وسوسے ہیں جو گروہ اسلام کو متفرق کرنے اور

قوت کو ضعیف کرنے کی فکر میں ہے۔ حقیقت میں لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہنا اور اُسپر دل سے یقین رکھنا اور سب کلمہ گوؤں کو بھائی سمجھنا ہی باہمی اختلاف سے اسلام کے مجمع کو متفرق کرنا اصول اسلام کے برخلاف ہے۔ اور اُس برکت کی ناشکری ہے جو خدا نے دی ہے اور جس کو "فالف بین قلوبکم" کے لفظوں سے تعبیر کیا ہے (چیئرز)۔

اب میں اُن امور کی نسبت کُچھ تھوڑا سا بیان کرنا چاہتا ہوں جو تصدیق نبوت اور اُن مسائل اسلام سے متعلق ہیں جو ظاہر میں عقل و علم کے برخلاف پائے جاتے ہیں۔ اگرچہ اس کی تفصیل بیان کرنے کو بہت بڑا وقت چاہیئے اور شاید برسوں گذر جاویں اور یہ بیان ختم نہ ہو تو بھی کچھ عجب نہیں۔ مگر بعض نوجوان انگریزی خوانوں یا اَور لوگوں کے لیئے جو اپنے خیال دوسری طرح پر کرنے چاہتے ہیں اس کا بیان کرنا گو مختصر ہی ہو بے موقع نہ ہوگا۔

محمدی ہونے کے لیئے یا مرادف معنی کے لحاظ سے اسلام کے دائرہ میں داخل ہونے کے واسطے توحید کے ساتھ رسالت یعنے نبوت کی تصدیق بھی واجب ہے اسلام کی نسبت نوجوان انگریزی خوانوں کو یا آزاد خیال والوں کو دو چیزیں ہیں جو شک میں ڈالتی ہیں۔ ایک تصدیق نبوت دوسرے وہ مسائل جو اس زمانہ کی حکمت و فلسفہ یا عقل کے برخلاف یا بعید از عقل معلوم ہوتے ہیں۔ نبوت کی بحث فطرت کے اصول پر ایک طولانی بحث ہے اس وقت مَیں اُس کو نہ چھیڑوں گا۔ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی صداقت پر چند باتیں بطور خطابیات کے جن کو دل قبول کرسکتا ہے بیان کروں گا بڑے بڑے فلاسفر جو گذر گئے ہیں اور جو اَب بھی موجود ہیں جنہوں نے علوم میں بہت بڑا درجہ حاصل کیا ہے اور عُمدہ عُمدہ کتابیں تصنیف کی ہیں وہ بھی اصل اسلام کی ہدایتوں کو اور اُن اصولوں کو جن پر اصل اسلام مبنی ہے لاثانی تسلیم کرتے ہیں۔ اُن کو جانے دو اور خود جانچ لو کہ اصل اسلام کے اصول فقہا کے اجتہادات اور پیچیدہ مسائل کو چھوڑ کر جو سیدھے سادھے اصول اسلام سے مناسبت نہیں رکھتے کیسے عُمدہ و پختہ لاثانی ہیں۔ جس نے تمام عمر فلسفہ و حکمت و علوم طبعی اور انسان کے نیچر کی حقیقت کی تحقیق میں بسر کی ہو وہ بھی ایسے اصول قایم نہیں کرسکتا۔ پس اب کیا میرا یہ کہنا بیجا ہوگا کہ ایک ایسے شخص نے جو ریتیلے کنکریلے ملک میں پیدا ہوا اور جو چھوٹی عمر میں یتیم ہوگیا اور جس نے نہ کسی دار العلوم میں تعلیم پائی نہ سقراط و بقراط اور افلاطوں کے مسائل کو سُنا نہ کسی اُستاد کے سامنے تعلیم کو بیٹھا

نہ حکماء اور فلاسفروں اور پولیٹیکل و مارل سائنس کے عالموں کی صحبت اُٹھائی بلکہ چالیس برس اپنی زندگی کے ناتربیت یافتہ اور بداخلاق اُونٹ چرانے والوں میں بسر کیئے چالیس برس تک بجز ایسی قوم کے جو بت پرستی اور باہمی جنگ جدال میں مبتلا تھے چوری و زنا کاری پر عورت و مرد کو فخر تھا اور کسی کو نہیں دیکھا تھا۔ وہ دفعتاً اپنی تمام قوم کے برخلاف اُٹھا۔ چاروں طرف سے وہ بُت پرستی میں گھرا ہوا تھا مگر اُس نے کہا تو یہ کہا کہ "لا اِلٰہ اِلّا اللہ"۔ اُس نے صرف یہ کہا ہی نہیں بلکہ تمام قوم سے بھی جو سینکڑوں برس سے لات و منات و عزّےٰ کو پوجتی آتی تھی یہی کہوا دیا۔ اُن تمام بداخلاقیوں و امارل عادتوں کو تمام قوم سے مٹوا دیا۔ بتوں کو زمین پر گروایا۔ اُن کو تڑوایا۔ اور خدا کے نام اور خدا کی پرستش کو تمام عرب کے جزیرہ نما میں بلند کیا۔ وہ جزیرہ جو ابراھیم و اسمٰعیل کے بعد سے ہزاروں ناپاکیوں سے ناپاک ہو گیا تھا۔ پھر اسکو اُس کی اصلی پاکی اور دین ابراھیم کی بزرگی تک پہونچایا۔ چالیس برس کے بعد کس نے یہ نور اُس کے دل میں ڈالا جس نے نہ صرف جزیرہ عرب کو بلکہ تمام دنیا کو روشن کر دیا (چیئرز)۔ اُس نے لا اِلٰہ اِلّا اللہ کی تعلیم کے بعد جو احکام دین کے اخلاق کے لوگوں کو بتلائے کیا کوئی فلاسفر اس سے زیادہ کچھ بتا سکتا تھا جو اُس اُمّی نے بتلائے (چیئرز) صرف بتائے ہی نہیں بلکہ اپنے پاک دل اپنی پاک زبان کے اثر سے لوگوں کے دلوں میں بٹھا دیئے (چیئرز) یہ کام وہ تھا جو نہ کسی فلاسفر سے ہو سکتا تھا نہ کسی سلطان مقتدر سے پھر کیا چیز اُس یتیم بچے میں تھی جس نے نہ جزیرہ عرب کو بلکہ تمام دنیا کو خدائی کا کرشمہ دکھلادیا (چیئرز)۔ اے میرے دوستو! کوئی سخت سے سخت دہریہ اور لامذہب بھی اگر ایسے شخص کو معاذ اللہ نبی نہ مانے گا تو اُس کو یہ ماننا تو ضرور پڑے گا کہ بعد خدا کے کوئی دوسرا شخص بزرگ ہے تو یہی ہے (چیئرز)۔ روحی فداک یا رسول اللہ۔ بس جو کوئی شخص نبوت کی حقیقت کو سمجھے گا تو امکان سے خارج ہے کہ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی تصدیق نہ کرے (چیئرز)۔ یہ مختصر الفاظ تصدیق نبوت کے ایسے شخص کے دل کی تشفی کے لیئے جو کچھ بھی سمجھ بوجھ رکھتا ہے میں سمجھتا ہوں نہ بالکل کافی ہیں*

اب مسائل اسلام کی نسبت مجھ کو کچھ کہنا ہے۔ آپ سب صاحب بخوبی جانتے ہیں کہ اسلام کے مسائل دو قسم کے ہیں۔ ایک منصوص۔ دوسرے اجتہادی۔ جو علماء نے اپنی نیک دلی اور نیک نیتی سے قایم کیئے ہیں۔ دوسری قسم کے مسائل جو اجتہادیات کہلاتے ہیں اگر اُن کا کوئی مسئلہ نیچر یا فطرت انسانی کے برخلاف ہو تو اُس سے اسلام پر

کوئی حرف نہیں آتا کیونکہ فی الحقیقت وہ ایک ایسے انسان یا مجتہد کا اجتہاد ہے جو سہو و
خطا سے معصوم نہیں ہے *

خود آئمہ مجتہدین نے بھی اس بات کو تسلیم کر لیا ہے کہ "المجتہد قد یخطی وقد
یصیب" اس سبب سے ہمکو علماء کے اجتہادی اور قیاسی مسائل پر بحث کرنی فضول ہے
ممکن ہے کہ وہ صحیح ہوں اور ممکن ہے کہ غلط ہوں - ہم اسلام کے طرفدار ہیں نہ فلاں و
بہمان کی رائے و اجتہاد کے - اگر ان میں غلطی ہے تو اُس سے اسلام کو کچھ مضرت نہیں
اگر وہ صحیح ہیں تو اسلام کو اُسپر فخر کرنے کی کچھ ضرورت نہیں - منصوص مسائل کو ٹھیک انسانی
فطرت کے مناسب ثابت کرنے کو ہم موجود ہیں نہ کسی نقلی دلیل سے نہ اپنے اِن کے عالموں
کے قول سے نہ مجتہدوں کی براہین اجتہادیہ سے بلکہ نیچر سے - ہم اُن مسائل کو اُسی علم سے
ثابت کرنے کو تیار ہیں جس علم کے پڑھنے سے اُن لوگوں کے دلوں میں شبہے پیدا ہوئے
ہیں - یہ ہمارا دعویٰ لوگوں کے خیال میں کیسا ہی ہو اور گو بعض لوگ اُس کو ناممکن سمجھتے ہوں
مگر جو کچھ ہمارے دل میں ہے اور جسپر ہمکو یقین ہے اُس کو باواز بلند ہم کہہ رہے ہیں - ہماری
سمجھ میں کوئی مسئلہ ٹھیٹ اسلام کا یا جو کچھ قرآن مجید میں بیان کیا گیا ہے کسی قدیم یا
جدید علم کے برخلاف نہیں ہے - نہ کوئی حکمت اُس کو توڑ سکتی ہے - نہ کوئی فلسفہ (جدید و قدیم)
میں یقین کرتا ہوں کہ دنیا میں سوائے اسلام کے اور کوئی ایسا مذہب نہیں ہے جس کو
پرانی اور حال کی تحقیقاتوں فلسفہ اور نیچرل فلاسفی سے مقابلہ کرو اور سب طرح ٹھیک
اور مضبوط پاؤ - بات صرف اسقدر ہے کہ حقیقت کبھی تبدیل نہیں ہوتی - ہاں بلاشبہ جس وقت
فلسفہ کا طرز بدل جاتا ہے مباحثہ کے اصول بدل جاتے ہیں اور نئی دلیلوں کی حاجت
ہوتی ہے - یہی سبب ہے کہ اگلے زمانہ میں جو دلائل ہمارے قدماء نے قایم کیئے تھے
وہ اس زمانہ میں بکار آمد نہیں رہے ہیں اور اس لیئے ضرور ہے کہ نیا طریقہ بحث کا اختیار
کیا جاوے - قرآن مجید جو تیرہ سو (١٣٠٠) برس سے معجز یقین کیا جاتا ہے میں بھی اُس کو معجز
مانتا ہوں مگر ہمارے قدماء نے صرف ایک اوپری دلیل اُس کے معجز ہونے کی قرار دی تھی
یعنی فصاحت اور کلام کی عمدگی اور وہ بھی اس وجہ سے کہ آج تک کسی بشر سے نہ کسی فصیح و بلیغ
سے اُس کی ایک یا دس آیتوں کے برابر بھی ویسا فصیح کلام نہیں کہا گیا باوجودیکہ اُن سے
بطور مقابلہ کے کہا گیا کہ اگر کہہ سکتے ہو تو کہہ لاؤ - بلاشبہ میں بھی قرآن مجید کو ایسا ہی فصیح و بلیغ
تسلیم کرتا ہوں اور کیوں نہ تسلیم کروں جبکہ میں یقین کرتا ہوں کہ وہ خدا کا کلام اور وحی متلو ہے
اُس کے الفاظ وہی ہیں جو خدا کی طرف سے رسُول کے دل میں ڈالے گئے تھے اور رسُول کی زبان سے

ہملوگوں تک پہونچے۔ اور میں یہ بھی قبول کرتا ہوں کہ آج تک کسی بشر سے مثل اُس کے نہیں
کہا گیا۔ مگر میں اس دلیل کو ایک خام دلیل سمجھتا ہوں اور جو الفاظ قرآن مجید میں اِس امر
کی نسبت آتے ہیں اُن کا یہ مطلب قرار نہیں دیتا ہوں۔ اور اگر یہ دلیل ایک دلیل ہونے
کے رتبہ میں بھی ہو تو بھی ایسی نہیں ہے جو غیر معتقد لوگوں کے مقابلہ میں پیش کیجا سکتی ہو
اور اُن کے دل کو تسلی دے سکتی ہو۔ میں ایک اور دلیل رکھتا ہوں جس کو میں اُس دلیل سے
زیادہ مضبوط سمجھتا ہوں۔ وہ دلیل کیا ہے۔ وہ ہدایتیں انسان کے لیئے ہیں جو قرآن مجید میں
بیان کی گئی ہیں۔ کوئی اور ہدایت اُس کے مثل بے شک نہیں ہو سکتی میں اُس کو بھی معجزہ
بلکہ اصلی معجزہ قرآن مجید کا سمجھتا ہوں (چیئرز)۔ قرآن مجید اُس زمانہ میں نازل ہوا جو جاہلوں
اور ناواقفوں اور ناتربیت یافتہ لوگوں کا زمانہ تھا وہ اُس زمانہ کے جاہل لوگوں کی ہدایت
کے لیئے بھی تھا اور اُن اعلےٰ درجہ کے تعلیم یافتہ لوگوں کے لیئے بھی تھا جو اُس وقت
کی دنیا میں تھے اور جو آیندہ دنیا میں ہونے والے تھے ضرور تھا کہ اُس کی ہدایتیں
اس طرح پر بیان کیجاویں کہ اُس سے ایک صحرائی اونٹ چرانے والا بدو اور ایک اعلےٰ درجہ
کا حکیم سقراط اور بقراط دونوں برابر فایدہ اُٹھاویں دونوں برابر ہدایت پاویں۔ قرآن مجید
ہی صرف ایسا کلام ہے جس میں یہ صفت موجود ہے اور جس سے مختلف درجوں بلکہ متضادہ
حیثیتوں کے لوگوں کو یکساں ہدایت ہوتی ہے۔ ایک جاہل بدو یا ایک مقدس مولوی اُسکی
لفظی معنوں سے جیسی ہدایت پاتا ہے ویسا ہی ایک فلاسفر اُنہی الفاظ کے مقصود سے
ویسی ہی ہدایت پاتا ہے اور کسی لفظ کو نیچر یا فلسفہ سے برخلاف نہیں پاتا۔ کسی زبان میں
فرینچ۔ لیٹن۔ عربی۔ فارسی۔ سنسکرت وغیرہ میں کوئی ایسی کتاب لکھدو یا اگلے زمانہ
کی لکھی ہوئی بتادو جس میں اعلےٰ سے اعلےٰ مضامین فلسفہ اور حکمت بھرے ہوئے ہوں
اور پھر نہایت دلکش اور سہل الفاظ میں اور پھر اُس سے جاہل اور عالم۔ عامی اور فلسفی سب کو
یکساں فایدہ حاصل ہو اور سب کے دلوں پر یکساں اثر ڈالے نہایت ناممکن ہے۔ مگر صرف
قرآن مجید ہی ایسا ہے جس میں یہ تمام خوبیاں موجود ہیں اور یہی اُسکا اصلی اور سچا اور واقعی
معجزہ ہے (چیئرز)۔ اُس کے مسائل جیسے اُس زمانہ میں سچے تھے جبکہ زمین ساکن مانی جاتی
تھی ویسے ہی اب بھی سچے اور قابل تسکین ہیں جبکہ سورج ساکن اور زمین گھومتی مانی جاتی ہے
یہودیوں کے پاس۔ عیسائیوں کے پاس۔ چینیوں کے پاس۔ ہندوؤں کے پاس بھی
کتابیں ہیں جن کو وہ مقدس سمجھتے ہیں مگر بتاؤ کہ کس میں یہ صفت موجود ہے جو میں نے بیان کی
توریت میں ہے کہ یوشع کے لیئے سورج ٹھہر گیا۔ اگر ایسا ہوا ہوتا تو تمام عالم کب کا برباد

ہوچکا ہوتا۔ مگر قرآن مجید ایسی باتوں کے وعظ کرنے سے پرہیز کرتا ہے اور اگر وہ کچھ نصیحت کرتا ہے تو یہ کرتا ہے کہ "لاتبدیل لخلق اللّٰہ" میرا یقین ہے اور گو وہ ایک پیشین گوئی ہونے کے لحاظ سے قابل اعتراض ہو کہ اگرچہ حکمت و فلسفہ جو اس زمانہ میں سچی پائی جاتی ہے اگر آئندہ غلط ثابت ہو جیسے یونانی حکمت اب ثابت ہوئی ہے اور حکمت و فلسفہ کے بالکل نئے اصول سچے ثابت ہوں تو بھی میں دعوے کرتا ہوں کہ قرآن مجید ویسا ہی سچا ثابت ہوگا جیسا کہ اب سچا ہے اور غور کرنے کے بعد ثابت ہوگا کہ جو کچھ غلطی تھی وہ ہمارے خیال کا نقصان تھا مگر قرآن ویسا ہی سچا تھا (چیئرز) ہمارے قدیم مفسروں نے قرآن مجید پر اس کو یونانی حکمت اور علم ہیئت سے مطابق کرنے پر بہت زور ڈالا ہے۔ مگر جو لوگ خدا کی ہدایت کی روشنی سے قرآن پر غور کرتے ہیں وہ سمجھتے ہیں کہ جو کچھ اس میں غلطی ہو وہ ان کی غلطی تھی نہ قرآن مجید کی ؎

اے بھائیو۔ اے میرے دوستو! یہ ایک ایسا مشکل رستہ ہے جس پر چلنا دشواری سے خالی نہیں۔ مگر ضرور ہے کہ جو لوگ دین اسلام پر ہونے کا دعوے کرتے ہیں اُس پر غور کریں جو کچھ میں کر رہا ہوں وہ واقع میں اور لوگوں کا کام تھا نہ ایک جاہل آدمی کا جیسا کہ میں ہوں مگر جب کسی نے نہ کیا تو میرے دل میں ایک تحریک پیدا ہوئی اور میں اُس پر آمادہ ہوا۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ تحریک میرے دل میں خدا نے ڈالی ہے اگر میں بقدر اپنی طاقت کے اُس میں کوشش نہ کروں تو خدا کو کیا جواب دوں گا۔ مگر افسوس اس بات کا ہے کہ لوگوں نے میرے مطلب اور میرے مقصد کو نہیں سمجھا اور چھوٹے چھوٹے اختلاف پر جو درحقیقت بالکل نئے بھی نہیں ہیں مجھ سے مخالفتیں جھوٹے جھوٹے اتہام لگا کر یں۔ مگر آپ پر اپنے حالات پر غور کریں اور اگلے علماء کی کتابوں کو جن کا سب ادب کرتے ہیں بغور دیکھیں کہ اُن میں باہم ایسے اصول ہیں جو ایک طرف کفر اور دوسری طرف اسلام تک پہنچاتا ہے کس قدر اختلاف ہے۔ ایک فرقہ خدا کی رویت کا قائل ہے اور کہتا ہے کہ وہ منصوص ہے۔ اہل سنت و جماعت ہی کا ایک فرقہ خدا کے ہاتھ پاؤں آنکھ ناک کا قائل ہے اور اُس کے عرش پر متمکن ہونے کا یقین کرتا ہے اور اُس کو منصوص جانتا ہے۔ دوسرا گروہ اُس کے برخلاف ہے اور اُس کو کفر سمجھتا ہے۔ جبکہ قدیم سے اصولی مسائل میں قدیم علماء نے اس قدر اختلاف کیا ہے تو میرا کیا گناہ ہے اگر میں اُن قدیم علماء کے مقرر کردہ مسائل سے اختلاف کروں وہ بھی آخر انسان تھے نہ معصوم اور محفوظ عن الخطا نہ تھے ؎

بلا بحث اور غیر مشتبہ منصوص مسائل میں جیسے نماز۔ روزہ۔ حج۔ زکوٰۃ ہیں جو خدا تعالےٰ نے

قرآن مجید میں فرض بتائے ہیں اُن کو میں بھی اُسی طرح فرض سمجھتا ہوں جیسے ایک جاہل مسلمان یقین کرتا ہے۔ لیکن جب اُن پر مخالف کا حملہ ہوتا ہے تو اُن کی لمّیت اور اصلیت بتانی ضرور پڑتی ہے۔ اگر یہ بحث پیش آئے کہ ہاتھ منہ دھونے کو یعنی وضو کو عبادت سے جس کا تعلق دل سے ہے کیا تعلق ہے۔ حدث کے بعد بے محل مُنہ میں کلی کرنے سے کیا تعلق ہے۔ نماز کو جو ایک روحانی فعل ہے اُٹھنے بیٹھنے سر نیچا اور سرین اُونچے کرنے سے کیا علاقہ ہے تو بمجبوری ہمکو اُس کی اصلیت اور نماز کے ارکان کی لمیت پر بحث کرنی ہوگی اور سمجھانا پڑے گا کہ وضو کیوں فرض کیا گیا ہے اور نماز کے ارکان کیوں قرار پائے ہیں اور اس کے بیان کے لئے منقولی سندیں کچھ کام نہیں آنے کی ہیں کیونکہ متشکک فی المذہب یا غیر مذہب والا اُن کو نہ مانے گا بلکہ اُن کا بیان کرنا ایسی طرز پر لازم ہوگا جو عقل یا نیچر۔ انسان کی فطرت کے مطابق ہو تا کہ دوسرے کے دل کو تسکین ہو جاوے (چیئرز)۔ کیا غیر لوگوں کو یہ کہنا کافی ہوگا کہ یوں ہی حکم ہے یوں ہی مانو۔

اے میرے بھائیو! یقین جس کا دوسرا نام ایمان ہے صرف کسی شخص کے کہدینے سے نہیں ہوتا اگر میں آپ سے ایسی حالت میں کہ یہ نفیس ہال بلوریں جھاڑوں کنولوں دیوار گیریوں سے روشن ہو رہا ہے یہ کہوں کہ اس میں بالکل اندھیرا ہے اور آپ مجھ کو اور میری بات کو قابل ادب اور لایق تسلیم سمجھ کر کہہ بھی دیں کہ ہاں اندھیرا ہی تو کیا اس کہدینے سے آپ کے دل میں یقین بھی ہو جاویگا ہاں اگر آپ عقلمند ہیں اور واقعی دل سے مجھ کو قابل ادب اور میری بات کو قابل یقین سمجھتے ہیں تو آپ ضرور خیال کرینگے اور سوچینگے کہ اندھیرے کے لفظ سے کیا مراد ہے اور جب اُس کو آپ سمجھ جاوینگے تو اُس وقت آپ کے دل میں سچا یقین ہوگا (چیئرز)۔ میرا یہی مطلب ہے اور میں اپنے بھائی مسلمانوں سے یہی چاہتا ہوں کہ قرآن مجید کو صرف زبان سے معجزہ نہ کہو بلکہ دل سے معجزہ جانو۔ اس لئے میں نے خیال کیا کہ اُن کے سامنے ایسی چیزیں پیش کیجاویں جن سے اُنکو اُس کے معجزہ ہونے کا اور کم سے کم اُس کے سچے ہونے کا یقین ہو۔ جو کہ مجھکو اُسپر ایسا ہی یقین تھا اس لیئے میں نے بے دھڑک اور بغیر اس خیال کے کہ وہ اگلوں کے مخالف ہے یا موافق اور بغیر علماء زمانہ کے کُفر کے فتووں کے ڈر کے دنیا کو دکھانا چاہا کہ قرآن مجید اور اسلام یکساں انسان کی فطرت کے مطابق ہے (چیئرز)۔ میں اپنے مسلمان بھائیوں سے اُمید کرتا ہوں کہ اگر اُن سے ہو سکے جو کچھ میں نے کیا ہے اُس کی اصلاح کریں اور اگر مجھ سے کچھ غلطی ہوئی ہے تو معاف فرماویں نہ یہ کہ مجھ کو ایک فرقہ کا موجد یا ایک نئے مذہب کا قرار دینے والا اقرار دیں میں آپکو یقین دلاتا ہوں کہ جو مسائل اسلام کے محقق ہیں جہاں تک مجھ سے ممکن ہے میں اُن کی تصدیق کرتا ہوں۔ کیا تم کہہ سکتے ہو کہ یہ کوئی جدید مذہب ہے؟ میرا عقیدہ ہے کہ مذہب اسلام ایک کامل،

اور آخری مذہب ہے۔ مجھے کو خدا کے اس قول پر یقین کامل ہے کہ " الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دیناً " مگر جب مفسرین (خدا انپر رحمت کرے) اس تکمیل کے یہ معنی بتائیں کہ خدا نے فلاں جانور کو حلال اور فلاں جانور کو حرام بتا کر دین کو کامل کر دیا ہے تو میں اُن سے مخالفت کرتا ہوں گو کہ وہ فخر الدین رازی ہوں یا ملا علی نیشاپوری یا اُن سے بڑھکر اور کوئی۔ اور اُن بزرگوں کی خدمت میں عرض کرتا ہوں کہ جناب اگر یہی معنی تکمیل دین کے ہیں تو سلام۔ میں کہتا ہوں کہ یہ تفسیر غلط ہے۔ دین اسلام خدا کی توحید کے کامل طور پر بتلانے سے اسکے ہر ایک فروع و اصول کو روشن کر دینے سے مکمل ہوا ہے اور یہی تکمیل دین کی ہے اور اسی تکمیل کے سبب وہ آخری دین ہے اور اسی تکمیل کے سبب قیامت تک بلکہ قیامت کے بعد بھی بغیر تبدیل کے قایم رہے گا (چیرز) ❊

اب میں اُن بعض احکام کی نسبت کچھ کہنا چاہتا ہوں جو قرآن مجید میں مذکور ہیں مثلاً " نماز " میں سمجھتا ہوں کہ انسان میں جو فطرت خدا نے رکھی ہے اُسی کے لحاظ سے نماز کو فرض کیا ہے جس سے یہ مراد ہے کہ معبود کی یاد دل میں رہے اور انسان اسکو بھول نہ جاوے اپنا دلی نیاز اور تذلل اُس کے سامنے ادا کرتا رہے یہی اصلی جزو نماز کا ہے جو خدا نے فرض کیا ہے مگر اس لیئے کہ یہ فرض کیونکر ادا ہو اُسکے لیئے ارکان مقرر کیئے ہیں جو حقیقت میں اُس کے اصلی جزو نہیں ہیں بلکہ اُسکے محافظ ہیں اور محافظ ہونے کی حیثیت سے اصلی جزو سے جدا نہیں ہو سکتے اور اسلیئے اصلی جزو میں داخل ہو گئے ہیں اور بطور اصلی جزو کے واجب الادا ہو گئے ہیں۔ اُسکی تمیز اسطرح میں بخوبی ہو سکتی جب انسان پر سے اُن ارکان کا ادا کرنا جو بطور محافظ اصلی رکن کے تھے ساقط ساقط ہو جاتا ہے۔ عذر کی حالت میں وضو کی فرضیت نماز میں قیام و قعود و سجدہ کی فرضیت حتیٰ کہ قراءت کی فرضیت بھی ساقط ہو جاتی ہے مگر توجہ الی اللہ اور اُس دلی نیاز و تذلل کا ادا جو اصلی رکن نماز کا تھا جب تک کہ انسان کو ہوش ہے اور اُس کا سانس چلتا ہے ساقط نہیں ہوتا پس صاف روشن ہے کہ جو رکن ساقط ہوتے گئے وہ در اصل اصلی نہ تھے وہی رکن اصلی تھا جو کسی وقت جب تک کہ انسان انسان ہے ساقط نہیں ہوا (چیرز)۔ اب کون کہہ سکتا ہے کہ یہ طریقہ نماز کا خلاف نیچر یا انسانی فطرت کے برخلاف ہے (چیرز) ❊

ہاں یہ بحث باقی رہتی ہے کہ نماز میں یہ ارکان کیوں مقرر کیئے گئے اور ان ارکان مقررہ کو فطرت انسانی سے کیا مناسبت ہے۔ مگر میں کہوں گا کہ ہاں فطرت انسانی سے مناسبت ہے مگر میں اسوقت دوسرے فلسفیانہ طریقہ سے اِسکا جواب دوں گا۔ اگر ہم کوئی دوسرے ارکان اس فرض کے ادا کرنے کے لیئے مقرر کریں تو جو سوال اُن مقررہ ارکان کے مقرر کرنے پر وارد ہوتا ہے وہی

سوال اُن ارکان کے مُقرر کرنے پر وارد ہوگا اور علیٰ ہٰذالقیاس الےٰ لاغیر النہایۃ۔ پس ایسا سوال کرنا جو عامۃ الورود ہو ذی روح عقل انسان کا کام نہیں ہے ؛

البتہ یہ بات پیش کرنی چاہیئے کہ اُن سے عمدہ دوسرے رُکن مُقرر ہوسکتے تھے مگر میں یقین کرتا ہوں کہ کوئی شخص اِن ارکان سے بہتر جس میں تمام اعضائے اندرونی و بیرونی تمام قوائے ظاہری و باطنی تمام طریقہ ادب و تذلل جسمانی و روحانی ادا ہوتے ہیں اور جو انسان پر بمقتضائے فطرت انسانی موثر ہوتے ہیں اَور کوئی ارکان نہیں بتا سکتا ؛ (چیئرز) ؛

میں نے مختصر طور پر اپنے تمام خیالات جو مذہب اسلام کی نسبت ہیں آپکے سامنے ظاہر کیئے ہیں اور یہ بات بھی بتائی ہے کہ جو جدید طرز تائید مذہب اسلام کی اور مباحثہ کی میں نے اختیار کی ہے اُس کا کیا سبب ہے اور اِس بات کو بھی جتایا ہے کہ مجھ کو علماء متقدمین سے اختلاف کرنے کی کیا ضرورت پیش آئی ہے۔ اس بات کے بیان کرنے کو کہ خود علماء متقدمین آپس میں کن کن باتوں میں مختلف ہیں اور میں نے کن کن امور میں علماء متقدمین سے اختلاف کیا ہے اور انمیں سے کتنی باتیں ایسی ہیں جن میں بعض متقدمین علماء نے بھی وہی مسلک اختیار کیا ہے جو میرا ہے اور کتنی ایسی ہیں جن میں میں منفرد ہوں اور کل علماء متقدمین کے برخلاف ہیں ایک بحث بڑی فرصت چاہیئے مگر جس قدر کہ میں نے اس وقت بیان کیا اُسکے بعد اس بات کا تصفیہ کہ جو کچھ میں نے کیا ہے آیا وہ اسلام کی تائید ہے یا نہیں۔ آپ صاحبوں کے اوپر چھوڑتا ہوں ؛

اب میں اخیر میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ جو تائید اسلام کی میں نے اپنی دانست میں اختیار کی ہے وہ اس وجہ سے نہیں کی کہ مَیں مسلمان ہوں اور مُسلمان کے گھر میں پیدا ہوا ہوں اور خواہ مخواہ مُجھ کو اسلام کی تائید کرنی چاہیئے مَیں اِس بات کو اچھا نہیں سمجھتا۔ جو شخص جس مذہب میں پیدا ہے خاموشی سے اُس میں چلے جانا دوسری بات ہے اور اُس کی تائید پر مستعد ہونا دوسری بات ہے پچھلی بات اُس شخص کو زیبا نہیں ہے جس نے خود پورا یقین اسپر نہ کر لیا ہو۔ میں نے خالی الذہن ہو کر اسلام پر بہت کچھ غور کی ہے اور نہایت غور و فکر کے بعد میرے دل میں اس بات کا یقین ہوا ہے کہ دنیا میں کوئی مذہب سچا ہے تو وہ اسلام ہی ہے اور میں اس دلی یقین پر اس کی تائید کرتا ہوں نہ اس وجہ سے کہ میں مسلمان کے گھر میں پیدا ہوا ہوں اور مسلمان ہوں (چیئرز بہت زور سے) ؛

۳۹

لکچر جو ۲۴- فروری ۱۸۸۴ء کو مقام جالندھر میں دیا

جناب سردار صاحب و دیگر بزرگان۔

آج مجھ کو نہایت خوشی ہے کہ دوسری مرتبہ آپ صاحبوں کی خدمت میں حاضر ہونے کا
مجھ کو اتفاق ہوا ہے۔ پہلی دفعہ اور نیز اس دفعہ جالندھر کے بزرگوں نے جو کچھ عنایت شفقت
میرے حال پر فرمائی ہے اُس کا میں دلی شکریہ ادا کرتا ہوں۔ اگلی دفعہ جب میں یہاں آیا تو ایک
مضمون خاص پر بشمول دیگر مضامین کے لکچر دینا قرار پایا تھا لیکن وہ ملتوی ہوگیا۔ اب اُنہی
مضمونوں کو پھر اختیار کرنا اور اُنہی کے بیان پر پھر متوجہ ہونا میں غیر ضروری سمجھتا ہوں۔ میرا
ارادہ ہے کہ جو کچھ ہندوستانیوں کے لیئے زیادہ ضروری اور زیادہ تر مفید اور کارآمد ہے
اور جس پر ہندوستانیوں کو زیادہ غور کرنا اور دل سے متوجہ ہونا درکار ہے اور جو درحقیقت ملک
کے لیئے سب سے زیادہ فایدہ مند ہے اُسی کے متعلق کچھ بیان کروں۔ جس چیز پر میں نے
اِسقدر زور دیا ہے وہ چیز تعلیم ہے اور اُسی کے ساتھ تربیت۔ اگرچہ مجھے خوشی ہے کہ اِس
برس کے بعد جو میں اس مرتبہ پنجاب میں آیا اور مختلف اضلاع کے لوگوں سے ملا تو مجھ کو
معلوم ہوا کہ اس خطہ نے ہر ایک امر میں بہت کچھ ترقی کی ہے۔ میں اس ترقی پر رؤسا پنجاب
کو مبارکباد دیتا ہوں اگر کوئی شخص اپنی آنکھ سے نہ دیکھے تو اُس کو اس بات پر مشکل سے یقین ہوگا
کہ اس تھوڑے سے زمانہ میں اس مُلک میں اِسقدر ترقی ہوگئی ہے۔ تعلیم کی نسبت بھی یہاں کچھ کم
ترقی نہیں ہوئی اضلاع شمال و مغرب میں جہاں اسّی برس سے گورنمنٹ کی عملداری ہے پنجاب
سے مقابلہ کیا جائے تو صاف ظاہر ہوتا ہے کہ اُس ملک میں ترقی کی چال کِس قدر آہستہ
اور پنجاب میں کِس قدر تیزی پر ہے اور پنجاب کِس طرح اُن اضلاع پر غالب ہوگیا ہے۔ لیکن
میں یہ نہیں کہتا کہ پنجاب کو اب کچھ کرنا باقی نہیں ہے بلکہ ابھی اُس کو بہت کچھ کرنا ہے پنجاب
کو ایک یونیورسٹی بھی مِل گئی ہے جس کے اصول پر لوگوں کی رایوں میں بہت کچھ اختلاف
ہوا تھا اور اُس کے تقرر کے وقت بہت سے جھگڑے بھی پڑے تھے۔ یہ مخالفت عجیب
طرح کی تھی۔ جو لوگ اُس کے مخالف تھے وہ بھی مُلک اور قوم کے خیر خواہ تھے اور جو لوگ
کہ اُس کے طرفدار اور قایم کرنے والے تھے وہ بھی اپنی دانست میں مُلک اور قوم کے

لوگوں کی بہتری چاہتے تھے - کوئی شک نہیں ہے کہ ابتدا میں اُس کی بنا کے طریقے نے
ایک نامناسب صورت پکڑی تھی مگر حال کے جناب نواب لفٹننٹ گورنر بہادر نے اُس میں کچھ
اصلاح کی اور اُس کی صورت کو سنوارا - اب پنجاب یونیورسٹی ایک ایسے درخت کی مانند ہوگئی
ہے جس میں دو قسم کے پھل لگتے ہیں - ایک میٹھا اور دوسرا پھیکا - یا دو پھول کھلتے ہیں ایک
خوشنما اور خوشبودار اور دوسرا بغیر خوشبو کا - اب یہ بات کہ کس پھل اور کس پھول سے عمدہ نتیجہ
مُلک کی ترقی کا اور مُلک میں اعلےٰ درجہ کی تعلیم کے پھیلنے کا حاصل ہوگا غور طلب باقی ہے -
اب پنجاب کے لوگوں کے اختیار میں ہے کہ اُسپر غور کریں اور جس کو پسند کریں اختیار کریں -
اے حضرات میں بھی ہندوستان ہی کا رہنے والا ہوں میرے باپ دادا نے مشرقی ہی علوم
میں تعلیم پائی تھی - اُسی سے فایدے اُٹھائے تھے - میرے ہندو بھائیوں نے بھی اپنے
ہی علوم میں بڑی ترقی کی تھی اُن کی مقدس زبان سنسکرت میں بہت سے علوم موجود ہیں
جن پر اُن کو فخر کرنے کا مقام ہے کہ اُن کے باپ دادا نے ایسے علوم ہماری کیئے تھے اور انمیں
ایسی عمدہ عُمدہ کتابیں لکھی تھیں اور وہ سب مشرقی ہی علوم تھے - جو مناسبت مجھہ کو مشرقی علوم
سے بوجہ ہندوستان کے باشندہ ہونے یا باپ دادا کے موروثی علوم ہونے کے سبب
سے ہے میرے دل میں اسی بات کو آنا چاہیئے تھا کہ وہی علوم قابل ادب ہیں اور انھی
علوم کو از سر نو زندہ کرنا یا ترقی دینا چاہیئے مگر زمانہ کی چال نے مجھہ کو یہ سکھایا ہے اور اُسپر مجبور اور
مضبوط کر دیا ہے کہ میں یہ کہوں کہ ہمارے نوجوان طالب علم اور پیارے بچّے انگلش لٹریچر اور
یوروپین سینس سیکھیں ٭

اے دوستو - ایک زمانہ تھا کہ ہمارے باپ دادا اپنے حاصل کیئے ہوئے علوم پر فخر کرتے
تھے - ہندو صاحبوں کے باپ دادا کا بھی ایسا ہی حال تھا - وہ فخر بے شک ہمیشہ رہیگا
اور اُن بزرگوں کے نام عزّت سے لیئے جائیں گے مگر اس زمانہ میں یہ چیز قابل دیکھنے کے
ہے کہ کونسی چیز اب ہم کو اور ہمارے مُلک کو مفید ہے - کون سے علوم ہمکو مہذب بناوینگے
اور کس زبان کا سیکھنا ہماری شایستگی کو ثابت کرے گا اور دنیا میں ہمکو بکار آمد بناویگا - میں
اس بات کے کہنے پر مجبور ہوں کہ وہ انگلش لٹریچر اور سینس ہے - جس زمانہ میں مشرقی علوم
ہمارے اور تمہارے باپ دادا نے حاصل کیئے تھے اُس کو ہزاروں برس ہوگئے - جو علوم
سابق میں جاری اور ایجاد ہوتے تھے اُن میں بعض علوم تو بلاشبہ اب تک سچّے ثابت ہوئے
ہیں مگر اُن میں بھی بہت کچھہ ترقی ہوگئی ہے اور بہت سے علوم اب ایسے ایجاد ہوئے ہیں جنکو
ہمارے تمہارے باپ دادا نہ جانتے تھے اور وہ اس زمانہ کے لیئے مفید اور کار آمد ہیں

اگر ہم اُسی پُرانی لکیر کو پیٹتے رہیں تو گویا ہم موجودہ زمانہ سے سینکڑوں برس پیچھے ہٹتے ہیں حالانکہ ہمکو آگے بڑھنا چاہیئے (چیئرز) میں کہتا ہوں کہ پنجاب کے لوگوں کا یہ خیال ہے کہ وہ اُن جدید علوم کو اپنی زبان کے ترجموں سے حاصل کرینگے اور یہی بنا مشرقی زبان کی یونیورسٹی قایم کرنے کی ہوئی مگر میں آپ کو بتاتا ہوں کہ میں پہلا شخص ہوں جس کے خیال میں بیس بائیس برس قبل یہی بات آئی تھی میں نے صرف اُس کو خیال ہی نہیں کیا تھا بلکہ کر کے دکھایا اور آزمایا تجربہ کیا سائینٹفک سوسائٹی قایم کی جو اَب تک زندہ ہے اُس میں یہی کام شروع کیا تھا تاکہ علوم اور فنون کی کتابیں اپنی زبان میں ترجمہ ہو کر قوم کی تعلیم کے لیئے شایع کی جائیں مگر بعد تجربہ کے معلوم ہوا کہ ان جدید علوم کا ترجمہ کر کے اپنی قوم کو سکھلانا ناممکن ہے۔ میں اس کا مخالف نہیں ہوں کہ بذریعہ ترجمہ کے وہ علوم ہماری زبان میں نہ لائے جاویں۔ مجھ کو جس قدر مخالفت ہے وہ اس بات سے ہے کہ ہمارے ملک کی تعلیم اور خصوصاً اعلےٰ درجہ کی تعلیم اُنہی پر منحصر رکھی جاوے یا وُہی کافی متصور ہوں، اور انگریزی زبان میں تعلیم کی ضرورت نہ ہو۔ جن لوگوں نے ترجمہ کا کام کیا ہے وہ جان سکتے ہیں کہ غیر زبان کی اصطلاحوں کو اپنی زبان میں لانے کے واسطے کس قدر دقتیں پیش آتی ہیں۔ پھر اس کے سوا یہ کیسی دقت ہے کہ جب تک کسی ایک عالم کی کتاب کا ترجمہ ہو کر شایع ہونے کا وقت آئے تب تک اُس علم میں بہت سی اصلاح اور بہت کچھ ترقی ہو جاتی ہے۔ ہاں یہ اُس وقت ہو سکتا تھا کہ جب علم محدود ہو گئے ہوتے اور ہماری زبان حکمران زبان ہوتی ہمارا یہ حال نہیں ہے ہماری حکمران زبان انگریزی ہے ہم کیسی ہی کوشش کریں ناممکن ہے کہ ہماری زبان میں علوم پھیل سکیں۔ یورپ میں بھی غیر قوم کے علوم کی کتابوں کے اپنی زبان میں ترجمہ کرنے کا کام ہوا ہے اور ہوتا ہے باوجودیکہ اُنھوں نے ترجموں میں اصطلاحیں قرار دینے کو مجلسیں مقرر کیں اور بڑے بڑے عالموں نے اُس پر توجہ کی پھر بھی اصطلاحات کے مقرر کرنے میں غلطیاں نکلتی ہیں اور ثابت ہوتا ہے کہ اُن سے چارہ نہیں معہذا وہ ترجمے اس لیئے نہیں ہوئے اور نہ اس لیئے ہوتے ہیں کہ وہ ترجمے یورپ کے لیئے علوم کے سرمایہ ہوں گے بلکہ وہ صرف اس بات کے جاننے کے لیئے ہوتے ہیں کہ اَور قوموں کے کیا خیالات تھے ہمارے مسلمان بھائی اس بات پر زور دیتے ہیں کہ خلفاء عباسیہ کے وقت میں یونانی علوم اپنی زبان میں ترجمہ کر کے شایع کیئے گئے تھے اور ملک و قوم کے لیئے مفید ہوئے۔ مگر اس میں دو غلطیاں ہیں ایک تو میں ابھی بیان کر چکا ہوں کہ ترجموں کے ذریعہ سے علوم پھیلنے کے لیئے ترجموں کی زبان وُہی حکمران زبان مُلک کی ہونی چاہیئے۔ خلفائے عباسیہ کے وقت میں وُہی زبان مُلک کی حکمران زبان تھی لوگوں کو دوسری زبان سیکھنے کی حاجت نہ پڑتی تھی

اور اُسی زبان میں علوم پھیلتے تھے۔ اس کے سوا دوسری بات یہ ہے کہ اُن کو یونان کی چند اور محدود کتابیں ملی تھیں اُس زمانہ میں یونان کے علوم ترقی کر کے رُک گئے تھے اُن میں روز روز نئی اصلاحیں نہ ہوتی تھیں اُس وقت میں اُن ترجموں سے کام نکل سکتا تھا۔ اس زمانہ میں یورپ کے جدید علوم نے ایک جگہ قرار نہیں پایا ترقی موقوف نہیں ہوئی۔ خدا کرے کہ اس کی ترقی موقوف نہیں ہو۔ اس زمانہ میں کوئی مہینہ کوئی ہفتہ نہیں جاتا کہ علوم میں کوئی نہ کوئی نئی بات پیدا نہ ہو طالب نہ کو روز بروز اُس کو دیکھنا اور اُس سے واقف ہونا چاہیئے۔ کیا یہ بات کسی طرح ممکن ہے چیز یا روز بروز عروج پاتا ہوا بڑھتا آتا ہو اور اُس کو ایک کوزہ میں بند کرلیں کالج کے طالب علم سمجھ جاتے ہیں کہ دس برس اُس طرف جو کتابیں ٹیسٹ بک تھیں اب وہ ردی ہیں اگر میری زبانی غلطی نہ ہو تو تھوڑے سے دن ہوئے کہ لارڈ ڈفرن نے قاہرہ ملک مصر میں تعلیم پر ایک لیکچر دیا تھا جس میں کہا کہ حکمران زبان عربی ہے وہاں علوم کی کتابوں کا ترجمہ عربی زبان میں کیا جاتا ہے فرانس اور جرمنی میں جہاں کہ لاکھوں روپیہ خرچ کر کے وہاں کے علوم اپنی زبان میں ترجمہ کرتے ہیں۔ اور وہی کتابیں وہاں شایع ہوتی ہیں۔ لارڈ ڈفرن نے لوگوں کو یہ بات دکھائی کہ بہت سی کتابیں جو ابھی چھپ چکی تھیں ان سے نکلنے بھی نہیں پائی تھیں وہ ردی ہوگئیں۔ علوم کا ایک حد تک رکھنا اور چیز ہے اور ترقی دینا اور چیز ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ ہم لوگ کیا اگر گورنمنٹ بھی بہت بڑا حصہ خرچ کا کرے تب بھی آج تمام علوم کا جو شایع ہوتے جاتے ہیں اُن کا ترجمہ اور ہمکو اُن سے فایدہ پہونچانا ممکن نہیں ہے ادنے ترین تعلیم کے لیئے وہ ترجمے مفید ہوسکتے ہیں۔ اعلے درجہ کی تعلیم کے لیئے جو یونیورسٹی کی تعلیم کہلاتی ہے صرف نامفید ہی نہیں ہے بلکہ ملک و قوم کے لیئے نہایت مضر ہیں۔ ہمکو یہ دیکھنا چاہیئے کہ آگے بڑھیں یا پیچھے ہٹیں۔ ترجموں کے پیچھے پڑا رہنا میری دانست میں پیچھے ہٹنا ہے۔ بعض مسلمان مجھ سے کہتے ہیں کہ انگریزی پڑھنے سے اور علوم جدیدہ کے سیکھنے سے عقاید اسلام میں سستی آجاتی ہے۔ بہت سے خطوط بھی میرے پاس اس مضمون کے آتے ہیں۔ مگر میں نہیں جانتا کہ یہ گفتگو کس بنیاد پر ہے۔ میرے خیال میں تو یہ مباحثہ نئی بات نہیں ہے۔ خلفائے عباسیہ کے وقت میں بھی علماء نے جو سادہ مزاج تھے اور جنمیں دور اندیشی کا مادہ نہ تھا ایسے ہی فتوے دیئے تھے کہ فلسفہ اور لاجک کا پڑھنا ممنوع ہے اور پڑھنے والا گنہگار۔ مگر مسلمانوں کے مشہور اور مقدس عالموں میں کوئی ایسا نہ نکلیگا جس نے فلسفہ اور منطق نہ پڑھا ہو۔ اگر کسی نے ایسا نہیں کیا تو وہ اس درجہ کو نہیں حاصل کرسکتا تھا جو عالموں کا درجہ کہلاتا ہے۔ میں خیال کرتا ہوں کہ کوئی وجہ نہیں ہے کہ انگریزی پڑھنے سے مذہب میں نقصان آتا ہو۔ ایک زحمت کا زمانہ ہندوستان پر اور گذرا ہے میری سمجھ میں کم لوگ موجود ہونگے

جنھوں نے اُس کو دیکھا ہوگا اور اس جلسہ میں یقیناً بہت کم ہوں گے جو اس سے واقف ہونگے۔ یہ وہ زمانہ تھا کہ جب لارڈ میکالی پریسیڈنٹ ایجوکیشنل بورڈ کے تھے اُسوقت اس کی تکرار اور بحث تھی کہ ہندوستانیوں کو آیا انگریزی علوم اور فنون سکھائے جاویں یا اُن کو اُنھی مشرقی علوم میں مبتلا رکھیں جن میں وہ ابتدا سے عملداری انگریزی سے ۱۸۳۰ء یا ۱۸۳۲ء تک مبتلا تھے۔ یہ تکرار علوم انگریزی کے مفید یا غیر مفید ہونے پر نہ تھی بلکہ اس بات پر تھی کہ خدا نے جن بندوں کو ہمارے قبضہ میں دیا ہے اُن کو اپنے فایدہ کی نظر سے اندھیرے میں رکھنا بہتر ہے یا خدا کا۔ ملک کا۔ انسانیت کا فرض ادا کرنے کے خیال سے اُن کو روشنی میں لانا فرض ہے۔ یہ بحث نہ صرف ہندوستان میں تھی۔ بلکہ اس بحث سے پارلیمنٹ کے کمرے انگلستان میں بھی گونجتے تھے۔ وہ شخص جو اپنی نیک دلی سے خدا کے بندوں پر نیکی کرنا چاہتا تھا۔ اس امر میں گورنمنٹ سے مخالف تھا مگر بڑی بحث کے بعد وہ نیک بندہ خدا کے نیک بندوں پر شفقت کرنے والا یعنی لارڈ میکالی جیت گیا۔ میری دانست میں کوئی گورنر جنرل کوئی وسیرائے کوئی ملک کا خیر خواہ ایسا نہیں گذرا جس نے لارڈ میکالی سے زیادہ ہندوستان پر اور ہندوستانیوں پر احسان کیا ہو جس نے اس طرح کے استقلال اور ملک کی خیر خواہی زور قلم اور سچی رائے سے ثابت کر کے یہ طے کرا دیا کہ انگریزی زبان اور یورپین سینسز کی ہندوستانیوں کو اعلےٰ درجہ کی تعلیم ہو۔ میں پنجاب کے لوگوں سے کہتا ہوں کہ اُس کے احسان کو یاد رکھیں اور سوچیں کہ اُس نے کیسی مفید چیز ہمکو دلا دی تھی اور لوگوں کو خود دیکھنا چاہیئے کہ اُن کو کیا چیز مفید اور کیا مضر ہے ابھی دو دن کا عرصہ ہوا کہ میں ایک ایوننگ پارٹی میں شریک تھا جو براہ مہربانی مجھے دی گئی تھی اُس میں میں بہت سے بی اے خوانوں سے ملا جنھوں نے یورپین سینسز اور لٹریچر میں ڈگری حاصل کی ہے اور ایسے بزرگوں سے بھی مشرف ہوا جنھوں نے مشرقی علوم اور اوری اینٹل زبانوں کے ذریعہ سے ڈگری پائی ہے۔ میں ان پچھلے عالموں کو غور سے دیکھتا تھا کہ وہ مشرقی علوم اور مشرقی زبانوں کے عالم اس زمانہ میں کس کام کے ہوں گے اور ملک کو اُن سے کیا فایدہ ہوگا مانا کہ وہ علم کے خزانے رکھتے ہوں مگر وہ خزانے ہمارے کس کام آوینگے جبکہ ہماری حکمران زبان وہ زبان نہیں ہے اُن کی مثال ایسی ہی ہے جیسے کہ ایک مٹکے کے پیٹ میں بہت سی کتابیں بھر دی جاویں (چیرز) پنجاب یونیورسٹی کا مسودہ قانون جب پیش ہوا تھا تب میں بھی کونسل میں تھا۔ میرے دل پر اس کا بہت اثر ہوتا تھا کہ اگر یہ مسودہ اُسی حیثیت پر پاس ہوگیا تو پنجاب کی قسمت ڈوب جاوے گی مگر مبارک ہو سر چارلس ایچیسن کو جنھوں نے کسی قدر تکمیل اور اصلاح کے بعد اُس کو پاس کرایا اب پنجاب کا ڈوبنا یا ترنا اُس کے باشندوں کی

رائے پر منحصر ہے ہمکو گورنمنٹ کی پالیسی سے آنکھ بند کرلینی چاہیئے۔ مگر ہمکو وہی طریقہ اختیار کرنا چاہیئے جو ہمارے ملک اور قوم کے لیئے بہتری کا باعث ہو مگر گورنمنٹ کا مشکور ہونا چاہیئے جس نے ہمکو آزادی دی ہے ہمارے واسطے ایسا امن قایم کیا ہے جو ہم ہندو اور مسلمانوں کو کبھی پہلے حاصل نہ تھا۔ ہمکو گورنمنٹ کا خیر خواہ رہنا چاہیئے۔ وفاداری اور فرمانبرداری میں دریغ نہ کرنا چاہیئے جو بہ حیثیت ایک لایل سبجکٹ ہونے کے ہمارا فرض ہے۔ مگر جو چیز ہمارے ملک اور قوم کے لیئے مفید ہے اور جس کے اختیار کرنے میں گورنمنٹ ہماری مزاحم بھی نہیں ہے خود سوچکر ہمکو اختیار کرنی چاہیئے۔ ہمکو گورنمنٹ کی پالیسی کا شکر گزار ہونا چاہیئے جس نے براہ مہربانی ہمارے لیئے تعلیم کا بڑا بوجھ اس طرح سے اپنے اوپر اُٹھالیا ہے جس کی نظیر دنیا میں نظر نہیں آتی۔ گورنمنٹ ہمارے لیئے اس سے زیادہ اَور کچھ کر نہیں سکتی۔ ہندوستان جیسے ملک میں جہاں مختلف قوم مختلف حاجتوں۔ مختلف عقاید۔ مختلف مقاصد اور اغراض کے لوگ ہوں بجز یکساں طریقہ تعلیم جاری کرنے کے اَور کچھ نہیں کرسکتی۔ اور یہی امر اُس کا بڑی تعریف کے لایق ہے مگر یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ ہندوستان جیسے ملک کے لوگ گورنمنٹ کی اس پالیسی سے اپنے مقاصد اور اغراض کے لائق فایدہ نہیں اُٹھا سکتے۔ فرض کیجیئے کہ گورنمنٹ کی عام پالیسی ہے کہ وہ تعلیم مذہبی سے بالکل علحدہ رہے یہ پالیسی اُس کی تمام قوموں میں لایق تعریف اور تمام دنیا اُس کی ثنا خواں ہے (چیرز)۔ مگر اس ملک میں بہت لوگ ہیں جو مذہبی تعلیم بھی چاہتے ہیں۔ اس میں خواہ ہندو ہوں خواہ مسلمان۔ یہ لوگ گورنمنٹ پر ایسی تعلیم کا بھروسا رکھ سکتے ہیں اُن کو تو ضرور اپنی تعلیم اپنے ہاتھ میں لینی چاہیئے۔ اے دوستو۔ ہندوستان جودت سے علم اور سویلیزیشن میں مشہور چلا آتا ہے اور یہ شہرت اُس کی اُس وقت سے تھی جبکہ دوسری قومیں وحشی اور جانور کے موافق تھیں۔ کیا اُن کو غیرت نہیں آتی کہ اپنے بچّوں کی تعلیم کے لیئے جو بنیاد تہذیب کی ہے گورنمنٹ کا مُنہ دیکھے اور مشنری اسکولوں کی طرف تکے جس کے بانیوں نے اپنے خیال کے موافق انسانی ہمدردی سے جو کچھ کیا ہو اُسکو غنیمت سمجھے اور اپنی اولاد کو اُس مہربانی اور خیرات کی تعلیم پر چھوڑ دے تمکو غیرت نہیں آتی۔ کیا تمہاری مجموعی قوت۔ تمہاری ہمّت۔ تمہاری دولت اس قدر بھی نہیں ہے کہ تم اپنے بچّوں کو تعلیم دے سکو۔ مذہبی انگریزی دنیوی تعلیم کے تم مختار بنو اور جس طرح پر چاہو اپنی اولاد کو تعلیم دو۔ کئی روز ہوئے جبکہ میں امرت سر میں تھا مجھ کو خبر ملی کہ ایک زنانہ اسکول الگزنڈریا وہاں قایم ہوا ہے۔ ریورنڈ کلارک صاحب نے براہ مہربانی میری خواہش کے بموجب وہ اسکول مجھکو دکھایا میں بیان نہیں کرسکتا جس قدر اُن مشنریوں کی عزّت اور خوبی میرے دل میں اُس کے

دیکھنے سے بیٹھی ہے۔ اس اسکول میں غیر قوم کی لڑکیاں تعلیم پاتی ہیں جن سے اسکول کے منتظموں کا نہ کچھ رشتہ ہے نہ ہمقوم ہیں نہ برادری نہ ایک مُلک کے رہنے والے ہیں۔ اُن لڑکیوں کی تعلیم جس قدر خوبی اور عمدگی اور صفائی سے ہو سکتی ہے وہاں ہوتی ہے اور اُس کے دیکھنے سے ریورنڈ کلارک کی بڑی قدر دلوں میں بیٹھتی ہے۔ میں نے جہاں تک دیکھا کہہ سکتا ہوں کہ جس عمدگی سے الگزنڈیا اسکول قایم ہوا ہے ہندوستان میں بے نظیر ہے۔ پچانوے ہزار روپیہ کے قریب اُس کی عمارت میں خرچ کیا گیا ہے۔ یہ اُن کی قوم اور اُن کے بچّوں کے لیئے نہیں ہے بلکہ اس ملک کی ہندوستانی عیسائی لڑکیوں کے لیئے ہے۔ غرضکہ جس قدر عزّت اُن مشنریوں کی میری نظر میں بیٹھی اُسیقدر بے عزّتی اپنے ملک اور قوم کی دکھائی دی۔ اُن لوگوں نے بھیک مانگ کر دوسری قوم کے بچّوں کے لیئے یہ بندوبست کیا ہے مگر حیف ہے ہندوستانیوں پر کہ اپنی قوم اور بچّوں کے لیئے کچھ نہیں کرتے۔ اگر فرض کیا جاوے کہ اُنھوں نے گورنمنٹ کی دی ہوئی تعلیم بچّوں کے لیئے کافی سمجھی ہے تو یہ خیال غلط ہے۔ اگر میری رائے غلط نہو تو نری تعلیم کسی کام کی نہیں جب تک اُس کے ساتھ تربیت نہ ہو۔ تربیت کے معنی یہ نہیں ہیں کہ بچہ دوزانو ہوکر بیٹھے اور ہاتھ جوڑ کر ہماری ہاں میں ہاں ملائے یہ تو انسان کی تعلیم نہیں ہے یہ تو بندر کو بھی سکھا دیا جاتا ہے۔ بچّوں کی تربیت کے لیئے سچائی۔ نیکی۔ لحاظ۔ سچی آزادی ہونی چاہیئے اور یہ تمام باتیں گھر پر تعلیم پانے سے نہیں آسکتیں جب تک اُن کے لیئے ایک ایسی تعلیمگاہ نہ ہو اور وہ اُس تعلیمگاہ کے اڑگڑے میں نہ ڈال دیئے جاویں۔ جہاں بجز تعلیم اور تربیت کے اَور کوئی چیز نہ ہو۔ جن لوگوں نے کیمبرج اور آکسفورڈ کے کالجوں کی تعلیم اور وہاں لڑکوں کا رہنا نہ دیکھا ہو اُن کے خیال میں اُس کی خوبی واقعی ذرا مشکل سے آوے گی۔ وہاں جوان جوان اور خوبصورت لڑکے نہایت صفائی اور ستھرائی سے بسر کرتے ہیں اور کالج لیف کا اُن کے اخلاق اور تربیت پر ایسا اثر ہوتا ہے جس سے وہ دنیا میں تربیت یافتہ اور شایستہ کہلاتے ہیں۔ ہندوستان میں راجہ۔ سردار۔ نواب۔ خانبہادر اور اَور نامی لوگوں نے اپنے بچّوں کی تربیت کا کیا بندوبست کیا ہے۔ گو میں ایک غریب آدمی ہوں مگر میں نے بڑے بڑے امیروں کے بچّے دیکھے ہیں۔ وہ نوکروں کے لونڈوں اَور اگر وہ نہوں تو بازاری لونڈوں کی صحبت اُٹھاتے ہیں۔ گالی گلوچ۔ بُرے لفاظ بداخلاقی کی باتیں۔ خراب عادتیں سنتے دیکھتے اَور سیکھتے ہیں۔ اس کے سوا اَور کچھ نہیں۔ بھلا ایسی حالت میں بھی تربیت ہو سکتی ہے۔ ہرگز نہیں۔ مدرسہ میں جاکر چار گھنٹے ماسٹر یا زیادہ سے زیادہ انگریزی پروفیسر کے پاس بیٹھنے سے تربیت نہیں آسکتی۔ وہ مقام کچھ جادو گھر نہیں ہے

کہ وہاں تین یا چار گھنٹہ کا رہنا باقی چوبیس گھنٹوں کی خراب صحبتوں کی خرابیوں کو دور کر سکے۔ آپ کلکتہ سے پشاور تک ہمالیہ سے لیکر دکن تک کوئی جگہ بتلائیے جہاں لڑکے تربیت اور تعلیم پاسکتے ہوں گو میں تو یہ کہہ سکتا ہوں کہ جیسا چاہیئے تعلیم بھی نہیں پاسکتے لیکن بفرض تعلیم کے تربیت تو ہرگز نہیں پاسکتے۔ کوئی رئیس کیسا ہی بڑا رئیس کیوں نہ ہو کوئی سامان کافی اپنے گھر پر تعلیم اور تربیت کا نہیں کر سکتا۔ اس تعلیم کے واسطے یہ ضروری ہے کہ عمدہ خاندان۔ عُمدہ اخلاق عمدہ تعلیم کے معلم اور پروفیسر ہوں اور لڑکے جو آپس میں ساتھ پڑھتے اور رہتے ہوں اُسی طرح اچھے خاندان اور اچھی عادتوں کے خوگر ہوں۔ یہ امور ہر جگہ مہیا ہونے ناممکن ہیں اور واقعی جب ایسا نہ ہو تو کوئی شخص اپنے لڑکے کو بلا لحاظ اُس کی تیمارداری اور خرابیوں سے بچنے اور ہر طرح کی حفاظت سے محفوظ رہنے کے بھروسہ پر کہیں نہیں بھیج سکتا۔ یہ اُسی وقت میں ہو سکتا ہے کہ وہاں سب عمدہ سامان موجود ہوں اور مربی اپنے لڑکوں کو اور روپیہ خرچ کا بھیجکر سب طرح پر مطمئن ہوں (چیئرز) یہی خیالات میرے دل میں تھے جبکہ میں نے علیگڈھ میں کالج کی بنیاد ڈالنے کا ارادہ کیا اور اُس کو ایک ایسا وسیع تعلیمگاہ بنانا تجویز کیا جس میں کافی تعداد ہماری قوم یعنی مُلک کے باشندوں ہندو اور مسلمان دونوں کی گنجایش ہو اور دونوں گروہ عمدہ طور سے وہاں تعلیم اور تربیت پاویں جب یہ خیال میرے دل میں آیا تو میں لنڈن گیا وہاں کے کالجوں بورڈنگ ہوسل کیمبرج کے طلبہ کے رہنے کا حال دیکھا اور سمجھا کہ حقیقت میں جب تک اپنے مُلک کے بچّوں کے لیئے ایسی جگہ نہ بناویں تو تعلیم اور تربیت ناممکن ہے۔ مگر جب میں نے اپنے دوستوں سے ایسا ارادہ ظاہر کیا تو اُنہوں نے روپیہ کی تعداد پوچھی جو اُس کے واسطے ضروری تھی۔ میں نے ایک معتدل تعداد پندرہ لاکھ روپیہ کی بیان کی جو حقیقت میں اتنے بڑے کام کے واسطے کافی نہ تھی۔ اس تعداد کو سُن کر میرے وہ دوست بھی جو میرے رائے کو پسند بھی کرتے تھے متعجب ہوئے اور اُن کے مُنہ سے یہ آواز نکلی کہ پندرہ لاکھ روپیہ اور ہندوستان۔ کیا کچھ جنون ہو گیا ہے۔ مگر مجھے تعجب اس آواز سے نہیں ہوا کیونکہ میں سمجھتا تھا کہ قوم کو اس کام میں پندرہ ہزار روپیہ خرچ کرنے کی بھی توفیق نہیں تھی۔ اے میرے دوستو۔ میں یہ نہیں کہتا کہ ہندوستان کے لوگ روپیہ خرچ کرنے میں اور قوموں سے پیچھے رہتے ہیں بے شک وہ مکانات مساجد۔ خانقاہ۔ شوالہ۔ دھرم سالہ بنانے اور شادی بیاہ میں آرائش اور آتش بازی عیش کے سامان مہیا کرنے میں بڑی فیاضی سے روپیہ صرف کرتے ہیں۔ اُن میں جو کچھ نقص ہے وہ یہ ہے کہ وہ یہ نہیں سمجھتے کہ کہاں روپیہ صرف کرنا چاہیئے اور کہاں نہیں (چیئرز) یہ حال انگلستان اور شایستہ مُلکوں میں بھی ہے وہ لوگ بھی فضول خرچی کرتے ہیں اپنے دل کی خوشی میں

بہت کچھ حیرت کرتے [illegible] وہ لوگ اپنی ترقی کا سامان سب کچھ کر چکے ہیں اب وہ جو چاہیں کریں یہاں
ہندوستان میں ملک کی بھلائی کی کوئی چیز ابھی تک نہیں ہے۔ اگر ہندوستان کے لوگ
بھی اپنے ملک کی ترقی اور بہتری کے سامان مہیا کرلیں تو پھر خوشی سے جو چاہیں کریں اُن پر بھی
اعتراض نہ ہو۔ اعتراض تو اس بات کا ہے کہ ملک اور قوم کی بھلائی کا کوئی کام نہیں کیا اور
نہیں کرتے اور فضول خرچ کرنے میں آگے رہتے ہیں تاہم میں اس بات کا ذکر ضرور کروں گا کہ اب تو
کچھ تحریک پیدا ہو گئی ہے۔ پانچ لاکھ روپیہ کا سرمایہ اس تعلیمگاہ کے واسطے ہو گیا اور ڈھائی
لاکھ روپیہ اُس کی عمارت میں خرچ ہو چکا ہے۔ کوئی انگریز جو علیگڈھ سے گذرتا ہے شاید ہی
کہ ان میں کوئی ایسا ہو کہ اس کالج کو ہندوستان میں ایک نئی چیز سمجھ کر نہ دیکھتا ہو۔ ایجوکیشنل
کمیشن نے اسی کالج کے ہونے کے سبب سے وہاں ایک اجلاس کیا اور اپنی رپورٹ میں
اُس کمیشن کے پریسیڈنٹ مشہور عالم فاضل ڈاکٹر ہنٹر اور اُس کمیشن کے لایق ممبروں نے یہ لکھا
کہ ہندوستان میں کوئی کالج اس سے عمدہ نہیں ہے۔ اور بورڈنگ ہوسوں کی نسبت یہ لکھا کہ وہ
کیمبرج کے بورڈنگ ہوسوں کے موافق ہیں بلکہ بعض اچھے ہیں تین سو لڑکے ہندو مسلمان
اُس میں تعلیم پاتے ہیں۔ سُنّی شیعہ اپنے اپنے مذہب کے طریقہ پہ نماز پڑھتے ہیں۔ ہندو اپنے
مذہبی طریقے بجالانے کے واسطے خود مختار ہیں۔ مسلمان اور ہندو دونوں بورڈنگ ہوسوں میں رہتے
ہیں۔ ان دونوں گروہوں کے کھانے کا بندوبست جُدا جُدا کیا گیا ہے۔ ایک جگہ رہنے سے
آپس میں محبت بڑھتی ہے۔ ایک دوسرے کا ہمدرد ہوتا ہے۔ اس کو ہندوستانیوں سے نہیں
انگریزوں سے پوچھنا چاہیئے وہ اس کی قدر خوب جانتے ہیں کہ ایک کالج میں رہنے سے باہمی طلبہ
کے کیسی محبت اور برادرانہ رسم ہو جاتی ہے۔ خُدا کا شکر ہے کہ اُس کالج میں ان سب باتوں کا برتاؤ
ہوتا ہے گو مجھے اس بات کے بیان کرتے ہوئے افسوس ہوتا ہے کہ اب تک روپیہ نہ ہونے کی
وجہ سے نماز پڑھنے کے واسطے مسجد تک تیار نہیں ہو سکی۔ صرف ایک بہت وسیع چبوترہ ہے
جس پر ایکطرف شیعہ دوسری طرف سُنّی اپنی اپنی نماز پڑھتے ہیں۔ یہ تمام باتیں باہم اتفاق قایم ہونے کی
ہیں جن کی ہندوستان میں اشد ضرورت ہے۔ اے صاحبو صدیاں گذر گئیں جب سے خدا کو
یہ منظور ہوا کہ ہندو اور مسلمان اسی ملک کی ہوا اور پیداوار کھائیں۔ اسی زمین پر جئیں اور اسی پر مریں
ان واقعات سے خدا کی یہ مرضی پائی جاتی ہے کہ یہ دونوں گروہ اسی مُلک میں باہم دوست ہو کر بلکہ
دو بھائی کی طرح ہندوستان میں رہیں۔ ہندوستان کے خوبصورت چہرہ کی یہ دونوں دو آنکھیں
بنیں۔ یہ دونوں قومیں جو دال اور چاول کی طرح سے مل گئی ہیں متفق ہو کر رہیں۔ جب تک یہ اتفاق
نہیں ہوتا بے شک قومی تعلیم کا بھی بندوبست نہیں ہو سکتا۔ اگر ہندو اپنی دو چھڑوں کی اور مسلمان

بنی ڈیڑھ اینٹ کی جُدا جُدا عمارت بنائینگے تو کچھ نہ ہوسکیگا۔ ان دونوں کو چاہیئے کہ متفق ہو کر پہلے ایک کام کو پورا کریں اور جب وہ ختم ہوجاوے تب دوسرے میں ہاتھ لگائیں۔ مجھ کو اس بات کے ظاہر کرنے میں خوشی ہے کہ ہمارے کالج میں ہندو بھائیوں نے مدد کی ہے اور خدا ترسی کے خیال سے اپنے محتاج مسلمان بھائیوں کا حق ادا کیا ہے۔ کالج کے منتظموں نے بھی اس احسان کو بھلایا نہیں۔ اُنہوں نے ایک جگہ پر رہنا۔ ایک بینچ پر بیٹھکر تعلیم پانا ایک احاطہ میں رہنا۔ پھرنا کھیلنا دونوں قوموں کے لیئے ایک ہی طرح پر قرار دیا ہے جس سے باہمی دوستی کو ترقی ہوتی ہے۔ میرے خیال میں اس سے عمدہ کوئی اَور طریقہ نہیں ہے مگر میری یہ غرض نہیں ہے کہ ہمارے مُلک کے لوگ قوم کی بھلائی کی کوئی اَور بات نہ سوچیں۔ اُن کو چاہیئے کہ وہ اسپر غور کریں کہ جو کچھ میں کہتا ہوں اگر اس کے سوا کوئی اور چیز اُن کو نظر آوے تو اُس کو وہ کریں لیکن یہ نہ ہونا چاہیئے کہ ایک کام ادھورا چھوڑ کر دوسرا کام شروع کردیا جاوے ۔

اے صاحبو۔ ایک زمانہ گذرا جبکہ ہندوستان ایسی قوم کے زیر حکم تھا جن کو لوگ ہندو کہتے ہیں۔ پھر مسلمان اسپر حکمران ہوئے ابھی ایک تھوڑا زمانہ گذرا ہے کہ اسی مُلک پنجاب میں ایک بہت بڑی بہادر اور جری قوم سکھوں کی حکومت تھی۔ یہ تمام زمانے اور حکومتیں کیسے ہی کچھ رہے ہوں مگر مدّتوں سے اس مُلک کے رہنے والوں کو علم کی ترقی دینے کا کوئی موقع نہ تھا اِس وقت پر فخر کرنا چاہیئے جبکہ خدا نے ہمکو ایک گورنمنٹ دی ہے جس نے امن قایم کیا ہے۔ اصلی آزادی ہمکو دی ہے آزاد قانون وضع کیئے ہیں۔ ہر شخص اپنے فعل کا مختار ہے۔ گورنمنٹ کی طرف سے کسی قسم کی روک ہماری ترقی میں نہیں ہے۔ ایسی پُرامن سلطنت میں بھی اگر ہم غافل رہے تو ہماری قوم کو اَور کب اُمید ہوگی اور اب وہ کون سا زمانہ آوے گا کہ دنیا میں ترقی کر کے ایک معزز قوم کہلائیں گے۔ (بہت زور سے چیئرز) ۔

۴۰
کورنش نوجوانان مسلمانان جالندھر

بعالی خدمت

جناب جواد الدولہ عارف جنگ آنریبل مولوی سید احمد خاں صاحب بہادر سی۔ایس۔آئی

جناب فخر الاسلام!

اُن احسانات کو جو جناب نے اپنی قوم پر کیئے ہیں اور اُن خدمات کو جو جناب نے اپنے سچے مذہب اور گورنمنٹ کی کی ہیں بیان کرنا ہم ہیچمدانوں کا مقدور نہیں کسی فصیح زبان کا کام ہے اور اُن تکالیف اور مصائب کی جو جناب نے قوم و ملک کی بہتری کی سعی و محنت میں اپنے جدّ بزرگوار کی طرح اپنی ہی قوم سے برداشت کی ہیں ظاہر کرنے کا حوصلہ کسی سنگدل ہی کا ہو گا ہم ارادت مندوں کی مجال نہیں ﴾

جناب نے بایں ہمہ قدر و منزلت کے کہ جناب نواب لفٹنٹ گورنر صاحب جیسے معزز اور عالی مراتب اشخاص اس بات کا فخر کریں کہ "وہ جناب کے دوستوں میں سے ہیں" یہ جو ایک قسم کی گدائی اختیار فرما کے اپنی قوم و ملک کے لیئے ولایت کی یونی ورسٹیوں کے نمونہ پر ایک کالج قایم کیا ہے اور یہ جو جناب نے اپنا قدیمی وطن مالوفہ دہلی جیسا پُرفضا شہر اور اپنے خویش و اقربا چھوڑ کر ہمارے بھائی طالب علموں کی تعلیم و تربیت کے واسطے علیگڈھ جیسے ویرانے میں اپنی سکونت اختیار فرمائی ہے اور یہ جو جناب نے ہمارے مفلس اور نادار بھائیوں کو بھی بول سروس میں بھیجنے کا بیڑہ اُٹھایا ہے تو ان سے اور جناب کے دیگر نیک کاموں سے جناب کا نام نامی ہی صرف صفحہ روزگار کی تاریخ پر نہیں رہیگا بلکہ آیندہ نسلیں جناب کے کارناموں کو نہایت عزت اور ادب کی نگاہوں سے دیکھیں گی اور نہایت اعلےٰ درجہ کے بزرگ القابوں سے جناب کو یاد کرینگی ﴾

یہ جناب کی ہی سراسر عنایت ہے کہ جناب نے اِدھر تو ہمارے دلوں میں گورنمنٹ کی خیر خواہی اور تابعداری کا بیج بویا اور ہمکو حضرت قیصر ہند دام مُلکہا و سلطنتہا کی وفادار اور جان نثار

رعیت بنایا اور اُدھر گورنمنٹ کے آئینہ دل سے وہ غبار جو چند لوگوں کی پیدائشی اور حرکات ناشایستہ
اور بعض کی کم فہمی سے بیٹھ گیا تھا اپنی پُرتاثیر تحریرات اور تقریرات سے دھویا اور گورنمنٹ کو ہماری
حالت زار پر متوجہ فرمایا تو اس لحاظ سے اگر ہم نہایت خوشی سے پکاریں کہ "مبارک ہے گورنمنٹ
کا خیر خواہ - امن کا بانی اور قوم کا فخر" تو بہمہ وجوہ زیبا ہے ۔

اس میں کچھ شک نہیں کہ مختلف ملکوں - قوموں اور زمانوں میں ریفارمر گذرے ہیں
جنھوں نے کسی قدر تکالیف اُٹھا کر اپنی اپنی قوم و مُلک کو فواید پُہنچائے ہیں - لیکن اُن میں اور
جناب میں فرق ہے کیونکہ اول تو اُن سے ایسے ایسے کارہائے نمایاں جو جناب کی ذات والا صفات
سے گورنمنٹ کی خیرخواہی اور قوم و مُلک کی بہتری کے لیئے ظہور میں آئے ہیں نہیں ہوئے -
دوم نہ اُن کو مختلف عقاید کی مختلف اقوام کے بیجا اعتراضات کے دفعیہ میں جو قوم پر ہوئے
اس طرح کی کوئی مشکل پیش آئی اور نہ اُن کی اپنی قوموں نے کوئی مذہبی آڑ رکھ کے ایسی سخت
مخالفت کی اور نہ اُن زمانوں کی اقوام کو ایسے اسباب مخالفت دستیاب تھے یا سوائے ازیں
جناب نے یہ جو بڑا بھاری احسان قوم پر کیا ہے کہ نوجوان مسلمانان اعلئے تعلیمیافتگان کو جن کے
دلوں میں بباعث مطالعہ علوم فلسفہ وغیرہ الحاد اور کفر گھر کرتا جاتا تھا الحاد سے بچایا اور حلقہ اسلام میں
رکھا اور آیندہ نسلوں کو اس کمبخت مصیبت سے نجات دی تو پس اس سے اگر ہم کہیں - کہ
"ریفارمیشن اور سچی حب قومی کا جامہ صرف جناب کی ہی ذات مبارک پر قطع ہوا ہے" تو کچھ
مضایقہ نہیں ۔

کوئی بُرے سے بُرا نام جہان میں نہیں رہا جو جناب کو اُسی قوم نے جس کی بہتری کے
لیئے جناب نے مال و جان تک دریغ نہیں فرمایا نہ دیا ہو - لیکن برخلاف اس کے کوئی بزرگ
اور مقدس نام بھی باقی نہیں جو جناب کی شان میں نہ کہا گیا ہو - الا یقیناً عرض کی جاتی ہے کہ جسقدر
یہ ناشایستہ نام بُرے اور سخت ہونگے اُسیقدر وے آیندہ روشنی کے زمانہ میں جناب کی
ثابت قدمی اور استقلال کے ثبوت اور جناب کی حُبّ قومی اور ہمدردی کے زیور اور جناب کی
تعظیم و تکریم اور ادب کے باعث ہوں گے - فی زمانا بھی ہم جناب کو مبارکباد دیکر عرض
کرتے ہیں کہ بہت سے اہل قلم و علم سچے دل سے اپنے آپ کو جناب کے نیازمندوں میں
شمار کرتے ہیں ۔

ہم نہایت ادب سے جناب کی خدمت میں تہذیب الاخلاق کے دوبارہ جاری
فرمانے کے واسطے عرض کرتے ہیں کیونکہ جس قدر اُس سے قوم و ملک کو فواید حاصل ہوئے ہیں
وہ جناب نے اس سفر پنجاب میں بچشم خود ملاحظہ فرمائے ہوں گے - اگرچہ جناب کو کثرت کار کے

باعث فرصت بہت کم ہے۔ چونکہ اس میں قوم و مُلک کی ترقی ہے تو اس لیئے اُمید قوی ہے کہ جناب و جناب کے احباب جنہوں نے قوم کی بہتری کے لیئے کوئی دقیقہ نہیں چھوڑا اپنے بیش قیمت وقت کا کچھ حصہ مثل سابق صرف فرما کر اس ہماری عاجزانہ درخواست کو قبول فرماویں گے *

اخیر میں ہم سب سے اوّل خداوند کریم کی درگاہ پاک میں یہ دعا مانگ کر اس معروض کو ختم کرتے ہیں کہ خدائے تعالےٰ ہماری گورنمنٹ کو جس کے عہد معدلت مہد میں ہمیں وہ آسایش۔ وہ امن۔ وہ آزادی حاصل ہوئی جو آگے اس مُلک کو کبھی نصیب نہیں ہوئی۔ باروز افزوں ترقی سلطنت سلامت رکھے اور ہمکو جناب قیصر ہند کی سچی تابعدار اور جان نثار رعیت بناوے اور ہماری گورنمنٹ اور قوم کے خیرخواہ کو جمیع مقاصد و مطالب دینی دنیاوی پر کامیاب و سرسبز فرماوے اور ہمکو حب قومی اور ہمدردی کی توفیق دے۔ "آمین ثم آمین" "بحق ایاک نعبد و ایاک نستعین"۔ مقام جالندھر *

چہارم فروری ۱۸۸۴ء

آپ کے خادم

محمد نیاز الدین خاں دانشمند۔ محمد بیدار خاں غذ۔ محمد رحیم الدین خاں دانشمند
اصغر علی انصاری۔ محمد ضیاء الدین خاں۔ چراغ محمد۔ فتح الدین خاں *

سیّد صاحب کا جواب

اے نوجوانان جالندھر۔

آپ لوگوں کا جنہوں نے یہ اڈریس میرے سامنے پیش کی ہے میں دل سے شکرگذار ہوں۔ مجھے اس بات کے سُننے سے کہ آپ میں خیال قومی ہمدردی کا پیدا ہوا ہے قوم کو قوم سمجھنے لگے ہیں بہت خوشی ہوئی۔ اور جیسا کہ آپ نے اپنی تحریر میں ذکر کیا ہے اگر یہ خیال میرے ہی سبب سے ہوا ہے تو میں خود اپنے اوپر فخر کرتا ہوں۔ مگر اے دوستو یہ بات اس طرح نہیں ہے۔ خدا نے تمہارے دل اس طرح سے بنائے تھے کہ تھوڑی سی تحریک پر تملوگ نیک کاموں کی طرف مائل ہو گئے۔ آپ لوگ اس خیال کو اپنی ہی نیک دلی کی طرف رجوع کیجئے۔ آپ نے جو کچھ ذکر اُن خدمتوں کا کیا ہے جو میں نے اپنی گورنمنٹ کی کیں ہیں آپ کی اس قدردانی کا ممنون ہوں لیکن آپ اس بات کو یاد رکھیئے کہ مجھ سے اگر کچھ اچھی خدمت یا وفاداری گورنمنٹ کی ہوئی تو وہ بالکل میں نے اپنے مذہب کی پیروی کی ہے میں اپنے خدا اور رسولؐ کا جنہر کہ

میں یقین رکھتا ہوں یہی حکم سمجھتا ہوں کہ جس حاکم کے امن میں رہیں اُس کی اطاعت کریں پس میں نے جو کچھ کیا اپنے خدا اور رسولؐ کی اطاعت کی - بیشک میں نے گورنمنٹ کی خدمت کی ہے مگر اُس کا اصلی سبب وُہی تھا - تمام ہندو اور مسلمان اس کو یاد رکھیں کہ رعیت کا کام ہے کہ جس حاکم کی رعیت ہوں اور اُس کے امن میں ہوں اُس کی اطاعت کریں (چیئرز)

تہذیب الاخلاق کا پرچہ ابتدا میں اسی واسطے جاری کیا گیا تھا کہ ہندوستانیوں کے دل جو مُردہ ہو گئے ہیں اُن میں کچھ تحریک لائی جاوے - ہندوستان کی حالت ایک بندپانی کی سی ہو گئی تھی جس سے طرح طرح کے نقصان اور مضرت کا اندیشہ تھا اُس کے واسطے ایک چپو کی ضرورت تھی کہ وہ اُس کو ہلادے اُس نے اپنا کچھ کام کیا اب تحریک پیدا ہو گئی ہے ہندوستانیوں کی زبانوں اور قلموں سے قومی ترقی اور ہمدردی کے الفاظ نکلنے لگے ہیں - اخباروں میں قومی بھلائی اور قومی ترقی کے الفاظ بلکہ آرٹیکل نظر آنے لگے جس سے یہ سمجھا جاتا ہے کہ اُس پرچہ نے اپنا کام پورا کیا - جب قوم میں تحریک اور اپنے تئیں ذلّت کی حالت میں ہونیکا خیال پیدا ہو جاتا ہے تو یہی ذریعہ اُن کی ترقی کا ہوتا ہے - میری فرصت اور کاموں کا حال وُہی لوگ جانتے ہیں جو دیکھتے رہتے ہیں وقت کم اور کام بہت - نہ مجھ میں یہ قوت ہے کہ سورج کو ٹھہرا کر دن کو بڑھا دوں نہ یہ طاقت کہ سورج کو نکلنے سے باز رکھکر رات کو وسعت دیدوں اگر ایک طرف ایک کام پر متوجہ ہوتا ہوں تو اَور بہت سے ضروری کام ملتوی رہجاتے ہیں - اس سبب سے بمجبوری اُس پرچہ کو بند کرنا پڑا مگر مجھے اُمید ہے کہ کوئی شخص اَور اُٹھ کھڑا ہوگا جو آپ کی اس خواہش کو پورا کرے گا - آپ نے بنظر ہمدردی اُن مخالفتوں کا بھی ذکر کیا ہے جو میرے کاموں میں ہوئیں - اے دوستو جب میں نے یہ خیال کیا تھا کہ قوم اچھی حالت میں نہیں ہے اُس کے واسطے کچھ کرنا چاہیئے تو میں نے یہ خیال کر لیا تھا کہ اسمیں سخت مخالفتیں ہونگی مگر میں یقین دلاتا ہوں کہ جُوں جُوں مجھپر تہمتیں لگائی گئیں - گالیاں دی گئیں مکّہ سے کُفر کے فتوے منگائے گئے - میری محبت اپنے مخالفوں کی طرف بڑھتی گئی اور میری کوشش کو ترقی ہوتی گئی کیونکہ میں سمجھتا رہا کہ میرے مخالف جو کچھ کرتے ہیں ناسمجھی سے کرتے ہیں اگر قوم کی ایسی حالت نہ ہوتی کہ وہ اپنے نفع و نقصان کو سمجھتی تو ہمکو کوشش کی کیا حاجت تھی اُن کے ان افعال سے یہ ثابت ہوا کہ اَور زیادہ کوشش کرنے کی حاجت ہے - ابتدا میں جو کوشش شروع کی گئی تھی اُس کو روز بروز ترقی ہوتی گئی مگر یہ کوشش میری نہ کسی دنیوی فایدہ کی غرض سے تھی نہ دینی ثواب کی غرض سے بلکہ اُس محبت کے سبب سے ہے جو مجھکو قوم کے ساتھ ہے - اے دوستو میں ایسے شخص کو جو ایسا کام اس غرض سے کرے کہ اُس کو

[illegible] میں آپ کو بتا [illegible] سمجھتا ہوں کہ ایک چیز بیچکر دوسرا نفع حاصل کرنے کی فکر میں ہے۔ آخرت کے ثواب کے واسطے کوئی کام کرنے اور دنیا کی تجارت میں صرف جاہ اور دیر میں نفع پانے کا فرق ہے۔ میرا مذہب یہ ہے کہ بھائیوں کی خدمت کرنی چاہیئے۔ نہ خدا کے لیئے بلکہ بھائیوں کے لیئے۔ آخر میں مَیں آپ کے شکریہ پر اپنے بیان کو ختم کرتا ہوں ❖

❖ (چیئرز زور سے) ❖

ایڈریس کے جواب ختم ہونے پر مولوی شیخ مراد علی صاحب نے مبلغ تین سو چورانوے (۳۹۴) روپیہ ایک آنہ ممبران انجمن اسلامیہ و دیگر احباب جالندھر کی طرف سے بطریق نجوت سید صاحب کے پیش کیئے جس کو سید صاحب نے نہایت احسانمندی سے قبول کیا اور یہ تجویز ہوئی کہ یہ روپیہ کا رعمارت مدرستہ العلوم میں صرف کیا جاوے گا۔ اس عطیہ میں جناب سردار بکرمان سنگھ بہادر کسی سبب شریک نہیں تھے ❖

اس کے بعد جلسہ برخاست ہوا۔ تھوڑی دیر آپس میں احباب گفتگو کرتے رہے پھر کھانا کھانے کا وقت ہوا ہم سب لوگ کھانے کے کمرہ میں گئے جہاں ہمارے میزبان سردار صاحب کی طرف سے نہایت سلیقہ سے میز آراستہ تھی اور تمام کھانے نہایت عمدہ و نفیس تھے۔ میز پر سید صاحب کی پارٹی کے سوا خان بہادر سردار محمد یار خاں صاحب۔ منشی سید اولاد علی صاحب۔ نقیہ ظفر الدین صاحب۔ مولوی شیخ مراد علی صاحب۔ بابو برمناتھ صاحب سپرنٹنڈنٹ محکمہ صاحب کمشنر بہادر بھی شریک تھے ❖

۱۴

عربی ایڈریس

نحمدہ بما انعم علینا بنعمائہ الاخص والاعم ونشکرہ علی ما علمنا ما لم نعلم و انطق السنتنا بالصلٰوۃ علی سیدنا النبی الموصوف بعظم الاخلاق والشیم ووفقنا بہ تبلیغ السلام علی اولادہ واصحابہ الاکرم وشرفنا بخیر الامم فبعد الحمد والصلٰوۃ جماعۃ المسلمین من فواد القلب یشکرون السید الشریف الامجد المسمی بسید احمد صانہ اللہ الصمد عن اٰفات البغض والحسد وکیف لا یشکرون المنعم المحسن الذی یصرف ہمتہ فی اعلاء کلمۃ الدین واعانۃ المسلمین ویحمل علی نفسہ فی تلک الاعلاء والاعانۃ طعن الملاعن والمطاعن ولا یخاف لومۃ لائم لما وصل حالۃ القوم الی حال لو لم ینظر الی اصلاحہ لہلک القوم وغرقت سفینتہ ولم ینج من المہلکۃ نجاۃ قط فمعنی الاعانۃ ہذہ لا کما یفعلہ المخالفون الذین یصدق علیہم لم تقولون ما لا تفعلون کبر مقتا عند اللہ ان تقولوا ما لا تفعلون فہذا الفقیر الکاتب لہذہ السطور المدعو بضیاء الحسن صانہ اللہ عن الاٰفات والفتن ذہب فی المدرسۃ للمسلمین مرارا او اقام فی احاطۃ المدرسۃ ایاما ولاحظ طرق الدرس والتدریس وتامل فی حال الطلاب وتعلیمہم وتعلمہم فلم یجد وقتا من الاوقات ان یفعلوا فی ہذا الوقت امرا من امور الدنیا ویشغلوا فی لہو ولعب فہذا من حسن انتظام الاساتذۃ والمنتظم فخطر ببالی بای سبب یسبون الطلبۃ ویطعنون المنتظمین للمدرسۃ فتفکرت غایۃ الفکر وتاملت نہایۃ التامل فوجدت سببا یکرہ القوم وہو التغیر فی اللباس فارجو واتمنی من السید المکرم والمنتظم المعظم ان یغیر لباسہم الذی یلبسونہ الطالبین للعلم ویخص ہذا اللباس بوقت مخصوص من الاوقات حین شمول الطلباء فی مجالس الامراء والگورنر ولا یلبسونہ فی عامۃ الاوقات فکما یتوجہ السید العالی خاطرہ الشریف الی حالۃ القوم فی تہذیب امور الدنیا فلیتوجہ فی تربیۃ امور اٰخرتہم لیمیل القوم باجمعہم الی المدرسۃ کل المیل فاختم الکلام علی دعاء بقاء المدرسۃ

والسید الکرام الیٰ قیام یوم القیام ÷

اُردو ایڈریس

جناب آنریبل سید احمد خاں صاحب بہادر سی - ایس آئی

اس وقت ہم بہیئت مجموعی کُل مُسلمانان ضلع مظفر نگر آپ کا خیر مقدم کہنے کو جمع ہوئے ہیں اور دل سے آپ کے شکر گذار ہیں کہ آپ کے یہاں تشریف لانے سے نہ صرف ہمکو فخر ہی حاصل ہوا ہے بلکہ ایک نعمت غیر مترقبہ ملی - ہے ہم اپنی خوبیٔ قسمت پر نازاں ہیں کہ ہمیں آج آپ سے ملازمت حاصل کرنے کا ایک عُمدہ موقع ملا ہے اور ہمکو آج کیسی انبساط ہے کہ ہم اپنے اُس خیر خواہ قوم کو جس کی ہمدردی کے فیض سے جہان مالا مال ہے اپنی مجلس میں شریک پاتے ہیں - آپ کی محنت اور جانفشانی اور ہمدردی نے جو آپ کو اس قوم برگشتہ بخت کے ساتھ ہے ہمارے دلوں پر بڑا اثر کیا ہے اور ہمکو اس امر کے ظاہر کرنے میں بڑا فخر ہے کہ آج تک ہماری قوم میں کوئی ایسا اولوالعزم شخص پیدا نہیں ہوا جس نے اپنی جان و مال و آرام کو اپنی قوم کی فلاح اور بہبودی کی غرض سے مثل آپ کے صرف کیا ہو اور اپنی قوم کی ترقی کے لیئے ایسے سامان جمع کیئے ہوں جیسے کہ آپ نے اپنی سعی بلیغ سے مہیّا کیئے ہیں اور نیز ہمکو اس بات کے کہنے میں بھی بہت بڑی خوشی ہے کہ جسقدر کامیابی آج تک آپ کے مقاصد میں حاصل ہوئی ہے یہ تنہا آپ کی ہی ہمت اور جواں مردی کا نتیجہ ہے آپ نے ایک ایسا بار عظیم تن تنہا بلا امداد غیرے اپنے بازؤں پر اُٹھالیا اور باوجودیکہ بہت مشکلات وقتاً فوقتاً آپ کو پیش آئیں اور ایک کافۂ انام نے آپ کے ساتھ اختلاف کیا مگر ہرگز آپ کا قدم ہمت نہ ڈگمگایا بلکہ آپ کے استقلال نے اپنی قوم کے ڈوبتے ہوئے جہاز کو اُس گرداب بلا سے جس میں کہ اُسے ٹکریں کھاتے ہوئے برسوں ہو گئے تھے قریب بکنارۂ نجات پہونچایا - ہمکو نہایت افسوس ہے کہ آپ کی نیت اور مقاصد کو ایک مدت دراز تک ہماری قوم مطلق نہ سمجھی اور اس غلطی میں برسوں تک مبتلا رہی جس غلط فہمی کے سبب سے وہ اپنے بڑے مقاصد میں کامیاب نہ ہوسکی آپ کا منشا یہ تھا کہ آپ اپنی قوم اسلام کو بھی مثل اور اقوام باشندگان ہندوستان کے سرسبز اور موقر و تعلیم و تربیت یافتہ دیکھیں اور یہ دیکھیں کہ وہ بھی بقدر اپنی فضیلتوں کے اپنی مہربان گورنمنٹ عالیہ

برطانیہ کے فیض عام سے حصہ لے رہی ہے اور اس نے اپنے کو اس گورنمنٹ کی ایک وفادار اور مہذب رعایا بنایا ہے اور اس تاریکی سے جو اس پر ایک اندھیری گھٹا کی طرح چھا رہی ہے باہر نکلتی آتی ہے اور جو روشنی کہ آج ہماری گورنمنٹ کے آفتاب سلطنت کی شعاعوں نے پھیلا رکھی ہے اس سے اپنی آنکھوں اور دماغ کو روشن کر رہی ہے ❊

اے سید صاحب۔ آپ کی کوششیں جو کچھ ایسے مقاصد کے حصول میں ہو رہی ہیں وہ فی الحقیقت ایسی ہیں کہ اُن کا نقش ہر فرد بشر کے دل پر منقش ہے۔ ہر خاص و عام آپ کی ہمت دریا نوال کو دیکھکر اس طرح صلائے عام پر نعرہ زن ہے کہ "الصبوح الصبوح یا اصحاب" یعنی آؤ اور وہ بے بہا چیز تھوڑا سا سرمایہ و ہمت خرچ کر کے حاصل کرو جس کا فیض ایسا متعدی ہے کہ تمہاری آیندہ نسلیں اُس سے کامیاب ہونگی اور ایک عالی ہمت کی فیض رسانی میں تم بھی شریک ہو جاؤ گے۔ آپ کا جو کام تھا وہ آپ کر چکے یعنی آپ نے ایک ڈھانچ بنا دیا مگر اُس ڈھانچ میں جان ڈالنا اور اُس کو نشو و نما دینا یہ تمام قوم کی ہمت پر موقوف ہے مگر ہمیں اُمید ہے کہ اب ہماری قوم ضرور صرف ہمت کرے گی کس واسطے کہ آجکل کے حالات قوم کے دیکھنے سے یہ سمجھ میں آتا ہے کہ اُسکو کچھ اپنی فکر ہوئی ہے۔ ایک کام کا سر انجام اُس کے آغاز سے سمجھا جاتا ہے جیسیکہ روز روشن ہونے کی خبر سورج کی اُن کرنوں سے ملتی ہے جو کہ قبل از طلوع آفتاب نمودار ہوتی ہیں اُسی طرح اب اپنی قوم کی ہمت سے ہمیں اُمید ہے کہ وہ ضرور اُس ڈھانچ میں جان ڈالیگی اور ترقیات روز افزوں سے بہرہ ور ہوگی ہم آپ کو مبارکباد دیتے ہیں کہ آپ کی صرف ہمت کا یہ نتیجہ ہوا کہ آپ کی مُردہ دل قوم کو پھر ایک جوش اپنے مدارج کی ترقی کا پیدا ہوا اور اُس کو وہ خواب جس کو وہ دیکھکر بھول گئی تھی یاد آگیا اور اب وہ اُس نوم غریق سے چونکتی جاتی ہے اور اُس کی تعبیر کے حاصل کرنے کی کوشش کرتی ہے ہم نے اس وقت آپ کی بہت سامع خراشی کی ہے مگر ہمیں اُمید عفو ہے کس واسطے کہ یہ جو کچھ ہم نے کہا ہے محض مقتضائے جوش دل تھا اور حقیقت میں ہماری تحریر و تقریر میں یہ قدرت کہاں تھی کہ جو آپ کی ہمت عالی کی داد دیسکیں مگر ہر کوئی شخص اپنے حوصلہ کے موافق اپنے جوش دل کو ظاہر کرتا ہے اس واسطے ہم نے بھی اس قطعہ کے اوپر عمل کیا ہے ❊

قطعہ

لایق نبود قطرہ بعمّاں بُردن | خار و خس صحرا بگلستاں بُردن
لیکن چہ کنم کہ رسم موراں باشد | پائے ملخے پیش سلیماں بُردن

اس ایڈریس کے ختم پر ہم آپ کا دوبارہ شکریہ ادا کرتے ہیں کہ آپ نے اپنی تشریف آوری سے جکو بڑی عزت بخشی ہے اور خدا تعالیٰ سے یہ دعا مانگتے ہیں کہ آپ کی مساعی جمیلہ مشکور ہوں۔

دونوں ایڈریسوں پر سید صاحب کا جواب

بزرگان و حاضرین جلسہ ـ

آپ صاحبوں نے جو اپنی مہربانی سے اس وقت دو ایڈریس میرے سامنے پیش کیں جن میں سے ایک عربی میں تھی جو ہمارے مقدس جزیرہ اور مقدس ملک کی زبان ہے جس سے نور اسلام کا نکلا اور تمام عالم کو روشن کر دیا ـ اور دوسری ہمارے ملک کی زبان میں تھی جو مختلف ملکوں کی زبان سے پاکیزہ الفاظ چن کر بنائی گئی ہے میں ان دونوں ایڈریسوں کا شکریہ دل سے ادا کرتا ہوں ـ میں سمجھتا ہوں کہ ہمارے صوبہ مغربی و شمالی میں یہ پہلا ضلع ہے جس میں مجھ ناچیز کی نسبت یہ معزز کارروائی کی گئی جس سے مجھ کو بہت کچھ عزت حاصل ہوئی اور مجھے بہت فخر ہوا ـ اے دوستو مسلمانوں کی حالت اب ایسی ہو گئی ہے جس کو سب لوگ سمجھنے لگے ہیں اور اس کے بیان کی حاجت نہیں ـ کوئی چیز جو صرف عقلی یا خیالی ہوتی ہے اور جو دلیل کے ذریعہ سے ظاہر کی جاتی ہے اور صرف دلائل سے اس کی آئندہ حالت بتائی جاتی ہے وہی حالت ایسی ہوتی ہے جو تقریر کی محتاج ہو ـ مسلمانوں کی حالت اب آنکھ سے دکھائی دیتی ہے ـ ادبار ـ ذلت ـ بدبختی ـ روزانہ تنزل جو ان پر آتے جاتے ہیں ان کو ہر شخص آنکھ سے دیکھتا ہے جو مسلمانوں کے حالات سے ظاہر ہوتے جاتے ہیں ـ ہر شخص اعلیٰ رتبہ کا رئیس ہو یا ادنیٰ درجہ کا آدمی ہو اگر وہ سرسری طور پر بھی اس کو دیکھنا چاہے تو وہ بہت دور نہ جائے وہ صرف اپنے باپ کی حالت اور اپنی حالت کا مقابلہ کرے تو بغیر کسی دلیل اور بیان کے یقین کر لے گا کہ اس کی اور اس کے خاندان کی حالت روز بروز بدتر ہوتی جاتی ہے ـ یہ حالت کی بدتری ابھی اس درجہ کو نہیں پہونچی کہ جس کو یہ کہا جائے کہ ختم ہو گئی ـ وہ روز بروز بدتری کی طرف چلتی جاتی ہے ـ جس حساب سے یہ تنزل شروع ہوا ہے اگر اسی اوسط سے اس کا اندازہ کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ چند ہی برس اس بات کو باقی ہیں کہ مسلمان سائیسی خانسامانی ـ خدمتگاری ـ گھسکھودے ہونے کے سوا اور کسی درجہ میں نہ رہیں گے اور کوئی ایسا گروہ جس کو دنیا میں کچھ بھی عزت حاصل ہو مسلمانوں کے نام سے نہ پکارا جائے گا ـ اے بھائیو ـ ایسی حالت میں دعویدار اسلام ہو کر خاندانی شرافت کا دعوے کر کے چپ ہو رہنا بڑی بے شرمی کی بات ہے ـ جو لوگ اس قسم کا دعوے کرتے ہوں ان کا فرض ہے

کہ غور کریں اور سمجھیں کہ آیندہ اُن کی اولاد اور نسلوں کی کیا حالت ہونے والی ہے انہیں تمام باتوں نے میرے دل میں یہ خیال ڈالا کہ جہاں تک مجھ سے ہو سکے میں اس حالت کو درست کرنے کی کوشش کروں۔ سب سے زیادہ جو مشکل کام حالت کی درستی کیواسطے تھا وہ اِس بات پر غور کرنا تھا کہ مُسلمانوں کی یہ حالت کیوں ہوتی جاتی ہے۔ بڑا سبب یہ معلوم ہوا کہ جو تعلیم اور تربیت اس زمانہ کے مناسب درکار تھی جس سے قومی عزّت اس زمانہ میں حاصل ہوسکتی تھی وہ اُن میں نہیں ہے۔ (چیئرز)۔ اس وقت میری زبان سے قومی عزّت کا لفظ نکلا ہے۔ میرے خیال میں وہ تو بڑا وسیع لفظ ہے۔ مجھ سے کسیقدر غلطی ہوئی جو اِس لفظ کا استعمال کیا۔ ہملوگوں کی خاندانی عزّت بھی جو تھوڑے دنوں پہلے موجود تھی وہ بھی باقی نہیں رہی۔ اے مُسلمانوں۔ جو اِس وقت موجود ہو جو اپنے باپ داوا کی بزرگیوں پر فخر کرتے ہو خیال کرو کہ اُن میں کون سی چیزیں تھیں جن پر تمکو فخر ہے۔ بڑا فخر اُن کی دُنیوی شان و شوکت کا تھا۔ عباسیہ سلطنتوں کا فخر۔ مغلیہ خاندان کے بادشاہوں کی عظمت اور شوکت اُس وقت کے امرا کی ناموریاں ایسی تھیں جن پر اِس وقت تک لوگ تفاخر کرتے ہیں اور صرف اُن کی نسلوں میں ہونا اپنی عزّت کا باعث جانتے ہیں۔ یہ سب باتیں اُن کو کیونکر حاصل ہوگئی تھیں۔ اُنہوں نے زمانہ کے موافق اپنے تئیں درست کیا تھا اور اُنہیں کی وجہ سے اسلام ایک مجسّم عزّت کے پیرایہ میں نظر آنے لگا تھا (چیئرز)۔ اسلام کوئی مورت نہیں ہے جو سامنے کھڑی ہووے اور نظر آوے۔ اُس کی عزّت یا ذلّت اُس کے پیرؤں کی حالت سے دکھائی دیگی۔ جو مُسلمانوں کی حالت ہوگی وُہی حالت اسلام کی سمجھی جاوے گی۔ جس قدر مُسلمان ذلیل ہوتے جائیں گے اُسیقدر غیر قوم کی نظروں میں اسلام ذلیل معلوم ہوگا۔ جو کوشش ہندوستان کے مُسلمانوں کی بہتری کی سوچی گئی ہے وہ یہی ہے کہ اگر اُس میں کامیابی ہو تو اسلام کی عزّت زائل نہیں ہوسکتی۔ اسی خیال پر ایک مدرسہ بنانے کی میں نے تجویز کی۔ مجھ کو افسوس ہے کہ قوم نے اُس کی حالت پر اور اُس کے اسباب پر کافی غور نہیں کیا اور اُس کو ایک نئی چیز سمجھا۔ جو چیزیں کہ اُس میں مہیّا کی گئی ہیں ضرور ہے کہ اُس کے متعلق لوگوں کو کچھ اختلاف بھی ہو کیونکہ جزوی امور کسی کام کے بہت کم ایسے ہوسکتے ہیں جن میں رائیں مختلف نہوں (چیئرز)۔ ہمارے مخدوم مولوی صاحب نے اپنی عربی اڈریس میں اس کا کچھ اشارہ بھی کیا ہے مگر پچھلی تاریخوں اور گذشتہ زمانہ کی ہسٹری ہمارے لیئے گواہ ہے کہ کوئی شخص دنیا میں آج تک ایسا نہیں گذرا جس کے کاموں پر لوگ اب گرویدہ ہیں اور اُس کو عُمدہ سمجھتے ہیں مگر ابتدا میں اُس سے مخالفت نہ کی گئی ہو۔ ہزاروں آدمی شروع میں اُس پر لعنت کرتے تھے اور یہ کچھ دنیاوی امور پر محدود نہ تھی بلکہ مذہبی امور کے شمول میں اُن پر یہ لعنتیں کی جاتی تھیں۔ کیا کئی شخص

بھول گیا ہے امام غزالی علیہ الرحمۃ کا حال جس کو آج لوگ نہایت بزرگ اور پیشوا اور مقتدا تمام علماء کا سمجھتے ہیں اور اُن کی کتاب احیاء العلوم و کیمیائے سعادت علم دین کے خزانہ کی کنجی خیال کی جاتی ہے مگر اُن کی حیات میں اور کتابوں کی تحریر کے وقت اُنپر لعنت ہوتی تھی ۔ تکفیر کے فتوے دیئے جاتے تھے ۔ قتل کا حکم ہوتا تھا ۔ کوئی ذلت ۔ کوئی خرابی اُن کے واسطے باقی نہیں رہی تھی ۔ اور اُن پر کیا ہے کوئی کام بھلائی کا جس کو لوگ نیا سمجھتے ہوں ایسا نہیں ہوا جس کے کرنے والے پر لعنت و ملامت نہ ہوئی ہو ۔ پس اگر میرے ساتھ بھی ویسا ہی برتاؤ کیا گیا تو کون تعجب کی بات ہے ۔ مگر جو شخص سچے دل اور نیک نیتی سے اُس کام کو کرتا ہے اُسکو بُرا کہنے والوں سے غرض نہیں ہوتی ۔ اُسکو خدا سے غرض ہوتی ہے ۔ اور جبکہ خدا سے غرض ہے تو لوگوں کے بُرا کہنے سے اُس کے دل پر کچھ اثر نہیں ہوتا بلکہ اُن لوگوں کے ساتھ اُسکی محبت بڑھتی جاتی ہے اور وہ زیادہ کوشش کرنے لگتا ہے ۔ وہ سمجھتا ہے کہ اُن لوگوں کے فایدہ پہونچانے اور سمجھانے کے لئیے زیادہ کوشش درکار ہے ۔ اور جوں جوں مخالفت بڑھتی جاتی ہے اُس کی کوشش بھلائی کے واسطے ترقی کرتی جاتی ہے ۔ مجھ کو بڑی خوشی ہے کہ عربی ایڈریس پیش کرنے والے نے جو ایک نہایت مشہور مقدس عالی خاندان کی اولاد میں ہے مدرسہ میں رہکر وہاں کے حالات اپنی آنکھوں سے دیکھے ہیں اور اُن کو وہاں کے حالات پر کوئی اَور موقع ایسا نہیں ملا کہ اُس کی اصلاح کی طرف توجہ دلاتے ۔ اُنھوں نے طالب علموں کے لباس کی نسبت کچھ اعتراض کیا ہے ۔ اُس کی نسبت اوّل مجھ کو یہ بیان کرنا ہے کہ مدرسہ میں جو طالب علم رہتے ہیں اُن کے واسطے کسی خاص لباس کی قید نہیں ہے نہ کوئی حکم منتظمان مدرسہ نے ایسا دیا ہے جس سے طلباء کو اُس کی پابندی ہو وہاں ہر شخص کی خوشی پر منحصر ہے ۔ جس قطع کا لباس شرفاء میں مروج ہو اُس کا وہ استعمال کریں ۔ مدرسہ کے منتظموں کے دل میں یہ بات نہیں آئی کہ کسی پر اس بات کا جبر کریں کہ وہ لوگ کسی خاص لباس کے پابند ہوں ۔ یہ جو کچھ میں نے بیان کیا مدرسہ کے قواعد کے متعلق تھا مگر میں اُس حد سے اب کچھ بڑھنا چاہتا ہوں اور کہتا ہوں کہ اگر مسلمانوں کا یہ خیال ہے کہ لباس ایک جزو مذہب کا ہے اور کسی لباس سے مذہب اسلام جاتا رہتا ہی یا اُس میں کچھ نقص آتا ہے تو وہ بالکل غلطی پر ہیں ۔ جو لوگ مذہب اسلام کی سچائی پر یقین رکھتے ہیں وہ سمجھتے ہیں کہ اسلام ایسی چیز نہیں ہے جو ایسی بیرونی باتوں سے رہے یا جائے وہ لباس سے مذہب کو کچھ بھی نقصان پہونچنا خیال میں نہیں لاتے وہ سمجھتے ہیں کہ ہمارے مذہب کے ایک بڑے مولوی نے اپنی کتاب گلستان میں خوب کہا ہے :- ؎

حاجت بکلاہ ترکی داشتنت نیست ٭ درویش صفت باش و کُلاہِ تتری دار

مگر میں آپ سے کہتا ہوں کہ کیا اسلام ایسا ہے کہ ایک چیتھڑا پھیر کر آگے لٹکا لینے سے
قائم رہتا ہے اور اگر اُس میں بٹن لگا دیئے جاویں تو جاتا رہے - میں کہوں گا کہ ایسا یقین اسلام
کی سچائی کے بالکل برخلاف ہے - اسلام ایک نور ہے جو دل میں رہتا ہے اور [illegible] ہے اُس
نور رکھنے والے کے عقیدے مضبوط ہوتے ہیں - یہ نہیں ہے کہ کپڑا بدلنے سے اسلام
مضبوط ہو اور انگرکھا پہننے سے وہ کمزور ہو جاوے - اُس کو لباس اور ان ہولی دنیوی طریقوں
سے کچھ غرض نہیں - وہ خدا کے ساتھ سچا عقیدہ رکھنے کی ہدایت کرتا ہے - میں سوال کرتا ہوں
کہ جو مُسلمان اس وقت یہاں موجود ہیں - آیا جن بزرگوں کی وہ پیروی کرتے ہیں یعنی رسول خدا
اصحاب کرام - اہلبیت علیہم السلام کا کیا یہی لباس تھا جو اس وقت ہم پہنتے ہیں - یہ تو کوئی
بھی نہیں کہیگا کہ ہاں یہی تھا - اور جب یہ نہ تھا اور ہمنے اُس میں کئی طرح کی تبدیلیاں کی ہیں -
آتش پرستوں - مجوسیوں - ہندؤں کے لباس سے ملا کر ہمارے لباس میں ایک تبدیلی
دی گئی ہے تو پھر کیا ایسی تبدیلی کرنے والوں کا اسلام باقی نہیں رہا - یہ ایک غلط خیال ہے
جو مسلمان لباس کی نسبت کرتے ہیں - اسلام نے ہمکو کچھ نہیں بتایا کہ ہمارے لباس کی کیا قطع
ہونی چاہیئے - کیا تم اُن حدیثوں کو بھول گئے ہو جن میں ذکر ہے کہ عیسائیوں اور مجوسیوں نے
اُس قسم کے جُبے جو اُن کے ہاں کے قسیس و رہبان پہنتے تھے اور جن کو حدیثوں میں
جبّہ رومیہ ضیق الکمین یا واسع الکمین سے تعبیر کیا ہے آنحضرت صلعم پاس تحفہ میں بھیجے اور آپنے
اُن کو پہنا - پس لباس کے لحاظ سے طعن کرنا نعوذ باللہ اُس فعل پر بھی طعن کرنا ہے جو
آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے کیا ہے - اگر مسلمان یہ سمجھتے ہیں کہ لباس کو اسلام میں کچھ
دخل ہے تو یہ ایک سخت بدعت سیئہ ہے جو اعتقاد اور عمل دونوں معنوں میں صادق آتی ہے اور
اُس بدعت کا دُور کرنا ہر ایک مُسلمان پر لازم ہے اور اس لیئے سب سے اوّل مقدس مولویوں
ہی کو تبدیل لباس لازم ہے - پس مدرسہ کے کسی طالب علم نے اگر بغیر کسی تحریک منتظمان مدرسہ
کے کوئی تغیّر اپنے لباس میں کیا یعنی ترکی لباس پہنا جو ایک معزز کثیر گروہ مُسلمانوں میں رایج ہے
تو کوئی وجہ مولویوں کو اُسپر اعتراض کرنے کی نہیں ہے - یہ وُہی تاریک خیالات ہیں جنھوں نے
مُسلمانوں کو اس حال پر پہونچایا اور ذلت میں ڈالدیا - اگر ہم ایسے ہی خیالوں کی پیروی کرنی چاہیں
تو یقین کرنا چاہیئے کہ ترقی کی کوششوں سے پہلے ہی دست بردار ہونا چاہیئے (چیئرز) - ایسے
خیالات کے ساتھ جو ہمارا مقصد دنیاوی ترقی کا مع بقائے اسلام و یقین خدا و رسول کے بالکل
ساقط ہو جائے گا (چیئرز) - میں اُمید کرتا ہوں کہ قوم کی بھلائی چاہنے والے اُن بے اصل
باتوں اور غلط خیالات کو چھوڑ کر سچے اسلام اور سچے ایمان کی روشنی میں قائم رہینگے اور

توہمات کو اسلام یا ایمان کا یقین سمجھیں گے۔ ہمارے دوسرے شفیق منصف صاحب نے
اپنی اُردو اڈریس میں براہ مہربانی یہ بیان کیا ہے کہ مدرستہ العلوم میری کوشش اور سعی سے قایم
ہوا ہے مجھے افسوس ہے کہ میں اُن کے اُن عنایت آمیز الفاظ کو تسلیم نہیں کر سکتا کیونکہ
مدرسہ فی الحقیقت اُن لوگوں کی فیاضی سے قایم ہوا ہے جنہوں نے عمدہ مشورے دیئے۔
اُس میں روپیہ دیا۔ اُس کے کاروبار میں مدد کی اگر وہ سب لوگ ایسی مدد نکرتے تو ممکن نہ تھا کہ وہ
مدرسہ اپنی موجودہ حالت پر تو کیا اُسی ایک چھوٹی اسکیل پر بھی نہ قایم ہو سکتا۔ پس حقیقت میں
مدرسہ کا بانی اُنہیں لوگوں کو سمجھنا چاہیئے جنہوں نے اُس میں روپیہ اور محنت سے مدد دی۔
اُن لوگوں کے ساتھ میں خاصکر اپنے ہندو بھائیوں کا احسان نہیں بھولتا جنہوں نے قوم
اور اپنے بھائیوں کو تباہ حالت میں دیکھکر اُن کی بہتری کے لیئے ہزاروں روپیہ چندہ میں
دیا اُن کا شکریہ سب سے زیادہ لازم اور مقدم ہے۔ اُنہیں نے اصل میں انسانیت اور خیرات
کا کام کیا ہے۔ اُن کے احسانات مدرسے کی درودیوار سے ہمیشہ ظاہر رہینگے۔ آجکل احسانات
ایسے زیادہ ہوتے جاتے ہیں جن کو اب حد سے بڑھا ہوا کہنا چاہیئے۔ اے مسلمانوں ایک
واقعہ کا حال میں بیان کرتا ہوں جس کو سُن کر اگر مسلمانوں میں کچھ بھی غیرت باقی ہے تو یقین ہے
کہ کوئی بھی اس ہال سے زندہ باہر نہ جائے گا مسلمانوں کی حالت اب یہاں تک پہنچ گئی ہے
کہ اُن کے ہمسایہ اُن کے حال پر روتے ہیں۔ پرسوں مدراس سے کچھ کاغذات میرے پاس
آئے ہیں جس سے معلوم ہوا کہ اُس ملک کے ہندوؤں نے اس بات کا خیال کر کے کہ مسلمان
روز بروز تباہ ہوتے جاتے ہیں ایک کمیٹی اُن کی تعلیم میں کوشش کرنے کے واسطے قایم کی
ہے اُس میں سوائے ایک کے کوئی مسلمان شریک نہیں ہمارے بھائی خداترس ہندوؤں نے
ہماری بہتری کے لیئے چندہ شروع کیا ہے جس کے چندہ دینے والوں میں صرف ایک مسلمان کا
نام ہے جو شاید اتفاقیہ شریک ہو گیا کل ہندو شریک ہیں۔ اسے بھی مسلمانوں کو خیال نہیں آتا
کہ ہندو بھائیوں نے اُن کو سسکتا دیکھکر مدد کی طرف توجہ کی اور اُن کی بہتری کیواسطے چندہ
کیا اس سے زیادہ بے غیرتی مسلمانوں کے لیئے اور کیا ہو گی۔ دیکھنا چاہیئے کون کون لوگ
اُن کے حال پر رحم کرتے ہیں وہ بیچارے ہندو در بدر مسلمانوں کے لیئے بھیک مانگتے ہیں
دور دور ملکوں میں چٹھیاں بھیجتے ہیں مگر ہمارے ملک کے دولتمند آسودہ اور متوسط درجہ کے
مسلمانوں کو اس سے بھی غیرت نہیں آتی۔ اب اور کون سی باتیں ہوں گی جو انکی بے غیرتی
کی نظر آویں گی۔ اُردو اڈریس میں جو سب سے زیادہ سچی بات لکھی گئی ہے اور جس نے میرے اوپر
اثر بھی کیا ہے اور اُس سے مجھے خوشی بھی ہوئی ہے وہ یہ ہے کہ جو مدرسہ اس وقت قایم ہوا ہے

وہ ایک ڈھانچہ ہے اور اُس میں جان ڈالدینا قوم کا کام ہے ۔ بے شک یہ سچ ہے کہ باوجودیکہ
مدرستہ العلوم ایسی حالت کو پُہنچ گیا ہے کہ اپنا نظیر ہندوستان میں نہیں رکھتا مگر میں کہتا ہوں
کہ وہ ابتک بیجان ہے ۔ جبتک وہ پورا تکمیل کو نہ پُہنچ جائے ۔ اور یہ کام کسی ایک شخص کے
کرنے سے نہیں ہوسکتا ۔ یہ کُل قوم کا کام ہے ۔ جب تک سب اتفاق نہ کریں گے اُس میں
جان پڑنا مشکل ہے ۔ اُردو اڈریس میں یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ قوم کچھ ہوشیار ہو چلی ہے بیشک
میں نے اس کا کچھ نمونہ بھی دیکھا اور اخباروں میں بھی ایسے مضامین پڑھے کہ مُسلمانوں کو ذلت
سے نکلنا اور اپنی حالت درست کرنا چاہیئے ۔ بعض بعض جگہ لوگوں کو کوشش کرتے بھی پایا
حقیقت میں اگر کچھ تحریک ہوئی ہے تو اُمید ہے کہ یہ تحریک زیادہ ہوجاوے گی ۔ دنیا میں کسی
قوم کی ترقی کے یہی دو نشان ہیں ۔ ایک یہ کہ وہ سمجھنے لگیں کہ وہ ذلت اور خرابی میں مبتلا ہیں اور
دوسرا نشان یہ ہے کہ اُس ذلت سے نکلنے کی کچھ کوشش شروع کردیں ۔ اگر حقیقت میں یہ
دونوں باتیں ہماری قوم میں پیدا ہوگئی ہیں تو نہایت خوشی کی بات ہے اور خداوند تعالےٰ سے
جو بڑا رحیم ہے اُمید رکھنی چاہیئے کہ ہماری قوم بھی ترقی کرے گی (چیرز زور سے) ؛

جلسہ کے برخاست ہونے کے بعد ہم سب لوگ پھر نواب محمد اسحاق خاں کے دولت
سرا پر حاضر ہوئے وہاں کھانا تیار تھا اور نہایت عمدگی اور خوش اسلوبی اور خوبصورتی سے
میز آراستہ تھی ۔ انواع و اقسام کا کھانا اِس قدر کثرت سے تھا جو فضول میں داخل ہوسکتا ہے ۔
تعدد انواع اِس کثرت سے تھا کہ ایک ایک لُقمہ کھانے پر بھی تمام کھانے چکھے بھی نہ سکے ؛

میز پر علاوہ میزبان عزیز اور سید صاحب اور اُن کی پارٹی کے سید حسن علی خاں صاحب
رئیس جانسٹھ ۔ سید اصغر علی خاں صاحب ۔ سید آفتاب حسین صاحب ۔ میر نثار حسین خاں صاحب
نواب عبد المجید خاں صاحب ۔ منشی علی جان صاحب ۔ منشی احمد حسین صاحب ۔ محمد سعید خاں
صاحب شریک تھے ۔ شمال مغربی اضلاع میں نواب محمد اسحاق خاں صاحب پہلے مسلمان
ہیں جو ملکی سِوِل سروس کے قاعدہ سے سویلین ہوئے ہیں ۔ ہم دیکھکر اُن کو نہایت خوش ہوئے
اور خدا سے اُن کی کامیابی کی دعا کی ؛

کھانے کے بعد آپس میں دوستوں کا جلسہ رہا اور ہر قسم کی بات چیت ہوتی رہی اُسمیں
ایک بات کا تذکرہ فایدہ سے خالی نہوگا ۔ ایک صاحب نے سید صاحب سے کہا کہ سِوِل سروس
کے لیئے جو آپ فنڈ جمع کرتے ہیں اُس امتحان کی کامیابی میں بہت سے موانع ہیں ۔ اُنیس برس
کی عمر میں کسی ہندوستانی کو کامیابی نہیں ہوسکتی ۔ اُس میں کوشش بیفایدہ معلوم ہوتی ہے ؛
سید صاحب نے کہا کہ جو کچھ مشکلات ہوں ۔ ہوں ۔ ہمکو اُن کا مقابلہ کرنا چاہیئے عمر گھٹا دینے کی

شکایت واجبی ہے اُس کو رفع کرنے میں کوشش کرنی دوسری بات ہے لیکن اگر عمر کی حد کا اضافہ نہ ہو تو بھی مایوسی کی حالت اختیار کرنی نہیں چاہیئے - اب میں بطور معارضہ کے کہتا ہوں کہ عمر کی حد گھٹا دینے سے نتیجہ امتحان میں ہندوستانیوں کا کیا نقصان ہے - اُنیس برس کی عمر تک جس طرح ہندوستانیوں کے علم کو کامل ترقی نہیں ہوتی اسی طرح یورپین کے علم کو بھی ترقی نہیں ہوتی - اکیس برس کی عمر تک جسقدر علم کی ترقی ہندوستانیوں کو ہوگی اُسی نسبت سے یورپین کو بھی ترقی ہوگی اور ہر حال میں جو نسبت ہندوستانیوں اور یورپین کو بلحاظ امتحان اُنیس برس کی عمر میں ہے وُہی نسبت اکیس برس کی عمر میں بھی ہے - پس اُنیس برس کی عمر سے ڈرنا اور مایوس ہوجانا اور ہمت و کوشش کو چھوڑ دینا محض ناواجب ہے ؞

مُسلمانوں کو چاہیئے کہ سِوِل سروس کے امتحان میں پاس ہونے کے لیئے عربی زبان اختیار کریں وہ مُسلمانوں کے لیئے ایسی ہے جیسے یورپین کے لیئے لیٹن یا گریک یقیناً مُسلمان یورپین کے برابر رہینگے - میتھے میٹکس ایک ایسی چیز ہے کہ جب اُس کے قواعد یاد ہوویں اور مشق ہوجاوے تو ہندوستانی اور یورپین دونوں برابر ہیں - انگلش گریمر ہندوستانی بہ نسبت یورپین کے زیادہ یاد کر لیتے ہیں - انگلش میں کسی قدر وہ پیچھے رہیں گے مگر نہ اسقدر جس سے نااُمیدی ہی ہو پھر کیا وجہ ہے کہ ہم کوشش نکریں اور ہمّت ہار بیٹھیں ؞

مظفر نگر میں بھی لوگوں نے مدرسۃ العلوم کے لیئے کُچھ چندہ دیا جس کی مقدار ایک سَو چھیانوے روپیہ ہوگئی ؞

اسی قسم کی باتوں میں دن ختم ہوگیا شام قریب ہوئی ریل کا وقت آیا مسافروں نے اپنا اسباب باندھا - ریل پر پہونچے - نواب محمد اسحاق خاں صاحب ہمارے ساتھ تھے ریل کے اسٹیشن پر منشی علی جان صاحب - محمد سعید خاں صاحب - سید حسین علی خاں صاحب - نواب حمید الظفر خاں صاحب اور اَور دو ایک صاحب تشریف لائے - ریل نے کُوچ کی سیٹی بجائی جرس نے فریاد کی کہ "بربندید محملہا" ہم سب نے دوستوں کو خدا حافظ کہا اور روانہ ہوئے ؞

غازی آباد کے اسٹیشن سے محمد اکرام اللہ خاں دہلی چلے گئے - میں اور سید صاحب اور سید محمد علی اُسی رات علیگڈھ پہونچے - دوسرے دن میں علیگڈھ میں رہا - شام کو فیض آباد روانہ ہوا اور پنجاب کے سفر کی کہانی ختم ہوئی ؞

۴۲

مسٹر سید نے چند سال سے محمڈن ایجوکیشنل کانگریس کے نام سے ایک مجلس قایم کی ہے جس کا مقصد مسلمانوں کے تعلیمی معاملات پر غور کرنے سے ہے اس مجلس کے متعلق گذشتہ سالانہ جلسوں میں جو تقریریں اُنھوں نے بعض پیش شدہ رزولیوشن کی نسبت کی ہیں اُن میں سے بعض ہم ذیل میں درج کرتے ہیں ؛

اسپیچ جو مسٹر سید نے بمقام علیگڈھ اجلاس اوّل محمڈن ایجوکیشنل کانگریس منعقدہ ۲۷ دسمبر ۱۸۸۶ء میں ایسی کانگریس کے قایم کرنے کی ضرورت پر رزولیوشن پیش کرتے ہوئے کی

حضرات من ۔

مجھے اس بات کی عزت دی گئی ہے کہ میں اس کانگریس میں جو قومی تعلیم پر غور کرنے کے لیئے جمع ہوئی ہے پہلا رزولیوشن پیش کروں ؛

اور وہ رزولیوشن یہ ہے :۔

مسلمانوں میں ہر قسم کی تعلیم کے تنزل کا لحاظ کر کے اور اس خیال سے کہ اُن کی ہر قسم کی تعلیم کی ترقی میں قومی اتفاق اور قومی امداد سے کوشش کیجاوے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ہر سال ان امور پر غور کرنے کے لیئے مختلف اضلاع کے لوگوں کا ایک جلسہ ہوا کرے جو محمڈن ایجوکیشنل کانگریس کے نام سے موسوم ہو ۔ یہ جلسہ کسی خاص مقام پر مخصوص نہ ہوگا بلکہ ہر سال کسی ایسے مقام میں جہاں کے لوگ اُس جلسہ کے منعقد ہونے کی خواہش کریں اور اُس کا انتظام منظور فرماویں منعقد ہوا کرے گا ؛

اے صاحبو مسلمانوں کی حالت کا تنزل اب اس درجہ کو پہنچ گیا ہے کہ تمام ہندوستان میں کوئی ایک شخص بھی ایسا نہ نکلے گا جو اُسکو تسلیم اور اُسپر افسوس نہ کرتا ہو ۔ ہماری حالت نہا

اب اِس درجہ پر پہونچ گئی ہے کہ غیر قومیں بھی ہم پر آنسو بہاتی ہیں اور ہمارے بچوں کی تعلیم کے لیئے خیرات سے روپیہ جمع کرنے پر کوشش کرتی ہیں - بلاشبہ ہمو اپنے ہموطن ہندو بھائیوں کا جنہوں نے صوبہ دکن میں ایسا ارادہ کیا شکر گذار ہونا لازم ہے - مگر کیا ہماری قوم میں جن کے اسلاف کے ناموں کی شہرت دنیا کے ہر ایک حصہ میں گونج رہی تھی اور جن کے سیف و قلم کی نامآوری کے نشان ہسٹری میں اور دنیا کے ایک بڑے حصہ میں اب تک پائے جاتے ہیں اتنی عزت اور ہمت بھی باقی نہیں رہی ہے کہ اپنی قوم کی تباہ حالت کی درستی پر توجہ کریں ؀

اے صاحبو - جن لوگوں کا یہ خیال ہے کہ پولٹیکل امور پر بحث کرنے سے ہماری قومی ترقی ہوگی میں اُس سے اتفاق نہیں کرتا بلکہ میں تعلیم کی ترقی کو اور صرف تعلیم ہی کو ذریعہ قومی ترقی کا سمجھتا ہوں - ہماری قوم کو اس وقت بجز ترقی تعلیم کے اور کسی چیز پر کوشش کرنیکی ضرورت نہیں ہے - اگر ہماری قوم میں تعلیم کی کافی ترقی ہوجاوے گی تو ہمکو وہی کافی ذریعہ تنزل کی حالت سے نکلنے کا ہوگا - پس غور طلب یہی امر ہے کہ تعلیم کی ترقی کیونکر ہو ؀

اس وقت ہمارا یہ حال ہے کہ گو ہم ایک قوم مسلمان کہلاتے ہیں مگر ایک جگہ کے رہنے والے دوسری جگہ کے رہنے والوں سے ایسے ہی ناواقف ہیں جیسے کوئی اجنبی قوم ایکدوسرے کے حال سے ناواقف ہو - ہم نہیں جانتے کہ پنجاب کے لوگوں کو اپنی قومی تعلیم اور قومی ترقی کی نسبت کیا خیال ہے اور اُنہوں نے کیا کیا ہے اور کیا کرنا چاہتے ہیں - پنجاب تو ایک دوسرا صوبہ ہے - ہم اپنے صوبہ کے ہی ایک ضلع کے رہنے والے دوسرے ضلع کے رہنے والوں کے حال سے محض ناواقف ہیں - کوئی ذریعہ ہمارے پاس ایسا نہیں ہے کہ مختلف اضلاع کے لوگ کسی موقع پر آپس میں ایک جگہ جمع ہوں - ایک کے حال سے دوسرے کو آگاہی ہو - ہم آپسمیں مل کر اپنے خیالات جو قومی تعلیم اور قومی ترقی کی نسبت ہوں دوسروں پر ظاہر کرسکیں - ایک دوسرے کے خیالات سے تبادلہ ہو - جو غلطی ہمارے خیال میں ہو وہ دوسروں کے خیال سے بخوبی اصلاح پاوے - مختلف اضلاع کے لوگوں کے باہم جمع ہونے سے آپس میں واقفیت - آپس میں محبت اور اخلاص باہمی - ہمدردی اور یگانگت پیدا ہو - ہم باوجود ایک قوم مسلمان ہونے کے جو بمنزلہ مختلف قوموں کے ہو رہے ہیں اُن میں قومی یگانگت بلکہ مجھ کو کہنا چاہیئے کہ قومیت پیدا ہو - اس اجنبیت نے ہم میں سے قومی ہمدردی کو مٹا دیا ہے - اسی طرح پر باہم جمع ہونے سے اور ایک مقصد یعنی قومی بھلائی - قومی تعلیم - قومی ترقی کے لیئے جمع ہونے سے دوبارہ قومی ہمدردی ہم میں پیدا ہو یا جس قدر ہے

اُنہیں میں زیادہ ترقی ہو ٭

آپس میں ملنے سے اور مختلف امور پر جو ہماری تعلیم اور قومی ترقی سے تعلق رکھتے ہیں بحث مباحثہ یا تذکرہ و تذکار کرنے سے ضرور ہے کہ کوئی عمدہ راہ قومی ترقی اور قومی تعلیم کی ہاتھ آوے جس پر سب لوگ جو مختلف راہیں چلتے ہیں وہ سب سمجھ بوجھکر ایک ایسا سیدھا رستہ قومی ترقی کے لیئے اختیار کریں جو منزل مقصود کو پہونچانے والا ہو ٭

اس وقت قومی تعلیم یا قومی ترقی کی نسبت ہمارے خیالات ایسے پراگندہ ہیں کہ ایک کو دوسرے سے موافقت نہیں پہونچتی اور گویا ہماری قومیں متفرق ہو گئی ہیں [illegible] ہے کہ اگر کوئی ایسا سیدھا رستہ قومی تعلیم اور قومی ترقی کا ہاتھ آجاوے تو تمام متفرق قومیں ایک رستہ پر جمع ہو جاوینگی اور قومی تعلیم کی ترقی بزیادہ تر آسانی حاصل ہوگی ٭

گورنمنٹ ملکہ معظمہ قیصر ہند ہماری بہبودی اور تعلیم کی ترقی کے لیئے ہر وقت آمادہ ہے ہم ہمیشہ گورنمنٹ سے ہر طرح مدد و امداد چاہتے ہیں۔ مگر ہم خود ایسی مختلف [illegible] مختلف رائیں اور ایسی متضاد رائیں پیش کرتے ہیں جو ایک دوسری سے متناقض [illegible] کہ سبب یہ ہے کہ ہمنے خود ابھی تک تنقیح نہیں کیا کہ ہماری تعلیم اور ہماری ترقی کے لیئے درحقیقت کونسا طریقہ ہے۔ اس قسم کے مجمع سے اور آپس میں کلمہ اور کلام کرنے سے ضرور ہے کہ ہمکو ایک ایسا مستحکم طریقہ اپنی تعلیم اور ترقی کا ہاتھ آوے گا۔ جو بلا کسی شک و شبہ کے ہماری قوم کے لیئے مفید ہوگا ٭

میں تعجب کرتا ہوں کہ اس زمانہ میں جس قدر فیاضی صوبہ پنجاب نے تعلیم کے باب میں کی ہے اور جس قدر روپیہ وہاں کے رئیسوں نے تعلیم کے لیئے دیا ہے وہ ایک بے مثل اور بے نظیر فیاضی ہوئی ہے۔ مگر جو کہ اُن فیاضی کرنے والوں نے اس بات کی پوری طور پر تنقیح نہیں کی تھی کہ درحقیقت ہمارے ملک کی بھلائی کے لیئے کونسا طریقہ اختیار کرنے کے قابل ہے اُس فیاضی نے ملک کو کچھ فایدہ نہیں پہونچایا بلکہ اگر میں جرأت کروں تو کہہ سکتا ہوں کہ بعوض فایدہ کے کسی قدر نقصان پہنچا ٭

انہیں خیالات سے یہ تجویز پیش کی گئی ہے کہ ہر سال مسلمانوں کی تعلیم اور ترقی پر غور کرنے کے لیئے مختلف مقامات اور مختلف صوبجات کے لوگ ایک جگہ جمع ہوا کریں اور ایک صوبہ اُس ضلع کے لوگوں کے ذریعہ سے دوسرے صوبہ اور ضلع کے مسلمانوں کے حالات معلوم ہوتے رہیں۔ اور جو تدابیر اُن کی بھلائی اور ترقی کی نسبت سوچی جاویں اُن پر بحث اور مباحثہ ہو کر جو تدبیر مشدہ قرار پاوے وہ اختیار کیجاوے ٭

یہ سالانہ جلسہ جیسے کہ آپ نے رزولیوشن پیش شدہ سے معلوم کیا ہوگا کسی ایک مقام کے
لیے مخصوص نہیں کیا گیا بلکہ ہر ایک صوبہ اور شہر میں جہاں کے لوگ اس کی خواہش
کریں گے منعقد ہو سکیگا۔ [illegible] سے بڑا فائدہ یہ ہے کہ جو لوگ کسی سبب سے ایک مقام کے
جلسہ میں شامل نہیں ہو سکتے وہ دوسرے مقام کے جلسہ میں شامل ہو سکیں گے اور اس تدبیر
سے اس جلسہ کے فوائد زیادہ تر عام ہو جاتے ہیں ۔

میں سمجھتا ہوں کہ جو رزولیوشن پیش ہوا ہے اس کے متعلق جو کچھ ضروری تھا وہ
میں نے بیان کیا ہے اور اب میں تحریک کرتا ہوں کہ یہ جلسہ اس رزولیوشن کو [illegible] اور اگر عموماً
پسند ہو تو منظور کیا جاوے ۔

۴۳

اسپیچ سرسید بتائید ایک ریزولیوشن کے جس میں مُسلمانونکو اعلیٰ انگریزی تعلیم کی ضرورت کی طرف مائل کیا گیا تھا

میں اس ریزولیوشن کے پاس ہونے کی تائید کرتا ہوں۔ کیا اب بھی کسی کو اس بات میں شبہ باقی ہے کہ ہماری قوم کو جس چیز کی سب سے زیادہ ضرورت ہے وہ ھائی انگلش ایجوکیشنل ہے۔ سوائے اُن چند پورانے خیال کے لوگوں کے جن کی تعداد کئی ہزار درجہ اُن سے بھی کم ہے جو ابتک سورج کے زمین کے گرد گھومنے پر یقین کرتے ہیں اور جو در اصل انگلش تعلیم ہی کو ناجائز سمجھتے ہیں کوئی شخص ایسا نہیں ہے جو ہائی انگلش ایجوکیشنل کا خواہشمند نہو درحقیقت ہندوستان میں ابتک ہائی ایجوکیشنل کا وجود ہی نہیں ہے۔ ہماری یونی ورسٹیوں نے ہمکو اب تک صرف ہائی ایجوکیشنل کے دروازہ تک پہونچایا ہے۔ مگر اُس کے اندر جانے کا رستہ بند کر رکھا ہے۔ انسان کی تعلیم کی عُمدہ حالت ہونے کو یہ بات لازم ہے کہ وہ ہر فن میں کُچھ کُچھ جانتا ہو۔ اور ایک میں کامل ہو۔ مگر ہندوستان کے کالج اور ہماری یونی ورسٹیاں ہمکو کُچھ کُچھ سکھلاتی ہیں اور کسی ایک میں کامل نہیں کرتیں۔ ہمکو ہندوستان کے کالجوں سے خواہ وہ گورنمنٹ کے کالج ہوں یا پرائیویٹ جو شکایت ہے وہ ہائی ایجوکیشنل کے نہونے کی ہے پس اگر موجودہ ایجوکیشنل تک بھی ہماری رسائی نہ ہو جس کا نام غلطی سے ہائی ایجوکیشنل رکھا ہے تو میں نہیں خیال کر سکتا کہ ہماری تعلیم کس درجہ تک خراب حالت میں پُہنچ جاویگی۔ یہ میری رائے کوئی نئی رائے نہیں ہے۔ ۱۸۶۹ء میں جبکہ میں لنڈن میں تھا میں نے ایک چھوٹا سا رسالہ ہندوستان کی تعلیم پر لکھا تھا اُس کا ایک فقرہ اِس مقام پر نقل کرنا نامناسب نہوگا میں نے لکھا تھا کہ سرکار انگریزی نے ہندوستان میں دو نہایت بڑے کام کیئے ہیں۔ مگر ایک کام دوسرے کا متناقض ہے۔ اوّل تو گورنمنٹ نے نہایت فیاضی سے اقرار کیا کہ اُس کی تمام رعایا کے حقوق خواہ وہ رعایا ہندوستانی ہو یا انگریزی ہر اعتبار سے برابر ہوں گے دوم گورنمنٹ نے ہمکو ہماری زبان مادری اور ہمارے موروثی علوم سے محروم کر دیا اور ہمکو انگریزی زبان اور یوروپین سائنس کے سیکھنے کو مجبور کر دیا۔ اب دوسری بات کا نتیجہ تو یہ ہے کہ گورنمنٹ پر یہ فرض ہو گیا کہ ہندوستانیوں کو زبان و علوم مذکورہ سکھادے اور اقرار جو اسقدر ضمنیہ و رعموماً کیا گیا

ہے اُس کا نتیجہ یہ ہے کہ یہ بات گورنمنٹ پر ظاہر ہو گئی ہے کہ ہندوستانیوں کو اُس درجہ تک تعلیم دے کہ اُن کو اپنے حقوق حاصل کرنے کی قدرت ہو جاوے یا یوں کہو کہ وہ اپنے تئیں ایسا لایق کرنے کی کوشش کریں کہ جو عہدے انگریزوں کو ملتے ہیں وہ بھی پا سکیں - اگر گورنمنٹ ہندوستانیوں کو اُس درجہ تک کی تعلیم نہ دے گی تو اُس نے اپنے اقرار کو پورا نہیں کیا اور ہندوستانیوں کے حق میں نا انصافی ہوئی کیونکہ وہ بے فایدہ ایسی کشاکش میں چھوڑ دیئے گئے کہ جہاں تک اُن کو پہونچنا ہے وہاں تک کا رستہ ہی نہیں ؛

گورنمنٹ اپنے فرض سے ہرگز بری نہیں ہو سکتی جب تک کہ وہ تعلیم کا کوئی ایسا طریقہ نہ قایم کرے جس سے کہ ہندوستانی نوجوان بیس برس کی عمر میں اور بموجب قواعد حال کے اُنیس برس کی عمر میں اسقدر قابلیت حاصل کرلیں کہ وہ انگلستان میں جاکر سول سروس کے امتحان میں اپنے ہم پیشہ رعایا انگریزوں کے ساتھ دیں - مگر صاحب ڈائرکٹر پبلک انسٹرکشن کی رپورٹ سے ظاہر ہوتا ہے کہ جب تک حال کے طریقہ سے ہندوستان میں تعلیم جاری رہیگی ایسا ہونا ناممکن ہے - ہندوستانی لڑکے نہ تو سست ہوتے ہیں اور نہ ایسے ہوتے ہیں کہ اُن میں قدرتی قابلیتیں نہ ہوں - فی الواقع یہ طریقہ تعلیم ہی کا قصور ہے - اگر وہ پوری قابلیت اور علم جو کہ اُن میں ہونے چاہیئے بیس برس کی عمر میں نہیں حاصل کر سکے - پس نہ صرف ہمکو گورنمنٹ سے اپنے حقوق حاصل کرنے کو ہائی انگلش ایجوکیشنل کی تعلیم دینا لازمی ہے گورنمنٹ کا مشرقی علوم کی تعلیم پر برخلاف ہماری خواہشوں کے متوجہ ہونا جس کے ساتھ ہمکو ایک فطرتی طور پر بہ نسبت گورنمنٹ کے زیادہ ہمدردی ہے ایک حیلہ ہماری تعلیم ہائی انگلش ایجوکیشنل کو گھٹانے کا یا ہمکو ہمارے حقوق تک پہونچنے کے رستہ کو بند کرنا ہے پس کون شخص ہے کہ جو ضرورت ہمکو ہائی انگلش ایجوکیشن کی ہے اُس سے انکار کر سکتا ہے - گورنمنٹ کا مشرقی علوم میں ہمکو تعلیم دینا ناممکن ہے جس کی وجہ خود اس رزولیوشن میں جو منظوری کو پیش ہوا ہے بیان کیگئی ہے - ہاں ہم میں ایسے بھی لوگ ہیں جن کا مقصد بلا خیال اپنی دنیاوی ترقی کے یا دنیاوی حالت کے صرف علوم مشرقی کا جسمیں علم و مذہب دونوں شامل ہیں حاصل کرنا ہے - مگر کیا گورنمنٹ اپنے کالجوں میں یا اپنی یونیورسٹیوں میں اُن علوم کی اُن کو تعلیم دے سکتی ہے - ہرگز نہیں لارڈ میکالی کے زمانے سے پیشتر گورنمنٹ کے کالجوں میں علوم مشرقی کی تعلیم ہوتی تھی - پھر کیا گورنمنٹ بتا سکتی ہے کہ اُسکے کالجوں نے کوئی بھی ایسا شخص پیدا کیا تھا جو علوم مشرقی میں عالم کہلانے کا درجہ رکھتا تھا - اِن ممالک میں گورنمنٹ کی حکومت کو اسی برس سے زیادہ کا عرصہ گذر گیا وہ نشان دے سکتی ہے کہ اُن لوگوں میں سے جو علوم مشرقی کی تحصیل میں مصروف

تھے ایک نے بھی گورنمنٹ کے کالجوں سے تعلق پیدا کیا تھا۔ اب بھی وہ لوگ جو اپنے قدیم طریقہ پر علوم مشرقی کی تحصیل میں مصروف ہوں معدوم نہیں ہو گئے ہیں بلکہ ایک معقول تعداد ایسے لوگوں کی اب بھی جا بجا موجود ہے۔ گورنمنٹ کی طاقت سے یہ بات خارج ہے کہ ان میں سے ایک کو بھی اپنے کالجوں یا اپنی یونیورسٹیوں میں گو کہ وہ مشرقی علوم کی ترقی پر کیسی ہی سرگرمی ظاہر کرے شامل کر سکے۔ پس نہ ہمکو اسبات کی حاجت ہے کہ گورنمنٹ علوم مشرقی کی تعلیم پر توجہ کرے اور نہ گورنمنٹ کو مناسب ہے کہ ایسے امر میں جس میں کہ درحقیقت وہ کچھ نہیں کر سکتی دست اندازی کرے ؛

ہاں بلاشبہ مشرقی علوم ہمارے موروثی علوم ہیں۔ ہمارے بزرگوں نے اُن علوم میں ایسا نام پیدا کیا تھا کہ جبتک دنیا میں سطری قایم ہے اُس کے ساتھ ہمارے بزرگوں کا نام بھی قایم ہے۔ یہ فخر ہے کہ ہمارے بزرگوں کے علوم کی بدولت یورپ نے تعلیم پائی ہے۔ کسی کے مٹائے سے مٹ نہیں سکتا۔ پس خود ہمارا فرض ہے کہ ہم اُس فخر کو بھی اپنی قوم میں زندہ رکھیں ؛

بیشک ہمکو اسبات پر کوشش کرنی چاہیئے کہ جو لوگ بلا خیال اپنی دنیاوی ترقی یا دنیاوی حالت کے صرف علوم مشرقی کی تحصیل میں اپنے قدیم طریقہ سے مصروف ہیں اُن میں سے ایسے لوگ پیدا ہوں جو قدیم منطق و فلسفہ میں عربی و فارسی کے علم ادب میں۔ علم شعر و انشا میں اپنے بزرگوں کی یادگار رہا اُن کے قایمقام ہوں اور ہمارے باپ دادا کی سطری ہمکو یاد دلاتے رہیں۔ مگر گورنمنٹ کو اِن باتوں سے تعلق رکھنا نہیں چاہیئے کیونکہ وہ اس میں بجز اس کے کہ ایک بیفایدہ کام اختیار کرے اور لوگوں کے دلوں میں شبہات ڈالے اور کچھ نہیں کر سکتی پس مناسب ہے کہ اس امر کو وہ ہمیشہ چھوڑ دے خواہ ہم اُس میں کچھ کریں اور اپنے بزرگوں کی یادگار قایم رکھیں۔ خواہ کچھ نکریں اور اپنے بزرگوں کی یادگار کو مٹا دیں ؛

۴۴

اسپیچ سید بتائید ایک رزولیوشن کے جس میں مسلمان طالب علموں کے واسطے اسکالرشپس قایم کرنے کی تجویز کیگئی تھی

(اجلاس دوسرا بمقام لکھنؤ)

میرے دوست مسٹر بک نے جو رزولیوشن پیش کیا ہے اُسکی میں تائید کرتا ہوں اگرچہ وہ فصاحت مجھ میں نہیں ہے جس فصاحت سے اُنہوں نے بیان کیا ہے مگر جہانتک مجھے ممکن ہے میں اُس کے مقاصد کی تشریح کرنے میں کوشش کروں گا مسٹر بک نے مسلمانوں کی زوال پذیر حالت کا اور جو مصائب اُن پر آنیوالے ہیں اشارے کے بعد اُنکی عام مفلسی اور بیمقدوری کا ذکر کیا ہے۔ پھر بتایا ہے کہ اگر اُن کے پاس کچھ دولت ہے تو اُن کے ہونہار بچے ہیں وہ بچے بھی خالی ہاتھ پیدا ہوتے ہیں کچھ دولت ساتھ نہیں لاتے مگر دماغ اور عقل اور ہمت اور عمدہ جذبات کی قابلیت جو وہ اپنی ماں کے پیٹ سے لیکر آتے ہیں وہی اُن کی بے بہا دولت ہے۔ مگر اے میرے دوستو اور اے بہت سے ہونہار بچوں کے باپو جس چیز کو میرے دوست مسٹر بک نے بچوں کی دولت سے تعبیر کیا ہے میں اُس کو دولت کے بیج سے تعبیر کروں گا جس کی کسانی اور جس کی شادابی اور جسکی بارآوری خدا نے تمہارے سپرد کی ہے۔ پس اگر تم خدا کی اُس امانت کا حق ادا نہ کروگے تو یا مشبہ تم خیانت کے مرتکب ہوگے ❊

اے صاحبو۔ اب زمانہ ایسا نہیں ہے کہ ہم صرف اپنے ہونہار پودوں کی پرورش کرنے پر بس کریں بلکہ زمانہ مقابلہ کے میدان میں بہت قوی اور زبردست پہلوان لایا ہے پس جبتک کہ ہم بھی اپنی قوم کے جوانوں کو میدان میں نہ لائیں ہماری کامیابی ممکن نہیں ہے۔ اِسوقت ہمکو ضرورت ہے کہ جس قدر جلد ہوسکے ایک تعداد کثیر اگر کثیر نہیں تو ایک تعداد معقول اپنی قوم کے نوجوانوں کی پیدا کریں جو علم اور قابلیت میں اور اُن علوم میں جو اِس زمانہ کی حاجتوں کے لیئے ضروری ہیں سربرآوردہ ہوں یہ مقصد بجز اِس صورت کے جو مسٹر بک نے بیان کی ہے حاصل نہیں ہوسکتا۔ اِس وقت شمال مغربی اضلاع اور اودھ۔ پنجاب میں اور نیز بنگال میں اور علے الخصوص صوبۂ بہار میں کالجوں کی ادنےٰ جماعتوں میں بہت سے مسلمان لڑکے

پڑھ رہے ہیں۔ اور ہر سال انٹرنس کا امتحان بھی پاس کر لیتے ہیں۔ اُن انٹرنس پاس شدہ لڑکوں میں سے خواہ وہ بنگال کے ہوں یا بہار کے۔ یا اودھ کے ہوں یا پنجاب کے یا شمال مغربی اضلاع کے۔ ہمکو اشراف خاندان اور ذہین لایقِ تربیت ہونہار لڑکوں کو منتخب کرنا چاہیئے یہی ایک طریقہ ہے جس سے ہم بہت جلد اور ایک معقول تعداد سے اپنی قوم میں قابل اور سر برآوردہ نوجوان پیدا کر سکتے ہیں ٭

اے صاحبو۔ یہ بات کیا کچھ کم افسوس کے لایق نہیں ہے کہ اس وقت ہمکو اپنی قوم میں ایک شخص بھی ایسا نہیں دکھائی دیتا جو اس زمانہ کی ضروریات میں سر برآوردہ ہو۔ کیا تم اپنی قوم میں ایک شخص بھی ایسا دکھا سکتے ہو جو اسپیچ کرنے میں نام آور ہو۔ کوئی ایسا شخص ہے جس نے انگلش لٹریچر میں نام آوری حاصل کی ہو۔ مسلمانوں میں تم کسی کو بتلا سکتے ہو کہ وہ ایک مسلمان انگریزی اخبار کی اڈیٹری کے لایق ہو۔ متعدد اضلاع کے مسلمانوں نے انگریزی اخبار جاری کیئے وہ کن کے ہاتھوں میں تھے۔ یا انگریزوں کے یا ہمارے ہموطن بھائی بنگالیوں کے۔ اور جو مسلمانوں کے ہاتھ میں تھے یا ہیں وہ پڑھنے کے قابل بھی نہ تھے۔ بعض اضلاع کے مسلمانوں نے انگریزی میں اخبار جاری کرنا چاہا بشرطیکہ مسلمان اڈیٹر ملے مگر تمام ہندوستان میں ایک بھی نہ ملا۔ ہمکو اپنی پرایوٹ ضرورتوں میں اپنے قومی مطالب میں جب کسی تحریر کی ضرورت ہوتی ہے کسی مسلمان کو اس لایق نہیں پاتے۔ غیر قوم کے لوگوں سے مدد لینی پڑتی ہے۔ پس اس سے زیادہ اور کوئی قومی ذلت اور قومی ناتربیت یافتگی کا ثبوت مل سکتا ہے ٭

اے صاحبو۔ یہ نہ سمجھنا چاہیئے کہ جس کو ہم بی۔ اے یا ایم۔ اے تک پڑھالیں گے وہ قابل ہی ہو جاوے گا۔ کمہار کے آوے میں سے سب برتن پکے ہوئے نہیں نکلتے اس زمانہ میں ہندوستان کی قوموں میں سے جو قوم سر برآوردہ ہے اور جو سب کی سرتاج ہونے کی دعویدار ہے وہ ہمارے ہم وطن بھائی بنگالی ہیں۔ اُن کو دیکھو۔ اُن میں ہزاروں بی اے اور ایم اے ہیں۔ مگر باوجود اس کثرت کے اُن میں بھی معدودے چند ہیں جو قابلیت اور لیاقت و فضیلت کے ڈنکا بجانے کا دعوے کرتے ہیں۔ پس اگر ہم اپنی قوم کے سینکڑوں طالب علموں کو اُسطرح پر تعلیم دیکر قابل بناویں گے جس طرح کہ میرے دوست مسٹر بک نے کہا ہے۔ تو اُن میں چند ایسے نکلینگے جو قوم کے اعزاز کے باعث ہوں۔ اگر ہم فی صدی دس دس بہت زیادہ ہے فی صدی پانچ پانچ بھی ایسے لایق آدمی پیدا کرلیں تو ہم سمجھینگے کہ ہم نے آسمان کے تارے توڑ لیئے ٭

اس موقعہ پر میں اودھ کے رئیس راجہ جنگ بہادر کا جنہوں نے ڈیڑھ سو روپیہ سالانہ اسی قسم کے اسکالرشپ کے لیئے محمڈن کالیج میں مقرر کیا ہے اور اپنے مخدوم دوست

قاضی سید رضا حسین صاحب رئیس پٹنہ کی فیاضی کا ذکر کیے بغیر نہیں رہ سکتا۔ قاضی صاحب نے اپنی جائداد اس لیے وقف کر دی ہے کہ اُس کی آمدنی سے اُن مسلمان طالب علموں کو اسکالرشپیں دیجاویں جو انگریزی میں ایف اے اور بی اے اور ایم اے کی ڈگری حاصل کرنے کے لیے پڑھتے ہوں۔ اُن کی اس فیاضی سے چند مسلمان طالب علموں نے بہت کچھ فائدہ اُٹھایا ہے۔ ابھی کئی ہفتے ہوئے جب میں کلکتہ میں تھا تو میں نے دو مسلمان طالب علم دیکھے جو اُن کے اسکالرشپ پاتے ہیں۔ اور بی اے اور ایم اے کے لیے پڑھتے ہیں میں اپنے دوستوں سے اپنے دل کی بات چھپانا نہیں چاہتا۔ اُن طالب علموں کو دیکھکر جو خوشی اور مسرت میرے دل پر ہوئی بیان نہیں ہو سکتا۔ اے دوستو مجھ کو یہ بات کچھ زیادہ خوش کرنیوالی نہیں ہے کہ کسی مسلمان نے بی اے یا ایم اے کی ڈگری حاصل کر لی ہے۔ میری خوشی قوم کو قوم بننے کی ہے۔ افسوس اور صد ہزار افسوس کہ ایسی امر پر جو قومیت کی جان ہے ہماری قوم کو مطلق خیال نہیں۔

اے دوستو۔ تم میری بات مانو یا نہ مانو۔ میرا خیال صحیح ہو یا غلط۔ میں اپنی آواز تمہارے کانوں تک پہنچا دیتا ہوں۔ جب تک تم ایسا بندوبست نہ کرو گے کہ تمہاری قوم کے لڑکے ایک جگہ رہکر تعلیم پاویں اور یکساں تربیت اور یکساں خیال اُن میں پیدا ہوں اور ایک ساتھ اپنے قومی مجمع میں رہکر قومیت کی بو اُن میں سماوے اُس وقت تک ہم قوم کو قوم نہیں بنا سکتے۔ اور اگر ہم نے اپنی قوم کو قوم نہ بنایا تو ہم نے اس سے زیادہ کہ جنگل کے چند وحشی جانوروں کو پالا اور کچھ نہیں کیا۔ مجھے اُمید ہے کہ تمام جلسہ اس تحریک کو جو مسٹر بک نے کی ہے ایک دلی جوش سے پاس کرے گا۔ اور نہ صرف پاس کرے گا بلکہ اُسکے عملدرآمد پر بھی کوشش کرے گا۔

۴۵

۲۷-دسمبر ۱۸۸۸ء

بتائید رزولیوشن سیوم - یعنی چھوٹے چھوٹے سکول مسلمانوں کے بچوں کی انگریزی تعلیم کے لیئے قایم کرنے - نہ جن میں لایق ماسٹر ہوتے ہیں - نہ عمدہ تعلیم مسلمان بچوں کی تعلیم میں نقصان پہونچانے والے اور مسلمانوں کی مجموعی طاقت کو متفرق کرنے والے ہیں

اسپیچ

صاحبانِ من دوستانِ من -

اس رزولیوشن کو سنکر بلاشبہ آپ سب صاحب متعجب ہوئے ہوں گے - مگر برائے مہربانی اس کے نامنظور کرنے میں جلدی نہ کر بیٹھیئے گا - ذرا تحمل فرمائیے گا - اور مجھے اُسکی تشریح کرنے دیجیئے گا - اور اُس کے حسن و قبح دونوں کو جانچیئے گا۔

جن بزرگوں نے اِن چند برسوں میں متعدد جگہ چھوٹے چھوٹے اسکول بے ثبات چندہ کے بھروسے پر قایم کیئے ہیں - اور مسلمان بچوں کے غول بھرے ہیں - اُن سکولوں کی حقارت کرنا - یا اُن کو غیر ضروری قرار دینا میرا مقصد نہیں ہے - بلکہ میرا مقصد یہ ہے کہ اُن سے جو نفع قوم کو پہونچتا ہے اور جو نقصان قوم کا اُن سے ہوتا ہے اُن دونوں کا اندازہ کیا جاوے اور دونوں کو تولا جاوے - جو پلہ بھاری نکلے اُسپر فیصلہ ہو - اس مطلب کی تشریح کرنے میں ایک مثال پیش کرتا ہوں - ایک شخص ہے جو نہایت پیاسا اور بھوکھا ہے - تم اُس کو روٹی دیتے ہو اور پانی پلانے کا بندوبست نہیں کرتے حالانکہ روٹی سے مقدم پانی پلانے کا بندوبست کرنا ہے - روٹی کی بھی بلاشبہ اُسکو ضرورت تھی - مگر جو شئے اُس سے بھی زیادہ مقدم تھی اُس کا خیال نکرنے سے روٹی دینا کچھ فایدہ نکرے گا - ضرور وہ شخص پیاس کے مارے مرجاوے گا۔

یہی حال ہماری قوم کا ہے - چھوٹے سکول ادنیٰ تعلیم کے لیئے قایم کرنے - پیاسی اور بھوکی قوم کو روٹی دینی ہے - قوم کو نہایت ٹھنڈے پانی یعنی اعلےٰ درجہ کی تعلیم کی ضرورت ہے - جب تم اُس کا بندوبست نہیں کرتے تو اُس کا نتیجہ بجز اِسکے کہ قوم پیاس کے مارے

جاتا ہے کچھ نہیں ہو سکتا - قوم میں اِس قدر مقدور نہیں ہے کہ اعلٰے تعلیم کا بھی بندوبست
کرے اور ادنٰے تعلیم کا بھی بندوبست کرے - اور اِس سبب سے جبکہ قوم ادنٰے تعلیم کے
انتظام پر متوجہ ہوتی ہے تو مجبوری اُس کو اعلٰے تعلیم کے انتظام کا موقع نہیں رہتا - چھوٹی
چھوٹی تدبیروں کا نتیجہ بھی تھوڑا ہوتا ہے - اور قوم کے لیئے اسی نتیجہ کی امید ہوتی ہے جو اس پیاسے
شخص کی نسبت پیاس کی سختی سے ہوسکتی ہے ؏

سوچنا چاہیئے - کہ لوگوں کی توجہ چھوٹے چھوٹے سکولوں کے قائم کرنے پر کیوں مائل
ہوئی ہے - بڑی وجہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ اپنے لیئے ایک مشغلہ پیدا کرنے کے لیئے - مگر
اُن کا تو مشغلہ ہوتا ہے اور اُن بیچارے بچوں کی زندگی برباد جاتی ہے - خیر آج کی بات کو
جانے دو - وہ تو سنا ہے کہ نیک نیتی اور قومی ہمدردی سے یہ سمجھتے ہیں کہ غریب لوگوں اور بیقدروں
کے بچوں کو فائدہ پہونچے - اور عام تعلیم سے لوگ فائدہ اُٹھاویں - مگر اس میں دو طرح سے
غلطی ہے ؏

اوّل - یہ کہ جب تک اعلٰے قوموں میں اعلٰے درجہ کی تعلیم نہیں ہوتی - ادنٰے قوموں
و غریب لوگوں میں ہرگز تعلیم نہیں پھیل سکتی ؏

دوم - یہ کہ جب تک اعلٰے درجہ کی تعلیم ملک میں موجود نہیں ہوتی - ادنٰے درجہ کی تعلیم
کا پھیلنا ناممکن ہے - دنیا کے کسی مہذب ملک کی تاریخ سے ثابت ہوا ہے کہ بدون اعلٰی درجہ
کی تعلیم کے شایع ہوئے ادنٰے درجہ کی تعلیم پھیلی ہو ؟ ؏

قدرت کا قاعدہ ہے کہ ادنٰے اعلٰے کی پیروی کرتا ہے - کبھی اعلٰے ادنٰے کی پیروی
نہیں کرتا - پس جو لوگ غریب لوگوں میں یا ادنٰے درجہ کی تعلیم کے رواج کے خواہاں ہیں اُن کا
سب سے اوّل یہ فرض ہے کہ اپنی قوم میں اعلٰے درجہ کے تعلیم یافتہ لوگوں کے پیدا کرنے کی
کوشش کریں - ادنٰے درجہ کی تعلیم اور غریب لوگوں میں رفتہ رفتہ از خود پھیل جاویگی ؏

ہر کوئی تسلیم کرتا ہے اور میں بھی تسلیم کرتا ہوں کہ قوم کا خوشحال ہونا اور تعلیم یافتہ اور معزز
ہونا اس بات پر منحصر ہے کہ اس میں معتدبہ تعداد کے لوگ نہایت اعلٰے درجہ کے تعلیم یافتہ
ہوں - اُس کے بعد نہایت کثرت سے تعداد ایسے لوگوں کی ہو جو اوسط درجہ کی تعلیم
پائے ہوں اور اُسکے بعد ادنٰے درجہ کے تعلیم یافتہ - مگر سب سے مقدم اعلٰے درجہ کے
تعلیم یافتوں کا موجود ہونا ہے جو قوم کے افتخار کا باعث ہے اور جو منبع اور مخرج باقی قسم
کی تعلیموں کا ہے - جو لوگ اپنی کوششیں اعلٰے درجہ کی تعلیم پر متوجہ نہیں کرتے اور ادنٰے درجہ
پر مصروف کرتے ہیں وہ اُلٹی گنگا بہاتے ہیں جس میں کبھی کامیابی نہ ہوگی ؏

اب دوسری طرح پر غور کرو۔ کہ ملک کے اکثر حصوں اور قریباً ہر ایک ضلع میں گورنمنٹ سکول یا مشنریوں کے سکول قایم ہیں جو انٹرنس تک کی تعلیم خوش اسلوبی سے دیتے ہیں۔ اگرچہ اس قسم کے مقامات میں مسلمانوں کی تعلیم کے لیے کسی رنبہ سے سکول قایم کرتے ہو بہتر قایم کرو۔ مگر یہ بتاؤ کہ تمہارے سکولوں میں اُس درجہ کے لایق اور ذی علم ماسٹر اور ہیڈ ماسٹر مل سکتے ہیں جیسے اُن سکولوں میں ہیں یا نہیں؟ جہاں تک کہ مجھے علم ہے میں کہہ سکتا ہوں کہ نہیں۔ پس اب تم دیکھو کہ تم جو عمدہ اور ذی علم ماسٹروں کی تعلیم سے مسلمانوں کو چھڑا کر اپنے کم علم اور ناقص ماسٹروں کے سپرد کرتے ہو۔ تو تمہارا ایسا کرنا درحقیقت اُن کے ساتھ سلوک کرنا ہے یا بدسلوکی یہ ایسی صاف بات ہے کہ ہر شخص اُس کو سمجھ سکتا ہے۔ بعض لوگ یہ خیال کرتے ہیں۔ کہ ہم اِن چھوٹے سکولوں میں ادنے درجہ تک تعلیم دیکر لڑکوں کو تیار کرتے ہیں۔ تاکہ وہ کسی سکول یا کالج میں اعلیٰ درجہ کی تعلیم پانے کے لیے داخل ہو سکیں۔ اور اس خیال سے بہت سے بزرگوں نے جابجا پرائمری اور اپر پرائمری۔ مڈل۔ اور بعض مقاموں میں انٹرنس تک کے سکول قایم کیے ہیں۔ یہ بات تو نہایت خوشی کی ہے کہ تھوڑے عرصہ سے ہماری قوم کو اپنی قوم کی تعلیم کا خیال پیدا ہوا ہے اور ہندوستان کے ہر گوشے سے اس بات کی آواز آتی ہے کہ قوم کے لیے کچھ کرنا چاہیے۔ لیکن اگر اس کوشش میں کچھ نقص ہو۔ تو اس سے چشم پوشی بھی مناسب نہیں۔ پس جن بزرگوں نے اس قسم کی کوشش کی ہے جس کا میں بیان کرتا ہوں اُن کا دل سے شکر ادا کرنے کے بعد یہ امر کہنا چاہتا ہوں کہ انہوں نے ایسا کرنے سے اُس مقدم امر سے جس کو میں نے مقدم قرار دیا ہے یعنی مسلمانوں کی اعلیٰ تعلیم کی ترقی سے بالکل غفلت کی ہے۔ یا اپنی قوت کو مقدم چیز کے بدلے مؤخر شے کی طرف رجوع کیا ہے۔ یا اپنی مجموعی قوت کو اس طرح پر ساقط کر دیا ہے۔ کہ مقدم امر کے انجام کی قابل نہیں رہی ہے ؛

اے صاحبو! تعلیم کا معاملہ نہایت نازک ہے۔ اور اُس کے اثر اچھے یا برے جو نہایت آہستہ اور مخفی طور پر سے پیدا ہوتے ہیں وہ بہت کم نظر آتے ہیں۔ مگر وہ اثر نہایت گہرے اور دیرپا ہوتے ہیں۔ فرض کرو کہ ایک سکول ایسا قایم کیا جاوے۔ جو صرف مڈل تک ہی تعلیم دیتا ہے۔ اور ایک سکول ایسا ہو جو انٹرنس کی تعلیم دیتا ہو جس میں مڈل کلاس بھی ہو۔ باوجودیکہ دونوں میں مڈل کلاس کے پڑھنے کی کتابیں یکساں ہیں۔ مگر جو دماغی اثر اور ترقی کی طرف مائل خیالات اُن لڑکوں کے ہوتے ہیں جو سکول میں پڑھتے ہیں جو انٹرنس تک پڑھاتا ہے۔ ہرگز اُن لڑکوں کو حاصل نہیں ہوتے۔ جو اس سکول میں پڑھتے ہیں جو صرف مڈل تک پڑھاتا ہے ؛

آگے یہ فرق اُن لڑکوں میں زیادہ محسوس ہوتا ہے جو کسی کالجیٹ سکول میں پڑھتے ہیں۔ اور جو صرف ایسے سکول میں پڑھتے ہیں جو صرف انٹرنس تک پڑھاتا ہے۔ پس ہمکو اپنی قوم کی ترقی کی کوشش کرنے میں ہر بات پر خیال کرنا چاہیئے۔ اور سوچنا چاہیئے کہ ایسا نہ ہو کہ ہماری کوششیں بعوض اس کے کہ ہم اپنی قوم کو ترقی کی راہ پر لیجاویں۔ تنزل کی راہ پر لیجاتے ہوں اور بعوض اس کے کہ ہم اپنی مجموعی قوت کو اُن کی ترقی دینے میں کام میں لاویں۔ اُسکو متفرق کر کے اُس مجموعی قوت کے زور کو ساقط کرتی ہو ٭

ان چھوٹے چھوٹے سکولوں کے قایم کرنے کا خیال ایک اَور سبب سے بھی پیدا ہوتا ہے جو نہایت نیک دلی اور قومی ہمدردی کا خیال ہے اور جو بلاشبہ تعریف اور تحسین کا مستحق ہے اور وہ یہ ہے کہ کسی شہر یا قصبہ میں کوئی سکول موجود نہیں ہے۔ اور اُنہوں نے اس خیال سے سکول قایم کیا ہے کہ وہاں کے لڑکے جو آوارہ پھرتے ہیں کسی قدر پڑھ جاویں۔ میں ایسے سکولوں کی مخالفت کرنی نہیں چاہتا۔ مگر جب تمام قوم کو بحیثیت ایک قوم ہونے کے مثل شخص واحد کے خیال کرتا ہوں تو اُن بزرگوں کی خدمت میں یہ ضرور عرض کرتا ہوں کہ آپ نے بھوکے پیاسے کے لیئے صرف روٹی کھانے کا سامان کیا ہے۔ مگر وہ پیاس کے مارے مرنے والا ہے ٭

اے صاحبو۔ تعلیم کے متعلق صرف دو قسم کے خیالات ہیں۔ ایک اشاعت کرنا اعلےٰ درجے کی تعلیم کا جو بلاشبہ ایک محدود گروہ کو یا قلیل گروہ کو نصیب ہوگی۔ دوسرے اشاعت کرنا عام تعلیم کا جس کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ عام لوگ اور غریب گروہیں اور غریبوں کے لڑکے اُس سے فایدہ اُٹھائیں۔ اور گروہ کے گروہ اور غول کے غول ایسے پیدا ہو جائیں جو شُد بود سے واقف ہوں۔ جہاں تک مجھکو اپنی قوم کے بزرگوں سے موقعہ ملا ہے مجھے معلوم ہوا ہے کہ اُن کے خیالات اس پچھلی قسم کی تعلیم کی طرف زیادہ مائل ہیں۔ اور وہ اپنی نیک نیتی سے تعلیم کا ایسا طریقہ چاہتے ہیں جس سے غریب آدمی بھی فایدہ اُٹھا سکیں ٭

اے صاحبو۔ میں اپنی قوم کے اُن بزرگوں کے اس خیال پر نہایت ستایش کرتا ہوں مگر جس خیال سے مَیں اپنی قوم کی ہمدردی کرتا ہوں اور جس درجہ پر میں اپنی قوم کو لیجانا چاہتا ہوں وہ میرا مقصد صحیح ہو یا غلط۔ ممکن ہو یا ناممکن۔ اس طریقہ سے حاصل نہیں ہو سکتا۔ میں اپنی قوم کو آسمان کے مانند کرنا چاہتا ہوں جو رات کے وقت ہمکو دکھائی دیتا ہے۔ جب میں رات کو آسمان دیکھتا ہوں تو میں اُس کے اُس حصہ کی جو نیلا نیلا سیاہ روڈرا ونا ہمکو دکھائی دیتا ہے کچھ بھی پرواہ نہیں کرتا۔ مگر اُن ستاروں کو دیکھنا چاہتا ہوں جو اُس میں چمک رہے ہیں اور معشوقانہ انداز

کی چمک سے ہمکو اپنی طرف کھینچتے ہیں۔ اور جن کے سبب سے اُس تمام سیاہ رو آسمان کو بھی عجب قسم کی خوبصورتی حاصل ہوئی ہے ؁

اے صاحبو! کیا تم اپنی قوم میں اِس قسم کے لوگ مبرّا کیئے بغیر جو تمہاری قوم میں ایسے ہی چمکتے ہوں جیسے آسمان پر تارے اپنی قوم کو معزز اور دوسری قوموں کی آنکھ میں باعزت و آبرو بنا سکتے ہو؟ ہرگز نہیں۔ اے صاحبو۔ کیا تم اُن ستاروں کے پیدا کیئے بغیر اپنی سیاہ اور درماندہ ذلیل قوم میں کوئی خوبی پیدا کر سکتے ہو۔ عام تعلیم کا عام لوگوں میں بغیر موجود ہونے اعلےٰ تعلیم کے پھیلنا ناممکن ہے اور تمام دنیا کی تاریخ سے اُس کا ثبوت ملتا ہے۔ پس بلا شبہ مجھکو افسوس ہے کہ نیک نیّت کوششیں جو قبل از وقت ہماری قوم کے بزرگ دوسری قسم کے خیالات سے کرتے ہیں یا وہ سب ضایع ہونے والی ہیں یا قوم کے عروج کے لیئے سب بے سود ہیں ؁

اے صاحبو۔ اِس قسم کی تعلیم پر زور دینا اور خیال کا رجوع کرنا اُس ملک کے لوگوں کا کام ہے جہاں اعلےٰ درجہ کی تعلیم کا آفتاب نصف النہار پر پُہنچا ہوا ہو۔ یا ایک بدنیت گورنمنٹ کا کام ہے جو اپنی رعایا کو کسی ظالمانہ پالسی سے اعلےٰ درجہ کی تعلیم تک پہونچنے سے روکتی ہو۔ یا ایسی منصف گورنمنٹ کا کام ہے جو حقوق کی پابندی اور انصافانہ برتاؤ کی مجبوری سے خواہ تعلیم کی قسمت کو اعلےٰ درجہ کی تعلیم میں جو بلاشبہ محدود لوگوں پر منحصر ہوگی خرچ ہو سکتی ہو۔ اب بتاؤ کیا تم اعلےٰ درجہ کی تعلیم کو چھوڑ کر عام تعلیم کی طرف توجہ کرتے ہو کیا تمہاری قوم میں اعلےٰ درجہ کی تعلیم کا آفتاب نصف النہار پر پہونچ گیا ہے۔ یا تم مثل اُس ظالم یا منصف گورنمنٹ کے ایسا کرنے پر مجبور ہو مجھے بندگانِ قوم معاف فرماوینگے کہ میں اس راہ کو قومی ترقی کی راہ نہیں سمجھتا ؁

اِسقدر سُننے کے بعد ضرور میرے دوستوں کے دل میں جو اِس وقت یہاں تشریف رکھتے ہیں یہ خیال پیدا ہوا ہوگا کہ اگر یہ تدبیریں ترقی کی طرف مائل نہیں ہیں۔ تو وہ تدبیریں کیا ہیں جن کا ترقی کی طرف میلان ہے۔ جو کچھ میرا خیال اِس امر کی نسبت ہے میں ضرور اُسکو بتاؤنگا میں نہایت خوش ہوں بلکہ میری آرزو ہے۔ کہ ہماری قوم خود اپنے اتفاق سے قومی سکول اور قومی کالج قایم کرے۔ اور اُن کی کثرت ہو۔ کہ گورنمنٹ کو اپنے سکول اور کالجوں کا مجبوری اُٹھا لینا پڑے۔ مگر ہمکو کسی سکول کے قایم کرنے کا ارادہ نہیں چاہیئے جبتک کہ ہم انٹرنس کلاس کی پڑھائی کا سکول قایم نہیں کر سکتے اور جس میں ایک نہایت عمدہ اور لایق پورا جنٹلمین یورپین ہیڈ ماسٹر مقرر نہیں کر سکتے۔ ایسا سکول بارہ سو روپیہ ماہواری مستقل آمدنی کے بغیر قایم نہیں ہو سکتا۔ اِس درجہ سے کمتر درجہ کا سکول قایم کر کے بچوں کو اُس میں پھنسانا قومی نقصان کا باعث ہے۔ اور نہ اُسکی ضرورت ہے کیونکہ اسقدر تعلیم حاصل کرنے کے بہت سے وسیلے

موجود ہیں۔ اسی طرح ہمکو کسی کالج کے قایم کرنے کا ارادہ کرنا نہیں چاہیئے۔ جب تک کہ ہم اسقدر سرمایہ بہم نہ پہونچالیں جس سے ہم علاوہ ہندوستانی پروفیسروں کے کم سے کم تین یوروپین پروفیسر نہایت عمدہ خصلت کے اور پورے جنٹلمین مقرر نہ کرسکیں۔ دو ہزار پانچ سو (۲۵۰۰) روپیہ ماہواری سے کم میں ایسا اسٹاف جمع نہیں ہوسکتا۔ اور متفرق اخراجات اور ضروری کُتب خانہ کے لیئے جو کالج کے لیئے ضروری ہے۔ اُسکے سوا روپیہ کا ہونا ضرور ہے ظاہر ہے کہ قوم کی حالت ایسی نہیں ہے کہ ہر جگہ وہ ایسے سکول اور کالج قایم کرسکے۔ مگر سب کو اپنی قوّت مجموعی سے کسی جگہ اُسکو پورا کرنا چاہیئے۔ جب ایک جگہ پورا ہو لے تو پھر دوسری جگہ قایم کرنے میں اپنی مجموعی قوّت کو کام میں لاویں ؎

اگر وہ یہ کام نہیں کرسکتے تو بعوض چھوٹے چھوٹے سکول بنانے کے کسی مقام کو پسند کریں جہاں عمدہ سکول یا کالج ہو۔ اور اُسی مقام پر لڑکوں کے رہنے کا اور وہاں کی سکونت کے اخراجات میں امداد دینے کا انتظام کریں اور قوم کے لڑکوں کو جمع کرکے وہاں رکھیں۔ اور جو روپیہ کہ چھوٹے چھوٹے سکول بنانے میں خرچ کرتے ہیں اُس کو اُن کے تعلیم دلانے میں خرچ کریں ؎

اس تدبیر میں دو نقص باقی رہتے ہیں جو میرے خیال میں بہت بڑے ہیں گو کہ لوگ اُن کا کم خیال کرتے ہیں۔ اِسوقت جس قدر کالج وسکول ہیں وہ گورنمنٹ کے ہیں یا گورنمنٹ کے ہاتھ میں ہیں۔ یا مشنریوں کے ہیں۔ اُن کے انتظام میں ہمکو کچھ مداخلت نہیں۔ یا برائے نام کچھ ہے۔ اور اُن کا انتظام ہم اپنے دلخواہ نہیں کرسکتے۔ اور جو حاجتیں مسلمان لڑکوں کی تعلیم میں ہیں وہ اُن سے پوری نہیں ہوسکتیں۔ علاوہ اس کے مسلمان بچّوں کو صرف تعلیم ہی دیدینا کافی نہیں ہے۔ اُن میں قومیّت کی رُوح پھونکنی اُن کی تعلیم سے بھی زیادہ ضروری ہے۔ یہ روح اُن میں پڑ نہیں سکتی جب تک گروہ گروہ مسلمان بچے ایک جگہ جمع کرکے تعلیم نہ دیئے جاویں۔ اور اُن کے دل میں قومی کالج کے ہونے کے خیال کا اثر اور قومی کالج میں تعلیم پانے کا جوش پیدا نہ ہو ؎

اے صاحبو۔ میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ جب تک یہ روح ہماری قوم میں نہ آویگی اُس وقت تک ہماری قوم مُردہ بصورت زندہ رہے گی۔ اور کسی چیز میں تعلیم۔ دولت عزّت۔ ہمت۔ حمیّت۔ غیرت عروج کے درجہ پر نہیں پہونچنے کی۔ خدا ہماری قوم کی مدد کرے ؎

آخری سپیچ رزولیوشن مذکور پر

میں نہایت خوش ہوں کہ اس رزولیوشن پر نہایت گرمجوشی سے بحث ہوئی۔ جس قدر زیادہ مخالفت ہوتی جاتی تھی اُسیقدر مجھ کو زیادہ خوشی ہوتی تھی۔ میں سمجھتا ہوں کہ جو رزولیشن پیش ہوا ہے وہ بہت صاف ہے۔ کسی ترمیم کی اُس میں ضرورت نہیں۔ پس اُسپر بہت زور ہو چکے ہیں۔ اُس کے نتیجہ کے بعد اُن صاحبوں کو جو ترمیم چاہتے ہیں اختیار ہوگا کہ ترمیم شدہ صورت میں اُس کو پیش کریں ۔

جو خیالات کہ بعض دوستوں نے اس رزولیوشن کی نسبت ظاہر کیئے جن کا کچھ بھی پتہ اُس رزولیوشن میں نہ تھا۔ مَیں نہایت خوش ہوں کہ وہ سب اُس وقت زائل ہو گئے ہوں گے۔ جب میرے دوست مسٹر بیک نے اُس سے مخالفت کی جو مدرستہ العلوم کے پرنسپل اور اُس کے نہایت بڑے دوست ہیں اُس کے فنڈ بڑھانے پر ہمیشہ کوشش کرتے ہیں۔ اور بہت سا روپیہ اپنی جیب سے اُس کے فنڈ میں متعدد طرح پر دیا ہے۔ یہی حال میرے دوست مولوی محمد شبلی پروفیسر مدرستہ العلوم کا ہے۔ پس اب میرے دوستوں کو یقین ہو گیا ہوگا کہ اِس رزولیوشن کو مدرستہ العلوم سے یا اُسکے فنڈ بڑھانے سے کچھ تعلق نہ تھا۔

میرے دوست اس رزولیوشن کے مطلب کو بہت دور کھینچکر لے گئے اُس میں چھوٹے چھوٹے مدرسوں کے قایم کرنے یا نہ قایم کرنے یا موجود چھوٹے چھوٹے مدرسوں کو معدوم کر دینے کا کچھ ذکر نہیں ہے۔ جو لوگ مسلمانوں کی تعلیم کے بند پانی کو حرکت میں آیا ہوا دیکھتے ہیں۔ اُسپر یہی غور کرتے ہیں کہ اُس کی لہر کدھر جاری ہے۔ اُن کو معلوم ہوگا۔ کہ اُس وقت مُلک میں یہ ہوا چلی کہ ہر جگہ چار آدمی جمع ہوئے اور اُس کا نام اسلامی انجمن رکھا اور بارہ[۱۲] روپے مہینے کا ایک ماسٹر مقرر کیا۔ سکول جاری کیا اور مُسلمان لوگوں کو گھیر کر اُس میں داخل کیا۔ جس کے سبب اُن لڑکوں کی عمر ضایع ہوتی ہے۔ اس رزولیوشن کا مطلب اُن لوگوں کو متنبہ کرنا تھا کہ چھوٹے چھوٹے سکول بچّوں کی انگریزی تعلیم کے لیئے قایم کرنے جن میں نہ لایق ماسٹر ہوتے ہیں۔ نہ عمدہ تعلیم مسلمان بچّوں کی تعلیم میں نقصان پہونچانے والے اور مُسلمانوں کی مجموعی قوت کو متفرق کرنے والے ہیں۔ اِس کا عکس بجز اِس کے اَور کچھ نہ تھا کہ اُن کے لیئے لایق ماسٹر اور عُمدہ تعلیم ہونی چاہیئے اگر میرے دوست اس سے مخالف ہیں بہتر۔ مگر افسوس ہے کہ میں اُن کے ساتھ متفق نہیں ہوتا۔ کوئی قوت جو متفرق ہو گئی ہے اور جس نے چھوٹے چھوٹے سکول

ناقص تعلیم کے اور بچوں کو نقصان پہونچانے والے پیدا کردئے ہیں یکجا جمع ہوجاوے - تو ضرور نقص رفع ہوجاوے گا ٭

رہی یہ بات کہ چھوٹے سکولوں کے جو ہائی سکول سے کم درجہ کے ہیں جابجا قایم کرنے کی ضرورت ہے یا نہیں - یہ جُداگانہ بحث ہے - اِس رزولیوشن سے اُسکو تعلق نہ تھا مگر درحقیقت میری رائے میں اِس قسم کے سکولوں کے قایم کرنے کی ضرورت نہیں ہے - اور اس درجہ تک کی تعلیم حاصل کرنے کو ہمارے لیئے کافی وسیلے موجود ہیں - اگر اس خاص امر پر بحث ہوگی تو مَیں اُس کے لیئے موجود ہوں - مگر اِس رزولیوشن کے ساتھ خلط مبحث کرنا نہیں چاہتا - بیشک میری رائے ہے کہ قوم کو ہائی ایجوکیشن پر توجہ کرنے کی زیادہ ضرورت ہے ٭

بلاشبہ میری رائے ہے کہ ایسے سکول جو انٹرنس تک پڑھاتے ہیں یا پڑھانا چاہتے ہیں اور جس میں ہیڈ ماسٹر ایک یورپین جنٹلمین نہیں ہے - بہت ناقص سکول ہے اور طالب علموں کو ناقص رکھتے ہیں - خواہ وہ سکول گورنمنٹ کے ہوں یا مشنریوں کے یا پرائیویٹ لوگوں کے اگر ہماری قوم ایسے سکول جاری کرنا چاہتی ہے تو ایسی تدبیر کرے کہ یورپین ہیڈ ماسٹر اُسمیں ہو - اور سمجھ لے کہ بارہ سو روپیہ خرچ کرنا ہوگا ٭

جو کالج ایسا ہو جس میں کم ازکم تین یورپین پروفیسر نہ ہوں - وہ بھی طالب علموں کو اُن کی اعلیٰ لیاقت کو ناقص رکھنے والا ہے - پس اگر ہماری قوم کوئی کالج قایم کرنا منظور کرے تو ضرور ایسا کالج قایم کرے جو قوم کو نقصان نہ پہُنچائے - تاکہ ہماری قوم کے نوجوان عُمدہ تعلیم گاہ کو چھوڑ کر ناقص تعلیم میں مبتلا نہ ہوں ٭

جو مقصد میرا اِس رزولیوشن کے پیش کرنے سے تھا - وہ مخالفت سے زیادہ تر حاصل ہوگیا ہے اور آیندہ ہر ایک امر پر لوگوں کو غور کرنے کا موقعہ ملیگا - مَیں خوش ہوں کہ اسپر ووٹ لیا جاوے - اور کثرت رائے سے نامنظور ہو مگر جب لوگ غور کریں گے تو سمجھیں گے کہ اُنہوں نے کیا کیا - اگر یہ رزولیوشن پاس نہ ہو جیسا کہ توقع ہے تو لوگوں کی ہمت قوم کو ہائی ایجوکیشن تک پہونچانے میں بالکل پست ہوجاوے گی - اور قوم کو شدید نقصان پہونچے گا - مگر مجھ کو اُمید ہے جو گرم جوشی خارجی خیالات نے اس وقت اس رزولیوشن کے برخلاف پیدا کردی ہے وہ بہت جلد ٹھنڈی ہوجاوے گی اور ہماری قوم کے بُزرگ - قوم کو ہائی ایجوکیشن تک پہُنچانے میں سرگرم ہوں گے ٭

۴۶

۲۷۔ دسمبر ۱۸۸۷ء ۔ لکھنؤ

اسپیچ

بتائید رزولیوشن چہارم و پنجم کہ الٰہ آباد یونی ورسٹی کے ذریعہ سے اس مُلک میں انگلش ہائی ایجوکیشن کی ترقی پر میموریل بخدمت ہز آنر لفٹنٹ گورنر و وائس چینسلر کی خدمت میں بھیجا جاوے ۔

جناب پریزیڈنٹ ۔ ان رزولیوشنوں کے پیش ہونے کا یہ سبب ہے ۔ کہ پنجاب یونی ورسٹی جو چند سال سے مقرر ہوئی ہے اُس کا حال دیکھکر لوگوں کو الٰہ آباد یونی ورسٹی کی نسبت بھی تردد پیدا ہو گیا ہے پنجاب کے تمام لوگ شاکی ہیں ۔ کہ اُس یونی ورسٹی نے انگلش ہائی ایجوکیشن کو نقصان پہونچایا ہے ۔ گو میرا یقین ہے ۔ کہ الٰہ آباد یونی ورسٹی سے انگلش ہائی ایجوکیشن کو ترقی ہوگی ۔ مگر لوگوں کے دل میں ابتک شبہ باقی ہے اور یہی امر ان رزولیوشنوں کے پیش کرنے کا باعث ہوا ہے ۔

بلاشبہ الٰہ آباد یونی ورسٹی کے مقرر ہونے سے اس صوبہ کے لوگوں کو نہایت خوشی ہے کہ کلکتہ یونی ورسٹی ہم سے بہت دور تھی ۔ اور پورے طور پر ہماری دسترس اُس تک نہ تھی ۔ الٰہ آباد یونی ورسٹی ہمارے ہی صوبہ میں ہے اور ہم ہی لوگوں کو اُس پر دسترس ہے ۔ مَیں خود اُس یونی ورسٹی کا فیلو ہوں ۔ اور میں یقین کرتا ہوں کہ اُسکو اور اُس کے ہر ایک شخص کو انگلش ہائی ایجوکیشن کی ترقی دینا جس کی نہایت ضرورت اس مُلک میں اور خصوصاً ہم مُسلمانوں میں ہے دل سے منظور ہے اگر اُس کا مقصد اُس کے برخلاف ہوتا ۔ تو بلاشبہ قابل افسوس ہوتا ۔

اِس کانگریس میں اِن رزولیوشنوں کے پیش ہونے سے زیادہ فایدہ یہ ہوگا ۔ کہ گورنمنٹ اور نیز یونی ورسٹی کے سینٹ کے ممبروں کو ظاہر ہو جاوے گا کہ تمام لوگوں کی خواہش کیا ہے اور مُلک کو درحقیقت کس چیز کی ضرورت ہے ۔ اور کانگریس کی طرف سے اس مضمون کی درخواست جانا جس کا ذکر پانچویں رزولیوشن میں ہے اور چوتھے کے ساتھ شامل ہو گیا ہے زیادہ تر فایدہ مند ہوگا ۔ پس میں ان رزولیوشنوں کے کانگریس سے یک شامل پاس ہونے کی خواہش کرتا ہوں ۔

فقط

۴۷

دسمبر ۱۸۸۶ء (لکھنؤ) کانفرنس

بہ تحریک رزولیوشن ہشتم۔ کہ اوقاف کے متولی صاحبوں کو قدیم طریقہ کے مطابق عربی علوم کی تعلیم پر جس میں حدیث و فقہ و تفسیر کی تعلیم شامل ہو توجہ کرنی چاہیئے۔ اُس کے ساتھ اس مجلس کی یہ بھی رائے ہے۔ کہ اُن اوقاف کا روپیہ انگریزی علوم کی تعلیم میں صرف کرنا اُس نیت و ارادہ کے مطابق نہیں ہے۔ جس نیت و مقصد سے وقف کرنے والوں نے اُس کو وقف کیا ہے

اسپیچ سید مرحوم

اے صاحبو! ہماری کانگرس کے مقاصد میں سے ایک یہ بھی مقصد ہے کہ علوم عربی جو ہماری قومی نشانی ہیں۔ اور علوم مذہبی جو ہمارے روحانی طریقہ کا ذریعہ ہیں۔ بدستور قایم رہیں اور جس طرح سابق میں علماء اور کاملین تھے۔ اب بھی قایم رہیں۔ اس مقصد کے پورا کرنے کو ہمارے بزرگوں کے دیئے ہوئے اوقاف جو اب تک قایم اور باقی ہیں نہایت عمدہ ذریعہ ہیں۔ اگر اُن اوقاف کے متولی صاحبان اُسپر توجہ کریں۔ اور علماء اور طالب علموں کو اُس میں سے مدد دیں تو یہ مقصد بخوبی حاصل ہو سکتا ہے ٭

میرا مقصد یہ نہیں کہ اُن متولیوں پر سرکار کی طرف سے کسی قسم کا زور ڈالنے کی تجویز کیجاوے یا کوئی قانون اِن مذہبی اوقاف کے لیئے گورنمنٹ سے پاس کرایا جاوے۔ کیونکہ میں ایسے دباؤ ڈالنے والی چیزوں کو جن کا اخیر نتیجہ ہماری اور متولیوں کی بے اختیاری اور بے بسی کا ہو جانا ہے جیسے کہ بعض اوقاف کی نسبت ہوا میں پسند نہیں کرتا ہوں۔ بلکہ میرا مقصد یہ ہے کہ جس ضلع میں ایسے اوقاف ہیں۔ اُس ضلع کے معزز اور ذی وجاہت سردار متولیوں پر زور ڈالیں اور اُن کو اس طرف متوجہ کریں۔ اور خود بھی اُس کے حسن انتظام میں شریک ہوں ٭

یہ جو لوگوں کا خیال ہے کہ اُن اوقاف کا روپیہ مسلمانوں کی انگریزی تعلیم میں بھی خرچ کیا جاوے اُس سے میں بلاشبہ اتفاق نہیں کر سکتا۔ وقف جو ہمارے ہاتھ میں ہے بطور امانت کے ہے۔ اور ہمارا فرض ہے کہ جس نیت اور مقصد سے وہ امانت ہمکو سپرد کی گئی اُس میں خیانت نہ کریں۔ یعنی واقف کی وقف کے وقت جو نیت تھی اور اُس کا جو مقصد تھا اُس کے برخلاف

اُس کی امانت کو خرچ نہ کریں۔ کبھی کوئی شخص اِس بات کو تسلیم نہیں کر سکتا کہ اُن وقف کرنیوالوں کے کبھی خیال میں بھی یہ بات تھی کہ اُن کا روپیہ انگریزی تعلیم میں خرچ ہوگا ❊

علاوہ اِس کے جو وقف کہ اُنہوں نے کیا ہے اور جس تعلیم یا علم کا اُنہوں نے وقفناموں میں ذکر کیا ہے اُسسے اُن کا اصلی مقصد عقبے میں ثواب حاصل کرنے کا ہے۔ کوئی شخص نہیں کہہ سکتا ہے کہ انگریزی پڑھنے یا پڑھانے سے عقبے کا ثواب حاصل ہوتا ہے۔ پس میرے نزدیک یہ ایسا مسلم الثبوت مسئلہ ہے کہ اوقاف کا روپیہ انگریزی علوم کی تعلیم میں صرف کرنا اُس نیت اور ارادہ کے مطابق نہیں ہے جس نیّت و مقصد سے وقف کرنے والے نے اُسکو وقف کیا ہے۔ اور اِس لیئے اُمید ہے کہ یہ ہمارے معزز شریک بھی جو اِس وقت موجود ہیں۔ اِس امر سے اتفاق فرماویں گے ❊ فقط

۴۸

لکچر جو سید صاحب نے ۲۸ - دسمبر ۱۸۸۷ء کو بوقت شب بمقام لکھنؤ "ہماری قوم کو نسبت پولیٹیکل امور سلطنت کے کیا طریقہ اختیار کرنا چاہیئے" دیا

جناب پریسیڈنٹ صاحب و دیگر صاحبان، لیڈی صاحبان!

میری کبھی عادت پولیٹیکل امور پر لکچر دینے کی نہیں رہی ہے اور نہ مجھے یاد ہے کہ میں نے کبھی پولیٹیکل امور میں کوئی لکچر دیا ہو۔ میری توجہ ہمیشہ اپنے بھائی مسلمانوں کی تعلیم کی طرف مائل رہی ہے اور اسی کو میں ہندوستان کے لیئے۔ قوم کے لیئے۔ گورنمنٹ کے لیئے بہت مفید سمجھتا ہوں۔ لیکن اس زمانہ میں بعض حالات ایسے درپیش آئے ہیں جن کے سبب سے ضرور ہوا کہ اپنی رائے سے اپنے بھائیوں کو جس کو ان کے حق میں مفید سمجھتا ہوں اطلاع دوں۔ اے صاحبو اس لکچر کا مقصود صرف یہ ہے کہ "ہم مسلمانوں کو نسبت پولیٹیکل امور سلطنت کے کیا طریقہ اختیار کرنا چاہیئے" میں اس مضمون پر کوئی فلسفیانہ بحث کرنی نہیں چاہتا اور نہ اس مضمون پر اُن اصولوں سے بحث کرنا چاہتا ہوں کہ جن کی نسبت سیاست مدن اور پولیٹیکل اکانمی کی کتابوں میں بڑے بڑے لکچر اور مضمون لکھے ہوئے ہیں۔ اس وقت میرا مطلب صرف سیدھے اور سادے طور پر اپنے بھائیوں کو اپنی رائے کا بتانا ہے۔ پسند کرنا یا نہ کرنا ہر شخص کے اختیار میں ہے۔

جن سببوں سے آج میں اس مضمون پر لکچر دینے کھڑا ہوا ہوں وہ یہ ہیں کہ ان دنوں ہندوستان میں نسبت گورنمنٹ کے پولیٹیکل امور کے ایک قسم کی شورش بہت لوگوں میں پائی جاتی ہے مقصود میرا یہ کہنا ہوگا کہ آیا ایسے امور میں ہمارے بھائیوں کو کیا طریقہ اختیار کرنا چاہیئے۔ اس مضمون کو گو مسلمانوں سے تعلق ہے اور میرا خیال اور میرا ارادہ بھی مسلمانوں سے کہنے کا ہے لیکن میں یہ بھی بتاؤں گا کہ آیا ملک کے لیئے اور تمام قوموں کے لیئے جو ہندوستان میں رہتی ہیں وہ امور مفید ہیں یا غیر مفید۔ اگر مفید خیال کرو تو سب کو پیروی کرنی چاہیئے اور اگر ملک کے لیئے یا قوم کے لیئے مضر ثابت ہوں تو اُن سے علیحدہ رہنا چاہیئے۔ قبل اس کے کہ یہ مضمون شروع ہو مجھ کو مختصر طور پر بیان کرنا مناسب ہے کہ ہماری گورنمنٹ جو اب

قریب سنو برس سے ہندوستان میں حکومت کر رہی ہے اُس کا طرز حکومت کیا ہے ؟
اُس کا طرز حکومت یہ ہے کہ جو امور پولٹیکل کے خارجی ہیں یعنی ریاست ہائے غیر سے خواہ
فرانیٹر سے خواہ دیگر ممالک سے علاقہ رکھتے ہیں وہ اپنے ہاتھ میں گورنمنٹ نے رکھے ہیں
اسی طرح پر جتنے امور جنگ کے ہیں یا فوج کے آراستہ کرنے کے ہیں یا کسی ملک سے
صلح یا جنگ کرنے کے ہیں وہ سب گورنمنٹ نے اپنے ہاتھ میں رکھے ہیں۔ مجھ کو اُمید ہے
کہ ہم لوگ جو بطور رعایا کے رہتے ہیں اُن امور سے جن کو گورنمنٹ نے علیحدہ رکھا ہے یا اپنے
ہاتھ میں رکھا ہے ہم کو کچھ زیادہ سروکار نہیں ہے۔ اگر کوئی ملک گورنمنٹ فتح کرے۔ برہما
لے لے۔ افغانستان سے لڑے۔ اُس سے صلح کرے۔ اِن سے ہم لوگ جو ملک کے
باشندہ ہیں کچھ سروکار نہیں رکھتے۔ جن امور کو گورنمنٹ نے اپنے ہاتھ میں رکھا ہے اُن سے
رعایا کو کوئی مضرت یا اندیشہ نہیں ہے۔ باقی امور متعلق اندرونی انتظام ملک کے ہیں جن سے
ہمارا تعلق ہے۔ دیکھنا چاہیئے کہ اُن میں گورنمنٹ نے کیا طریقہ اختیار کیا ہے۔ گورنمنٹ نے
ایک کونسل رکھی ہے جو قانون بناتی ہے اور جس کا اثر ملک پر اور رعایا کے جان۔ مال اور
آسایش پر پڑتا ہے۔ اس کونسل میں چند ممبر تنخواہ دار ہیں۔ علاوہ اُن کے ہر صوبہ سے جو
گورنمنٹ کی دانست میں نہایت ہوشیار اہلکار گورنمنٹ کے ہیں شلاً کمشنر یا اَور کوئی واقفکار
حالِ صوبہ۔ جس نے مدت تک وہاں زندگی بسر کی ہے۔ عدالت کے کام فوجداری کلکٹری
کے کام سے اور اُس ملک اور اُس ملک کے حال سے واقف ہے ہر صوبہ سے بلاتی ہے
پنجاب سے۔ اودھ سے۔ شمال و مغرب سے۔ مدراس و بمبئی سے۔ اور اُن کو مشورہ میں
شریک کرتی ہے۔ گورنمنٹ ہندوستانی رئیسوں میں سے جن کو وہ اُس کرسی پر بیٹھنے کے
قابل اور باعتبار عزت کے مناسب سمجھتی ہے اُن کو بھی بلاتی ہے۔ شاید اس بات پر
لوگوں کو شبہ ہوا ہوگا کہ باعتبار عزت کے کیوں بلاتی ہے۔ باعتبار لیاقت کے کیوں
نہیں بلاتی ؟ اس کی بابت اے حضرات میں کچھ بیان کروں گا۔ مگر نہایت
افسوس کی بات ہے کہ ہم یہ کہیں۔ اور اگر میں کہوں تو میرے دوست مجھ کو معاف کریں کہ
ہمارے رئیس اُس کرسی پر بیٹھنے کے لائق نہیں۔ افسوس ہے کہ میں بھی اس بات کو تسلیم
کرتا ہوں کہ لائق نہیں مگر گورنمنٹ کو اس باب میں جو نہایت مجبوری ہے اور جس سبب سے
اِس معاملہ میں وہ عاجز ہوگئی ہے اُس سے قطع نظر نہیں کرنی چاہیئے۔ آپ خیال کریں
کہ ویسرائے کے ساتھ کونسل میں بیٹھنے کے لیئے واجبات سے ہے کہ ایک معزز
شخص ملک کے معزز شخصوں میں سے ہو۔ کیا ہمارے ملک کے رئیس اس کو پسند کرینگے

کہ ادنٰے قوم یا ادنٰے درجہ کا آدمی خواہ اُس نے بی اے کی ڈگری لی ہو یا ایم اے کی۔ اور گو وہ لایق بھی ہو اُن پر بیٹھکر حکومت کرے۔ اُن کے مال۔ جائداد اور عزت پر حاکم ہو کبھی نہیں۔ کوئی ایک بھی پسند نہیں کرے گا (چیئرز)۔ گورنمنٹ کی کونسل کی کرسی نہایت معزز ہے۔ گورنمنٹ مجبور ہے کہ سوائے معزز کے کسی کو نہیں بٹھا سکتی۔ اور نہ ویسرائے اُسکو مائی کلیگ یا مائی آنریبل کلیگ یعنی برادر یا معزز صاحب کہہ سکتا ہے نہ شاہانہ ڈنروں میں اور نہ شاہنشاہی جلسوں میں جہاں ڈیوک اور ارل اور بڑے بڑے معززین شامل ہوتے ہیں بلایا جاسکتا ہے۔ غرضکہ گورنمنٹ پر یہ الزام کسی طرح عاید نہیں ہو سکتا کہ رئیسوں کو کیوں منتخب کرتی ہے۔ یہ ہماری بدقسمتی ہے کہ ہمارے رئیس ایسے ہیں کہ کونسل میں کوئی کارروائی مفید ہندوستان کے لیئے نہیں کرسکتے۔ اس کے بعد گورنمنٹ میں مسودہ کے طور پر قانون پیش ہوتا ہے۔ مختلف اضلاع کے حُکام اُسپر رپوٹیں پیش کرتے ہیں اور ضرورت بتلاتے ہیں کہ ملک کے انتظام کے لیئے فلاں امر کی ضرورت ہے۔ گورنمنٹ امور مشتبہ میں کمیشن مقرر کرتی ہے کہ جابجا جاکر حال دریافت کرکے کیفیت مرتب کریں کہ درحقیقت انتظام کے لیئے اُس کی ضرورت ہے یا نہیں۔ وہ سب کارروائی کونسل میں پیش ہوتی ہے اور نہایت مباحثہ ہوتا ہے اور ایسا ہی ہوتا ہے جیسا کہ آج ہماری ایجوکیشنل کانگریس میں تیسری رزولیوشن پر ہوا بلکہ اُس سے بھی زیادہ (چیئرز) مجھے اُمید ہے کہ اس جلسہ میں ایسے لوگ بھی ہوں گے جنہوں نے اجلاس کونسل کا تماشہ دیکھا ہے میں یقین دلاتا ہوں کہ تمام ممبر جن کی رائے میں جو امر ملک کے لیئے بہتر ہوتا ہے وہ نہایت زور اور گرمجوشی سے بلالحاظ ویسرائے کے کہ کون ہے اور اُس کرسی پر ویسرائے ہے یا سفید پتھر کی مورت اور بلالحاظ دوسرے ممبر کی مخالفت یا موافقت کے جو رائے میں آتا ہی نہایت عُمدگی اور نیک نیتی اور خیرخواہی سے گفتگو کرتے ہیں اور رائے دیتے ہیں۔ اسپر بھی گورنمنٹ نے بس نہیں کیا اور قبل اس کے کہ کوئی قانون پاس ہو اُس کو اخباروں میں شایع کردیتی ہے۔ جتنی کمیٹیاں موجود ہیں اور جتنے اخبار ہیں اور جو مُلک کے وکیل ہونے کا دعوی کرتے ہیں اُن کو آزادی ہے کہ جو چاہیں لکھیں۔ کمیٹیوں اور سوسائٹیوں کو آزادی ہے کہ میموریل جس مضمون کا چاہیں گورنمنٹ میں بھیجیں۔ مجھ کو بھی یہ عزت حاصل ہوئی ہے کہ میں کونسل میں تھا (چیئرز)۔ میں یقین دلاتا ہوں کہ کوئی قانون ایسا مجھے یاد نہیں ہے کہ کونسل میں پیش ہوا ہو اور دس بیس پچیس میموریل اُس کی نسبت نہ آئے ہوں۔ اُس کے بعد گورنمنٹ سلکٹ کمیٹی مقرر کرتی ہے اور اُسپر غور ہوتا ہے اور نہایت عُمدگی سے مباحثہ ہوتا ہے اور

تمام میموریل ایک ایک لفظ پڑھے جاتے ہیں - اور بہت سا وقت کمیٹی کا اُن کے سننے اور پڑھنے
میں ضایع ہوتا ہے اور آخر کو جب غور ہوتا ہے تو ہیچ ثابت ہوتے ہیں - اُردو اخباروں میں بھی
جو کچھ چھپتا ہے اُس کا خلاصہ لکھا جاتا ہے اور لجسلیٹو کمیٹی کے ممبر اُس پر غور کرتے ہیں -
اگرچہ میرے سامنے نہیں لیکن بعض دفعہ اُن میموریلوں کے ذریعے سے بعض دفعات ترمیم یا
خارج ہوتی ہیں - یہ کارروائی گورنمنٹ کی ہے - اس کے بعد قانون پاس ہوتا ہے - اور وہ
سکریٹری آف سٹیٹ کے پاس بھیجا جاتا ہے پھر وہاں کی کونسل میں وہ قانون پیش ہوتا ہے
اور لایق لایق لوگ جو ہیں اکثر ایسے ہیں کہ ایک مدت تک ہندوستان میں رہکر اسسٹنٹی سے
لفٹننٹ گورنری تک کام کر چکے ہوتے ہیں اُس پر غور کرتے ہیں - اگر اُن کے نزدیک ٹھیک
ہوتا ہے تو باقی رہتا ہے ورنہ چار سطر کی چٹھی سے جو سکرٹری آف اسٹیٹ لکھ بھیجتا ہے منسوخ
ہو جاتا ہے - لوگوں کو بلا شبہ قانون کی نسبت عذرات ہوتے ہونگے اور بعض قانون میں
غلطی بھی ہوتی ہو گی لیکن ایک بڑا حصہ اُن عذرات کا جہاں تک میرا تجربہ ہے ایسا ہوتا ہے کہ جنھوں
نے وہ عذرات کیئے ہیں اُن کو یا خود اُس شخص کو جس نے اُس قانون سے مخالفت کی ہے اگر
ویسرائے کی کرسی پر بٹھا دیا جاوے تو وہ بھی وُہی کرے گا جو گورنمنٹ نے کیا ہے - بہت سے
امور ایسے ہوتے ہیں کہ جزئیات پر نظر کرنے سے خراب معلوم ہوتے ہیں لیکن جب تمام مشکلات
پر نظر کی جاتی ہے تو وہ راے نہیں رہتی جو اپنے گھر میں بیٹھکر قایم کیجاتی ہے - بہر حال قانون میں
کچھ نقص ہو یا نہو مگر طریقہ بنانے کا ایسا ہے کہ یہ نہیں کہا جا سکتا کہ گورنمنٹ خود مختاری سے جو چاہتی
ہے وہ کرتی ہے - ہم رعایا کی راے نہیں لیتی اور نہیں سُنتی ہے - اور جو لوگ عذر کرنا چاہتے ہیں
اُن پر غور نہیں کرتی - بلکہ اس بیان کے بعد میں کہہ سکتا ہوں کہ گورنمنٹ کوئی قانون نہیں جاری
کرتی جب تک رعایا اور اخباروں کی رائے نہیں سُن لیتی - اور ہم نہیں کہہ سکتے کہ ہمارا حصہ
قانون پر نہیں ہے - بے شک ہے اور بلا شبہ ہے (چیئرز) ٭

اب ایک اَور فرض گورنمنٹ کا ہے - وہ فرض کیا ہے - یہ ہے کہ اپنی حکومت اور اپنی
سلطنت اُس حصہ ملک میں جس میں سلطنت کرتی ہے قایم اور مضبوط رکھے - مجھ کو یقین ہے کہ میرے
دوستوں میں سے جو اس وقت موجود ہیں اگر کوئی ویسرائے کر دیا جاوے اور وہ اُسی طرح خیر خواہ
قیصر ہند ہو جیسا کہ ویسرائے ہے تو اُس کا بھی پہلا فرض یہ ہو گا کہ سب سے مقدم برٹش کی
حکومت اور ملکہ معظمہ قیصر ہند کی شاہنشاہی اُسی طرح پر مضبوط اور قایم رکھے کہ کوئی اندرونی یا بیرونی
یورش اُس کو نہ ہلا سکے (چیئرز) - اگر میری ایسی قسمت ہو کہ میں ویسرائے ہو جاؤں (چیئرز) تو
میں یقین دلاتا ہوں کہ اُسی طرح بلکہ نہایت مضبوط ویسرائے کے طور پر ملکہ معظمہ کی حکومت

ہندوستان میں قایم رکھوں (چیئرز) - یہ اصول سلطنت کا ایسا ہے کہ کسی شخص کے ہاتھ میں سلطنت ہو - خواہ ہندوستانی ہو یا انگریز اور ملکہ معظمہ کی سلطنت اور حکومت کا قایم رکھنا اُسپر فرض ہو وہ ایسا ہی کرے گا - سلطنت کے استحکام اور قایم رکھنے کے بعد گورنمنٹ کا کیا فرض ہے ؟ اُس کا فرض یہ ہے کہ ملک میں امن و امان قایم رکھے - جان کی - مال کی - حقوق کی حفاظت کرے اور تمام چیزوں کی آزادی دے - اُس کا فرض ہے کہ عدالتیں قایم کرے - جرایم کی جدا - دیوانی کی جدا اور جو تنازع رعایا کے باہم ہوں وہ انصاف اور عدالت سے فیصلہ کرے - آپ سب صاحب عذر کریں گے کہ گورنمنٹ نے حتے المقدور یہ سب کام کیا اور کوئی شخص اُس سے انکار نہیں کر سکتا بعض لوگ ہیں جن کا یہ خیال ہے کہ گورنمنٹ نے کثرت سے قانون جاری کیئے ہیں اور اُن سے مقدمات میں پیچیدگیاں پڑتی ہیں اور گورنمنٹ کے قانون سے زمیندار اور کاشتکار میں تنازع پیدا ہوتی ہے - لیکن یہ رائے اُنھیں لوگوں کی ہے جو اپنے گھر میں بیٹھے ہیں - اگر گورنمنٹ کی کرسی پر بیٹھیں تو یہ رائے قایم نہ رہے - قوانین کا کثرت سے جاری ہونا رعایا اور ملک کی حالت پر منحصر ہے - ملک میں ہر قسم کی تجارت اور کمپنیاں جاری ہیں اور روز بروز جاری ہوتی جاتی ہیں مختلف قسم کے حقوق جن کو پہلے کوئی جانتا بھی نہیں تھا پیدا ہو گئے ہیں اور پیدا ہوتے جاتے ہیں اور اگر اُن کے لیئے فقہ پر رجوع کریں تو اُس میں صریح احکام کہیں نہ ملیں گے بلکہ قیاس کی حاجت پڑے گی - پس جب ملک اس قدر تبدیل ہو جاتا ہے تو نہایت ضروری ہے کہ جو چیز پیش آئے اُس کے مطابق قانون بنایا جاوے - گورنمنٹ کی خواہش نہیں ہے کہ قانون کثرت سے جاری ہوں - لیکن ملک کے معاملات میں جب پیچیدگیاں پڑ گئی ہیں اور اُس کی حالت تبدیل ہو گئی ہے تو وہ تبدیل شدہ حالت خود کثرت سے قوانین کا جاری ہونا چاہتی ہے - ان سب امور پر خیال کر کے میں سمجھتا ہوں کہ اس وقت کوئی غرض ملک کی ایسی نہیں ہے کہ گورنمنٹ تک نہ پہونچے - کوئی امر اس کا مانع نہیں ہے کہ ہم اپنے مطالب بیان نہ کر سکیں یا اپنی دادرسی نہ حاصل کر سکیں - پس جو آسایش ہم کو ایک گورنمنٹ میں ہونی چاہیئے وہ برٹش گورنمنٹ میں حاصل ہے (چیئرز) - اس وقت جو امور در پیش ہیں وہ ایک کانگریس ہے جس نے بہت سی درخواستیں گورنمنٹ میں کی ہیں - اُن درخواستوں کو اگر تفصیل سے بیان کیا جاوے تو اُس کے لیئے بہت سا وقت چاہیئے کیونکہ جہاں تک مجھ کو معلوم ہے اُن کی تعداد ۴۹ ہے لیکن جو اُن میں مقدم ہیں وہ یہ ہیں - سب سے اوّل بڑی شورش یہ ہے کہ جس وقت کمپنی کی عملداری گئی اور ملکہ معظمہ کے ہاتھ میں آئی اُس وقت پارلیمنٹ سے ایک قانون پاس ہوا جس میں یہ لکھا ہے کہ "تمام رعایا خواہ گورا ہو یا کالا - خواہ یورپین ہو یا کوئی - سب برابر ہیں اور عہدے پانے کے مستحق ہیں" اس کے بعد ملکہ معظمہ کا

ایک اشتہار اسی وعدہ کا جاری ہوا اور دوبارہ وعدہ مستحکم کیا گیا اور پختہ اقرار کیا گیا۔ ہمکو دیکھنا چاہیئے کہ جو قانون اور قاعدہ سول عہدوں کے لیئے بنایا ہے اُن قواعد سے ہمکو کچھ استثنا کیا ہے؟ ہم کو کسی عہدہ سے خارج رکھا ہے بشرطیکہ لایق ہوں؟ کوئی نشان نہیں دے سکتا۔ کہ کسی چیز میں تفرقہ کسی عہدہ کے استحقاق کی نسبت کیا گیا ہو۔ البتہ اُن عُہدوں کے لیئے جو کو نینٹڈ یعنی متعہد کہلاتے ہیں ایک خاص طریقہ قرار دیا گیا ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ وہ لوگ اُن عہدوں پر مقرر ہوں گے جو ولایت میں امتحان دیں گے اور وہ نہ ہوں گے جنہوں نے ولایت میں امتحان نہ دیا ہو۔ اس امر کی نسبت شاید ہر شخص خیال کرتا ہو گا کہ یہ قید لگانی کہ ولایت ہی میں امتحان ہو درست نہیں ہے۔ اور سب سے پہلا جو اعتراض حال کی شورش کا ہے وہ یہی ہے کہ جو امتحان ولایت میں ہوتا ہے وہ موقوف ہو اور ہندوستان میں اُس کی جگہ امتحان ہو۔ علاوہ اِس کے آن کو نینٹڈ یعنی غیر متعہد عہدوں کی نسبت یہ خواہش کیجاتی ہے کہ وہ کل عہدے کمپٹیشن یعنی مقابلہ کے امتحان سے دیئے جاویں۔ اِس درخواست کا یہ نتیجہ ہے کہ جو عہدے تحصیلداری سے اوپر ہیں اور سب آرڈنیٹ کہلاتے ہیں یعنی سب ججی اور منصفی۔ ڈپٹی کلکٹری اور اکسٹرا اسسٹنٹی وغیرہ۔ وہ بھی بذریعہ امتحان مقابلہ کے ملیں۔ اور جو امتحان میں غالب آوے اُسی کو ملیں۔ ہندوستان میں جو ان عہدوں کے لیئے امتحان جاری ہیں اور امتحان پاس کرنے پر کسی عہدہ پر مقرر ہونے کا استحقاق حاصل ہوتا ہے اُس کی نسبت بھی یہی خواہش ہے کہ عام مقابلہ کا امتحان ہو اور کامیاب کو یعنی اُس کو جو سب سے بڑھکر نکلے عہدہ ملے ؂

اس وقت اس امر پر بحث کرنے کی مَیں ضرورت نہیں سمجھتا کہ لنڈن میں امتحان ہونے کی قید کیوں لگائی ہے اور اُس کے اُٹھا دینے میں مُلک کا کیا نقصان ہوگا۔ لیکن ان تجویزوں سے جو بڑا نقصان اُن کے ملک کا متصوّر ہے اُسپر گفتگو کروں گا۔ مَیں اس بیان میں اپنی قوم کی طرفداری کرنی نہیں چاہتا بلکہ انصافاً بتلاتا ہوں کہ مقابلہ کا امتحان خواہ سوِل سروس کے لیئے ہو یا سب آرڈنیٹ عہدوں کے لیئے ہو۔ آیا اُن امتحانوں کے لیئے ہمارا ملک موجود اور مناسب ہے کہ نہیں؟ میں اپنے ہندوستانی عہدہ داروں کی نہایت قدر اور تعظیم کرتا ہوں اور یقیناً جانتا ہوں کہ جتنے عہدہ دار اِس وقت ہیں نہایت ایمانداری۔ لیاقت اور خوبی سے اپنا کام انجام دیتے ہیں۔ لیکن کسی عہدہ دار کو ایسا نہیں سمجھتا کہ وہ ہندوستان کے عہدوں کے لائق نہیں۔ مگر غور کیجیئے کہ مقابلہ کے امتحان کا اصول جو ولایت میں ہے اُس کا نتیجہ کیا ہے یہ امر آپ کو ظاہر ہے کہ ولایت میں ہر شخص اعلےٰ و ادنےٰ ڈیوک اور آرل یا کسی جنٹلمین و

شریف خاندان کا بیٹا اور ایک درزی یا اور کسی ادنٰے درجہ کے خاندان کا بیٹا برابر امتحان دے سکتا ہے۔ جو یورپین ولایت سے کمپٹیشن کا امتحان دیکر آتے ہیں ادنٰے خاندان کے بھی ہوتے ہیں اور اعلےٰ خاندان کے بھی ہوتے ہیں۔ آپ سب صاحب یقین کرتے ہوں گے اور میں کہتا ہوں کہ یقین کرتے ہوں گے کہ جو ادنٰے خاندان کے لوگ ہیں وہ مُلک یا گورنمنٹ کے لیئے مفید نہیں ہیں۔ اور اعلےٰ خاندان والے رئیسوں کی عزت کرتے ہیں اور اچھا برتاؤ کرتے ہیں اور انگلش قوم کی عزت اور برٹش گورنمنٹ کے انصاف کا نقش لوگوں کے دلوں پر جماتے ہیں اور مُلک اور گورنمنٹ کے لیئے مفید ہیں لیکن انگلستان سے جو آتے ہیں وہ ہماری آنکھ سے اتنی دُور ہیں کہ ہم نہیں جانتے کہ وہ لارڈ کے بیٹے ہیں یا ڈیوک کے یا ایک درزی کے (چیئرز) اور اس سبب سے یہ امر کہ ہم پر ایک ادنٰے آدمی حکومت کرتا ہے ہماری آنکھ سے چھپا ہوا رہتا ہے لیکن ہندوستان میں یہ خیال نہیں ہے۔ ہندوستان کی شریف قومیں ہندوستان کے ادنٰے درجہ کے شخص کو جس کی جڑ بنیاد سے وہ واقف ہیں اپنی جان و مال پر حاکم ہونا پسند نہیں کریں گے (چیئرز)۔

اس امر سے قطع نظر کرو اور اس بات کو دیکھو کہ کسی مُلک میں کمپٹیشن کے امتحان کے جاری کرنے کا اصول کیا ہے اور پھر ہمکو اسپر خیال کرنا ہے کہ ہمارا ملک اُس کے لیئے تیار ہے یا نہیں۔ یہ کچھ بہت باریک مسئلہ پولٹیکل اکانمی کا نہیں ہے۔ ہر شخص اس اصول کو سمجھ سکتا ہے کہ سب سے اوّل وہ ملک کمپٹیشن کے امتحان کے لیئے مناسب ہے جس مُلک میں ہر قوم بستی ہے اور تمام لوگ موچی سے لیکر ڈیوک تک ایک قوم کے ہیں۔ اُن میں کمپٹیشن کا امتحان جاری کرنا کچھ مشکلات پیدا نہیں کرتا کیونکہ کوئی مستغیث بنے یا حاکم بنے کسی شخص کو اُس سے ناراضی نہیں ہو سکتی۔ دوسری صورت یہ ہے کہ گو اُس ملک میں مختلف قومیں بستی ہوں لیکن وہ قومیں آپسمیں ملکر بمنزلہ ایک قوم کے ہو گئی ہوں جیسے انگلینڈ اور اسکاٹلینڈ۔ یہ دونوں مختلف قومیں ہیں بڑی بڑی لڑائیاں آپس میں ہوئی ہیں اور بہت بہادری طرفین نے دکھائی ہے لیکن وہ زمانہ جاتا رہا اور اب کوئی نہیں کہہ سکتا کہ انگلینڈ اور اسکاٹلینڈ کے رہنے والے بمنزلہ ایک قوم کے نہیں ہیں۔ مگر ہمارے مُلک کی جس میں مختلف قومیں آباد ہیں یہ حالت نہیں ہے۔ ایک طرف ہندو۔ دوسری طرف مسلمان اور تیسری طرف پارسی ہیں۔ ہندوؤں میں بھی ہمارے مُلک کے ہندو اور مشرقی ملک کے بنگالی اور دکنی ملک کے مرہٹہ ایک نہیں ہیں۔ اگر آپ کے نزدیک یہ سچ ہے کہ یہ قومیں ایسی ہی آپس میں مل گئی ہیں کہ سب کو ایک قوم سمجھ لیا جائے تو بلاشبہ میں ضرور کہوں گا کہ ہندوستان میں کمپٹیشن کا امتحان ہونا چاہیئے۔ اور اگر یہ نہیں ہے تو ہمارا مُلک

کمپٹیشن کے امتحان کے قابل نہیں ہے۔ تیسری صورت کمپٹیشن کے امتحان کی یہ ہے کہ گو ایک مُلک میں مختلف قومیں رہتی ہوں لیکن باعتبار لیاقت تعلیم اور دولت کے برابر ہوں اور ہر ایک قوم کو موقع اس کا مل سکتا ہو کہ وہ اُس امتحان سے برابر کا فایدہ اُٹھا سکتے ہیں گو کہ وہ کبھی نہ اُٹھاویں۔ لیکن موقع ہو۔ اب یہ سوال ہے کہ مُسلمانوں کی تعلیم اور تربیت اور انگلش لٹریچر میں اُن کا علم جو گورنمنٹ کے اعلےٰ عہدوں کے لیئے ضروری ہے اس درجے پر پہنچ گیا ہے کہ ہندوؤں کے مساوی ہو؟ نہیں ہرگز نہیں۔ اب میں مُسلمانوں اور اپنے ملک کے ہندوؤں کو اکٹھا کر کے پوچھتا ہوں کہ بنگالیوں سے دونوں برابری کر سکتے ہیں؟ ہرگز نہیں۔ جب یہ صورت ہے تو کیونکر اس ملک میں مقابلے کا امتحان جاری ہو سکتا ہے (چیئرز) اگر یہ امتحانِ مقابلہ جاری ہو تو غور کرنا چاہیئے کہ ملک کا کیا نتیجہ ہوگا۔ تمام قومیں نہ صرف مسلمان بلکہ تمام ہندو اس مُلک کے مُعزز راجہ اور بہادر راجپوت جن کو اپنے باپوں کی تلواریں یاد ہیں ایک بنگالی جو چھری کو دیکھکر کُرسی کے نیچے گر پڑے گا (چیئرز) اپنے پر حاکم دیکھیں گے؟ کوئی ٹکڑا ملک کا اس قابل نہیں رہے گا کہ سوائے بنگالیوں کے اَور کسی کی صورت حکومت یا عدالت کی میز پر دکھائی دے۔ ہم کہتے ہیں کہ ہم خوش ہیں کہ ہمارے بھائی بنگالی ہی ترقی کریں۔ لیکن سوال یہ ہے کہ ملک کے انتظام کا کیا حال ہوگا۔ کیا آپ کے نزدیک راجپوت اور پُرجوش پٹھان جو پھانسی یا پولیس کی تلوار یا فوج کی سنگین سے نہیں ڈرتے وہ بنگالی کے نیچے امن میں رہ سکتے ہیں؟ (چیئرز)۔ پس مقابلے کا امتحان نہ صرف ملک کی کسی خاص قوم کے لیئے مُضر ہے بلکہ امن کے لیئے بھی مضر ہے (چیئرز)۔ یہ اُن کی ایک درخواست ہے جس کا میں نے اوپر ذکر کیا۔ پس اگر کسی شریف آدمی کو۔ رئیس کو۔ اوسط درجہ کے آدمی کو۔ اچھے خاندان والے آدمی کو۔ جس کو خدا نے عزت دی ہے اگر اس کو قبول کرے کہ بنگالیوں کی حکومت سہے۔ جوتیاں کھائے تو بسم اللہ۔ ریل پر سوار ہو اور چلے مدراس۔ چلے مدراس (چیئرز)۔ اور اگر سمجھتے ہو کہ ملک کی حالت اور عزت اس سے برباد ہونے والی ہے تو بھائیو اپنے گھر میں بیٹھو اور گورنمنٹ سے اپنی حالت کہو اور جو تمہاری خواہش ہو سہولیت اور ادب سے اُس کو پیش کرو (چیئرز)۔

دوسری درخواست جو اُن کی طرف سے ہوئی ہے وہ یہ ہے کہ ویسرائے کی کونسل میں رعایا کی طرف سے اور رعایا کے انتخاب سے ممبر مُقرر ہوں۔ وہ چاہتے ہیں کہ جس طرح لنڈن میں ہوس آف کامنس اور ہوس آف لارڈز ہے اُسی طرح ہندوستان میں بھی اُسکی نقل

بتائی جاوے اور جو الیکشن سے مقرر ہوں وہ بطور ہوس آف کامنس کے ہوں - اور جو ممبر گورنمنٹ کے ملازم ہیں مع ویسرائے کے بطور ہوس آف لارڈز کے ہوں - ولایت میں پارلیمنٹ کا یہ اصول ہے کہ کوئی قانون جاری نہیں ہو سکتا جب تک ہوس آف کامنس اور ہوس آف لارڈز دونوں متفق ہو کر اُس کو منظور نہ کریں - اب سب سے پہلے یہ فرض کیجیے کہ ویسرائے کی کونسل اُس قاعدہ سے ہو جس کی خواہش ہے یعنی اُس میں رعایا کے انتخاب سے ممبر مقرر ہوں اور انتخاب کی صورت یوں فرض کیجیے کہ تمام مسلمان ایک مسلمان کے ممبر ہونے کے لیئے ووٹ دیں اور ایک ہندو کے لیئے کُل ہندو ووٹ دیں اور گنیئے کہ مسلمان کے کتنے ووٹ ہوئے اور ہندو ممبر کے لیئے کتنے - یقینی ہندو ممبر کے جو گنتے ووٹ ہوں گے کیونکہ وہ آبادی میں مسلمانوں سے چوگنے ہیں - پس سیٹسٹکس کے ثبوت سے ایک ووٹ مسلمان ممبر کے لیئے ہوگا اور چار ووٹ ہندو ممبر کے لیئے - پس مسلمانوں کا ٹھکانہ ہندؤں کے مقابل کہاں رہیگا اور جوے کے اصول کے مطابق چار پانسے ہندؤں کے لیئے اور ایک پانسہ ہمارے لیئے ہوگا ❊

دوسری صورت انتخاب کی یہ فرض کیجیئے کہ انتخاب کے ایلکٹر مقرر کریں - اُن کے تقرر کے لیئے ضرور ہوگا کہ کوئی حد مقرر کیجاوے کہ اس درجے کی آمدنی کے لوگ ایلکٹر ہوں گے اور جب حد مقرر کریں گے تو دیکھیں گے کہ اُن کے پاس جائداد کتنی ہے اور سالانہ آمدنی کیا ہے - ہم پوچھتے ہیں کہ اے مسلمانوں تم اپنی قسمت کو روؤ کہ تمہارے پاس ایسی جائداد اور دولت ہے جو ملک کے ہندؤں کے پاس ہے ؟ ہرگز نہیں - اگر فرضاً یہ درجہ مقرر ہو کہ پانچہزار روپیہ کی آمدنی والے ایلکٹر مقرر ہوں تو بتلاؤ کہ کتنے مسلمان نکلیں گے جن کی آمدنی اس قدر ہو - اور کس کے حق میں ووٹ دینے والے زیادہ ہوں گے ؟ ہندو ممبر کے لیئے یا مسلمان ممبر کے لیئے اور کس کے ووٹ زیادہ ہوں گے - کسی کی قسمت سے چھینکا ٹوٹ پڑے - تو اُس کی بات دوسری ہے لیکن عقلی قاعدہ سے کسی ایک مسلمان کو بھی موقعہ ملیگا کہ ویسرائے کی کونسل کا ممبر ہو سکے - پس کُل ویسرائے کی کونسل میں بابو فلاں متر بابو فلاں گھوش اور فلاں چکرورتی کے سوائے نہیں ہوگا (چیئرز) پھر کیا حال ہوگا ہمارے ملک کے ہندؤں کا جنکی حالت گو مسلمانوں کی حالت سے اچھی ہے اور گو چند کی حالت زیادہ اچھی ہے لیکن عموماً اُن کی حالت بھی ایک ہی سی ہے - کیا حالت ہوگی اُن راجپوتوں کی جن کے باپ دادا کی تلواروں سے ابتک خون دھویا نہیں گیا ہے اور ایسی حالت میں ملک کے امن کا کیا حال ہوگا کیا یہ توقع ہے کہ ہم اور ہمارے بہادر بھائی راجپوت خاموش بیٹھے رہینگے ❊

اب ہم ایک تیسری صورت انتخاب کی پیش کریں گے اور قید لگائیں گے کہ ویسرائے کی کونسل میں ایک تعداد مناسب سے ہندو ہوں اور ایک تعداد مناسب سے مسلمان - ہم حیران ہوں گے کہ کس مناسبت سے یہ تعداد ہو؟ لازماً مردم شماری کی مناسبت سے پس اُس حساب سے ایک ممبر ہماری طرف سے ہوگا تو چار ممبر ہندؤں کی طرف سے - اور اسکے سوا کوئی صورت مناسبت کی قایم نہیں ہوسکتی - پس ایسی حالت میں ایک ووٹ ہمارا ہوگا اور چار ووٹ اُن کے ہوں گے ❊

اب ہم ایک چوتھی صورت انتخاب کی پیش کرتے ہیں اور اُس مناسبت سے قطع نظر کرکے یہ قرار دیتے ہیں کہ ویسرائے کی کونسل میں ایک معین تعداد سے ہندو و مسلمان ممبر ہوں ہندو ممبر کو ہندو منتخب کریں اور مسلمان ممبر کو مسلمان - اور یہ بھی فرض کرتے ہیں کہ دونوں کی تعداد مساوی ہو - مگر آپ مجھ کو معاف کریں اگر میں دل سوزی سے کہتا ہوں - تمام قوم میں ایک مسلمان بھی نہ نکلیگا جو ویسرائے کی کونسل میں بمقابلہ ہندؤں کے کام کرنے کے قابل ہو - میں نے چار برس کونسل میں کام کیا ہے اور ہمیشہ یہ سمجھا ہے کہ مجھ سا ذلیل اور نالایق اور مجھ سے زیادہ بدتر کوئی ممبر نہیں ہوسکتا (نہیں نہیں نہیں) اُن لوگوں کو بھی مجھے بتلاؤ جو منتخب ہوکر اپنا کاروبار چھوڑ کر روپیہ خرچ کرکے کلکتہ اور شملہ میں حاضر ہوں گے اور تمام اخراجات اپنی ذات سے یا ملک کے چندہ سے برداشت کریں گے - اور سفر کی تکالیف علحدہ ہونگی مجھے بتاؤ کہ ہماری قوم میں کون ہے - اودھ - پنجاب - اور ممالک مغربی میں جو قوم پر اور قوم کے کام پر اپنا روپیہ فدا کرے گا - کاروبار چھوڑے گا - اور ویسرائے کی کونسل میں گفتگو کرے گا - جب یہ حال تمہاری قوم کا ہے تو آیا مناسب ہے کہ تم ایسے امور میں شامل ہو اور اس بیہودہ خیال سے کہ اگر یہ درخواستیں منظور ہوجاویں گی تو ہندوستان کی تمام قومیں اُن سے فایدہ اُٹھاویں گی اپنی حالت کو نظر سے گرادو اور آیندہ کے نتایج سوچے بغیر چلاتے پھرو - کہ چلو مدراس چلو مدراس (چیئرز) ہرگز مناسب نہیں ہے ❊

علاوہ اس کے ایک اور امر خیال کے قابل ہے اور وہ یہ ہے کہ میں فرض کرتا ہوں کہ میرا کوئی ہمقوم ویسرائے کی کرسی پر بیٹھا ہے اور ملکہ معظمہ نے اُس کو اپنا نایب مقرر کرکے ہندوستان کی حکومت کا اختیار دیا ہے - آیا وہ شخص ایسی درخواستوں کو ملک کی حالت اور حکومت کو مضبوط و قایم رکھنے کی نظر سے منظور کرسکتا ہے؟ ہرگز نہیں - پھر کیا غلط خیال ہے کہ برٹش گورنمنٹ ان درخواستوں کو منظور کرے گی - نتیجہ ان ناشایستہ اور ناعاقبت اندیش درخواستوں کا بجز اس کے کچھ نہیں کہ ایک بیہودہ بات سے تمام لوگوں کے دلوں کو گورنمنٹ سے ناراض

کریں اور تمام لوگوں کو یقین دلائیں کہ گورنمنٹ ہم پر ظالمانہ حکومت کرتی ہے۔ اور یہ جو کچھ گورنمنٹ سے مانگتے ہیں نہیں دیتی اور اس سے لوگوں میں ناراضی اور جوش پھیلائیں اور ملک میں بدامنی ہو۔ ہر شخص خوب جانتا ہوگا کہ بنگالیوں کا ایجی ٹیشن تمام ہندوستان کا ایجی ٹیشن نہیں ہے اور اگر فرض کیا جاوے کہ تمام ہندوستان کا ایجی ٹیشن ہے۔ اور کل قومیں اُن سے متفق ہو گئی ہیں۔ تو کیا گورنمنٹ ایسی ضعیف ہے کہ دبا نہیں سکتی اور کیا سب کے غل مچانے سے گورنمنٹ دب جائیگی؟ کیا تم نے نہیں دیکھا کہ غدر میں کیا حالت تھی۔ نہایت مشکل وقت تھا اُس کی فوج بگڑ گئی تھی۔ چند بدمعاش ساتھ ہو گئے تھے اور گورنمنٹ نے اپنی غلطی سے سمجھ لیا تھا کہ رعایا باغی ہے اور میں وہ شخص ہوں کہ جس نے گورنمنٹ کی اُس غلطی کا مقابلہ کیا اور اُس وقت جب گورنمنٹ کے اہلکار پھانسیاں دیتے تھے میں نے رسالہ چھاپا اور گورنمنٹ سے کہا کہ رعایا کو باغی سمجھنا بالکل نادانی ہے۔ لیکن باایں ہمہ گورنمنٹ کا بغاوت میں کیا کر لیا۔ ایک گروہ ولایت سے ہندوستان میں قدم نہیں رکھنے پایا تھا کہ اُس سرے سے اِس سرے تک صاف ہو گیا اور امن ہو گیا۔ پس کیا اس سے فایدہ ملک کا متصور ہے اور کیا کوئی انقلاب ہم سلطنت میں پیدا کر سکتے ہیں۔ بجز بیہودہ غل کرنے کے اور گورنمنٹ کے مشکوک کرنے کے۔ اور جو صفائی ہے یا ہوتی جاتی ہے اُس کو مکدر کرنے کے۔ اور اُس وقت کو جو اب سے تیس اُنتیس برس پیشتر تھا پھر لانے کے۔ میں فرض کرتا ہوں کہ ہم آپس میں مل کر اور گورنمنٹ سے ناراضی پھیلا کر کچھ کر لینگے۔ لوگ آئرلینڈ کی مثال دیتے ہیں میں اُس کو فرض کر لیتا ہوں اور اسکی بحث ہی نہیں کرتا کہ آئرلینڈ کی ناراضی واجبی ہے یا ناواجبی۔ یہ دکھلاتا ہوں کہ اِس وقت ہزارہا آدمی آئرلینڈ کا تلواروں سے جان دینے کو مستعد ہے۔ بڑے بڑے آدمی جو اُس کے طرفدار ہیں نہ قید سے ڈرتے ہیں نہ پولیس کی سنگینوں سے۔ ذرا مجھ کو بھی مہربانی سے ہندوستان میں دس آدمی نکال دیجیے جو سنگینوں کے سامنے آنا قبول کریں۔ جب نہیں ہے تو کیسا یہ غل ہے اور کیا مناسب ہے کہ ہم لوگ اُس میں شریک ہوں۔ ہماری حالت اور گورنمنٹ کی حالت انصاف سے غور کر کے دیکھنی چاہیئے۔ اگر کچھ بدخیالات ہماری طرف گورنمنٹ کے ہوں تو میں نہایت زور سے کہتا ہوں کہ محض غلط ہیں۔ لیکن اُسی کے ساتھ اتفاقاً یہ بھی کہتا ہوں کہ ہونے چاہئیں۔ میں مکرر کہوں گا کہ گورنمنٹ کی نادانی اور نالایقی ہوگی اگر کوئی بدخواہی کا خیال ہماری طرف رکھتی ہو۔ میں کہتا ہوں کہ یہ بھی دیکھنا چاہیئے کہ گورنمنٹ ایسا خیال کر سکتی ہے یا نہیں یعنی اُس کو موقع ہماری طرف سے کسی بدگمانی کا ہے یا نہیں؟ میں جواب دوں گا کہ ضرور ہے۔ ہم کون ہیں۔ ہم وہ ہیں جنہوں نے چھ سات سو برس

ہندوستان پر شاہنشاہی کی (چیئرز) - ہم وہ ہیں کہ ہمارے ہاتھ سے گورنمنٹ نے ملک چھینا گیا
وجہ ہے کہ گورنمنٹ کو ہماری طرف سے اس کا خیال نہ ہو - کیا گورنمنٹ نادانی سے سمجھ لے کہ ہم
ستر برس میں تمام اپنی شان وشاہنشاہی کو بھول گئے ہیں - گو یہ خیال ہماری طرف سے اگر
گورنمنٹ کو ہو تو غلط ہے - لیکن گورنمنٹ کو بے شبہ ایسے خیال کا موقع ہے - ہم نہ مچھلی کھاتے
ہیں نہ اس سے ڈرتے ہیں کہ چھری کانٹے سے کھانے میں انگلی کٹ جائیگی (چیئرز) ہماری
قوم اُس خون کی ہے کہ جس نے نہ صرف عرب کو بلکہ تمام ایشیا اور یورپ کو لرزا دیا تھا - ہماری
ہی قوم ہے کہ جس نے تمام ہندوستان کو جس میں ایک مذہب کے لوگ آباد تھے اپنی تلوار
سے فتح کیا (چیئرز) - میں پھر کہتا ہوں کہ اگر گورنمنٹ کو ہماری طرف کچھ خیال ہو تو بالکل غلط ہے
لیکن انصاف سے دیکھو کہ اُسکو ہماری طرف ایک قسم کے خیال کرنے کا موقع ہے - کیا
ایک دانا منتظم اُس واقعہ کو جس کو تھوڑے برس ہوئے بھول جاوے گا؟ ہرگز نہیں بھول
سکتا - اس وقت اگر مسلمان بھی نا واجب اور بیجا باتوں میں جو نا ممکن ہیں اور ملک اور قوم
کے لیئے بھی مضر ہیں شریک ہو جائیں تو کیا نتیجہ ہوگا - اگر گورنمنٹ عقلمند ہے اور لارڈ ڈفرن
دانا و بسر رائے ہے تو اُس کو اُس وقت یہ خیال نہیں ہوگا کہ یہ شورش مثل بنگالیوں کی شورش
کے ہے بلکہ اُس کو ضرور ہوگا کہ وہ اُن کو درست کردے - اگر میں ویسرائے ہوتا اور میری ہی قوم
اس طرح کرتی تو سب سے پہلے اُنہیں کو سمجھا دیتا کہ تم کس خیال میں ہو - ہم کو ایسی راہ چلنی چاہیئے
کہ اگر بالفرض گورنمنٹ کو ہماری طرف سے کچھ خیال ہو تو اُس کو دور کریں اور آپس میں دوستی پیدا
کریں اور جو کچھ مانگیں دوستی سے مانگیں اور اگر کچھ کدورت ہے تو اُس کو صاف کریں - اس وقت
مجھ کو امید ہے کہ ہمارے شمال و مغرب اور اودھ کے کچھ پٹھان یہاں موجود ہوں گے اور
کیا عجب ہے کہ ہندو راجپوت بھی موجود ہوں - ہمارے دوست یوسف شاہ پنجاب کے
بیٹھے ہیں اور پنجاب کے لوگوں کا اور وہاں کے سکھوں اور پٹھانوں اور مسلمانوں کا خوب حال
جانتے ہیں - فرض کیا جاوے کہ جو جوش بنگالہ میں پیدا ہوا ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ اُس سے
کوئی ڈر نہیں ہے لیکن وہی جوش ان ملکوں میں اور راجپوتوں میں یا پشاور کے پٹھانوں میں پیدا
کردو تو وہ لوگ کیا صرف قلم کی گھس گھس پر اور زبانی بک بک پر بس کریں گے؟ اُس وقت
گورنمنٹ کو یہ کرنا ہوگا کہ فوج بھیجے اور سنگین سے بتلاوے کہ اُن کی اس شورش کا کیا علاج ہے
میں اپنی رائے بیان کرتا ہوں کہ جس وقت گورنمنٹ کو یہ معلوم ہوگا کہ یہ بیجا شورش مسلمانوں اور
بہادر قوموں میں بھی آئی اس وقت اس کو ضرور ایک قانون پاس کرنا ہوگا اور جیلخانے بھر جائینگے
اے بھائیو - اے میرے جگر گوشو - یہ حال گورنمنٹ کا اور تمہارا ہے - تمکو سیدھے طور پر

رہنا چاہیئے نہ اس طرح شور و غل سے کہ کوّے جمع ہو گئے ؛

ایک اور لطیف بات ہے کہ اُن لوگوں کی یہ خواہش ہے کہ بجٹ ہندوستان کا ہمارے سامنے پیش ہو اور ہماری منظوری بھی لی جاوے۔ پولٹیکل خرچ کو ہمارے سامنے نہ آنے دو مگر فوج کے خرچ میں ہم سے رائے لو۔ اس قدر فوج کیوں رکھتی ہے۔ بمبئی و مدراس میں کیوں گورنر مقرر کیا ہے۔ اُن کو موقوف کرنا چاہیئے۔ میں بھی رائے دوں گا کہ ضرور اُن کی سُنی جاوے مگر یہ پوچھوں گا کہ صرف اُنہیں میں سے نہیں بلکہ تمام ہندوستان میں سے کون بتا سکتا ہے کہ نئی قسم کی جو توپیں ایجاد ہوئی ہیں اُن کی دُم کدھر ہے اور موُنھ کدھر ہے! کوئی بتا سکتا ہے کہ ایک فیر میں کیا خرچ ہوتا ہے۔ کوئی شخص آرمی (فوج) کا حال جانتا ہے ؟ جس نے لڑائی کا میدان اور اولوں کی طرح بہادر سپاہیوں کی لاشوں کا برسنا دیکھا ہے وہ جانتا ہے کہ فوج کے لیئے کیا سامان ہکو تیار کرنا چاہیئے۔ پھر اگر اُس حالت میں کوئی مسلمان کونسل میں بیٹھے یا اُس قوم کا کوئی شخص جس کی نسبت میں ہمیشہ کہتا ہوں۔ کہ بنگالی اپنی تعلیم کی وجہ سے تمام قوموں کے سرتاج ہیں اور اپنی علمی طاقت سے ادنٰے درجے سے اعلےٰ درجے پر پہونچ گئے ہیں وہ کیا اصلاح دیں گے۔ آپ خیال کر سکتے ہیں کہ جس نے لڑائی کا میدان نہیں دیکھا اور نہ توپ کا موُنھ دیکھا وہ کہتے ہیں کہ فوج کا بجٹ ہم تیار کریں گے ؛

اِس سے بھی زیادہ لطیف ایک اَور امر ہے کہ جس وقت بعض لوگوں نے اخبار میں آرٹیکل لکھے کہ ریپریزنٹیٹو گورنمنٹ کا ہندوستان میں قایم ہونا غیر ممکن ہے اور اُن کے وجوہ بھی نہایت قوی تھے تو ان لوگوں کو اپنی بلند پروازی سے نیچے اُترنا پڑا۔ اور یہ کہنا پڑا کہ ہمکو کونسل میں بیٹھنے دو۔ چائیں چائیں کرنے دو چاہے ووٹ نہ لو۔ آپ کہہ سکتے ہیں کہ اس کا کیا مطلب ہے۔ اور اِس نادانی کا کیا فایدہ ؟ ؛

ایک بڑی ہنسی کی بات ہے کہ اِس پر زور دیا جاتا ہے کہ ہتیاروں کا قانون منسوخ کیا جاوے اور ہندوستانی والنٹیر ہوں۔ فوجی اسکول ہندوستان میں قایم ہوں۔ مگر جانتے ہو کہ یہ کون قوم کرتی ہے ؟ اگر مسلمان اور راجپوت بھائی جن کے باپ دادا ہمیشہ تلوار باندھتے رہے اور گو اُن کی کمر سے کھل گئی ہے لیکن دل سے اب تک نہیں کھلی اگر ایسی درخواست کرتے تو مناسب بھی تھا۔ لیکن یہ کون قوم درخواست کرتی ہے۔ میں خود طرفدار ہوں اور قبول کرتا ہوں کہ گورنمنٹ کی دو عظیم غلطیاں ہیں۔ ایک ہندوستانیوں کا اعتبار نہ کرنا اور والنٹیر ہونے کی اجازت نہ دینا۔ دوسرے گورنمنٹ کی بہت بڑی غلطی سمجھتا ہوں جو اُن بہتا لوگوں کو

جن کے باپ دادا لکھنے کا قلم استعمال نہیں کرتے تھے بلکہ دوسرے قلم کا کام کرتے تھے جس کی روشنائی سیاہی کی نہیں تھی بلکہ انسان کے جسم سے جو لال لال روشنائی نکلتی ہے وہ اُن کے لکھنے کی سیاہی تھی۔ اُن کو فوجی عہدے نہیں دیتی (چیرز)۔ اے بھائیو میں نے گورنمنٹ کو ایسے سخت لفظوں میں الزام دیا ہے لیکن وہ وقت آتا جاتا ہے کہ ہمارے بھائی پٹھان۔ سادات۔ ہاشمی اور قریشی جن کے خون میں ابراہیم کے خون کی بُو آتی ہے وہ ایکدفعہ زرق برق کی وردیاں پہنے ہوئے کرنیل اور میجر بنے ہوئے فوج میں ہوں گے۔ لیکن اُسوقت کا انتظار کرنا چاہیئے۔ ضرور گورنمنٹ متوجّہ ہوگی بشرطیکہ تم اُس کو مشکوک نہ ہونے دو۔ اے بھائیو۔ یہ اخیر الزام جو میں نے گورنمنٹ پر دیا ہے گورنمنٹ کو بھی ایک مجبوری ہے۔ جب تک کہ وہ ہم پر ایسا ہی اطمینان نہ کرلے جیسا کہ اُس کو ایک گورے پر ہے وہ ایسا نہیں کرسکتی ہے۔ لیکن ہمکو ثابت کردینا چاہیئے کہ ہم پہلے جو تھے وہ زمانہ گیا گذرا۔ اور اب گورنمنٹ کے ویسے ہی طرفدار ہیں جیسے کہ پہاڑی گورے۔ جن کو بات کرنے کی بھی عقل نہیں ہے۔ اور اُس وقت ہمکو دعویٰ کرنا چاہیئے۔ مَیں پوچھتا ہوں کہ لحظہ بھر کے لیئے فرض کرو کہ تم نے یورپ کے کسی حصّہ کو فتح کیا اور وہاں حاکم ہوگئے۔ مَیں پوچھتا ہوں کہ تم وہاں کے لوگوں پر ویسا ہی اعتبار کروگے؟ یہ تو ایک فرضی بات تھی۔ جب تم نے ہندوستان فتح کیا تو خود تم نے کیا کیا کتنی صدیوں تک ایک ہندو کا نام بھی فہرست سپاہیوں میں نہیں تھا۔ لیکن جب مغلیہ خاندان کا وقت آیا اور آپس میں ایک دوسرے پر اطمینان ہوا۔ یہی ہندو تھے جو فوج کے بڑے عہدوں پر مامور تھے۔ انصاف کرو کہ گورنمنٹ کی عملداری کو کئے دن ہوئے غدر کو کئے دن ہوئے۔ اور وہ صدمہ جو گورنمنٹ کو پہونچا گو جاہلوں سے تھا اور رئیسوں سے نہ تھا اُس کو بتلائیے کہ کئے دن ہوئے۔ پس تمکو تامل کرنا چاہیئے اور یہ بھی دیکھنا چاہیئے کہ گورنمنٹ آف انڈیا نے حال ہیں مدراس پریسیڈنسی میں حکم دیا کہ ہندوستانی والنٹیر ہوسکتے ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ یہ حکم بھی قبل از وقت تھا لیکن یہ نشان ہے کہ جب اطمینان ہو جائے تو گورنمنٹ کو تمہیں بھی والنٹیر کرنے میں عذر نہیں اور جب ہم سیکھ جائیں گے تو وہ عہدے ملینگے جو ہمارے باپ دادا کے خون کے تمغے تھے۔ گورنمنٹ نے ایک قدم آگے بڑھایا ہے۔ ہم ہندوستانیوں کو ملکی حکومت میں شامل کرنا چاہا ہے۔ وہ زمانہ تھا لارڈ رپن کا (چیرز)۔ اتفاق سے اُس زمانہ میں مَیں بھی کونسل کا ممبر تھا۔ لارڈ رپن نہایت نیک دل اور نیک مزاج اور ہمہ صفت موصوف گورنر تھے۔ لیکن افسوس اُن کا بات کمزور تھا۔ اُن کے خیالات ریڈیکل لوگوں کے سے تھے۔ اُس وقت لوکل بورڈ اور میونسپل بورڈ کا قانون

پیش تھا اور اُس کا منشا یہ تھا کہ سب لوگ الیکشن سے ممبر مقرر ہوں۔ اے صاحبو میں کنسرویٹو نہیں ہوں میں بہت بڑا لبرل ہوں۔ لیکن اِن خیالات سے قوم کی بھلائی کو بھول جانا کسی عقلمند کا کام نہیں ہے۔ جو شخص کہ اس طرح کے الیکشن کے برخلاف تھا وہ میں تھا۔ اگر میں شیخی نہ کروں تو کہہ سکتا ہوں کہ لارڈ رپن کی رائے صرف میری ہی اسپیچ کے زور سے پھری کہ ایک ثلث کا تقرر گورنمنٹ کے ہاتھ میں رہا اور دو ثلث انتخاب الیکشن سے۔ اب آپ خیال کریں کہ کیا حال انتخاب کا ہے۔ کسی ضلع میں ہندو مسلمان برابر نہیں ہوتے۔ آپ کہہ سکتے ہیں کہ مُسلمان ہندوؤں کو دباویں گے اور سلف گورنمنٹ کے مالک ہوجائینگے۔ ابھی کلکتہ میں ایک بڑے بزرگ خاندانی ڈاڑھی والے مسلمان مجھ سے ملے اور کہا کہ "غضب ہوگیا ہمارے شہر میں اٹھارہ ممبر منتخب ہونے والے تھے۔ کوئی مُسلمان منتخب نہیں ہوا سب ہندو ہوگئے اب گورنمنٹ سے کسی مُسلمان کا مقرر ہونا چاہتا ہوں اُمید ہے کہ مجھ کو گورنمنٹ منتخب کرلے" یہی حال سب شہروں کا ہے۔ علیگڈھ میں بھی اگر خاص قاعدہ مقرر نہ ہوجاتا تو کوئی مُسلمان یہاں تک کہ ہمارے دوست مولوی خواجہ **محمد یوسف** بھی جو نہایت معزز ہیں بمشکل اپنے منتخب ہونے کے لیئے وُوٹ حاصل کرسکتے اور آخر کو گورنمنٹ کی طرف سے تقرر کے متوقع رہتے۔ پس وہ راہ ہم کیونکر چل سکتے ہیں جس کے نہ ہم قابل ہیں نہ مُلک +

اب مجھ میں طاقت نہیں ہے۔ اور مَیں تھک گیا ہوں۔ زیادہ نہیں کہہ سکتا لیکن اخیر کو بھی مجھے کچھ کہنا ہے کہ میرے دوست یہ نہ کہیں کہ ہم کو یہ نہ بتایا کہ ملک اور قوم کے لیئے کیا بھلائی کی چیز ہے۔ اور کس چیز سے وہ بھلائی کو پہونچ سکتے ہیں۔ میری عمر ستّر برس سے متجاوز ہوگئی ہے اور گو مَیں اپنی زندگی میں اپنی قوم کو اُس درجے پر نہ دیکھ سکوں جس درجے پر دیکھنے کو میرا دل چاہتا ہے۔ لیکن میرے دوست جو اس مجلس میں موجود ہیں ضرور اپنی قوم کو عزت اور خوشحالی اور بلند درجے پر دیکھیں گے۔ اگر میری بتائی ہوئی بات مانیں گے۔ دوستو۔ یہ نہ کہنا کہ مُجھ کو اُس رنگریز کے مانند جسکو صرف اموہ رنگنا آتا تھا اموہ رنگ ہی بھاتا ہے۔ مگر میں سچ کہتا ہوں کہ جو چیز تم کو اعلٰے درجے پر پہونچانے والی ہے وہ صرف "**ھائی ایجوکیشن** (اعلٰے درجہ کی تعلیم) ہے جب تک ہماری قوم میں ایسے لوگ پیدا نہ ہوں گے ہم ذلیل رہیں گے۔ اوروں سے پست رہیں گے اور اُس عزت کو نہ پہونچیں گے جسپر پہونچنے کو ہمارا دل چاہتا ہے۔ یہ دِل سوزی کی چند نصیحتیں ہیں جو میں نے تم کو کی ہیں۔ مجھے اس کی

پرواہ نہیں کہ کوئی مجھے دیوانہ کہے یا اَور کچھ۔ میرا فرض تھا کہ میرے نزدیک جو باتیں
قوم کی بھلائی کی ہیں وہ اُن سے کہہ دوں اور اپنا فرض ادا کروں۔ اور
خدا کے سامنے جو قادرِ مطلق اور رحیم اور گناہوں کا
بخشنے والا ہے اپنے ہاتھوں کو
دھو دوں۔

(چیئرز بڑے زور سے)

۴۹

لکچر جو سید صاحب نے ۱۶- مارچ ۱۸۸۸ء کو بوقت شب بمقام میرٹھ "ہماری قوم کو نسبت پولیٹکل امور سلطنت کے کیا طریقہ اختیار کرنا چاہیئے" دیا

بزرگانِ من —

آج جس مطلب کو آپ صاحبوں کی خدمت میں عرض کرنے کو میں کھڑا ہوا ہوں میں مناسب سمجھتا ہوں کہ سب سے پہلے اُس کا سبب بیان کروں - آپ سب صاحبوں کو معلوم ہے کہ مدت سے ہمارے بنگالی دوست پولیٹکل معاملات میں نہایت گرمجوشی ظاہر کر رہے ہیں تین برس ہو گئے اُنہوں نے ایک بہت بڑی مجلس قایم کی ہے جس کا جابجا اجلاس ہوتا ہے اور اُنہوں نے اُس کا نام نیشنل کانگریس رکھا ہے - ہمکو اور ہماری قوم کو اُسکی طرف کچھ خیال بھی نہ تھا - بلکہ ہم نہایت خوش تھے کہ اگر ہمارے بنگالی دوستوں نے اپنی تعلیم اور لیاقت میں ایسی ترقی کر لی ہے کہ وہ اِن چیزوں کے دعوی کرنے کے لایق ہو گئے ہیں جن کا وہ دعوی کرتے ہیں تو ہماری نہایت خوشی ہے کہ وہ اُس میں کامیاب ہوں - اگرچہ وہ تعلیم میں ہم سے زیادہ ہیں مگر ہم نے کبھی یہ نہیں سمجھا کہ وہ اُس درجے پر پہونچ گئے ہیں جس درجے پر ہونے کے دعویدار ہیں تاہم ہم نے کبھی کسی آرٹیکل میں - یا کسی اسپیچ میں - یا کسی مقام پر زبانی بات چیت میں - اُن کے کاروبار میں جو وہ کر رہے تھے ہرج نہیں ڈالا - اور نہ ہرج ڈالنے کا ارادہ کیا - ہمارا کبھی یہ مقصد نہیں ہے کہ جو لوگ یا کوئی قوم جو ترقی کرنی چاہتی ہے اور اُس نے اپنے آپ کو اُس درجے تک پہونچا دیا ہے جہاں تک وہ پہونچنا چاہتی ہے اور جس کے وہ لایق ہے اُسکی مخالفت کریں - لیکن ہمارے بنگالی دوستوں کی طرف سے ہماری قوم پر بیجا اور ناواجب دست اندازی ہوئی ہے اور اِس لیئے ہمارا فرض ہے کہ ہم اُس بیجا دست اندازی کو ظاہر کریں اور ہم اپنی قوم کو اُس کی مضرتوں سے محفوظ رکھیں - یہ خیال کرنا کہ ہم نے اپنے بنگالی دوستوں کی مخالفت پر کمر باندھی ہے بالکل غلط ہے - بلکہ ہمکو اپنی قوم کے حق میں جو بات بہتر معلوم ہوتی ہے اُس کا اپنی قوم کو سمجھانا منظور ہے - اور جو نقصان کہ ہماری قوم کو بنگالیوں کی رائے کے ساتھ شامل ہونے سے متصور ہے اُس کا سمجھا دینا

واجب ہے۔ اس کے سوا اور کچھ نہیں ۔

اُن لوگوں کی بیجا دست اندازی جس کا میں نے ابھی ذکر کیا ہے کہ اُنہوں نے غلط طور پر اس بات کے ظاہر کرنے کی خواہش کی ہے کہ ان ممالک کے مسلمان بھی اُن کی رائے کے ساتھ شامل ہیں۔ مگر ہم بھی اسی مُلک کے رہنے والے ہیں۔ اور ہمارے صوبہ شمالمغربی اور اودھ میں جو حالات گذرتے ہیں اور گذرے ہیں اُن کی اصلیت سے ہم ناواقف نہیں رہ سکتے۔ گو کہ اخباروں میں اُس کا رنگ کیسا ہی رنگا جاوے اور اُس کی صورت کیسی ہی دکھائی جاوے۔ ممکن ہے کہ ولایت میں اس صورت کو دیکھکر وہاں کے لوگ جو اصلی حالت سے واقف نہیں ہیں دھوکا کھا سکیں۔ لیکن ہم اور ہمارے مُلک کے لوگ جو ہر ایک حال سے واقف ہیں وہ کبھی ایسے دھوکا میں نہیں آسکتے۔ ہماری مسلمان قوم اب تک چُپ چاپ بیٹھی تھی۔ اُس کو کچھ غرض نہیں تھی کہ بنگالے کے بابو اور شمال مغربی اضلاع کے ہندو اور ہندوستان کے باشندے یورپین اور یوریشین کیا کرتے ہیں۔ مگر اب اُنہوں نے ہماری قوم پر بیجا دست اندازی کی ہے۔ بعض اضلاع میں مسلمانوں پر کانگریس میں شریک ہونے کے لیئے دباؤ ڈالا گیا ہے۔ افسوس ہے کہ جو لوگ زبردست تھے اور درحقیقت رئیس تھے اور مسلمانوں کے سرگروہ گنے جاتے تھے اُن لوگوں سے تو کچھ نہ بولے مگر ایسے لوگوں پر جو دباؤ میں آسکتے تھے زور ڈالا۔ کسی ضلع میں حکومت کے دباؤ سے وہ سمجھ نہ سکے۔ کسی ضلع میں اُن کو اس طرح پر دبایا کہ بغیر اُن کی شرکت کے اُن کا کام جو وہ چاہتے ہیں چل نہیں سکنے کا۔ یا اُن لوگوں نے یہ سمجھا کہ بغیر اُن کی شرکت کے ہونی نہایت مشکل ہے روپیہ کے لالچ دینے سے بھی اُنہوں نے کوتاہی نہیں کی۔ کون شخص ہے جو اس حال سے واقف نہیں ہے۔ کون شخص ہے جو اس بات کو نہیں جانتا کہ دو پانچ مسلمان ممالک مغربی و شمالی کے اُن کے ساتھ شامل ہوئے۔ وہ کون ہیں (چیئرز) اور کس سبب شامل ہوئے ہیں۔ اُن کی حقیقت بجز اس کے کہ کرایہ کے آدمی ہیں اور کچھ نہیں (چیئرز)۔ ایسے لوگوں کو وہ مدراس لے گئے اور وہاں لیجا کر کہا کہ یہ نواب زادے ہیں۔ اور یہ فلاں ضلع کے رئیس ہیں اور یہ مسلمانوں میں ایسے ہیں اور ویسے ہیں۔ حالانکہ سب جانتے ہیں کہ یہ لوگ کس طرح خریدے گئے ہیں۔ ہم اپنی قوم کے لوگوں کو خوب جانتے ہیں کہ وہ دباؤ سے۔ نالائقی سے یا نمود کی خواہش سے یا مفلسی کی وجہ سے روپیہ دیکر خریدے گئے ہیں۔ اگر کوئی رئیس اپنے دل سے اور اپنی رائے سے اُن کے ساتھ شریک ہو جاوے تو ہمیں کچھ پرواہ نہیں ہے۔ ایک آدمی کے نکل جانے سے

ہمارا گروہ کم نہیں ہوگا۔ لیکن محض جھوٹ بات بیان کرکے کہ یہ فلاں ضلع کے رئیس یا فلاں مقام کے نواب ہیں اور ہماری قوم کا غلط ارادہ ظاہر کرنا کہ مسلمان بھی اس میں شریک ہیں ہماری قوم پر ناواجب دست اندازی ہے۔ جب یہاں تک نوبت پہنچی تو ہمکو ضرور ہوا کہ ہم اپنی قوم کو اِس خلاف نمائی سے متنبہ کریں تاکہ اور لوگ اس دھوکے میں نہ آویں اور اپنی قوم کو جتا دیں کہ جو معدودے چند مدراس گئے ہیں وہ یا تو دباؤ سے یا کسی لالچ سے یا اپنے پیشہ کے چلنے یا ایک نمود حاصل کرنے کی غرض سے گئے ہیں یا خریدے گئے ہیں (چیئرز)۔ کوئی رئیس اُس میں شامل نہیں ہوا ہے یہی باعث تھا کہ میں نے خلاف اپنی عادت کے لکھنؤ میں نیشنل کانگریس کے نقصانوں پر اسپیچ کی اور یہی باعث آج کی اسپیچ کا ہے۔ اور میں یہ دکھانا چاہتا ہوں کہ سوائے بدرالدین طیب جی کے جو نہایت بزرگ ہیں اور جن کا میں نہایت ادب کرتا ہوں اور کوئی معزز مسلمان اُس میں شریک نہیں ہوا۔ وہ شریک ہوئے۔ لیکن میں سمجھتا ہوں کہ انہوں نے غلطی کی ہے۔ اُنہوں نے مجھے دو چٹھیاں لکھی ہیں جن میں سے ایک لکھنؤ کی اسپیچ کے پہلے کی اور دوسری اس کے بعد کی ہے۔ میں خیال کرتا ہوں کہ وہ چاہتے ہیں کہ کانگریس میں جو باتیں مسلمانوں کے خلاف ہوں وہ اُن کو بتائی جاویں تاکہ وہ اُن کو کانگریس کی بحث میں نہ آنے دیں۔ مگر اصل یہ ہے کہ اُس کی تمام باتیں ہماری قوم کے مناسب نہیں ہیں۔ بدرالدین صاحب خیال کیجئے کہ اگر تمام بمبئی کی رائے ہماری رائے کے خلاف ہو تو اُن کی رائے تمام قوم کی رائے نہیں ہو سکتی اور ان کے اتفاق سے "نیشنل کانگریس" سے تمام قوم کا اتفاق متصور نہیں ہو سکتا۔

(مرزا محمد اسمٰعیل خاں کی طرف جو مجلس میں موجود تھے۔ سپیکر نے اشارہ کیا اور کہا کہ) میرے ایک دوست جو مدراس سے ابھی آئے ہیں اور اِس مجلس میں موجود ہیں مجھ سے کہتے تھے کہ کوئی مُسلمان رئیس مدراس کا کانگریس میں شریک نہیں ہوا۔ کہا جاتا ہے کہ پرنس آف آرکاٹ بھی شریک ہوئے تھے۔ مجھ کو اُن سے واقفیت نہیں ہے۔ میں نہیں جانتا کہ وہ کس قسم کے آدمی ہیں اور یہ بھی نہیں معلوم کہ وہ کس طرح شریک ہوئے۔ مہمان نوازی کی فیاض طبیعت سے یا اَور کسی خیال سے (اس پر محمد اسمٰعیل جو مجلس میں موجود تھے کھڑے ہوئے اور کہا کہ "در حقیقت کوئی معزز مُسلمان رئیس مدراس کا کانگریس میں شریک نہیں ہوا"۔ اور اُنہوں نے کہا کہ پرنس جہاں جاہ نے صرف مہمان نوازی کا طریقہ برتا تھا جس طرح کہ ہمارے مدراس کے گورنر نے ایوننگ پارٹی میں اکثر ڈیلیگیٹوں کو بُلایا تھا۔" اسپیکر نے پھر اپنی گفتگو شروع کی اور کہا کہ) فرض کیجئے کہ ہمایوں جاہ بھی شریک ہوئے تو دو آدمیوں کے قوم سے علیحدہ ہو جانے سے قوم کی قومیت میں کچھ

نقصان نہیں پہونچتا - کوئی نہیں کہہ سکتا کہ اُن دو رئیسوں کے شریک ہونے سے تمام قوم پر اتہام ہے - اگر ہمارے بنگالی دوست ایسی غلط کارروائی نہ کرتے تو ہمکو کچھ کام نہ تھا کہ نیشنل کانگریس سے ' اور نہ اُس کے ممبروں سے ' اور نہ اُن ناواجب خواہشوں سے جن کے لیئے اُنہوں نے شور غل مچایا ہے " نیشنل کانگریس " کے ممبر آسمان کے تارے ہو جاویں یا وہ سورج بن جاویں - ہم خوش ہیں لیکن ہماری قوم کے دو چار آدمیوں کو ناواجب طور سے اور شرم آمیز دباؤ اور لالچ سے اپنے ساتھ لیکر یہ دکھلانا چاہیں کہ مسلمانوں کی قوم کی قوم اُن کے ساتھ ہے تو اُس کا دفع کرنا ہمپر ضرور واجب ہے - (چیرز) +

اے صاحبو - جو کچھ کہ اب میں اپنی قوم کے لیئے بیان کروں گا در حقیقت وہ صرف ہماری ہی قوم کے لیئے مفید نہیں ہے بلکہ ہمارے ملک کے ہمارے ہندو بھائی جو کسی غلط خیال سے اُس میں شریک ہوئے ہیں اُن کے لیئے بھی ویسی ہی مفید ہے - آخر کو وہ بھی افسوس کریں گے (اگرچہ شاید افسوس کرنے کا بھی موقع نہ ملے کیونکہ کانگریس کی خواہشوں کا پورا ہونا امکان سے خارج ہے) ہمارے ملک کے ہندوؤں کو سمجھنا چاہیئے کہ انکی حالت گو مسلمانوں سے کسی قدر اچھی ہے لیکن ایسی اچھی نہیں ہے کہ وہ دوڑ کر ہم سے آگے نکل جاویں گے - ہم سب ایک ملک کے رہنے والے ہیں - بہت سے ہندو ایسے ہیں کہ اُنمیں مسلمانوں کی عادتیں گھس گئی ہیں - جیسے کہ ہمارے دوست کایستھ صاحب ہیں - اُن کی عادت اور اُن کی حالت ہم سے کچھ زیادہ بڑھی ہوئی نہیں ہے اور ہندو بھی کچھ ہم سے زیادہ بڑھے ہوئے نہیں ہیں - جو کچھ ہمارا حال ہوگا وُہی حال اس مُلک کے ہندوؤں کا بھی ہوگا - اِس واسطے جو کچھ میں کہتا ہوں وہ کُل مُلک کے باشندوں کے فائدہ کے لیئے کہتا ہوں - ہندو ہوں یا مُسلمان - وہ غلط خیال جو ہمارے مُلک کے ہندوؤں کو پیدا ہوا ہے اور جس کے سبب ہمارے مُلک کے ہندوؤں نے کانگریس میں شریک ہونا مناسب سمجھا ہے دو باتوں پر مبنی ہے - اور میں سمجھتا ہوں کہ اُسی خیال پر ہمارے مُلک کے ہندو شریک ہوتے ہیں - اور میں سمجھتا ہوں کہ وہ غلطی کرتے ہیں - پہلی بات یہ ہے کہ وہ یہ سمجھتے ہیں کہ بنگالی بھی ہندو ہیں اور ہم بھی ہندو ہیں - اُن کے اقتدار سے ہمکو کچھ نقصان پہونچنے والا نہیں ہے - دوسری یہ بات ہے کہ بعض ہندو (میں کُل ہندوؤں کی نسبت نہیں کہتا بلکہ بعض کی نسبت کہتا ہوں) یہ خیال کرتے ہیں کہ اُس میں شریک ہونے سے اور ہندوؤں کے اقتدار زیادہ بڑھ جانے سے شاید مُسلمانوں کی بعضی وہ رسوم مذہبی جو ہندوؤں کے مخالف ہیں زوال پذیر ہو جاویں گی اور ہم مل کر اُن کو معدوم کر دیں گے لیکن میں علانیہ

اپنے ہندو دوستوں کو نصیحت کرتا ہوں کہ ان کی جو خواہشیں مذہبی رسوم میں مداخلت کرنے کی ہیں اس طرح پر وہ ان میں ہرگز کامیابی حاصل نہیں کر سکیں گے۔ اگر ان میں کامیابی ہوگی تو دوستی اور اتحاد سے ہوگی۔ زور سے کام نہیں نکلنے کا۔ اور جس قدر دشمنی اور نفرت آپس میں زیادہ ہوگی اسی قدر ان کو مضرت پہونچے گی۔ میں علیگڈھ کی مثال دوں گا جہاں ہندؤں اور مسلمانوں میں اتفاق تھا تین برس دسہرہ اور محرم ایک ساتھ گذر گیا اور کسی شخص نے نہ جانا کہ علیگڈھ میں کیا ہوا۔ خیال کرنے کی بات ہے کہ جس وقت سے ہندؤں نے گاؤکشی کے معاملہ میں دھوم مچائی ہے گاؤکشی کس قدر زیادہ ہوگئی ہے اور فریقین کی مذہبی فیلنگ کیسی بھڑک گئی ہے جس سے ہندوستان کے سب لوگ واقف ہیں ان کو خیال کرنا چاہیئے کہ کسی دباؤ اور زور سے وہ اس چیز کو حاصل نہیں کر سکنے کے جو آپس کی محبت اور دوستی سے حاصل ہو سکتی ہے۔ اگر میرا یہ خیال جو میں نے اپنے ملک کے ہندؤں کی نسبت ظاہر کیا ہے صحیح ہے۔ اور در حقیقت ان کا بھی ایسا ہی حال ہے جیسا کہ اس ملک کے مسلمانوں کا تو ان کو چاہیئے کہ وہ اپنے ملک کے مسلمانوں سے ملے رہیں۔ اپنا سر کھانے دو ان کو جو بنگالے میں رہتے ہیں، وہ جو کچھ چاہیں سو کریں، اور جو کچھ چاہیں نہ کریں۔ نہ ان کی طبیعتیں ہمارے ملک کے لوگوں کی سی ہیں اور نہ ان کی حالت ہمارے ملک کے لوگوں کی حالت کے مناسب ہے۔ پس ہمارے ملک کے لوگوں کو ان کے ساتھ شریک ہونے سے کیا تعلق ہے ؎

بنگالے کی نسبت جہاں تک کہ مجھ کو معلوم ہے میں کہہ سکتا ہوں کہ لوئر بنگال میں مسلمانوں کی آبادی کا حصہ بہ نسبت بنگالیوں کے بہت زیادہ ہے۔ اگر کل بنگال کو ملا لو تو قریباً نصف مسلمان اور نصف سے زاید کچھ بنگالی ہوں گے۔ وہاں کے مسلمانوں کو بالکل معلوم نہیں ہے کہ نیشنل کانگریس کیا چیز ہے اور اس میں کیا ہوتا ہے۔ بنگال کا کوئی مسلمان رئیس اس میں شامل نہیں ہے۔ عام بنگالی جو مفصّل میں رہتے ہیں وہ بھی ایسے ہی ناواقف ہیں جیسے عموماً مسلمان بنگالے کے رہنے والے۔ بنگالے میں مسلمانوں کی آبادی اس قدر زیادہ ہے کہ اگر ان بنگالیوں کی جو کانگریس کا غل شور مچا رہے ہیں خواہشیں پوری ہو جاویں تو نہایت ہی مشکل ہے کہ بنگالے ہی میں بنگالی امن سے رہ سکیں۔ یہ تجویزیں کانگریس کی ایسے ملک کے لیئے جہاں دو مختلف قومیں مل کر آباد ہیں۔ ایک کنوئیں سے پانی پیتی ہیں ایک شہر کی ہوا کھاتی ہیں۔ ایک کی زندگی دوسری پر منحصر ہے، نہایت بداندیشی کی تجویزیں ہیں۔ ایک دوسرے میں عداوت پیدا کر دینا نہ امن کے لیئے مفید ہے نہ ملک کے لیئے، نہ شہر

کی حکومت ہوگی۔ نہ ہندوستانیوں میں سے کسی کی۔ اب آپ فیصلہ کر لیجیئے کہ غیر ملک کی سلطنتوں میں سے آپ کس ملک کی حکومت ہندوستان پر پسند کرتے ہیں۔ میں پوچھتا ہوں کہ تم جرمن کی حکومت پسند کروگے؟ جس کی رعایا ٹکس کے مارے روتی ہے اور جنگی قانونوں سے تنگ ہے۔ فرانس کی حکومت پسند کروگے؟ میں جانتا ہوں کہ شاید تم روس کی سلطنت کو پسند کروگے جو ہندوستان کا اور مسلمانوں کا بڑا دوست ہے اور ہندوؤں کو نہایت آرام سے رکھیگا اور اُن کے مال اور دولت کی جو اُنہوں نے انگریزی حکومت میں حاصل کی ہے نہایت حفاظت کرے گا۔ اِس وقت جتنی سلطنتیں واقعی ہیں اُن کا کچھ نہ کچھ خیال ہر شخص کو ہے۔ ہر شخص خیال کرے گا کہ وہ سلطنتیں بہ نسبت انگلش گورنمنٹ کے نہایت بدتر اور بدتر سے بدتر ہیں۔ پس لازم آتا ہے کہ ہندوستان کے امن کے لیئے اور ملک میں ہر چیز کی ترقی کے لیئے انگلش گورنمنٹ کا بہت دنوں تک بلکہ ہمیشہ کے لیئے رہنا ضرور ہے اور جبکہ ہم نے یہ تسلیم کرلیا کہ اَور سلطنتوں کی بہ نسبت انگریزی سلطنت کا ہمارے ملک کی بہتری کے لیئے ہمارے ملک میں رہنا ضرور ہے تو ہم پوچھتے ہیں کہ آیا کوئی ایسی نظیر دنیا میں ہے کہ ایک غیر قوم نے غیر قوموں کو فتح کرکے اُن پر حکومت کی ہو اور اُس مفتوح قوم نے اس بات کا دعوے کیا ہو کہ اُن کو ریپریزنٹیٹو گورنمنٹ ملنے کا حق ہے؟ ریپریزنٹیٹو گورنمنٹ کا پہلا اصول یہ ہے کہ قومی سلطنت ہو اور وُہی قوم اپنی قوم پر اور اپنے ملک پر حکومت کرتی ہو۔ تم دنیا کی کسی تاریخ میں بتا سکتے ہو کہ کبھی ایسا ہوا ہے کہ ایک غیر قوم کسی ملک کو فتح کرنے کے بعد اُس ملک پر حکومت کرتی ہو اور مفتوح ملک والوں کو ریپریزنٹیٹو گورنمنٹ دی گئی ہو؟ کبھی ایسا نہیں ہوا۔ بلکہ جس نے ہمکو فتح کیا ہے اُس کو ہم پر اپنی حکومت کا قایم رکھنا ضرور ہے۔ ہاں جب حاکم اور محکوم ایک قوم ہوں تو ریپریزنٹیٹو گورنمنٹ قایم ہو سکتی ہے۔ مثلاً افغانستان جہاں امیر عبدالرحمن خاں اُس کے والئی ملک ہیں اور اُن کے ملک کے لوگ تمام افغان بھائی بند ہیں وہ چاہیں تو ریپریزنٹیٹو گورنمنٹ مقرر کریں۔ لیکن ایسے ملک میں جہاں دوسری قوم حکومت کرتی ہے یہ خیال کرنا کہ وہاں بھی ریپریزنٹیٹو گورنمنٹ قایم ہو خیال محال ہے اور نہ آج تک دنیا کے کسی ملک کی تاریخ میں اِس کا پتہ مِل سکتا ہے۔ پس یہ کہنا کہ ہم کونسل میں الیکشن سے ممبر مقرر کریں گے اصول گورنمنٹ کے برخلاف ہے۔ اور کوئی گورنمنٹ ہو انگریز یا جرمن یا فرانس یا روس یا مسلمان اس اصول کو کسی طرح تسلیم نہیں کرسکتی۔ اِس کے معنی یہ ہیں کہ ملک کی حکومت ہمارے ہاتھ میں چھوڑ دو۔ پس ایسے بیجا امور میں ہماری قوم کو شریک ہونا اور اُس کے

کلمہ گوؤں میں شامل ہونا ہرگز مناسب نہیں ہے اور ہماری قوم کی حالت کے بھی بالکل برخلاف ہے ٭

دوسرا امر بجٹ کے متعلق کہا جاتا ہے کہ ہم کو بجٹ پر ووٹ دینے کا اختیار دیا جاوے جس خرچ کو ہم منظور کریں منظور ہو اور جس کو نامنظور کریں نامنظور کیا جاوے۔ خیال کرو کہ یہ اصول بھی کس گورنمنٹ سے علاقہ رکھتا ہے۔ اُسی گورنمنٹ سے متعلق ہے جہاں از روئے اصول گورنمنٹ کے ریپریزینٹیٹو گورنمنٹ مقرر ہو سکتی ہو۔ حاکم اور محکوم دونوں ایک قوم ہوں لڑائی یا صلح میں بھی جو اَور قوموں سے درپیش ہو اُن کو رائے دینے کا حق ہو۔ مگر یہ اصول ایسی گورنمنٹ سے متعلق نہیں ہو سکتا جہاں ایک غیر قوم نے دوسری قوم کو فتح کیا ہو۔ انگریزوں نے ہندوستان کو اور اُس کے ساتھ ہمکو فتح کر لیا ہے۔ اور جس طرح ہم نے اِس ملک کو تابعدار یا غلام بنا لیا تھا اُسی طرح اُنہوں نے ہمکو بھی تابعدار یا غلام بنا لیا ہے پھر کیا یہ اصول سلطنت کے مطابق ہے کہ وہ ہم سے پوچھیں کہ ہم برہما جا کر لڑیں یا نہ لڑیں۔ ایسا کبھی ہوا ہے ؟ اور سلطنت کا کوئی اصول اس کے موافق ہے ؟۔ جس زمانے میں کہ مسلمانوں کی حکومت تھی اور وہ ہندوستان کے کسی ملک پر فوج کشی کرتے تھے تو کیا یہ اصول سلطنت کے مطابق تھا کہ وہ بادشاہ ہندوستان کی رعایا سے پوچھتے کہ ہم اُس ملک کو فتح کریں یا نہ کریں ؟ وہ کس سے پوچھتے ؟ کیا اُن سے جن کو اُنہوں نے فتح کیا اور اپنا غلام بنا لیا اور اب اُنہیں کے دوسرے بھائیوں کو غلام بنانے کا ارادہ کرتے ہیں ؟ ہماری قوم نے خود بھی سلطنت کی ہے اور ہماری قوم کے لوگ اب بھی سلطنت کر رہے ہیں۔ کیا کوئی اصول ایسا ہے جس سے سلطنت کا غیر قوم پر اس طرح سے کام چل سکے ؟ ٭

بجٹ پر رائے دینا ایک اَور اصول پر بھی منحصر ہے اور وہ اصول یہ ہے کہ جس مُلک کی رعایا اپنی جان اور مال سے سلطنت کے کُل خرچ کی ذمہ وار ہے اُسی کو بجٹ پر رائے دینے کا بھی حق ہے۔ وہ کہہ سکتی ہے کہ یہ خرچ کرو۔ اور یہ خرچ مت کرو۔ اور جس قدر سلطنت کے کاموں میں خرچ ہو اُس کا فرض ہے کہ وہ اُس کو ادا کرے۔ مثلاً انگلستان میں تمام لوگوں کا روپیہ اُن لوگوں کی تمام جائداد اور مال ڈیوک سے لیکر جوتہ سینے والے تک ضرورت کے وقت گورنمنٹ کا مال ہے۔ رعایا کا فرض ہے کہ اپنا تمام روپیہ تمام جائداد۔ تمام مال گورنمنٹ کو دے۔ کیونکہ وہ ذمہ وار ہیں کہ جو کچھ گورنمنٹ کو ضرورت ہو وہ پوری کریں اور کہیں کہ ہاں لو۔ ہاں لو۔ اور خرچ کرو۔ مارو دشمن کو۔ مارو دشمن کو۔ یہ اصول ہے اُن لوگوں کا جو

بجٹ پر بحث کرنے کا حق رکھتے ہیں۔ ہندوستان کی حکومت اِس اصول سے بالکل مختلف
ہے۔ ہندوستان میں گورنمنٹ کا ذمّہ ہے کہ وہ خود اپنی سلطنت کو تھامے اور جس طرح
مناسب سمجھے اپنی فوج اور اپنی سلطنت کا خرچ پیدا کرے۔ ہندوستان میں گورنمنٹ کو
زمین کی پیداوار سے ایک معیّن مالگذاری لینے کا حق ہے گویا کہ وہ ایک اجارہ دار ہے کہ
اُس آمدنی سے اپنی سلطنت کو قایم رکھے۔ جو معاہدہ کہ اُس نے مالگذاری پر کرلیا ہے اُس سے
اضافہ کا اُسکو اختیار نہیں کیسی ہی ضرورت پیش آوے وہ زمینداروں سے نہیں کہہ سکتی
کہ تم مالگذاری میں اضافہ کردو، نہ زمیندار گورنمنٹ کا حق سمجھتے ہیں کہ ضرورت کے وقت بھی
وہ زمینداروں سے معینہ مالگذاری سے زیادہ کچھ روپیہ لے۔ اگر اِس وقت رُوس سے لڑائی
درپیش ہو تو کیا تمام زمیندار اور تعلقدار مقررہ جمع سے دوچند روپیہ دینے کو راضی ہونگے؟
ایک پیسہ بھی زیادہ نہیں دینے کے۔ پھر کیا حق ہے اُن کو مداخلت کا کہ وہ کہیں کہ
بجٹ میں اِس قدر خرچ ہونا چاہیئے اور اِس قدر نہیں۔ یہی طریقہ تمام بادشاہوں کا اور تمام
ایشیائی سلطنتوں کا رہا ہے۔ جس وقت کہ تم اپنی مالگذاری سے لڑائی کے وقت بھی
ایک پیسہ زیادہ نہیں دیتے تو تم کو کیا حق بجٹ میں دست اندازی کا ہے؟

بجٹ پر غور کرنے سے اصلی مقصد جزرسی ہے۔ جزرسی ایک ایسی چیز ہے کہ ہر شخص
اپنے گھر کے انتظام میں بھی اُس کا لحاظ رکھتا ہے۔ یہ خیال کرنا کہ گورنمنٹ جزرسی اور کفایت
شعار نہیں ہے اور بیجا روپیہ خرچ کردیتی ہے خیال خام ہے۔ گورنمنٹ جہاں تک کہ ممکن ہے
جزرسی اور کفایت شعاری سے کام کرتی ہے۔ ہماری گورنمنٹ ایسی سخت کنجوس ہے کہ
بیفایدہ ایک پیسہ بھی کسی کو نہیں دیتی جب تک نہایت ضرورت نہ ہو۔ اور بہت بڑا ضرور نہ پڑے
اور شدید ضرورت پیش نہ آوے، ایک پیسہ خرچ نہیں کرتی۔ اگلے بادشاہوں کی فیاضی کو
وہ بالکل بھول گئی ہے۔ پچھلے زمانے کے بادشاہ شاعروں اور مصنّفوں کو جاگیریں اور
لاکھوں روپیہ مفت دیتے تھے۔ ہماری گورنمنٹ ایسے معاملات میں ایک پیسہ بھی خرچ
نہیں کرتی۔ اِس سے زیادہ اَور کیا کفایت شعاری ہوسکتی ہے۔ اُس نے مصنّفین کو
انعام دینے کے بدلے کاپی رایٹ کا حق دیا ہے۔ وہ بھی دو روپیہ لیکر رجسٹری کردیتی ہے
اور ایک چٹھی بطور سند کے لکھ دیتی ہے کہ چالیس برس تک اَور کوئی اس کتاب کو نہیں
چھاپ سکے گا۔ تم چھاپو اور بیچو۔ نفع اُٹھاؤ۔ یہی تمکو انعام گورنمنٹ کی طرف سے ہے۔

لوگ گورنمنٹ کی آمدنیوں کی طرف تو خیال کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اگلی سلطنتوں
سے آمدنی بہت زیادہ ہے مگر گورنمنٹ کے خرچ کا خیال نہیں کرتے کہ وہ بھی کس قدر زیادہ

ہے۔ اگلے زمانہ میں فوج کے سپاہی کے لیئے ایک تلوار پندرہ بیس روپیہ کی اور ایک بندوق دس پندرہ روپیہ کی اور کُٹی کا بنا ہوا اسینگڑا اور ایک لچھا توڑوں کا کافی تھا۔اس زمانے میں دیکھو کہ فوج کے اخراجات کس قدر بڑھ گئے ہیں۔ اور ہتھیاروں میں کس قدر ترقی ہوئی ہے اور روز بروز اعلےٰ درجے کے ہتھیار نکلتے آتے ہیں اور پچھلے ہتھیار ناکارہ ہو جاتے ہیں۔ اگر فرانس یا جرمن میں کوئی بندوق یا توپ نئی قسم کی ایجاد ہو تو کیا یہ ممکن ہے کہ گورنمنٹ اپنی تمام پُرانی قسم کی بندوقوں اور توپوں کو نہ توڑ دے ؟ اور نئی قسم کی توپیں اور بندوقیں نہ بنائے ؟ جب اخراجات اِس قدر بڑھ گئے ہیں تو تعجب ہوتا ہے کہ گورنمنٹ کا کیونکر کام چلتا ہے اِس تھوڑے سے ٹیکس سے جو گورنمنٹ وصول کرتی ہے (چیئرز) شاید اکثر لوگ میری اِس بات کو پسند نہ کریں گے مگر جو واقعہ گُذرا ہے مَیں اُس کو علانیہ کہتا ہوں کہ جس وقت غدر کے بعد آنریبل ولسن وزیر خزانہ ہوئے اور اوّل اوّل اُنھوں نے ٹیکس کا ایک قانون جاری کیا اور اپنی اسپیچ میں یہ کہا کہ "یہ ٹیکس پانچ برس تک جاری رہے گا" میرے ایک معزز انگریز دوست نے وہ اسپیچ مجھ کو دکھائی اور پوچھا کہ آپ اِس کو پسند کرتے ہیں ؟ میں نے اُسکو پڑھا اور کہا کہ میں نے آج تک آنریبل ولسن سے زیادہ نادان وزیر خزانہ نہیں دیکھا۔ وہ متعجب ہوئے۔ میں نے کہا کہ یہ قید پانچ برس کی غلط ہے۔ہندوستان کی حالت ایسی ہے کہ دوامی ٹیکس ہونا چاہیئے۔ اِس وقت خیال کیجیئے کہ گورنمنٹ کو اپنے دوست افغانوں کی حفاظت اور اُن کی حفاظت ضروری ہے۔گورنمنٹ کو فرانٹیئر کے استحکام کی ضرورت ہے انگلستان میں اگر اِس طرح پر کسی سرحد کے استحکام کی ضرورت ہوتی تو خود رعایا اپنے ٹیکس کو دُگنا اور تگنا کر کے اُس ضرورت کو پُورا کر دیتی۔ برہما میں گو بالفعل خرچ کی ضرورت ہے مگر اُس سے آیندہ زیادہ آمدنی ہونے کی توقع ہے۔ ایسی حالت میں اگر گورنمنٹ نے نمک پر آٹھ آنہ فی من محصول بڑھا دیا تو کیا یہ امر اِس قابل ہے کہ ہم گورنمنٹ کے محصول بڑھانے کی شکایت کریں ؟ یہ اضافہ محصول کا اگر ہر شخص پر پھیلایا جاوے تو آدھا پیسہ بلکہ ایک دمڑی یعنی چوتھائی پیسہ سے زیادہ نہیں پھیلنے کا۔ اس پر غل مچانا اور گورنمنٹ کی مخالفت کرنا اور گورنمنٹ کو ظالم بتانا کس قدر بیہودہ اور ناواجب امر ہے اور اُسپر ہم دعویدار ہیں کہ ہمکو بجٹ پر بحث کرنے کا حق حاصل ہے ؎

جب یہ امر طے ہو گیا کہ ہندوستان میں انگلش گورنمنٹ کی حکومت ضروری ہے تو ہندوستان کے لیئے یہی مفید ہے کہ اُس کی حکومت نہایت استحکام سے ہندوستان میں قایم رہے اور گورنمنٹ کے لیئے بھی یہی مفید ہے کہ وہ اپنے استحکام کے لیئے جس قدر مناسب سمجھے

فوج رکھے اور اپنے افسر فوج میں مقرر کرے اور ہر ایک ضلع میں ایسے افسر مقرر کرے جس پر اُس کو پُوری طمانیت ہو تاکہ اگر کسی ضلع میں کوئی سازش پیدا ہو تو وہ اُس کا علاج کر سکے۔ آیا یہ فرض گورنمنٹ کا ہے کہ نہیں کہ سازشوں اور بغاوتوں کی روک کے واسطے اپنی سلطنت میں یوروپین افسروں کو مقرر کرے؟ انصاف کرو اور اپنے دل میں سوچو کہ یہ ایک نیچرل قاعدہ ہے کہ اپنی قوم پر لوگ زیادہ تر یقین رکھتے ہیں۔ اگر تم سے کوئی انگریز ایک بات کہے اور وہ سچ بھی ہو تو بھی تم مُشتبہ رہتے ہو۔ لیکن جس وقت تم سے تمہارے گھر میں تمہارا ہم قوم یا تمہارا بھائی بند پرایویٹ طور پر کوئی بات کہتا ہے تو تم کو فوراً یقین آجاتا ہے۔ پھر کیا وجہ ہے کہ اتنی بڑی سلطنت کے انتظام اور رازداریوں کے لیئے اور ہر ایک طرح کی خبر پہونچنے کے لیئے گورنمنٹ اپنی قوم کے افسر مقرر نہ کرے؟ اور یہ تمام امور تم پر چھوڑ دے اور کہدے کہ تم جو چاہو کرو۔ یہ جو کچھ کہ میں نے کہا۔ یہ ایسے ضروری امور انتظام سلطنت کے ہیں کہ کسی قوم کی سلطنت ہو وہ اُس کو فروگذاشت نہیں کر سکتی۔ منصف اور نیک گورنمنٹ کا یہ کام ہے کہ اِن اصول کو محفوظ رکھکر اُس مُلک کے لوگوں کو جن پر وہ حکومت کرتی ہے عزت دے اور جو اعلےٰ سے اعلےٰ عہدے وہ اُن کو دے سکتی ہے اُن کو دے۔ مگر حقیقت میں ہم یہ دعوےٰ نہیں کر سکتے کہ ہمکو فلاں عہدہ ملنے کا حق ہے اور ہمکو کسی ضلع کے مستقل حاکم ہونے کا استحقاق حاصل ہے۔ سینکڑوں چیزیں ایسے راز کی ہیں کہ جو گورنمنٹ ظاہر نہیں کر سکتی۔ اگر گورنمنٹ ہمکو ایسی ذمہ واریوں اور رازداریوں کے عُہدوں پر مقرر کرے تو اُس کی مہربانی ہے بے شک ہم وفاداری اور رازداری کرینگے۔ لیکن دعویدار ہونا اور حق جتلانا ایک دوسری چیز ہے اور گورنمنٹ کا خود ہمکو وفادار اور رازدار یقین کرکے اُن عہدوں کا دینا دوسری چیز ہے۔ اور اُس میں اور اِس میں زمین آسمان کا فرق ہے۔ جس امر پر کہ سلطنت کا مدار اور استحکام مبنی ہے کس طرح ممکن ہے کہ ہم بطور ایک حق کے اُس کے ملنے کا دعوےٰ کریں۔ ہمکو ہرگز استحقاق نہیں ہے کہ ہم جس کو چاہیں کونسل میں بٹھائیں اور جس کو چاہیں نہ بٹھائیں۔ جو قانون چاہیں پاس کریں اور جو چاہیں نہ کریں۔ اگر قانونی کونسل میں بیٹھنے کا ہمکو استحقاق ہے تو امپیریل کونسل میں بیٹھنے کے نہ استحقاق ہونے کی کوئی وجہ نہیں ہے امپیریل کونسل میں ہزاروں فارن پالسی کے معاملات اور راز کی باتیں پیش ہوتی ہیں۔ کیا تم انصافاً کہہ سکتے ہو کہ ہم ہندوستانیوں کو اِن باتوں کے دعوےٰ کرنے کا استحقاق حاصل ہے؟ ایسی باتوں میں شورش کرنے سے ہمارا اور مُلک کا نقصان ہے۔ اصول گورنمنٹ کے بے خلاف ہے۔ اور ملک کے امن کے لیئے بھی مضر ہے۔ ہمارے بنگالی دوستوں کے خیال

ترقی کر گئے ہیں۔ وہ وہاں پہونچنا چاہتے ہیں جہاں پہونچ نہیں سکتے۔ لیکن اگر میری غلطی نہ ہو تو میں جانتا ہوں کہ بنگالیوں نے کبھی کسی زمانے میں ملک کے کسی ایک ٹکڑے پر بھی حکومت نہیں کی۔ وہ اس بات سے محض ناواقف ہیں کہ غیر قوم غیر قوموں پر کیونکر حکومت کرسکتی ہے۔ انہوں نے غیر قوموں کی حکومت سہی ہے مگر غیر قوموں پر حکومت نہیں کی۔ اے میرے دوستو! مسلمان بھائیو! تمہارے بزرگوں نے ملک فتح کیئے ہیں۔ غیر قوموں پر حکومت کی ہے۔ ایشیا پر تم نے حکومت کی ہے۔ یورپ پر تم نے حکومت کی ہے۔ تم جان سکتے ہو کہ حکومت کیونکر قائم رہ سکتی ہے۔ ملک پر کیونکر قبضہ رہ سکتا ہے۔ پس تم اپنے بزرگوں کے حالات پر قیاس کرو اور برٹش گورنمنٹ کے ساتھ جس کو خدا نے ہندوستان پر حکومت دی ہے ناانصافی مت کرو۔ اور انصاف سے دیکھو کہ اُس کو اپنی سلطنت قایم رکھنے۔ ملک پر قبضہ رکھنے کے لیئے کیا کیا کرنا ضروری ہے۔ تم اِن باتوں کی قدر جان سکتے ہو، نہ وہ لوگ جن کے ہاتھ نہ کبھی ملک رہا اور نہ کوئی ملک فتح کیا۔ اے میرے مسلمان بھائیو! میں تم کو پھر سمجھاتا ہوں کہ تم نے ملکوں پر حکومت کی ہے۔ اور صدہا سال تک مختلف ملکوں کو اپنے قبضہ میں رکھا ہے۔ سات سو برس تک ہندوستان پر تم نے شہنشاہی کی۔ تم جانتے ہو کہ حکومت کرنا کیا چیز ہے۔ تم اُس قوم کے ساتھ ناانصافی نہ کرو جو تم پر حکومت کرتی ہے اور پھر اس کے ساتھ غور کرو کہ وہ کس ایمانداری سے حکومت کرتی ہے۔ جس خوبی سے انگلش گورنمنٹ نے غیر قوم پر حکومت کی ہے دنیا کی تاریخ میں اُس کی نظیر نہیں ملتی۔ تم دیکھتے ہو کہ قانون نے کس قدر آزادی دی ہے اور کس قدر حقوق کی حفاظت کی ہے۔ ہندوستانیوں کو ترقی دینے اور رفتہ رفتہ معزز عہدوں تک پہونچانے میں بھی کمی نہیں کی۔ ابتدائے عملداری میں بجز دفتر کی نوکریوں اور قضا کے منصب کے اور کچھ نہیں تھا۔ پرگنہ کے قاضی جو کمشنر کہلاتے تھے چھوٹے چھوٹے مقدمات دیوانی کے فیصل کرتے تھے اور نہایت قلیل فیس اُن کو ملتی تھی۔ سنہ ۳۲ ۱۸ء اور سنہ ۱۸۳۳ء تک اسی کے قریب قریب حال رہا۔ اگر میری یاد میں غلطی نہیں تو لارڈ بنٹنک کے وقت میں معزز عہدے ہندوستانیوں کو ملنے شروع ہوئے۔ منصفی۔ صدر امینی۔ صدر الصدوری۔ ڈپٹی کلکٹری اور مجسٹریٹی کے عہدے بیش قرار تنخواہ کے ہندوستانیوں کو دیئے گئے پھر برابر اُس میں ترقی ہوتی جاتی ہے۔ کلکتہ کے ہائیکورٹ میں ایک کشمیری پنڈت ہندوستانی جج یورپین ججوں کے برابر تنخواہ پانے والا اوّل مقرر ہوا۔ اُس کے بعد برابر بنگالی ہائی کورٹ کے جج ہوتے چلے آئے۔ اسوقت شاید تین بنگالی ہائی کورٹ کلکتہ میں ہیں اور اسی طرح چند ہندو بمبئی اور مدراس میں ہندوستانی جج ہیں

بے شک تمہاری بدقسمتی تھی کہ کوئی مسلمان جج اب تک نہیں ہوا تھا مگر الہ آباد ہائی کورٹ میں ایک مسلمان جج موجود ہے (چیئرز) - ہندوستانی ہائی کورٹ کے جج یورپین مجسٹریٹوں اور ججوں کے فیصلوں کو منسوخ کرتے ہیں - اُن سے بے ضابطگیوں کی کیفیتیں طلب کرتے ہیں - اُن کی غلطیوں اور غلط کارروائیوں پر ملامت کرتے ہیں - ہندوستانی ماتحت حاکم بھی اپنے اپنے عہدوں پر مستقل حکومت رکھتے ہیں - ایک ڈپٹی کلکٹر ایک سب جج ایک منصف اپنی رائے کے مطابق فیصلہ کرتا ہے اور مطلق خیال نہیں کرتا کہ کلکٹر یا جج کی کیا رائے ہے - یہ سب باتیں لڑائی اور مقابلے سے حاصل نہیں ہوئیں - جہاں تک تم نے اپنے آپکو اپنی گورنمنٹ کا معتمد بنایا اسی درجے تک تم نے اُن درجوں کو پایا - تم اپنے آپ کو اُن کا دوست بناؤ اور اُن کے دل میں اپنا اعتبار بٹھاؤ اور ثابت کرو کہ تم ایسے ہی اُن کے دوست ہو جیسے کہ **انگلش** اور **اسکاچ** - اُس کے بعد جو تم کو دعوے کرنا ہو کرو بشرطیکہ لیاقت بھی ہو ٭

اس اختلاف میں جو اِس وقت پولٹیکل معاملات میں ہو رہا ہے اور مجھے افسوس ہے کہ اُس میں ہمارے مُلک کے ہندو بھائی بھی شریک ہیں جن کو میں نے ابھی نصیحت کی ہے اور غالباً کسی غلط خیال سے وہ شریک ہوگئے ہیں - اُن معاملات کی نسبت میں اپنے مُسلمان بھائیوں کو نصیحت کرنا چاہتا ہوں ٭

بنگالیوں کی کارروائی کو ہم اپنے مُسلمان بھائیوں کے مفید نہیں سمجھتے - ہمارے مُلک کے ہندو بھائی ہمکو چھوڑتے ہیں اور بنگالیوں کے شریک ہوتے ہیں - پس ہمکو اُس قوم کے ساتھ شریک ہونا چاہیئے جس کے ساتھ ہم شریک ہوسکتے ہیں - کوئی مسلمان یہ بات نہیں کہہ سکتا کہ انگریز اہل کتاب نہیں ہیں - کوئی مسلمان اس بات سے انکار نہیں کرسکتا کہ خدا نے فرمایا ہے کہ کوئی غیر مذہب والے مُسلمانوں کے دوست نہیں ہوسکتے ہیں اگر ہوسکتے ہیں تو وہ عیسائی ہیں - لَتَجِدَنَّ اَشَدَّ النَّاسِ عَدَاوَةً لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا الْيَهُوْدَ وَالَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا ۚ وَلَتَجِدَنَّ اَقْرَبَهُمْ مَّوَدَّةً لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّا نَصٰرٰى ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّ مِنْهُمْ قِسِّيْسِيْنَ وَرُهْبَانًا وَّاَنَّهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ ۝[1]

---

[1] تو پاوے گا سب لوگوں سے زیادہ مُسلمانوں کی دشمنی میں یہود اور مشرکوں کو اور تو پاوے گا سب سے نزدیک مسلمانوں کی محبت میں وہ لوگ جو کہتے ہیں کہ ہم لوگ نصاریٰ ہیں - یہ اس واسطے کہ وہ عالم ہیں اور درویش ہیں اور یہ کہ وہ متکبر نہیں ہیں ۱۲ (ترجمہ مولوی عبد القادر)

جس شخص نے قرآن شریف پڑھا ہوگا اور جسکو اُسپر یقین ہوگا وہ جان سکتا ہے کہ
ہماری دوستی ہماری محبت کسی دوسرے مذہب والی قوم سے اس قدر نہیں ہوسکتی جتنی کہ
عیسائیوں سے ۔ اس وقت ہماری قوم خراب حالت میں ہے دولت کے لحاظ سے، علم
کے لحاظ سے ۔ لیکن خدا نے اپنی مہربانی سے **نورِ ایمان** ہمکو دیا ہے ۔ **قرآن
شریف** ہماری **ہدایت** کے لیئے موجود ہے ۔ جس نے ہمکو اُن کا اور اُن کو ہمارا دوست
بنایا ہے ۔ اب خدا نے اُن کو ہمپر حاکم کیا ہے ۔ پس ہم اُن سے دوستی کریں اور وہ طریقے
اختیار کریں جس میں اُن کی حکومت کو ہندوستان میں استقلال اور استحکام رہے اور بنگالیوں
کے ہاتھ میں نہ جاوے ۔ یہی ہماری دوستی ہمارے عیسائی حاکموں کے ساتھ ہے اور
جو لوگ ہمکو گڑھے میں ڈھکیلنا چاہتے ہیں اُن کے ساتھ شریک نہ ہوں ایسی حالت میں
نہ بنگالیوں کی کارروائیوں سے ہماری قوم کو نقصان پہونچنے والا ہے ہم مطیع الہنود ہونا
[illegible] مطیع اہل کتاب ہونے کے پسند کریں ۔ اور جہاں تک ہم سے ہوسکے ہم انگلش
گورنمنٹ کے وفادار رہیں ۔ اس سے میرا یہ مطلب نہیں ہے کہ میں **عیسائی مذہب** کا
طرفدار ہوں ۔ عیسائی مذہب کا جیسا کہ میں **مخالف** بلکہ **دشمن** ہوں اور جیسی جیسی سخت
کتابیں میں نے عیسائی مذہب کے **برخلاف** لکھی ہیں شاید ہے کسی نے لکھی ہونگی
[illegible] کیسا ہی ہو مگر خدا نے اُسی مذہب والوں کو ہمارا دوست کہا ہے ۔ ہم کو خدا
کے حکم کے مطابق (نہ اُن کے مذہب کے خیال سے) اُن کا دوست اور وفادار
رہنا چاہیئے ۔ ہمارے ملک کے ہندو بھائی اور بنگال کے بنگالی اور بمبئی کے برہمن اور
مدراس کے ہندو مدراسی اگر ہم سے علیحدہ ہونا چاہتے ہیں اُن کو علیحدہ ہونے دو اور کچھ
پرواہ مت کرو ۔ انگریزوں سے ہم سوشیل طور سے بھی **دوستی** برت سکتے ہیں ۔ ہم
اُن کے ساتھ کھا سکتے ہیں وہ ہمارے ساتھ کھا سکتے ہیں ۔ ہمکو جو کچھ اپنی بھلائی کی توقع
ہے ہم انگریزوں سے ہے ۔ بنگالی ہماری قوم کے لیئے کچھ بھلائی نہیں کرسکتے ۔ **قرآن**
مجید بھی ہمیں انہیں سے دوستی کرنے کی ہدایت کرتا ہے تو کوئی وجہ نہیں ہے کہ ہم اُن کے
دوست اور وفادار نہ ہوں [illegible] الزام ہے کہ جو کچھ خدا نے کہا ہم اُس کی تعمیل نہ کریں ۔ اس کے
علاوہ خدا نے اُن کو ہمپر حاکم کیا ہے ۔ ہمارے پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ
اگر تمپر حبشی غلام حاکم ہو تو اُس کی بھی اطاعت کرو ۔ دیکھو اس وقت ایک یوروپین مسٹر بک
مجلس میں موجود ہیں ۔ وہ تو کالے نہیں ہیں ۔ بہت گورے ہیں ۔ تو ہم اُن گورے منھ والوں
کی جن کو خدا نے ہمپر حاکم کیا ہے کیوں نہ اطاعت اور وفاداری کریں اور خدا کا حکم بجا لائیں ۔

میں یہ نہیں کہہ سکتا کہ برٹش گورنمنٹ کی حکومت میں تمام چیزیں اچھی ہیں۔ کوئی نہیں کہہ سکتا کہ کوئی گورنمنٹ دنیا میں ایسی ہے یا ایسی ہوئی ہے جس میں کوئی چیز خراب نہ ہو خواہ وہ گورنمنٹ مسلمانوں کی ہو یا ہندؤں کی یا عیسائیوں کی۔ اس وقت سلطان روم جو مسلمان شہنشاہ ہیں اور جن پر ہم مسلمانوں کو فخر ہے جو انہیں کی مسلمان رعایا کچھ نہ کچھ اُن سے شکایت رکھتی ہے۔ مصر کی سلطنت کا بھی یہی حال ہے۔ یورپ کی سلطنتوں کو دیکھو اور خود لنڈن کی سلطنت کے حال پر غور کرو کہ ہزاروں آدمی گورنمنٹ کی شکایت کرتے ہیں۔ کوئی سلطنت ایسی نہیں ہے کہ تمام لوگ اُس سے راضی ہوں۔ اگر ہمکو بھی انگریزی گورنمنٹ سے کچھ شکایت ہے تو کوئی نئی بات نہیں ہے۔ خدا کی گورنمنٹ میں بھی تو لوگ اُس کا شکر نہیں کرتے۔ میں یہ نہیں کہتا کہ تم گورنمنٹ سے کوئی چیز نہ مانگو۔ میں خود تمہاری طرف سے واجبی باتوں پر لڑوں گا مگر وہ چیز مانگو جو وہ تمکو دے سکتی ہو یا جن چیزوں کے تم بلحاظ انتظام ملکی مستحق ہو۔ اگر تم ایسی چیز مانگتے ہو جو تمکو گورنمنٹ نہیں دے سکتی تو گورنمنٹ کا قصور نہیں ہے بلکہ مانگنے والے کی بیوقوفی ہے۔ اور جو کچھ مانگو اس طرح پر نہیں کہ گورنمنٹ کے تمام کاموں کو ظالمانہ کام قرار دو اور اعلےٰ سے اعلےٰ عہدہ داروں کو دشنام دہی سے یاد کرو اور جس قدر سخت اور نا ملایم الفاظ تمکو ملیں وہ لارڈ لٹن اور لارڈ ڈفرن کے حق میں ادا کرو اور تمام انگریزوں کو ظالم بتاؤ اور اسی مضمون سے اخباروں کے کالم سیاہ کرو۔ ان باتوں سے کچھ نہیں مل سکتا۔ تمہارے اوپر اُن کو خدا نے حاکم کردیا۔ یہ خدا کی مرضی ہے۔ ہمیں خدا کی مرضی پر شاکر رہنا اور خدا کے حکم کی اطاعت کرکے اُن کا دوست اور وفادار رہنا چاہیئے نہ یہ کہ اُن پر بیجا الزامات لگائیں اور دشمنی پیدا کریں۔ یہ نہ عقلمندی کا کام ہے اور نہ ہمارے پاک مذہب کی ہدایت ہے۔ پس ہمکو جو طریقہ اختیار کرنا چاہیئے وہ یہ ہے کہ ہم اس پولٹیکل شور و غوغا سے اپنے تئیں علیحدہ رکھیں اور ہم اپنے حال پر غور کریں اور دیکھیں کہ ہم علم میں کم ہیں۔ اعلےٰ درجے کی تعلیم میں کم ہیں۔ دولت میں کم ہیں۔ پس ہمکو اپنی قوم کی تعلیم پر کوشش کرنی چاہیئے۔ اس وقت ہمارا حال یہ ہے کہ ہندو اگر چاہیں تو ایک گھنٹہ میں ہمکو تباہ کردیں۔ اندرونی تجارت بالکل ہندؤں کے ہاتھ میں ہے بیرونی تجارت پر انگریزوں نے قبضہ کرلیا ہے۔ جو تجارت کہ ہندؤں کے ہاتھ میں ہے وہ انہیں کے پاس رہنے دو کیونکہ نہ ہم سے دوکان پر بیٹھکر آٹا دال بیچا جاوے گا نہ سوت کپاس کیا جاویگا۔ ہمارے ملک کی پیداوار کی تجارت جو انگریزوں کے ہاتھ میں ہے اور جس سے وہ فایدہ اُٹھاتے ہیں اُس کو اُن کے ہاتھ سے چھیننے میں کوشش کرو۔ اُن سے کہدو کہ اب آپ تکلیف نہ کریں۔ ہم خود اپنے ملک کا چمڑا انگلستان لیجاویں گے اور وہاں بیچیں گے۔ ہمارے

ملک کے جانوروں کی ہڈیاں تم مت چنو۔ ہم تو چنیں گے اور امریکہ لیجاویں گے۔ ہمارے ملک کا
غلہ۔ ہمارے ملک کی روئی تم جہازوں میں مت بھرو۔ ہم خود اپنے جہازوں میں بھریں گے
اور خود یورپ کو لیجاویں گے۔ یہ کبھی خیال مت کرو کہ گورنمنٹ تمہاری اس تجارت میں [illegible]
ڈالیگی۔ مگر ان سب باتوں کا حاصل ہونا تعلیم پر موقوف ہے۔ جب تم پوری تعلیم پاؤ گے اور
سچی تعلیم تمہارے دلوں میں بیٹھے گی تو خود تمہارے دل میں اُن حقوق کا خیال پیدا ہوگا جو تم
واجبی طور پر برٹش گورنمنٹ سے پاسکتے ہو اور اُسی کا نتیجہ ہوگا کہ تم گورنمنٹ میں بھی معزز عہدے
حاصل کرو گے اور اعلےٰ درجے کی تجارت سے دولت حاصل کرو گے۔ اس وقت ان بیجا
پولیٹیکل معاملات میں بنگالیوں سے دوستی پیدا کرنا اور اُن کے ساتھ شامل ہونا مضرت کا باعث
ہوگا۔ اگر میری قوم ایسا کرے گی تو گورنمنٹ سے اور تجارت سے فایدہ اُٹھاوے گی۔ ورنہ
یاد رکھو کہ گورنمنٹ تم پر نہایت سخت نظر رکھیگی کیونکہ تم بڑے مفسد۔ بڑے بہادر۔ بڑے
سپاہی۔ اور بڑے لڑنے والے ہو۔ (بڑے زور سے چیئرز) ❖

۵

پانچویں سپیچ بابت ایک رزولیوشن کے جو اوقاف مسلمانانِ ہند پر گورنمنٹ کو متوجہ کرنے کے لیے پیش ہوا تھا

(اجلاس تیسرا بمقام لاہور)

جناب صدر انجمن صاحب۔۔

میں اس رزولیوشن کی جس کو میرے معزز دوست خان بہادر محمد برکت علی خاں نے پیش کیا ہے تائید کرتا ہوں۔ اور آپ کی اجازت سے کچھ مختصر حال کہنا چاہتا ہوں۔ سنٹرل نیشنل محمڈن ایسوسی ایشن کلکتہ نے فروری ۱۸۸۲ء میں اپنی ایک عرضداشت موسومہ گورنمنٹ میں عام طور پر موجودہ حالت مسلمانوں کے لحاظ سے بہت کچھ درخواستیں کی تھیں۔ اُس میں یہ بھی لکھا تھا کہ ایسے اوقاف جا بجا ملک میں موجود ہیں جو علاوہ مذہبی مقاصد کے مسلمانوں کی تعلیم کے لیے بھی کام آ سکتے ہیں اور درخواست کی تھی کہ گورنمنٹ ان اوقاف کی تحقیقات کے لیے ایک کمیشن مقرر کرے کہ کیا وہ مسلمانوں کی تعلیم میں لگائے نہیں جا سکتے۔ اس عرضداشت کے لحاظ پر گورنمنٹ آف انڈیا نے ۱۵۔ جولائی ۱۸۸۵ء کو ایک رزولیوشن جاری کیا۔ اُس میں یہ بات ظاہر کی کہ گورنمنٹ کے لیے یہ امر ناممکن ہے کہ مذہبی اوقاف میں مداخلت کرے۔ اُن لوگوں کو جو اس قسم کے اوقاف سے تعلق رکھتے ہیں بڑے بڑے اختیارات مداخلت کرنے کے بموجب ایکٹ نمبر ۲۰ سنہ ۱۸۶۳ء عطا کر دیئے گئے ہیں۔ باایں ہمہ گورنمنٹ نے بلحاظ مسلمانوں کی طمانیت کے اس رزولیوشن میں مدراس۔ بمبئی۔ بنگال۔ ممالک مغربی و شمالی و اودھ اور پنجاب کی گورنمنٹوں کو یہ ہدایت کی تھی کہ ایک چھوٹی کمیٹی مقرر کرے اور وہ اس معاملہ پر غور کرے اور رپورٹ کرے۔ کمیٹی مقرر کرنے کے لیے یہ قاعدہ قرار دیا تھا کہ ہر ایک کمیٹی میں ایک تجربہ کار مال کا افسر اور ایک یا دو سربرآوردہ محمڈن جنٹلمین اور کم سے کم ایک لائق مسلمان قانون دان اور ایک یا ایک سے زیادہ گورنمنٹ کے قانونی ایڈوائزر شامل کیے جاویں۔ بنگال گورنمنٹ نے بموجب اس رزولیوشن کے ایک کمیٹی مقرر کی جس کی رپورٹ میرے ہاتھ میں موجود ہے۔ مگر جہاں تک کہ مجھ کو علم ہے شمال و مغربی اضلاع اور اودھ میں اس قسم کی کوئی کمیٹی مقرر نہیں ہوئی۔ اور میں یقین کرتا ہوں کہ پنجاب میں بھی کوئی ایسی کمیٹی مقرر نہیں کی گئی۔ پس جو تحریک کہ اس وقت ہے وہ صرف

استدعا ہے کہ گورنمنٹ آف انڈیا کے اُس رزولیوشن کی ان صوبوں میں بھی مسلمانوں کی حمایت کے لائق تعمیل ہونی چاہیئے ۔

جناب صدر انجمن - اس رزولیوشن کے پیش کرنے سے ہمارا یہ ارادہ نہیں ہے کہ اُن اوقاف میں کچھ دست اندازی کیجاوے - یا اُن لوگوں کے قبضہ میں اور اُن لوگوں کے حقوق میں جن کے قبضہ میں یا تولیت میں وہ اوقاف ہیں اُن میں کچھ خلل ڈالا جاوے - یا جن کاموں کے لیئے وہ اوقاف ہیں اُن میں کچھ تغیر و تبدیل کیجاوے - بلکہ ہمارا مقصد یہ ہے کہ کافی تحقیقات ہوکر یہ دریافت کیا جاوے کہ ملک میں درحقیقت مسلمانوں کے کس قدر اوقاف موجود ہیں - اور کس کس مطالب کے لیئے وہ اوقاف ہیں اور کون کون لوگ اُس کے متولی اور اُس کے قابض ہیں ۔

جناب صدر انجمن - میں سمجھتا ہوں کہ اس وقت کوئی ایسی فہرست جس سے حالات مذکورہ معلوم ہوں کسی ضلع میں تیار اور موجود نہیں ہے - اور خود گورنمنٹ بھی اوقاف کے ایسے حالات سے بخوبی واقف نہیں ہے - اگر ایک ایسی کیفیت مرتب ہوجاوے جس سے ہر ایک ضلع کے یا ہر ایک صوبہ کے کُل اوقاف کا حال یا تفصیل معلوم ہو تو گورنمنٹ کو بھی ایسے حالات کا معلوم ہونا غیر مفید نہ ہوگا - اور مسلمانوں کے گروہ کو بھی اس حال سے واقفیت ہوگی کہ ملک میں مسلمانوں کے اوقاف کس قدر موجود ہیں - بلاشبہ گورنمنٹ نے بموجب ایکٹ نمبر ۲۰ سنہ ۱۸۶۳ء مسلمانوں کے اوقاف کے متعلق بڑے بڑے اختیارات عطا کیئے ہیں لیکن جبکہ اوقاف کی حالت بالکل مخفی اور پوشیدہ ہے تو مسلمان اُس کی اصلاح اور درستی اور ترقی کی نسبت کچھ کر نہیں سکتے - اُن کے واقعی حالات معلوم ہونے پر ممکن ہے کہ مسلمان اُن کی اصلاح کی طرف کوشش کریں ۔

جبکہ اُن لوگوں کو جن کی تولیت میں اور قبضہ میں بالفعل اوقاف موجود ہیں یہ طمانیت ہو کہ ہمکو اُن کی اغراض میں مداخلت کرنے کا کچھ ارادہ نہیں ہے بلکہ کوئی ناواجب حق حاصل ہے بلکہ صرف اوقاف کی حفاظت اور اُن کی ترقی مقصود ہے - اور یہ خواہش ہے کہ جس مطلب سے وہ وقف کیئے گئے ہیں اُسی میں کام آویں تو ہر طرح سے ہمکو امید ہے کہ اُن اوقاف کے متولی اور قابض ہمارے ان کاموں کو اپنا ایک بہت بڑا مددگار تصور کرینگے اور نہایت خوشی سے ہمکو ہر طرح کی اعانت اس کام میں دینگے ۔

چند اوقاف کا مجھ کو حال معلوم ہے کہ بسبب اتفاقیہ واقعات کے اُن پر قرضہ ہوگیا ہے اگر ہمکو ٹھیک طرح اُس کا حال معلوم ہو تو مسلمان کوشش کر کے اس قرضہ سے اوقاف کو سبکدوش

کریں تاکہ جس مقصد کے لیئے وہ وقف ہے پوری طرح اس مقصد میں کام آوے ؎

میں ایک واقعہ کو جو میرے ہاتھ سے گذرا بیان کرنا چاہتا ہوں کہ ایک مسجد کی چند دکانیں ایک شخص کے قبضہ میں چلی گئی تھیں اور اُس پر اسقدر عرصہ گذر گیا تھا کہ قانون میعاد سماعت اُس پر عارض تھا۔ جبکہ یہ حال معلوم ہوا تو مسلمانوں نے آپس میں چندہ کرکے اُن دو دکانوں کو اُس سے خرید لیا اور پھر مسجد کے متعلق کردیا۔ اسی طرح پر اگر پوری طرح پر اوقاف کے حالات ہمکو معلوم ہوں تو مسلمان اپنے اوقاف کے بچانے کے لیئے اُمید ہے کہ ہر طرح کوشش کرنے کو موجود ہیں۔ ایسی ایک کیفیت مرتب ہوجانے سے جس کے لیئے یہ رزولیوشن پیش ہوا ہے بلاشبہ مسلمانوں کو اُن کی حفاظت کا نہایت عمدہ موقعہ ملیگا ؎

بلاشبہ مسلمانوں کے اوقاف جہاں تک کہ مجھ کو معلوم ہے دو قسم کے ہیں۔ ایک ایسے ہیں جو بالکل مذہبی امور کے لیئے وقف کیئے گئے ہیں اور کچھ ایسے ہیں کہ جن میں کوئی حصہ خاص مذہبی امور کے لیئے ہے اور کوئی حصہ بغرض تعلیم کے وقف کیا گیا ہے۔ ایسے اوقاف جن میں متولیوں کے قبضہ میں ہیں اُن سے ہم التجا کرسکتے ہیں کہ جس قدر اُس کا حصہ مسلمانوں کی تعلیم کے لیئے مقرر ہے اُس کو ایک اسلوبی اور عمدگی سے مسلمانوں کی تعلیم میں خرچ کریں مگر جب تک کہ حالات معلوم ہوں کوئی کام نہیں کرسکتے۔ کیفیت جس کے تیار ہونے کی خواہش ہے اگر تیار ہوجاوے تو مسلمانوں کی ترقی تعلیم کے لیئے بہت کچھ موقع مل سکتا ہے ؎

جناب صدر انجمن۔ اوقاف سے مسلمانوں کی تعلیم کا ذکر کرتے وقت مجھ کو اس بات کا ذکر کرنا ضرور ہے کہ بنگال میں جو کمیشن بیٹھا تھا اُس میں بدقسمتی سے باہم ممبروں کے اختلاف رائے ہوا تھا۔ یعنی بعض ممبروں کی یہ رائے تھی کہ اوقاف تعلیم سے انگریزی علوم کی تعلیم دیجاوے اور بعض ممبروں کی یہ رائے تھی کہ اُن اوقاف کی آمدنی انگریزی تعلیم میں خرچ نہیں ہوسکتی۔ مگر اُمید ہے کہ ہماری کانگریس میں ایسا اختلاف پیدا نہیں ہوگا کیونکہ گذشتہ سال کانگریس کے اجلاس سے ایک رزولیوشن پاس ہوگیا ہے کہ اوقاف کے متولی صاحبوں کو قدیم طریقہ کے مطابق عربی علوم کی تعلیم پر جس میں حدیث و فقہ و تفسیر کی تعلیم شامل ہو توجہ کرنی چاہیئے۔ اور اُن اوقاف کا روپیہ انگریزی علوم کی تعلیم میں صرف کرنا اُس نیت اور ارادہ کے مطابق نہیں ہے جس نیت اور مقصد سے وقف کرنے والوں نے اُس کو وقف کیا ہے ؎

جناب صدر انجمن۔ ہماری ایجوکیشنل کانگریس کے جو مقاصد قرار پائے ہیں اور جو اُس کے قواعد میں بالتفصیل مندرج ہیں۔ منجملہ اُن کے ایک مقصد اہم یہ بھی ہے کہ علوم مشرقی

اور دینیات کی تعلیم قدیم طریقہ پر جو ہمارے علمار کے ذریعہ سے جاری تھی اُس تعلیم کے قایم اور جاری رہنے کی مناسب تدبیریں عمل میں لائی جاویں۔ پس اگر اُن اوقاف سے جن میں مسلمانو کی تعلیم کا بھی کوئی حصہ ہے مُسلمانوں کی وُہی قدیم تعلیم جاری رکھی جاوے تو ہمارے تحریکوں کے مقاصد میں سے ایک مقصد کو بہت ہی بڑی مدد پہونچے گی +

محمڈن اینگلو اورینٹل کالج علیگڈھ سے جو ایڈریس ہز ایکسیلنسی ارکونس آف ڈفرن آرل آف آوا کو دی گئی تھی اُس میں گورنمنٹ آف انڈیا کے اس رزرلیوشن کا بھی شکریہ تھا اُس کے جواب میں ہز ایکسیلنسی نے فرمایا کہ یہ امر واجب ہے کہ جو خاص توجہ آپ مسلمانوں کی تعلیم کی جانب ظاہر کرتے ہیں اُس کے باعث سے آپ کو اس بات کی فکر ہو کہ مُسلمانوں کے تعلیمی اوقاف کا انتظام اس طرح پر کیا جائے جس سے وہ باحسن وجوہ حاصل ہو جو آپکو دل سے منظور ہے۔ آپ کو معلوم ہے کہ اُن کے انتظام کے معاملہ کی نسبت لوکل گورنمنٹوں سے استفسار کیا گیا ہے اور مجھ کو اس بات پر بالکل اطمینان ہے کہ میں ان اضلاع میں اُن کا فیصلہ ایک ایسے لفٹنٹ گورنر کی رائے پر چھوڑتا ہوں جو آپ کی ضرورتوں سے ایسی ہی واقفیت اور آپ کی خواہشوں کے ساتھ ایسی ہی ہمدردی کرنے والے ہیں جیسے کہ سر آکلینڈ کالون ہیں +

ہز ایکسیلنسی نے جو امر نسبت جناب سر آکلینڈ کالون کے فرمایا ہے

اُس کو دل سے تسلیم کرتا ہوں۔ لیکن مجھ کو پورا یقین ہے کہ جناب سر جیمس لائل پنجاب کے صُوبہ کے لفٹنٹ گورنر بھی اُسی طرح مسلمانوں کی ترقی تعلیم کے خواہاں ہیں اور مجھے کچھ شبہ نہیں ہے کہ جہاں تک ضابطہ اور قانون اجازت دیگا حضور ممدوح بھی دل سے اس امر پر توجہ فرماویں گے۔ پس ان وجوہ سے میں ضروری سمجھتا ہوں کہ گورنمنٹ آف انڈیا کے رزرلیوشن کے مطابق ہر ایک صوبہ میں مسلمانوں کے اوقاف کے کامل طور پر اور لایق طمانیت مسلمانوں کی تعمیل ہونے کے لیئے گورنمنٹ سے درخواست کی جاوے۔ اس گفتگو کے بعد تمام ممبروں نے کہا کہ ہم سب اس تجویز سے متفق ہیں اور اُس کو دل سے پسند کرتے ہیں چنانچہ یہ رزولیوشن تمام ممبروں کے اتفاق سے پاس ہوا +

۵۱

اسپیچ سید نسبت ایک رزولیوشن کے جو واسطے تائید تعلیم نسواں کے پیش کیا گیا تھا۔

(اجلاس تیسرا بمقام لاہور)

جناب صدر انجمن۔

مجھ کو افسوس ہے کہ اس رزولیوشن کی نسبت جو ایک نہایت سادہ طور پر تھا ضرورت سے زیادہ بحث ہوئی۔ نسبت عورتوں کی تعلیم کے میں کچھ زیادہ کہنا نہیں چاہتا کیونکہ جو کچھ میری رائے نسبت اس کے ہے وہ اسی پنجاب میں چند سال گذرے ظاہر ہو چکی ہے۔ اُس وقت بھی لوگوں کو تعجب ہوا تھا اور شاید اب بھی تعجب ہوگا کہ باوجودیکہ بہت سی باتوں میں میری طرف نئے خیالات منسوب ہوتے ہیں لیکن عورات کی تعلیم کی نسبت میرے وُہی خیالات ہیں جو ہمارے قدیم بزرگوں کے تھے۔

جو جدید انتظام عورتوں کی تعلیم کا اِس زمانہ میں کیا جاتا ہے۔ خواہ وہ انتظام گورنمنٹ کا ہو اور خواہ اُسی طرز کا انتظام کوئی مسلمان یا کوئی انجمن اسلامی اختیار کرے اُس کو میں پسند نہیں کر سکتا۔ عورتوں کی تعلیم کے لیئے مدرسوں کا قایم کرنا اور یُورپ کے زنانہ مدرسوں کی تقلید کرنا ہندوستان کی موجودہ حالت کے کسی طرح مناسب نہیں ہے اور میں اُس کا سخت مخالف ہوں۔ لوگوں نے یہ بات سُنی ہے کہ انگلستان میں لڑکیوں کی تعلیم کے لیئے مدرسے ہیں۔ اور وہ اُسی طرح اُن میں جمع ہو کر پڑھتی ہیں جس طرح کہ لڑکے مدرسوں میں جمع ہو کر پڑھتے ہیں اور رہتے ہیں۔ میں نے بالتخصیص لنڈن میں بعض اپنے دوستوں کی مہربانی سے ایسے زنانہ مدرسوں کو جہاں اشراف لڑکیاں پڑھتی اور رہتی تھیں دیکھا ہے۔ آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ جو حالت عُمدگی اور طمانیت اور تعلیم اور تربیت کی اُن مدرسوں میں ہے ہندوستان کو وہاں تک پہونچنے کے لیئے ابھی سینکڑوں برس درکار ہیں۔ اگر فرض کرو کہ ایسے مدرسے ہندوستان میں ہوں۔ تو میں ہر اشراف خاندان سے کہوں گا کہ بے شک اپنی لڑکیوں کو وہاں بھیجو۔ لیکن اسے دوستو میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ ہندوستان میں ابھی ایسا ہونا

محالات سے ہے ۔

عورتوں کو جس قسم کے علوم پڑھائے جانے کا خیال پیدا ہوا ہے اُس کو بھی میں پسند نہیں کرتا۔ کیونکہ نہ وہ ہماری حالت کے مناسب ہیں اور نہ سینکڑوں برس تک ہماری عورتوں کو اُن کی ضرورت ہے۔ بغیر معنی سمجھائے قرآن مجید پڑھانا جس کو ایک حقارت سے دیکھا جاتا ہے میری دانست میں کوئی ذریعہ اُس سے زیادہ روحانی تربیت۔ روحانی نیکی اور توجہ ذات باری کے لیئے نہیں ہو سکتا۔ اس وقت مَیں اس باب میں طول طویل گفتگو کرنا نہیں چاہتا۔ صرف یہ بات کہتا ہوں کہ رزولیوشن میں زنانہ مدارس جاری کرنے کا ذکر نہیں ہے بلکہ زنانہ مکتب کا ذکر ہے اور اُس کے ساتھ یہ قید بھی ہے کہ جو مذہب اسلام اور طریقۂ شرفائے اہل اسلام کے مطابق اور اُس کے مناسب ہوں۔ پس جب یہ قیدیں رزولیوشن میں موجود ہیں تو اُس کے منظور کرنے میں کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا ۔

مجھے اچھی طرح معلوم نہیں ہے کہ انجمن حمایت اسلام نے کس قسم کے زنانہ مکتب جاری کیئے ہیں مگر میں مناسب سمجھتا ہوں کہ ہماری طرف جو طریقہ شرفا میں لڑکیوں کی تعلیم کا تھا وہ آپ سب صاحبوں کے سامنے بیان کروں تاکہ آپ سب صاحب غور کر کے نسبت رزولیوشن کے اپنی ایک فیصل رائے قایم کر سکیں۔ بہتر ہو گا کہ میں اُس طریقہ کو بیان کروں جو خود ہمارے خاندان میں جاری تھا۔ اور جس سے میں بخوبی واقف ہوں۔ اور بہت کچھ میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے ۔

میں نے اپنے خاندان کی تین قسم کی عورتوں کو دیکھا ہے۔ ایک وہ جو کہ ہماری ماں اور خالاؤں کی ساتھی تھیں۔ میں نے اُن کو دیکھا کہ وہ سب پڑھنا جانتی تھیں اور چند اُن میں سے ایسی تھیں کہ جو فارسی کتابیں بھی پڑھ سکتی تھیں۔ میں نے خود گلستان کے چند سبق اپنی والدہ سے پڑھے ہیں اور اکثر ابتدائی فارسی کی کتابوں کے سبق اُن کو سُنائے ہیں ۔

دوسرا گروہ میری ہم عمر بہنوں کا تھا جو گھروں میں تعلیم پاتی تھیں۔ اُن کی تعلیم کا طریقہ میں نے یہ دیکھا کہ رشتہ داران قریب میں سے کوئی معزز اور آسودہ گھر لڑکیوں کی تعلیم کے لیئے منتخب کیا جاتا تھا اور خاندان کی لڑکیاں اُس گھر میں پڑھنے کے لیئے جمع ہوتی تھیں۔ اور اُس گھر کی بزرگ عورت جو اُن لڑکیوں میں سے کسی کی ماں اور کسی کی نانی اور کسی کی خالا اور کسی کی ممانی اور کسی کی پھوپھی ہوتی تھی اُن سب لڑکیوں کی نگراں ہوتی تھی۔ اُن کی تربیت کے لیئے متعدد اُستانیاں نوکر ہوتی تھیں۔ اور خود اُس گھر کی مالکہ اور

اور بڑی عمر کی عورتیں جو پڑھی ہوئی ہوتی تھیں مع اُن استانیوں کے اُن لڑکیوں کو تعلیم دیتی تھیں ٭

اُس مکان کا ایک ٹکڑہ جو ہمیشہ ضلع کی عمارتوں میں ایک دالان ہوتا تھا بطور مکتب کے تجویز کیا جاتا تھا۔ اُس میں تخت بچھے ہوئے ہوتے تھے اور اُن پر نہایت صاف فرش ہوتا تھا۔ اور سب لڑکیاں وہاں بیٹھکر پڑھتی تھیں۔ اور اُستانی پڑھاتی تھی۔ اُس گھر کی بزرگ عورتیں وقتاً فوقتاً اُس دالان میں جاکر ان لڑکیوں کی اور اُن کے پڑھنے کے حالات کی نگرانی کرتی تھیں۔ کبھی کبھی کوئی رشتہ دار مرد اُن لڑکیوں کا بھائی یا باپ۔ نانا۔ خالو آن کر اُن لڑکیوں کا سبق سنتا تھا۔ اور کسی کسی لڑکی کو خود پڑھاتا تھا۔ اس وقت تک اُن عورتوں میں سے ایسی عورتیں بھی زندہ موجود ہیں جو عربی زبان سے بھی کسی قدر واقف ہیں اور مشکوٰۃ شریف اور حصن حصین اور متعدد چہل حدیث کتابوں کو نہایت خوبی سے پڑھا سکتی ہیں ٭

تیسری قسم کی وہ لڑکیاں ہیں جو میرے سامنے بچہ تھیں اور اب بڑی ہوگئی ہیں انکی بھی تربیت اسی طرح پر میری آنکھوں کے سامنے ہوئی ہے۔ میری حقیقی بہن کا گھر اس کام کے لیے خاص کیا گیا تھا۔ اور ایک گروہ رشتہ دار لڑکیوں کا اسی طرح پر ایک دالان میں پڑھا کرتا تھا اور میری بہن کے شوہر جو نہایت بزرگ تھے ان لڑکیوں کی تعلیم میں زیادہ کوشش کرتے تھے۔ پہلے زمانہ میں عورتوں کو لکھنے کا کچھ خیال نہ تھا۔ مگر اس تیسرے گروہ کی لڑکیوں میں سے کسی کسی کو لکھنے کا بھی شوق ہوا ٭

میرے نانا کے حقیقی بھائی ہر روز یا ایک دن بیچ کر کے مکتب میں آتے تھے اور فارسی خط جو لڑکی لکھنا سیکھتی تھی اُس کو اصلاح دیتے تھے۔ عربی خط جو لڑکیاں لکھتی تھیں اُن کو میرے حقیقی بہنوئی اصلاح دیتے تھے۔ صبح سے کھانے کے وقت تک پڑھنے کا وقت تھا۔ کھانے کے وقت پر سب لڑکیاں اُس گھر کی مالک کے ساتھ کھانا کھاتی تھیں۔ کھانے کے بعد ظہر کے وقت تک سینے پرونے یا اَور کسی قسم کے خانہ داری کے کاموں کے سیکھنے میں گذرتا تھا۔ ظہر کے وقت سب لڑکیاں نماز پڑھتی تھیں اور عصر کے وقت تک پھر اپنے پڑھنے میں مصروف رہتی تھیں۔ عصر کے بعد ڈولیوں میں سوار ہوئیں اور پھر اپنے اپنے گھر چلی گئیں ٭

جمعہ کا دن نہایت دلچسپ ہوتا تھا۔ سب لڑکیاں بدستور صبح سے آتی تھیں اور سب ملکر چھوٹی چھوٹی پتیلیوں میں مختلف قسم کے کھانے پکاتی تھیں جو ہماری طرف کی

زبان میں ھنڈ کلیہ کہلاتی ہے۔ ان لڑکیوں میں سے ایک لڑکی میزبان بنتی تھی اور سب لڑکیوں کو اُنہیں کا پکایا ہوا کھانا کھلاتی تھی ؛

کبھی کبھی اپنے ہم عمر بھائیوں کو بھی وہ لڑکیاں بُلاتی تھیں اور کھلاتی تھیں۔ غرضکہ اسی طرح پر اُن کو وہ چیزیں جو عورتوں کے لیئے ضروری ہیں پڑھائی جاتی تھیں اور خاندان کا طریقہ اور سلیقہ سکھایا جاتا تھا۔ اُن کی تعلیم میں وہ علوم داخل نہ تھے جن کو اِس زمانہ میں یورپ کی تقلید سے لڑکیوں کی تعلیم میں لوگ داخل کرنا چاہتے ہیں۔ یورپ کی اور امریکہ کی حالت معاشرت کے خیال سے شاید وہ علوم لڑکیوں کو سکھانے ضرور ہوں۔ کیونکہ ممکن ہے کہ وہاں عورتیں پوسٹ ماسٹرز اور ٹیلیگراف ماسٹرز۔ یا پارلیمنٹ کی ممبر ہوسکیں لیکن ہندوستان میں نہ وہ زمانہ ہے نہ سینکڑوں برس بعد بھی آنے والا ہے۔ پس جو علوم کہ اُس زمانہ میں عورتوں کے لیئے مفید تھے وُہی اِس زمانہ میں بھی مفید ہیں اور وہ علوم صرف دینیات اور اور اخلاق کے لیئے تھے۔ اُس زمانہ کی لڑکیاں قرآن شریف پڑھتی تھیں۔ اُس کا ترجمہ پڑھتی تھیں۔ نماز روزہ کے مسائل کی کتابیں پڑھتی تھیں۔ جس نے زیادہ تعلیم میں ترقی کی اور فارسی سیکھ لی اُس کو قصص انبیاء اور حکایات اولیاء اور اُسی قسم کی اخلاق کی کتابیں اور بعض حکایات مثنوی مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ کی پڑھائی جاتی تھیں۔ جس زمانہ میں مشکوٰۃ شریف کا ترجمہ اُردو میں نہ ہوا تھا اور لڑکیوں نے حدیث پڑھنے کا شوق کیا تھا اُن کو شیخ عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ محدث دہلوی کا ترجمۂ مشکوٰۃ شریف پڑھایا جاتا تھا اور اخیر زمانہ میں اُردو ترجمہ مشکوٰۃ کا اور اُردو ترجمہ حصن حصین کا یعنی ظفر جلیل زیادہ تر درس میں داخل تھا۔ بعض لڑکیوں نے ملفوظات حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ یعنی **فوائد الفوائد** اپنے شوق سے پڑھے تھے۔ صرف ایک عورت سے میں واقف ہوں جس نے **توزک جہانگیری** اپنے باپ سے پڑھی تھی۔ مگر اُس کی ہمجولیاں اُس کو کہتی تھیں کہ بُوا اِس سے کیا فایدہ ہے کوئی اَور خدا اور رسول کی کتاب پڑھو۔ یہی عمدہ طریقہ تعلیم کا تھا جس سے لڑکیوں کے دل میں نیکی اور خداترسی۔ رحم اور محبت اور اخلاق پیدا ہوتا تھا۔ اور یہی تعلیم اُن کے دین اور دنیا دونوں کی بھلائی کے لیئے کافی تھی اور اب بھی یہی تعلیم کافی ہے۔ مَیں نہیں سمجھتا کہ عورتوں کو افریقہ اور امریکہ کا جغرافیہ سکھانے اور الجبرا اور ٹرگنامٹری کے قواعد بتانے اور احمد شاہ اور محمد شاہ اور مرہٹوں اور دہلیوں کی لڑائیوں کے قصّے پڑھانے سے کیا نتیجہ ہے ؛

اے صاحبو۔ اس رزولیوشن میں جو لفظ "زنانہ مکتب" کا ہے اُس میں سے مَیں ایسے

مکتب سمجھتا ہوں جس کی میں نے تصریح کی اور یہ الفاظ جو اُس رزولیوشن میں ہیں کہ وہ مکتب مذہب
اسلام اور طریقہ شرفائے اہل اسلام کے مناسب ہوں اُن مکتبوں سے میری مراد ایسے ہی
مکتبوں سے ہے "تعلیم" کا لفظ جو رزولیوشن میں ہے میں سمجھتا ہوں کہ اُس سے وہی تعلیم
مراد ہے جس کو میں نے مفصل اوپر بیان کیا ہے۔ پس آپ اُس رزولیوشن پر دوبارہ غور
فرماویں اور اُس کے الفاظ کے وہ معنی جو میں نے بیان کیئے ہیں قرار دیکر فیصلہ کریں کہ آیا
اس طرح پر لڑکیوں کی تعلیم کا انتظام ضروری اور مناسب ہے یا نہیں اور
اُس کے بعد جو کچھ آپ کی رائے میں آئے اس
رزولیوشن کو منظور یا نامنظور
کریں ❖

۵۲

۲۹- دسمبر ۱۸۹۹ء

محمڈن ایجوکیشنل کانگریس بمقام لاہور

رزولیوشن سوم پر

یعنی

بتائید اس کے کہ یہ کانگریس اس بات کی ضرورت تسلیم کرتی ہے کہ ہر ایک ضلع کے صدر مقام میں محمڈن ایجوکیشنل کمیٹی قایم کیجاوے۔ یہ اسٹینڈنگ کمیٹیاں ایک جنرل ایجوکیشنل کمیٹی صوبہ کی اور وہ سب ملکر سنٹرل اسٹینڈنگ کمیٹی کے ماتحت ہوں جس کا ہیڈ کوارٹر علیگڈھ میں ہو۔ اور جس کا سکرٹری محمڈن ایجوکیشنل کانگریس کا سکرٹری ہو۔ ہر ایک ضلع کی اسٹینڈنگ کمیٹی اور صوبہ کی جنرل کمیٹی کا یہ فرض ہو کہ اُس ضلع اور صوبہ کے مُسلمانوں کی تعلیمی حالت کو پیش نظر رکھے اور اُس کی ترقی کے سامان پیدا کرنے میں ساعی رہے اور کم سے کم ایک معقول وظیفہ کسی مسلمان طالب علم کے لیئے جو ھائی ایجوکیشن تحصیل کرتا ہو اور اگر ممکن ہو تو سیکنڈری ایجوکیشن کے لیئے بھی تجویز کرے اور اُس کے لیئے روپیہ جمع کرے۔ الخ +

اِسپیچ

جناب صدر انجمن و دیگر بزرگان۔

مَیں اس رزولیوشن کی جس کو ہمارے معزز پریسیڈنٹ نے پروپوز کیا ہے دلی شوق سے تائید کرتا ہوں۔ اس وقت اگر خیال کیا جاوے تو تمام ہندوستان میں اِس قدر انجمنیں اور سوسائیٹیاں مختلف ناموں سے اور مختلف کاموں کے لیئے مُسلمانوں نے قایم کی ہیں کہ شاید کسی اعلےٰ درجہ کے نہایت ترقی یافتہ ملک میں بھی اس سے زیادہ نہ نکلیں گی۔ اُن کے بڑے بڑے نام اور عالی عالی مقاصد سُن کر انسان متحیّر رہجاتا ہے۔ مگر جب دیکھا جاتا ہے کہ اُنھوں نے کیا کیا تو نہایت افسوس سے کہا جاتا ہے کہ کچھ نہیں۔ تمام انجمنوں نے جن میں سب سے اوّل مَیں محمڈن ایجوکیشنل کانگریس کو بھی شامل کردوں گا بجز باتیں بنانے کے اَور کوئی کام نہیں کیا ہے۔ جس قدر کہ ہم زبان سے کہتے ہیں اور جس قدر دل سوزی اور

قومی ہمدردی ہم لفظوں میں ظاہر کرتے ہیں۔ اگر اُس کا پچاسواں حصہ بھی عمل میں آوے تو قوم کو لازوال فایدے حاصل ہوں ٭

میں نے بجز انجمن حمایت اسلام لاہور کے اور کسی انجمن کی نسبت ابتک نہیں سُنا کہ درحقیقت اُس نے قومی بھلائی کے لیئے کچھ عملی کارروائی کی ہے۔ اگرچہ پوری طرح پر میں واقف نہیں ہوں کہ اُس نے بھی کس حدتک عملی کارروائی کی ہے۔ بہرحال جس چیز کی ہمکو ضرورت ہے وہ عملی طور پر کاموں کے کرنے کی ہے۔ جو رزولیوشن کہ پیش ہے وہ عملی کام کرنے کی بنیاد ہے۔ یعنی قوم کو اگر درحقیقت قوم کی بھلائی کا کام کرنا ہے تو اُس کا طریقہ یہی ہے کہ جابجا **اسٹینڈنگ کمیٹیاں** اُس کام کے انجام کے لیئے قایم ہوں اور سب ایک سلسلہ میں پروئی جاویں۔ اس طرح کہ سب علٰحدہ علٰحدہ بھی ہوں اور سب متحد بھی ہوں۔ سب سے اوّل خرابی ہمارے کاموں میں یہ ہے کہ ہر شخص اپنے لیئے ڈیڑھ اینٹ کی مسجد الگ بنانی چاہتا ہے اور اس سبب سے سب کے کام ناتمام اور ناقص اور غیر مفید رہ جاتے ہیں۔ لیکن اگر اُنہیں متفرق کوششوں کو ہم ایک سلسلہ میں پرولیں گے۔ تو بہت کچھ کر سکینگے۔ یہ رزولیوشن بلاشبہ ایک ایسا رزولیوشن ہے کہ اگر اُس پر عمل کیا جاوے تو بے انتہا فواید قوم کو پہونچیں گے۔ مجھکو اُمید ہے کہ تمام بہی خواہانِ قوم جو اس مجمع میں جمع ہیں۔ اِس عالی قدر رزولیوشن کو نہایت دلی اتفاق سے پاس کریں گے۔ لیکن ہماری خوشی صرف اِس رزولیوشن کے پاس ہوجانے پر ختم نہیں ہوتی بلکہ اس کے پاس ہوجانے کے بعد ایک خلش دل میں پیدا ہوگی کہ آیا اِسپر عملدرآمد بھی ہوگا یا نہیں۔ لیکن خدا کی مہربانی سے نا اُمید ہونا نہیں چاہیئے۔ اور ہمکو اُمید رکھنی چاہیئے کہ جس طرح اتفاق سے یہ رزولیشن پاس ہوگا اُسی طرح متفق ہوکر اُس کے عملدرآمد پر بھی کوشش کیجاوے گی ٭

۵۳

محمڈن ایجوکیشنل کانگریس مقام لاہور

۳۰۔ دسمبر ۱۸۹۸ء

اسپیچ بجواب

قصیدہ عربی پیش کردہ جناب مولوی عبدالمجید صاحب پلیڈر

جناب مولانا!

مَیں اِس قدر لیاقت نہیں رکھتا کہ آپ کے فاضلانہ عربی اشعار کی داد دوں۔ مجھے خوف ہے کہ کہیں تحسین ناشناس کا مضمون صادق نہ آوے۔ مجھے تعجب آتا ہے کہ ایسے ایسے بزرگ جیسے کہ آپ اب مُجھ ناچیز کی نسبت ایسا خیال رکھتے ہیں مجھے شبہ ہوتا ہے کہ جو کچھ ہے بیداری میں ہے یا خواب میں۔ بہرحال مجھ کو آپکی عنایت کا شُکر کرنا واجب ہے۔ مگر افسوس ہے۔ کہ اُس کے ادا کرنے کو بھی میرے پاس الفاظ نہیں ہیں۔

آپ مُجھ کو معاف کرینگے۔ اگر مَیں آپ کے اِس مصرع کی نسبت ع

وَلَوْ سَبَّتَكَ سُفَهَاءُ الرِّجَالِ

کچھ عرض کروں۔ جناب مولانا۔ جن کو آپ نے سُفہاء سے تعبیر کیا ہے درحقیقت مَیں اُن کو دل سے پیار کرتا ہوں۔ اور اُن کی دُشنام دہی کو پورا حصول مطلب سمجھتا ہوں۔ جب اِس کی وجہ آپ سُنیں گے۔ تو اُمید ہے کہ آپ بھی تسلیم کرینگے۔ آپ یقین کریں گے کہ جس طرح مَیں یورپئین سائنز و لٹریچر اپنی قوم میں اعلےٰ درجہ کی ترقی پر ہونے کی کوشش کرتا ہوں۔ اُس سے زیادہ میری کوشش اِس پر ہے کہ وہ اِسلام کو برحق سمجھیں۔ اور لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَ مُحَمَّدٌ الرَّسُوْلُ اللّٰہِ پر ثابت قدم رہیں

اِس مقصد کے لیئے میں نے کچھ لکھا اور کچھ کہا - اور کچھ کتابیں تصنیف کیں - اُن لوگوں نے جن کو آپ نے سُفہاء کہا ہے - یہ سمجھا - کہ میرا عقیدہ یا میرا قول اسلام کے برخلاف ہے - فرض کرو کہ اُن کا یہ خیال غلط ہو مگر اُنہوں نے جو مجھ کو بُرا کہا - اِس خیال سے کہا کہ مَیں اسلام کے برخلاف عقیدہ رکھتا ہوں - اور ایسا کرنا خود اِس بات کا ثبوت کافی ہے کہ وہ اِسلام پر قایم ہیں - اور اسلام سے محبت رکھتے ہیں - جو میرا عین مقصد ہے بس اُن کی دشنام ہی دینے سے میرا مقصد حاصل ہوتا ہے اور یہی سبب ہے کہ مَیں دشنام دہی سے خوش ہوتا ہوں - اور خدا کا شکر کرتا ہوں -

ع

بدم گُفتی و خورسندم عفاک اللہ نکو گُفتی
جوابِ تلخ می زیبد لبِ لعلِ شکر خارا

۵۴

تقریر بجواب ایڈریس جو مُسلمان طالب علمان پنجاب کی طرف سے ماہ دسمبر ۱۸۸۸ء میں اجلاس محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس کے موقع پر دیا گیا تھا

جناب صدر انجمن -

قبل اس کے کہ مَیں اپنے عزیز طالب علموں کی ایڈریس کا جواب دوں آپ مجھ کو اجازت دیں گے کہ میں اُن بزرگوں اور دوستوں سے معافی چاہوں جنہوں نے اِس موقع پر اپنی عنایت و محبّت سے متعدّد جلسوں اور انجمنوں کی جانب سے مجھ کو ایڈریسیں دینی چاہی تھیں - اور جن کے لیئے درحقیقت مَیں قابل نہ تھا اور اس لیئے مَیں نے نہایت ادب اور عاجزی سے چاہا کہ وہ مُجھے معاف رکھیں اور باوجود اِس کے طالب علموں کے ایڈریس سے میں نے انکار نہیں کیا ۔

مگر وہ بزرگ خیال فرما سکتے ہیں کہ میں اپنے عزیز طالب علموں کی ایڈریس لینے سے کس طرح انکار کر سکتا تھا - تمام طالب علم اور بالتخصیص مسلمان طالب علم گورے چٹّے ہوں یا کالے حبشی - پنجاب کے رہنے والے ہوں یا بنگال کے - مدراس کے ہوں یا بمبئی کے سب کو مَیں اپنا عزیز و لخت جگر سمجھتا ہوں - وُہی میرے خیالی باغ کے پودے ہیں اور میری اُمیدوں کے پھل - پس اُن سے زیادہ کون مجھ کو عزیز ہو سکتا ہے - تماشا یہ ہے کہ جیسا میں اُن کو عزیز سمجھتا ہوں ویسا ہی ادب اور عزت کی نگاہ سے اُن کو دیکھتا ہوں تو میرے دل میں تردد ہوتا ہے کہ مَیں اُن کو کس لفظ سے خطاب کروں - لیکن وہ کچھ ہی ہوں اور میں کچھ ہی ہوں عمر میں تو مَیں اُن سے بڑا ہوں اور مجھ کو اُن پر پیار بھی آتا ہے تو عمر و پیار دونوں کے اعتبار سے اگر طالب علموں کی نسبت کہوں کہ فرزند دلبند اور لختِ دل و پارہ جگر ہیں تو کچھ بیجا نہیں ہے پس جبکہ مجھ کو طالب علموں سے یہ نسبت ہے تو اَور صاحب معاف فرماویں گے کہ اُن کی ایڈریسوں سے میں نے معافی چاہی اور طالب علموں کی ایڈریس کو قبول کیا -

ع

دگر دگر بود آخر جگر جگر باشد

اے عزیز طالب علموں - آپ نے جو اپنی محبت سے یہ ایڈریس پیش کی اُس کا دل سے شکر ادا کرنا تو دوسری چیز ہے - مَیں آپ کو یقین دلانا چاہتا ہوں کہ میں کسی عزت کو جو دنیا میں ہوسکتی ہے بادشاہ سے یا شہنشاہ سے اُس عزت کے مقابلہ میں حقیر سمجھتا ہوں جو تم نے اپنی مہربانی سے آج مجھ کو بخشی ہے - تم خیال کرو کہ جو عزت بادشاہ یا شہنشاہ کی طرف سے کسی کو ملتی ہے وہ بمنزلہ جسمانی نمایش کے ہوتی ہے - اور جو عزت آج تم نے بخشی ہے وہ روحانی اور غیر فانی ہے - جو کچھ تم نے اپنی ایڈریس میں بیان کیا ہے اگر در حقیقت میں نے ایسا ہی کیا ہے جیسا کہ تم کہتے ہو تو اُس سے میرے دل کو فرحت اور میری رُوح کو روحانی عزت ہوتی ہے ٭

اے میرے عزیزو ! میری یہ آرزو ہے کہ میں اپنی قوم کے بچوں کو آسمان کے تاروں سے اُونچا اور سُورج کی طرح چمکتا دیکھوں - اُن کی روشنی اس نیلے نیلے گنبد کے اندر ایسی پھیلے کہ سورج اور چاند اور ستارے سب اُسکے آگے ماند ہوجاویں - خُدا سے اُمید ہے کہ ایسا ہی ہوگا - او خدا ایسا ہی کر - او خدا ایسا ہی کر - آمین ٭

اے میرے عزیزو - جبکہ تم نے ابھی ابھی اسی مقام پر میری زبان سے یہ بات سُنی کہ میری قوم کے بچے ایسے ہوں اور میری قوم کے بچے ویسے ہوں تو آپ سمجھے ہوں گے کہ میری قوم سے میری مراد کیا ہے - غالباً آپ اُس سے صرف سیّد تو نہ سمجھے ہوں گے بلکہ آپ ضرور سمجھے ہوں گے کہ میری مراد اُس سے کُل مُسلمان ہیں - پس تمکو یقین کرنا چاہیئے کہ اگر تم آسمان کے تارے ہو جاؤ اور ہماری قوم میں نہ رہو تو جو تعلق یا رشتہ میں نے جوڑا ہے وہ بالکل ٹوٹ جاتا ہے - دنیا میں کوئی ایسا نہیں ہے جو گناہ نکرتا ہو - سب لوگ اُس **شہنشاہ وحدہٗ لاشریک** کے آگے گنہگار ہیں - لیکن ایک وسیلہ ہے جس سے ہم نجات پاویں گے اور وُہی وسیلہ ایک رسّی ہے جس سے اگر ہم سب بندھے رہیں تو ایک قوم بھی ہوں گے - وہ کیا ہے - **خدا** اور خُدا کے رسُول **محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم** پر ایمان لانا اور فرائض کو ادا کرنا - پس میں چاہتا ہوں کہ تمام میرے بچے طالبعلم جو کالجوں میں پڑھتے ہیں اور جن کے لیئے میری آرزو ہے کہ وہ یورپ کے سائنس اور لٹریچر میں کامل ہوں اور تمام دنیا میں اعلےٰ شمار کیئے جاویں ان دو لفظوں **لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللّٰہِ** کو نہ بھولیں ٭

اے میرے دوستو - جو چیز اندرونی ہوتی ہے اُس کے لیئے کوئی نہ کوئی بیرونی نشانی بھی ہوتی ہے - کسی فوج میں کسی سپاہی کا داخل ہونا ایک اندرونی بات ہے مگر اُس کے لیئے

ایک خاص وردی کا معین ہونا جس سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ اُس فوج کا سپاہی ہے بیرونی نشانی ہے۔ اسیطرح مُسلمان ہونے کے لیئے خدا وخدا کے رسول (صلے اللہ علیہ وسلم) پردلی اعتقاد رکھنا جس کو خُداہی جانتا ہے اندرونی بات ہے مگر اُس کی ظاہری وردی ہمارے لیئے خدا کی عبادت کے لیئے پانچ وقت حاضری دینا ہے جس سے میری مُراد نماز پنجگانہ ہے۔ اے میرے دوستو اگر تم نماز چھوڑ دوگے تو مَیں افسوس سے کہتا ہوں کہ اُس وردی کو اُتار پھینکو گے اور خدا کی فوج میں یا ہماری قوم میں شامل نہ رہوگے۔ ہر ایک رجمنٹ ہر ایک پلٹن کا کچھ نہ کچھ نشان ہوتا ہے۔ کسی کے ہاتھ پر۔ کسی کی باہنہ پر۔ کسی کے کندھے پر۔ ہماری رجمنٹ یا خدائی پلٹن کا نشان ہمارے ماتھے پر ہے جبکہ وہ خدا کی عظمت کے آگے زمین پر ٹکا ہوا ہو (اسوقت اسپیکر نے نہایت دلی جوش سے اپنا ماتھا میز پر ٹیک دیا) پھر اُٹھایا اور کہا کہ اے دوستو تم یقین کرو کہ میں اہل سنّت وجماعت سے ہوں جو پانچ وقت میں پانچ نمازیں پڑھتے ہیں۔ لیکن اگر تمکو بشریت سے کاہلی و سُستی ہو یا پانچ وقت فرصت نہ مل سکنے کا عذر ہو تو میں نہایت دل سے اس بات سے بھی خوش ہوں گا کہ تم پانچ نمازوں کو بجائے پانچ وقت کے تین وقت ہی میں پڑھ لیا کرو۔ غرضکہ ہر حالت میں اور ہر صورت میں اپنی پلٹن کے اُس نشان کو جو ایک بہت بڑا نشان ہے کسی نہ کسی طرح پر لیئے رہو۔ اگر چھوڑ دوگے تو پلٹن سے الگ ہو جاؤ گے ؛

تمام اخلاق اور صفات انسانی کا مجموعہ اور تمام لب لباب خدا کی مخلوق کے پیدا ہونے کے مقصد کا ان پانچ حرفوں میں ہے جسکو ہم "اسلام" کہتے ہیں۔ جب اُس کی تفصیل پوچھو تو یقین کروگے کہ درحقیقت وہ انسان کی صفات اندرونی وبیرونی کے مجموعہ کا نام ہے پس ہمکو اُس نام کا ادب کرنا اور جہاں تک ہو سکے اپنے آپ کو اُس نام کا مصداق بنانا لازم ہے۔ مجھے نہایت افسوس اور رنج ہوتا ہے جبکہ میں یہ دیکھتا یا سُنتا ہوں کہ ہماری قوم کے بعض لڑکے (معاف کرنا میں خاص کسی کو مخاطب کر کے نہیں کہتا ہوں) جو انگریزی پڑھنا شروع کرتے ہیں اُس کا پُورا پُورا ادب نہیں کرتے۔ جو سوشیل اور اخلاقی صفات یورپین میں ہیں وہ ہی نہایت اعلےٰ درجہ کی ہیں اگر ہم صدیوں تک کوشش کریں تو شاید وہاں تک پہنچیں۔ مگر افسوس یہ ہے کہ ہمارے نوجوان اُن کی خوبیوں کا تو دھیان تک نہیں کرتے اور اُن میں جو عیب ہیں اُن کو اختیار کر لیتے ہیں۔ اور اگر اُن کی کوئی اچھی بات بھی اختیار کرتے ہیں تو ایسی بُری طرح پر کہ وہ خوبی بھی عیب ہو جاتی ہے ؛

ع

ہرچہ گیرد علتی علت شود

چنانچہ انہوں نے نوابی کا ایک لفظ سیکھ لیا ہے۔ یہ لفظ تو انہوں نے کان میں ڈال لیا مگر اس کی خوبی کو نہیں سمجھا۔ اس سبب سے نہایت بدطریقہ میں اس کا استعمال کیا بزرگوں سے بے پروائی سے پیش آنے لگے۔ ماں باپ کا ادب جیسا چاہیئے اسقدر بجا لانا چھوڑ دیا۔ اپنے سے عمر میں جو بڑا ہے اس کا اور اپنے بزرگوں کے دوستوں کا لحاظ ترک کردیا۔ یہ سب باتیں نہایت نکمی اور بیہودہ ہیں اور جس قومی ترقی کا میں خواہشمند ہوں اسکو روکنے والی اور برباد کرنے والی ہیں۔ پس میں اپنی قوم کے بچوں سے التجا کرتا ہوں کہ جس قدر وہ یورپین سیویلیزیشن میں ترقی کرتے جاویں اسیقدر اخلاق حمیدہ اور بزرگوں کے ادب میں بھی ترقی کریں ❊

جو لڑکے ولایت گئے ہیں ان میں سے بھی بعض کے اخلاق کی نسبت میں نے کسیقدر شکایت سنی ہے اگرچہ میں نے خود کسی کو اس قسم کا نہیں دیکھا ہے لیکن اگر کوئی ایسا ہو تو یہ خود اس کی بدنامی کی بات ہے اور اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اس کو ولایت میں اعلے درجہ کی سوسائٹی میں ملنا نصیب نہیں ہوا۔ جس طرح ہمارے ملک کے ادنے درجہ کے ناتربیت یافتہ چپراسی وغیرہ ہیں اور ان کی سوسائٹی اور اخلاق ہم سے مختلف ہے اسیطرح ولایت میں ادنے درجہ کے لوگ ہیں اور ان کی سوسائٹی اور اخلاق سے اور ولایت کے جنٹلمینوں کی سوسائٹی و اخلاق سے زمین و آسمان کا فرق ہے۔ پس وہاں جاکر عمدہ اخلاق کو حاصل نکرنا ایک بڑی بدنامی کا باعث ہے کیونکہ ہر شخص جو یورپ کے حال سے واقف ہے ان کو دیکھکر کہیگا کہ ان کو اعلے درجہ کی سوسائٹی نصیب نہیں ہوئی اور نہایت ادنے درجہ اور نالائق لوگوں کی سوسائٹی میں رہے ہیں ❊

اس بات کو بھی جانے دو اور فرض کرو کہ کسی کو کسی سبب سے ولایت میں اعلی درجہ کی سوسائٹی نصیب نہیں ہوئی تو اپنے باپ دادا کے اخلاق کو کیوں بھول جاوے۔ کیا تم اپنے خاندان کی نقلوں اور اپنے مذہب کی روایتوں سے نہیں سنتے آئے ہو کہ تمہارے خاندانوں میں اور تمہارے مذہب میں ماں باپ کی تعظیم اور ان کے ادب کی جو اپنے سے عمر میں بڑا ہو اس کے ادب کی کس قدر تاکید آئی ہے۔ جو طریقہ تمہارے باپ دادا کا تھا وہ کیسا عمدہ اور پیروی کے لائق تھا۔ استادوں کے ادب کی ایسی نقلیں ہمارے ہاں چلی آتی ہیں کہ شاید کسی قوم میں نہوں گی۔ اسی طرح دوستوں کے ساتھ دوستی کے برتاؤ کی بے نظیر مثالیں ہیں۔ میں انگریزی نہیں جانتا مجھ کو معلوم نہیں کہ انگریزی کتابوں میں چھوٹے چھوٹے حرفوں میں کیا لکھا ہے مگر تم اپنی کتابوں کو دیکھو۔ کتاب الصدق

کتاب الادب وغیرہ کو پڑھو اور دیکھو کہ وہ کیسا عمدہ اخلاق سکھاتی ہیں۔ باوجودیکہ میں یورپ سویلیزیشن کی نہایت عزت اور اُس کا نہایت ادب کرتا ہوں مگر جس وقت تم اپنے باپ دادا کی کتابوں کو پڑھکر اُسپر عمل کرو گے تو یورپ سے زیادہ سویلائیزڈ ہو جاؤگے ✤

آپ نے اپنے ایڈریس میں کہا ہے کہ مسلمانوں کو یورپین سینسز اور لٹریچر سیکھنے میں تعصب تھا۔ میں بھی تمہارے ہم زبان ہوں مگر "تعصب" کے لفظ کے کہنے سے میرا دل دُکھتا ہے حماقت کہو تو خیر۔ ہم تو اُس قوم میں سے ہیں جس نے بغیر کسی تعصب کے اور بغیر کسی بیہودہ خیال کے وہ علوم یونان کے حاصل کیئے جو اُس زمانہ میں نہایت اعلےٰ درجہ کی ترقی پر تھے۔ ہم نے ایک یونانی سے جو بجائے ایک خدا کے تین خدا مانتا تھا اور بجائے خدا کے صلیب کو سجدہ کرتا تھا علم سیکھنے میں کچھ تعصب نہیں کیا۔ ہمنے ایک یہودی سے جو مثل ہمارے ایک خدا کو اور اُن بزرگوں کو مانتا تھا جن کو ہم بھی پیغمبر مانتے ہیں مگر ہمارے جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کو بلکہ ایک درجہ بڑھکر ایک اَور پیغمبر کو نہیں مانتا تھا علم سیکھا اور کچھ تعصب نہیں کیا۔ اُس دو پیغمبروں کے دشمن کے آگے ہی ہاتھ پھیلایا اور اُس سے بھی کہا کہ جو کچھ تیرے پاس ہے ہمکو دے۔ اس سے ثابت ہے کہ ہمارے بزرگوں نے کوئی مذہبی تعصب غیر قوموں سے علم سیکھنے میں نہیں کیا۔ ہم نے اُن سے بہت تھوڑا لیا اور اُسکو اِسقدر بڑھایا اور پھیلایا کہ پہلے وہ صرف بیج تھا مگر عالی شان اور سایہ دار درخت ہو گیا۔ پھر اُس سے خود ہم نے فائدہ نہیں اُٹھایا بلکہ جس طرح ہمنے بے تعصبی اور کشادہ دلی سے اُس کو لیا اُسیطرح بے تعصبی اور فیاضی دریا دلی سے جس نے مانگا اُسکو دیا اور دنیا کے ایک بڑے حصّہ کو اپنا ممنون کیا۔ یورپ میں کن لوگوں کے علوم کی کہانیاں تھیں۔ انہیں ڈوبتی ہوئی قوم مسلمانوں کے علم کی۔ وہ مدرسے کس قوم کے تھے جن میں یورپ کے طالب علموں کو داخل ہونے سے فخر تھا اور جب وہ اپنے مُلک میں واپس آتے تھے تو ملک فخر کرتا تھا۔ اسی ڈوبتی ہوئی قوم مسلمانوں کی۔ غرضکہ ہمنے نہ علم لینے میں تعصب کیا اور نہ دینے میں۔ اب زمانے نے پلٹا کھایا ہے۔ خدا نے انگریزوں کو ہمپر حکومت دی ہے۔ علم کے خزانوں کی کُنجی پھرتی پھراتی اُن کے ہاتھ پڑی ہے پس اب تمکو نہایت احسانمندی سے علوم وفنون کو اُن سے لینا چاہیئے اگر احسانمندی سے نہیں لینا چاہتے تو اپنے باپ دادا کا قرضہ ہی وصول کرو۔ اگر ہمنے آج تک نہیں کیا تو حماقت ثابت ہوتی ہے۔ نہ تعصب ✤

مگر میں اس حماقت کو بھی کسی قدر خفیف کرنا چاہتا ہوں۔ تم خیال کرو کہ مسلمانوں نے

کہاں تک علوم میں ترقی کی تھی وہ سمجھتے تھے کہ ہم ایسے بلند اور اعلےٰ درجہ پر پہونچ گئے ہیں
کہ وہاں تک کوئی نہیں پہونچا۔ وہ سمجھتے تھے کہ ہم عرش سے بھی اوپر چڑھے ہوئے ہیں اور
اُس زمانہ میں امر واقع بھی یہی تھا۔ وہی موروثی خیال ہم تک چلا آیا۔ ہم نے اپنی نالائقی پر
تو خیال نہ کیا مگر اُس خیال کو نہ چھوڑا۔ اَور قوموں نے جو اُن علوم میں جدید ترقیاں کی
تھیں اُن کو ہم نے بن دیکھے حقارت سے دیکھا۔ جس طرح کہ ہمنے اُس بیج کو جو غیر قوموں سے
لیا تھا اعلےٰ درجہ کا درخت بنایا تھا۔ اسیطرح اَور قوموں نے اُس درخت کو تراش خراش کر
اور طرح بطرح کے گُل پھول لگا کر خوبصورت بنایا تھا مگر ہمنے اُس کو آنکھ اُٹھا کر نہ دیکھا یہ
ایک قدرتی بات ہے کہ جو شخص بہت بڑا ہوتا ہے دوسرے کو مشکل سے بڑا سمجھتا ہے
اس غفلت کا بڑا سبب یہی تھا پوری حماقت نہ تھی بلکہ ایک قدرتی امر تھا جو پیش آیا مگر
خدا کا شکر ہے کہ اب پردہ اُٹھتا جاتا ہے۔ حالات بدلتے جاتے ہیں۔ زمانہ خود نصیحت دیتا
ہے۔ اُس نے خوب کوڑے مارے ہیں۔ وہ کہتا ہے چلو اَب بیٹھنے کی جگہ نہیں
ہے۔ شاید دو تین چابکوں کی اَور حاجت ہے وہ لگے اور یہ چلے۔ خدا ایسا ہی کرے*

آپ نے مجھ کو یہ عزت دی ہے کہ میں نے اُردو زبان میں ہی کچھ بہتری کی ہے
شاید یہ خیال صحیح ہو مگر جس وقت میری آنکھوں کے سامنے **مولوی نذیر احمد صاحب**
جیسے فصیح و بلیغ بیٹھے ہوں اُدھر **مولوی محمد حسین آزاد** لاہور میں موجود ہوں۔ اِدھر
مولانا حالی میری بغل میں بیٹھے ہوں اور پھر میرے دوست جن کے طنیچے ابھی آپنے
سُنے ہیں (**منشی احمد علی شوق**) یہاں موجود ہوں اور پھر **منشی امیر احمد صاحب**
کی شُہرت جو سُننے میں آتی ہے گو مَیں نے اُن کو دیکھا نہیں تو اس بات کے سننے سے
کہ میں نے اُردو کی کچھ خدمت کی ہے نہایت ندامت ہوتی ہے۔ ایک ہی دن گذرا
ہے کہ آپ نے ہمارے دِلّی کے فخر **مولوی نذیر احمد صاحب** کا اُردو لکچر سُنا ہے
شاید کوئی شخص ایسا ہو کہ ایسا فصیح لکچر دے جس میں اُردو کی فصاحت اور مولویانہ پن دونوں
اضداد جمع ہوں۔ یہ دلّی کے روڑے ہیں شاعر نہیں مگر چند اُردو کے اشعار جو اُنہوں
نے پڑھے آپ نے سُنے کہ کس فصاحت کے تھے۔ **مولانا حالی کا مسدّس**
سب صاحبوں نے سُنا ہوگا۔ قوم کا ایک مرثیہ ہے جو زبان سے نکلتا ہے اور دل میں بیٹھتا
ہے۔ یہ سب لوگ آفتاب ہیں جنھوں نے زبان کی درستی پر توجّہ کی ہے۔ میں تو ان
لوگوں کا جھوٹا کھانے والا اور خوشہ چین ہوں اور اس سے زیادہ اَور کچھ نہیں*

اے میرے دوستو۔ آپنے اپنی ایڈریس میں **محمڈن ایجوکیشنل کانگریس** کا ذکر

کیا ہے۔ آپ کا ذکر کرنا نہایت موقع پر ہے۔ مجھے نہایت خوشی ہے کہ یہ تیسری کانگریس جو لاہور میں ہے کس خوبی اور عمدگی سے انجام ہو رہی ہے۔ بلاشبہ نہایت خوشی کی بات ہے۔ اُس کے مفید ہونے میں جیسی کہ اُمید ظاہر کیگئی ہے اور دعا مانگی گئی ہے اُس کے ساتھ میں بھی شریک ہوں اور خدا سے چاہتا ہوں کہ جو تم نے خواہش کی ہے اُس سے بہت زیادہ اس مجمع کی برکت سے تمہاری قوم کو برکت ہو۔ مگر میں اصل بات کو چھپانا نہیں چاہتا یہ تیسرا جلسہ ہے۔ میں ان جلسوں کی نسبت دو امر خیال کرتا ہوں۔ پہلا امر شاید ایک جزوی ہے یا شاید جزوی نہ ہو بلکہ نہایت مقدم و معظم ہو کہ ہر سال مسلمانوں کا جو یہ جلسہ ہوتا ہے جس میں نہ ناچ ہے نہ رنگ نہ کوئی اور تماشہ بجز ایک ذکر تعلیم کے اور اُسمیں اسقدر مسلمان جمع ہو جاتے ہیں اور نہایت دلچسپی سے تعلیم کا ذکر سُنتے ہیں اور تعلیم ہی کا ذکر کرتے ہیں اگر یہ جلسے ایسے ہی ہوتے رہے تو ضرور ایک تحریک تعلیم کی اور قوم کی تعلیم کا خیال اور تعلیم کا لفظ کان میں پڑتے پڑتے دل تک پہونچ جاوے گا۔ اس فایدہ کو تو میں تسلیم کرتا ہوں اور قبول کرتا ہوں کہ ضرور ہو جاوے گا۔

لیکن میرے دوستو۔ زبانی باتیں کرنا اور زبانی باتیں بنانا میری رائے میں شیخ چلّی کے خیالات سے زیادہ وقعت نہیں رکھتا۔ دلی جوش سے اسپیچیں ہوتی ہیں کہ شاید کچھ تحریک پیدا کریں مگر بجز اسکے کہ ایک شاعرانہ بحث کیجاتی ہے اور کچھ نتیجہ نہیں ہوتا۔ ایک نے غزل پڑھی دوسرے نے واہ واہ کی تیسرے نے کچھ چلتی کہی۔ ہر ایک نے اپنا دل خوش کر لیا پھر کچھ نہیں۔ کانگریس میں جس امر کو سب نے پسند کیا تھا سب نے اُس پر اتفاق کیا تھا۔ بہت زور شور سے اسپیچیں کی تھیں دلی درد بیان کیا تھا جب متفرق ہوئے اور چلے گئے اور چڑیوں کی طرح اُڑ گئے پھر نہ وہ خیال ہے نہ وہ درد اور نہ وہ صدا اُسپر عمل تو درکنار۔ اب یہ تیسرا جلسہ لاہور میں ہے۔ لاہور کے دوست بہادر بھی ہیں دل چلے بھی ہیں۔ اشراف خاندانوں کے نشان بھی ہیں۔ اپنی قوم پر دباؤ بھی رکھتے ہیں۔ مجھ کو اُمید ہے کہ لاہور کے لوگ ایسا کرینگے جس سے اس کانگریس کو اصلی نتیجوں سے مایوسی ہو۔ پاس شدہ رزولیوشنوں کو عمل میں لانا اور اُن کے عملدرآمد پر کوشش کرنا اصلی مقصد کانگریس کا ہے۔ جب یہ ہوگا اُس وقت توقع بندھ سکتی ہے اور خدا سے توقع ہو سکتی ہے ورنہ خدا سے خالی دُعا ہی دُعا ہے۔

آپ نے اپنی ایڈریس میں ایک بات نہایت ٹھیک لکھی ہے میرے نزدیک نہ صرف پنجاب بلکہ شمال مغرب اور اودھ کے لوگوں کو بھی کرنیل ھالرائیڈ صاحب کا

دِل سے شکر گزار رہنا چاہیئے۔ جہاں تک کہ ہو سکا میں نے کلکتہ مدراس بمبئی یونی ورسٹیوں کی کتابوں کو جو اُنہوں نے اسکولوں میں جاری کی ہیں دیکھا ہے۔ مگر پنجاب کے سرشتۂ تعلیم سے جو کتابیں ترجمہ ہوئیں یا اُردو زبان میں لکھی گئیں وہ بلحاظ مطالب کے ایسی عمدہ و بلحاظ زبان کے ایسی شُستہ ہیں کہ اپنا نظیر نہیں رکھتیں اور عام تعلیم کی لاثانی ہیں اور اِن سب باتوں کے کرنیل ہالرائیڈ شکرگزاری کے مستحق ہیں۔ اُنہیں کی بدولت اور اُنہیں کی کوشش سے مُلک میں یہ مفید کتابیں پیدا ہو گئی ہیں مگر میں فخر سے کہوں گا کہ یہ کام اُنہیں دلی والوں کا ہے جو اُن کے پاس موجود ہیں۔ بہرحال وہ کوئی ہوں تلوار ایک اناڑی کے ہاتھ میں کچھ کام نہیں کرتی۔ مگر وہ تلوار کرنیل ہالرائیڈ کے ہاتھ میں تھی۔ تلوار بھی عُمدہ تھی۔ اور اُنہوں نے نہایت عُمدگی سے اُس سے کام لیا اور جتنی کتابیں پنجاب کے سرشتۂ تعلیم سے نکلی ہیں ہر ایک کی نہایت عزت و قدر کرتا ہوں۔

اے عزیزو۔ یہ جو کچھ میں نے بیان کیا ایک درد دل کی کہانی ہے یا تمہاری مہربانی کی شکرگزاری۔ اور یہ دونوں چیزیں ایسی لنبی ہیں کہ شاعروں کی درازیٔ زُلفِ معشوق کو بھی مات کرتی ہیں لیکن ہمکو ابھی اَور کچھ کام کرنا باقی ہے اس لیئے مَیں بس کرتا ہوں کیونکہ اگر معشوق کی دراز زلفوں کو کاٹ دو اور صرف کانوں ہی تک رہنے دو وہ بھی ایک عجیب لطف دکھاتی ہیں میں ایڈریس کا شکریہ ادا کر کے اخیر کو دو نصیحتیں کرتا ہوں۔ اپنے بزرگوں کا ادب اور اپنے خدا کا تمغہ (نماز پنجگانہ) جہاں تک ہو سکے نہ چھوڑو۔

میرے دل میں ایک اَور بات پھر رہی ہے۔ یہ مت سمجھو کہ مَیں کسی کے ساتھ بدگمانی کر کے کہتا ہوں مگر دل میں جو ہے اُسکو بتلانا چاہتا ہوں۔ مجھے افسوس ہے کہ لوگوں میں شراب خواری نہایت ہی بڑھتی جاتی ہے کہ جس کو ہمارے خدا اور رسول نے اُمّ الخبائث کہا ہے مُسلمانوں میں بھی اُس کا رواج ہوتا جاتا ہے۔ لیکن اے میرے لخت جگرو لوگ سمجھتے ہیں کہ انگریزی تعلیم کا یہ اثر ہے۔ تم اس سے بہت خبردار رہنا اور اسبات کے کہلانے کا باعث نہ ہونا کہ انگریزی تعلیم اور شراب خواری دونوں ساتھ ساتھ چلتی ہیں قطع نظر اَور خرابیوں کے جو اُمّ الخبائث سے پیدا ہو سکتی ہے قوم کی تعلیم کے لیئے جس میں ہم اور تم سب کوشش کر رہے ہیں نہایت سدراہ ہوگی۔ تم سب مسلمان طالب علموں کو ایک بہت زبردست کمیٹی بنانی چاہیئے اور نہایت کوشش سے نگراں رہنا چاہیئے کہ تمہارے جرگے کا کوئی شخص ایسا تو نہیں کرتا اس میں دین و دنیا دونوں میں بھلا ہو گا۔ اب مَیں آپکی مہربانیوں کا دوبارہ شکر ادا کرتا ہوں اور تمکو دونوں جہان کی برکتیں ملنے کی خدا سے دُعا کرتا ہوں۔ خدا قبول کرے۔ آمین (چیئرز نہایت زور سے) فقط

۵۵

هوالمستعان

لیکچر

آنریبل سید احمد خاں بہادر۔ ایل ایل ڈی۔ کے سی۔
ایس آئی۔ کا

مدرسۃ العلوم علیگڈھ کے

تاریخانہ حالات اور جدید واقعات

پر

متعلق اجلاس چہارم

محمڈن ایجوکیشنل کانگریس منعقدۂ مقام علیگڈھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جناب صدر انجمن —

اس میں کچھ شک نہیں ہے کہ مدرستہ العلوم علیگڈھ جس کے سب سے بڑے ہال (مگر افسوس ہے کہ ناتمام) میں آپ اجلاس فرما رہے ہیں ایک بہت بڑا انسٹیٹیوشن ہے جو قوم کی تعلیم کے لیئے قایم ہوا ہے۔ اور اسی سبب سے اسکو ہماری محمڈن ایجوکیشنل کانگریس سے بہت کچھ تعلق ہے۔ پس نہایت مناسب ہے کہ میں اس انسٹیٹیوشن کے تاریخانہ حالات اور جدید واقعات سے اپنی قوم کے اسقدر بزرگوں کو جو اس ہال میں جمع ہیں اطلاع دوں۔ میرا لکچر اس غرض سے نہو گا کہ سننے والوں کے دل میں کسی امر کا جوش پیدا کروں یا

اپنے زعم میں اپنے آپ کو ایک بڑا اسپیکر فرض کر کے فصاحت و بلاغت کی داد چاہوں بلکہ میرا مطلب نہایت صاف لفظوں میں کالج کی حالت سے قوم کو اطلاع دینا ہے۔

مگر ایک عبرت خیز واقعہ کو جس نے ایک شخص کے دل کو دین و دنیا دونوں سے مستغنی کر کے قوم کی محبت و ہمدردی میں محو کر دیا اور درحقیقت وہی واقعہ اس کالج کے فونڈیشن کا پہلا پتھر ہے۔ میں اپنے دل سے بھلا نہیں سکتا۔ اور گو میں اس کو کبھی ظاہر کرنا نہیں چاہتا تھا مگر اب ظاہر کئے بغیر نہیں رہ سکتا۔

کمبخت زمانہ غدر ۱۸۵۷ء کا ابھی لوگوں کی یاد سے بھولا نہیں ہے۔ اس زمانہ میں میں بجنور میں تھا۔ جو مصیبت کہ وہاں کے موجودہ حکام انگریزی اور عیسائیوں کے زن و مرد اور بچوں پر پڑی۔ صرف اس خیال سے کہ انسانیت سے بعید ہے کہ ہم مصیبت کے وقت اُن کا ساتھ نہ دیں میں نے اُن کا ساتھ دیا۔ غدر میں جو حال انگریزوں اور بچوں اور عورتوں پر گذرا اور جو حال ہماری قوم کا ہوا اور نامی نامی خاندان برباد و تباہ ہو گئے اِن دونوں واقعات کا ذکر بھی دل کو شق کر دینے والا ہے۔ غدر کے بعد مجھ کو نہ اپنا گھر لٹنے کا رنج تھا نہ مال و اسباب کے تلف ہونے کا۔ جو کچھ رنج تھا اپنی قوم کی بربادی کا اور ہندوستانیوں کے ہاتھ سے جو کچھ انگریزوں پر گذرا اُس کا رنج تھا۔ جب ہمارے دوست مرحوم مسٹر شکسپیر نے جن کی مصیبتوں میں ہم اور ہماری مصیبتوں میں وہ شریک تھے بعوض اُس وفاداری کے تعلقہ جہان آباد جو سادات کے ایک نہایت نامی خاندان کی ملکیت تھا اور لاکھ روپیہ سے زیادہ کی مالیت کا تھا مجھ کو دینا چاہا تو میرے دل کو نہایت صدمہ پہنچا۔ میں نے اپنے دل میں کہا کہ مجھ سے زیادہ کوئی نالایق دنیا میں نہ ہوگا کہ قوم پر تو یہ بربادی ہو اور میں اُن کی جائداد لیکر تعلقہ دار بنوں۔ میں نے اُس کے لینے سے انکار کیا اور کہا کہ میرا ارادہ ہندوستان میں رہنے کا نہیں ہے اور درحقیقت یہ بالکل سچ بات تھی۔ میں اُس وقت ہرگز نہیں سمجھتا تھا کہ قوم پھر پنپے گی اور کچھ عزت پائیگی اور جو حال اُس وقت قوم کا تھا وہ مجھ سے دیکھا نہیں جاتا تھا۔

چند روز میں اسی خیال اور اسی غم میں رہا۔ آپ یقین کیجئے کہ اس غم نے مجھے بڈھا کر دیا اور میرے بال سفید کر دیئے۔ جب میں مرادآباد میں آیا جو ایک بڑا غمکدہ بربادی ہماری قوم کے رئیسوں کا تھا اُس غم کو کسی قدر ترقی ہوئی۔ مگر اُس وقت یہ خیال پیدا ہوا کہ نہایت نامردی اور بے مروتی کی بات ہے کہ اپنی قوم کو اس تباہی کی حالت میں چھوڑ کر میں خود کسی گوشہ عافیت میں جا بیٹھوں۔ نہیں اُس کے ساتھ مصیبت میں رہنا چاہیئے اور جو مصیبت پڑی

ہے اُسکے دُور کرنے میں ہمت باندھنی قومی فرض ہے - میں نے ارادہ ہجرت موقوف اور قومی ہمدردی کو پسند کیا - میں نے پسند نہیں کیا مگر میں نہیں جانتا کہ کس نے پسند کیا اور کس نے آمادہ کیا - ہنوز سیاست ہائے ایام غدر جاری تھیں کہ میں نے ایک رسالہ قوم کی بے گناہی کا لکھا جو کاز آف انڈین ریولٹ کے نام سے موسوم ہے - میں بیان کرنا نہیں چاہتا کہ وہ کیا وقت تھا اور میرے دوست کیا یقین کرتے تھے کہ اُس جوش قومی ہمدردی سے جس کو میں خود دیوانہ پن کہہ سکتا ہوں مجھپر کیا گذرنے والا تھا - یہ میرا پہلا سبق قومی ہمدردی کا تھا میرے غمخوار مجھ کو اُس سے مانع آتے تھے اور میرا دل اُن سے یہ کہتا تھا ؎

حریف کاوش مژگان خوں ریزم نۂ ناصح
بدست آور رگ جانی ونشتر را تماشا کن

اُسی زمانہ میں میں نے چند رسالے لکھے اور مشتہر کیئے جو لائل محمڈنز آف انڈیا کے نام سے مشہور ہیں مگر میں نے غور کیا کہ یہ سب فروعی باتیں ہیں اصلی سبب سوچنا چاہیئے کہ قوم پر یہ مصیبت کیوں پڑی اور کیونکر دُور ہو سکتی ہے - اُس کا یہ جواب ملا کہ قوم میں تعلیم و تربیت نہیں تھی اور انگریزوں سے جن کو خدا نے ہمپر مسلط کیا ہے میل جول و راتحاد نہ تھا اور باہم اُن دونوں میں مذہبی اور رسمی منافرت بلکہ بمثل آب زیرہ کاہ عداوت کا ہونا تھا میں نے یقین کیا کہ اگر یہ دونوں باتیں نہ ہوتیں تو یا غدر واقع نہ ہوتا اگر ہوتا تو جو سخت مصیبت گورنمنٹ پر شک پر - ہماری قوم پر واقع ہوئی اسقدر نہ ہوتی ؎

پھر میں نے اپنے دل سے پوچھا کہ قوم کو اِس زمانہ کی ضرورت کے موافق تعلیم دینا اور یورپ کے علوم کا اُن میں جاری کرنا آیا درحقیقت اسلام کے برخلاف ہے - مجھے جواب ملا کہ نہیں - پھر میں نے سوچا کہ انگریزوں سے جو ہمارے حاکم ہیں اور عموماً عیسائیوں سے سچی دوستی اور بے ریا اتحاد اور دل کھول کر دوستانہ میل جول اور دوستانہ معاشرت اور آپس میں ایک دوسرے کی ہمدردی - کیا اسلام کے برخلاف ہے - جواب ملا کہ نہیں بس انہیں دونوں اصولوں کو میں نے اختیار کیا اور انہیں اصولوں پر جن کو میں کبھی نہیں چھوڑنے کا قومی بھلائی پر کمر باندھی - جبکہ میں نے قومی بہتری کے وہ دو اُصول مستحکم طور پر قایم کر لیئے ایک تعلیم دوسرا انگریزوں سے اصلی اتحاد و دوستی - تو اوّل ۱۸۵۸ء میں میں نے ایک اسکول مرادآباد میں قایم کیا جہاں اُس زمانہ میں کسی قسم کے اسکول کا وجود نہ تھا - مگر سر جان اسٹریچی کی مہربانی سے وہاں ایک اُردو انگریزی اسکول قایم ہوا اور دونوں کو ملا دیا گیا ؎

پھر میں غازی پور گیا جہاں میں نے ایک اسکول قایم کرنے کی بنیاد ڈالی جس میں اُردو
انگریزی عربی فارسی پڑھایا جاوے اُسکا فونڈیشن اسٹون میرے دوست مرحوم راجہ سر دیو
نراین سنگھ بہادر و جناب مولانا محمد فصیح رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ سے رکھوایا گیا وہ اسکول نہایت
کامیابی سے چلتا ہے اور وکٹوریا اسکول کے نام سے موسوم ہے *

اس زمانہ میں میرے خیالات یہ تھے کہ بذریعہ ترجمہ کتابوں کے جو اُردو زبان میں ہوں اپنی
قوم کو اعلے درجہ کے یورپین علوم و فنون سے بہرہ یاب کرسکتا ہوں اسپر کوشش کی اور
سنہ ۱۸۶۴ء میں سائنٹفک سوسائٹی قایم کی جس کی عالیشان عمارت اسی علیگڈھ میں آپ
دیکھتے ہیں بہت سی کتابیں اسکی اردو میں ترجمہ ہوا اور اس کا ایک اخبار اب تک اسی نام سے
جاری ہے میں اس بات سے انکار نہیں کرتا کہ اردو زبان میں کتابوں کا ترجمہ ہونا
بیشک ملک کے لیئے مفید ہے مگر مجھ کو یقین ہوگیا کہ اعلے درجہ کی تعلیم و تربیت جیسی کہ
ضرورت قوم کی ہے اور سوشیل حالت کی ترقی اور رعایا و حکام کا میل جول جو میرے اصلی دلی
منشا سے ہے بغیر انگریزی پڑھنے اور یورپین سینس و لٹریچر میں اعلے درجہ تک ترقی کیئے ناممکن
ہے میں ہر ایک بات سوچتا تھا اور نہیں سمجھتا تھا کہ کیا کروں *

اسی زمانہ میں گورنمنٹ نے اضلاع شمال و مغرب کے طالب علموں میں سے ایک مجموعہ
کو لنڈن میں جاکر تعلیم پانے کو منتخب کیا جسکے لیئے سب سے اول سر جان اسٹریچی اور ان کے
بعد سر ولیم میور اور لارڈ لارنس مرحوم کا ممنون ہوں مجھے موقع ملا کہ میں بھی لنڈن جاؤں
اور تعلیم و تربیت کے اُن طریقوں سے واقف ہوں جن طریقوں سے انگلش قوم نے ایسے
اعلے درجہ کی ترقی پائی ہے میں وہاں گیا اور وہاں رہا اور جو دیکھا جو دیکھا اور جو سوچا وہ یہ تھا
کہ اپنی قوم کو دین و دنیا دونوں کے اعتبار سے ایسے پست و تاریک گڑھے میں گرا ہوا پایا
جس سے نکلنا نہایت مشکل ہوتا تھا اور میں نے سمجھا ایسے ہی بعض ملکوں کی نسبت تجربہ ان
کے مخالف ہوتا ہے مگر میں نے ہمت نہیں ہاری اور جب تک زندہ ہوں نہ ہاروں گا *

لنڈن ہی میں بیٹھے اس مدرسہ کے قایم کرنے کی اور تعلیم کی تمام تجویزوں کو تیار کیا
یہاں تک کہ جس نقشہ پر آپ اس کالج کی عمارتوں کو بنا ہوا دیکھتے ہیں وہ بھی لنڈن ہی میں
تیار ہو چکا تھا میں نہیں بیان کرسکتا کہ میں انگریزی سے ناواقف تھا میں سید محمود کا نہایت شکر گذار
ہوں کہ تمام واقفیت اور اطلاعیں جو مجھ کو حاصل ہوئیں اس میں سید محمود نے میری بہت
بڑی مدد کی مجھ کو اس بات کے اقرار کرنے سے نہایت خوشی ہے کہ اگر اُن کی مدد نہ ہوتی
تو جس قصد سے میں لنڈن گیا تھا میرا جانا فضول تھا *

مدرسہ کے بورڈنگ ہوس کی اور تعلیم کے طریقے کی جسپر اسوقت مدرسہ چل رہا ہے اور جسپر آیندہ چلیگا اُن کی نسبت یہ کہنا کہ میں اُن کا تجویز کرنے والا اور قرار دینے والا تھا ایک نا انصافی ہوگی بلکہ صاف صاف کہنا چاہیئے کہ اسکا بہت بڑا حصہ سید محمود کا تجویز کیا ہوا تھا جو اُنہوں نے اپنی واقفیت اور اپنے نہایت لایق دوستوں سے صلاح و گفتگو کرنے کے بعد قرار دیا تھا۔ سید محمود کا خیال تھا کہ کالج ایسا اعلےٰ درجہ کا قایم ہو جس میں تمام یورپین علوم و فنون مع اُن ایشیائی علوم کے جو ہمارے بزرگوں کے لیئے مایۂ فخر تھے اعلےٰ درجہ پر تعلیم ہوسکیں اور وہ کالج محمڈن یونی ورسٹی کے نام سے موسوم ہو۔ اُن کا خیال ہے کہ عربی فارسی لٹریچر مسلمانوں کا قومی تمغا ہے اسکو ہرگز چھوڑنا نہیں چاہیئے۔ اور ہی اِنٹل ڈپارٹمنٹ جو صرف اُنہیں کی تجویز سے مدرسہ میں قایم ہوا تھا اُس کے ٹوٹ جانے کا اُن کو نہایت افسوس ہے ہمیشہ وہ اس کا الزام مجھپر دیتے ہیں کہ میں نے اُن کی سرپرستی نہیں کی مگر اُن کا یہ خیال غلط ہے۔ ملک کی حالت ایسی ہے کہ وہ چل نہیں سکا اُن کا مصمم ارادہ ہے کہ وہ خود کسی وقت اُس کو قایم کرینگے خدا کرے کہ اُس میں اُن کو کامیابی ہو ؛

غرضکہ ان تجویزوں کو مکمل کر کے میں نے لنڈن سے واپس آنے کا ارادہ کیا اور لنڈن ہی میں اس کام کے جو نہایت اہم تھا شروع کرنے کے تین طریقے قرار دیئے ؛

اوّل ایک ایسی تدبیر اختیار کیجاوے جس سے عموماً خیالات تعصب جو مسلمانوں کے دلوں میں بیٹھے ہوئے ہیں اور یورپین سینسز و لٹریچر کا پڑھنا کفر اور مذہب اسلام کے برخلاف سمجھتے ہیں دور ہوں ؛

دوم ۔ خود مسلمانوں سے پوچھا جاوے کہ وہ یورپین سینسز اور لٹریچر کو کیوں نہیں پڑھتے اور اُس میں اُن کو کیا اندیشہ ہے ؛

سوم ۔ کالج کے لیئے چندہ شروع کیا جاوے اور جس وقت موقع ہو علیگڈھ میں کالج قایم کیا جاوے ۔ لنڈن ہی میں علیگڈھ کا مقام قرار پا چکا تھا ؛

ہندوستان میں پہونچکر تجویز اوّل کے مطابق میں نے تہذیب الاخلاق جاری کیا۔ آپکو معلوم ہے کہ اُس کے سرے پر جو اسکا نام اور اُسکے گرد جو خوبصورت بیل چھپتی تھی وہ ٹیپ لنڈن ہی میں بنوایا تھا اور اپنے ساتھ لایا تھا۔ گو تہذیب الاخلاق کی بہت مخالفت ہوئی خاص اخبار اور پرچے اُسکی مخالفت پر جاری ہوئے لیکن اُسکو بڑی کامیابی ہوئی اگر لوگوں کا یہ خیال صحیح ہے کہ تہذیب الاخلاق نے تمام ہندوستان کو ہلا دیا اور لوگوں کے دلوں کو قومی ہمدردی پر مائل کر دیا تو شاید میری نجات کے لیئے بھی کافی ہوگا ؛

دوسری تجویز کے مطابق ایک کمیٹی قایم ہوئی اور کمیٹی خواستگار ترقی تعلیم مسلمانان اُس کا نام رکھا اور بہ نتیجہ جواب مضمونوں کے عموماً مسلمانوں سے اُسکی نسبت استفسار کیا آپ اِس بات کے سُننے سے کچھ متعجب نہونگے کہ اُسکا اشتہار لنڈن ہی میں چھپوا لیا تھا اور وہ مضمون جس کا جواب پوچھا گیا تھا سب سید محمود کے لکھے ہوئے اور تجویز کیئے ہوئے تھے اِس کمیٹی کو نہایت کامیابی ہوئی اور بہت بڑی کامیابی کے ساتھ اُس کا کام ختم ہوا۔ اور کام ختم ہونے پر اس کالج کا قایم ہونا قرار پایا ۔

کالج کا قایم ہونا ہی مقصود تھا جو تجویز سوم میں قرار پایا تھا ۱۸۷۲ء میں چندہ جمع کرنے کے لیئے بمقام بنارس ایک کمیٹی قایم ہوئی جس کا نام محمڈن اینگلو اورینٹل کالج فنڈ کمیٹی رکھا گیا اور کامیابی سے اُس کا کام چلنا شروع ہوا۔ اس کمیٹی نے ۳۰۔ جون ۱۸۷۲ء کے اجلاس میں مختلف مقامات میں سب کمیٹیاں واسطے وصول چندہ کے مقرر کیں منجملہ اُن سب کمیٹیوں کے ایک سب کمیٹی علیگڈھ میں مقرر کی اور مولوی محمد سمیع اللہ خاں صاحب ۔ راجہ سید باقر علیخاں صاحب ۔ محمد عنایت اللہ خاں مرحوم ۔ کنور محمد لطف علیخاں صاحب منشی محمد مشتاق حسین صاحب کو سب کمیٹی کا ممبر مقرر کیا ۔

اُسی سال بنارس کی کمیٹی میں تجویز پیش ہوئی کہ مدرسہ کہاں بنایا جاوے اور بعد تحقیقات اور طلب آرا کے ۸۔ نومبر ۱۸۷۲ء کے اجلاس میں یہ فیصلہ ہوا کہ مدرسہ بمقام علیگڈھ بنایا جاوے

دسویں فروری ۱۸۷۳ء کے اجلاس میں سید محمود نے ایک نہایت کامل تجویز تعلیم تمام کی جو اُنہوں نے لنڈن ہی میں بصلاح وہاں کے لایق پروفیسروں اور عالموں کے مرتب کی تھی پیش کی۔ اگر اُس درجہ تعلیم تک مدرسہ پہنچ جاوے تو قوم کے نصیب کھل جاوینگے مگر ابھی اِس درجہ تک پہونچنے میں بہت دیر ہے ۔

چودھویں اپریل ۱۸۷۳ء کے اجلاس میں چھوٹے چھوٹے مدرسوں کے مختلف مقامات پر قایم ہونے پر بحث ہوئی جو آخر کار مدرستہ العلوم کے ماتحت اور اُسکی ایک شاخ قرار پاویں اس مضمون پر ممبروں سے رائے طلب کرنے اور مباحثہ ہونے کے بعد ۳ مئی ۱۸۷۳ء کے اجلاس میں مدرسہائے ماتحت کے لیئے جو سوائے علیگڈھ کے دوسرے مقاموں میں قایم ہوں متعدد قواعد اور شرایط قرار دی گئیں ۔ علیگڈھ کے مدرسہ کے لیئے مولوی محمد سمیع اللہ خاں بہادر سی ایم جی سے التماس کیا گیا کہ ابتدائی مدرسہ کھولنے کی تدبیر کریں اور وہاں کے رئیسوں سے اُس کے لیئے چندہ جمع کرنے کی کوشش فرماویں چنانچہ اُنہوں نے کوشش کی جس کے لیئے ہم سب کو اُن کا شکر گزار ہونا چاہیئے ۔

دسویں جنوری ۱۸۷۳ء کے جلاس میں کمیٹی نے حسب ذیل تجویزیں منظور کیں (۱) علیگڈھ میں جو زمین پرانی چھاؤنی فوج کی بیکار پڑی ہے تعمیر مدرسہ کے لیئے گورنمنٹ سے لیجاوے (۲) سکریٹری کو اجازت دی گئی کہ اگر زمین ملجاوے تو اسمیں تعمیر مدرسہ کا کام شروع کرے مگر تعمیر میں روپیہ اور سرمایہ مدرسہ کا خرچ نہ ہو بلکہ اسکی آمدنی یا چندہ خاص تعمیر کا صرف کیا جاوے ۔

۱۹۔ مارچ ۱۸۷۳ء کے اجلاس میں سکریٹری نے اطلاع دی کہ گورنمنٹ نے اس زمین کے دینے کا وعدہ کرلیا ہے جہاں مدرسۃ العلوم کا تعمیر ہونا تجویز کیا گیا ہے ۔

اُس زمین کے متصل جس کا گورنمنٹ نے دینا قبول کیا تھا چار بنگلہ لوگوں کی ملکیت تھے جن کا خریدنا لازمی تھا اُن میں سے تین بنگلوں کے خریدنے کا معاملہ **مولوی محمد سمیع اللہ خاں صاحب** نے بعوض پندرہ ہزار روپیہ کے قرار دیا ۔ اور یہ درخواست کی کہ اگر آٹھ ہزار روپیہ کمیٹی دے تو سات ہزار روپیہ کا میں اُس چندہ سے جو بینے کھولا ہے بندوبست کرلوں گا اور یہ بھی چاہا کہ راجہ **سید باقر علی خاں** نے جو صدر کمیٹی بنارس میں دو ہزار روپیہ چندہ لکھا ہے اُس کو بھی وہ اسی چندہ میں جو انہوں نے علیگڈھ میں کھولا تھا شامل کرلیں چنانچہ صدر کمیٹی نے اپنی فہرست میں سے راجہ صاحب کا نام خارج کردیا ۔

چوتھی اکتوبر ۱۸۷۳ء کو وہ تینوں بنگلے خرید لیئے گئے ۔ مگر مولوی محمد سمیع اللہ خاں صاحب نے دو ہزار روپیہ منجملہ قیمت بنگلہا اور طلب کیئے وہ بنارس سے بھیجے گئے اور ۱۷ ۔ اکتوبر ۱۸۷۳ء کے اجلاس میں مذکورہ بالا دو ہزار روپیہ جو دیا گیا تھا کمیٹی سے اسکی منظوری ہوگئی چوتھا بنگلہ جس میں اب یونین کلب ہے خود کمیٹی نے اُس کے مالک سے جو لکھنؤ میں تھا خرید کیا ۔

۲۵ ۔ فروری ۱۸۷۵ء کے اجلاس میں بنارس کی کمیٹی نے علیگڈھ میں ابتدائی تعلیم کے لیئے مدرسہ کھولنا تجویز کیا اور مندرجہ ذیل رزولیوشن پاس ہوا ۔

رزولیوشن نمبر ۳ ۔ سوائے سکریٹری کے باقی ممبروں نے اتفاق کیا کہ تعلیم ابتدائی یعنی تعلیم صیغہ مدرسہ جاری کیجاوے اور مولوی محمد سمیع اللہ خاں صاحب سے درخواست کیجاوے کہ وہ اس بات کی تجویز بیش کریں کہ اس تعلیم کے لیئے کس قدر مدرس اور کس کس علم و زبان کے درکار ہونگے اور کیا کیا تنخواہیں اُن کی مقرر کرنی ضرور ہونگی اور بہتر ہے کہ وہ اس باب میں اپنی سب کمیٹی سے اور نیز اپنے دوستوں سے صلاح و مشورہ کرکے اسکی رپورٹ کمیٹی میں ارسال فرماویں ۔ اخراجات میں کرایہ مکانات بھی جن میں مدرسہ جاری ہوگا شامل کیا جاوے ۔

میں اس تجویز کا بالکل موید تھا اور ممبروں سے اپنے نام کا علیحدہ رکھنا بوجہ اختلاف تھا کیونکہ ہر شخص یقین کرسکتا ہے کہ اگر میری رائے و مرضی ابتدائی تعلیم جاری کرنے کی نہوتی تو کیا ممبر بھی کمیٹی کا اُسکی رائے ندیتا ۔

مولوی محمد سمیع اللہ خاں صاحب نے رپورٹ بھیجی اور للعہ ماہواری کا خرچ تنخواہ مدرسان اور للعہ ماہواری واسطے تقرر اسکالرشپوں کے کل للعہ ماہواری کا اور زیادہ سے زیادہ للعہ ماہواری خرچ تجویز کیا کمیٹی بنارس نے ۱۸ - اپریل ۱۸۷۵ء کے اجلاس میں یہ خرچ دینا منظور کیا اور مولوی محمد سمیع اللہ خاں صاحب کو لکھا کہ یکم جون ۱۸۷۵ء سے مدرسہ جاری کریں اور اُس کا اشتہار اخباروں میں دیدیں ۔

بعد اس کے ۲۰ مئی ۱۸۷۵ء کے اجلاس میں اُسی کمیٹی نے جو بنارس میں تھی تاریخ افتتاح مدرسہ تبدیل کی اور عوض اُس کے ۲۴ مئی ۱۸۷۵ء روز سالگرہ ملکہ معظمہ تاریخ افتتاح مدرسہ قرار دی اور مولوی محمد سمیع اللہ خاں صاحب کو لکھا کہ رسمیات افتتاح تاریخ مذکور کو عمل میں آویں چنانچہ میں خود اور بعض ممبر اُس تاریخ پر علیگڈھ میں آئے اور مدرسہ کھولا گیا ۔

جس وقت علیگڈھ میں مدرسہ کھولنے کا ارادہ ہوا اُسی وقت میں نے پنشن لینے کا قصد کیا اور بذریعہ صاحب جج ہائی کورٹ کو اطلاع دی کہ میرا ارادہ پنشن لینے کا ہے اور اکوٹنٹ جنرل سے نقشہ طلب کیا اور درخواست کی کہ میری مدت ملازمت اور استحقاق پنشن کی تصدیق فرماویں - جس قدر زمانہ اسکی تکمیل میں لگا وہ لگا اور اوسط ۱۸۷۶ء میں علیگڈھ میں آگیا - جو کہ سید محمود کا بھی ارادہ ہے کہ وہ کالج کی سرپرستی کے لیئے علیگڈھ میں سکونت اختیار کرینگے جس کا زمانہ کچھ بہت دور نہیں ہے - اُنہوں نے مجھ کو صلاح دی کہ آپ اپنی کوٹھی کو جو علیگڈھ میں ہے اور بسبب اخراجات سفر لنڈن رہن ہوگئی ہے وہ چھوٹی ہے اُس کو فروخت کرکے زرِ رہن ادا کردیجیئے اور ایک دوسری کوٹھی جس میں میرے اور آپکے دونوں کے رہنے کی گنجایش ہو میں خرید لیتا ہوں چنانچہ سید محمود نے یہ کوٹھی جس میں میں اب رہتا ہوں خرید لی میں نے اپنی کوٹھی مولوی محمد سمیع اللہ خاں صاحب کے ہاتھ فروخت کردی جس میں خدا کرے وہ آکر رہیں اور ترقی اور تکمیلِ مدرسہ میں کوشش کریں ۔

بعد اِس کے کہ مدرسہ ابتدائی کھولا گیا تمام اخراجات مدرسہ جزوکل کالج فنڈ کمیٹی ادا کرتی رہی ۱۸۷۵ء کے چند مہینوں کی بابت صرف [illegible] اُس کمیٹی نے بنارس سے بھیجے اور اسیطرح اُس وقت تک کہ ہیڈ کوارٹر کالج فنڈ کمیٹی کا علیگڈھ میں آیا تمام اخراجات مولوی محمد سمیع اللہ خان بہادر کے پاس بھیجتے رہے ۔

اُس وقت طالب علموں کی تعداد قلیل تھی اور کوئی بورڈنگ ہوس نہ تھا طالب علم جسقدر تھے چھوٹے چھوٹے کمروں میں بھر دیئے جاتے تھے۔ مگر رفتہ رفتہ ہر ایک چیز میں ترقی ہوتی گئی۔ تعمیر کا کام جو میں نے شروع کر دیا تھا اُس میں بھی ترقی ہوتی گئی اور ارادہ ہوا کہ ویسرائے ارل نارتھ بروک کے ہاتھ سے رسم فونڈیشن ادا ہو مگر اُن کے دفعتہً تشریف لیجانے سے وہ ارادہ پورا نہ ہوا۔ لارڈ لٹن کے زمانہ میں بعد دربار قیصری فونڈیشن کی رسم کا اُن کے ہاتھ سے عمل میں آنا قرار پایا آٹھویں جنوری ۱۸۷۷ء کو حضور ممدوح علیگڈھ میں تشریف لائے اور ایک نہایت پُر تکلف جلسہ میں رسم فونڈیشن ادا ہوئی ٭

ہمارے ملک کے رئیس اعظم والی ملک حاجی حرمین الشریفین نواب محمد کلب علیخاں بہادر خلد آشیان والی رامپور نے جو مربی مدرسہ تھے فرمایا کہ اخراجات رسم فونڈیشن اور دعوت لارڈ لٹن صاحب اُن کی طرف سے کیجاوے۔ مگر ہمارے ضلع کے فیاض رئیس کنور محمد لطف علیخاں صاحب نے جو پریسیڈنٹ کمیٹی تھے چاہا کہ اُن کی طرف سے اور اُن کے نام سے وہ دعوت و رسم ادا ہو اور ہمارے عالی ہمت راجہ سید باقر علی خاں صاحب ویس پریسیڈنٹ نے چاہا کہ اُن کی طرف سے اور اُن کے نام سے ہو۔ مولوی محمد سمیع اللہ خاں صاحب نے یہ مصلحت سمجھی کہ دونوں رئیسوں کی طرف سے ہو۔ چنانچہ میں نے ہز اکسلنسی لارڈ لٹن سے بذریعہ پریویٹ سکرٹری خط کتابت کی اور سر جان اسٹریچی کی سعی و سفارش سے ہز اکسلنسی ارل لٹن نے اُس کو منظور کیا۔ میں نے ہز ہائنس نواب صاحب رامپور کا اس فیاضی کے لیئے شکریہ ادا کیا اور اُن دونوں فیاض رئیسوں کی طرف سے رسم فونڈیشن ادا ہوئی جس کا شکر ادا کرتے ہیں اور اُن کے احسانوں کے ہم ممنون ہیں۔ جب ہز اکسلنسی لارڈ لٹن بعد ادائے رسم فونڈیشن کلکتہ ہو کر شملہ میں پہونچے تو حضور ممدوح نے پریسیڈنٹ کمیٹی کنور محمد لطف علی خاں کو تمغہ قیصری عطا فرمایا۔ ہمنے بھی اُن کے اس احسان کو نقش کالحجر کیا اور کالج کے دو کمروں میں اُن کے آثر میں نہایت خوشخط حرفوں اور خوبصورت پتھروں میں دو کتبے کھدوا کر لگا دیئے اور ایک کمرے میں جناب مولوی محمد سمیع اللہ خاں کے آثر میں ایک کتبہ لگایا ٭

اسکول جو ۱۸۷۵ء میں انٹرنس تک کی پڑھائی کے لیئے کھولا گیا تھا ۱۸۷۸ء میں ایف اے کی پڑھائی تک اور ۱۸۸۱ء میں بی اے اور ایم اے کی پڑھائی تک ترقی کر گیا اور ہر نواح کے بزرگوں اور قومی بھلائی چاہنے والوں بلکہ انسان کے ساتھ نیکی کرنے والوں اور علی الخصوص پنجاب کے زندہ دل بزرگوں اور والیان ریاست اور وہاں کے دیگر اُمرا و رئیسان نے اور بالتخصیص اسلامی سلطنت حیدر آباد نے نہایت فیاضی سے امداد کی اُن بزرگوں کا خاص کر

مجھکو اپنی ذات سے بے انتہا شکر ادا کرنا لازم ہے کہ اُنہوں نے مجھ ناچیز پر اِسقدر بھروسہ کیا کہ لاکھوں روپیہ کا چندہ مجھ کو دیدیا کسی کمیٹی کو پوچھا نہ کسی ممبر کو اور نہ یہ جتایا کہ یہ روپیہ جو وہ دیتے ہیں کہاں جاتا ہے اور کیا ہوتا ہے ۔

میں اپنی تمام زندگی میں کسی امر پر اسقدر فخر نہیں کرسکتا جس قدر کہ اُس اعتماد اور طمانیت پر فخر کرتا ہوں جو میری قوم اور غیر قوم کے بزرگوں نے مجھپر کیا ۔

ابتداءً جب کالج فنڈ کمیٹی قایم ہوئی جو دراصل کالج قایم کرنے والی ہے تو اُس نے ایک نہایت مختصر بائے لا جو اُس وقت کی ضرورتوں کے مناسب تھا بنایا ۔ پھر بلحاظ اُن ضرورتوں کے جو ترقی کالج سے پیش آئیں اُس بائے لا کو ترمیم و تبدیل کیا اور ۱۸۸۳ء میں جدید بائے لا مرتب کیا جو اُس وقت کے مناسب تھا ۔ کالج کے انتظام کے لیئے اور تعلیم کی درستی کے لیئے کالج فنڈ کمیٹی نے اپنے ماتحت اور اپنے اختیار اور تجویز سے چار کمیٹیاں اور قایم کیں جن میں اکثر کالج فنڈ کمیٹی کے ممبر شریک تھے ۔

ایک کمیٹی مدبران تعلیم السنہ مختلفہ و علوم دنیویہ ۔ اس کمیٹی میں یورپین دوستوں کو بھی جن سے تعلیمی امور میں مشورہ و صلاح لینی ضرور تھی شامل کیا ۔

ایک کمیٹی مدبران تعلیم مذہب اہل سنت و جماعت ۔ اور اسیطرح کی ایک کمیٹی مدبران تعلیم مذہب شیعہ اثنا عشریہ ۔ ایک کمیٹی منتظم مدرسۃ و بورڈنگ ہوس ۔

ان کمیٹیوں نے مختلف اوقات میں اور حسب ضرورت اُن امور کے لیئے متعدد قواعد اور دستور العمل بنائے تھے جن پر کارروائی ہوتی تھی ۔

مگر کالج کی اور اُس کی جایداد کی ایسی ترقی ہوگئی تھی اور لوگوں کا اعتبار اُسپر ایسا بڑھگیا تھا کہ ہزاروں روپیہ لوگوں نے بعوض تعلیم اپنے اطفال کے کمیٹی میں امانت کردیا تھا جو ابتک امانت ہے اور علاوہ اِسکے بہت سی وجوہات ایسی درپیش ہوئیں کہ کالج کا ایک عام طور پر معمولی کمیٹی کے سپرد رہنا مناسب نرہا تھا اور ضرور ہوا کہ اُسکے لیئے سرکاری قانون مروجہ وقت کے مطابق ٹرسٹی مقرر ہوں اور اُسکی کارروائی کے لیئے ایسے لا اور رگولیشن بنائے جاویں جو تمام ضروریات و جزئیات کالج کے لیئے حاوی ہوں اور جو عملدرآمد اب ہوتا ہے اُسکو بھی رگولیشن میں شامل کردیا جاوے تاکہ کوئی کارروائی لا اور رگولیشن سے خارج نرہے اور جہاں تک ممکن ہو کالج کی آیندہ بقا اور استحکام اور اسی اسکیل و مقاصد پر قایم رہنے کا جسپر اُسنے قایم کیا ہے انتظام کیا جاوے ۔

ہمارے یورپین دوست جو دل سے ہمارے کالج کی ترقی و بھلائی کا خیال رکھتے تھے اور خصوصاً مسٹر ویٹ ڈائرکٹر آف پبلک انسٹرکشن ہمکو دوستانہ نصیحت کرتے تھے اور صلاح دیتے تھے کہ اب کالج کی حالت ایسی ہوگئی ہے کہ اُس کے لیئے باضابطہ ٹرسٹی مقرر کرنی اور تمام کارروائی کے لیئے ایک مکمل کوڈ بنانا نہایت ضرور ہے۔ ان تمام حالات کے لحاظ سے ہم نے ممبروں کے اجلاس منعقدہ گیارہ مارچ ۱۸۸۹ء میں اس امر کو پیش کیا اور ٹرسٹیوں کے مقرر کرنے اور اُن کے لیئے ایک کوڈ لا اور رگولیشن کا بنانے کی اجازت لی اور یہ بھی اجازت لی کہ مسٹر اسٹریچی بیرسٹرایٹ لا اُسکے مرتب کرنے کو مقرر ہوں۔ یہ تحریک کمیٹی نے منظور کی اور میں نے وہ مجموعہ لا اور رگولیشن کا جو زیر بحث ہے بشرکت سید محمود و مسٹر اسٹریچی تیار کیا۔ اور چونکہ اُس میں بہت سے احکام نسبت یورپین اسٹاف کے داخل کرنے تھے اس لیئے اُس حصہ کی ترتیب میں پرنسپل صاحب کو بھی شامل کیا تاکہ بعد اُسکے یورپین اسٹاف کو کسی قسم کے عذر کی گنجایش نہ رہے ٭

اگرچہ ہماری کالج فنڈ کمیٹی میں بیاسی ۸۲ ممبر تھے مگر موجودہ قواعد کی رو سے کسی ممبر سے کسی معاملہ میں رائے پوچھنی یا اُن کو تجویزوں اور انتظاموں سے اطلاع دینی ضرور نہیں تھی صرف پانچ آدمی ملکر جو چاہتے تھے کر ڈالتے تھے۔ درحقیقت یہ بڑا نقص اور نامناسب طریقہ تھا میں خیال کرتا ہوں کہ تمام بزرگوں نے اس وجہ سے کہ اُن کو مجھپر پورا بھروسہ تھا اس نامناسب کارروائی پر کچھ التفات نہیں کیا لیکن اس جدید قانون ٹرسٹیان میں یہ نقص رفع کیا گیا ہے ٭

اُس کی دفعہ ۲۲ و ۲۳ میں ایک قاعدہ بنایا گیا ہے کہ ہر ایک جلسہ کی تاریخ مقررہ سے تیس دن پہلے اُس کی اطلاع بذریعہ تحریر رجسٹری شدہ ہر ایک ٹرسٹی کو دیجاوے اور جو امر اُس جلسہ میں پیش ہونے والا ہو اُسکی کیفیت بھی ہر ایک ٹرسٹی کے پاس مرسل ہو۔ پھر دفعہ ۳۰ میں یہ قاعدہ بنایا گیا ہے کہ جو ٹرسٹی خود نہ آسکیں اپنا ووٹ بذریعہ تحریر سکرٹری کے پاس بھیجدیں اس ذریعہ سے آیندہ کارروائی میں کُل ٹرسٹی شریک رہیں گے اور اُن کو کالج کی جملہ کارروائی سے دلچسپی اور واقفیت زیادہ ہوگی اور نہ اب سکرٹری کو اور نہ کسی ممبر کو اختیار ہے گا کہ پانچ آدمی ملکر جو چاہیں سو کر ڈالیں ٭

ٹرسٹیوں کے انتخاب کا ایسا قاعدہ بنایا گیا ہے کہ جس سے ہر صوبہ کے بزرگ ٹرسٹیوں میں شامل ہوں ٹرسٹیوں کی تعداد کو ہر صوبہ پر تقسیم کیا ہے مثلاً پنجاب سے اسقدر اور ممالک مغربی شمالی سے اسقدر ہندوستانی ریاستوں سے اسقدر۔ حیدرآباد سے اسقدر وغیرہ وغیرہ۔ اور اس

تقسیم میں اضافہ کرنے یا تغیر تبدیل کرنے کا ٹرسٹیوں کو اختیار دیا ہے اس تدبیر سے ہر صوبہ کے لوگ کالج کے کاروبار میں رائے دے سکیں گے اور دلچسپی رکھینگے ۔

کارروائی شروع ہونے کے لیئے ایک گروہ اشخاص کا جیسا کہ یونی ورسٹیوں کے قانون کا دستور ہے اسی قانون میں ٹرسٹی نامزد کرنا ضرور تھا میں نے کالج فنڈ کمیٹی کے ممبروں میں سے ہر ایک صوبہ کے چند بزرگوں کو منتخب کر کے ٹرسٹیوں میں نامزد کیا اور جن ممبروں کو بطور ٹرسٹی منتخب نہیں کیا تھا اُن کی فہرست بھی شامل کی تاکہ اُن میں سے جس کو چاہیں ٹرسٹیاں نامزد شدہ منتخب کر سکیں ضلع علیگڈھ اور بلند شہر کے معزز خاندانوں میں سے بلا لحاظ اس کے کہ وہ مخالف ہیں یا موافق ایک ایک رئیس خاندان کو ٹرسٹیوں میں منتخب کیا ۔ میں سمجھتا ہوں کہ میں نے یہ کارروائی نہایت صاف دلی اور نیک نیتی سے کی ہے ۔ مگر بدبختی سے میری یہ کارروائی بدنیتی پر محمول ہوئی اور اُن لوگوں کو جو ٹرسٹیوں میں نامزد نہیں ہوئے تھے مخالفت پر برانگیختہ کرنے کی اشتعالک دیگئی اور اس میں اُن کو کسی قدر کامیابی بھی ہوئی ۔ یہاں تک کہ ایک بزرگ نے جو ٹرسٹیوں میں منتخب نہیں ہوئے تھے لکھا کہ "اگر جلہ بیاسی ممبران ٹرسٹی مقرر کیئے جاتے تو اختلاف کا دریا طوفان پیدا نکرتا اور اعتراضات کی آندھی نہ چلتی" علاوہ اسکے یہ بھی اعتراض ہوا ہے کہ باقیماندہ ممبروں کو ٹرسٹیوں کے ساتھ ووٹ دینے کا حق نہیں دیا ۔

اے صاحبو ۔ مسودۂ قانون ٹرسٹیان میں کُل تعداد ٹرسٹیوں کی ستر قرار دیگئی ہے اُن میں سے صرف اُنچاس نامزد کیئے ہیں اس وقت مجھ کو ضرور نہ تھا کہ پوری تعداد ٹرسٹیوں کی نامزد کرتا بلکہ ایسی گنجایش رکھنی ضرور تھی کہ اگر ٹرسٹیان نامزد شدہ کسی کو منتخب کرنا چاہیں تو منتخب کر سکیں ۔

یہ بیان کہ کالج فنڈ کمیٹی کے تمام ممبر لیف ممبر تھے اور اُن سب کو بلا استثنا ٹرسٹیوں میں داخل ہونے کا حق تھا صحیح نہیں ہے ٹرسٹیان کے مقرر ہونے سے کالج فنڈ کمیٹی ابالش یعنی برخاست ہو جاتی ہے اُس کے ممبروں کو جب تک وہ کمیٹی تھی اپنی زندگانی تک اُسمیں ممبر رہنے کا حق تھا جب وہ کمیٹی ابالش ہوگئی تو نہ کوئی ممبر رہا نہ آیندہ اُس کا کوئی ممبر ہوگا ۔ یہ کونسی منطق ۔ ہے کہ اُن ممبروں کی زندگی تک وہ کمیٹی کبھی نہ برخاست ہونے پاوے اور نہ کوئی جدید انتظام عمل میں آوے ۔

میں نے جہاں تک ممکن ہوا ہے مسودۂ قانون میں ان کا ادب قایم رکھا ہے مگر ٹرسٹیوں کے ساتھ ووٹ دینے میں وہ کیونکر شریک ہوسکتے تھے موجودہ قواعد کی رو سے کالج فنڈ کمیٹی کے ممبروں کو صرف اخراجات کی منظوری یا نامنظوری کے ووٹ کا اختیار تھا اختیار ہی

ہر ایک ممبر کے لیئے لازمی نہ تھا اب ٹرسٹیوں کو نہایت وسیع اختیارات اور تمام امورات متعلق کالج کا اخیر فیصلہ سپرد ہوا ہے پس اُن کا کوئی حق نہیں ہے کہ اُن تمام امور میں ٹرسٹیوں کے ساتھ ووٹ دیں *

موجودہ قواعد کی رُو سے ممبروں کا اجلاس ہونا صرف سکرٹری کی رائے و خواہش پہ منحصر تھا۔ ممبروں کو مطلق اختیار نہیں تھا کہ کسی قاعدے کی بنا پر کسی امر کے لیئے اجلاس منعقد ہونے کی تاکید کریں۔ حال کے مسودۂ قانون میں چار طریقے اجلاسوں کے قرار پائے ہیں ج **ایک** جبکہ سکرٹری کسی کام کے انجام کے لیئے اجلاس ہونا ضروری سمجھے۔ **دوسرے** جبکہ ایک ثلث ٹرسٹی اجلاس کا منعقد ہونا ضرور سمجھیں **تیسرا** سالانہ اجلاس ہر سال تعطیل کے اختتام پر جس میں قواعد و قوانین مروجہ کی اصلاح اور دیگر انتظامات و ضروریات کالج پر بحث و غور ہو * **چوتھا**۔ سال حسابی کے ختم ہونے پر جس میں عام حسابات متعلق کالج پر غور ہو اور آمدنی اور اخراجات پر لحاظ کر کے آیندہ سال کے لیئے بجٹ منظور کیا جاوے *

یہ طریقۂ کارروائی نہایت عمدہ اور مستحکم اور تمام ٹرسٹیوں کو غالباً طمانیت بخش ہے مگر اس میں ایک بڑی مشکل یہ پیش آئی کہ اگر تمام جزئیات کو اسی کارروائی پر منحصر کر دیا جاوے خصوصاً اُن امور کو جن کا فی الفور انجام دینا یا انتظام کرنا بنظر کالج کی بہتری کے جلد تر ضرور ہے تو اجرائے کار اور انتظام کالج اور بہت سی صورتوں میں تعلیم اور آسایش طلباء میں دقت پیش آوے گی اس لیئے اس مشکل کے رفع کرنے کو چند قواعد مسودۂ قانون میں داخل کیئے گئے *

منجملہ اُن کے ایک امر متعلق بجٹ کے ہے کالج کی آمدنی و خرچ کا جو بجٹ بنایا جاتا ہے اُس میں بمد آمدنی دو قسم کی آمدنیاں مندرج ہوتی ہیں۔ ایک وہ جو گورنمنٹ یا میونسپل گرانٹ یا جاگیرات و روزینہ ہائے معینہ والیان ملک و منافع سرمایہ و کرایہ مکانات و فیس تعلیم وغیرہ سے ہوتی ہیں۔ یہ آمدنیاں خرچ ہوتی ہیں کالج کے افسروں اور ملازموں کی تنخواہوں اور دیگر تمام اخراجات کالج متعلق تعلیم میں اور انہیں آمدنیوں میں سے ایک رقم جس قدر کہ ممکن ہو طالب علموں کی اسکالرشپوں یا وظیفوں کے لیئے نامزد کر دی جاتی ہے *

دوسری قسم آمدنی کی وہ ہے جو خیر خواہان قوم ہر سال طالب علموں کی اسکالرشپوں یا وظیفوں کے لیئے دیتے ہیں یا اور کسی طرح پر اس کام کے لیئے روپیہ حاصل کیا جاتا ہے اس قسم کی آمدنیاں بجز اسکالرشپوں یا وظیفوں کے خرچ نہیں ہوتیں۔ فرض کرو کہ اگر اس قسم کی آمدنیوں میں سے کسی سال بعد خرچ کچھ روپیہ بچا تو وہ اور کسی کام میں خرچ نہیں کیا جاتا۔ بلکہ اسی کام کے لیئے آیندہ سال کے خرچ کو محفوظ رکھا جاتا ہے *

بجٹ کے مرتب ہونے کا یہ حال ہے کہ اُس میں آمدنیاں و خرچ سب بطور تخمینہ کے لکھی جاتی ہیں جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ کسی سال آمدنی تخمینہ کے برابر ہوئی کسی سال کم کسی سال زیادہ یہی حال اخراجات کا ہے کہ بطور تخمینہ کے لکھے جاتے ہیں کسی سال اُسیقدر خرچ ہوتا ہے کسی سال کم اور کسی سال زیادہ اور کسی سال ایسا ضروری خرچ آپڑتا ہے کہ اُس تخمینہ سے یا جس مد کے لیئے روپیہ تخمینہ کیا گیا ہے اُس مد میں خرچ زیادہ پڑجاتا ہے ؛

یہ روپیہ کل کالج کے اخراجات کے لیئے ہے پس اگر کسی مد میں توفیر ہوئی اور دوسری میں ضرورت پیش آئی اور اُس توفیر کا روپیہ دوسری مد میں خرچ ہونا ٹرسٹیوں کی اُس قسم کی رائے پر منحصر رکھا جاوے جس کا اوپر بیان ہوا ہے تو اُسکی تحصیل میں اسقدر تاخیر ہو کہ کام نہ چل سکے اور تمام مقاصد فوت ہو جاویں - اسی لیئے سکرٹری کو اجازت دی گئی ہے کہ بحالت ضرورت ایک مد کی توفیر کا روپیہ دوسری مد میں خرچ کرے اور درحقیقت وہ ہر مد کا روپیہ ہے ہی نہیں کیونکہ کُل روپیہ کالج کے اخراجات کے لیئے ہے اور یہ بھی اجازت دی کہ بحالت ضرورت سال بھر میں پانسو (۵۰۰) روپیہ تک اخراجات مندرجہ بجٹ سے زیادہ صرف کرسکے ؛

مگر دفعہ ۱۳۱ میں نہایت تاکید ہے کہ جب سکرٹری نے اس اختیار پر عمل کرلیا ہو تو اُسکو لازم ہوگا کہ اُسکی کیفیت واسطے منظوری کے ٹرسٹیوں کی اجلاس میں پیش کرے ؛

اے صاحبو - ہماری یہ محنت صرف قوم کی بھلائی کے لیئے ہے یہ بات اب تمام ہندوستان میں تسلیم ہوچکی ہے کہ مُسلمانوں کی ایسی حالت ہے کہ جو لوگ درحقیقت پڑھنے والے ہیں اور اُن سے قومی عزت قایم ہونے کی توقع ہے وہ بغیر امداد کے اپنی تعلیم اعلےٰ درجہ تک جاری نہیں رکھ سکتے - کبھی بلکہ اکثر ایسا اتفاق ہوتا ہے کہ بجٹ میں جسقدر روپیہ اسکالرشپوں یا وظیفوں کے لیئے تخمینہ ہوا تھا اُس مقدار کے وظیفے اور اسکالرشپیں دیدی گئیں مگر دو ایک طالب علم اشراف خاندان کے لایق اور ذہین قابل تربیت ایسے آئے جو بغیر امداد کے اپنی تعلیم جاری نہیں رکھ سکتے میرے نزدیک فی الفور اُن کی امداد کرنا اگر ہوسکے ہمارے کالج کا فرض عین ہونا چاہیئے - اسی لیئے دفعہ ۱۳۰ میں سکرٹری کو اجازت دی گئی ہے کہ اگر گنجایش ہو تو علاوہ ترقی مندرجہ بجٹ کے بھی جو اسکالرشپ کے لیئے معین ہوئی ہے اسکالرشپ دیسکے ؛

کبھی ایسا اتفاق پیش آتا ہے کہ ایک جماعت میں لڑکے زیادہ ہوگئے اُسکی دو جماعتیں بنانی پڑتی ہیں کبھی ایسا ہوتا ہے کہ ایک جماعت کے کم استعداد لڑکے علیحدہ اور اچھی استعداد کے لڑکے علیحدہ دو ڈویژن بنانی پڑتی ہیں اور کم استعداد لڑکوں کی استعداد بڑھانے کے لیئے جداگانہ انتظام کرنا پڑتا ہے اور اسی قسم کے اور اسباب بھی پیش آتے ہیں اور یہ انتظام ایسے

ہیں جن کا فی الفور کرنا چاہیئے اس لیئے سکرٹری کو اجازت دی گئی ہے کہ اگر کسی اڈیشنل ٹیچر کی ضرورت پیش آوے تو بصلاح پرنسپل صاحب کے اڈیشنل ٹیچر بڑھاوے ۔

بزرگان من۔ یہ سب امور کچھ نئے نہیں ہیں پندرہ برس سے میں اس پر عمل کرتا چلا آیا ہوں اب جو مسودہ قانون میں بنایا گیا اُس میں اسی عملدرآمد کو قانون کی دفعات میں منتظم کر دیا ہے لیکن اب سکرٹری کے ان اختیارات سے اختلاف کیا جاتا ہے اور رائے دیجاتی ہے کہ سکرٹری کو یہ اختیارات نہ دیئے جاویں میں خوش ہوں کہ نہ دیئے جاویں مگر بتاؤ کہ کام کیونکر چلے ۔

اسیطرح ایک معاملہ تعمیر عمارت کا ہے میں نے آپکے سامنے بیان کیا کہ کالج فنڈ کمیٹی نے اپنے جلاس منعقدہ ۱۹ مارچ ۱۸۷۷ء میں بلا کسی شرط و قید کے مجھکو تعمیر عمارت کی اجازت دی اُس وقت سے آج تک میں اپنی رائے اور اپنے مجوزہ نقشجات کے مطابق تعمیر کا کام کرتا ہوں۔ پرانے مکان جو کالج کے احاطہ میں آگئے اور جن کا قایم رکھنا نا مناسب سمجھا یا جو مانع تعمیر تھے اُن کو منہدم کیا جو قابل ترمیم تھے اُن کو ترمیم کیا نہ کبھی کمیٹی نے اُس میں دخل کیا نہ کسی ممبر نے۔ اور نہ ممبروں میں کوئی ایسا ہے جو تعمیر کے فن سے واقف ہو اور نہ تعمیر کا کام ایسا ہے جو مختلف رایوں اور فن تعمیر سے ناواقف لوگوں کی رایوں کا زیر مشق کیا جاوے۔ اب کہ ایک مکمل مسودہ قانون طیار کیا گیا تو میں نے اس عملدرآمد کو قانون کی ایک دفعہ میں منتظم کیا۔ تو اب اُس پر اعتراض کیئے جاتے ہیں کہ سکرٹری کو ایسا بڑا اختیار کیوں دیا جاتا ہے حالانکہ یہ اختیار صرف میری ذات پر موقوف ہے اور اُس سکرٹری کو جو میرے بعد ہوگا یہ اختیار نہ ہوگا۔ اُسی کے ساتھ یہ الزام مجھپر لگایا جاتا ہے کہ میں ایک فنڈ کا روپیہ دوسرے فنڈ میں یا ایک خاص عمارت کا روپیہ دوسری عمارت میں لگا دیتا ہوں پس ضرور ہے کہ میں آپکے سامنے کالج میں جو فنڈ ہیں اُن کا بیان کروں۔ کالج میں تین فنڈ جداگانہ قرار دیئے گئے ہیں ۔

ایک کیپٹل فنڈ یعنی سرمایہ دوامی کالج۔ اس فنڈ کا سرمایہ کسی طرح خرچ نہیں ہو سکتا صرف اُس کی آمدنی خرچ ہوسکتی ہے ۔

دوسرا کالج اکسپنسز فنڈ یعنی فنڈ اخراجات کالج۔ اس فنڈ کا روپیہ اخراجات ماہواری کالج میں اور اسکالرشپوں یا وظیفوں میں اور اگر گنجایش ہو تو تعمیر کالج میں بھی خرچ ہوسکتا ہے اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اگر اس فنڈ میں روپیہ کی ضرورت ہو تو اس فنڈ سے جس قدر روپیہ تعمیر میں خرچ ہوا ہے تعمیر کے فنڈ سے واپس لے لیا جاوے۔ مگر جو روپیہ کہ خاص اسکالرشپوں کے لیئے ہے وہ بجز اسکالرشپوں یا وظیفوں کے اور کسی کام میں خرچ نہیں ہوسکتا ۔

سوم۔ بلڈنگ فنڈ یعنی فنڈ تعمیر عمارت۔ اس فنڈ کا روپیہ بجز تعمیر عمارت کے

اور کسی کام میں صرف نہیں ہوسکتا اور جسقدر روپیہ کسی وجہ سے اور کسی نام سے تعمیر عمارت کے لیئے
آوے وہ بلڈنگ فنڈ میں شامل رہتا ہے۔ یہ کہنا کہ ایک خاص عمارت کا جو روپیہ آتا ہے وہ دوسری
عمارت میں لگا دیا جاتا ہے۔ تعمیر کے کام سے ناواقف ہونے کا سبب ہے۔ تعمیر عمارت کا سامان
متفرق طور پر ہر ایک کمرہ یا دیوار کے لیئے جُدا جُدا مہیا نہیں کیا جاتا لاکھوں اینٹیں تعمیر کے لیئے
ایک ساتھ مہیا کی جاتی ہیں یا خریدی جاتی ہیں۔ ہزاروں من کنکر چونہ کے واسطے ایک دم سے خرید لیا
جاتا ہے۔ سینکڑوں من لکڑی و کوئلہ چونہ پھونکنے کو یکمشت خریدا جاتا ہے۔ لوہے کے شہتیر
ہر ایک کمرہ کے لیئے ولایت سے جُدا جُدا نہیں طلب ہوسکتے۔ بلکہ پچاس پچاس سو سو ایک شامل
منگائے جاتے ہیں۔ ٹیک کی لکڑی کلکتہ سے۔ پتھر روپ باس یا دھولپور کی کان سے اکٹھا
منگایا جاتا ہے۔ اور اُس کا روپیہ بلڈنگ فنڈ سے جس میں ہر ایک عمارت کا روپیہ شامل ہے
دیا جاتا ہے اور یہ بالکل واجب و درست ہے کیونکہ یہ سامان تمام عمارتوں کے لیئے خواہ وہ خاص
ہوں یا عام جمع ہوتا ہے اور سب میں خرچ ہوگا۔ اس طرح پر سامان جمع کرکے رفتہ رفتہ مکان تعمیر
ہوتے جاتے ہیں۔ جن مکانوں کا پہلے تعمیر ہونا ضرور معلوم ہوتا ہے وہ پہلے تیار ہوتے ہیں۔ جن
مکانوں کا بعد بنانا مناسب معلوم ہوتا ہے بعد کو تیار ہوتے ہیں۔ اس وقت تک جس قدر تعمیر
ہوچکی ہے کوئی مکان جس کی خاص تعمیر کے لیئے چندہ شروع ہوا ہو اور اُس کا چندہ بھی پورا ہوگیا
ہو ایسا نہیں ہے جس کی پوری تعمیر نہ ہوچکی ہو بجز محمد عنایت اللہ خاں صاحب کے جو مکی بورڈنگ
ہوس کے کہ اُنہوں نے اُس کی تعمیر کے لیئے خاص جگہ مقرر کردی ہے اور جب تک تعمیر عمارت
کا سلسلہ وہاں تک نہ پہونچے اُس کی تعمیر غیر ممکن ہے اگر اس طرح پر تعمیر کا کام نہ ہو تو ایک اینٹ بھی
دوسری اینٹ پر نہیں رکھی جاسکتی۔

اے صاحبو۔ مجھے اس بات کے کہنے سے شرم آتی ہے کہ یہ میری ہی محنت اور جانفشانی
اور تدبیر تھی جو آپ آج کالج اور بورڈنگ ہوس کی اسقدر عالی شان عمارتیں بنی ہوئی دیکھتے ہیں جن کو
دیکھکر نہ صرف ہندوستان کے لوگ بلکہ یورپ اور امریکہ کے سیاح بھی حیران رہجاتے ہیں جو محنت
و مشقت میں نے کی ہے اور جاڑے گرمی برسات میں محنت اُٹھائی ہے قُلی کا کام میں نے کیا
ہے اور سیر کا کام میں نے کیا ہے انجنیئر کا کام میں نے کیا ہے۔ اپنا ذاتی روپیہ خرچ کرنے میں
دریغ نہیں کیا اُس کا صلہ ہمارے دوستوں نے اُس پمفلٹ میں جو خاص علیگڈھ میں چھاپ کر
مشتہر کیا یہ دیا ہے۔ کہ تعمیر کا کام سکرٹری اس لیئے اپنے اختیار میں رکھتے ہیں کہ اُن کو بھی نفع کثیر
ہوا کرے جزاہ اللہ ثم جزاہ اللہ۔ مگر اے دوستو میں ان باتوں سے رنجیدہ نہیں ہوتا میری
قوم نے مجھ کو اس سے بھی زیادہ سخت و سست کہا ہے۔ اگر قوم کی ایسی بدتر حالت نہ ہوتی تو

ہم سب کو قومی بھلائی کی اسقدر فکر کیوں ہوتی۔ کبھی کبھی مَیں یہ کہہ اُٹھتا ہوں کہ ان اجری اِلّا علی
اللہ۔ مگر درحقیقت میں نے اپنی قوم کے لیئے جو کچھ کیا ہے اگر فی الواقعہ کیا ہو تو نہ بتوقع صلہ قوم کیا
ہے اور نہ باُمید اجر من اللہ

۵

فاش میگویم و از گفتۂ خود دلشادم
بندۂ عشقم و از ہر دو جہاں آزادم

بزرگانِ من۔ آپ اس بات کو ضرور تسلیم کرینگے کہ ہر ایک کام جو کیا جاتا ہے اُسکی
دو حالتیں ہوتی ہیں۔ ایک حالت یہ ہے کہ وہ کام مکمل اور پورا ہو گیا ہے۔ تمام سامان مہیا ہے
اور کوئی چیز جو اُس کے لیئے ضرور ہے باقی نہیں۔ دوسری حالت اُسکی یہ ہے کہ وہ تکمیل کو
نہیں پہونچا اور اُس کی ہر ایک چیز تکمیل کو پہونچنی باقی ہے۔ اور سب سے بڑی محتاجی اُس کو ایک
ایسے شخص یا اشخاص کے وجود کی ہے جو اُس کو تکمیل تک پہونچائے۔ ان دونوں حالتوں میں
طریقۂ کارروائی بالکل مختلف ہے۔ پہلی حالت میں تمکو اختیار ہے کہ جو قواعد و قوانین چاہو بناؤ۔
جسکے اختیارات چاہو سلب کرو۔ اور جس کو چاہو عطا کرو۔ تمکو کچھ بنانا نہیں ہے بلکہ بنی بنائی چیز
تمہارے ہاتھ میں ہے بجز اس کے کہ تم اُسکو حفاظت سے رکھو اَور کچھ تمہارا کام نہیں ہے +
مگر دوسری حالت اس سے بالکل مختلف ہے۔ پہلے اُس چیز کا پیدا کرنا ہے اور پھر اُسکے
بعد اُس کی حفاظت کی فکر کرنی ہے ہمارے کالج کی حالت ابتدائی حالت سے کچھ ہی آگے
بڑھی ہے ابھی اُس کے لیئے بہت کچھ کرنا باقی ہے۔ پس اگر تم ایسی باتیں کرنی چاہو جو اُسکے
مکمل ہو جانے کے بعد کرنی زیبا ہیں تو اُس کے ساتھ سلوک نہیں کرتے بلکہ دشمنی کرتے ہو +
لوگوں کو یہ غلط خیال پیدا ہوا ہے کہ کالج نے بہت سا روپیہ جمع کر لیا ہے اور اُس کے
پاس بہت کچھ سرمایہ ہے جس سے کالج بغیر کسی تکلیف اُٹھائے چل سکتا ہے۔ اسوقت تک
کالج کی آمدنیاں بجز معدودے کے ایسی ہی بے بھروسہ ہیں جیسی کہ ان اسکولوں کی آمدنیاں ہیں جنپر
ہم طعنہ کرتے ہیں اور وہ آمدنیاں بھی اخراجات کے لیئے کافی نہیں۔ ہر مہینے کی پہلی تاریخ ایک
آفت کی گھڑی ہوتی ہے اور گھنٹوں تک اس رنج و فکر میں پڑا رہنا پڑتا ہے کہ لوگوں کی تنخواہیں
کس طرح اور کہاں سے تقسیم کیجاویں۔ اس سال بجٹ میں دو ہزار روپیہ کا خرچ آمدنی متوقع سے
زیادہ تخمینہ ہوا ہے اُسپر یہ آفت مزید پیش آئی ہے کہ اس سال آمدنی متوقع سے جو یقینی قابل
وصول تھی چار ہزار روپیہ کم وصول ہوگا۔ ہم تو ان فکروں میں پڑے ہیں کہ کیا ہوگا اور کیونکر کام
چلے گا ہارے داؤں خدا پر بھروسہ کرتے ہیں۔ اور ہمارے دوست بے فکر بیٹھے رائے
دے رہے ہیں کہ یورپین اسٹاف سے یہ معاہدے کرنے چاہئیں اور اسطرح ایک کمیٹی لنڈن میں

قایم کرکے اُس کی معرفت یورپین اسٹاف کو نوکر رکھنا چاہیئے۔ کس برتے پر یہ رائیں بتائی جاتی ہیں۔ ہمارے پاس ہے کیا جو ہم ایسا کر سکیں۔ ہم ایسی رایوں سے گو وہ عُمدہ ہی کیوں نہ ہوں باز آئے ہمکو تو وہ طریقہ بتاؤ جس سے موجودہ حالت میں کام چلے *

اسی برسات میں ہمارے دوست ڈاکٹر میریارٹی سول سرجن نے جن کی سپردگی میں بورڈروں کا علاج ہے حکم دیا کہ بورڈروں کی صحت کے لیئے پانی کا نکاس بورڈنگ ہوس اور اُس کے اطراف سے فی الفور بنایا جاوے۔ ایک آرڈر واسطے مہیا کرنے دواؤں کے جو ولایت سے منگانی تھیں بھیجا تاکہ بورڈنگ ہوس میں دوائیں موجود رہیں۔ نہ کمیٹی میں روپیہ موجود ہے کہ ہزار بارہ سو روپیہ خرچ کرکے پانی کا نکاس بنائے نہ شفاخانہ کے فنڈ میں گنجایش ہے کہ دواؤں کی قیمت ادا کرے پس یا تو ان سب کاموں کو جس طرح جانو انجام دو یا بورڈروں کو جن کے ماں باپ نے اپنے پیارے لخت جگروں کو ہمارے بھروسہ پر اپنی آغوش محبت سے جُدا کرکے اس قدر دور و دراز فاصلہ پر بھیجا ہے معرض ہلاکت میں ڈالو۔ ہمارے دوست بیٹھے ہوئے نکتہ چینیاں کرتے ہیں کہ کمبخت سکرٹری کو فلاں اختیار کیوں دیا جاتا ہے۔ کیوں بلا اجازت کمیٹی وہ کام کر بیٹھتا ہے ارے صاحب جو حالت موجودہ کالج کی ہے بغیر اسکے کام چل ہی نہیں سکتا تم کالج کو پہلے مستقل اور مستغنی ہونے دو پھر جو تمہارا دل چاہے اُسکے لیئے قواعد بناؤ *

کالج کی تعمیر کے فنڈ میں ایک پیسہ موجود نہیں ہے۔ اور بعض مکانوں کا تعمیر کرنا اور ہر سال مرمت طلب مکانات کا مرمت کرنا ایسا ضرور ہے جسکے انجام کے بغیر چارہ ہی نہیں کمبخت سکرٹری بھیک مانگ مانگ کر روپیہ جمع کرتا ہے۔ اپنا ذاتی روپیہ خرچ کرتا ہے اور اپنی ذاتی ذمہ واری پر دستاویز لکھکر روپیہ قرض لیتا ہے اور اُن ضروری کاموں کو پورا کرتا ہے۔ کالج کے خزانہ میں ایک پیسہ تعمیر فنڈ کا تو موجود نہیں ہے اور ہمارے دوست قواعد تجویز کرتے ہیں کہ تعمیر میں خرچ کرنے کا سکرٹری کو اختیار نہ ہو۔ ارے صاحب تم پہلے خزانہ میں روپیہ تو جمع کرو پھر قواعد بھی بنانا سکرٹری کو نکال دینا اور جو چاہنا سو کرنا *

سب سے بڑی ضرورت اس وقت قوم کی بھلائی کے لیئے طالب علموں کو اخراجات تعلیم میں وظیفوں یا اسکالرشپوں سے امداد کرنا ہے امیروں کے لڑکوں سے بہت کم توقع ہے کہ وہ باعتبار علم و فضل کے قوم کے فخر کے باعث ہوں گے اگر کچھ توقع ہے تو اشراف خاندانوں کے لڑکوں سے ہے۔ مگر افسوس سے یہ بات تسلیم کرنی پڑتی ہے کہ بغیر امداد کے وہ اپنی تعلیم پوری نہیں کر سکتے۔ کالج کے پاس بجز قلیل بلکہ نہایت قلیل سرمایہ کے کوئی فنڈ اسکالرشپوں یا وظیفوں کے لیئے نہیں ہے۔ ہر سال سکرٹری کو بھیک مانگنی پڑتی ہے دوستوں سے

سوال کرنا پڑتا ہے کہ دوست بھی ہر روز کے سوال سے تنگ ہو جاتے ہیں۔ کتابیں بیچکر کتابوں کے بیچنے کی دوکان کرکے۔ تھیئٹر میں ناچ گاکر سوانگ بھر کر کچھ روپیہ اسکالرشپوں کے لیئے جمع کرنا پڑتا ہے اور پھر آیندہ سال کے لیئے فکر لگی رہتی ہے۔ یہاں ہمارے دوست کہتے ہیں کہ کہیں دنیا میں بھی ہوا ہے کہ سکرٹری اُس سے زیادہ جس کی اجازت کمیٹی نے دی ہے کوئی اسکالرشپ یا وظیفہ کیسی ہی ضرورت ہو دیسکے ؛

ارے صاحب تم پہلے اپنے خزانہ میں اسکالرشپوں اور وظیفوں کے لیئے روپیہ تو جمع کرلو پھر کسی کو خرچ کرنے مت دو ؛

ہمارے دوست بعوض اس کے کہ ان مشکلات کے حل کرنے اور اُس کا سامان مہیّا کرنے پر کوشش کریں ان سب مشکلات کا الزام بھی مجھپر رکھتے ہیں۔ کوئی تو کہتا ہے کہ کالج میں یورپین اسٹاف کا خرچ بہت بڑھا دیا ہے تعلیم یافتہ بنگالی تھوڑی تنخواہ پر آسکتے ہیں اور بخوبی پڑھا سکتے ہیں اور طالب علموں کو یونی ورسٹی کی ڈگریاں پاس کرادیں گے۔ اور کیا چاہیئے۔ دیکھو فلاں کالج میں صرف بنگالی ہیں۔ ایک انگریز نہیں ہے اور کس قدر طالب علم ہر سال ایف اے اور بی اے میں پاس ہوتے ہیں ؛

بعض دوست کہتے ہیں کہ نہیں یورپین اسٹاف کا ہونا ضرور ہے میں اُس کے مخالف نہیں مگر نالایق سکرٹری نے یورپین اسٹاف کی تنخواہیں زیادہ کردی ہیں اس سے کم تنخواہ پر یورپین پروفیسر بآسانی مل سکتے ہیں۔ اے صاحبو کیا تم اسپر یقین کرسکتے ہو اور کیا بغیر ایسے یورپین اسٹاف کے جو پورا جنٹلمین ہو آپ اپنی قوم کی کچھ بھلائی اور بہتری کرسکتے ہو۔ میں کہتا ہوں کہ جس اسکیل پر اور جس نتیجہ کی اُمید پر ہمنے کالج قایم کیا ہے اگر اُس نتیجہ کے حاصل ہونے کی ہمکو اُمید نہو یا اُس نتیجہ کے مخالف آثار قایم ہوں تو کالج کا قایم رکھنا اور ہمکو اسقدر محنت و جاں کاہی کا برداشت کرنا محض فضول ہے۔ ممکن نہیں ہے کہ بغیر عمدہ اور معزز جنٹلمین اسٹاف کے ہم اپنی قوم کو جنٹلمین بنا سکیں ؛

ایک اور امر ہے جس کا حل کرنا کچھ آسان نہیں ہے اور وہ کالج میں اسٹاف کا مقرر کرنا ہے۔ تعلیم کی ذمہ واری بتمامہ پرنسپل پر ہے۔ فرض کرو کہ ایک ٹیچر یا ماسٹر کو ٹرسٹیوں نے کالج یا اسکول میں مقرر کیا مگر پرنسپل اُسکو لایق نہیں سمجھتا اور اُسکے کام کو پسند نہیں کرتا۔ یہ بھی فرض کرلو کہ پرنسپل کی رائے غلط ہے اور وہ شخص نہایت لایق ہے مگر جب پرنسپل کو اُسپر طمانیت نہیں ہے تو یا تو اُس ماسٹر یا ٹیچر کی جگہ دوسرے شخص کو مقرر کرو اور اگر دوسرے کی نسبت بھی یہی امر پیش آوے تو تیسرے شخص کو مقرر کرو وعلیٰ ہٰذا القیاس یا پرنسپل پر جو تعلیم کی ذمہ واری

ہے اُس ذمہ داری سے اُسکو بری کرو*

یہ امور کچھ ہمارے ہی کالج میں پیش نہیں آتے بلکہ گورنمنٹ کالجوں میں بھی بعض اوقات پیش آتے ہیں مگر گورنمنٹ کے پاس بہت بڑا کارخانہ تعلیم کا ہے وہ بآسانی ایک کی جگہ خواہ وہ یورپین ہو یا ہندوستانی دوسرے کو تبدیل کر دیتی ہے ایسی حالت میں ہم کیا کریں ہمارے پاس تو وہی ڈھاک کے تین پات ہیں*

اس مشکل کے رفع کرنے کو ایک قاعدہ بنایا گیا ہے کہ اگر کسی ہندوستانی پروفیسر یا ٹیچر کی ضرورت پیش آوے تو سکرٹری اور پرنسپل دونوں متفق ہو کر کسی شخص کو نامزد کریں اور ٹرسٹیوں کے اجلاس میں اُس کی منظوری ہو اور اگر یورپین پروفیسر کی ضرورت ہو تو پرنسپل اور سید محمود جن کے ذریعہ اور تجویز سے تمام یورپین پروفیسر بلائے جاتے ہیں اور موجودہ سکرٹری تین شخص متفق ہو کر اُس کو نامزد کریں اور ٹرسٹیوں کی منظوری سے وہ مقرر ہو*

مگر یورپین پروفیسر کی نسبت جب وہ ولایت سے بُلائے جاتے ہیں ایک یہ مشکل پیش آجاتی ہے کہ کالج میں تو ضرورت ہے کہ وہ پروفیسر جو منتخب کیا گیا ہے تار برقی بھیجکر بلا یا جاوے تاکہ نہایت جلد کالج میں پہونچے اور وہ پورا اطمینان چاہتا ہے کہ وہ بلا کسی شبہ و شک کے اُس عُہدہ پر مقرر ہو گیا ہے پس اُس کا بُلانا اور اُس کو اُس عہدہ پر مقرر ہونے سے مطمئن کرنا ٹرسٹیوں کے اجلاس اور اُن کی منظوری پر منحصر کیا جاوے تو یہاں تعلیم کا کام ابتر ہوا جاتا ہے اور طالب علم بغیر موجود ہونے پروفیسر کے مارے مارے پڑے پھرتے ہیں اور اُن کا پڑھنا بند ہے اور یونیورسٹی کے امتحانوں کے لیئے طیار نہیں ہوسکتے اور ہم اُس وقت تک کہ ٹرسٹیوں کا باضابطہ اجلاس ہو اور ایک مہینہ پیشتر تاریخ اجلاس سے اور جو امر اجلاس میں پیش ہوگا اُس سے ٹرسٹیوں کو اطلاع دیں کچھ نہیں کرسکتے - اس مشکل کے رفع کرنے کو ایک قاعدہ بنایا گیا ہے کہ اگر کوئی یورپین جو ولایت میں ہو اور اُس کا جلد تر بلانا کالج کی اغراض کے لیئے ضرور ہو تو اُن تین شخصوں یعنی پرنسپل اور سید محمود اور موجودہ سکرٹری کا انتخاب ایسا ہی تصور ہوگا کہ گویا ٹرسٹیوں نے اُس کا تقرر منظور کر لیا ہے آج تک اسیطرح پر برابر ہوتا رہا ہے اب میں نے اسی عملدرآمد کو مسودہ قانون میں داخل کیا ہے اُسپر اعتراض ہوتا ہے اور کہا جاتا ہے کہ یہ سب اختیار ٹرسٹیوں کو ہونے چاہئیں - اچھا صاحب ٹرسٹیوں ہی کو ہونے چاہئیں - مگر بتاؤ تو سہی کہ ٹرسٹی کس طرح سے ٹیچروں اور ماسٹروں اور پروفیسروں کو منتخب کرینگے اور یہ تمام مشکلات جو تعلیم میں پڑتی ہیں کیونکر رفع ہونگی اور کالج کا کام کس طرح پر چلیگا*

سب سے زیادہ مشکل کام جو بالفعل کالج میں ہے وہ یورپین اسٹاف کا ولایت سے بلانا اور کالج میں رکھنا ہے اب اُن مشکلات پر غور کرنا چاہیئے جو ہمکو ولایت سے معزز و قابل یورپین

پروفیسروں کے میسر آنے میں پڑتی ہے ٭

کالج اُن کو اسقدر تنخواہ نہیں دیسکتا جسقدر کہ اُسی حیثیت کے یورپین افسروں کو گورنمنٹ سے یا موجودہ ایڈیڈ کالجوں سے اُسی حیثیت کے پرنسپل یا پروفیسر کو ملتی ہے ٭

ہمارے کالج کی ملازمت میں نہ اُن کو ترقی کی اُمید ہے نہ پنشن کی ٭

ہمارا کالج ایک ہندوستانیوں کی کمیٹی کے ماتحت ہے جو ایک ڈسپاٹک اختیار تمام ملازموں پر رکھتی ہے اور اگرچہ یہ کہنا ایک افسوس کی بات ہے مگر جبکہ واقعی ہے تو کہنے میں کچھ شرم نہیں ہے کہ ایک یورپین جنٹلمین ایک ہندوستانی کمیٹی پر کس قدر اعتماد و طمانیت رکھ سکتا ہے ٭

ہمارے کالج کو اسقدر مقدور نہیں ہے کہ ہم یورپین افسروں سے کسی مدت کے لیئے کوئی معاہدہ کریں۔ معاہدہ میں اُس کے ایفاء کے لیئے کسی بنک کی ضمانت درکار ہوگی اور کوئی بنک ضمانت نہیں کرسکتی جب تک کہ اُسقدر روپیہ جو تخلف معاہدہ کی صورت میں دینا پڑے نقد اُس کے پاس امانت نہ کردیا جاوے یا اُسقدر مالیت کے پرامیسری نوٹ اُس کے نام انڈارسمنٹ ہوکر اُس کے سپرد نہ کردیئے جاویں۔ ہمارے کالج کو اسقدر استطاعت نہیں ہے کہ اس طرح پر کوئی معاہدہ کرکے ضمانت دیسکے ٭

معہذا ہمارے کالج کے لیئے ایسے پروفیسروں کا ہونا جو اس قسم کا معاہدہ کرکے آویں محض بے سود ہے۔ ہمارے کالج میں تو ایسے یورپین جنٹلمین افسروں کی ضرورت ہے جو تعلیم سے خود شوق رکھتے ہوں اور اُن کے دل میں اِس بات کا خود شوق ہو کہ ایک درماندہ قوم کو جو کسی زمانہ میں علم و فضل میں نہایت بلند نام تھی پستی کی حالت سے نکالکر علم کی ترقی کے درجہ تک پہونچا دے۔ بلاشبہ ایسے لوگ ملنے نہایت مشکل ہیں۔ مگر میں نہایت خوشی اور فخر سے کہتا ہوں کہ کُل موجودہ یورپین اسٹاف یہی فیلنگ رکھتا ہے بشرطیکہ ہم اُس کے ساتھ ویسی ہی دوستانہ فیلنگ برتیں جیسی کہ وہ ہمارے ساتھ برتتے ہیں اور اُس سے زیادہ اُن کا اعزاز و ادب کریں جتنا کہ وہ ہم سے چاہیں ٭

ایسے کام کے لیئے جیسا کہ ہمارا کام ہے اگریمنٹ سے بدتر کوئی چیز نہیں ہوسکتی کیونکہ وہ اپنا فرض صرف اسقدر سمجھیگا کہ شرایط معاہدہ کو پورا کرے۔ ہم ہروقت اِس تاک میں رہینگے کہ شرایط معاہدہ پورے ہوئے ہیں یا نہیں اس طرح کی تاک جھانک سے تعلیم نہیں ہوسکتی ہمکو تو ایسا دل چاہیئے جو ہماری قوم کو تعلیم دے۔ ایسا دل ہاتھ آتا ہے محبت اور دوستی سے نہ کسی اگریمنٹ اور معاہدہ سے ٭

جب اسکول جاری ہوا ہمکو یورپین مگر ایک جنٹلمین ہیڈ ماسٹر کا ملنا مشکل تھا حالانکہ یورپ سے بلانا نہ تھا بلکہ ہندوستان ہی میں سے تلاش کرنا تھا مگر ہرگز ہم کامیاب نہ ہوتے اگر ہمارے اور ہمارے کالج کے دوست مسٹر آکلے ڈیٹن توجہ نہ کرتے۔ اُنہوں نے مسٹر سڈنس کو اور اُس کے بعد

مسٹر نسبٹ کو جو اتفاقیہ ہندوستان میں موجود تھے بلایا۔ اُن لوگوں کو مسٹر ڈیٹن پر بھروسہ تھا جو ہمارے کالج کی کمیٹیوں کے سلسلہ میں پریسیڈنٹ کمیٹی ڈریکٹر آف سکولر رنگ اینڈ ویرینیکولر جز تھے اور مسٹر ڈیٹن کو جو میرے بہت پُرانے دوست ہیں میری ذات پر طمانیت اور پورا بھروسہ تھا۔ مسٹر **ھوسٹ** ہماری خوش قسمتی سے اور بعض تقدیری واقعات سے ہمارے ہاتھ آگئے ہیں ورنہ اُن کا ہمارے کالج میں آنا ممکن نہ تھا ؛

اُس کے بعد کالج کو ایسی ترقی ہو گئی تھی کہ اُس کے لیئے پرنسپل یا پروفیسر کا ہندوستان میں تلاش کرنا فعل عبث تھا اور بغیر اس کے کہ ولایت سے اور ولایت کی یونی ورسٹیوں کے گریجوٹ کو بلائیں کام ہی نہیں چل سکتا تھا۔ ہمارا مقصد پورا ہونے کو صرف گریجوٹ ہی ہونا کافی نہ تھا بلکہ ایک معزز خاندان کا اور ایک ایسے جنٹلمین مزاج کا ہونا بھی ضرور تھا جو ہم سے دوستانہ یا برادرانہ برتاؤ اور ہماری قوم کے بچوں پر پدرانہ شفقت رکھنے کے لائق ہو۔ میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ اگر **سیّد محمود** اس کام کو اپنے ذمّہ نہ لیتے اور اُسکا انجام نہ کرتے ایک شخص بھی ہمکو ولایت سے میسّر نہ آتا۔ جو لوگ ولایت سے آئے صرف **سیّد محمود** کی دوستی پر طمانیت کر کے اور **سیّد محمود** کے سبب مجھ پر طمانیت کر کے اور اس یقین پر کہ اُن کو صرف اُنہیں دو شخصوں سے سروکار رہیگا بلا کسی شرط اور بلا کسی اگریمنٹ کے ہمارے کالج میں آئے۔ ایک یورپین جنٹلمین نے جس نے ہمارے کالج میں آنے کا ارادہ کیا تھا ولایت میں سرجان اسٹریچی سے پوچھا کہ مجھ کو کن شرطوں پر جانا مناسب ہوگا۔ سرجان نے جواب دیا کہ کالج **سیّد احمد** کے ہاتھ میں ہے اُسپر پوری طمانیت رکھنا سب سے عمدہ شرط ہے۔ اسے صاحبو ہر شخص ہر ایک کام کے انجام دینے کا دعویٰ کر سکتا ہے مگر مجھ کو بھی کالج سے کچھ تعلق ہے اور کالج کے ساتھ تھوڑی یا بہت ہمدردی ہے مجھ کو بھی تو سمجھنا چاہیئے کہ جس کام کے انجام کرنے کا وہ دعویٰ کرتا ہے کیونکر وہ اسکو انجام دیسکتا ہے میرا یہ دلی یقین ہے کہ اگر آیندہ ہمکو کسی یورپین پروفیسر کا ولایت سے بلانا ہو اور **سیّد محمود** واسطہ نہوں اور نیز موجودہ یورپین افسر اُس شخص کو ہمارے برتاؤ سے جو ہم کالج کے یورپین افسروں کے ساتھ رکھتے ہیں مطمئن نکریں تو محالات سے ہے کہ کوئی شخص بھی ولایت سے آوے۔ ہر شخص کو اختیار ہے کہ کہدے کہ میرے یہ خیالات غلط ہیں اور توہمات ہیں۔ سینکڑوں گریجوٹ ولایت کی یونی ورسٹیوں کے مارے مارے پھرتے ہیں اور ایک تار برقی پر آسکتے ہیں مگر میں اُسپر یقین نہیں کر سکتا اور نہ میں اپنی ایمانداری سے کالج کو ایسی حالت میں چھوڑ سکتا ہوں جس سے مجھ کو یقین اُسکی آیندہ کی خرابی اور ابتری کا ہو ؛

یورپین افسر جب ہمارے کالج میں آئے تو اُنہوں نے دیکھا کہ ایک کمیٹی کالج پر حکومت

کرتی ہے جس میں مختلف مزاج مختلف طبیعت اور مختلف سویلزیشن کے لوگ شامل ہیں اور پانچ آدمی جو نہ انگریزی جانتے ہیں اور نہ انگریزوں کی ضروریات و حالات سے واقف ہیں۔ ہر ایک امر کا فیصلہ کردیتے ہیں بلاشبہ اُن کو تردد ہوا کہ موجودہ سکرٹری کے بعد کون سکرٹری ہوگا اور اُس کے ساتھ ہم بلکہ کالج کا کام بہ طمانیت کرسکینگے یا نہیں۔ اگر انصاف سے دیکھا جائے تو اُن کا یہ خیال کچھ نامناسب نہ تھا اسی کے ساتھ بدبختی سے ایسے امور پیش آئے جس سے اُن کو عدم طمانیت کا خیال زیادہ پختہ ہوگیا بلکہ درجۂ یقین کو پہونچگیا۔ کسی کے یہ کہدینے سے کہ اُن کے یہ خیالات صرف توہمات ہیں اُن کے دل کو طمانیت نہیں ہوسکتی اُن کی یہ خواہش نہ تھی نہ وہ اُس میں مداخلت کرنا چاہتے تھے کہ موجودہ سکرٹری کے بعد کون سکرٹری ہو۔ مگر بلاشبہ اُن کی خواہش یہ تھی کہ یہ بات معلوم ہوجاوے اور ابھی اُس کا تصفیہ ہوجاوے کہ موجودہ سکرٹری کے بعد کون سکرٹری ہوگا اُس کے بعد وہ اپنے حال کا خود تصفیہ کرینگے اگر وہ سمجھینگے کہ اُسکے ساتھ وہ بلکہ کالج کا کام بہ طمانیت کرسکتے ہیں کرینگے ورنہ خداحافظ کہکر اپنے لیئے کوئی اور راستہ اختیار کریں بے شک اُن کا یہ خیال ہے کہ اگر **سید محمود** آیندہ سکرٹری ہوں تو وہ بہ طمانیت جبتک خدا چاہے کالج کا کام کرسکینگے ✤

اُنھوں نے اپنے اس خیال کو پوشیدہ نہیں رکھا اس ضلع کے یورپین دوستوں اور اُن یورپین دوستوں سے جو ہمارے کالج کے بے انتہا دوست اور ہمارے کالج کے ہرگونہ ترقی کے خواہاں ہیں سب پر ظاہر کیا ✤

میرے کُل یورپین دوستوں نے صلاح دی کہ کالج کی بہتری کے لیئے نہایت ضرور ہے کہ یورپین اسٹاف کو کافی طمانیت سے رکھا جاوے اور تمکو بنظر بہتری کالج کے ضرور ہے کہ بہت جلد اس بات کا تصفیہ کردو کہ تمہارے بعد **سید محمود** کالج کے **لیف سکرٹری** ہوں گے ✤

اس خاص معاملہ میں یورپین دوستوں کی رائے و مصلحت کو بہ نسبت کسی ہندوستانی دوست کے زیادہ وقعت کی سمجھتا ہوں اور بے شک اُن کی مصلحت کو کالج کی آیندہ حالت کے لیئے زیادہ مفید سمجھتا تھا۔ لیکن اس سبب سے کہ **سید محمود** میرے فرزند ہیں اُسمیں مجھکو تامل ہوجاتا تھا ✤

علاوہ اس کے میرا یہ بھی فرض تھا کہ میں اس بات کی بھی فکر کروں کہ میرے بعد کالج کا کیا حال ہوگا یہ کہدینا کہ خدا پر چھوڑ دو بڑے بڑے دینداروں کا کام ہے میں تو دنیا کا ایک آدمی ہوں اور دنیا کے انتظام کی پابندی سے آیندہ کے انتظام کا خیال ایک قدرتی امر ہے جو ہر شخص کے دل میں پیدا ہوتا ہے۔ کالج اب ایک اسکول نہیں رہا ہے جس کا کام ہماں شماں چلالیں اب خُدا کے فضل سے وہ اعلےٰ درجہ تک ترقی کرگیا ہے۔ **ایم اے کلاس** تک

اُس میں پڑھائی ہوتی ہے یونی ورسٹی الہ آباد نے اُس کو اعلےٰ درجہ کا کالج تسلیم کر کے اُس کے پرنسپل کو جو کوئی ہو بذریعہ عہدہ پرنسپلی سنڈیکیٹ کا ممبر تسلیم کیا ہے۔ ایسے کالج کا کام چلانے کے لیئے ایسے شخص کا سکرٹری ہونا لازم ہے جو خود انگریزی علوم اور یورپین سینسز و لٹریچر سے کما حقہ واقف ہو اور انگریزی تعلیم کو سمجھتا ہو تعلیم کے معاملہ میں پرنسپل کے ساتھ صلاح و مشورہ میں شریک ہو سکتا ہو خود اِس بات کو جان سکے کہ کالج میں تعلیم کی کیا حالت ہے اگر کچھ نقص ہوں تو اُسکے سمجھنے اور اصلاح کرنے پر قدرت رکھتا ہو۔ پرنسپل کا جو ہمارے کالج کی طرف سے یونی ورسٹی میں بطور کالج کے ریپریزینٹیٹو کے قرار دیا گیا ہے۔ یونی ورسٹی میں تجویزیں پیش کرنے میں جو مسلمانوں کی تعلیم سے بالخصوص علاقہ رکھتے ہیں مشیر ہونے کی لیاقت رکھتا ہو۔ کالج کے معاملات میں تمام خط و کتابت جو ڈریکٹر پبلک انسٹرکشن سے گورنمنٹ آف انڈیا سے تعلیم کی نسبت اور بالتخصیص مسلمانوں کی تعلیم کی نسبت ہوتی ہیں اُن کو انجام دے سکے ؎

میں خود اقرار کرتا ہوں کہ مجھ میں ان تمام کاموں کے انجام دینے کی لیاقت نہیں ہے صرف سید محمود کی امداد سے وہ انجام پاتے ہیں امداد کا لفظ بھی صحیح نہیں ہے بلکہ یہ کہنا چاہیئے کہ اُن سب کو سید محمود انجام دیتے ہیں پرنسپل صاحب کالج کے تعلیمی معاملات میں سید محمود سے مشورہ کرتے ہیں یونی ورسٹی کے معاملات میں سید محمود سے مشورہ کرتے ہیں ہمارے دفتر کو دیکھو تو معلوم ہوگا کہ تمام امپارٹنٹ چٹھیاں متعلق کالج اُن کی لکھی یا لکھوائی ہوئی موجود ہیں ؎

ایک اَور امر ہے جس کو میں بہت بڑا عظیم الشان سمجھتا ہوں گو اَور لوگ اُس کو حقیر سمجھیں کہ یہ کالج جس مقصد اور جس پالسی سے میں نے قایم کیا ہے اور جس نتیجہ قومی ترقی پر میں نے سر محنت کی ہے میرے بعد بھی اُسیطرح اور اُسی نتیجہ پر یہ کالج چلے۔ سید محمود ابتدا سے آج تک اِن تمام صلاحوں میں شریک غالب رہے ہیں اور مجھ کو اس بات کا یقین کامل ہے کہ سوائے سید محمود کے اَور کوئی شخص کالج کو اُس طریقہ پر نہیں چلا سکتا۔ کہدو کہ یہ تمہارا خیال غلط ہے مگر میں اُسی بات کے کرنے پر مجبور رہوں جسپر مجھ کو یقین ہے مگر ہاں ایک مدت بعد جب بخوبی مستحکم ہوجاوے گا تو ہر کوئی چلا سکیگا ؎

ان تمام واقعات واقعی اور امورات حالی اور حالات وجدانی نے مجھ کو آمادہ کیا کہ میں مسودہ مجوزہ میں سید محمود کو اپنی زندگی تک جنٹ سکرٹری جس کا درحقیقت ابتدا سے وہ کام کرتے ہیں اور اپنے بعد لیف آنریری سکرٹری مقرر کروں۔ میں سمجھتا تھا کہ ایسا کرنے میں لوگ مجھ کو ہر طرح کے طعنے دیں گے اور کوئی بدگمانی اور کوئی اتہام ایسا نہو گا جو مجھپر نکرینگے۔ میں نے کہا کہ اگر میں قوم کی اور کالج کی بہتری اِس میں سمجھتا ہوں اور اُسپر یقین کرتا ہوں اور صرف اپنی طعنہ زنی کے خوف سے اُس کو

نکروں تو مجھ سے زیادہ کوئی بددیانت اور دغاباز اور قوم کا دشمن نہ ہوگا۔ پس میں نے کیا جو میں نے کیا اور لومۃ لائم کا خوف نہیں کیا میری نیت کا فیصلہ کرنے والے میرے دوست نہیں ہیں جو بیہودہ باتیں بناتے ہیں بلکہ اُس کا فیصلہ کرنے والا ایک دوسرا حاکم ہے جو میری نیت یا بدنیتی اور ان کے ظن یا بدظنی کا فیصلہ کرے گا وَھُوَ اَحْکَمُ الْحَاکِمِیْنَ ٭

اسی زمانہ میں ہمارے دوست مسٹر ڈیٹن نے جو ہماری کالج کمیٹی ڈئریکٹران کے ممبر ہیں اور جب وہ ہندوستان میں تھے تو پریسیڈنٹ تھے اسی معاملہ میں ولایت سے مجھ کو ایک چٹھی لکھی ہے جس کا انتخاب مَیں آپکو سُناتا ہوں اور وہ چٹھی یہ ہے ٭

مائی ڈیر سید احمد

میں افسوس سے مگر تعجب سے نہیں سُنتا ہوں کہ **مولوی سمیع اللہ خاں** آپ کی کوششیں جو کالج کو مضبوط کانسٹیٹیوشن بنانے کے لیئے ہیں روکنا چاہتے ہیں اور میں بآسانی سمجھ سکتا ہوں کہ آپ کی خواہش محمود کو اپنا جانشین مقرر کرنے کے لیئے ہے اور آپ اُسپر زور دینے سے اس لیئے ڈرتے ہیں کہ خودغرضی نہ پائی جاوے۔ لیکن تمام لوگ جن کے دل میں کالج کی بہتری کا خیال ہے اور حالت کے سمجھنے کے قابل ہیں اس اہم کام میں اتفاق کریں گے کہ آپکا جانشین محمود کو کیا جاوے گو مَیں جانتا ہوں کہ اس بات کو کئی سال چاہئیں جبکہ وہ اپنے فرائض کا چارج لیں۔ اور میں خیال کرتا ہوں کہ آپ مجھے معاف کرینگے اگر میں یہ کہوں کہ آپ کا فرض ہے کہ کُل تعلقات رشتہ داری کو جو مابین آپکے اور سید محمود کے ہیں ایک طرف کرکے نہایت مستعدی سے اس بات پر زور دیں ٭ ٭ ٭ ٭ یہ وقت کالج کے لیئے نہایت خطرناک ہے اور اُس کی آیندہ حالت آپ کی کارروائی پر منحصر ہے ٭ ٭ ٭ میں آپ کو تاکید سے کہتا ہوں کہ آپ مضبوط ہوکر کانسٹیٹیوشن کے جاری ہونے پر پورا زور دیں ٭ ٭ ٭ اور مجھ کو نہایت رنج ہوگا اگر آپ اُس طریقہ سے جو آپ نے شروع کیا ہے باز رہیں گے ٭

مقام ڈیپٹ فورڈ لنڈن — میں ہوں آپ کا قدیم سچّا دوست

۸ اگست ۱۸۸۹ء — کے ڈیٹن

اے صاحبو۔ جس طرف سے اس تجویز کی مخالفت کی ہوا چلی مجھ کو ہرگز یقین نہ تھا کہ اُس طرف سے یہ ہوا چلیگی تمام لوگ جو کالج کی محنتوں میں میرے سکرٹری ہونے کی حالت میں شریک تھے وہ اُس وقت بھی شریک رہ سکتے تھے اور مدد کرسکتے تھے جبکہ سید محمود سکرٹری ہوتے مگر غضب ہے کہ مخالفت ہوتی اور ایسی بُری طرح پر جس نے نہ اشخاص کو بلکہ قوم کو بدنام کیا مخالفت رائے سے نہ تھی بلکہ عداوت اور ذاتیات تک نوبت پہونچ گئی رسالے چھپے اخباروں میں آرٹیکل چھپے

انگریزی میں پمفلٹ چھاپ چھاپ کر ہندوستان میں تقسیم ہوئے اور کوئی درجہ مخالفت کا باقی نہیں چھوڑا اور بقول پایونیر کے ثابت ہوگیا کہ مسلمانوں میں یہ قابلیت نہیں ہے کہ کوئی بڑا کام اتفاق سے کرسکیں ۔

انہیں تحریرات پر قناعت نہیں کی بلکہ ایک گروہ مخالفین کا قایم کیا اور ایک میٹنگ کی اور جایز و ناجایز طریقہ سے اُس میں لوگوں کو شریک کیا اُس ناجایز کمیٹی کی رویدادیں چھاپ کر مشتہر کیں اور چند رزولیوشن پاس کیئے جس میں لکھا ہے کہ بالاتفاق پاس ہوئے ہیں ۔

آپ کو اس بات کے سننے سے تعجب ہوگا کہ اُن لوگوں میں جن کی اتفاق رائے سے اُن رزولیوشنوں کا پاس ہونا لکھا ہے محمد عبد الشکور خاں صاحب رئیس بھیکم پور بھی ہیں جو شریک تھے ۔ محمد عبد الشکور خاں صاحب نہایت متین اور قابل ادب بزرگ ہیں اُن کی ذات سے اس ضلع کے شیروانی افغانوں کو فخر ہے اُنہوں نے مجھ کو لکھا ہے کہ " غرض انعقاد اُس جلسہ کی صرف غور اور مشورہ کرنا قواعد مسودہ ٹرسٹیان پر تھا نہ کسی قواعد مسودہ مذکور کا پاس یا نامنظور کرنا " مگر اُس رویداد میں متعدد رزولیوشنوں کا پاس ہونا لکھا ہے جن میں بہت سی دفعات کو نامنظور کیا ہے ۔

نسبت سید محمود کے جنٹ سکرٹری اور بعد کو لیف سکرٹری مقرر ہونے کے وہ لکھتے ہیں کہ میں نے یہ رائے ظاہر کی تھی کہ جن دفعات میں اس کا ذکر ہے وہ اس طرح پر ترمیم ہوں کہ " حسب خواہش سکرٹری ایک اسسٹنٹ یا جنٹ سکرٹری منجملہ ٹرسٹیان کالج بلامعاوضہ مقرر ہونا مناسب ہے جس کو آنریری سکرٹری پسند کرے کوئی وجہ اس کی نہیں ہے کہ آنریری سکرٹری بضرورت اپنی معاونت کے اپنا اسسٹنٹ یا جنٹ منجملہ ٹرسٹیان مقرر کرنا چاہیں تو اُس سے انکار کیا جاوے اور معتبر ذریعہ سے مجھ کو معلوم ہوا ہے کہ چند سال سے تمام تحریرات انگریزی خط کتابت باضابطہ اور رپورٹ وغیرہ متعلق مدرستہ العلوم آنریبل جسٹس سید محمود کی رائے سے اور قلم سے تحریر ہوتی ہیں و نیز انتخاب و تقرر یورپین اسٹاف کا آنریبل سید محمود کی تجویز و اہتمام سے ہوتا ہے لہذا اول جنٹ سکرٹری آنریبل سید محمود کا حسب خواہش آنریری سکرٹری ہونا چاہیئے لیکن لایف جنٹ سکرٹری ہونے کا استحقاق و ضرورت نہیں ہے اور بعد خالی ہونے عہدہ آنریری سکرٹری کے اوّل مرتبہ عہدہ آنریری سکرٹری پر مقرر ہونا جنٹ سکرٹری کا بوجہ اپنے استحقاق کارگذاری و اعتماد قرین انصاف ہے واسطے اُس میعاد کے جو ہر ایک سکرٹری کے لیئے سہ سالہ مندرج قانون ہے لیکن لایف آنریری سکرٹری نہ ہونا چاہیئے نہ لایف سکرٹری ہونے کا کوئی حق ظاہر کیا گیا ہے پس بحالت آنریبل سید محمود کے اوّل مرتبہ عہدۂ جنٹ سکرٹری اور

آنریری سکرٹری پر واسطے میعاد معین کے جو نکتہ چینیاں نسبت لیاقت انتظامی آنریبل موصوف کے کیگئی ہیں یا جو اعلےٰ درجہ ہر قسم کی لیاقتوں کا ثبوت اُن کے واسطے کر کے مستحق لایف آنریری سکرٹری کا قرار دیا ہے ان دونوں رایوں کا فیصلہ عملی طور پر اس میعاد میں ہوجائے گا اور کیا عجب ہے کہ آنریبل مسٹر سید محمود وقت دوسرے انتخاب عہدہ آنریری سکرٹری کے لایق لایف آنریری سکرٹری ہونے کے مستحق ثابت ہوویں اور جو حضرات اس وقت اس رائے کے مخالف ہیں بنظر انصاف اس سے اتفاق کریں - اس صورت میں یہ بھی ضرور ہے کہ بغرض اطمینان آیندہ یورپین اسٹاف کے شرایط خاص مابین اسٹاف مذکور اور کمیٹی ٹرسٹیان منعقد کرلیجاویں تاکہ کسی وقت میں شبہ ابتری کالج بوجہ بدولی یورپین اسٹاف باقی نہ رہے اور یہ طریقہ اطمینان باضابطہ کا بہ نسبت اطمینان ذات شخص واحد کے مستحکم بنا پر قایم ہوگا ؛

بپابندی دفعہ ۶۴ سکرٹری کو اختیار تقرر رجسٹرار کا ہونا چاہیئے - لیکن منجملہ ٹرسٹیان واسطے میعاد معین کے جو زاید تین ماہ سے نہ ہو اس سے اگر میعاد زاید کی ضرورت ہو یا کسی غیر شخص کا ٹرسٹیان سے رجسٹرار مقرر کرنا ضروری متصور ہو تو اوّل منظوری ٹرسٹیان حاصل کیجاوے ؛

نسبت دفعہ ۵ و ۱۱ متعلق تعداد ٹرسٹیان جلسہ منعقدہ ۲۷ - اگست ۱۸۸۹ء میں میں نے اپنی رائے یہ ظاہر کی تھی کہ کُل ممبران کا ٹرسٹی مقرر ہونا ضروری نہیں ہے اس وجہ سے کہ وقت قایم ہونے کالج کے بلحاظ کثرت مخالفت اور قلت بہم رسی معاونین کالج اس امر کا محتاج تھا کہ جس طرح ممکن ہو تعداد ممبران میں ترقی کیجاوے اور زیادہ تر خوض ممبروں کی لیاقت و حیثیت پر نہ کیا جاوے اب کہ کالج حالت موجودہ تک مرتبۂ ترقی کو پہونچ گیا اور تمام مخالفتیں جو نسبت تعلیم انگریزی و قایم ہونے کالج کے تھیں کالعدم ہوگئیں تو اب ضرور ہے کہ انتخاب ٹرسٹیان میں احتیاط کیجاوے اور جہانتک ممکن ہو معتمد و ذی وجاہت ٹرسٹی انتخاب کیئے جاویں مگر وقت تحریر اس رائے کے جو میں نے فہرست موجودہ ممبران پر نظر ڈالی تو معلوم ہوا کہ حقیقتاً بعض لایق اور نہایت معتمد ممبر ٹرسٹیوں میں منتخب ہونے سے باقی رہ گئے ہیں مثلاً مولوی محمد اسمٰعیل صاحب رئیس شہر کول - سید اکبر حسین صاحب رئیس الہ آباد سابق منصف حوالی شہر کول وغیرہ وغیرہ " انتھی ؛

مگر افسوس ہے کہ اُن کی رائے کا مطلق تذکرہ رویداد میں نہیں ہے اور جن رزولیوشنوں کو اس میں بالاتفاق پاس ہونا لکھا ہے محمد عبد الشکور خاں صاحب کی رائے اُن میں سے اکثر رزولیوشنوں کے بالکل برخلاف ہے مگر اُسے صاحب خدا کے نزدیک اس مخالفت ہونے ہی میں کچھ بہتری ہوگی عسیٰ ان تکرھوا شیئاً وھو خیر لکم - وعسیٰ ان تحبوا شیئاً وھو شر لکم ابھی صرف ایک رات بیچ میں ہے اور کل سب کو معلوم ہو جاویگا کہ ممبروں کی مجارٹی کیا فیصلہ کرتی ہے ؛

اس امر کی نسبت کہ یورپین اسٹاف کے متعلق جو معاملات کمیٹی میں پیش ہوں اُن کا تصفیہ کس طرح پر عمل میں آویگا۔ کمیٹی کے اجلاس منعقدہ ۱۲۔ مارچ ۱۸۸۹ء میں ہو چکا ہے اور اُس کے قواعد قرار پا چکے ہیں وُہی قواعد بعینہ مسودۂ قانون ٹرسٹیان میں مندرج کیئے گئے ہیں۔ مگر یورپین اسٹاف کی رخصت کے بابت کوئی قاعدہ مقرر نہ تھا اُس کی نسبت قواعد جدید بنانے پڑے ہیں جو اس مسودہ میں مندرج ہیں +

حضرات من۔ ہمارے کالج کی ایک خاص حالت ہے گورنمنٹ میں جو قواعد رخصت ملازمان سررشتہ تعلیم کے لیئے معین ہیں وہ ہمارے کالج میں بکار آمد نہیں ہیں۔ گورنمنٹ جس افسر کو رخصت دیتی ہے اُس کے زمانۂ رخصت میں فی الفور دوسرے کو قایم مقام کر کے بھیجدیتی ہے اور تعلیم کا کچھ ہرج نہیں ہوتا۔ ہمارے کالج میں جب کسی یورپین افسر کو رخصت دی جاتی ہے تو زمانۂ رخصت میں ہمکو اُس کا قایم مقام پیدا کرنا محالات سے ہوتا ہے۔ اس لیئے قواعد رخصت ایسے انداز پر بنائے گئے ہیں جس میں تعلیم میں ہرج نہ پڑے +

ان قواعد کا بنانا اگر اُن کو یورپین اسٹاف اپنی ضروریات کے مناسب سمجھے تو محض بیفایدہ تھا اس لیئے پرنسپل کالج کو اُس کے بنانے میں شریک کرنا اور دریافت کرنا کہ کس قاعدہ میں کیا ہرج پڑے گا اور کس طرح پر آسانی ہوگی ضرور تھا اُسپر نکتہ چینی کرنا بہت آسان کام ہے مگر میں سمجھتا ہوں کہ وہ قواعد نہایت عمدہ طور پر بنائے گئے ہیں جن سے نہ تعلیم میں ہرج پڑتا ہے نہ ہمکو زمانہ رخصت میں کسی قایم مقام کے تلاش کی ضرورت پڑتی ہے اور یورپین اسٹاف بھی اُن سے راضی ہے یہ کہدینا کہ یورپین اسٹاف کی رضامندی کی کچھ ضرورت نہیں ہے کمیٹی جو چاہے قاعدے بنائے ہمارے کالج میں تو یہ بات چل نہیں سکتی +

ان تمام ضرورتوں پر کامل غور کرنے کے بعد مینے مسودۂ قانون بنایا بلاشبہ سید محمود جو کالج فنڈ کمیٹی کے ممبر بھی ہیں اور خود کمیٹی کے لیئے قواعد بنانے اور کل ممبروں کے سامنے پیش کرنے کا حق رکھتے ہیں مسودہ کے بنانے میں شریک غالب تھے اور مسٹر اسٹریچی بطور لیگل ایڈویزر کے شامل تھے جب یہ مسودہ تیار ہو گیا تو ہر ایک ممبر کے پاس بطلب رائے بھیجا گیا۔ اب میری نسبت کہا جاتا ہے کہ میں نے ترتیب اور تقسیم مسودۂ قانون ٹرسٹیان میں بیضابطگی کی ہے مگر میں سمجھتا ہوں کہ میں نے ضرورت سے زیادہ احتیاط کی ہے دفعہ ۴۵ قواعد موجودہ میں کالج فنڈ کمیٹی کو اختیار ترمیم موجودہ قواعد کا دیا گیا ہے مگر اُس میں یہ حکم نہیں ہے کہ کوئی ممبر جو کسی قاعدہ کی ترمیم و تبدیل چاہے وہ اوّل کمیٹی سے اجازت لے اور پھر اُسکو کمیٹی میں پیش کرے اور جب کمیٹی اجازت دے تو وہ تقسیم ہو۔ بلکہ ہر وقت کالج فنڈ کمیٹی کے ہر ایک ممبر کو اختیار تھا کہ

بلا اطلاع اور بلا منظوری اور اجازت کمیٹی جس قاعدہ کو ترمیم یا تبدیل کرنا چاہے اُسکی یادداشت پیش
کرے اُس یادداشت کا کُل ممبران کو تقسیم ہونا اور رائے طلب کرنا واجب تھا اور کثرت رائے
ممبران کمیٹی سے اُس کا منظور یا نامنظور ہونا منحصر تھا۔ اُس دفعہ میں جو لفظ کمیٹی کا ہے اُس سے
کالج فنڈ کمیٹی کے وہ تین چار ممبر جو عام کارروائی کے لیئے جلسہ کرتے ہیں مراد نہیں ہیں بلکہ کُل
ممبران کمیٹی مراد ہیں۔ پس بموجب اُس اختیار کے مجھ کو بحیثیت ایک ممبر ہونے کے بلا اجازت
کمیٹی کے مسودۂ قانون تجویز کرنے کا اور بحیثیت سکرٹری اُس کو بطلب رائے تقسیم کرنے کا
اختیار کلی حاصل تھا۔ ہاں بلاشبہ وہ مسودہ کثرت رائے سے منظور یا نامنظور ہوسکتا تھا +

مگر میں نے احتیاط کی اور ایک جلسہ کمیٹی میں جس میں گیارہ ممبر شریک تھے کالج کی حالت
اور اُس کے لیئے ٹرسٹیز مقرر ہونے کی ضرورت کو بیان کیا اور سب نے ٹرسٹیوں کا مقرر ہونا
اور اُس کے لیئے قانون بنانے کی ضرورت کو تسلیم کیا۔ اُس جلسہ میں امر مذکورہ کے پیش کرنے کی
ضرورت یہ تھی کہ میری رائے میں مسودۂ قانون بنانے میں ایک لیگل اڈویزر یعنی مشیر قانونی کی
ضرورت تھی جس کو اُس کی خدمات کا معاوضہ دیا جاوے۔ معاوضہ کا دیا جانا بلا منظوری ممبران
کالج فنڈ کمیٹی کے کورم کے نہیں ہوسکتا تھا اور اُس کی منظوری لینی ضرور تھی۔ ورنہ مجھ کو بحیثیت
ممبری ایک قانون بنانے اور بحیثیت سکرٹری رائے طلب کرنے کے لیئے تقسیم کرنے میں
کسی کی اجازت حاصل کرنے کی ضرورت نہ تھی +

میں یا کوئی ممبر جو کوئی تجویز نسبت ترمیم قواعد پیش کرے اُسپر کسی سلیکٹ کمیٹی کے مقرر
کرنے کا اُس دفعہ میں حکم نہیں ہے اور نہ اسپر کوئی سلیکٹ کمیٹی مقرر ہوسکتی ہے اس لیئے کہ اگر
سلیکٹ کمیٹی مقرر ہو تو اُس میں معدودے چند ممبر مقرر ہونگے اور اُن معدود ممبروں کو اُس تحریر یا
مسودۂ مرتبہ میں مطلق اختیار تغیر و تبدیل نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ بموجب اُس دفعہ کے اُس میں تغیر و
تبدیل یا اُس کی منظوری و نامنظوری کُل ممبران کالج فنڈ کمیٹی کی رائے کی مجارٹی پر منحصر ہے
نہ معدودے چند ممبروں کی۔ معہذا کمیٹی کے معزز ممبروں نے قانون پر غور کرنے کے لیئے
بطور خود ایک بہت بڑا جلسہ کیا جس میں پندرہ ممبر شامل تھے اور سب نے ملکر مسودہ پر بحث و غور
کی اور متفق رائے سے جو تجویز کی وہ صرف چند دفعات کے تغیر و تبدیل سے زیادہ نہیں ہے پس
اگر سلیکٹ کمیٹی مقرر نہ کرنے کا میرا گناہ ہو تو اُس کا کفارہ بخوبی ہو چکا ہے +

اس کام کے لیئے لیگل اڈویزر مسٹر اسٹریچی بارسٹر ایٹ لا سے بہتر کوئی ہو نہیں سکتا تھا
مسٹر اسٹریچی میرے اور سید محمود کے نہایت دلی اور بے تکلف دوست ہیں۔ ہمارے کالج
کے جو درحقیقت اُن کے نامور باپ سر جان اسٹریچی کی مہربانی سے قایم ہوا ہے نہایت دوست

خیرخواہ ہیں ہمارے کالج کے یورپین اسٹاف میں سے مسٹر بیک پرنسپل کی جو کل اسٹاف کی جانب سے
ریپریزینٹیٹو ہیں نہایت دوست ہیں - اُن کی قانونی لیاقت ایسے اعلےٰ درجہ پر مشہور ہے کہ
میرے بیان کی محتاج نہیں ہے ؂

مسودۂ قانون جو بنانا منظور تھا اُس میں بہت سے قواعد متعلق یورپین اسٹاف کے مثل
اُن کی موقوفی معطلی وضع تنخواہ رخصت وغیرہ حقوق کے مندرج کرنے لازم تھے اور بڑی مشکل یہ تھی
کہ جو حقوق گورنمنٹ کے یورپین ملازمان ایجوکیشنل ڈپارٹمنٹ کو حاصل ہیں نہ وہ حقوق ہم اپنے
کالج کے اسٹاف کو دے سکتے تھے کیونکہ کمیٹی کو اسقدر مقدرت نہیں ہے اور نہ وہ حقوق وقواعد
ہمارے کالج کے مناسب ہیں - پس نہایت مناسب تھا کہ لیگل اڈوائزر دونوں فریق کا نہایت
دوست ہو ادھر وہ کالج کی حالت کا خیال رکھے اور اُدھر یورپین اسٹاف کے حقوق وضرورتوں کو
سمجھے اور نیز دونوں کو ایک معتدل امر پر متفق کرنے میں بلکہ دوستانہ طور سے زور دیکر راضی کرنے
پر قادر ہو - پس اے دوستو اگر میرے آپکے نزدیک بھی اس کام کے لیئے مسٹر اسٹریچی کے
منتخب کرنے میں اپنی شامت اعمال سے جو میری نسبت منسوب کی جاتی ہیں - خطا کی ہے تو
مجھ کو اپنی خطا سے اقرار کرنے اور معافی چاہنے میں کچھ عذر نہیں ؂

مگر میں اس بات کے بیان کرنے سے نہایت خوش ہوں کہ اس تدبیر سے ہمکو بڑی
کامیابی ہوئی ہے باوجودیکہ مجوزہ مسودہ میں یورپین اسٹاف کے حقوق بہ نسبت اُن حقوق
کے جو ایجوکیشنل ڈپارٹمنٹ کے یورپین اسٹاف کو حاصل ہیں اکثر حالات میں سوائے بعض کے
جہاں ہمنے بوجوہ قوی کسیقدر زیادہ حق دیا ہے بہت کم کر دیئے ہیں - لیکن یورپین اسٹاف کو
بالکل طمانیت ہے اور یورپین اسٹاف یقین کرتا ہے کہ گو ہمارے حقوق میں کمی ہوئی مگر کمیٹی
کو اپنی موجودہ حالت پر امکان نہ تھا کہ اس سے زیادہ کر سکتی - ہم نے اُن کی ضرورتوں پر
خیال کیا - اُنھوں نے کمیٹی کی حالت پر اور مجبوری پر خیال کیا - مسٹر اسٹریچی پر دونوں کو
طمانیت تھی نہایت رضامندی اور طمانیت سے ایسی ایسی مشکلات حل ہوئی ہیں کہ اگر
کوئی دوسرا طریقہ اختیار کیا جاتا تو اُن کا حل ہونا غیر ممکن تھا ؂

میں اس گناہ کا بھی گنہگار بنایا جاتا ہوں کہ میں نے بلا منظوری کمیٹی مسودہ کی نسبت
رایوں کے آنے کی تاریخ اپنی تجویز سے مقرر کی مگر آپ کو معلوم ہو کہ جب سے یہ کمیٹی قایم ہوئی اُس
وقت سے آج تک ہر اجلاس کے اور ہر کام کے لیئے تاریخوں کا معین کرنا سکرٹری کا خاص کام
رہا ہے - اس کمیٹی پر موقوف نہیں ہے تمام دنیا میں جو انسٹیٹیوشن اور یونیورسٹیاں اس وقت
موجود ہیں اُن میں اجلاسوں کے اور ہر ایک کام کے تاریخ معین کرنا سکرٹری کا کام ہے اگر سکرٹری کا

یہ کام نہو تو کوئی کام انجام ہی نہیں پاسکتا۔ کیونکہ کسی کام کے انجام کے واسطے تاریخ معین کرنے کے لیئے اگر کمیٹی جمع کرنے کی ضرورت ہو تو اُس کے لیئے اور ممبروں کے جمع ہونے کے لیئے کون تاریخ مقرر کرے۔ بہرحال میں نے بہ حیثیت سکرٹری اُسی قاعدہ سترہ کے موافق ایک تاریخ مقرر کی۔ جن ممبروں نے جواب نہیں بھیجا تھا اور زیادہ مہلت چاہی تھی مجھے بحیثیت سکرٹری مہلت کو منظور کرنے اور دوسری تاریخ معین کرنے کا خود اختیار حاصل تھا مگر میں نے احتیاط کی اور کمیٹی میں پیش کیا اور کمیٹی سے ایک مہلت طویل بلکہ اطول دیگئی۔ پس باایں ہمہ اگر میں گنہگار ہوں تو بجز اس کے اور کچھ نہیں کہہ سکتا۔

مصرعہ

کاینچنیں رفت است در روز ازل تقدیر ما

تعجب اس الزام پر ہے کہ سکرٹری نے کوئی یادداشت مراتب ترمیم طلب نہیں بھیجی حالانکہ وہ مسودۂ قانون ہے جس سے تغیر و تبدیل قواعد سابق میں ہوتی ہے یادداشت مراتب ترمیم طلب ہے۔ میں نہیں سمجھتا کہ اور دوسری کون سی یادداشت مطلوب تھی معہذا میں نے اُس کے ساتھ ایک خط بھی بھیجا جس میں ٹرسٹیوں کے قانون بنانے کی ضرورت بقدر حاجت بیان کی ہے اور سب ممبروں سے مدد چاہی ہے کہ کالج کے آیندہ استحکام میں اور جو کام اُس میں کرنے باقی ہیں اُس میں تائید فرماویں۔ علاوہ اس کے جن ممبروں نے زیادہ حالات دریافت کیئے اُنکو اُن حالات سے اطلاع دی جن ممبروں نے دیگر کاغذات یا پُرانے قواعد طلب کیئے اُن کے پاس بھیجے گئے رائے دینے کی اسقدر مہلت طویل دی گئی تھی کہ کسی ممبر کو اس بات کی شکایت نہیں ہوسکتی کہ ہمکو کافی حالات دریافت کرنے کا موقع نہیں ملا۔

بزرگان من۔ ایک امر متعلق بورڈنگ ہوس کے بھی زیادہ غور کے لایق ہے مسودۂ قانون میں بورڈنگ ہوس کے لیئے ایک کمیٹی بنام مینیجنگ کمیٹی قایم رکھی گئی ہے جو کہ ہندو بھی بورڈر ہیں اس لیئے اُس کمیٹی میں ہندو بھی بطور ممبر شامل ہیں۔ اس مسودہ میں منجملہ ممبران کے پرنسپل اور سول سرجن ضلع کو جس کے ذمہ بورڈروں کا معالجہ اور بورڈنگ ہوس کو بلحاظ صفائی صحت بخش حالت میں رکھنے کا تعلق ہے فہرست ممبران میں داخل کیا گیا ہے۔

جبکہ متعدد ممبر بورڈنگ ہوس میں مداخلت کرتے ہیں تو بے انتہا ابتری بورڈنگ ہوس میں واقع ہوتی ہے۔ ایک ممبر حکم دے جاتا ہے کہ فلاں کام اس طرح پر ہو دوسرا ممبر آکر حکم دیتا ہے کہ نہیں اسطرح پر ہو۔ اگر ایک ممبر کسی طالب علم کو بلحاظ اُس کے قصورات کے کوئی سزا دیتا ہے یا بورڈنگ ہوس سے خارج کرتا ہے۔ دوسرا ممبر آکر اُس کا قصور معاف کرتا ہے اور بورڈنگ ہوس میں داخل کر لیتا ہے طالبعلم اس کارروائی سے نہایت خیرہ و سرکش ہوتے جاتے ہیں۔

اور کسی کا ڈر یا ادب اُن میں باقی نہیں رہتا وہ سمجھتے ہیں کہ گو فلاں ممبر نے ہمکو بورڈنگ ہوس سے خارج کیا ہے مگر ہم فلاں ممبر سے کہکر پھر داخل ہو جاویں گے اور متعدد دفعہ ایسا ہی ہوا ہے اور جو بغاوت فروری ۱۸۸۱ء میں بورڈنگ ہوس میں ہوئی اُس کی اصلی وجہ یہی تھی ؛

ان اعتراضوں کے رفع کرنے کو یہ تجویز کی گئی ہے کہ ٹرسٹیوں کو اختیار ہوگا کہ منجملہ ممبران مینجنگ کمیٹی کے کسی ایک ممبر کو عام نگرانی بورڈنگ ہوس کا اختیار دیں اور اگر ایسا اختیار نہ دیا ہو تو عام نگرانی سکرٹری کے سپرد رہے سکرٹری سے **مولوی سمیع اللہ خاں صاحب** جو لیف آنریری سکرٹری مینجنگ کمیٹی کے ہیں یا **سید احمد** جو لیف آنریری سکرٹری کالج کے ہیں مراد ہے ؛

مینجنگ کمیٹی کے ممبروں کو اختیار دیا گیا ہے کہ اگر عام حالت بورڈنگ ہوس میں کچھ نقصان دیکھیں اُس کی نسبت ممبروں کا اجلاس کریں اور جو اصلاح مناسب سمجھیں اُس کی اطلاع ٹرسٹیوں کو دیں ؛

پرنسپل کو بحیثیت پرنسپلی بورڈنگ ہوس میں ڈسپلن قایم رکھنے اور قصورات کی نسبت جو سزائیں مقرر ہوں اُن کے دینے کا اختیار دیا گیا ہے ؛

جن لوگوں نے ہر ایک امر میں اختلاف کرنے کا ارادہ کر لیا ہے وہ ان صاف صاف باتوں سے بھی اختلاف کرتے ہیں اور رائے دیتے ہیں کہ بورڈنگ ہوس کی نگرانی بجز مسلمان ممبر کے اور کسی کو نہ دیجاوے - اس زمانہ میں جو عام نگرانی بورڈنگ ہوس کی پرنسپل صاحب نے براہ مہربانی اپنے ذمہ لی ہے جس کے لیئے میں اُن کا نہایت شکر گزار ہوں اُس کو ناپسند کرتے ہیں - پرنسپل کا بورڈنگ ہوس کی نگرانی لینا اُس کے لیئے لازمی نہیں ہے اُنہوں نے صرف اپنی مہربانی سے یہ تکلیف گوارا کی ہے - مولوی محمد سمیع اللہ خاں صاحب لکھتے ہیں کہ پرنسپل کو بورڈنگ ہوس پر کسی قسم کی مداخلت نہ ہونی چاہیئے ؛

اے صاحبو میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ یورپ میں - ایشیا میں - ہندوستان میں امریکہ میں کہیں کوئی کالج ایسا ہے کہ اُس کے ساتھ بورڈنگ ہوس ہو اور پرنسپل کو بورڈروں پر ویسی ہی حکومت نہ ہو جیسی کہ اسکو کالج میں ہو - کالج اور بورڈنگ ہوس کو جدا سمجھنا ایسا ہے جیسا کہ انسان کو اور اُس کی روح کو جدا سمجھنا ؛

علاوہ اس کے بورڈنگ ہوس کے ساتھ ایک یونین کلب ہے جس میں طالب علموں کو اسپیچیں کرنی اور مباحثہ کرنا سکھایا جاتا ہے اُن کو انگریزی لٹریچر میں مختلف طریقے سے تعلیم دیجاتی ہے اور لٹریچر کی ترقی میں کوشش کرنی ہوتی ہے اگر پرنسپل اس کی نگرانی نکرے تو کون کرے

کرکٹ کلب بورڈنگ ہوس میں ہے۔ طالب علم کرکٹ کی مشق کرتے ہیں۔ یورپین افسر کالج کے اُن کے ساتھ ہوتے ہیں وہ یورپین پارٹی سویلین و میلٹری سے میچ کھیلتے ہیں اور جب کسی دوسرے شہر میں یورپین پارٹی سے میچ کھیلنے جاتے ہیں تو ایسے موقعوں پر یورپین افسر کالج کا اُن کے ساتھ جاتا ہے اگر اُن کو بورڈنگ ہوس میں مداخلت نہ ہو تو یہ کام کیونکر انجام پاویں ٭

بورڈنگ ہوس میں طالب علموں کو امپوزیشن یعنی میعاد معین تک ایک جگہ بیٹھکر پڑھنے یا لکھنے کی سزا دیجاتی ہے اس کے لیئے اور نیز مارننگ اسکول کے لیئے بورڈنگ ہوس میں ایک جگہہ بنائی گئی ہے جس کی نگرانی پرنسپل کے ذمہ ہے پس اگر اُس کو بورڈنگ ہوس میں مداخلت نہ ہو تو یہ کام کون کرے اور اگر پرنسپل کو بورڈنگ ہوس میں ڈسپلن قایم رکھنے اور قصورات کی سزا دینے کا اختیار نہ ہو تو انتظام کیونکر رہے اور کام کیونکر چلے ٭

جس قدر وارڈ بورڈنگ ہوس میں ہیں اُن کے چال چلن کی جو بورڈنگ ہوس میں ہو صاحبان کلکٹر پرنسپل سے کیفیت طلب کرتے ہیں اور ضابطہ کے موافق بھی پرنسپل ہی کو اُسکی کیفیت لکھنی چاہیئے۔ اگر پرنسپل کو بورڈنگ ہوس میں مداخلت نہ ہو تو اُن کیفیات مطلوبہ کو کون لکھے ٭

مدت سے میرا ارادہ ہے کہ بورڈروں سے قواعد سکھانے میں محنت لیجاوے کہ اُن کی صحت اُن کی طاقت کو نہایت مفید ہوگی سستی و کاہلی دور ہوگی اور بطور ایک مستعد آدمی کے اُن میں خصلت پیدا ہوگی۔ ہمارے پرنسپل صاحب نے کسی قدر اُس کا آغاز کیا ہے اور بہت سی وجوہات سے مناسب ہے کہ اُس کا اہتمام یورپین افسروں کے ہاتھ میں رہے اور وہ خود اُس میں شریک رہیں ٭

علاوہ اس کے میرا سب سے بڑا مقصد کالج کے قایم کرنے سے یہ ہے کہ مسلمانوں میں اور انگریزوں میں دوستانہ راہ و رسم پیدا ہو اور آپس کا تعصب و نفرت دور ہو اور میں سمجھتا ہوں کہ اس میں بہت بڑی کامیابی ہوئی ہے اور اُس کامیابی کا اصلی سبب ہمارے کالج کے یورپین افسر ہیں جو بورڈروں سے پدرانہ شفقت اور دوستانہ محبت رکھتے ہیں۔ کسی دوسرے ضلع کا کوئی افسر جب علیگڈھ میں آجاتا ہے اور وہ دیکھتا ہے کہ ہمارے ضلع کی تمام لیڈیاں اور یورپین حکام ہمارے کالج کے طالب علموں کے ساتھ اور ہمارے کالج کے طالب علم اُن کے ساتھ کیسا سچا اور دوستانہ برتاؤ رکھتے ہیں کھیلوں میں شریک ہوتے ہیں ڈنروں میں شریک ہوتے ہیں۔ بورڈنگ ہوس کی ڈنروں میں آتے ہیں۔ میچ کے دنوں میں ہمارے ضلع کی لیڈیاں طالب علموں کو لنچ دیتی ہیں اور سب لیڈیاں اور یورپین جنٹلمین اور ہمارے

طالب علم ایک میز پر بیٹھکر کھاتے ہیں اور بے تکلف دوستانہ مگر باادب میل جول رکھتے ہیں تو وہ حیران ہوجاتا ہے اور علیگڈھ کو ایک نئی دنیا سمجھتا ہے *

کچھ دور عرصہ نہیں گذرا کہ سر جان ایج چیف جسٹس الہ آباد علیگڈھ میں آئے اور بورڈروں کے ساتھ بورڈنگ ہوس میں بیٹھکر ڈنر کھایا۔ تھوڑا ہی عرصہ ہوا کہ ارل ڈفرن ویسرائے و گورنر جنرل ہندوستان ہمارے کالج میں آئے اور اسی بورڈنگ ہوس کے کھانے کے کمرہ میں بورڈروں کے ساتھ بیٹھے اور چاء وغیرہ نوش فرمائی۔ ہمارے کالج میں جو یہ رول ہے کہ شراب میز پر نہوگی تمام لیڈیوں اور یورپین جنٹلمینوں نے کس خوشی سے اس رول کو پسند کیا ہے اور ہر موقع پر خواہ ڈنر ہو یا لنچ کس خوشی سے باطاعت اس رول کے شریک ہوتے ہیں۔ یہ نتیجہ اس کا ہے کہ ہمارے کالج کے یورپین افسر اور بورڈر آپس میں دوستانہ ملتے ہیں اور صرف ان یورپین افسران کالج کے سبب سے یہ خوبی ہمارے طالب علموں میں اور یہ عزت ہمارے بورڈنگ ہوس کو ہوئی ہے اور میرا وہ مقصد جسپر میں نے کالج کی بنیاد ڈالی ہے کسی قدر حاصل ہوا ہے پس اس باب میں جو مخالفین مخالفت کرتے ہیں اُس کی ذرہ برابر بھی وقعت نہیں کرسکتا۔ اور نہ میں بورڈنگ ہوس کو اُس حالت میں رکھنا چاہتا ہوں جو وہ پسند کرتے ہیں اگر میرا یہ مقصد اس کالج سے حاصل نہ ہو تو کالج کو آج غارت کردینا اُس کے قایم رکھنے سے ہزار درجہ بہتر ہے۔ ہم اس کالج اور بورڈنگ ہوس کے ذریعہ سے آپس میں مسلمانوں اور انگریزوں کی دوستی و محبت پیدا کرنی چاہتے ہیں نہ نفرت و عداوت *

پس میری یہ رائے ہے کہ ہمارے کالج کے یورپین افسر خواہ وہ پرنسپل ہو یا پروفیسر یا ہیڈ ماسٹر اپنی مہربانی سے جسقدر بورڈنگ ہوس میں مداخلت کرنی چاہیں اور جس قدر بورڈنگ ہوس کی نگرانی اور انتظام اپنے ذمہ اُٹھاتے جاویں ہم نہایت احسانمندی اور شکرگزاری سے اُن کے ہاتھ میں چھوڑتے جاویں۔ میرا پورا ارادہ ہے کہ اگر کالج میں اسقدر طاقت ہوئی تو ایک یورپین افسر کو مستقل بورڈنگ ہوس کا گورنر مقرر کروں گا اُس وقت سمجھوں گا کہ اب پورا انتظام بورڈنگ ہوس کا ہوا *

اے صاحبو میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ جب سے میرے دوست بلکہ مسلمانوں کی قوم کے دوست مسٹر بک پرنسپل نے اپنی مہربانی سے بورڈنگ ہوس کی نگرانی اپنے ذمہ لی ہے بورڈنگ ہوس کا ایسا عمدہ انتظام ہے کہ کسی وقت میں نہ تھا۔ ہر ایک کام میں ڈسپلن قایم ہوگیا ہے اور اُس کے سبب سے طالب علموں میں نماز کی پابندی بہت زیادہ ہوگئی ہے جو کسی زمانہ میں نہ تھی۔ پس تمام کوششیں پرنسپل صاحب کی جو بورڈنگ ہوس کی نسبت ہیں وہ نہایت شکرگذاری کے لایق ہیں *

میں اس موقع پر مسٹر بک کو مبارکباد دیتا ہوں کہ گو بعض ممبروں نے بورڈنگ ہوس میں اختیارات پرنسپل کے نسبت اختلاف کیا ہے لیکن بعض بڑے دیندار ممبروں نے اُن کی خدمات کی نہایت قدر کی ہے۔ نواب انتصار جنگ مولوی مشتاق حسین صاحب لکھتے ہیں کہ "مسٹر تھیوڈور بک ہمارے کالج کے پرنسپل ہیں مجھ کو بورڈنگ ہوس کے اُن کے سپرد ہونیسے ایسا اطمینان ہے جیسا کہ اسی قابلیت اور اسی تہذیب اور اسی فیلنگ کے کسی مسلمان افسر کے ہاتھوں میں رہنے سے ہوتا۔ علاوہ دوسرے نہایت قابل قدر خدمات کے وہ جس دلسوزی سے مسلمان بورڈروں کی نماز و روزہ اور قرآن شریف کی تلاوت کی نگرانی کرتے ہیں اور بلحاظ اپنی اعلیٰ درجہ کی تہذیب کے جو ادب وہ ہماری ان چیزوں کا ملحوظ رکھتے ہیں اور جو محبت اُن کو اپنے طالب علموں سے ہے اُس کے لحاظ سے اُس کا جس قدر شکریہ ادا کیا جاوے وہ کم ہے۔ اور اگر وہ صرف اپنے شوق سے بورڈنگ ہوس کے اہتمام کی تکلیف بھی اپنے اوپر خوشی سے گوارا کرتے ہیں تو اُن کا مسلمانوں پر یہ بھی ایک احسان ہے۔ یہی وہ لوگ ہیں جو اپنی یادگار دوسری قوموں کی تاریخ میں سنہری حرفوں میں چھوڑ جاتے ہیں اور جن کو قومیں اور ملک مدتوں تک یاد کرتی رہتی ہیں"۔

یہ خیال صرف نواب انتصار جنگ کا نہیں ہے بلکہ ہمارے مخدوم خان بہادر منشی قادر بخش خان صاحب نے نہایت دلی جوش سے ہمارے کالج کے پرنسپل مسٹر بک کے ہاتھ میں بورڈنگ ہوس کا ہونا پسند کیا ہے۔ مولوی محمد یوسف صاحب۔ سید ظہور حسین امروہوی بھی اسکو پسند کرتے ہیں۔ سب سے زیادہ اس بات سے خوشی ہے کہ ہماری زندہ دل پنجاب کی تمام انجمن ہائے اسلامیہ نے یعنی انجمن اسلامیہ پنجاب لاہور۔ انجمن اسلامیہ گورداسپور۔ انجمن اسلامیہ جالندھر انجمن اسلامیہ ملتان۔ انجمن اسلامیہ وزیر آباد۔ انجمن اسلامیہ امرت سر۔ و دیگر بزرگان و ترقی خواہان قوم نے اپنے بچوں کا اور بورڈنگ ہوس کا زیر نگرانی مسٹر بک رہنا پسند کیا ہے۔ پس ہمارے کالج کو اس سے زیادہ کیا فخر ہو سکتا ہے کہ اُس کے پرنسپل مسٹر بک پر اسقدر گروہ کثیر مسلمانوں کا پوری طمانیت رکھتا ہے۔

حضرات من۔ اب مجھ کو صرف ایک بات اور کہنی باقی رہ گئی ہے کہ آپ کسی قدر گذشتہ زمانہ کی تاریخ پر توجہ فرماویں اور ملاحظہ کریں کہ بہت سے فیاض بزرگ ایسے گذرے ہیں جنھوں نے قومی یا مذہبی کاموں میں بہت کچھ فیاضی کی ہے روپیہ چھوڑا ہے مکانات و دوکانیں و دیہات و جاگیریں۔ مسجدیں اور خانقاہیں چھوڑی ہیں مگر اب وہ ایسی خراب حالت میں ہیں اور اُس کی جائدادیں اس طرح پر تلف ہوئی ہیں کہ اُن خیرات کرنے والوں کی روحیں بھی افسوس کرتی ہونگی۔ یہ لوگوں میں

ابھی اسقدر قوت پیدا نہیں ہوئی ہے کہ ہم بغیر گورنمنٹ کی سرپرستی کے کوئی بڑا کام انجام دے لیں یا اُس کام کو اسلوبی سے قایم رکھ سکیں۔ خصوصاً ایسی انسٹیٹیوشن اور وہ بھی ایسی یورپین سائنس اور لٹریچر کا جسمیں ہمکو کیا لائق دستگاہ ہو کیا نہ کیا در کیے مواقع سے ہر وقت گورنمنٹ کی امداد کی ضرورت ہے اس لیئے میں نے مناسب سمجھا کہ اس مسودہ قانون میں کالج کی عام نگرانی اور جب کچھ ابتری واقع ہو تو گورنمنٹ کو اس کی درستی کا اختیار دیا جاوے - اس نظر سے میں نے مندرجہ ذیل امور اس مسودہ میں داخل کیئے ۔

اوّل - ڈیرکٹر پبلک انسٹرکشن موجودہ وقت کا وزٹر ہونا تجویز کیا اُسکو کالج کے تعلیمی حالات دریافت کرنے کا اور جب وہ چاہے تمام حسابات مداخل ومخارج کے جانچنے کا اختیار دیا تاکہ جو کچھ اُس کی رائے ہو وہ گورنمنٹ میں رپورٹ کرے اور گورنمنٹ اُس معاملہ میں ٹرسٹیوں سے خط وکتابت کرے ۔

دوم - گورنمنٹ کو اختیار دیا جس وقت اور جس طرح وہ چاہے کالج کے حساب کتاب کو جانچے ۔

سوم - گورنمنٹ کو اختیار دیا کہ اگر اُس کو معلوم ہو کہ ٹرسٹی اپنا کام درستی سے نہیں کرتے تو ٹرسٹیوں کو درستی سے کام کرنے پر مجبور کرے ۔

چہارم - یہ بات چاہیئے کہ اگر ٹرسٹی گورنمنٹ پرامیسری نوٹوں کا جو کالج کے سرمایہ سے علاقہ رکھتے ہیں گورنمنٹ کے کسی محکمہ میں امانت رکھنا چاہیں تو گورنمنٹ اُن کا امانت رکھنا منظور کرے ۔

پنجم - کالج ڈسپنسری کا چارج سول سرجن ضلع کے سپرد رہے جس کا معاوضہ کالج دیگا ۔

اُن پانچوں امور کو جو مسودہ قانون میں مندرج ہیں گورنمنٹ نے منظور کرلیا جس سے ہمارے کالج کو بڑی تقویت منصور ہے ۔

علاوہ اسکے تین امر اَور تھے جن میں گورنمنٹ کی مداخلت میں نے مناسب بلکہ ضرور سمجھی تھی ۔

اوّل - یہ کہ دفعہ ۱۸ مسودہ قانون میں یہ تجویز کی تھی کہ اگر کسی خاص وجہ سے ٹرسٹیوں میں سے کسی ٹرسٹی کا عہدہ سے علیٰحدہ کرنا ضرور ہو تو دو شرطیں اُس کے لیئے ہیں - ایک یہ کہ دو ثلث ٹرسٹی اُسکو عہدہ سے علیٰحدہ کرنے پر متفق ہوں - دوسرے یہ کہ گورنمنٹ بھی اُسکو عہدہ ٹرسٹی سے علیٰحدہ کرنا منظور کرلے - گورنمنٹ نے اس امر میں دست انداز ہونا مناسب نہیں جانا ۔

دوم - یہ کہ دفعہ ۱۰ میں تجویز کی تھی کہ ٹرسٹی جب قواعد کو تغیر و تبدیل کرنا چاہیں تو گورنمنٹ سے منظوری حاصل کریں گورنمنٹ نے اس امر میں بھی مداخلت مناسب نہیں سمجھی درحقیقت

اس دفعہ میں بھی دو شرطیں ہونی لازم تھیں جیسے کہ دفعہ ۱۸ میں ہے یعنی دو ثلث ٹرسٹی اُس ترمیم پر متفق ہوں - دوسری یہ کہ گورنمنٹ اُس کو منظور کرے - دو ثلث ٹرسٹیوں کا لفظ میرے اصل مسودہ میں ہے مگر اتفاق سے چھپنے سے رہ گیا ٭

یہ غلطی ایسی ہے کہ جس کی اصلاح اس وقت نہیں ہو سکتی اگر مسودہ مرتبہ اور نیز یہ دفعہ بھی مجارٹی سے پاس ہو جاوے تو ٹرسٹیوں کے کسی اجلاس سے اور بعد طلب رائے کے جملہ ٹرسٹیان کے اس دفعہ کی صحت ہو جاوے گی اور اُس میں بڑھا دیا جاوے گا کہ جب دو ثلث ٹرسٹی متفق ہوں تو قواعد کی ترمیم و تنسیخ عمل میں آوے ٭

لیکن اس وقت آپ کے سامنے جو مربّی قوم ہیں اور قوم کی صلاح و فلاح پر دل سے متوجّہ ہیں اُس کے بیان کرنے سے غرض یہ ہے کہ اگر دفعات مذکورۂ بالا مجارٹی سے جس کا حال کل معلوم ہوگا پاس ہو گئے ہوں تو گو گورنمنٹ نے اُس میں دست اندازی کرنے سے انکار کر دیا ہے مگر اب سب حامیان قوم اُن شرطوں کو بدستور قایم رکھینگے اور کوشش فرماویں گے کہ گورنمنٹ اُن شرطوں کو منظور کرے کیونکہ جو شرط منظوری گورنمنٹ کی بہ سبب تبدیل و تنسیخ قواعد کے دفعہ ۱۱۷ میں قایم ہوئی ہے وُہی شرط کالج کے قیام اور آیندہ بخوبی قایم رہنے کی جان ہے اگر وہ خارج ہو جاوے تو کالج کا اسلوبی سے قایم رہنا نہایت معرض خطر میں پڑ جاوے گا ٭

ہز آنر لفٹننٹ گورنر نے ان دفعات کو بیجا اور نا واجب نہیں خیال کیا بلکہ یہ لکھا ہے کہ یہ امور نہایت ذمّہ داری کے ہیں جبتک وہ لفٹنٹ گورنر ہیں اس میں مدد دینگے لیکن اسقدر ذمّہ داری کا کام وہ اپنے جانشین پر جو آیندہ ہو ڈال نہیں سکتے - پس ہماری کوشش یہ ہونی چاہیئے کہ ایک اسپشل قانون کی جو خاص ہمارے کالج سے تعلق رکھتا ہو - گورنمنٹ کی کونسل سے پاس ہونے کی کوشش کریں تاکہ ہر ایک لفٹننٹ گورنر کو اُس کے مطابق کارروائی کا منصب حاصل ہو اور کالج کے قیام و دوام اور رہر گونہ استقلال پر کلی طمانیت ہو ٭

جبکہ ٹرسٹی اُس غلطی کو رفع کر دینگے جو دفعہ ۱۱۷ میں ہو گئی ہے یعنی دو ثلث ٹرسٹیوں کے اتفاق سے ترمیم و تنسیخ قواعد کا اختیار ٹرسٹیوں کے ہاتھ میں ہوں گے تو کارروائی میں کچھ ہرج واقع نہ ہوگا کیونکہ شرایط منظوری گورنمنٹ اس بات پر مشروط ہیں کہ گورنمنٹ اُن کو منظور کرے پس جبتک کہ وہ گورنمنٹ سے منظور نہوں کالعدم متصور رہینگے اور ٹرسٹیوں کو بلا پابندی اُن شرایط کے کارروائی کا اختیار حاصل رہیگا اور مجھے ہر طرح پر اُمید ہے کہ خیر خواہان قوم جو کالج کے قیام اور استقلال کے خواہاں ہیں ہر طرح کی مجھ کو اس باب میں مدد دینگے کہ کالج کے لیئے کونسل قانونی سے خاص قانون متعلق کالج پاس ہونے میں کامیابی ہو ٭

تیسرا امر جو متعلق تصفیہ حساب یورپین اسٹاف کے ٹرویلنگ الاؤنس وغیرہ سے متعلق تھا اور جن میں سے ٹرویلنگ الاؤنس کا تصفیہ اکوٹنٹ جنرل نے منظور کیا ہے اور باقی کے تصفیہ سے اپنی معذوری ظاہر کی ہے وہ کوئی ایسا بڑا امر نہیں ہے جس کی تشریح سے آپ کو زیادہ تکلیف دوں *

اے صاحبو۔ ان پوست کندہ حالات کے بیان کرنے سے آپ کو معلوم ہوا ہوگا کہ یہ کالج ابھی آپ صاحبوں کی دلی امداد کا بہت کچھ محتاج ہے۔ مگر اس میں بھی شبہ نہیں ہے کہ آج تک کوئی نظیر نہیں ہے کہ ایک ایسا بڑا انسٹیٹیوشن اور قوم کی اعانت سے قوم کی بھلائی کے لیئے قایم ہوا ہو۔ اس لیئے اُمید ہے کہ تمام قوم اور تمام ملک اسکی تکمیل پر دل سے متوجہ ہوگا اگر خدا نخواستہ یہ کوشش کامیاب نہ ہو تو آپ یقین کرلیں کہ آیندہ ہمتیں قومی بھلائی کی کوشش کرنے میں نہایت پست ہوجاوینگی اور سینکڑوں برس تک بھی کسی ایسی کوشش ہونے کی توقع نرہیگی *

اے دوستو ایسے وقت میں جو کالج کی تکمیل کے لیئے ہر ایک فرد قوم کو متفق ہوکر کوشش کرنی تھی صرف ایک امر کے سبب سے فرض کرو کہ وہ میرا ہی قصور اور میری ہی بد دیانتی اور میری ہی خود غرضی ہو اسقدر اختلاف کرنا اور اُس کو اس قدر طول دینا نہایت افسوس کے قابل ہے۔ مگر اس میں خدا کی ایک حکمت بھی ہے قوم نے مجھپر بھروسا کیا تھا اور لاکھوں روپیہ اس قومی کام کے لیئے مجھ کو دیا اور پھر نہ پوچھا کہ وہ روپیہ کیا ہوا۔ مجھ کو خیال تھا کہ معلوم نہیں کہ میں کس قدر قومی گناہوں کا گنہگار ہونگا۔ پس میں نہایت خوش ہوں کہ دوستوں نے جو اپنے تئیں ہر امر کا بھیدی کہتے ہیں اور درحقیقت وہ ہیں بھی ایسی مخالفت کی۔ اور میرے تمام گناہوں کو تلاش کر کے ظاہر کردیا اور پبلک کے سامنے رکھدیا۔ اگرچہ مجھ کو تعجب ہے کہ وہ بہت تھوڑے نکلے مگر جو اُن دوستوں سے نکل سکے وہ یہ ہیں جو پبلک کے سامنے ہیں۔ پس اب قوم کو اختیار ہے چاہے اُن کو معاف کرے چاہے نکرے *

اے صاحبو۔ کالج سے کوئی میری ذاتی غرض بجز اس کے کہ میں نے قومی بھلائی۔ قومی بہتری۔ قومی ترقی کے لیئے کیا ہے متعلق نہیں ہے اگر فرض کرو کہ اُس میں کامیابی نہ ہوئی۔ ہزاروں انبیاء اور رفارمر زمین کے تلے دبے پڑے ہیں جن کی بے انتہا کوششیں اپنی قوم کے لیئے برباد ہوگئی ہیں پھر میری ادنٰے کوشش کی اگر برباد ہوجاوے کیا حقیقت ہے۔ نوحؑ نے نوسو برس کوشش کی گو وہ غصہ میں کہہ اُٹھا۔ ربّ لاتذر علی الارض من الکافرین دیارا۔ مگر اُس کشتی میں جو طوفان کی موجوں میں ہمالیہ پہاڑ سے بھی اونچی لہرا رہی تھی قوم کو ڈوبتے

ہوتے دیکھتا تھا اور کہتا تھا خدا تیری مرضی۔ سقراط قومی خدمات کے بدلے زہر کا پیالہ پی رہا تھا اور قوم کو نصیحت کرتا جاتا تھا۔ پس اگر یہ واقعات میری کوششوں پر بھی گذریں تو کوئی نئی بات نہیں ہے۔ مگر سمجھ لو کہ وہ قومی بھلائی چاہنے والے تو مر جاتے ہیں ہاں اُن کی کوششیں ضایع ہو جاتی ہیں۔ مگر خدا کی لعنت قوم پر باقی رہجاتی ہے۔ اے خدا اے خدا تو میری قوم کے ساتھ ایسا مت کیجیو۔ مجھکو معاف کرو انہ کان شقشقة کشقشقة البعیر او رثنی جدی علیؑ ابن ابی طالب ۔

اے صاحبو۔ مجھے اُمید ہے کہ جس امر میں اختلاف ہوا ہے جب وہ یکسو ہو جاویگا تو پھر سب آپس میں متفق ہو جاوینگے اور سب ملکر کالج کی بہتری کی کوشش کرینگے۔ اور ایک دوسرے سے کہیں گے لا تثریب علیکم الیوم یغفر اللہ لنا ولکم وھو ارحم الراحمین ۔

۵۶

اسپیچ نسبت ایک رزولیوشن کے جو مسلمانوں کے واسطے اعلےٰ یا عام تعلیم کے زیادہ نافع ہونے کی تحقیق کرنے کے واسطے ایک مضمون انعامی لکھوانے کی غرض سے پیش کیا گیا تھا

(اجلاس چہارم بمقام علیگڈھ)

جناب صدر انجمن و دیگر بزرگان -

جو رزولیوشن کہ اس وقت پیش ہوا ہے میں اُس کی تائید کرتا ہوں - آپ کو اس رزولیوشن سے یہ بات ظاہر ہوئی ہوگی کہ اس رزولیوشن کا مقصد اس وقت کسی مضمون پر بحث کرنے اور اُس کے فیصلہ کرنے کا نہیں ہے - ایک مضمون کانگریس کے سامنے پیش کیا گیا ہے نہ اس لیئے کہ اُس پر بحث کیجاوے بلکہ اس لیئے اُس مضمون کو پرائیں سے لکھوایا جاوے اور اُس کے لیئے بہ پابندی بعض شرطوں کے انعام مقرر کیا جاوے - پس اس وقت یہی امر بحث طلب ہے اور اُس کے سوا اور کوئی چیز بحث طلب نہیں ہے - سال یہ ہے کہ اسی قسم کے مضامین یا اُس کے قریب قریب چند دفعہ پچھلے تین اجلاسوں میں پیش ہوئے اور ہر ایک صاحب نے دفعتہً بلا غور کامل یا بعد کسی قدر غور کے اُس پر گفتگو شروع کی - گفتگوئیں آپس میں مختلف تھیں اور ہر ایک موید کی گفتگو نہ کل پہلو پر اور نہ اُس کے کل منافع پر جامع تھی اور مخالف گفتگو کرنے والے کی گفتگو اُس موید کی گفتگو کے نقصان اور اپنی تجویز کے منافع بیان کرنے کو کافی تھی - اس لیئے ضرور ہے کہ لوگ بجائے خود غور و تامل کر کے اور ہر ایک صاحب کے تمام منافع و مضار پر غور کر کے اپنی رائے قایم کریں - اور یہ مقصد اس صورت میں کہ اُس مضمون پر متعدد پرائیں سے تحریر ہوں جس کی تحریک رزولیوشن میں کی گئی ہے بخوبی حاصل ہو سکتا ہے ؛

حضرات! ہمارے ملک اور ہماری قوم کا عجیب حال ہے - کسی چیز کا ادنےٰ یا اعلےٰ ہو علمی نام لو اور پوچھو کہ قوم کو اُس کی ضرورت ہے تو ہر ایک کے لیئے جواب ملے گا کہ ہاں و کسی کی نسبت نہ کہا جاوے گا کہ نہیں - قران کے مکتبوں کی ہمکو ضرورت ہے - عربی فارسی کے

مکتبوں کی ہمکو ضرورت ہے۔ حدیث و فقہ کے مدرسوں کی ہمکو ضرورت ہے۔ انگریزی تعلیم میں لبو بر پیمری و اپر پرپیمری۔ مڈل و انٹرنس۔ ایف اے و بی اے اور ایم اے کی ہمکو ضرورت ہے۔ تجارت میں چھوٹی دوکانداری سے بڑے بڑے کارخانہ کی ہمکو ضرورت ہے۔ صناعت میں سوئی اور دیاسلائی بنانے سے عمدہ عمدہ جیبی گھڑیاں اور عجیب عجیب تھرمامیٹر اور نازک نازک کلیں بنانے کی ہمکو ضرورت ہے۔ سوت کاتنا۔ کاغذ بنانا۔ کپڑا بُننا غرضکہ اس زمانہ کی چیزوں میں سے کوئی چیز ایسی نہیں ہے جس کی ہمکو ضرورت نہ ہو۔ پس بلحاظ امورات متعلق تعلیم کے ہی ایک شخص کہہ سکتا ہے کہ ادنےٰ درجہ کی تعلیم پھیلانے کی قوم میں بڑی ضرورت ہے۔ دوسرا کہہ سکتا ہے کہ اعلےٰ درجہ کی تعلیم نہ ہونے سے قوم کو روز بروز تنزّل ہوتا جاتا ہے۔ دونوں کا کہنا بلحاظ قوم کی حالت کے صحیح ہے اور اُن کے دلائل قابل ردو قدح نہیں ہیں۔ مگر سوال یہ ہے کہ وہ لوگ جو اُس گری ہوئی قوم کو سنبھالنا چاہتے ہیں جو ادنےٰ سی چیز سے اعلےٰ تک کی محتاج ہے اُس کے سنبھالنے کا اُن کو کیا طریقہ اختیار کرنا چاہیئے۔ کیا سب چیزوں کو ایک ساتھ اختیار کرنا جس کا انجام محالات سے ہے اور قوموں کے متفرق ہو جانے سے ایک چیز کا بھی ہونا ناممکن ہے ہمکو مناسب ہے یا کسی ایک چیز کو جو سب خرابیوں کی جڑھ ہے اختیار کرنا لازم ہے ❊

فرض کرو کہ ایک شخص بیمار ہے اور متعدد بیماریاں اُس کو لاحق ہیں۔ اُس طبیب کو جو اُس کا معالج ہے دفعتہً تمام بیماریوں کا ایک دم علاج کرنا مناسب ہے یا اوّل اُس بیماری کا تدارک کرنا اُس کو مناسب ہے جو مہلک ہے۔ قوم من حیث المجموع ایک شخص واحد کا حکم رکھتی ہے درحقیقت اُس کو بہت سی بیماریاں لاحق ہیں۔ سوال بحث طلب صرف یہی ہے کہ کون سی بیماری سب سے زیادہ سخت اور مہلک ہے جس کے علاج میں سب سے اوّل ہم سب کو متفق ہو کر کوشش کرنی چاہیئے ❊

مجھے اُمید ہے کہ اس اصول سے جس کو بڑے بڑے حکماء نے تسلیم کیا ہے کوئی شخص بھی اختلاف نہیں کرے گا۔ اختلاف رائے جہاں تک ہو سکتا ہے وہ اُس بیماری کے تشخیص کرنے میں ہو سکتا ہے جس کو سب سے زیادہ سخت مہلک قرار دیا جاوے ❊

ایک مُدّت دراز سے ہماری قوم پر مُردنی چھائی ہوئی تھی لیکن اب کچھ ہلنے لگی ہے اور کروٹیں بدلتی ہے۔ جس کی حرکتیں غیر منضبط اور بسمل کی سی حرکتیں ہیں۔ یا اُس کی مثال ایک بندپانی کی تھی جو ایک مدت سے ایک جگہ ٹھہرا ہوا تھا۔ بیشک اُس میں حرکت آئی ہے مختلف طرح سے اُس نے بہنا شروع کیا ہے۔ اُس کا طبعی نتیجہ یہ ہے کہ مختلف مقاموں سے بہنا

شروع کرے اور چھوٹی چھوٹی شاخیں اُس سے پیدا ہوں اس کا نتیجہ بجز اِس کے کہ تھوڑی دور چل کر سوکھ جاوے اور کچھ نہیں ہو سکتا۔ قوم کے سنبھالنے والوں کا یہ کام ہے جو اُس کے بہنے کے لیئے ایک عمدہ موقع تجویز کریں اور اُن تمام شاخوں کو پھیر کر ایک رستہ پر ڈالیں تاکہ وہ سب ملکر ایک دریا یا رفتہ رفتہ سمندر ہو جاوے ۔

مجھکو اپنی قوم کی حالت پر بہت بڑا افسوس تھا مگر نہایت خوشی ہے کہ اُس بہنے پانی کا بند ٹوٹ گیا ہے اور مختلف رستوں پر بہنے لگا ہے۔ خدا سے اُمید ہے کہ وہ سب دھاریں ایک ہو جاویں گی اور سب ملکر ایک دریا بن جاوے گا۔ پس تمکو اس بات پر غور کرنی چاہیئے کہ وہ مختلف دھاریں کیونکر ایک ہوں اور کیونکر سب مل کر دریا بن جاویں۔ یہی مقصود اس مضمون کا ہے جو پیش ہوا ہے۔ بلاشبہ یہ ایک ایسا مضمون ہے جسپر ہر ایک شخص اپنی رائے کے موافق اسے لکھے گا۔ لیکن اِس وقت میرے خیال میں ایک ایسا انگریزی لفظ ہے جس کا اُردو ترجمہ میری دانست میں نہیں ہو سکتا۔ شاید مولوی نذیر احمد صاحب اس کا ترجمہ کر سکیں وہ لفظ **یوٹیلیٹی** ہے۔ اُس کے مقابل کا لفظ اُردو میں تو مَیں نہیں جانتا مگر جہاں تک ممکن ہو سکتا ہے اُسکی تشریح کرتا ہوں۔ کوئی چیز دنیا میں ایسی نہیں ہے جس میں منفعت اور مضرت دونوں موجود نہ ہوں۔ **یوٹیلیٹی** کے معنی ہیں کہ ایک طرف اُس کی تمام منفعتوں کو بہ ترتیب رکھا جاوے اور ایک طرف اس کی تمام مضرتوں کو اور ہر ایک منفعت اور مضرت کا ویلیو (افسوس ہے کہ اس کی اُردو بھی میں نہیں جانتا۔ جس کو شوق ہو مولوی نذیر احمد صاحب سے پوچھ لے) قرار دیں اور پھر جبر اور مقابلہ کے قاعدہ سے نکال لیں کہ اُس میں منفعت زیادہ ہے یا مضرت۔ اور جس میں منفعت زیادہ ہو اُس کو اختیار کریں۔ جبر و مقابلہ سے حساب کرنے میں ہمکو کچھ مشکل نہ پڑے گی کیونکہ شمس العلماء مولوی **ذکاء اللہ** موجود ہیں وہ ایک منٹ میں حساب کر کے نکال دیں گے جس کے زیادہ نمبر وہ بتائیں وہ اختیار کرنا چاہیئے ۔

بہرحال یہ مضمون میری دانست میں اس بات کا مستحق ہے کہ ہر شخص جو اسپر کچھ لکھے نہایت غور و فکر سے ہر ایک پہلو پر خیال کر کے لکھے جب وہ رسالے آوینگے اور کمیٹی کے سپرد ہونگے اور مجھ کو اُمید ہے کہ کمیٹی خود بھی **یوٹیلیٹی** پر عمل کر کے اُن رسالوں میں سے کسی رسالہ کو پسند کرے گی۔ اِس وقت صرف یہ امر پیش ہے کہ ایسے ایسوں کا لکھا جانا منظور کیا جاوے اور اُمید ہے کہ اس میں کسی کو اختلاف نہ ہوگا۔ اگر کسی قدر اختلاف یا عذر کرنے والا ہوں تو میں ہی ہوں۔ اور وہ عذر یہ ہے کہ جو انعام اس کے لیئے تجویز ہوگا

وہ اس سال کے چندہ ممبری سے نہیں دیا جا سکیگا - کیونکہ اس سال کے چندہ ممبری کے
لئے یہ امر قرار پا چکا ہے کہ کُل روپیہ بعد منہائے اخراجات چھاپہ وغیرہ اسکالرشپ کے
فنڈ میں دیدیا جاوے گا - پس ایسی سال آیندہ اجلاس میں پیش ہوں گے اور سال آیندہ کے
چندہ کی آمدنی سے وہ انعام دیا جا سکیگا - علاوہ اس کے سَو روپیہ کا ایک
انعام کم سے کم - کم سے کم تین انعام مقرر ہونے چاہئیں - ایک
سو روپیہ کا اور دو پچاس پچاس روپیہ کے - تاکہ
متعدد لوگوں کو نام آوری کے
حاصل کرنے کا موقع
ملے ⁂

۵۷

پہلا رزولیوشن

اس کانگریس کی یہ رائے ہے کہ نواب عماد الدولہ عماد الملک مولوی سید حسین صاحب بلگرامی علی یار خاں بہادر مؤتمن جنگ کی رپورٹ پر جس کو ہز ایکسلنسی نواب سر آسمان جاہ بہادر کے سی ایس آئی ای مدار المہام سلطنت حیدرآباد دکن نے منظور کیا ہے۔ حضور عالی ہز ہائی نس نظام نے جو پانچ ہزار روپیہ سالانہ بطور اسکالرشپ و وظیفہ واسطے ترقی تعلیم مسلمانان صوبہ بمبئی مدراس بنگال شمال مغربی اضلاع و صوبہ اودھ و پنجاب کے مقرر کیا ہے اُس کے لیئے ایک ووٹ شکریہ ہز ہائینس نظام کا پاس کیا جاوے۔

سید احمد خاں نے جو اس رزولیوشن کے محرک تھے اس کی تحریک کرتے وقت اس طرح پر گفتگو کی:۔

اسپیچ سید احمد خاں

جناب صدر انجمن و دیگر بزرگان۔ اس بات کو تمام لوگوں نے۔ مختلف خیال کے لوگوں نے تسلیم کر لیا ہے کہ جو مسلمان طالب علم کالج کلاسوں میں پڑھتے ہیں اگر اُن کی امداد نہ کیجاوے تو اُن کا اعلےٰ درجہ کی تعلیم تک پہونچنا محال ہے۔ ہر شخص اس بات پر یقین کرتا ہے کہ زمانہ لوگوں کو اُن اخراجات پر مجبور کرتا ہے جو زندگی کے لیئے یا انسانیت کے لیئے یا خوشحالی اور عزت کے لیئے درکار ہیں۔ اس زمانہ میں ہر ایک شخص کے اور ہر ایک قسم کے ذاتی اخراجات بہت بڑھ گئے ہیں اور روز بروز بڑھتے جاتے ہیں۔ ایک مزدور جو دو پیسے میں اپنی اوقات بسر کر سکتا تھا اب دو آنہ میں اپنا پیٹ نہیں بھر سکتا۔ ہر ایک شخص کے ذاتی اخراجات بڑھ گئے ہیں۔ ایک خدمتگار جو دو روپیہ تنخواہ کو میسر آتا تھا اب چھ اور سات روپیہ کو بھی میسر نہیں آتا۔ گھر کے روزمرہ کے اخراجات اسیطرح بڑھتے جاتے ہیں۔ پس جب ہر قسم کے اخراجات بمقتضائے زمانہ بڑھتے جاتے ہیں تو کوئی وجہ اس بات کی نہیں ہے کہ تعلیم کے اخراجات کیوں نہ ترقی کریں اسی سلسلہ سے تعلیم کے اخراجات میں بھی ترقی ہو گئی ہے اور یقین کرو کہ روز بروز ترقی ہوتی جاوے گی۔

مگر افسوس ہے کہ جس چیز کو ترقی نہ ہوئی وہ مسلمانوں کی حالت ہے اگر اُس میں ترقی ہوئی تو

ترقی معکوس ہوئی جس کے لیئے سیدھا سادھا صاف صاف لفظ تنزل موضوع ہوا ہے - اب ہم
لین کے دوسرے سرے پر پہونچ گئے مسلمانوں کی حالت تنزل ایک سرے پر ہے اور
اخراجات تعلیم دوسرے سرے پر - پس اگر مسلمانوں کو دوسرے سرے پر لانے کی کوئی تدبیر
تو اُن کو اعلےٰ درجہ کی تعلیم سے ناامید ہونا چاہیئے - شاید یہ کہا جاوے کہ جہاں تک ممکن ہوا ہے
مسلمانوں نے کوششیں کی ہیں - لیکن اُس کے ساتھ نہایت افسوس ہے اور بغیر کسی شبہ
شک کے کہا جا سکتا ہے کہ سب ناکام رہیں ۞

یہ کہنا کہ مسلمانوں کی ایسی حالت نہیں رہی ہے کہ وہ کچھ کر سکیں محض غلط اور خلاف واقع
ہے اگر مسلمان مستعد ہوں اور سمجھیں کہ اپنی قوم کو ڈوبنے سے بچانا چاہیئے اور یقین کریں کہ اُن کا بچانا
صرف اس بات پر منحصر ہے کہ اپنے بچوں کو اعلےٰ درجہ کی تعلیم پر پہونچاویں تو ہندوستان کے
پانچ کروڑ مسلمانوں کی کیا حقیقت ہے بلکہ اگر ہندوستان کی مانند پانچ کروڑ اور ہوں تو اُن سب
مناسب درجہ کی تعلیم تک پہونچا سکتے ہیں ۞

ہماری قوم میں صرف دو باتوں کی کمی ہے - اوّل یہ کہ تمام قوم میں بلکہ تمام مسلمان قوموں
میں اور اُن کی تمام آبادیوں میں بچوں کی تعلیم کا خیال کم ہے اور بالتخصیص اُس تعلیم کا جس کی
ضرورت حال کے زمانہ میں ہے گویا کہ مطلق نہیں ۞

دوسری بڑی آفت یہ ہے کہ جو لوگ کچھ کرنا بھی چاہتے ہیں مختلف خیالات اور مختلف
طریقے اختیار کرتے ہیں معلوم نہیں کہ لوگوں کی کیا حالت ہو گئی ہے - بعوض اس کے موٹی
بتّی کا چراغ روشن کریں اُس کا ایک ایک تار الگ الگ کر کے جلاتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ ہم
دنیا کے بہت سے حصّوں میں روشنی پھیلاتے ہیں مگر ایسی روشنی پلک جھپکانے تک کی
بھی تو نہیں پھر وہی اندھیرے کا اندھیرا ہے ۞

اب ہم اپنے ملک کے دولتمند اور ذی اختیار لوگوں پر نظر ڈالیں کسی امیر کو کسی رئیس کو
کسی دولتمند کو نہ بتا سکینگے کہ ایک منٹ بھی اُسکو خواب میں بھی قوم کی بہتری قوم کے بچوں کی
تعلیم کا خیال آتا ہو - افسوس کہ خواب استراحت میں وہ ہزاروں خواب دیکھتے ہیں مگر قوم کی
بھلائی کا نہ کبھی خواب دیکھا اور نہ کبھی قوم کے بچوں کی تعلیم کا خیال آیا - یہ بھی نہ جانا کہ قوم
کا کیا حال ہے ۞

ایسی حالت میں ایک مسلمان والئی ملک کو جس کی سلطنت پر تمام مسلمانوں کو فخر کرنا چاہیئے
شکر ہے کہ قوم کی تعلیم کا خیال آیا - اُس نے قومی ہمدردی اور قومی پرداخت کو صرف اپنے ہی
ملک پر محدود نہیں رکھا بلکہ نہایت فیاضی سے مسلمانوں کی ترقی تعلیم پر خواہ وہ اُسکے ملک کا

پھر دوسرے آپ کی توجہ فرمائیے - یہ کون حضور نظام عالی مقام دکن خلد اللہ ملکہ جنہوں نے علاوہ اپنے ملک کی رعیت کے تمام ہندوستان کے مسلمانوں کی ترقی تعلیم کے لیے وظایف مقرر کیے ۔

یہ ایک قدرتی قاعدہ ہے کہ جو درخت بلند سے بلند دکھائی دیتا ہے اُس کا بیج ڈالنے والا کوئی ہوتا ہے - میں نہایت خوشی سے کہتا ہوں کہ اس نیکی کے درخت کا بیج ڈالنے والا ہندوستان کے تمام مسلمانوں کا باعث افتخار اور بلحاظ تعلیم علوم قدیمہ و جدیدہ سب کا سرتاج سید حسین بلگرامی عماد الدولہ ہے ۔

اے صاحبو ہم قوم میں تعلیم کے نہ ہونے کا اور قوم میں کسی ایسے شخص کے نہ ہونے کا جیسا کہ دوسری قوموں میں ہے افسوس کرتے ہیں لیکن ہم کو سید حسین بلگرامی پر ایسا ہی فخر ہے جیسا کہ دنیا میں آسمان کو آفتاب پر ہے - کوئی شخص ہندوستان میں انگریزی زبان کے علم ادب میں اُسی کے ساتھ عربی و فارسی زبان کے علم ادب میں یکدلی ہیں - اخلاق میں بے ریا اور سچی دوستی میں - صفائی طینت میں اُس کا مثل نہیں ہے - اُسی کو یہ خیال پیدا ہوا کہ سوائے سلطنت حیدرآباد دکن کے ہندوستان کے ملکوں میں جو مسلمان ہیں اور بسبب بے استطاعتی کے اعلےٰ درجہ کی تعلیم تک نہیں پہنچ سکتے اُن کی مدد کیجاوے - اُس نے مدار المہام مملکت دکن کو رپورٹ کی جو منظور ہوئی وہ کاغذات اور احکام جو اس باب میں گورنمنٹ ہز ہائی نس نظام سے صادر ہوئے میرے ہاتھ میں موجود ہیں اور اجلاس کے سامنے پیش کرتا ہوں اور پڑھکر سناتا ہوں اور وہ یہ ہیں ۔

(وہ کاغذات اور احکام پڑھکر سنائے گئے)

۵۸

اسپیچ سید احمد خاں

جو رزولیوشن کہ ہمارے مخدوم مولوی بشیر الدین صاحب نے پیش کیا اور جس کی تائید ہمارے دوست منشی احمد علی صاحب نے کی یہ ایک ایسا رزولیوشن ہے جس سے ایجوکیشنل کانگریس کے تمام ممبر صرف اتفاق ہی نہ کرینگے بلکہ اُس کو محمڈن ایجوکیشنل کانگریس کے افتخار کا باعث سمجھینگے۔ ہماری ایجوکیشنل کانگریس چار سال سے قایم ہے اُس میں بہت سی بحثیں ہوئیں اور بہت سے رزولیشن پیش ہوئے اور پاس ہوئے۔ لیکن آج اُس نے وہ کام کیا ہے جو اُس کو کرنا لازم تھا۔

بدبختی سے ہماری قوم مسلمان مدت دراز تک انگریزی تعلیم سے علیحدہ رہی اور انگریزی تعلیم کو خلاف مذہب اسلام سمجھتی رہی۔ نہایت مشکلوں اور مباحثوں اور محنتوں سے کسی قدر اُن کو انگریزی تعلیم پر رغبت ہوئی ہے لیکن اگر ایسی کتابیں اور ایسی نامعقول اور بیہودہ مضمون کی جو فی الحقیقت سرتا پا غلط اور خلاف واقع ہے درس میں داخل ہوں تو ضرور مسلمانوں کو انگریزی تعلیم سے نفرت ہوگی اور ہماری قوم کو نقصان پہونچے گا۔

اس میں کچھ شبہ نہیں کہ لٹریچر گو وہ کسی زبان کی ہو اُن لوگوں کے مذہبی خیالات سے جنکی وہ لٹریچر ہے خالی نہیں ہوتی مگر مذہبی خیالات کا جو غالباً ہر قوم میں نیکی کی طرف مایل ہوتے ہیں لٹریچر میں ملا ہوا ہونا دوسری بات ہے اور دوسرے مذہب کی مذمت کرنا ایک دوسرا امر ہے۔ خصوصاً ایک تاریخ کی کتاب میں جس میں انسانوں کے افعال کے حسن و قبح پر بحث ہو سکتی ہے نہ مذہبی مسائل کے حُسن و قبح پر اور نہ کسی کے افعال وہ کیسے ہی بد ہوں مذہبی قبایح پر دلیل ہو سکتے ہیں۔ افسوس کہ انگریزی تاریخ کی کتابیں بہت کم ایسی ہیں جو تعصب سے خالی ہوں اور مسلمانوں کی تاریخ ٹھنڈے دل سے اُن میں لکھی گئی ہو۔

افسوس ہے کہ ہماری قوم میں ابتک کوئی ایسا شخص پیدا نہوا جو انگریزی لٹریچر میں کامل ہوا اور وہ ایسی کتابیں انگریزی میں تصنیف کرے جو باعتبار عمدگی اور لٹریچر اور خوبی مضامین کے مدرسوں اور کالجوں میں درس میں داخل کرنے کے لایق ہوں اور اس لیئے بہ مجبوری ہمکو وہی کتابیں پڑھنی پڑتی ہیں جو انگریزوں نے لکھی ہیں جن کے مصنف متعصب و غیر متعصب سب قسم کے ہیں اور بجز اُن کتابوں کے اور کوئی ذریعہ ہمکو انگریزی زبان اور انگریزی علوم کے حاصل کرنے کا نہیں ہے

میں خود دو یونی ورسٹیوں کے سینٹ کا ممبر ہوں میں ہرگز یقین نہیں کرسکتا کہ کسی یونیورسٹی کا یا گورنمنٹ کا ایسا ارادہ ہو کہ کالج اور اسکول میں ایسی کتابیں درس میں داخل کرے جو ہندو یا مسلمان کسی کے مذہب پر حملہ آور ہوں۔ ممبران سینٹ یا فکلٹی آف ارٹ بلحاظ عمدگی لٹریچر اور خوبی ادا اور سلاست عبارت کے کتابوں کو منتخب کرتے ہیں اور حتی المقدور مذہبی رنجیدہ کتابوں سے پرہیز کرتے ہیں باایں ہمہ کوئی نہ کوئی صفحہ یا فقرہ ایسا نکل آتا ہے جس کو مسلمان مذہب اسلام کی نسبت حملہ یا مذہب کی اہانت سمجھتے ہیں۔ کاکس ہسٹری کا بھی یہی حال ہے مجھ کو معلوم ہوا ہے کہ ہمارے کالج کے لایق ہیڈ ماسٹر نے اُن مقامات کو جن کی نسبت ہمارے مخدوم مولوی محمد بشیر الدین صاحب نے اشارہ کیا ہے پڑھنے سے چھڑوا دیا ہے اور ہر ایک اسکول کے ماسٹر و ٹیچر کو یہی کرنا چاہیئے ✦

چند روز ہوئے کہ کاکس ہسٹری کی نسبت میں نے بھی شکایت سُنی تھی اُسی وقت میں نے ڈائرکٹر پبلک انسٹرکشن کی خدمت میں ایک چٹھی اُس کی نسبت لکھی تھی اور بعض اخباروں میں جو اُس کی شکایت چھپی تھی وہ اخبار بھی بھیجدیئے تھے اُس کے جواب میں صاحب ممدوح نے اُسپر بڑی توجّہ کی تھی۔ کوئی شُبہ نہیں ہے کہ اگر ایسی کتاب کورس میں داخل ہوگئی ہے تو صرف دھوکہ یا اتفاق سے داخل ہوگئی ہے قصداً اُسکا داخل کرنا ہرگز خیال نہیں کرنا چاہیئے ✦

کتابیں جو کورس میں داخل ہوتی ہیں اُن کے منتخب کرنے میں اُن کو ابتدا سے انتہا تک لفظ بلفظ نہیں پڑھتے بالاجمال اُس کو دیکھتے ہیں اور اُس کی خوبی کو پسند کرتے ہیں یا کسی مشہور معروف کتاب کو کورس میں داخل کرتے ہیں پس اگر اُن میں کوئی ایسا مقام نکل آوے جو مذہب کے برخلاف ہو تو میری دانست میں اُس کا الزام منتخب کرنے والوں پر ہوتا ہے اور بہتر طریقہ یہی ہے کہ وہ مقام درس میں داخل نہ کیا جاوے ✦

اے صاحبو۔ یہ سب جزوی باتیں ہیں اگر کوئی کتاب کورس سے خارج ہوگئی یا کسی نیک ماسٹر نے ایک صفحہ یا دو صفحے کسی کتاب کے پڑھانے سے چُھڑا دیئے اس سے کیا ہوتا ہے ہمارے طالب علم جو انگریزی زبان اور انگریزی علوم تحصیل کرتے ہیں اُن کو علاوہ کورس کی کتابوں کے اور بہت سی کتابیں لٹریچر کی اور ہسٹری کی خود پڑھنی پڑتی ہیں اور اُن میں اُس سے زیادہ سخت مضامین اُن کے مطالعہ میں آتے ہیں جو کاکس ہسٹری سے زیادہ سخت و ناگوار اور مذہب اسلام کی نسبت سرتاپا غلط ہیں۔ پس ہمکو سب سے بڑی ضرورت یہ ہے کہ ہماری ہسٹری ہمارے مذہبی خیالات نہایت عُمدگی اور خوبی سے اور عُمدہ لٹریچر میں جو پڑھنے اور فایدہ اُٹھانے کے قابل ہو انگریزی زبان میں لکھی جاویں۔ اس قسم کی کتابوں پر جن کی شکایت ہے نہایت قابلیت اور فصاحت سے

ریویو تحریر ہوں - مگر بدبختی سے ابھی نہ ہماری قوم میں ایسے لوگ موجود ہیں اور نہ ہماری قوم کو اس طرف خیال ہے مگر خدا سے ناامید نہونا چاہیئے - کوئی دن ایسا آوے گا کہ ہم ان سب ارادوں کے پورا کرنے کے قابل ہوں گے ❖

محمڈن ایجوکیشنل کانگریس کا بلاشبہ ایک فرض یہ بھی ہے کہ اس قسم کے امور پر جن کو ہمارے مخدوم مولوی بشیر الدین صاحب نے پیش کیا ہے اپنی توجہ مبذول کرے اور جو کام محمڈن ایجوکیشنل کانگریس کو کرنا تھا وہ آج مولوی بشیر الدین صاحب نے کیا ہے پس ہم سب کو اس تحریک پر مولوی صاحب ممدوح کا شکر گذار ہونا چاہیئے ❖

۵۹

اسپیچ جو سید نے پینسی ریڈنگ تھیٹر میں جو واسطے نفع مدرستہ العلوم قایم کیا تھا اسٹیج پر کھڑے ہوکر ۶- فروری ۱۸۸۹ء کو حاضرین کے سامنے کی

لیڈیز اینڈ جنٹلمین -

کون ہے جو آج مجھ کو اِس اسٹیج پر دیکھکر حیران ہوتا ہوگا - وُہی جن کے دل میں اپنی قوم کا درد نہیں - وُہی جن کا دل جھوٹی شیخی اور جھوٹی مشیخت سے بھرا ہوا ہے - آہ - اُس قوم پر جو اُن باتوں کو جن سے انسان کو شرم اور حیا اور غیرت ہونی چاہیئے - اپنی شیخی اور اپنے افتخار کا باعث سمجھے - آہ - اُس قوم پر جو قوم کہ انسان کی بھلائی کے کاموں کو جو نیک نیتی سے نیکی کے لیئے کیئے جاویں بے عزتی کے کام سمجھے - آہ اُس قوم پر جو خدا کو دھوکا دینے کے لیئے مکر یا پندار کے کالے سوت سے بنے ہوئے تقدس کے برقعہ کو اپنے مونھ پر ڈالے مگر اپنی بدصورتی اور دل کی بُرائی کا کچھ علاج نہ سوچے - آہ اُس پر جو اپنی قوم کو ذلت اور نکبت کے سمندر میں ڈوبتا دیکھے اور خود کنارہ پر بیٹھا ہنستا ہے - اپنے گھر میں کھُلے خزانہ ایسی بے شرمی اور بیحیائی کے کام کرے جس سے بے شرمی و بیحیائی بھی شرما جاوے - لیکن قوم کی بھلائی کے کام کو شرم و نفرین کا کام سمجھے ✦

اے رئیسو اور دولتمندو - تم اپنی دولت و حشمت پر مغرور ہو کر یہ مت سمجھو کہ گو قوم کیسی ہی بد حالت میں ہو ہمارے بچوں کے لیئے بہت کچھ ہے - یہی اُن لوگوں کا بھی خیال تھا جو تم سے پہلے تھے مگر اب اُنہیں کے بچوں کی وہ نوبت ہے جن کے لیئے آج ہم اِس اسٹیج پر کھڑے ہیں ✦

اے صاحبان - ہر کوئی تسلیم کرتا ہے کہ تعلیم نہ ہونے سے قوم کا حال روز بروز خراب ہوتا جاتا ہے - قوم مفلس ہوگئی ہے - قوم کے بچے اخراجات تعلیم کے سرانجام نہونے سے ذلیل و رذیل ہوتے جاتے ہیں - میں نے کوئی پہلو ایسا نہیں چھوڑا جس سے قوم کے غریب بچوں کے اخراجات تعلیم میں اعانت پہونچے - مگر افسوس کامیابی نہیں ہوئی - خود لوگوں سے بھیک مانگی بہت ہی قلیل ملی - والنٹیر بنانے چاہے - بہت ہی کم بنے - اور جو بنے اُن سے بھی کچھ نہ بن آئی - پس آج میں اس اسٹیج پر اِس لیئے آیا ہوں کہ قوم کے بچوں کی تعلیم کے لیئے کچھ کر سکوں ✦

لیڈیز اور یوروپین جنٹلمین - مَیں خوب جانتا ہوں کہ تم نے اپنی قوم کے غریب بچوں کے لیئے کیا کچھ کیا ہے - بڑے بڑے ڈیوک ڈچیز اسٹیج پر آئے ہیں - اور غریبوں کی امداد کے لیئے

عزّت پائی ہے۔ اس وقت بھی یوروپین نے اپنی نیک دلی ثابت کی ہے کہ باوجود ہم قوم نہ ہونے کے ہمارے شریک ہیں۔ اور تھوڑی دیر میں ہمارے یُوروپین دوست اور مسٹر کینڈی کلکٹر و افسر ضلع نہیں نہیں مسٹر کینڈی میرے دوست اس اسٹیج پر آنیوالے ہیں۔ مگر ہندوستان کا نہ وہ خیال ہے نہ وہ دل اور نہ وہ دلی نیکی جو ایسے کاموں کے باعث ہوتی ہے۔ ہندوستان میں پہلا موقع ہے جو مَیں اِس قومی کام کے لیئے اسٹیج پر کھڑا ہوا ہوں۔ جہاں تک مجھ سے ہوسکے میں اپنی قوم کی بھلائی میں کوشش کروں گا اور ضرور کروں گا۔ اور لوگوں کو جو وہ بکنا چاہیں بکنے دوں گا۔ کون سی بات ہے جو لوگوں نے میری نسبت نہیں کہی اور میں نہایت خوش ہوں گا کہ جو کچھ اُن کو کہنا باقی رہ گیا ہو وہ بھی اب کہہ لیں۔ اس موقع پر مَیں **حافظ** صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ایک **غزل** پڑھوں گا جو میرے **فیلنگ** کے مناسب ہے اور جس میں مَیں نے دو شعر اَور ملا دیئے ہیں:۔

(اِس کے بعد نہایت جوش سے **حافظ** (رحمۃ اللہ علیہ) کی یہ غزل پڑھی)

ساقیا برخیز و در دہ جام را — خاک بر سر کُن غمِ ایام را
ساغرِ مے برکفم نہ تا زبر — برکشم ایں دلقِ ازرق فام را
گرچہ بدنامی ست پیشِ عاقلاں — مانمی خواہیم ننگ و نام را
بادہ در دہ چند ازیں بادِ غرور — خاک بر سر نفسِ نافرجام را
دُودِ آہِ سینۂ نالانِ من — سوخت ایں افسردگانِ خام را
محرمِ رازِ دلِ شیدائے خود — کس نمے بینم زخاص و عام را
با دل آرامے مرا خاطر خوش ست — کز دلم یکبارہ بُرد آرام را
ننگرد دیگر بسرو اندر چمن — ہر کہ دید آں سروِ سیم اندام را
کیست آں سروِ سہی کاندر سرش — یافتم دین و دل و آرام را
قومِ ما اے قومِ ما کز بہرِ تو — دادہ ام بر باد ننگ و نام را

صبر کُن **احمد** بسختی روز و شب — آخرش روزے بیابی کام را

۶۰

تقریر جو باجلاس محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس منعقدہ ۲۸ دسمبر ۱۸۹۰ء بمقام الہ آباد بروقت تحریک کرنے اس رزولیوشن کے کہ فارسی زبان کو یونی ورسٹی کی تعلیم سے خارج کرنا یا فارسی کورس میں عربی کو شامل کردینا یا اُن دونوں کی صرف نحو کو ملا دینا صحیح اصول پر مبنی نہیں ہے اور تعلیم کے واسطے مضرّ ہے۔ کی ٭

جناب صدر انجمن۔

شاید لوگوں کو جو اس بڑے ہال میں جمع ہیں تعجب ہوا ہوگا کہ یہ رزولیوشن جو ایک ایسا رزولیوشن ہے جسکے برخلاف کسی کا خیال بھی نہیں جاسکتا اور ایسا صاف اور روشن ہے کہ خود اپنی حجت کی آپ دلیل ہے جیسے کہ آفتاب آمد دلیل آفتاب۔ کیوں اجلاس میں مباحثہ کے لیئے پیش ہوا ہے لیکن اس سے زیادہ تعجب اور حیرت اُن کو اُس وقت ہوگی کہ جب اُن کو معلوم ہوگا کہ جس وقت ہماری الہ آباد یونی ورسٹی قایم ہوئی سب سے اوّل جو دل شکن اور ہندوستان کی تہذیب اور اُس کے علم مجلس کے برباد کرنیوالی تجویز پیش ہوئی وہ یہ تھی کہ فارسی زبان یونیورسٹی کی تعلیم سے خارج کیجاوے۔ کیوں خارج کیجاوے اِسکا سبب میں کچھ بیان نہ کروں گا کیونکہ ہر شخص جس کو خدا نے فراست دی ہے خود اُس کے اصلی سبب کو سوچ لیگا مگر ظاہر میں جو غلط حجت پیش کیگئی وہ یہ تھی کہ فارسی کلاسکل لینگوج نہیں ہے۔ کیوں نہیں ہے۔ اس لیئے کہ مثل سنسکرت کے مُردہ زبان نہیں ہے یعنی ایسی نہیں ہے کہ دنیا کے پردہ پر کسی جگہ بولی نہ جاتی ہو۔ مگر فارسی ایران میں اب تک بولی جاتی ہے اور اس لیئے زندہ زبان ہے اور اس لیئے کلاسکل لینگوج نہیں ہے ٭

یہ ایک نئی تشریح حیرت انگیز کلاسکل کے لفظ کی تھی یعنی یہ تشریح ہوئی کہ کلاس کے معنی مردہ اور کاف لام نے اُس کے ساتھ ملکر وہ معنی پیدا کیئے جو فارسی میں ھائے ہوز پیدا کرتی ہے اور اس لیئے کلاسکل لینگوج کے معنی مردہ زبان کے ہوگئے ٭

افسوس کہ جانسن زندہ نہیں ہے کہ اس تشریح کو اپنی بے نظیر محنت میں جو اُس نے ڈکشنری بنانے میں کی ایک بہت بڑی امداد سمجھتا اور اُن معنوں کو فخر سے اپنی ڈکشنری میں داخل کرتا مگر افسوس کہ اُس کی زندگی نے وفا نہ کی اور وہ اس بے مثل امداد سے محروم رہا۔ ویبسٹر اُس کے بعد ہوا مگر افسوس کہ اُس کو بھی وُہی محرومی نصیب ہوئی ۔

مَیں انگریزی سے اور انگریزی کے لفظوں سے بلکہ اُن کے حروف تہجّی سے بھی واقف نہیں ہوں۔ میری انگریزی دانی کے لیئے ہماری زبان کے دو مہمل لفظ "کلٹر مٹر" نہایت موضوع ہیں مگر انگریزی عالموں نے اُس کی نسبت کچھ لکھا ہے ۔

وہ لکھتے ہیں کہ کلاسکس لیٹن کا لفظ کلاسکو سے نکلا اور اُس سے کلاسکل۔ یہ متعلق تھا روم کے لوگوں کے درجوں سے اور خصوصاً اوّل درجوں سے اور اس لیئے کلاسکل کی جو صفت ہے معنی ہوئے اوّل درجہ یا رتبہ کے اور لٹریچر اور آرٹ میں اُسپر اطلاق ہوا ہے جو اعلےٰ ہو درجہ میں یا مستند ہونے میں اور گریک اور رومن مُصنّفوں نے بالتخصیص اور نیز ماڈرن مصنّفوں یا اُن کی تصنیفات سے متعلق کیا گیا ہے ۔

اب ہمکو دیکھنا ہے۔ کہ فارسی زبان کلاسکل لینگوج ہونے کا رتبہ رکھتی ہے یا نہیں کسی شخص کا مونھ ہے جو کہہ سکے کہ نہیں؟ تمام دنیا کی زبانوں سے شیریں زبان کون ہے؟ فارسی یہ ایک ایسا مسلّم مسئلہ ہے کہ ہر ناطق جسم نے تسلیم کیا ہے۔ اُس کی شاعری کیا باعتبار نازک خیالی کے اور کیا بلحاظ علم اخلاق کے اور کیا باعتبار تمام فنون شاعری کے ایسی اعلےٰ درجہ پر پہونچی ہوئی ہے کہ بڑے بڑے لیٹن اور گریک کے شاعروں کی ہمسری سے بھی کسی قدر بلند ہو گئی ہے۔ عمر خیام کی رباعیات۔ فردوسی کی مثنوی (شاہنامہ) حافظ کی غزلیات کیا اُن سے بڑھکر لطیف نغیس اشعار ہو سکتے ہیں؟ کیا سعدیؒ۔ نظامیؒ۔ جامیؒ۔ خسروؒ۔ انوری و خاقانی سے اور اور بہت سے لوگوں سے جن کی فہرست نہایت طولانی ہے زیادہ تر مستند اتھورٹی پائی جا سکتی ہے؟ ابو الفضل اور فیضی کا جو ہندوستان کی پیدایش تھے اور اسی زمانہ کے شاعر غالب کا اور حال کے زمانہ کے ایرانی شاعر قاآنی کا نام بھی اُنہیں بلند تر قدیم لوگوں کے ساتھ شامل کروں گا جن کا میں نے ابھی نہایت فخر سے ذکر کیا ۔

علمی زبان ہونے کی حیثیت سے اگر فارسی کو دیکھا جاوے تو فلسفہ۔ علم اخلاق۔ سیاست مدن ایسٹرانمی۔ ایسٹرالجی۔ میتھے میٹکس۔ ہسٹری۔ طب وغیرہ۔ غرضکہ تمام علوم کی کتابیں فارسی زبان میں موجود ہیں اور بقدر کثرت سے تصنیفات ہیں کہ اگر ایک ایک نسخہ ہر ایک تصنیفات کا جمع کیا جاوے تو غالباً ہماری یونیورسٹی کے ہال میں بھی نہ سماوے۔ فارسی زبان ایسی طاقتور اور فصیح زبان ہے

کہ ہر ایک علم کے علمی مسائل بغیر اس کے کہ دوسری زبان سے لفظ مستعار لیئے جاویں ادا ہو سکتے
ہیں۔ ساسان پنجم کی تصنیف کی ہوئی دساتیر تمام اصطلاحات فلسفہ سے پُر ہے اور ایک لفظ بھی
کسی دوسری زبان سے مستعار نہیں لیا گیا ہے ؏

ہندوستان میں فارسی زبان نے عموماً لوگوں کی تہذیب اور حسن معاشرت اور علم مجلس اور
تمام امور میں جو انسان کے دماغ اور خیالات سے متعلق ہیں بہت کچھ ترقی دی ہے اور اسکا اعلیٰ
ثبوت اُن لوگوں میں مقابلہ کرنے سے پایا جاتا ہے جنہوں نے فارسی زبان کو تحصیل کیا ہے
اور جنہوں نے اُس کو تحصیل نہیں کیا گو کہ وہ دوسری زبانوں میں کیسا ہی بلند درجہ رکھتے ہوں ؏

یونی ورسٹیوں میں سکینڈ لینگوج کی تعلیم کا سلسلہ ایرین اسٹاک اور سمیٹک اسٹاک
کے خیال سے قایم کیا گیا ہے۔ جو کہ ان دونوں اسٹاک کی متعدد زبانیں ہیں اس لیئے اُن میں سے
اُس زبان کو یا زبانوں کو جو ایسے درجہ تک پہونچگئی ہیں کہ کلاسکل قرار پانے کی مستحق ہیں اُن کو یونیورسٹی
کی تعلیم میں داخل کیا ہے منجملہ آئرین اسٹاک کے فارسی زبان کو اور سمٹک اسٹاک کے عربی و عبری
کو تمام ہندوستان کی یونیورسٹیوں کی فکلٹیوں نے بلکہ دوسرے ملکوں نے بھی اُس کو تسلیم کیا
ہے۔ پھر کیا وجہ ہوتی اگر ہماری یونی ورسٹی اُسکو تسلیم نہ کرتی ؏

ہر ایک مسلمان اور میں یقین کرتا ہوں کہ تمام ممبر اور وزیٹر جو اِس ہال میں جمع ہیں جس میں ایک خالی
کُرسی بچھی ہوئی ہے اور میں خیال کرتا ہوں کہ سب یا قریب سب کے پُر ہیں اور یہ مجمع ایسے لوگوں کا
ہے جو کسی نہ کسی درجہ تک علمی مذاق رکھتے ہیں۔ اس لیئے یہ مجمع بحیثیت اپنے پوزیشن کے اسبات
کے دعوے کرنے کا مستحق ہے کہ گویا وہ پانچ کروڑ مسلمانوں کا ریپریزنٹیٹو ہونے کا حق رکھتا ہے۔
میں یقینی سمجھتا ہوں کہ وہ سب فارسی زبان کو یونیورسٹی کی تعلیم سے خارج کرنے کی تجویز کو پہلا حملہ مسلمانو
کی تعلیم پر سمجھتے ہیں۔ مگر ہم یقین کرتے ہیں کہ ہماری یونیورسٹی ہمیشہ ہم مُسلمانوں کی تعلیم کا لحاظ رکھیگی
اور ہماری مادر ہوگی نہ مادرند ؏

اس سخت حملہ سے ہمکو نجات پائے کچھ بہت عرصہ نہیں گذرا تھا کہ دوبارہ پھر بھی حملہ ہوا
مگر دوسری صورت میں نکس یعنی ایک ہی مرض کا دوبارہ عود کرنا پہلی دفعہ کے مرض سے بھی زیادہ سخت
ہوتا ہے اس لیئے یہ حملہ بھی زیادہ سخت تھا اس دفعہ یہ حجّت پیش کی گئی کہ یونی ورسٹی کے کورس
میں ہندوؤں کے لیئے سکینڈ لینگوج سنسکرت رکھی گئی ہے اور اُس کے مقابلہ میں مسلمانوں
کے لیئے دو زبانیں فارسی اور عربی میں سے کوئی ایک زبان۔ عربی بیشک سنسکرت کے مقابلہ
میں ہے الّا فارسی آسان زبان ہے اور اُس کا موازنہ سنسکرت کے مقابلہ میں نہیں ہو سکتا پس
جو لوگ سنسکرت لیتے ہیں اُن کے حق میں بمقابلہ اُن لوگوں کے جو فارسی لیتے ہیں نا انصافی

ہوتی ہے اس لیئے صرف عربی اور سنسکرت سیکنڈ لینگوج میں داخل رہی یعنی فارسی یونی ورسٹی کی تعلیم سے خارج کیجاوے *

میں اس بات کو ضرور تسلیم کروں گا کہ سنسکرت زبان کی اعلےٰ درجہ کی گریمر جس کو بہت سے عالم پنڈت بھی نہیں جانتے بہ نسبت فارسی زبان کی گریمر کے زیادہ تر مشکل ہے مگر کیا ہماری یونیورسٹیوں کی تعلیم میں سنسکرت زبان کی وہ اعلےٰ درجہ کی گریمر داخل ہے یا پڑھائی جاتی ہے جسکو مشکل کہا جاتا ہے - ہرگز نہیں - یونی ورسٹیوں کی تعلیم میں جو سنسکرت زبان کی ابتدائی گریمر مثل صیغوں کی گردان کے اور فاعل مفعول کے سمجھنے کے سوا اور کچھ نہیں ہے اور اسقدر سنسکرت کی گریمر ہرگز فارسی زبان کی گریمر سے زیادہ مشکل نہیں ہے - ہاں ایک فصیح آدمی اُس کی نسبت بہت کچھ اپنی فصاحت کو کام میں لاسکتا ہے مگر یاد رہے کہ فصاحت سے سچ بات کا سچ ثابت کرنا ضرور نہیں ہے بلکہ وہ ایک فن دھوکہ دینے کا ہے کہ فصیح آدمی یہ کوشش کرتا ہے کہ غلط بات کو بھی لوگوں کے سامنے اسطرح بیان کرے کہ لوگ اُسکو سچ سمجھیں - پس یہ دلیل پیش کرنی کہ سنسکرت زبان فارسی کی نسبت زیادہ مشکل ہے بلحاظ اُس عملدرآمد اور درجۂ تعلیم کے جو ہماری یونیورسٹیوں میں جاری ہے فن فصاحت کا صرف دھوکہ ہے *

ایک اَور امر قابلِ غور ہے کہ یہ بات کہدینی کہ فلاں زبان فلاں زبان سے مشکل ہے تعلیم کے کورس میں کافی نہیں ہے کیونکہ اُس زبان میں بھی جو مشکل زبان تسلیم کیجاتی ہے بلحاظ سبجیکٹ وطرز تحریر کے ایسی کتابیں بھی ہوتی ہیں جو فی الواقع سہل اور آسان ہیں - اور اُس زبان میں جو آسان سمجھی جاتی ہے بلحاظ سبجیکٹ وطرز تحریر کے ایسی کتابیں بھی ہوتی ہیں جو فی الواقع نہایت مشکل اور دقت طلب ہوتی ہیں - پس اس بات کے فیصلہ کرنے کے لیئے کہ دو زبانوں کے لیئے جو دو کورس مقرر ہیں فرض کرو کہ اُن میں سے ایک زبان مشکل ہے مگر اُن دونوں کورسوں میں بلحاظ سبجیکٹ وطرز انشاء کے کیا مناسبت ہے ممکن ہے کہ مشکل زبان کا کورس بلحاظ سبجیکٹ وطرز انشا کے آسان ہو اور آسان زبان کا کورس اسی لحاظ سے بہ نسبت مشکل زبان کے کورس کے زیادہ تر مشکل ہو - پس اسپر لحاظ کرنا اور صرف زبانوں کے مشکل اور آسان ہونے سے یونی ورسٹی کے ہال کو گونج سے بھر دینا اور اصل فیکٹ کو چھوڑ کر اپنی فصاحت سے لوگوں کے دلوں میں ایسے امر کی نسبت جو فیکٹ نہیں ہے یقین پیدا کرنا وہی فصاحت کے فن کا دھوکہ ہے *

اب میں ایک اجمالی نظر الہ آباد یونی ورسٹی کے فارسی کورس پر ڈالتا ہوں کہ وہ بلحاظ سبجیکٹ وطرز انشا کے کس درجہ کے ہیں میں دیکھتا ہوں کہ اُن میں فردوسی خاقانی ظہیر فاریابی

امیر خسرو - حافظ شیرازی - ملا ظہوری - ابوالفضل فیضی - فیاضی - قاآنی وتیما اور غالب کی تصنیفات کا انتخاب ہے اور اخلاق جلالی بھی جو ایک کتاب اخلاق وحکمت مدن پر ہے داخل ہے۔

یہ سب کتابیں کیا بلحاظ سبجیکٹ اور کیا بلحاظ طرز انشا عمدہ ترین کتابوں میں سے ہیں اور اکثر مقام ایسے منتخب کیئے ہیں جو بلحاظ سبجیکٹ اور طرز انشار کے نہایت مشکل ہیں افسوس ہے کہ میں سنسکرت زبان نہیں جانتا میرے معزز مسلمان دوست البتہ سنسکرت زبان کے بھی بڑے عالم ہیں مگر مجھ کو یقین دلایا گیا ہے کہ سنسکرت کا کورس بمقابلہ کورس فارسی کے آسان ہے اور جبکہ مجھ کو معلوم ہوا کہ سنسکرت کورس میں سبجیکٹ کیا ہیں تو میں نے اُسپر یقین کیا ہے کہ بلحاظ سبجیکٹ کے بلاشبہ فارسی کورس مشکل ہے۔

ہم سنسکرت کورس میں کچھ دخل دینا نہیں چاہتے اگر بالفرض وہ مشکل ہے تو جہاں تک چاہو اُس کو آسان کرو اور جہاں تک چاہو اس عمدہ اور قدیم زبان کی تحصیل میں آسانی دو۔ ہم نہایت خوشی سے اُسکو قبول کرتے ہیں مگر کسی ایسے امر کو جس سے ہم پانچ کروڑ مسلمان رعایائے ملکہ معظمہ امپرس آف انڈیا کی تعلیم میں نقصان پہونچے ہرگز قبول نہیں کر سکتے۔

اے میرے دوستو۔ یہ مت سمجھو کہ مسلمانوں کی تعلیم پر جو حملے ہوئے وہ ختم ہو گئے نہیں ابھی رزرو فوج کے حملے باقی ہیں اُس نے اس غلط مسئلہ کو کہ فلاں زبان مشکل ہے اور فلاں زبان آسان - اور کورس کے آسان و مشکل ہونے کے فیکٹ سے جس کو میں نے ابھی بیان کیا نظر انداز کر کے دوسری طرح پر حملہ کیا کہ فارسی اور عربی کو ملا کر ایک کورس بنایا جاوے تاکہ وہ کورس مشکل ہو جاوے اور سنسکرت زبان کا مقابلہ کر سکے اور ہر ایک طالب علم کو یعنی مسلمان طالب علموں کو اُسمیں امتحان دینا لازم ہو اور جو نہ دے یونی ورسٹی کی تعلیم کے اعزاز سے خارج کیا جاوے یعنی کوئی ڈگری یونی ورسٹی کی جسپر روز بروز سرکاری ملازمتیں اور پرائیوٹ ملازمتیں اور زندگی کے کاروبار منحصر ہوتے جاتے ہیں نہ دیجاوے۔

گو یہ حملہ بظاہر نہایت سخت تھا مگر اس سبب سے کہ علمی لڑائی کے اصول کے برخلاف تھا کوئی قومی مورچہ اپنے قبضہ میں نہیں رکھتا تھا کیا آپ کو تعجب نہ ہوگا کہ فارسی زبان ایرین اسٹاک کی زبان ہے اور عربی زبان سیمیٹک اسٹاک کی - دونوں کی صرف و نحو طریق اشتقاق طرز انشا ایسی باہم مختلف ہے کہ ایک جگہ جمع ہو ہی نہیں سکتی باایں ہمہ اُن کو شامل کرنا چاہا تھا بیشک ہماری یونی ورسٹی کی عالیشان عمارت کے نیچے گنگا جمنا مل گئی ہیں مگر کیا اُس میں یا کسی انسان کی طاقت میں ہے کہ دو مختلف زبانوں کے دریاؤں کو جن کو خدا نے مختلف پیدا کیا ہے گنگا

وجمنا کی مانند ملاکر ایک دھار پر بہا سکتا ہے - توبہ توبہ - امکان سے خارج ہے - افسوس صد افسوس مگر یہ افسوس اُس وقت اَور زیادہ ہوجاتا ہے جبکہ اُس میں دست اندازی ایسے لوگوں کی جانب سے ہوتی ہے جو نہ گنگا میں تیرنا جانتے ہیں نہ جمنا میں یعنی نہ عربی زبان سے واقف ہیں نہ فارسی زبان سے - پھر ایسے حملوں کا منشاء بجز اسکے کہ مسلمانوں کی تعلیم کو برباد کریں جس کو ہم نے بیس برس کی محنت کے بعد کسیقدر راہ پر لاکر ڈالا ہے اَور کیا خیال میں آسکتا ہے - اگر ہماری یونیورسٹی ایسا کرے تو مَیں اُس کو مادر نکہوں گا بلکہ ماوندر کہوں گا مگر مجکو بھروسہ ہے کہ وہ ایسا نکریگی ؛

اے میرے معزز دوستو - اور اے قوم کے حامیو - اور اے لوگو جو اپنی قوم کے تعلیمی اغراض کے لیئے اس ہال میں جمع ہوئے ہو بخوبی جانتے ہو کہ انٹرنس تک یونیورسٹی کی تعلیم صرف ابتدائی تعلیم ہے اور سیکنڈ لینگوج کے اعتبار سے ابتدائی سے بھی کم اُس کلاس کے طالب علموں کی مثال بلحاظ درجہ تعلیم کے اُس بچّہ کی مانند ہے جس کے مونھ سے ابھی دُودھ کی بو بھی نہ گئی ہو - کیا کسی کی طاقت میں ہے کہ وہ ایسی حالت تعلیم میں علاوہ انگریزی زبان کے عربی اور اُس کی صَرف و نحو اور فارسی اور اُس کی صَرف و نحو کو یاد کرسکے اور اس دورنگی چپ کورس میں جس میں عربی و فارسی ملائی جاتی ہے امتحان دیکر کامیابی حاصل کرسکے حاشا وکلا ؛

اب ایک اَور حملہ زور وڈ فوج کا ہوا وہ یہ تھا کہ فارسی زبان بغیر عربی کی صرف نحو جانے کے نہیں آسکتی اس لیئے عربی کی صرف و نحو کی کتابیں میزان سے لیکر کافیہ و شافیہ تک تعلیم میں فارسی کے ساتھ داخل کیجاویں تاکہ فارسی اچھی آجاوے کیونکہ فارسی میں عربی الفاظ مل گئے ہیں اور اس لیئے عربی کی صرف و نحو جاننی ضرور ہے - آپ جانتے ہیں کہ شافیہ کون کتاب ہے ؟ یہ وہ مغلق کتاب ہے جو خاص عربی زبان کی تعلیم سے بھی خارج ہوگئی ہے ؛

ہمدردی بھرا ہوا حملہ بلاشبہ زیادہ سخت ہوتا ہے مگر درحقیقت اُس کی بُنیاد ریت پر رکھی گئی ہے اس لیئے مجھ کو مناسب ہے کہ فارسی میں عربی زبان کے لفظوں کے ملنے کی کچھ ہسٹری بیان کروں ؛

مُلک فارس جو فارسی زبان کا گھر ہے ایک زمانہ دراز سے اُسی مُلک کے لوگ اُسپر شاہنشاہی کرتے تھے جن کی عظمت و شان و شوکت ہمیشہ تاریخ میں یادگار رہیگی - اُن کے جھنڈے درفش کاویانی کی شُہرت کبھی دُنیا سے نہ بھُولی جاوے گی - مگر خدا کی مرضی یہ ہوئی کہ ایک بادیہ نشین اور ریتلے کنکریلے مُلک کے رہنے والی قوم یعنی کون ؟ عرب ؟ ہمارے باپ دادا اپنی تلوار کے زور سے اُسکو فتح کریں چنانچہ ہمارے باپ دادا نے فتح کیا گو فردوسی کو جو گبر آتش پرست کی نسل میں تھا اور گو مسلمان ہوگیا تھا مگر اُس فتح سے قومی رنج اُسکے دل میں تھا - جبکہ اُس نے یہ کہا ۔

زشیرِ شُتر خوردن و سوسمار — عرب را بجائے رسیدست کار
کہ تختِ کیاں راکُنند آرزو — تفو بر تو اے چرخ گرداں تفو

اِن شعروں پر جو اُس نے طنز سے کہے ہیں ہم تو اس کو اپنے باپ دادا کے لیئے فخر سمجھتے ہیں۔ ہاں ۔ ہم اُونٹنی کے دُودھ پینے والوں اور سوسمار کھانے والوں نے کیانیوں کی شاہنشاہی کے تخت کو فتح کیا۔ اور خُدا نے اُس اُونٹ چرانے والی قوم کو دارا و جمشید و کیخسرو و مختصراً یہ کہ کیانیوں کی شاہنشاہی کے تخت پر جا بٹھایا پس ضرور تھا کہ تین قسم کے لفظ فارسی زبان میں داخل ہوجاویں جس طرح کہ اب ہماری اُردو زبان میں اور نیز دیگر زبانوں میں جو ہندوستان میں بولی جاتی ہیں انگریزی سلطنت کے الفاظ شامل ہوگئے ہیں۔ اُن تین قسم کے الفاظ کی تفصیل یہ ہے۔

اوّل۔ قرآن مجید کی بے مثل فصیح و بلیغ آیتیں جو فارس کی زمین کے چپہ چپہ پر پڑھی جاتی ہیں اور وہ ایسی ہی دلکش تھیں کہ کوئی دل گو وہ فولاد ہی کے مانند کیوں نہ ہو اُس پر بھی اثر کرتی تھیں اُن کے الفاظ اور مذہب اسلام کے خاص الفاظ فارسی میں بھی داخل ہوگئے۔

دوم۔ وہ الفاظ فاتح قوم کی زبان کے متعلق بہ امور سلطنت جن کا داخل ہونا مفتوح قوم کی زبان میں نہایت ضرور تھا داخل ہوئے۔

سوم۔ اُن علوم کے الفاظ جو خود عرب اپنے ساتھ فارس میں لائے تھے یا خود اُنھوں نے پیدا کیئے۔ یا اُن کو ترقی دی۔

یہ تمام الفاظ محدود ہیں اور اِس طرح فارسی زبان میں شامل ہوگئے ہیں کہ مثل ایک متبنّٰی بیٹے کے اُسی کی اولاد ہوگئے ہیں اُن کے سمجھنے اور استعمال کرنے میں کسی فارسی دان کو عربی زبان کی صرف و نحو جاننے کی ضرورت نہیں ہی ہے خدا کرے کہ اِس جلسہ میں ایسے لوگ بھی ہوں جو عربی نہ جانتے ہوں مگر جس وقت ناصر اور منصور یا حافظ و محفوظ کا لفظ اُن کے سامنے بولا جاویگا وہ بغیر اسبات کے جاننے کے کہ اُسکا مصدر کیا ہے اور کسطرح سے اُن کا اشتقاق ہوا ہے بخوبی اُسکے معنی اور مطلب کو سمجھیں گے۔

یہی حال تمام عربی الفاظ کا ہے جو فارسی زبان میں شامل ہوگئے ہیں اور مثل فارسی الفاظ کے سمجھے جاتے ہیں چنانچہ اُن میں سے بہت سے الفاظ فارسی تحریر میں اُس اصلی یا اُس معنی میں مستعمل نہیں ہوتے جس اصلی اور معنی میں عربی میں مستعمل ہوتے ہیں اور ایسے بھی ہیں جو عربی کے قواعد صرف کے تابع نہیں ہیں اور کلیۃً سب کے سب ایسے ہیں کہ عربی زبان کی نحو کے قواعد کے مطلق تابع نہیں ہیں۔ پس فارسی کے لیئے عربی زبان کی صرف نحو پڑھانے سے فارسی زبان کے لیئے کیا فایدہ ہے۔

میں سُنتا ہوں کہ انگریزی زبان میں بھی اسیطرح پر لیٹن اور گریک کے الفاظ ملے ہوئے ہیں مگر کوئی نہیں کہتا کہ جب تک لیٹن گریک زبانوں کی صرف نحو نہ سیکھ لو اُس وقت تک انگریزی نہیں آنے کی ؀

ہاں بعض عربی دان اپنی فارسی تحریر میں دانستہ اپنی علمیت جتانیکو قصداً عربی الفاظ کثرت سے لکھ جاتے ہیں۔ جیسے کہ بعض ہندوستانی خام اور ناقص انگریزی دان اپنی شیخی کے لیئے خواہ نخواہ لیٹن الفاظ اپنی تحریروں میں لاتے ہیں جس کو ہر ایک زباں دان خواہ وہ فارسی جاننے والا ہو یا ایک یورپین انگریز نہایت حقارت سے دیکھتا ہے بلکہ اُس کو فارسی زبان کی تحریر کہنا زیبا نہیں ہے ؀

تمام اساتذہ فارسی زبان کے جاننے والے خواہ وہ ہندوستان کے ہوں یا ترکستان کے۔ بلخ کے ہوں یا بخارا کے۔ مصر کے ہوں یا انگلستان کے۔ فارسی تحریروں میں عربی الفاظ کا سوائے انہیں قسم کے لفظوں کے لانا نہایت ہی معیوب جانتے ہیں۔ فردوسی خدائے سخن کہلاتا ہے اس لیئے کہ اُس کے شاہنامہ میں جو اسقدر بڑی کتاب ہے اُن تین قسموں کے سوا اور بھی شاذونادر عربی الفاظ نہیں ہیں۔ خود اُس نے دعوی کیا تھا کہ کوئی عربی لفظ اپنے اشعار میں نہیں کہنے کا مگر جب اُس کا یہ شعر پڑھا گیا ؎

قضا گفت گیر و قدر گفت دہ ۔۔۔ فلک گفت احسن ملک گفت زہ

قضا و قدر۔ فلک اور ملک تو مسلمانی بزم کے لفظ تھے جن کا استعمال اُنہی اسباب سے جو میں نے بیان کیئے مثل فارسی لفظوں کے فارسی زبان میں ہو گیا تھا اس لیئے اُن پر گرفت نہیں ہوئی مگر لفظ احسن محض عربی تھا اُسپر گرفت ہوئی اور کہا گیا کہ "لفظ احسن عربی است چرا گفتی۔ گفت من نہ گفتہ ام فلک گفتہ است"۔ غرضکہ فارسی زبان کے اُستاد عربی کو فارسی میں ملانا اسقدر معیوب سمجھتے تھے برخلاف اسکے ہمارے دوست عربی فارسی کی صرف و نحو کو جو بالکل دو مختلف چیزیں ہیں گڈمڈ کرنا چاہتے ہیں اور کس زمانہ میں یعنی تعلیم کے ابتدائی زمانہ میں جس کا نتیجہ یہ ہے کہ دونوں نہ آویں اور دونوں برباد ہو جاویں اور طالب علموں کو بجز محرومی کے اَور کچھ نہ حاصل ہو ؀

ٹینس جو انگلستان کا ملک الشعراء تھا اپنی اخیر عمر میں خالص انگریزی زبان کے اپنے چند شعر پڑھکر فخر کرتا تھا اور اُسی کے ساتھ لیٹن و گریک زبان کے جاننے پر افسوس کرتا تھا اور کہتا تھا کہ میں کیونکر اُن کو بھلا دوں کیونکہ اُن دو زبانوں کا علم میری انگریزی شاعری میں نقصان پہونچاتا ہے۔ غرضکہ عربی و فارسی کے صرف و نحو کو ملانا غیر مفید بلکہ غیر ممکن خیال تھا اور مسلمانوں

کی تعلیم کا سدِ راہ ٭

اب صرف ایک حصہ ہمدردی کے پیرایہ میں باقی رہ گیا تھا یعنی یہ کہ فارسی زبان عربی زبان کو پیچھے ڈالتی جاتی ہے کیونکہ کثرت سے طالب علم فارسی زبان کو بطور سیکنڈ لینگوج کے اختیار کرتے ہیں اور عربی کو کم۔ میں اس کی اصلی وجہ کو جو ملکی ضرورت پر مبنی ہے بیان کروں گا مگر میں اُن ہمدردوں سے پوچھوں گا کہ عربی زبان ہمارے بزرگوں کی اور ہماری مذہبی زبان ہے۔ کیا وجہ ہے کہ آپ ہم سے زیادہ اُس زبان کے ساتھ ہمدردی کرتے ہیں۔ آپ مہربانی رکھیئے اور اُسکی ہمدردی کو ہم ہی پر چھوڑ دیجیے چاہیں ہم اُس کو آگے بڑھائیں چاہیں پیچھے چھوڑتے جاویں ٭

نمیدانم زمنعِ گریہ مطلب چیست ناصح را
دل از من دیدہ از من آستیں از من کنار از من

اے صاحبو۔ یہ تمام امور جو مسلمانوں کی تعلیم یونی ورسٹی کے لیئے زہر قاتل تھے۔ ہماری یونیورسٹی میں پیش ہوتے ہیں مسٹر گف پرنسپل میور کالج رجسٹرار یونی ورسٹی الہ آباد ممبر فکلٹی آف آرٹ کے اُس فقرہ کا ہمیشہ احسانمند رہوں گا جس کا مطلب یہ تھا کہ وہ مسلمانوں کی تعلیم میں ہرج پڑنا کبھی پسند نہ کریں گے چنانچہ فکلٹی آف آرٹ کی میٹنگ میں اُنہوں نے ان سب تجویزوں سے اختلاف کیا۔ فکلٹی آف آرٹ کے پریسیڈنٹ مسٹر وسٹ کا بھی احسان ہے کہ جب ان تجویزوں کے مخالف ووٹ شمار ہوئے تو اُنہوں نے بھی ہاتھ اُٹھایا اور اُنہی کے ساتھ اپنا ووٹ گنا اور نیز فکلٹی آف آرٹ کے اُن تمام ممبروں کا بھی احسان ہے جنہوں نے اس تجویز کے برخلاف ووٹ دیئے اس لیئے میں نے یہ رزولیوشن پیش کیا ہے کہ الہ آباد یونی ورسٹی کی فکلٹی آف آرٹ کے شکریہ کا ووٹ پاس کیا جاوے ٭

اے دوستو۔ میں بھی فکلٹی آف آرٹ کے ممبر ہونے کی عزت رکھتا ہوں مگر میں اُس جلسہ میں شریک نہ تھا اس لیئے میں اُس شکریہ سے جو فکلٹی آف آرٹ کا کہا جاوے علٰحدہ ہوں ٭

۶۱

اسپیچ سید احمد خاں

جناب صدر انجمن۔ جو تحریک کہ میرے معزز دوست مولوی رضا حسین صاحب نے کانگریس کے لفظ کو جو ہماری مجلس تعلیمی کے نام میں ہے کانفرنس کے لفظ سے تبدیل کرنے کی کی ہے میں اُس کی تائید کرتا ہوں۔ مدت سے مجھکو خیال تھا کہ کانگریس کا لفظ ہماری مجلس کا نام ہونے کے لیئے مناسب نہیں ہے۔ کانگریس کا لفظ پولٹیکل مجلسوں کے لیئے جو دو بادشاہوں کے سفیروں اور نائبوں کے باہم ملکی معاملات کی اصلاح یا فیصلہ کے لیئے ہوں زیادہ تر مناسب ہے۔ ہماری مجلس تعلیمی کو ایسے امور سے یا کسی قسم کے پولٹیکل امور سے علاقہ نہیں ہے اور اس لیئے بلاشبہ وہ نام اُسکے لیئے نازیبا تھا۔

کانفرنس کا لفظ ایسے جلسوں پر زیادہ مستعمل ہوتا ہے جو نیک دلی اور دوستی سے آپس میں گفتگو یا مباحثہ کرنے کے لیئے جمع ہوں جن کا مقصد رایوں کا تبادلہ اور مشورہ کر کے کسی امر میں راہ راست کا بتانا یا ہدایت کرنا ہو اُس ہدایت پر کسی کو مجبور کرنا اُسکے مفہوم سے خارج ہوتا ہے بلکہ اُس ہدایت کے مطابق لوگوں کو عمل کرنا صرف اُن کی مرضی پر منحصر ہوتا ہے۔ ہمارے اِس تعلیمی جلسہ کا کام یہی ہے کہ مسلمانوں کی ترقی تعلیم کے لیئے آپس میں مشورہ کر کے کوئی راہ نکالیں اور لوگوں کو بتلاویں کہ اگر اُس راہ پر چلینگے اور اُس طریقہ کو اختیار کرینگے تو منزل مقصود پر پہونچیں گے۔ اِس سے زیادہ اَور کچھ ہمارے اختیار میں یا ہمارے مقصد میں نہیں ہے۔

ہماری اِس مجلس کی نسبت کہا جاتا ہے کہ اب تک اُس سے کچھ فایدہ نہیں ہوا میں بھی اُسکو قبول کرتا ہوں گو کہ مولانا شبلی اس رائے کو غلط بتلاتے ہیں مگر بلاشبہ اسقدر افسوس مُجھ کو ہے کہ آج تک کسی شخص نے یہ نہیں بتایا کہ اُن ہدایتوں یا رایوں پر جو ہماری مجلس تعلیمی نے قرار دیں پُورا پُورا عمل کیا گیا اور اُس سے کچھ فایدہ نہیں ہوا۔ ہماری قوم کی مثال اُس شخص کی ہے جو طبیب سے نسخہ لکھوا لے اور دوا کا استعمال نہ کرے اور چاہے کہ صرف نسخہ ہی لکھوا لینے سے بیمار کو شفا ہو جاوے۔

خیر یہ تو ایک جملہ معترضہ ہے مگر اس میں کچھ شک نہیں کہ لفظ کانگریس کی بجائے لفظ کانفرنس کا قرار دینا نہایت ہی مناسب ہے اور اُمید ہے کہ تمام ممبر اِس سے اتفاق فرماوینگے۔

تمام ممبران موجودہ نے اس سے اتفاق کیا اور یہ رزولیوشن پیش ہوا تھا بالاتفاق پاس ہوا۔

یہ اجلاس اِس قدر کارروائی کے بعد برخواست ہوا اور پریسیڈنٹ نے فرمایا کہ بعد دوپہر کے دوسرا اجلاس منعقد ہو۔

۶۲

تقریر جو اجلاس محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس منعقدہ ۲۹ دسمبر سنہ ۹۰ء میں بمقام الہ آباد بروقت پیش کرنے اس رزولیوشن کے کہ کوئی تبدیلی انگریزی تعلیمی مدارس و اسکول کی لٹریری خواندگی میں واسطے ترقی دینے ٹکنیکل ایجوکیشن کے نہیں ہونی چاہیئے۔ کی ٭

جناب صدر انجمن۔

قبل اس کے کہ میں نسبت اِس رزولیوشن کے کچھ گفتگو شروع کروں اوّل مجھ کو اُن صاحبوں کی خدمت میں جو ٹکنیکل ایجوکیشن کے خواہشمند ہیں یہ عرض کرنا ضرور ہے کہ اس رزولیوشن میں نفس ٹکنیکل ایجوکیشن کی نسبت کسی امر کا فیصلہ مقصود نہیں ہے بلکہ اِس بات کا فیصلہ مطلوب ہے کہ انگریزی تعلیمی کالجوں اور اسکولوں کی تعلیم میں جو بالفعل موجود ہیں ٹکنیکل ایجوکیشن کے ترقی دینے کی غرض سے کوئی تبدیلی نہیں ہونی چاہیئے۔ کیونکہ اُس سے لٹریری تعلیم کے اعلےٰ درجہ تک ترقی کرنے کو نقصان پہونچے گا ٭

لٹریری تعلیم سے میری مُراد اُس تعلیم سے ہے جس میں علم ادب۔ منطق۔ فلسفہ۔ ہسٹری۔ مارل و ذہنیل سینسز۔ پولٹیکل اکونمی۔ تھیوری آف لیجس لیشن۔ جورس پروڈنس اور نیز اعلےٰ درجہ تک کی میتھے میٹکس شامل ہو۔ پس میری اس گفتگو میں جہاں یہ لفظ آوے اُس سے اس قسم کی تعلیم سمجھی جاوے ٭

مگر سب سے پہلے ہمکو ٹکنیکل ایجوکیشن کے معنی یا اُس کی تعریف تو سمجھنی چاہیئے کہ کیا ہے۔ ابھی تو ہم اور غالباً اور بہت لوگ نہیں جانتے کہ وہ کیا چیز ہے۔ اگر ہم اُس کو جان جاویں تو بآسانی اس بات کا فیصلہ کر سکتے ہیں کہ اُس کی ترقی کے لیئے موجودہ سلسلہ تعلیم کالجوں اور اسکولوں کو تبدیل کرنا ملک کے لیئے بہتر ہے یا مضر اور شاید ہمکو اس بات پر بھی غور کرنے کا موقع ملے کہ وہ چیز جس کا نام ہم ٹکنیکل ایجوکیشن سُنتے ہیں مُلک کے کس قسم کے لوگوں کے لیئے اور نیز کس درجہ تک فایدہ مند خیال میں آسکتی ہے۔ میں نے بہت سی کتابوں کو اُلٹا اور لوگوں سے

بھی پوچھا مگر ٹکنیکل ایجوکیشن کی حقیقت مجھ کو نہ کھلی مگر بمبئی کی گورنمنٹ نے ایک رزولیوشن میں مسٹر اسکاٹ رسل کا ایک قول پایا جسکو تصور کیا جاتا ہے کہ وہ ایک عمدہ تعریف ٹکنیکل ایجوکیشن کی ہے۔ اُس قول کو میں بیان کرتا ہوں ؁

وہ فرماتے ہیں کہ "یہ امر ضروری ہے کہ ہر ایک شخص اپنے خاص پیشہ تجارت یا حرفہ میں اُس کے اُصولوں کو بخوبی سمجھے۔ اُس کے خاص آلات کو زیادہ تر عمدگی سے کام میں لاوے۔ اُسکی عمدہ ترکیبوں کو زیادہ ہوشیاری کے ساتھ کام میں لاسکے۔ اور اپنی زندگی کے مقصد کو زیادہ تر جلد اور کفایت کے ساتھ پورا کر سکے خواہ وہ تجارت ہو یا چیزوں کے بنانے کا کارخانہ یا تعمیرات یا جہازرانی" ؁

یہ قول نہایت عمدہ ہے اور بلاشبہ اس کا مستحق ہے کہ ٹکنیکل ایجوکیشن کی صحیح تعریف قرار دیا جاوے مگر اب بھی ہم کسیقدر اندھیرے میں ہیں اور نہیں جانتے کہ وہ کون سے حرفے ہیں جنکو گورنمنٹ ٹکنیکل ایجوکیشن کے ماتحت یا اُس کی تعریف میں داخل سمجھکر اُسکو ترقی دینا چاہتی ہے یا ملک کی خواہش اگر ٹکنیکل ایجوکیشن کی ترقی کی ہے تو وہ کس چیز اور کس حرفہ سے متعلق ہے اور وہ کس قسم کی تعلیم کی خواہش رکھتے ہیں اور اُس کا موجودہ کالجوں اور اسکولوں میں شامل کرنے سے کیا نتیجہ ہوگا ؁

اس کی تفصیل کا بیان کرنا میرے لیئے نہایت مشکل ہے مگر گورنمنٹ نے مختلف صوبوں میں جو کارروائی کی ہے یا جو کارروائی ملک میں ہو رہی ہے جسکو کسی صوبہ کی گورنمنٹ نے پسند یا تسلیم کیا ہے اُسپر غور کرنے سے اس کی کسی قدر تفصیل جن کی ترقی دینے پر گورنمنٹ مائل ہے معلوم ہوسکتی ہے اور میں بقدر اپنی واقفیت کے اُس کی تفصیل بیان کرتا ہوں مگر ان ڈسٹرکٹ سٹرل اسکولوں کا ذکر نہیں کروں گا کیونکہ اُن کو میں اس قسم کی تعلیم سے علیحدہ سمجھتا ہوں اور جہاں اور بہت سی چیزیں دنیا میں عجائبات میں شمار ہیں بہتر ہے کہ وہ بھی اُنہی عجائبات میں شامل رہے۔ تفصیل مذکورہ جس کا میں بیان کرنا چاہتا ہوں یہ ہے:-

اوّل- مشینری- یعنی کلوں سے کام لینا ؁

دوم- مکینکس- جرثقیل کی کلوں کو استعمال میں لانا ؁

سوم- اسٹیم- یعنی بھاپ سے اور اُسکی قوت سے اُن کلوں سے کام لینا جو بھاپ کی قوت سے کام کرتی ہیں جیسے اسٹیم- انجن وغیرہ ؁

چہارم- فزکس- یعنی طبیعات اور اُس کی سات شاخیں ہیں ؁

(الف)- آواز- اُس کا پیدا ہونا- اُس کی وسعت اور اُسکی مراجعت وغیرہ ؁

(ب)۔ روشنی ۔ اُس کا پھیلاؤ اُسکی رفتار اُس کا وزن وغیرہ ÷

(ج)۔ حرارت ۔ اور اُسکے اعمال ÷

(د)۔ الکٹرسٹی } اُس کا پیدا ہونا۔ اُسکے اثر اور اعمال ÷
(ہ)۔ مقناطیس

(ز)۔ کمسٹری ۔ یعنی علم کیمیا سونے چاندی بنانے کا علم نہیں بلکہ فلزات اور دیگر اشیاء مادّی کی تحلیل اجزا اور ترکیب کیمیاوی کا علم ÷

(ح)۔ تھرمامیٹر ۔ دونوں قسم کے ۔ اُن کے درجات اور دونوں کی باہمی مناسبت ÷

ان سب کاموں کی تعلیم دو طرح پر ہوتی ہے ۔ ایک کا نام اصولی قرار دیا جاسکتا ہے اور دوسری کا عملی ÷

اصولی تعلیم میں کلوں کا اور اُن کے پُرزوں کا الگ الگ کرنا اور پھر ملانا اُن کی قوت اور باہمی مناسبت کا سمجھنا طاقت اور وزن کی مناسبت کا خصوصاً آلات جرثقیل میں جاننا اور بھاپ کی قوت اور قوت کے درجات کا اسٹیم کی کلوں میں سمجھنا اور بسائط اور مرکبات کا بیان اور اجزائے مرکبات کی تحلیل اور گیاسوں کے بنانے اور اُن کی ترکیب سے ایک شئے مرکب کے پیدا کرنے کا طریقہ علم کمسٹری میں اور ہوائے محیط اور اُس کے انقلابات تھرمامیٹر میں اور دونوں قسم کے تھرمامیٹروں کی باہمی مناسبت اور اسیطرح الکٹرسٹی اور مقناطیس کی قوتوں کی تشریح اور اُن کے اثروں کے نتایج کی تعلیم دی جاتی ہے ÷

عملی تعلیم جہاں تک کہ طبیعات سے متعلق ہے بذریعہ عملی کلوں کے سکھائی جاتی ہے اور سیکھنے والوں کو خود اُن کلوں سے کام کرنے کی مشق کرنی ہوتی ہے اور اُن کلوں کو استعمال میں لاکر امتحان دینا ہوتا ہے ۔ مگر مشین اور اسٹیم اور مکنیکس کی عملی تعلیم بغیر ایسے کارخانے میں جائے اور کام کیئے جہاں وہ کلیں موجود ہیں اور اُن سے کام ہوتا ہے نہیں ہوسکتی اور ایسے طالب علموں کو ریلوے اور کاٹن مل اور انجینیرنگ اسکول یا اَور کسی فیکٹری میں جانا اور کام کرنا لازم ہوتا ہے ۔ ڈرائنگ یعنی نقشہ نویسی کی تعلیم زیادہ تر کلوں کے اور اُس کے پُرزوں کے نقشے بنانے سے دی جاتی ہے ÷

اگر میری یاد میں غلطی نہ ہو تو پندرہ سولہ برس پہلے یونی ورسٹیوں کی تعلیم کے لیئے صرف ایک کورس تھا مگر اُس کے بعد یونی ورسٹیوں کی تعلیم کے لیئے دو کورس قرار دیئے گئے جنمیں سے ایک کو ٹکنیکل ایجوکیشن کی اصولی تعلیم تصور کرنا چاہیئے اور جن کی صورت بالفعل ہماری یونیورسٹی کی تعلیم میں اسطرح پر ہے کہ :-

ایک میں ہائی درجہ کی لٹریری تعلیم بشمول اوسط درجہ کی میتھے میٹکس کے ہے اور اُس کا نام (اے کورس) کورس رکھا گیا ہے ✥

دوسرے میں اوسط درجہ کی لٹریری تعلیم بشمول ہائی میتھے میٹکس اور فزکس کے ہے اور اُس کا نام (بی کورس) کورس رکھا گیا ہے ✥

یہ تقسیم چند سال سے بی اے کلاس میں چلی آتی ہے اور طالب علموں کو بالکل آزادی ہے کہ ان دونوں کورسوں میں سے جونسا کورس چاہیں اختیار کریں اور چونکہ گورنمنٹ کا منشاء ٹکنیکل ایجوکیشن کو ترقی دینا ہے اس لیئے کچھ عجب نہیں کہ ایف اے (کورس) یا انٹرمیڈیٹ کلاسوں کے کورس میں بھی (اے کورس) اور (بی کورس) کورس قایم ہو ✥

یہاں تک ہمکو کوئی عذر یا اعتراض نہیں ہے کیونکہ ہر شخص کو آزادی ہے کہ اگر وہ اپنی زندگی کے لیئے اے کورس میں ہائی درجہ کی لٹریری تعلیم میں نقصان پہونچے یا جس نے اے کورس لیا ہے وہ آپشنلی ہائی میتھے میٹکس لینے سے جو عقل و دماغ اور خیال کو درست کرنے والی ہے بغیر لینے فزکس کے محروم کیا جاوے تو بلا شبہ ہمکو اعتراض اور عذر ہے کیونکہ اس صورت میں بالجبر ہمکو اے کورس کی تعلیم سے یا ہائی میتھے میٹکس کی تعلیم سے باز رکھنا ہوگا ✥

ہم نہایت شکرگزار ہیں مسٹر کف پرنسپل میور کالج رجسٹرار یونی ورسٹی کے کہ اُنھوں نے اے کورس میں ہائی درجہ کی میتھے میٹکس کو بطور آپشنل سبجیکٹ کے قایم رکھا ہے جس سے ہمارے مقاصد محفوظ رہتے ہیں ✥

لیکن میں دکھانا چاہتا ہوں کہ بی کورس کو کس قدر درجہ تک ملک نے قبول کیا ہے اور کس درجہ تک وہ تکمیل کو پہونچا ہے اور کس درجہ تک اُس سے ملک کو فایدہ حاصل ہُوا ہے ✥

اوّل میں اپنے ملک کے یونی ورسٹی کے طالب علموں کو گنوں گا کہ کس قدر طالب علم اے کورس میں تعلیم پاتے ہیں اور کس قدر بی کورس میں اگر میرا اندازہ صحیح ہو تو پانچ پرسینٹ سے زیادہ بی کورس میں پڑھنے والے نہ نکلینگے اور اُسکے مقابلے میں پچانوے پرسینٹ اے کورس پڑھنے والے ہونگے اور یہ ایک نہایت روشن دلیل ہے کہ ٹکنیکل ایجوکیشن کی وانٹ [illegible] ملک میں نہیں ہے ✥

اب ہمکو دیکھنا چاہیئے کہ بی کورس میں جو فزکس داخل کیا گیا تھا اُس سے درحقیقت مقصد ٹکنیکل ایجوکیشن کی اصولی تعلیم تھی اور اُس کی تکمیل کے لیئے ضرور تھا کہ کسی انجینیرنگ کالج میں داخل ہونا اور علمی تعلیم پانا اور کسی انجینیرنگ کالج یا ریلوے وکاٹن مل یا دیگر فکٹری کے کارخانوں میں داخل ہو کر کام کرنا۔ میں اپنے صوبہ کے کسی طالب علم کو نہیں جانتا کہ اُسنے بی کورس میں

بی۔ اے کی ڈگری پاکر گورنمنٹ کی ملازمت کی تلاش وفکر کو چھوڑ دیا ہو اور کسی انجنیرنگ فیکٹری میں علمی تعلیم حاصل کی ہو۔ اُس کے وسیلے سے کوئی ذریعہ اپنی معاش کا پیدا کیا ہو پس اُس کے بی کو اِس کی ڈگری بطور ڈونیٹر کے یا ایک علم بغیر عمل کے اور کچھ درجہ نہیں رکھتی۔ اور اس دلیل سے کہا جا سکتا ہے کہ ملک کو اُس سے کچھ فایدہ نہیں پہونچا ہے *

یہ کہا جا سکتا ہے کہ اس صوبہ میں انجنیرنگ کالج نہ ہونے سے یہ نقص ہے اگر انجنیرنگ کالج موجود ہو۔ تو یہ نقص رفع ہو سکتا ہے۔ اوّل تو میں اس نقص کو تسلیم نہیں کرتا اس لیئے کہ روڑکی انجنیرنگ کالج اور لکھنؤ اور الہ آباد میں ریلوے کی فیکٹری کانپور میں کاٹن مل فیکٹری موجود ہے اور کسی طالب علم نے اُن میں داخل ہو کر علمی تعلیم کی رغبت نہیں کی اس سے ثابت ہوتا ہے کہ بی کورس کے گریجویٹوں کو عملی تعلیم حاصل کرنے کی رغبت نہیں ہے اور ضرور ہے کہ اس عدم رغبت کی کوئی وجہ ہوگی *

ٹکنیکل تعلیم کی خواہش اُس ملک میں ہوتی ہے جہاں پرویٹ ہر قسم کے کارخانوں کی کثرت ہو اور اُن کے لیئے ٹکنیکل تعلیم پائے ہوئے لوگوں کی ضرورت ہو کارخانوں کے قایم ہونے کو سرمایہ کی ضرورت ہے جو ہندوستان میں نہیں ہے پس ٹکنیکل تعلیم پائے ہوئے لوگوں کی کھپت ہندوستان میں نہیں ہو سکتی اور اس لیئے اُس کی خواہش مُلک کو نہیں ہے *

یہ غلط خیال ضرور پیدا ہوتا ہے کہ جب ٹکنیکل تعلیم یافتہ لوگ ہوں گے تو کارخانے بھی قایم ہو جاوینگے کیونکہ یہ خیال ایسی فلاسفی پر مبنی ہے جیسے کہ کوئی کہے کہ مرغی پہلے تھی یا مرغی کا انڈا۔ مگر اس خیال کی غلطی اس سے ثابت ہے کہ باوصف اس کے کہ مدت سے فزکس یونی ورسٹی کی تعلیم میں داخل ہے مگر اب تک کوئی بھی ٹکنیکل ایجوکیشن کا ماسٹر پیدا نہیں ہوا *

انجنیرنگ کالج مقرر کرنے کی نسبت کرنل فاربس نے جو رائے دی ہے قابل غور کے ہے وہ کہتے ہیں کہ جو عملی تعلیم ہندوستانیوں کو لکھنؤ اور الہ آباد کے بڑے بڑے ریلوے کے کارخانوں اور روڑکی کے سرکاری کارخانہ میں ہوتی ہے اُس کا ثمرہ اب دہلی میں پیدا ہوتا جاتا ہے چنانچہ بالفعل سترہ لوہے کے کارخانے اور کل بنانے کی دوکانیں موجود ہیں جن میں سے ایک دوکان میں بیس گھوڑوں کی طاقت کا انجن موجود ہے جس کو بغیر نگرانی اہل یورپ کے بالکل ہندوستانی چلاتے ہیں۔ روڑکی میں ایک چھوٹا سا لوہے کا کارخانہ اور دوکان ہندوستانیوں کے اہتمام میں ہے اور میرٹھ میں دو ایسے ہی کارخانے اور دوکانیں ہیں اور علاوہ ازیں دیگر مقامات میں اس قسم کے کارخانے موجود ہیں اُن دوکانوں کے مہتمموں اور اَور بہت سے کاریگروں نے ریلوے کے کارخانوں یا سرکاری کارخانوں میں تعلیم پائی ہے اور اسی وجہ سے یہی کارخانے اصلی ٹکنیکل اسکول خیال کیئے جا سکتے ہیں جہاں کہ ان شخصوں نے

اپنے ہنر کے علمی استعمال میں تعلیم پائی تھی - اس لیئے اُن کی یہ رائے تھی کہ ٹکنیکل انجینیری کیواسطے گورنمنٹ کو مدرسوں کا جاری کرنا کچھ ضرور نہیں ہے - گورنمنٹ مڈل یا ہائی اسکولوں کے مستعد منتخب طالب علموں کو اس غرض سے مدد دے سکتی ہے کہ وہ کسی ریلوے یا سرکاری کارخانے میں چار یا پانچ برس تک عملی طور پر کام سیکھنے کی تعلیم پاویں اور اس سے زیادہ گورنمنٹ کو اَور کچھ کرنا نہیں چاہیئے"

کرنل فاربس کی رائے پر اسقدر مَیں اَور زیادہ کرنا چاہتا ہوں کہ جن کارخانوں کا انہوں نے ذکر کیا ہے اور جو کاریگر وہاں کام کرتے ہیں اُنھوں نے کسی مدرسہ میں مشین یا اسٹیم یا فزکس کی اصولی تعلیم نہیں پائی تھی بلکہ صرف عملی تعلیم سے اُن سب کاموں کے کرنے کی لیاقت پیدا ہوئی تھی پس عملی تعلیم درحقیقت اصلی ٹکنیکل تعلیم ہے اور نری اصولی تعلیم بیفایدہ اور عمر کا ضایع ہونا ہے +

میں اپنی اُس رائے کو اور اُس کے وجوہات کو ظاہر نہ کروں گا کہ ٹکنیکل کارخانوں کا جیسا ہندوستان میں قایم ہونا مشکل بلکہ نہایت مشکل ہے اُسیطرح اُن سے مُلک کو فایدہ پہونچنا بھی مشکل ہے - جیوٹ کے دبانے یا روئی کے گٹھے باندھ لینے یا لوہا گلا لینے یا اسٹیم - انجن چلا لینے کے چھوٹے موٹے کارخانوں پر ایسے کارخانوں کا قیاس کر لینا جو ملک کو فایدہ پہونچانے کے قابل ہوں، ایک محض غلط قیاس ہوگا +

بہرحال جو تفریق کورس کے بی اے کلاس میں ہوئی اور جو تفریق ایف اے یا انٹرمیڈیٹ کلاس میں ہو درصورتیکہ اُسے کورس کی تعلیم میں کوئی ہرج پیدا نہ ہو ہمکو کچھ بحث نہیں ہے مگر جو بحث کہ ہم کرنی چاہتے ہیں وہ انٹر کلاس اور مڈل کلاس کی تعلیم سے متعلق ہے +

یہ بحث پیدا ہوئی ہے ایجوکیشن کمیشن کی اس سفارش پر کہ ہائی اسکولوں کی اعلےٰ جماعتوں میں دو ڈویژن ہونے چاہئیں - یعنی ایک وہ جس کے ذریعہ سے یونی ورسٹی کے امتحان انٹرنس کی قابلیت پیدا ہو جس کو مَیں اُسے کلاس کہتا ہوں - اور دوسرا ڈویژن زیادہ تر عملی طور کا ہو جسکو مَیں بی کلاس کہتا ہوں جس سے نوجوانوں کو تجارتی کاموں یا دوسرے کاموں کے واسطے جو عملی طور کے ہوں تیار کرنا مقصود ہو - اس سفارش کے لحاظ سے گورنمنٹ کو یہ خیال پیدا ہوا کہ امتحان انٹرنس کا موجودہ اسٹینڈرڈ جس کا نام میں نے اُسے کورس رکھا ہے تبدیل نہ کیا جاوے - بلکہ ایک دوسرا اسٹینڈرڈ قایم کیا جاوے جسکا نام میں نے بی کورس رکھا ہے اور جس سے مقاصد مذکور حاصل ہوں - اگر بالفرض انٹرنس اور مڈل کی کلاسوں میں بھی دو کورس اُسے اور بی قایم ہو جاویں تو ہماری لٹریری تعلیم کو کچھ نقصان نہیں پہونچنے کا اور زمانہ بہت جلد بتا دے گا کہ ایسا کرنا محض بے سود تھا لیکن اگر انٹرنس یا مڈل کے کورس کو اس طرح پر بنایا جاوے کہ وہ ٹکنیکل تعلیم کے ابتدائی اصول پر شامل ہو تو ہمکو اس میں نہایت عذرات ہوں گے اور کچھ شُبہ نہیں کہ ایسا کرنے سے انٹرنس کی ایسی لٹریری تعلیم میں جو یونی ورسٹی کے امتحان انٹرنس کی قابلیت پیدا کرنے کے لایق ہو شدید

نقصان پیدا ہوگا اور ہم اسی قسم کی تجویز کے مخالف ہیں اور اس اور اُس رزولیوشن سے جو پیش ہوا ہے ہمارا مقصد یہی ہے کہ انگریزی تعلیمی مدارس و اسکول کی لٹریری خواندگی میں جس کو ہم اسے کورس سے تعبیر کرتے ہیں واسطے ترقی دینے ٹکنیکل ایجوکیشن کے کوئی تبدیلی نہ ہو۔

ہمیں کچھ شبہ نہیں ہے کہ ہندوستان میں اور ہمارے صوبہ میں بھی انگریزی سرمایہ سے نہ کہ ہندوستانی سرمایہ سے جدید کارخانے کلوں کے جاری ہوتے جاتے ہیں اور بلاشبہ اُن میں ہوشیار مزدوروں اور فورمینوں کی ضرورت ہے مگر یہ بات مشتبہ ہے کہ کس قدر کی ضرورت ہے آیا جواب مہیا ہو سکتے ہیں اس سے زیادہ کی اور آیا اُن میں ہندوستانیوں کو بطور فورمین مقرر کرنے کی خواہش یا ضرورت ہے اگر ہو تو بغیر اس کے کہ موجودہ تعلیم یونی ورسٹی میں یعنی اسے کورس میں خواہ وہ بی اسے کلاس میں قائم ہو یا انٹرمیڈیٹ میں یا انٹرنس میں یا مڈل میں کسی قسم کی تبدیلی ٹکنیکل ایجوکیشن کے لحاظ سے کیجاوے کوئی ایسی تدبیر کرنی مناسب ہوگی جس سے وہ ضرورت اگر ہے رفع ہو۔ بی کورس کی وہ کسی کلاس میں ہو ہم اس لیئے کچھ پرواہ نہیں کرتے کہ ہماری رائے میں اُس سے ملک کو کچھ فایدہ نہیں پہونچا ہے اور نہ فایدہ پہونچنے کی توقع ہے۔

ہمارے صوبہ کے ہز آنر لفٹنٹ گورنر نے ایک رزولیوشن مشتہر کیا ہے جس میں نہایت عمدہ اور مفید تجویز اس امر کی نسبت مندرج ہے۔ اُس رزولیوشن کی چند دفعات جن میں وہ تجویز مندرج ہے اجلاس کے سامنے پڑھتا ہوں:۔

وہ فرماتے ہیں کہ اگر فرض کیا جاوے کہ اس قسم کی تعلیم کی ضرورت ہے تو ان امور کا فیصلہ کرنا پڑے گا۔

(۱) یہ کہ تعلیم کس قسم کی ہونی چاہیئے؟

(۲) یہ کہ اُس کے حاصل کرنے کے لیئے سب سے زیادہ تدبیر کون سی ہے؟

(۳) یہ کہ کن مخرجوں سے ضروری فنڈ حاصل ہو سکتا ہے؟

امر اوّل کی نسبت جس بات کی سب سے زیادہ ضرورت ہے وہ ٹکنیکل انجینرنگ کے زیادہ تر ادنیٰ درجوں کے ایک عمدہ اصولی اور علمی واقفیت کے حاصل کرنے کے واسطے جیسیکہ ایک فورمین کاریگر کے لیئے ضروری ہوتی ہے اور خاصکر دخانی انجن اور ریلوے کے کارخانوں اور اور لوہے کے کارخانے کے کام اور نیز سوت کاتنے کے قاعدوں کے سیکھنے کے لیئے جن کا عمل اُن کارخانوں میں کیا جاتا ہے جو اُن اضلاع میں جاری کیئے گئے ہیں سہولتوں کا مہیا کرنا ہے یہ دو شاخیں کارخانوں کی ہیں جو بمبئی میں ویسی محنت کے واسطے بطور میدان کے تسلیم کیگئی ہیں اور اگرچہ وہ یہاں کسی قدر کمی کے ساتھ موجود ہیں لیکن ان اضلاع میں اُن کی نسبت بالفعل

تعلیم کے خاص ذریعے بلا شبہ موجود نہیں ہیں ٭

دوسرے امر کی نسبت روڑکی میں ایک گورنمنٹ انجینئرنگ کالج اور گورنمنٹ ورکشاپ موجود ہے اور غالب ہے کہ یہاں بپابندی اس قسم کی زاید ترقی کی جو ضروری معلوم ہو ضروری تعلیم کا مصالحہ موجود ہے کالج کا اسٹاف جیسا کہ بالفعل ہے غالباً اُسکو وسعت دینی پڑیگی اور ایک خاص کلاس اُن طالب علموں کے واسطے قایم کرنا پڑے گا جو اُس قسم کی خاص ٹکنیکل تعلیم کے خواستگار ہوں جیسیکہ ہم دینا چاہتے ہوں لیکن ہر قسم کے طالب علموں کو بیشتر کالج کے مروجہ کورس کی پابندی کرنی پڑے گی اور نیز غالباً اس کارخانہ میں علمی تعلیم کے اُن مقاصد کیواسطے جو اصولی تعلیم کے ساتھ شامل ہوں سامان کے زیادہ کرنے کی ضرورت پڑے گی۔ روڑکی کے کارخانے میں اب بھی ہر سال چند اُمیدواروں کو تعلیم دیجاتی ہے لیکن یہ اُمیدوار دستکاروں یا سادہ کاریگروں کے فرقہ میں سے ہیں نہ کہ فورمین کاریگر کے فرقہ میں سے جن کے واسطے ان اصلاح طلب تعلیم کی ضرورت ہوگی بشرطیکہ یہ بات ثابت ہوجاوے کہ اس قسم کے لوگوں کی ضرورت ہے۔ ریلوے کے کارخانوں میں اسیطرح بہت سے زیادہ تر ادنٰے درجہ کے کاریگروں کو جن کو علے العموم پہلے سے کسی قسم کی تعلیم حاصل نہیں ہوتی ہے تعلیم دیجاتی ہے ٭

اُن جماعتوں میں داخل ہونے سے پہلے جیسے کہ ہم تجویز کرتے ہیں کسی قسم کے ایسے امتحان کا قرار دینا ضروری ہوگا جیسا کہ اینگلو ورنیکولر مڈل کلاس ہے تاکہ انگریزی کا کسیقدر مروجہ علم ہوجاوے اور اُن شخصوں کی سچی نیت کی کفالت ہوجاوے جو تعلیم کے خواہاں ہوں تین یا چار برس تک اصولی اور علمی تعلیم کے ایک کورس کی ضرورت ہوگی جس میں غالباً ریلوے کے کارخانوں اور کپڑے کے کارخانوں میں علمی تعلیم کا ایک ٹرم داخل ہوگا جو تجویز ہمکو بالفعل سب سے زیادہ عملدرآمد کے لایق معلوم ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ چند اسکالرشپیں اس قسم کی دیجاویں جن کے حصول کے واسطے وہ طالب علم کوشش کریں جو کالج میں داخل ہونا چاہتے ہوں اور وظیفہ پانے والے اُن کے ذریعہ سے خواہ تو روڑکی میں اور یا (بطور جزو اپنی کورس کے) کارخانوں میں کام سیکھ کر اپنی تعلیم و تربیت پوری کرسکیں ٭

لیکن دو امر قابل غور معلوم ہوتے ہیں جن کی نسبت قبل اس سے کہ تجویز مذکور الصدر کی بابت کوئی فیصلہ قرار دیا جاسکے زاید اطلاع کی ضرورت ہے یعنی اوّل تو ہم حکام ریلوے اور اُن صاحبوں کی رائے جو کارخانوں کے مالک یا ڈائرکٹر ہیں اُس امر کی نسبت دریافت کرنا چاہتے ہیں کہ آیا اُن ہندوستانیوں کے روزگار کے واسطے گنجایش ہے یا نہیں جنھوں نے اُس قسم کی اصولی اور علمی تعلیم پائی ہو جو ہم اُن کو دینا چاہتے ہیں یعنی بطور فورمین کاریگروں کے اور نہ صرف بطور

دستکاریوں کے - اور آیا بالفعل معمولی دستکاریکواسطے تعلیم وتربیت کے ذریعے کافی ہیں یا نہیں اور اگر کافی نہیں ہیں تو اُن وسیلوں کے لحاظ سے جو گورنمنٹ کے اختیار میں ہیں اُس تعلیم کو ترقی دینے کے واسطے کون سی تدابیر ممکن ہیں اس امر کی نسبت مسٹر وکس اور مسٹر ہولڈرنس نے ریلوے اور کارخانوں کے مالکوں اور ڈائریکٹروں کے ساتھ مشورہ کیا ہے لیکن جو اطلاع اُنہوں نے حاصل کی ہے وہ ہنوز غیر مکمل ہے - مثلاً جو شخص رائے دینے کی قابلیت رکھتے ہیں اُنہوں نے ہمکو یہ یقین دلایا ہے کہ جس بات کی ضرورت ہے وہ یہ ہے کہ جو کاریگر بالفعل ریلوے کے کارخانوں اور دوسرے کارخانوں میں نوکر ہیں اُن کی ابتدائی تعلیم کے واسطے نایٹ اسکول قایم کیئے جاویں اور ہندوستانی فورمین کاریگروں کی ان اضلاع میں کچھ ضرورت نہیں ہے *

اگر فرض کیا جاوے کہ جس قسم کی تعلیم ہم تجویز کرتے ہیں وہ وُہی ہے جو کہ نہایت پسندیدہ ہے تو اس بات کا معلوم کرنا ضروری ہوگا کہ آیا ریلوے اور کارخانوں کے مالک اُن طالب علموں کو جو اُس کورس کی تحصیل کر رہے ہیں جو اس عمل تحریری میں ظاہر کیا گیا ہے اس بات کی اجازت دینے پر آمادہ ہیں کہ وہ اُن کے متعدد کارخانوں میں عملی تعلیم وتربیت حاصل کریں بشرطیکہ وہ ضروریات عالی کیجاوے اور اگر وہ آمادہ ہیں تو کن شرائط پر *

روپیہ کا معاملہ اِس قسم کا ہے کہ اُس کی نسبت اِس وقت پر اور اُس وقت تک جب تک کہ اس تجویز کی وسعت قرار نہ پا جاوے گفتگو کرنا بے موقع ہے - غالب ہے کہ روڑکی کے کارخانہ کی کلوں میں اور روڑکی میں طالب علموں کی سکونت کے مکانات میں ضروری اضافہ کرنے میں کسیقدر ابتدائی خرچ ہوگا جو کچھ کم نہوگا اور نیز مدرسوں کے اسٹاف اور اسکالرشپوں کی بابت بعض مستقل اخراجات اُٹھانے پڑینگے - مگر جس وقت تک کہ ہم اپنا اطمینان نسبت اِس امر کے نہ کرلیں کہ جن اصولوں پر ہم کارروائی کرنا چاہتے ہیں وہ قابل عملدرآمد ہیں اُس وقت تک معاملہ کے اس حصہ کی نسبت زیادہ تر گفتگو کرنا بے موقع ہے *

پہلا امر جو درحقیقت حل طلب ہے یہ ہے کہ اس قسم کی تعلیم کے واسطے جس کے ذریعہ سے لایق آدمی فورمین کاریگروں کی قسم کے پیدا ہوجاویں درحقیقت سہولتیں وُہی ہیں جو خاص کر ان اضلاع میں ضرورت کے پورا کرنے اور اُسی کے ساتھ اُن ہندوستانیوں کے واسطے جو معاش کے اس قسم کے ذریعوں کے خواستگار ہوں روزگار مہیا کرنے کے لیئے درکار ہیں - دویم یہ کہ اگر ایسا ہی ہے تو کیا ہم اس بات پر یقین کرنے کی وجہ رکھتے ہیں کہ جو شخص رائے دینے کی بخوبی قابلیت رکھتے ہیں (مثلاً ریلوے اور کارخانوں کے مالک) وہ اس طریقۂ تعلیم کو پسند کرتے ہیں جس کا خاکہ اس عمل تحریری میں ظاہر کیا گیا ہے - سویم یہ کہ سررشتہ تعلیم اور روڑکی کے کارخانہ کے حکام اُن تجاویز پر

جو ہمنے پیش کی ہیں کیا روشنی ڈال سکتے ہیں یعنی یہ کہ جو خاص معاملہ اُس قسم کی تعلیم سے متعلق ہے جس کا دینا تجویز کیا گیا ہے اُس کے فیصلے کے واسطے وہ کس قسم کی سامانی مدد دے سکتے ہیں ۔

جو اطلاع ہمکو امور مذکورہ بالا کی نسبت بہم پہونچ سکتی ہے اُس کے حاصل کرنے کی غرض سے میں نے ایک کمیٹی کے قایم کرنے کی تجویز کی ہے جس میں مسٹر وکس جینٹ سکرٹری گورنمنٹ ہذا سررشتۂ تعمیرات سرکاری مسٹر وایٹ ڈائرکٹر سررشتۂ تعلیم ـ مسٹر ہولڈرنس ڈائرکٹر کارخانہ اراضی وزراعت اور مسٹر رابرٹ مینجر بنگال و نارتھ ویسٹرن ریلوے شامل ہونگے جنہوں نے نہایت مہربانی سے کمیٹی کو مدد دینا اور جب کبھی اُن کو اپنے خاص کاموں سے فرصت ہو مجوزہ تحقیقات میں میری اعانت کرنا منظور کرلیا ہے ایک ہندوستانی جنٹلمین کمیٹی میں اَور اضافہ کیا جاوےگا ـ میں یہ بات چاہتا ہوں کہ کمیٹی تمام ممکن الحصول ذریعوں میں سے مذکورہ بالا امور میں سے ہر ایک امر کی نسبت مفصل اطلاع حاصل کرے اور اگر وہ ضروری تصوّر کرے تو اپنا ایک یا دو ممبر کلکتہ ـ بمبئی یا مدراس کو اس بات کے دیکھنے کے لیئے روانہ کرے کہ جو تجربہ مقامات مذکور کے ٹکنیکل مدرسوں کی کارروائی سے حاصل ہوا ہے اس سے ہم کیا فایدہ اُٹھا سکتے ہیں اور جس وقت تحقیقات پوری ہو جاوے تو فوراً اُس کا نتیجہ معہ اپنی خاص سفارشوں کے اور جس تجویز کا وہ عملدرآمد چاہتی ہو اُس کی ایک مفصل کیفیت میرے پاس ارسال کرے ۔

میں خوش ہوں گا اگر کمیٹی کا ایک یا زیادہ ممبر خاصکر جبکہ وہ مدراس میں ہوں جہاں کہ مجھ کو معلوم ہوتا ہے کہ اس معاملہ پر خصوصیت کے ساتھ غور کیا گیا ہے اپنے تئیں اُن تدابیر سے جو وہاں عمل میں لائی گئی ہیں اور اُن کارروائی سے مطلع کریں جو خواہ تو بذریعہ خوشخطی کے اور یا زیادہ تر عمدہ آلات کے استعمال سے اور یا اَور کسی طریقوں سے جن کو وہ وہاں مروّج دیکھیں دستکاریوں کو ترقی دینے کے باب میں کی گئی ہو ـ مسٹر ہولڈرنس اور مسٹر وایٹ اور کمیٹی کے ہندوستانی ممبر کو جُداگانہ معاملہ کے اُس حصّہ پر خاصکر لکھنؤ کی تجویز کے لحاظ سے جس کا ذکر اس عمل تحریری میں ہے غور کرنا اور ایک علیحدہ رپورٹ ارسال کرنا چاہیئے ـ اس قسم کی تجویز کی عُمدگی جہاں تک کہ وہ مدراس یا بمبئی سے متعلق ہے اور اُس کا کارآمد ہونا اور اُس کا خرچ اور جو فنون اور دستکاریاں بالفعل اودھ اور شمال و مغرب میں جاری ہیں اُن کی نسبت اُس کا عملدرآمد ہونا یہ وہ امور ہیں جن کی جانب خاصکر توجّہ کرنی چاہیئے ۔

یہ تجویز ایسی عمدہ ہے کہ کوئی شخص اُس کے عُمدہ اور پسندیدہ ہونے سے انکار نہیں کر سکتا ہم بہت خوش ہیں کہ ملک میں ٹکنیکل ایجوکیشن کی ترقی کے لیئے جو مناسب تجویزیں ہوں اُن کو

عمل میں لایا جاوے - بشرطیکہ ہماری لٹریری تعلیم میں کچھ خلل واقع نہ ہو اور ایسی کوئی تدبیر یا تبدیلی تعلیم میں نہ اختیار کیجاوے جو ہمکو برخلاف ہماری خواہشوں کے اور ہمکو مجبور کرکے اعلے درجہ کی لٹریری تعلیم کی ترقی سے محروم کیا جاوے ۔

ہماری یونی ورسٹی میں بغرض ترقی ٹکنیکل ایجوکیشن کے بانجیال تکمیل تجاویز گورنمنٹ کے (جس کی نسبت میں یقین کرتا ہوں کہ کسی قسم کی تعلیم کو نقصان پہونچا کر ٹکنیکل ایجوکیشن کو ترقی دینا ہرگز گورنمنٹ کا مقصود نہ تھا) متعدد دفعہ ایسے امور پیش ہوئے جو علانیہ لٹریری تعلیم کی ترقی روکنے والے تھے - خوش قسمتی سے وہ کامیاب نہیں ہوئے - مگر ہمکو علانیہ یہ بات ظاہر کر دینی چاہیئے کہ ہم ٹکنیکل تعلیم کی ترقی سے جو کسی مناسب ذریعہ سے ہوسکے اور جس حد تک ہوسکے نہایت خوش ہیں مگر کسی ایسے طریقہ کے اختیار کرنے سے جس سے ہماری لٹریری تعلیم کو اعلے درجہ کی ترقی تک پہونچنے کی مانع ہو بلاشبہ ناراض اور شدید ناراض ہیں - بس اس امر کو عام رائے سے تقویت دینے کے لیئے یہ رزولیوشن پیش ہوا ہے - اور مجھ کو امید ہے کہ سب لوگ اُس سے متفق ہونگے ۔

۶۳

اسپیچ سید احمد خاں

جناب صدر انجمن - اگر یہ رزولیوشن جس کی تحریک میرے دوست سید اکبر حسن نے کی ہے
پاس ہو جاوے تو محمدن ایجوکیشنل کانفرنس میں ایک بہت عُمدہ اضافہ ہو جاوے گا - ہندوستان
میں بہت کم کتب خانے باضابطہ مرتب ہیں میں سمجھتا ہوں کہ خان بہادر مولوی خدا بخش صاحب کے کتب خانہ
کے سوا جنھوں نے حال میں پٹنہ میں کتب خانہ قایم کیا کوئی اور ایسا مرتب کتب خانہ عربی و فارسی کتابوں
کا نہیں ہے - متفرق عُمدہ اور نایاب کتابیں البتہ متفرق طور پر لوگوں کے پاس ہیں جن کا حال لوگوں
کو بہت ہی کم معلوم ہے - عُمدہ و نایاب کتابوں سے میری مراد مطلا و مذہب عمدہ طلائی کام کی کتابوں
سے نہیں ہے بلکہ اُن علمی اور تاریخانہ کتابوں سے ہے جو بہت کمیاب ہیں اور جن کے میسّر آنے سے
تاریخ میں یا علم کی شاخوں میں یا علمار قدیم کے خیالات معلوم ہونے میں بہت کچھ مدد مل سکتی ہے ۔

ہندوستان میں جہاں کتابیں ہیں اُن کی کوئی فہرست چھپ کر شایع نہیں ہوتی اور کوئی
ذریعہ اِسبات کے معلوم ہونے کا نہیں ہے کہ وہ مفید اور کار آمد کتابیں کسی جگہ ہندوستان میں ہیں
پائی بھی جاتی ہیں یا نہیں - پس اگر ایسی کتابوں کے حالات بذریعہ ایک مختصر رپورٹ کے ہمارے
کانفرنس کے رسالہ میں شایع ہوں گے تو ملک کو نہایت فایدہ پہونچے گا ۔

فرامین کے مواہیر اور طغرا کا اگر فوٹو گراف حاصل ہو اور فوٹو ٹیپ میں یا فوٹو لیتھو گراف میں چھاپا
جاوے تو نہایت عُمدہ چیز قایم رہے گی - قدیم حالات کے دریافت کے شایقین نے سکون کے جمع
کرنے اور اُن کے نقش چھاپنے میں بہت کچھ کوشش کی ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ فن تاریخ کو بہت کچھ
فایدہ پہونچایا ہے - مگر ان فرامین کہ نقوش طغرا و مواہیر کے جو اُسپر ثبت ہوتی ہیں حاصل کرنے میں بالکل
غفلت کی گئی ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ جس طرح سکّہ جات تاریخ کے فن کو مفید ہیں اسیطرح وہ مُہریں
بھی نہایت کار آمد ہیں اُن سے تاریخ کے بہت سے واقعات کی صحت ممکن ہے اور بہت سے تاریخانہ
واقعات معلوم ہونے کی بنیاد صحیح قرار پا سکتے ہیں - اگرچہ یہ کام بہت بڑا ہے اور اس کے انجام دینے میں
صرف بھی زیادہ ہوگا مگر جہاں تک ممکن ہو اُسپر کوشش کیجاوے ۔

اس وقت ہندوستان اور یورپ کی سوسائٹیوں نے جیسے ایشیاٹک سوسائٹی بنگال یا رایل
ایشیاٹک سوسائٹی لندن ہے اُس نے بہت کچھ پُرانے سکّہ جات اور کتبے بہم پہونچائے ہیں اور
اُن کے حالات کتابوں میں چھاپ کر مشتہر کیئے ہیں لیکن جن کو تاریخ کے فن سے شوق ہے وہ

جانتے ہیں کہ ہماری ایشیائی تاریخوں میں خواہ وہ عربی کی ہوں یا فارسی کی بہت سے حالات اور واقعات صحت طلب میں خصوصاً ایسے واقعات کا جن کا زمانۂ وقوع تاریخ میں مختلف بیان ہوا ہے یہ کتبے اور سکہ جات اُن مختلف واقعات اور حالات کو صحیح طور پر تحقیق کرنے کے لیئے نہایت عمدہ شہادت ہیں پس اگر کوئی صاحب اُن مشتبہ یا مختلف واقعات اور حالات کو صحیح طور پر تحقیق کرنے کے لیئے نہایت عمدہ شہادت ہیں پس اگر کوئی صاحب اُن مشتبہ یا مختلف واقعات کو کتبوں اور سکوں کے استدلال سے صحیح طور پر بیان کرے تو ایک بے بہا امداد فن تاریخ کو پہونچتی ہے۔ علے الخصوص سکوں کے حالات تاریخوں سے مقابلہ کر کے بیان کرنے میں بہت کچھ غلط فہمی تاریخانہ حالات سے رفع ہوسکتی ہے۔ مثلاً ہم ہندوستان کی تاریخوں میں چند سکوں کا ذکر پڑھتے ہیں جیسے ولیوال ٹنکہ۔ دام اور اُن کے حال سے بہت کم واقفیت ہے اور اس سبب سے تاریخ کے ایک امر عظیم سے جہالت رہتی ہے۔ اگر اس قسم کی تاریخانہ تحقیقات بھی جس قدر کہ ہوسکے ہماری کانفرنس کے رسالہ کے ساتھ شایع ہو تو بہت بڑا فایدہ علم تاریخ کو حاصل ہوگا۔ انہی وجوہات سے مَیں اس رزولیوشن کی تائید کرتا ہوں اور اُمید رکھتا ہوں کہ یہ مفید رزولیوشن بالاتفاق پاس ہوگا۔ تمام ممبروں نے اس رزولیوشن سے اتفاق کیا اور یہ رزولیوشن بالاتفاق پاس ہوا۔

۶۴

علیگڈھ کا اجلاس کانگریس

۲۷- دسمبر ۱۸۹۱ء

پہلا رزولیوشن

سید میر ظہور حسین اور خان بہادر قاضی سید رضا حسین کے انتقال پر جو نہایت سرگرم ممبر اور بہت بڑے عالی کانفرنس کے ممبر تھے۔ ووٹ ماتم پاس کیا جاوے۔ پاس ہونے کی تحریک کرتے وقت حسب مندرجہ سپیچ دی *

جناب پریسیڈنٹ صاحب-

آپ کو اور بہت سے دوستوں کو جو اس مجمع میں موجود ہیں۔ میر ظہور حسین اور قاضی سید رضا حسین سے بخوبی واقفیت ہے۔ میر ظہور حسین اسی مُلک کے رہنے والے تھے۔ اور ہزاروں آدمی سے نہایت نیکی اور محبت اور دوستی اور اخلاق سے ملتے تھے۔ کوئی شخص جو اُن سے واقفیت رکھتا تھا ایسا نہ ہوگا جو اُن کے اخلاق اور فیاضی اور نیک دلی سے واقف نہ ہو۔ ابتدا سے جب سے اُنھوں نے وکالت شروع کی اور ہائی کورٹ کی وکالت کا کام کیا تمام لوگ جانتے ہیں کہ کس اعلےٰ درجہ تک وہ پہونچے۔ لاکھوں ہزاروں روپیہ کِس فیاضی سے دوستوں کے ساتھ مراعات کرنے میں محبت کرنے میں صرف کیا۔ علاوہ اس کے کانفرنس کے کِس قدر عالی ممبر تھے۔ آپ نے نمونہ اُن کی محبت اور فیاضی کا الہ آباد میں دیکھا ہوگا۔ ایک ایسے دوست کا جو سب کا دلی دوست تھا۔ ایسے دوست کا جو اپنی قوم کی بھلائی میں نہایت سرگرم تھا۔ ایسے دوست کا جو اپنی قوم کے لیئے روپیہ صرف کرنے پر ہر وقت آمادہ رہتا تھا اُس کے انتقال سے کیا کچھ صدمہ ہماری کانفرنس کو پہونچا ہے۔ مَیں نے کانفرنس کا نام غلطی سے لیا کس قدر صدمہ کُل قوم کو پہونچا ہے۔ ایسے شخص کے لیئے جو کچھ ہماری کانفرنس اور قوم غم اور ماتم کرے۔ بجا ہے *

قاضی سید رضا حسین صاحب اگرچہ بہار کے رہنے والے تھے۔ مگر اُنھوں نے بقدر محبت اور دوستی اِس مُلک کے رہنے والوں سے کی کہ ہر شخص اُن کا ثنا خوان ہے۔ علاوہ اِس کے ایک بڑی خوبی علاوہ نیکی اور اخلاق کے یہ تھی کہ جس سے بڑا صدمہ قوم کو پہونچا وہ

اُن کی ہمدردی تھی - اور نہ صرف نری ہمدردی تھی بلکہ فیاضی بھی اُن کے ساتھ تھی - پٹنہ کالج اِس وقت تمام بنگالہ کالجوں سے بلحاظ مسلمانوں کی تعلیم کے سربرآوردہ ہے - اس وقت بنگال کے کسی حصہ میں مسلمان تعلیم نہیں پاتے - جتنے پٹنہ کالج میں پڑھ رہے ہیں جب دریافت کیجئے کہ کس کی فیاضی اور دریا دلی سے وہ لوگ پڑھتے ہیں تو یہی جواب ملیگا کہ صرف قاضی رضا حسین کی - متعدد مسلمان طالب علموں کو وہ سکالرشپ دیتے تھے اور ایم اے اور بی اے ہونے کے لیئے مدد فرماتے تھے - میں بہت سے ایسے طالب علموں کو جانتا ہوں جنہوں نے ابتدأ سے انہیں کی مدد سے ایم اے تک کا امتحان پاس کیا ہے - اُنہوں نے اسی بات پر اکتفا نہیں کی بلکہ اپنے دیہات جو دوامی بندوبست کے تھے اور جن کی بہت بڑی مالیت تھی - مُسلمانوں پر وقف کر دیئے - اور یہ شرط کر دی کہ کُل آمدنی مُسلمان طالب علموں کے اسکالرشپ میں دیجاوے - ایسے فیاض شخص کا ہماری قوم میں سے جس کو نہایت ضرورت ہے کہ ایسے لوگ موجود ہوں - علی الخصوص تعلیم میں ایسے شخص کا دفعتاً انتقال کر جانا کس قدر غم و رنج و صدمہ کی بات ہے - ابھی چند روز نہیں گذرے تھے کہ وہ صرف قوم کی بھلائی کے لیئے ڈپوٹیشن کے ساتھ حیدرآباد گئے - وہاں سے واپس آئے - افسوس راستہ میں بیمار ہوئے اور آخر کو نتیجہ یہ ہوا جس کا ہم سب کو ماتم اور غم ہے - وہ ایک ایسے شخص تھے جنہوں نے اس بات کی خواہش کی تھی اور انتظام کیا تھا کہ اس سال کانفرنس پٹنہ میں ہو - تمام انتظام کر چکے تھے - اسی اثنا میں علیل ہوئے اور اسی وجہ سے تمام انتظام پورا نہو سکتا تھا - بغیر اُس شخص کی ذات کے جو رئیسوں میں یکتا تھا - ایسے رئیسوں کے انتقال کا رنج نہ صرف رشتہ دار اور دوستوں کو ہو سکتا ہے بلکہ کُل قوم کو - اُن کا مرجانا ہماری قوم کی بداقبالی ہے - میں دُعا کرتا ہوں کہ خُدا اُن کو جنت میں جگہ دے ؛

۶۵

اجلاس محمڈن کانفرنس

۲۹- دسمبر ۱۹۰۱ء

مولانا مولوی الطاف حسین صاحب حالی کی نظم ختم ہونے پر

اے دوستو! آج یہ نظم جو مولانا حالی نے پڑھی ایک عجیب نظم ہے۔ شاید آج تک ایسی نظم اُردو اور عربی میں بھی کسی شاعر نے نہیں لکھی۔ یہ نظم نصیحت دیتی ہے اُن لوگوں کو جن کے دل اس دنیا کی دولت اور ترقی میں پھنسے رہتے ہیں۔ اور متوسط درجہ کے لوگوں کو ایسا طریقہ بتاتی ہے کہ وہ باتیں جو اُن کو نصیب ہوئیں اعلےٰ سے اعلےٰ دولتمندوں کو بھی نصیب نہیں۔ شاعری جو مدّت سے ہندوستان میں جاری ہے وہ سب لوگ یقین کرینگے کہ اُن کے مضامین کے بیان کرنے سے کوئی خوشی شاید کانوں کو ہوتی ہو۔ مگر دل میں اثر کرنے والی نہیں ہوتی۔ لیکن جو طریقہ ہمارے مخدوم نے اختیار کیا ہے وہ ایسا مشکل ہے کہ اُس کا اختیار کرنا ہر ایک کا کام نہیں ہے۔ جذبات انسانی کو سہل الفاظ میں بیان کرنا اس طرح کہ لوگوں کے کان میں پڑتے ہی دل میں کام کر جائے مولانا حالی ہی کا کام ہے۔ ہمکو خدا کا شکر کرنا چاہیئے اور فخر کرنا چاہیئے کہ ہماری قوم میں ایک ایسا شخص پیدا ہوا۔ آیندہ زمانہ میں جو کہا جاوے گا کہ فخر قوم۔ فخر شعراء فخر علماء۔ اور زندہ کرنے والا اور راہ بتانے والا اندرونی جذبات کا۔ اور اُن سے نجات دینے والا قوم کا کون ہے تو کہا جاوے گا۔ حالی ٭

اُمید ہے کہ مولانا حالی کی بہت بڑی عمر ہوگی۔ اور وہ لوگوں کو فائدہ پہونچاوینگے۔ اب مَیں اُن کے لیئے تین چیرز کی درخواست کرتا ہوں ٭

۶۶

تقریر جو اجلاس محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس منعقدہ دسمبر ۱۸
بمقام علیگڈھ بنسبت تعلیم نسوان کی

جناب سید محمد امین صاحب۔

میرا ارادہ اس مضمون کی بابت کچھ کہنے کا نہ تھا کیونکہ میری جو کچھ رائے تھی میں ایک مرتبہ مشرح
بیان کر چکا ہوں لاہور کی کانفرنس میں۔ لیکن چونکہ میرے دوست منشی سراج الدین صاحب نے کئی
مرتبہ میرا نام لیا اور یہ بھی بیان کیا کہ میں تعلیم نسوان کا مخالف ہوں اس لیے میں اٹھا ہوں کہ بیان کروں
جن کے خیال میں یہ بات ہے کہ میں تعلیم نسوان کا مخالف ہوں اُن سب کو معلوم ہو جاوے کہ یہ بات
غلط ہے۔ مجھے کو جہاں تک کلام ہے صرف تین امر میں۔ اوّل جو سب سے زیادہ بحث طلب ہے وہ
یہ ہے کہ کیا طریقہ اختیار کیا جاوے۔ افسوس ہے کہ ایسا طریقہ جس پر سب کو طمانیت ہو کسی نے بیان
نہیں کیا۔ دوسرا امر جو میری رائے میں ہے یہ ہے کہ کیا علوم تعلیم کیے جاویں۔ اس وقت
جو کچھ ہم تجویز کرتے ہیں وہ یہی ہوں گے جو اس زمانہ کے مناسب ہوں اور یہ خیال کہ آیندہ زمانہ
میں فلاں فلاں علوم مفید ہونگے خیالی باتیں ہیں کوئی فیصلہ کے طور پر رائے نہیں دے سکتا۔ اس وقت
ہمکو یہ دیکھنا چاہیے کہ کیا ضرورتیں ہمکو لڑکیوں کی تعلیم کی ہیں اور اس وقت اسی پر محدود رہنا چاہیے اور پھر
جب ضرورت ہوگی جو لوگ اُس وقت ہوں گے اس کو پورا کر دینگے۔ تیسرا امر جس کو میں بیان کرنا چاہتا
ہوں اُسکا جواب دینگے ہمارے نہایت عزیز دوست غلام الثقلین جنہوں نے نہایت لیاقت نہایت
خوبی سے اپنے پروپوزل کو پیش کیا ہے اور میں سچے دل سے شاباشی دونگا کہ صد آفرین ہے تم پر کہ
جس عمدگی اور خوبی سے تمنے اپنی اسپیچ بیان کی ہے لیکن سوال یہ ہے کہ کیا طریقہ لڑکیوں کی تعلیم کا
نفس الامر میں سب سے زیادہ آسان اور ممکن الوقوع ہے۔ کوئی دنیا کی تاریخ اسوقت تک نہیں ملسکتی
کہ جن خاندان کے مردوں نے تعلیم پائی ہو مردوں کے اخلاق درست ہو گئے ہوں مردوں نے علم و فضل
حاصل کر لیے ہوں اور عورتیں تعلیم سے محروم رہی ہوں ہمارا منشا یہی ہے کہ تعلیم جو ہم دلا رہے ہیں
لڑکوں کی نہیں ہے بلکہ لڑکیوں کی ہے جن کے وہ باپ ہونگے۔ ہمکو ولی ہونے کا دعویٰ نہیں
ہے پیشین گوئی نہیں کر سکتے بلکہ ہمکو پچھلے واقعات دیکھکر نصیحت پکڑنی چاہیے۔ اس وقت ہم تمام
یورپ کی اور تعلیمیافتہ ملک کی ہسٹری دیکھتے ہیں اور پاتے ہیں کہ جب مرد لایق ہو جاتے ہیں عورتیں
بھی لایق ہو جاتی ہیں۔ جب تک مرد لایق نہ ہوں عورتیں بھی لایق نہیں ہو سکتیں۔ یہی سبب ہے کہ

ہم کچھ عورتوں کی تعلیم کا خیال نہیں کرتے ہیں اُسی کوشش کو لڑکیوں کی تعلیم کا بھی ذریعہ سمجھتے ہیں - یورپ
کی تاریخ جاننے دو اسوقت یورپ میں چلو مَیں دکھادوں گا کہ جہاں مردوں کی تعلیم اچھی نہیں وہاں
عورتیں جاہل اور اوہام میں مبتلا ہیں کہ وبا کے دور کرنے کو گھوڑے کے نعل دروازوں پر لگاتے
ہیں لیکن جہاں کے مرد تعلیم یافتہ ہو گئے ہیں وہاں کی عورتیں بھی تعلیم یافتہ ہو گئی ہیں خود ہندوستان کا
حال دیکھو کہ کتنے خاندان جو ذی علم تھے اُن خاندانوں کی عورتیں کیسی تعلیم یافتہ تھیں - اگر تمکو ہندوستان
کا حال معلوم ہے تو بتلاؤ کہ اُن خاندانوں کی عورتیں کیوں پڑھی اور لکھی ہوتی تھیں - ایک نہایت اچھی
مثل ہے کہ خدا کی برکت زمین سے نہیں آتی بلکہ آسمان پر سے اُترتی ہے - سورج کی روشنی بھی
نیچے سے نہیں آتی بلکہ اوپر سے آتی ہے - اسی طرح مردوں کی تعلیم سے عورتوں کی تعلیم ہوتی ہے
یہ الزام کہ میں عورتوں کی تعلیم سے کنارہ کش ہوں محض غلط ہے وہ نہیں سمجھتے کہ میری رائے میں
عورتوں کی تعلیم کا ذریعہ مرد ہی ہوں گے - اگر مردوں کو تعلیم نہ ہو تو نہ اُستانیاں ہونگی نہ کوئی سامان
عورتوں کی تعلیم کا ہوگا جب مرد لایق ہو جاویں گے سب ذریعے پیدا کر لینگے - گھر کی عورتیں بھی
لایق ہو جاوینگی اور اُستانیاں بھی پیدا ہو جاویں گی - میرے صرف دو مطلب ہیں جن کو مَیں پھر
بیان کرتا ہوں - اوّل یہ خیال کہ میں مخالف عورتوں کی تعلیم کا ہوں غلط ہے - دوسرے یہ کہ
ذریعہ عورتوں کی تعلیم کا سوائے اِسکے اَور کوئی نہیں ہے کہ مردوں کی تعلیم ہو اور اس لیئے اسی میں
میں کوشش کرتا ہوں کہ بچّوں کی تعلیم ہو - جب وہ تعلیم یافتہ ہو جاوینگے اپنی بی بیوں اور بچّوں اور
عورتوں کو تعلیم سے آراستہ کرینگے - تم ایسے ذریعے عورتوں کی تعلیم کے ڈھونڈھتے ہو جس کی نظیر
دنیا میں نہیں پائی جاتی مَیں ایسے ذریعوں کی پیروی کرتا ہوں جو قانون قدرت کے موافق ہیں ؎

۷۹

تقریر جو اجلاس محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس منعقدہ ۲۹- دسمبر ۱۸۹۱ء میں بمقام علی گڈھ نسبت اس رزولیوشن کے کہ مسلمان طالب علم انگلینڈ کو تعلیم کے واسطے بیس برس کی عمر سے پہلے اور بغیر امتحان انٹرمیڈیٹ پاس کرنے کے یا بغیر انتظام خاص نگرانی کے نہ بھیجے جاویں۔ کی ٭

جناب صدر انجمن صاحب ۔

اس وقت مسلمان طالب علموں کے ولایت جانے پر نہایت عمدہ گفتگو ہوئی مجھ کو نہایت خوشی ظاہر کرنا چاہیئے کہ اس سبجکٹ پر سب نے توجہ کی اور سب نے نہایت خوبی سے بیان کیا لیکن چونکہ شاید اس امر کا گناہ یا ثواب میرے سر پر ہے کہ میں اس کا بانی ہوا ہوں اور مسلمانوں کو انگلینڈ جا کر تعلیم پانے کی رغبت دلاتی ہے مجھے کچھ کہنا ضروری ہے میں یہ سمجھتا ہوں کہ جو ترمیم ہمارے دوست مولوی کرامت حسین نے پیش کی ہے اور جو ترمیم ہمارے دوست خواجہ یوسف شاہ نے پیش کی اور شاید مسٹر بیک اس کے تسلیم کرنے پر آمادہ ہیں وہ تمام باتیں بیک صاحب اپنی اسپیچ میں کہہ چکے ہیں در اصل اور کوئی شے اس سے مستثنیٰ نہیں ہے ۔ مسٹر بیک اُن لوگوں کے جو اس لایق ہیں جن کا بیان میرے دوست کرامت حسین نے کیا ہے ان کے روکنے کا ہرگز ارادہ نہیں رکھتے جس وقت ہم ایک قاعدہ بنانا چاہتے ہیں اُس وقت عام حالات پر نظر کر کے قاعدہ بناتے ہیں ۔ اور کوئی شخص دنیا میں نہیں کہہ سکتا کہ کوئی اُس سے مستثنیٰ نہیں ۔ اس واسطے جہاں تک میں سمجھتا ہوں مسٹر بیک کی تقریر میں استثناء کا لفظ ضرور ہے ۔ اگر ہم ایسا رول بنا دیں جیسا مولوی کرامت حسین نے بیان کیا تو کوئی رول نہیں بن سکتا بلکہ اسپیشل حالت میں رہ سکتا ہے نہ کہ قاعدہ عام میں ۔ قاعدہ عام ایسا بننا چاہیئے جو اکثر لوگوں پر حاوی ہو اور مستثنیات اُس سے علیحدہ ہوں ٭

میرے نزدیک جو میرے دوست مسٹر بیک نے بیان کیا ہے کہ علاوہ اسکے

نہایت ضروری بات یہ ہے کہ جب تک وہ نگرانی میں نہ رکھے جاویں مثل والدین کی نگرانی کے
یہ تمام مشکلیں ایسے وسیع ہیں کہ جو لوگ مثل والدین کے نگرانی کرا سکتے ہیں اُن کے لیئے اپنے
لڑکوں کو انگلینڈ بھیجنے کی جس عمر میں چاہیں آزادی ہے۔ کون شخص اس بات سے انکار
کریگا کہ اُس کے لڑکے ضرور ایسی حالت میں ولایت جائیں کہ اُن کی نگرانی ایک ایسے
دوست کی ہوسکے مگر کون لوگ ہیں جو ولایت میں ایسا دوست تجویز کر سکیں۔ یہ ایک بات
مسلّم ہے خواہ اُس کو تجویز کرو یا نہ کرو۔ لیکن بڑے بڑے لایق آدمیوں نے تسلیم کیا ہے کہ
جن لوگوں نے ولایت جا کر تعلیم پائی ہے اُنہوں نے ایسی لیاقت حاصل نہیں کی جیسی کہ
وہاں کی تعلیم سے یورپین کو حاصل ہوتی ہے۔ میں تو بلحاظ ہندوستانی طالب علموں کے اُسکی
وجہ یہی قرار دیتا ہوں کہ اُن کو ولایت جانے سے پہلے ہندوستان میں اس قدر تعلیم حاصل
نہیں ہوتی کہ وہاں کی تعلیم سے پورا فائدہ اُٹھا سکیں مگر اس کی دوسری وجہ بھی ہو سکتی ہے
مصر میں ایک دستور تھا کہ گورنمنٹ کی طرف سے ہر سال تیس آدمی یورپ میں واسطے تعلیم کے
بھیجے جاتے تھے۔ زیادہ تر فرانس میں اور کچھ لندن میں۔ دو برس ہوتے کہ وہاں کے لایق
ڈائرکٹر پبلک انسٹرکشن نے جس نے فرنچ میں عمدہ تعلیم پائی ہے ایک نہایت وسیع کمیٹی جمع
کی اور سوال پیش کیا کہ کیا وجہ ہے کہ ہمارے مصر کے پڑھے ہوئے طالب علم باوجودیکہ یورپ
میں جا کر تعلیم پاتے ہیں مگر یورپین طالب علموں سے مساوات نہیں کرتے۔ مصر کے طالب علم
ادنےٰ درجہ کے ہوتے ہیں حالانکہ اُنہوں نے وہی ڈگری پائی ہے جو یورپ کے لڑکے حاصل
کرتے ہیں۔ اسپر تجویز ہوئی کہ یورپ کے لڑکے ابتدا سے تعلیم میں چلے جاتے ہیں اور وہاں کے
عمدہ مکتبوں میں تعلیم پاتے پاتے سلسلہ وار ترقی کرتے جاتے ہیں اور ترقی کرتے کرتے کالج میں
پہونچتے ہیں۔ اُن کی لیاقت اور تیزی ذہن زیادہ ہو جاتی ہے اور جو لڑکے مصر سے زیادہ عمر میں
جاتے ہیں اُن کی ابتدائی تعلیم مصر کے مکتبوں میں اچھی نہیں ہوتی اور اس لیئے وہ برابری نہیں
کر سکتے۔ یہی تمثیل ہندوستان کی تعلیم پر صادق آتی ہے آخرکار مصر میں یہ بحث پیش ہوئی کہ آیا
لڑکوں کو چھوٹی عمر میں بھیجکر عرب کی قوم سے خارج کرنا منظور ہے اور لایق بنانا۔ یا جیسے آتے
ہیں ویسے ہی رکھنا سب کو یہ خیال گذرا اور سب نے غل مچا مچا کر کہا کہ لڑکے جاہل رہیں مرجائیں
مگر ہم میں رہیں اور حد درجہ مخالفت ہوئی اُس کی رپورٹ میرے پاس موجود ہے۔ اسپر بہت
فکر ہوئی کہ کیا کیا جاوے لڑکے اپنی قوم سے جُدا کر دیئے جاویں یا جاہل رکھے جاویں اسوقت
یہ قرار پایا کہ چھوٹی عمر کے لڑکے جو لایق و ذہین ہوں منتخب ہو کر ولایت بھیجے جاویں اور
متعدد عالم شاہی خرچ سے لڑکوں کے ساتھ جایا کریں اور اُن کی قومی تعلیم اور چال چلن کے

نگراں رہیں چنانچہ عالم جو عربی اور فرنچ جانتے تھے بطور بورڈ کے مقرر ہوئے یہ قرار پایا کہ بارہ سال سے
زیادہ عمر کے نیچے نہ جائیں اور وہ بورڈ اُن کے ساتھ رہے۔ مجھکو یقین ہے کہ مسٹر بیک کو حال
معلوم نہیں تھا اور میں نہیں سمجھتا کہ کس خوبی سے اُنہوں نے یہ بات پیدا کی کہ یا وہ لڑکے ایسی
نگرانی میں بھیجے جاویں جو مثل ماں باپ کے ہو کبھی اُنہوں نے اس بات سے انکار نہیں کیا کہ
چھوٹے لڑکے نہ بھیجے جاویں بلکہ چاہتے ہیں کہ نگرانی میں جائیں تاکہ قوم سے خارج نہو جاویں جب
اُنہوں نے عام قاعدہ بنایا ہے تو اگر کوئی مستثنےٰ ہو تو اُن کے رزولیوشن سے خارج نہیں بلکہ
عام قاعدہ جو عام فایدہ کے لیئے ہے یہ محدود کرنا چاہتے ہیں کوئی شخص اُن سے زیادہ خواہشمند
نہیں کہ مسلمان جائیں اور تعلیم پائیں۔ پس اگر مسلمان بھی باہم متفق ہوکر کوئی ایسی تدبیر کریں کہ لڑکوں
کی وہاں نگرانی ہو سکے تو میں کہوں گا کہ چھوٹے بچّوں کو لنڈن میں تعلیم کو بھیجنا اور اسکول کی تعلیم سے
تعلیم کا شروع ہونا بہتر ہے بلکہ کیا عجب ہے کہ مَیں اپنے دوست سید جعفر حسین سے متفق
ہوجاؤں کہ پیدا ہونے سے پہلے لڑکے لنڈن میں بھیجدیئے جاویں۔ میرے دوست خواجہ
یوسف شاہ نے ترمیم پیش کی افسوس ہے کہ مسٹر بیک نے اُس کو جلدی سے منظور کرلیا۔ اصل
خیال لڑکوں کو ولایت بھیجنے کا جو پیدا ہوا وہ کیوں پیدا ہوا۔ اِس خیال سے پیدا ہوا کہ مسلمان سول
سروس میں پاس ہوں۔ اس باب میں مَیں نے یورپ کے نہایت لایق پروفیسروں سے رائے
پوچھی۔ میرے پاس ولایت کے لایق لوگوں کی متعدد چھٹیاں ہیں کہ لڑکے یہاں سے متوسط
تعلیم پاکر نہیں جاتے اور اس لیئے اُن کا ولایت جانا فضول ہے۔ میرے پاس شہادت
موجود ہے کہ لڑکے لکچرار کا چوتھائی لکچر بھی نہیں سمجھ سکتے جب تک کافی استعداد ایسی نہو کہ لکچر اور
گفتگو بخوبی سمجھ سکیں اُن کا بھیجنا محض فضول ہے۔ اس زمانہ میں سول سروس پاس ہونے کی
عمر اُنیس برس تھی اور نہایت مشکل اور غیر ممکن تھا کہ بغیر چار پانچ برس یورپ میں تعلیم پائے لڑکے
سول سروس میں پاس ہوسکیں اگر کوئی ایک آدھ پاس ہوگیا تو وہ شمار میں نہیں ہے اس لیئے
ضرور تھا کہ لڑکے چھوٹی عمر میں لندن بھیجے جاویں مگر اُن کی نگرانی ناممکن تھی۔ اس لیئے مَیں نے
کالج ہی میں ایک سول سروس کلاس قایم کیا تاکہ لڑکوں کو ہندوستان میں عمدہ تعلیم دیکر لندن
بھیجا جاوے۔ مگر ہماری قوم کی کم توجہی اور کوتاہ اندیشی سے وہ کلاس نہ چلا اور ٹوٹ گیا۔ اِسوقت
سول سروس کی عمر تئیس برس کی ہوگئی ہے اور وہ بڑا فایدہ کہ تین برس وہاں تعلیم پانا ہو حاصل ہوا۔
افسوس جو میری گفتگو پبلک سروس کمیشن کے روبرو ہوئی وہ چھاپی نہیں گئی اُسوقت میں نے
کہا تھا کہ یہ خیال کہ اُنیس برس کے عوض تئیس برس عمر ہوجانے سے زیادہ لڑکے پاس ہونگے
محض غلط ہے اُنیس برس کے لڑکوں کی ترقی تعلیم میں جو نسبت ہے وہی تئیس برس میں پہونچیگی

پس اُس سبب سے زیادہ ہندوستانی طالب علموں کے پاس ہو جانے کا خیال محض غلط ہے۔ میں اس تجویز کو صرف اس لیئے پسند کرتا ہوں کہ ہندوستانیوں کو چھوٹی عمر میں لڑکے بھیجنے میں دقت پیش آتی ہے اب یہ دقت رفع ہو جائے گی نہ اس لیئے کہ ہندوستانیوں کو نمبر پانے میں فایدہ ہوگا۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ جو مقصد ترمیم پیش کرنے والوں کا ہے وہ بیک صاحب کی تقریر میں موجود ہے اور عام قاعدہ بنایا گیا ہے جس سے خاص حالتیں بالکل مستثنٰے ہیں۔ سِوِل سروس کی عُمر بھی اُس میں داخل ہے۔ یہ ضرور ہے کہ جس کام کے لیئے بھیجے گا وہ دیکھے گا کہ زمانہ کافی ہے۔ پڑھنے کے لیئے بھیجے گا تو وہ ضرور دیکھے گا اور ڈاکٹری کے لیئے بھیجے گا تو اُس کے لیئے زمانہ کافی دیکھے گا میری رائے میں کوئی ترمیم کی ضرورت نہیں ؛

پانچواں رزولیوشن

اس کانفرنس کے نزدیک ہر مقام کے مسلمانوں پر جہاں گورنمنٹ اسکول یا کالج ہیں۔ یہ بات فرض ہے کہ جو مسلمان طلبا بعد گورنمنٹ کالجوں اور اسکولوں میں پڑھتے ہیں ان کی مذہبی تعلیم کا کوئی مناسب اور مستحکم بندوبست کریں ✤

اسپیچ سید احمد خاں

جناب صدر انجمن۔ یہ رزولیوشن جو پیش ہوا ہے اسمیں شک نہیں کہ تمام مسلمان اسکی خواہش رکھتے ہوں گے کہ اُن کے لڑکوں کو مذہبی تعلیم بھی ہو۔ مجھے کچھ ضرور نہیں سمجھائی دیتی۔ اوّل یہ کہ جب یہ رزولیوشن کمیٹی میں پیش ہوا اس میں کوئی اشارہ اس بات کا نہ تھا کہ گورنمنٹ سے درخواست کیجاوئیگی اگر یہ معلوم ہوتا تو کمیٹی اسکو کانفرنس میں پیش کرنا منظور نکرتی کیونکہ ایک مرتبہ جب درخواست ہوئی تو کوئی نتیجہ نہیں ہوا۔ ایسی درخواست کرکے کانفرنس ذلیل اور بے عزت ہوگی۔ کانفرنس جس طرح ملک کی بھلائی کرتی ہے اُسیطرح اپنی عزت کو بھی قایم رکھنا چاہتی ہے۔ ایک مرتبہ جو درخواست نامنظور ہوا اُسکے بعد دوبارہ درخواست کرنا نہایت شرم کی بات ہے۔ تم مسلمان اور دیندار اور اپنے مذہب کے جوشیلے کہلاتے ہو۔ اپنے لیئے کچھ نہیں کرتے اور بے بنیاد باتوں کی کوشش کرتے ہو۔ پہلے خود کوشش کرو اور گورنمنٹ کو دکھلاؤ کہ تمنے کیا کیا پنجاب کے لوگوں نے جن کو حکم ہوچکا تھا اگر معلوم ہوتا کہ اُنہوں نے کوشش کی اور ناکامی ہوئی اُس وقت کہہ سکتے تھے کہ دوبارہ کوشش کیجائے۔ سچ یہ ہے کہ کسی نے کچھ توجّہ نہیں کی گو گورنمنٹ نے منظور کرلیا تب بھی کسی اسکول یا کالج میں مذہبی تعلیم کی کچھ توجّہ نہیں کی گئی اگر گورنمنٹ سے درخواست کرنا ہے تو جو لوگ کرنا چاہتے ہیں پہلے دو ایک کالجوں میں اپنی محنت اپنی توجّہ۔ اپنے روپیہ سے نمونہ دکھلاویں اُس کے بعد گورنمنٹ سے کہیں کہ یہ مشکل پیش آئی ہے۔ جبکہ سوائے زبانی بات چیت کے کسی کو کچھ توجّہ نہیں ہے تو گورنمنٹ سے درخواست کرنا محض فضول ہے۔ اگرچہ رزولیوشن میں گورنمنٹ سے درخواست کرنے کا کچھ اشارہ نہیں ہے۔ پس میں رزولیوشن سے کچھ مخالفت نہیں کرتا۔ بلکہ نواب وقار الملک بہادر نے جو اپنی اسپیچ میں گورنمنٹ سے درخواست کا ذکر کیا اُس سے مخالفت کرتا ہوں ✤

۶۹

چھٹا رزولیوشن

اس کانفرنس نے اپنے متعدّد جلسوں میں قوم کے لڑکوں کا ترقی تعلیم کے لیئے یورپ جانے کو پسند کیا ہے اور اُسکی تائید کی ہے اور اُسکو قومی ترقی کا ذریعہ خیال کیا ہے۔ اس لیئے اس امر کا ظاہر کرنا ضرور ہے کہ یہ جلسہ اُن طالب علموں کی جو یورپ میں ترقی تعلیم کے لیئے جاتے ہیں اس حرکت کو کہ وہاں غیر قوم کی عورتوں سے شادی کر لیتے ہیں نہایت نامناسب سمجھتا ہے اور اُسکو قومی نقصان اور قومی تنزّل کا باعث سمجھتا ہے اور نیز قوم کی ترقیٔ تعلیم کو مسدود کرنیوالا خیال کرتا ہے ٭

اسپیچ سید احمد خاں

جناب صدر انجمن۔ اس رزولیوشن سے میرا مقصود کسی کی سوشیل حالت میں مداخلت کرنیکا نہیں ہے بلکہ صرف اسقدر محدود کرنا مقصود ہے جس سے تعلیم اور ترقی تعلیم میں حرج نہ پڑے اگر یہ طریقہ جاری رہے کہ لڑکے ولایت جاویں اور اپنا وقت اور زمانہ جوروؤں کے ڈھونڈھنے میں صرف کریں تو کس قدر ترقیٔ تعلیم میں حرج پڑتا ہے اور جو قلیل زمانہ ولایت کی تعلیم کا ہے اُس کا بڑا حصّہ جورو کے پیچھے صرف ہوتا ہے۔ جس وقت ہم خیال کرتے ہیں کہ ہندوستان میں برادری کی شادی سے تعلیم غارت ہوتی ہے چہ جائیکہ ولایت میں اور پھر اُن کے واپس آنے پر جو مصیبت اور رنج وغم والدین پر پیش آتا ہے ایسا امر ہے کہ اخلاق اور انسانیت کے برخلاف ہے اور یہ بات نہایت مشتبہ ہے کہ اُن کی اولاد مثل ہماری قوم کی ہمدرد ہوگی اور اُن سے قومی ترقی ہوگی۔ اس وقت میرے پاس چھ سات دوستوں کے خطوط موجود ہیں جن میں اُنہوں نے پوچھا ہے کہ ہم کس طرح اپنے لڑکوں کو ولایت میں تعلیم کے لیئے بھیجیں کیونکہ اندیشہ ہے کہ لڑکا شادی نہ کر لے چند حضرات نے قطعاً ارادہ مسدود کر دیا کہ ہم نہ بھیجینگے اگر یہ طریقہ جاری رہا تو تعلیم کو نقصان پہونچانیوالا ہے۔ چونکہ کانفرنس ہمیشہ اُسکی تائید کرتی رہی ہے کہ لڑکے ولایت کو جایا کریں اِس واسطے کانفرنس اس حرکت کو بھی ناپسند کرتی ہے۔ ہمارے اختیار میں اُن کا روکنا نہیں ہے بلکہ جس طرح ہمنے اُن کے جانے کی تائید کی ہے اسیطرح ہم ظاہر کرتے ہیں کہ ہماری کانفرنس اس حرکت کو پسند نہیں کرتی ہے۔ ماننا نہ ماننا اُن کے اختیار میں ہے٭

۷۰

ساتواں رزولیوشن

اس کانفرنس کی یہ رائے ہے کہ بلحاظ ضروریات مُلک اور قوم کے طب یونانی کو ترقی دینا اور تجربیات و معلومات جدیدہ سے فایدہ اُٹھانا اور قوم کو بلکہ تمام اہل ہند کو اُس کی تکمیل میں مدد دینا نہایت ضرور ہے ؀

اسپیچ سید احمد خاں

جناب صدر انجمن۔ اس وقت اس رزولیوشن پر نہایت عُمدہ گفتگوئیں ہوئیں اور طب یونانی کی حقیقت نہایت قابلیت سے حکیم عبد المجید خاں صاحب نے بیان کی۔ ہمارے عزیز اور مخدوم نواب صاحب نے جو اسپیچ گفتگو کی وہ بھی دلی محبت اور دلی جوش پر مبنی تھی۔ لیکن میں اپنے تئیں اس قابل نہیں سمجھتا کہ کسی طب پر خواہ یونانی ہو خواہ انگریزی خواہ ہومیوپیتھک جو اس زمانہ میں بہت مروج ہے بحث کروں یا ترجیح دوں۔ ہمارا کام جو اتنے آدمی یہاں ہیں اُن کا یہ ہے کہ اپنی قوم اور مُلک کی جس میں بہتری ہو یا جو ضرورت ہو اُسکو حل کریں۔ اس وقت جتنے طریقے علاج کے جاری ہیں اور جن کو کوئی پسند کرتا ہو یا نہ کرتا ہو لیکن ہمکو یہ دیکھنا ہے کہ ہمارے مُلک کو طب یونانی کی طرف کہاں تک رغبت ہے۔ اس وقت کسی قصبہ میں چلے جاؤ گروہ کے گروہ ملینگے جو یونانی طب کے خواہشمند ہیں۔ ہر گانوں اور ہر شہر میں ہم دیکھتے ہیں کہ عام خواہش علاج یونانی کی ہے۔ اُن کی خواہش پوری ہوتی ہے مگر بعوض بھلائی کے بُرائی پہونچتی ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ ہر جگہ جاہل لوگ اپنے کو طبیب کہکر ناواقفوں کو دام میں گرفتار کرتے ہیں اور حقیقت میں علاج کرنا نہیں جانتے غریب لوگ اُن کو طبیب سمجھتے ہیں۔ اس مضرت کا دُور کرنا میرے نزدیک قوم اور مُلک کو خواہ ہندو ہوں یا مسلمان ضرور ہے۔ سب کو شریک ہوکر اس مصیبت اور نقصان کے رفع کرنے کا بندوبست کرنا چاہیئے وہ اسیطرح رفع ہوسکتی ہے کہ ہم ایک مدرسہ قایم کریں جس میں طب یونانی کی تعلیم دیکر بہت طالب علم جو علاج کے قابل ہوں پیدا کرکے منتشر کردیں۔ منتشر کرنے میں ہمکو کوشش کی ضرورت نہوگی۔ جب موجود ہوجاوینگے وہ از خود منتشر ہوجاوینگے۔ ہمارا کام اپنی قوم اور مُلک کی بھلائی کے لیئے یہ ہے کہ ایک ایسی جگہ قایم کردیں جہاں کے پڑھے لکھے طب یونانی کے جاننے والے لوگ پیدا ہوں اُس کا طریقہ اسکے سوا کچھ نہیں جو حکیم عبد المجید خاں نے کیا ہے۔ دہلی جو مدت دراز سے مخزن طب یونانی کا

ہے اور کوئی شہر اور قصبہ ایسا نہیں جس نے دہلی کے حکماء سے فیض نہ پایا ہو۔ اُس زمانہ میں جیسا دہلی
مخزن علم حدیث کا تھا ویسا ہی علم طب کا۔ یہ ضرور تھا کہ مدرسہ دہلی میں بنے اور دہلی کے خاندان کے
لوگ اُسکو چلاویں۔ اس وقت حکیم عبد المجید خاں کو جو کچھ فخر ہو بجا ہے۔ لیکن میں سمجھتا ہوں کہ اس
شہر کے ہر ایک شخص کو جو خاندان حکیم سے علاقہ رکھتا ہے متفق ہو کر اس کام کو چلانا چاہیئے اور سمجھنا
چاہیئے کہ کسی خاص خاندان کا کام نہیں ہے بلکہ حکما سے دہلی کے خاندان کا کام ہے اسکو چلائیں
اور غربا کی مدد کرنے کو اپنا فرض سمجھکر اس مدرسہ کی تائید کریں۔ حکیم عبد المجید خاں کو جیسا نواب
صاحب نے فرمایا نہایت بوجھ اُن کے سر پر پڑ گیا۔ سب سے بڑا یہ ہے کہ سینکڑوں آدمی اُن سے
رجوع کرتے ہیں۔ صبح سے شام تک نسخے اور دوا دیتے ہی گزر جاتا ہے۔ ہمارے دہلی کے طبیبوں
اور علے الخصوص جناب **حکیم محمود خاں** مرحوم والد **عبد المجید خاں** کا یہ طریقہ رہا
ہے۔ بیمار فقیر سے فقیر ہو۔ چمار یا حلال خور ہو۔ امیر سے امیر ہو کوئی فرق علاج میں نہیں کرتے
تھے۔ خدا بخشے حکیم احسن اللہ خاں کو جو بادشاہ کے ہاں بڑے حکیم تھے۔ ایک روز بادشاہ کے
ہاں پالکی میں جاتے تھے ایک حلال خور نے کہا کہ میری جورو بیمار ہے۔ پالکی میں سے اُترے اور
جاکر مریضہ کو دیکھا اور نسخہ لکھدیا۔ یہ خاص صفت ہمارے اس ویران دہلی کے خاندانوں کی ہے
مَیں بھی مدت سے دہلی میں رہتا تھا مجھ کو یاد نہیں کہ ہمارے حکیم یہ لوگوں کے گھر جاتے تھے
وہ ایک پیسہ بھی کسی مسلمان خاندان سے لیتے ہوں۔ وہ اپنا فرض سمجھتے تھے کہ ہم حکیم ہیں اور علاج کرنا
ہمارا فرض ہے۔ وہی طریقہ حکیم **عبد المجید خاں** کا جاری ہے۔ غرض اس وقت ضرورت
ملک کو اس بات کی ہے کہ ہم متعدد طب جاننے والے لوگ پیدا کریں اور جو ضرورت ملک کی
ہے وہ رفع ہو۔ میں اس بات کو پسند نہیں کرتا کہ آنریری مدرس ہوں۔ ضرور چاہیئے کہ سب
تنخواہ دار ہوں تاکہ سب اپنا فرض اچھی طرح ادا کریں۔ اس وقت مجبوری یہ ہے کہ روپیہ نہیں
ہے اس واسطے حکیم صاحب پڑھاتے ہیں۔ اس وقت جیسا چلتا ہے چلنے دو اور دیکھو
کہ آئندہ خدا کیا کرتا ہے۔ رزولیوشن جس طرح پیش ہوا ہے مَیں تحریک کرتا ہوں کہ پاس کیا
جاوے +

۱۷

گفتگو سید احمد خاں

جناب صدر انجمن و دیگر بزرگان - جو تجویز ہمارے دوست اور مسلمانوں کے خیر خواہ اور اُن کی ترقی تعلیم میں کوشش کرنیوالے مسٹر تھیوڈور بیک پرنسپل مدرسۃ العلوم نے پیش کی ہے میں سمجھتا ہوں کہ کوئی شخص ایسا نہو گا جو اُسکو مفید اور ترقی تعلیم مسلمانان کے لیئے ایک بے مثل علاج نہ سمجھتا ہو +

مسٹر بیک صاحب جیسا کہ اُن کی اسپیچ سے ظاہر ہوتا ہے یہ چاہتے ہیں کہ محمڈن ایجو کیشنل کانفرنس کا ایک علیحدہ سیکشن اس مطلب سے قایم ہو کہ وہ سیکشن مسلمانوں کی ترقی تعلیم کا حال اور جو مسلمان لڑکے کالجوں اور اسکولوں میں تعلیم پاتے ہیں اُن کی تعداد دریافت کرے اور جو تعلیم نہیں پاتے اُن کی تعداد اور موانع تعلیم کو تحقیق کرے اور اُن کی تعلیم کی نسبت مناسب تدبیریں عمل میں لاوے +

ہماری کانفرنس کا سب سے پہلا مقصد جیسا کہ اُسکی قواعد کارروائی میں مندرج ہے یہ ہے کہ مُسلمانوں میں یورپین سینٹز و لٹریچر کے پھیلانے اور وسیع حد تک ترقی دینے اور اُس میں نہایت اعلےٰ درجہ کی تعلیم تک اُن کے پہونچانے پر کوشش کرنا اور اُس کی تدبیروں کو سوچنا اور اُنپر بحث کرنا +

پس جو تجویز مسٹر بیک نے پیش کی ہے وہ اس مقصد میں داخل ہے اور ممبران کانفرنس بالکل مجاز ہیں کہ اس مقصد کے حاصل ہونے کے لیئے جو تدبیر مناسب سمجھیں اختیار کریں - پس اگر ممبران کانفرنس منظور کریں تو بموجب موجودہ قواعد کارروائی کانفرنس کے ایک سیکشن جداگانہ بہ تحت محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس کے اس مقصد کے لیئے قایم کر سکتے ہیں - پس اگر اس وقت کانفرنس دوام منظور کر لے تو یہ مقصد پورا ہو سکتا ہے +

اوّل یہ کہ کانفرنس اس سیکشن کا قایم ہونا منظور کرے - اسوقت اُن لوگوں کا نام لینا جو اس سیکشن کے ممبر ہونگے محض بے سُود ہوگا - کیونکہ نہایت سوچ سمجھکر اور واقفکار دوستوں سے مشورہ کر کے ہر ایک ضلع سے ممبر منتخب کرنا پڑے گا - لیکن اس وقت سب کو سمجھ لینا چاہیئے کہ اس سیکشن کے لیئے جو ممبر ہوں گے اُن کا کام صرف گھر میں بیٹھے رہنا نہ ہوگا بلکہ درحقیقت کام کرنا اور اپنے ضلع میں پھر کر حال دریافت کرنا اور درستی سے اُسکی رپورٹ بھیجنا اور ہر طرح سے

اس مقصد کے پورا ہونے کو مدد دینا ہوگا۔ صرف یہ کہدینا کہ ہم اس ضلع کا کام کردینگے اور وہ اُس ضلع کا کام کردینگے کافی نہ ہوگا نہ اُس سے کام چل سکے گا۔ شاید ایک آدھ شخص جیسے سید کرامت حسین صاحب ہیں ایسے ہوں کہ اُن پر بھروسہ ہوسکتا ہے مگر دو ایک ضلع میں ایسے شخص ہونے سے کام نہیں چل سکتا۔ ہمکو کُل اضلاع پنجاب و شمال و مغرب و اودھ اور صوبہ بہار سے حالات دریافت کرنے کی ضرورت ہوگی اور ہر ایک ضلع میں ایسے شخص کی حاجت ہوگی جو درحقیقت بنظر فلاح قومی محنت گوارا کرے اور کام انجام دے ؛

علاوہ اسکے ایک کمیٹی کا پرداز مقرر کرنے کی ضرورت ہوگی جو اضلاع کے ممبروں سے خط و کتابت کرے گی اور اُسکے ممبر ایسے ہونے واجب ہونگے جو بروقت ضرورت اجلاس میں تشریف لاکر شریک ہوں اور اُس کمیٹی کے لیئے ایک سیکرٹری تجویز ہونا ضرور ہوگا۔ مگر میرے نزدیک نواب وقار الملک مولوی محمد مشتاق حسین صاحب سے بہتر اُس کے لیئے سکرٹری میسر نہیں آسکتا۔ مگر میں صاف طور پر کانفرنس کو اطلاع دیتا ہوں کہ مجھ سے اس کمیٹی کے سکرٹری کا کام انجام نہیں ہوسکنے کا میرے پاس بہت کام ہیں اور مجھ کو فرصت نہیں ہے اور اس لیئے ضرور ہوگا کہ اِس کے لیئے ایک جداگانہ سکرٹری مقرر ہو ؛

دوسرے یہ کہ سب سے بڑی چیز اس مقصد کے پورا کرنے کے لیئے روپیہ کا موجود ہونا ہے بلاشبہ ہمکو متعدد ضلعوں کا حال دریافت کرنے کو کسی خاص آدمی کو بھیجنا ضرور ہوگا اگر روپیہ ہوگا تو اُسکو بحالت ضرورت معاوضہ دیکر بھیجا جا سکیگا اور ہمکو صرف ممبران اضلاع ہی کے کام پر مجبور ہونا نہ پڑے گا اس لیئے کہ نہیں معلوم کہ کون صاحب اُسکو دل سے اور محنت سے انجام دینگے اور کون صاحب صرف اسی لفظ پر کہ "ہم اِس ضلع کا کام کردینگے" اپنے کام کو ختم کردینگے۔ غرضکہ بغیر روپیہ کے کام نہیں چلنے کا ؛

اسوقت نواب وقار الملک نے مجھ سے کہا کہ وہ اِس کام کے لیئے چندہ دینے کو موجود ہیں میں نے کہا کہ چندہ ہی کے بھروسہ پر کیا کام چلیگا۔ مگر میں حسب دستور کانفرنس کے اجلاس میں سالگزشتہ کے جمع خرچ کی رپورٹ پیش کروں گا۔ اُس سے معلوم ہوگا کہ سالگزشتہ کے اخراجات کو منہا دیکر کسقدر روپیہ باقی بچا ہے۔ اور ہر سال کسی نہ کسی قدر روپیہ باقی بچ رہتا ہے۔ مگر سابق کی کانفرنسوں میں اکثر لوگوں نے کانفرنس کو روپیہ سے اس شرط پر زیادہ مدد کی کہ جو روپیہ باقی بچے وہ طالب علموں کے اسکالرشپ فنڈ میں داخل کیا جاوے اور بعض دفعہ ایک شخص نے کل اخراجاتِ کانفرنس اِس شرط پر اپنے ذمہ لیئے کہ کُل آمدنی کانفرنس کی اسکالرشپ فنڈ میں دیجاوے۔ مگر سالگزشتہ میں اس قسم کی کوئی شرط نہیں ہوئی ہے نہ آیندہ کسی ایسی شرط کا ہونا چاہیئے اور جو روپیہ بچے وہ اُس مقصد میں صرف

ہو جس کی تجویز مسٹر بیک نے پیش کی ہے اور اس روپیہ کو خرچ کرنا اُس کمیٹی کے متعلق ہو جو اُس کے لیئے مقرر کیجاوے *

جناب صدر انجمن - یہ کام صرف ایک سال کے کرنے کا نہیں ہے بلکہ اسکا ایک مدت تک قایم رہنا واجبات سے ہوگا اور جب لوگوں کو معلوم ہوگا کہ جو روپیہ بچتا ہے وہ اس کام میں خرچ ہوتا ہے تو اُمید ہے کہ لوگ کانفرنس کے چندہ دینے اور ممبر اس میں شامل ہونے سے زیادہ مدد کرینگے اور بخوبی کام چل جاوے گا اور اگر کچھ زیادہ ضرورت روپیہ کی ہوگی تو ایسے فیاض بزرگوں سے جیسے کہ نواب وقار الملک اور دیگر بزرگان ہیں کسی قدر بحالت ضرورت چندہ بھی لے سکینگے اگر یہ کام چل نکلا تو کانفرنس کی ایک عملی کارروائی ہوگی اور سمجھا جاوے گا کہ درحقیقت آج سے کانفرنس کا وجود ہوا ہے *

۷۲

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خطاب

بطرف مسلمانان ہندوستان

وہ زمانہ یاد ہوگا جبکہ ہم سب پڑے سوتے تھے اور قوم کی بہتری کا کسی کو خیال بھی نہ تھا اُس وقت ضرورت تھی کہ قوم کو جگایا جاوے اور قوم پر جو زوال آگیا ہے اور جو زوال شدید آنیوالا ہے اُس کو جتلایا جاوے۔ لوگوں نے تا بمقدور اسپر کوشش کی اور ہم سمجھتے ہیں کہ وہ کوشش کامیاب ہوئی۔ لوگ جاگے اور ہر ایک گوشۂ ہندوستان سے قومی ہمدردی کی صدا آنے لگی۔

لوگ جاگے اور اُٹھے مگر اچھی طرح ہوشیار نہ ہوئے نیند کے خمار میں راہ راست اور شارع عام کو چھوڑ کر بٹیا کا رستہ چلنے لگے یعنی بجائے اسکے کہ سب لوگ اپنی قوت کو ایک جگہ جمع کر کے کسی کام کو تکمیل پر پہونچاتے اپنی قوتوں کو متفرق کرنا شروع کیا اور ہر ایک نے پانی کا ایک ایک بدھنا ہاتھ میں لیکر ایک وسیع چٹیل ریگ کے بیابان کے مختلف کونوں میں ڈالنا شروع کیا اور خیال کیا کہ ہم اس پانی سے اس ریت کے بیابان میں نہایت عمدہ سرسبز اور پرثمر باغ لگالیں گے یہ خیال محال تھا اور محال ہے اُن کی کوششیں ضائع ہوئیں اور ضائع ہوتی ہیں اور ضائع ہوں گی اور وہی مثل صادق آئی کہ ریت میں پانی ڈالا نہ آسمان کا رہا نہ زمین کا۔

ہمکو مدت سے خیال تھا کہ اس بے سود کام سے قوم کو متنبہ کریں اور سمجھاویں کہ اسطرح اپنی قوتوں کو متفرق کر کے ضائع نہ کریں مگر ہمکو ہمیشہ یہ خیال ہوا کہ لوگ بجائے اسکے کہ ہمارے اس کہنے کو نیک نیتی اور قومی ہمدردی سمجھیں ہماری بدنیتی اور خودغرضی پر محمول کرینگے اس لیئے ہمنے اس مطلب کو مبہم طور سے تو بیان کیا مگر صاف صاف اور بلاخوف لومۃ لائم کبھی بیان نہیں کیا۔ مَیں اقرار کرتا ہوں۔ کہ مجھ سے بلاشبہ قومی گناہ ہوا کہ مَیں نے اپنی نسبت بدگمانی پیدا ہونے کے خوف سے قومی بھلائی کی جو بات تھی اُس کو صاف صاف بیان نہیں کیا اور قوم کو اُس طرف متوجہ کرنے پر کماحقہ کوشش نہیں کی لیکن میرا کانشنس مجھ کو ملامت کرتا ہے اور کہتا ہے کہ

ع

از خدا شرم دار و شرم مدار

اب میں تمام پردوں کو اٹھائے دیتا ہوں اور اپنی قوم کے لیئے جو بہتر سمجھتا ہوں کہتا ہوں ہر کسے ہرچہ خواہد بداند و ہرچہ خواہد بگوید

یا دل آرامے مرا خاطر خوش ست کز دلم یکبارہ بُرد آرام را
قوم ما اے قوم ما از بہر تو دادہ ام برباد ننگ و نام را

میں صاف صاف قوم کو بتانا چاہتا ہوں کہ قوتوں کے متفرق کرنے سے قوم کو نقصان شدید پہونچتا ہے اُن کو ایک جگہ جمع کرو ۔

میں قوم سے صاف صاف کہنا چاہتا ہوں کہ جو چھوٹے چھوٹے کام انہوں نے قوم کی بھلائی کے خیال سے شروع کیئے ہیں وہ قوم کو بجائے نفع کے شدید نقصان پہنچا رہے ہیں اور بعوض اس کے کہ قوم کے خیالات کو اُس کی ہمتوں کو اُس کے جوشوں کو ایک جگہ جمع کریں پریشان و متفرق کر رہے ہیں اور بے سود ضایع کرتے ہیں ۔

مَیں صاف صاف جتلانا چاہتا ہوں کہ جو کام تمنے بغرض ثوابِ آخرت اختیار کیئے ہیں ہر شخص کو ثواب کمانے کا اختیار ہے کوئی مانع نہیں مگر تم نے جو اُسکو قومی ہمدردی اور قومی بھلائی کا لباس پہنایا ہے وہ صرف دھوکا ہے اور قوم کو دھوکا دیا جاتا ہے ۔ قوم کو دھوکا مت دو وہ قوم کے ساتھ دغا بازی اور مکر ہے جس سے قوم دھوکے میں پڑ کر برباد ہو جاوے گی ۔

مَیں اس بات کا اقرار کرتا ہوں کہ قوم کے لیئے بہت کچھ کرنا ہے قوم کو بہت چیزوں کی ضرورت ہے اُسکی مثال ایسے مریض کی ہے جو متعدد امراض میں مبتلا ہو بعض ایسے امراض ہیں جن سے اُسکی ہلاکت کا اندیشہ نہیں بعض ایسے ہیں جن سے اُس کی ہلاکت کا اندیشہ ہے پس اگر تم اُن امراض کے علاج پر متوجہ ہوگے جن سے ہلاکت کا اندیشہ نہیں ہے اور سب ملکر اُس مہلک مرض کے علاج پر متوجہ نہوگے اور جو ایسا مرض ہے کہ بغیر اسکے کہ سب یکدل ہو کر اُسکے علاج پر متوجہ ہوں علاج پذیر نہیں ہے اور چند آدمیوں کے متوجہ ہونے سے اُس کا علاج نہیں ہو سکتا تو اُس بیمار کو شفا ہونے کی توقع نہیں ہے بلکہ آخر کار یقینی اُس کے لیئے موت ہے ۔

پس اگر تم اُس کی شفا چاہتے ہو تو ایک دانا طبیب کا سا کام کرو چھوٹے چھوٹے امراض کو جو حقیقت اصلی مرض نہیں بلکہ اصلی مرض کے سبب سے پیدا ہوتے ہیں اُن کو اُن کے حال پر چھوڑ دو اور سب متفق ہو کر اصلی مہلک مرض کے علاج پر پوری پوری متفقہ ہمت

مصروف کرو تاکہ اصلی مرض زائل ہو اور بیمار شفا پاوے وہ چھوٹے چھوٹے مرض بھی مہلک مرض سے شفا پانے کے ساتھ از خود زائل ہو جاوینگے ÷

اب غور کرو کہ قوم کی فلاح اور بہبودی کے لیئے ہمکو کیا کرنا ہے - ہمیں اپنی قوم کو انگریزی زبان کی جس کو خدا نے اپنی مرضی سے ہمپر حکومت دی ہے اور جسکے جانے بغیر ہم دنیا کا کوئی کام نہیں کر سکتے بلکہ میں کہوں گا کہ دین کی بھی خدمت نہیں کر سکتے تعلیم دینا ہے مگر ایسی تعلیم جس سے قوم کو کٹر مٹر انگریزی آجاوے اور اس طرح سے وہ انگریزی بولنے لگیں جیسے ہندوستان میں کمپو کے خدمتگار یا سوداگر یا انگلستان کے قلی اور کیپ مین تو قوم کو کچھ فایدہ نہیں اُن کو پوری تعلیم اور اعلےٰ درجہ کی انگریزی زبان کی تعلیم ہونی چاہیئے کہ خود اپنی لٹریچر دانی سے اُن کو عزت ہو اور اُس کو قومی - دنیاوی - مذہبی کاموں میں کام میں لاسکیں اور لوگ اُسکی قدر کریں اسیقدر ہمارے لیئے کافی نہ ہوگا بلکہ یہ بھی ضرور ہوگا کہ اُنہی میں چند ایسے بھی ہوں جو فرنچ - جرمن - لیٹن اور گریک کو بخوبی جانتے ہوں ÷

اسی کے ساتھ ہمکو عربی کی بھی تعلیم دینی ضرور ہے جو قطع نظر اس کے کہ وہ مُسلمانوں کی زبان ہے ایک ایسی اعلےٰ درجہ کی زبان ہے جس کی قدر کی جاسکتی ہے اور کسی طرح علمی زبان کے دائرہ سے علیحدہ نہیں رہ سکتی اور مُسلمانوں کی ضروریات سے خارج نہیں ہوسکتی اور اگر مذہبی خدمت کا بھی لحاظ ہو تو عربی کے ساتھ عبری زبان سے بھی واقفیت پیدا کرنی لازم آجاتی ہے - ایک مجمع میں مولانا شاہ عبد العزیز مرحوم نے چار سطریں توریت کے شروع کی نہایت فخر سے عبری زبان میں پڑھیں اور نواب فتح اللہ بیگ خاں نے جو شاہ صاحب کے نہایت معتقد تھے اُن کو یاد کر لیا تھا اور کبھی کبھی شاہ صاحب کے حالات بیان کرنے میں اُن کو پڑھا کرتے تھے ÷

فارسی کو بھی ہم نہیں چھوڑ سکتے جس کا تعلق بہت کچھ مُسلمانوں کی تربیت اور مذاق کے ساتھ ہوگیا ہے اور وہ فی نفسہ خود بھی نہایت لطیف و بامذاق زبان ہے اور مسلمانوں کے علوم اور تواریخ کا اسقدر سرمایہ اُس میں موجود ہے جس سے مسلمان قطع نظر نہیں کر سکتے ÷

مسلمانوں کو مذہبی تعلیم دینا بھی ادنےٰ درجہ کی یا اوسط درجہ کی یا اعلےٰ درجہ کی ہمپر فرض ہے کیونکہ مختلف اقوام کو جس چیز نے ایک قوم بنا دیا ہے وہ صرف اسلام ہے اگر ہم اُسی کا فکر نہ رکھیں تو قومیت قایم نہیں رکھ سکتے کم سے کم یہ ہے کہ ہم مسلمانوں کو ضروری عقاید مذہبی اور احکام مذہبی کی تعلیم دیں جس کو ہمنے ادنےٰ تعلیم سے تعبیر کیا ہے ÷

اِن سب باتوں کے ساتھ ہمیں اُن کو مختلف علوم میں اور بالتخصیص علوم جدیدہ

میں تعلیم دینا ہے جو ایک بہت بڑا امر اہم ہے اور فی الواقع جو اس کی ضرورت اور عظمت ہے وہ وہ مافوق بیان ہے مختصراً اس طرح بیان ہو سکتی ہے کہ بغیر اُس کے نہ قوم قوم بن سکتی ہے نہ دنیا میں کوئی درجہ اور عزت اور قدر حاصل کر سکتی ہے اور اگر سچ پوچھو تو نہ دین کی خدمت کر سکتی ہے ؞

یہ حالت تو صرف تعلیم کی تھی مگر صرف تعلیم سے ہمارا مقصد حاصل نہیں ہو سکتا۔ کیا صرف تعلیم سے انسان انسان بن جاتا ہے اور کَمَثَلِ الْحِمَارِ یَحْمِلُ اَسْفَارًا سے زیادہ رتبہ پا سکتا ہے۔ کیا صرف تعلیم سے قوم قوم بن جاتی ہے۔ کیا صرف تعلیم سے کوئی قوم دنیا کی قوموں میں عزت پا سکتی ہے۔ ہرگز نہیں۔ بلکہ جب تک وہ انسان نہ بنیں اور قوم قوم نہ بنے اُس وقت تک معزز نہیں ہو سکتی ؞

پس ہمکو مسلمانوں کے لیئے تعلیم سے زیادہ وہ چیز کرنی ہے جس کو ہم تربیت کہتے ہیں اور جو قوم کو قوم بننے کے لیئے ایسی ہے جیسے جان بدن کے لیئے اور بغیر اس کے قوم کا قوم بننا اور زندہ قوم بننا محالات سے ہے ؞

اس مطلب کے لیئے ہمکو کیا کرنا ہے۔ اول ہمارا کام یہ ہونا چاہیئے کہ قوم کے بچوں نوجوانوں کو جس قدر کہ ہو سکے ہم ایک جگہ جمع کریں وہ ساتھ رہیں ایک جگہ پڑھیں ایک جگہ کھاویں ایک جگہ جاگیں ایک جگہ سوئیں۔ ایک جگہ کھیلیں ایک جگہ جئیں ایک جگہ مریں اُسی کے ساتھ اُن کی تربیت کا کافی سامان مہیا کریں ؞

اُن کی صحت جسمانی کا خیال رکھیں علاوہ تمام اسباب و سامان معالجہ کے مہیا رکھنے کے ایک مکان وسیع خوش آب و ہوا پُر فضا مہیا کرنا چاہیئے جس میں اُن کو رکھا جاوے اُن کو ایسے کھیلوں اور ورزشوں کی رغبت دلائی جاوے جو صحت جسمانی کے لیئے ضرور ہوں۔ پھر اُن کے قوٰے پر نظر ڈالی جاوے اور ایسی ورزشیں اُن کو بتائی جاویں جو اُن کے قوٰی کے مناسب ہوں۔ جو کمزور ہوں اُن کے لیئے ایسی ورزشیں تجویز کی جاویں جو اُن کی جسمانی قوت کی کمی کو پورا کریں اور جو قوی اور طاقتور ہیں اُن میں زیادہ قوت اور طاقت پیدا ہو۔ گھوڑے کی سواری کی تعلیم ہو اور اُن میں جرأت اور دلیری پیدا کی جاوے جس کے بغیر انسان نہ دین کے کام کا ہوتا ہے نہ دنیا کے کام کا ؞

پھر اُن کے لیئے تفریح کے سامان مہیا رکھنے چاہئیں تاکہ اُن کی طبیعت پژمردہ نہونے پاوے اور اُن کی اُمنگیں مٹ کر معدوم نہ ہو جاویں۔ صرف اُن پر اس قدر بندش رہے کہ اُن کی اُمنگیں بدراہ پر نہ پڑنے پاویں اور سیدھے اور نیک رستے پر پڑ جاویں ؞

پھر اُن سب کے ساتھ اس کا خیال رہے کہ یہ کھیل و کود اور ورزشیں تعلیم میں اور لکھنے پڑھنے میں ہارج نہ ہوں بلکہ اُس کے ممد و معاون ہوں۔ تعلیم کے ایسے سامان مہیا کرنے چاہئیں جن سے اُن کو شوق اور رغبت اور اُن کے دل کو خوشی ہو اور اُس میں شریک ہونے کا اور جو کچھ اُنھوں نے پڑھا ہے اُس کو ترقی دینے کا اُن کو شوق پیدا ہو درخت کو صرف پانی ہی دیئے جانا کافی نہیں ہے جب تک کہ اُس کے پتے اور ٹہنیاں ہوا کے جھوکوں سے ہلتی جُلتی اور لہلہاتی اور ہوائے محیط کو اور اُس کے اجزاء کو جذب کرتی نہ رہیں کبھی پھول پھل نہیں لا سکتے۔

اُن کے اخلاق اور مذہبی خیالات درست رکھنے کو فرائض مذہبی ادا کرنے کو اُس خول کے ساتھ ایک یا دو مقدس باوقار پاکیزہ صورت پاکیزہ سیرت سمجھدار مقدس عالم کا رکھنا چاہیئے جس کا ادب لوگوں کے دلوں پر ہو تاکہ اُس کے فیض صحبت سے اُن کی طبیعتیں از خود نیکی اور دینداری کی طرف مائل ہوں۔

اگر ہم اپنی قوم کے نوجوانوں کی نسبت چاہتے ہیں کہ نیکی اور نیک راہ اختیار کریں تو یہ مطلب تاکید و تنبیہ سے اور اُن پر قیود مالایطاق کے لگانے سے حاصل نہیں ہو سکتا۔ پروفیسر ماریسن کا نہایت عمدہ قول ہے کہ "کوئی شخص اس کا دعوےٰ نہیں کر سکتا کہ ہزار نوجوانوں کے خیالات و خواہشوں کو اپنی مرضی کا بالکل تابع کرے۔ ہم انسان کے خیالات کو جو اپنے احاطۂ غیر متناہی میں کہیں سے کہیں پہونچ سکتے ہیں اس طرح سے اپنا مطیع نہیں کر سکتے جس طرح ایک فوجی افسر قواعد دان سپاہیوں کی ایک جماعت کو اپنے حکم کا تابع رکھتا ہے اس لیئے ہماری یہ خواہش ہونی چاہیئے کہ ہم اپنے طلباء کیواسطے ایسے اسباب مہیا کر دیں اور اُن کی تعلیم اور تربیت کے لیئے ایسی عُمدہ صحبتیں پیدا کر دیں جس سے اُن میں نیکی کی طرف رغبت اور بُرائی سے نفرت پیدا ہوتی رہے۔ وَلِلّٰہِ دَرُّ مَنْ قَالَ ؎

صحبتِ صالح ترا صالح کُند

صحبتِ طالح ترا طالح کُند۔

وَھٰذَا مَا وعظنی جدی محمدٌ رَّسولُ اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم حیث قالَ مثل الجلیس الصالح والسوء کحامل المسك ونافخ الکیر فحامل المسك اما ان یحذیك واما ان تبتاع منہ واما ان تجد منہ ریحاً طیبۃ ونافخ الکیر اما ان یحرق ثیابك واما ان تجد منہ ریحاً خبیثۃ "۔

پس ہم کو اپنے بچوں کی تعلیم کے لیئے اور اُن کے انسان بنانے کے لیئے اور اپنی

قوم کو قوم بنانے کے لیئے اُن کو دین و دنیا دونوں میں معزز کرنے کے لیئے ایسے سامانوں کا جمع کرنا اور اس طرح پر اُن کو تربیت کرنا لازم و ضرور ہے ٭

پھر اسے محبان قوم اور اسے فاروقان قوت قوم و اسے مدعیان صلاح و فلاح قوم تم انصاف کرو دیکھو اور سمجھو کہ جو کچھ تم کرتے ہو کیا اُس سے قوم کو یہ فایدہ ہو سکتا ہے۔ کیا اُس سے قوم قوم ہو جاویگی۔ کیا اُس سے قوم خاک مذلت سے اُٹھ کھڑی ہوگی۔ حاشا و کلاّ ٭

سمجھو تمنے جو جا بجا چھوٹے چھوٹے اسکول یا بے وقعت اور بے حقیقت کالج کھولے ہیں اُن سے تم قوم کو کچھ بھلائی پہونچا سکتے ہو۔ قوم کی تعلیم اور تربیت کے لیئے جو سامان ضروری ہیں اُن کو تم اسکولوں و کالجوں میں مہیّا کر سکتے ہو۔ ہرگز نہیں ٭

تم اپنی قوم کے ساتھ سلوک نہیں کرتے بلکہ قوتوں کو متفرق کر کے اُس کو نقصان پہونچاتے ہو اپنی قوم کے بچّوں کے ساتھ بھلائی نہیں کرتے بلکہ سخت دشمنی کرتے ہو اُنکی عمر کو ضایع کرتے ہو جو کچھ وہ بغیر تمہارے اس نادان دوستی اور ناسمجھ مہربانی کے کر سکتے تھے اُس کو بھی تم برباد کرتے ہو ٭

مثلاً کسی ضلع میں گورنمنٹ کالج یا اسکول ہے یا کوئی مشنری کالج و اسکول ہے جسمیں ماسٹر و ٹیچر پرنسپل و پروفیسر نہایت عمدہ لیاقت کے اور عالم ولایت کی یونی ورسٹی کے ڈگری یافتہ تعلیم دیتے ہیں اُن کالجوں اور اسکولوں کا عمدہ انتظام ہے باقاعدہ اُن کی نگرانی ہوتی ہے۔ اب تم نے اُس ضلع میں ایک کالج یا اسکول چندہ سے لوگوں کو اسلام کی چمک دکھا کر کھولا اور مسلمان لڑکوں کو گھیر گھار کر اُسمیں داخل کیا۔ جس میں نہ اعلےٰ درجہ کے ماسٹر ہیں نہ ٹیچر نہ پرنسپل نہ پروفیسر اور نہ اُن میں انتظام ہے نہ باقاعدہ نگرانی تو درحقیقت تم نے اپنی قوم کے بچّوں کے ساتھ دشمنی کی ہے نہ دوستی کہ اُن کو اچھّی تعلیم سے محروم رکھکر ناقص تعلیم میں ڈالا اور اُن کی عمر کو ضایع کیا۔ اگر تم اُسی درجہ کا کالج یا اسکول قایم کر سکتے جس درجہ کا گورنمنٹ یا مشنری اسکول اُس ضلع میں ہے تب بھی صبر آتا مگر تم نے جو کیا اُس سے رہی سہی قومی تعلیم کو بھی خاک میں ملا دیا پھر کیا یہ قوم کے ساتھ بھلائی و نیکی ہے۔ بیشک تمہاری نیّت بخیر ہے اور تم نہایت نیک نیّتی اور قوم کی بھلائی کے لیئے کام کرتے ہو مگر مثل نادان دوست کے۔ تم اپنے بچوں کو نیم مُلّا و نیم حکیم کے سُپرد کر کے اُن کو خطرہ میں ڈالتے ہو ٭

انجمن ہائے اسلامیہ جو جا بجا قایم ہوئی ہیں اگر وہ کسی مرض کی دوا ہیں تو ایسے مرض کی ہیں جو قوم کے لیئے مرض مہلک نہیں ہے۔ اگر تم نے اُنہی پر بس کیا اور جو مہلک مرض ہے اُسکے علاج پر قوتوں کو جمع کر کے توجہ نہیں کی تو بیمار کو شفاء ہونی معلوم اور افسوس کہ آخر کار وہ مرض

مہلک لاعلاج ہوجاویگا پھر نہ کسی ہمدرد کی ہمدردی کام آویگی اور نہ کسی مسیحا کی مسیحائی ؛

اب تم آؤ اور مدرسۃ العلوم علیگڈھ کو دیکھو کہ وہ اُن تمام باتوں پر غور کرکے قایم کیا گیا ہے جو مسلمانوں کے لیئے ضرور ہیں اور جن کو میں نے ابھی بیان کیا ہے اور جن سے قوم قوم بن سکتی ہے۔ تم مت سمجھو کہ میں کچھ شیخی کرنی چاہتا ہوں مگر سچ اور بالکل سچ اور نیک نیتی اور قومی بھلائی کی نظر سے کہتا ہوں کہ قوم کے معزّزین اور فیاض لوگوں کی اعانت سے اب وہ ایسی حالت پر پہونچ گیا ہے کہ اگر تم جابجا اور متفرق مقامات میں کتنی ہی کوشش کرو اُسکے دسویں حصّہ تک بھی کسی کالج یا اسکول یا بورڈنگ ہوس کو نہیں پہونچا سکتے۔ جو سامان کہ ہماری قوم کی تعلیم و تربیت کے لیئے درکار ہے بہت کچھ اُس میں جمع ہو گیا ہے۔ میں قبول کرتا ہوں کہ اُس میں کچھ نقصان بھی ہے اور بہت کچھ کرنے کو باقی ہے جس کے لیئے زرکثیر کی حاجت ہے۔ پس تم سب اپنی قوّتوں کو ایک جگہ جمع کرو اُس میں جو نقص ہو اُس کو دُور کرو اور جو کچھ اُسمیں کرنا باقی ہے اُس کے پورا کرنے کو سب متفق ہوکر اور قوتوں کو جمع کرکے روپیہ فراہم کرو۔ بھیک مانگ کر آپس میں چندہ کرکے جس طرح ہو سکے اُس کو مکمل کردو ؛

میں قبول کرتا ہوں کہ ایک علیگڈھ کا مدرسۃ العلوم تمام قوم کے لیئے کافی نہیں ہے لیکن یہ سمجھتا ہوں کہ جو کام شروع ہو گیا ہے اور ایسے درجہ تک پہونچ گیا ہے جس کو دیکھکر تعجب آتا ہے کہ کیونکر پہونچا۔ اوّل اُس کو متفق ہوکر پورا کردو اور اُس کے بعد دوسرا شروع کرو اور سب متفق ہوکر اُسے پورا کردو پھر اسیطرح تیسرا شروع کرو اور اگر تم نے ایسا نہ کیا اور اپنی قوتوں کو متفرق رکھا تو کوئی ایک کام بھی پُورا نہ ہوگا اور سب کے سب ناقص رہیں گے اور سب کے سب برباد و معدوم ہو جاویں گے ؛

یہ سچ ہے کہ مدرسۃ العلوم کی تکمیل کے لیئے زرکثیر درکار ہے اور شاید اُسکے خیال سے لوگوں کی ہمّت پست ہو جاوے مگر درحقیقت یہ صحیح نہیں ہے اگر قوم متفق ہو اور اپنی قوّتوں کو مجتمع کرے اور صحیح رستہ چلے تو ایسے ایسے دس کالج یکے بعد دیگرے قایم کرسکتی ہے پس اس تحریر سے میرا مقصد صرف یہ ہے کہ تمام قوم متفق ہوکر اوّل مدرسۃ العلوم کو پورا پورا مکمل کردے اُسکے بعد دوسرے کام پر ہاتھ ڈالے ؛

اس کی تدبیر اِس کے سوا کچھ نہیں ہے کہ ہم اپنی تمام قوم سے اور اُسکے ہر متنفس زن و مرد سے ایک ایک جَو کے برابر بھی چاندی ابیض نورانی علیہ الرحمۃ تحصیل کریں تو کروڑوں روپیہ جمع کرسکتے ہیں اور قوم کی تمام حاجتوں کو پورا کرسکتے ہیں پس میں کہتا ہوں ؎

چرا نستانم از ہر یک جوے سیم ۔۔۔ کہ گرد آید مرا فے الحال گنجے

ہاں جیسا یہ طریقہ آسان ہے اس کا عملدرآمد ہونا نہایت مشکل ہے لیکن اگر قوم متفق ہو جاوے تو کچھ مشکل نہیں مثل مشہور ہے کہ مشکل کشا علیؓ سب مشکلوں کو آسان کر دیتے ہیں ؎

مشکلے نیست کہ آساں نشود

مرد باید کہ ہراساں نشود

ایک باہمت شخص کا قول ہے کہ جب کوئی کام شروع کرو تو یقین کر لو کہ "ناممکن کوئی چیز نہیں ہے"۔

پس اگر ہر شہر و قصبہ میں دو چار باہمت شخص مستعد ہو جاویں جو "بینی نیکٹر" قوم کے ہوں گے اور ہر ایک مسلمان زن و مرد باشندۂ اُس شہر و قصبہ سے شَیْئاً لِلّٰہ یا سَیْئاً لِلْقوم وصول کریں تو چند روز میں لاکھوں روپیہ جمع ہو جاتا ہے اور مدرسۃ العلوم کی تمام ضروریات پوری ہو جاتی ہیں۔ پس خدا ہر شہر و قصبہ کے مسلمانوں کو ایسا کرنے کی توفیق دے۔

۴۷

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

قال اللہ تعالیٰ لیس للانسان الا ما سعیٰ

مسلمانوں کی قسمت کا فیصلہ

اعلےٰ درجہ کی تعلیم پائے اور عمدہ تربیت حاصل کیئے اور اُن میں قومی ہمدردی پیدا ہوئے بغیر مسلمانوں کی قومی ترقی ناممکن ہے -

یہ تینوں باتیں بغیر اس کے کہ ایک نہایت اعلےٰ درس گاہ ہو اور جس میں نہایت اعلےٰ درجہ کے یورپین اور ہندوستانی پروفیسر ہوں اور اُس کے ساتھ وسیع بورڈنگ ہوس ہو جس میں مسلمان طالب علم کثرت سے یکبارہ سکیں حاصل ہونے غیر ممکن ہیں +

ایسی درس گاہ کا جس میں یہ سب چیزیں موجود ہوں بغیر اس کے کہ قوم اپنی قوتوں کو ایک جگہ جمع کرے اور کُل قوم متفق ہو کر ایسی درس گاہ کو قایم کرے وجود میں آنا ناممکن ہے +

پس مسلمانوں کی قسمت کا یہ فیصلہ ہے کہ اگر قوم ایسا نہیں کرتی تو مسلمانوں کی قومی ترقی سے مایوسی ہے +

آٹھویں اجلاس **محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس** میں جو بماہ دسمبر علیگڈھ میں منعقد ہوا میں نے اس مضمون کو بصورت ایک رزولیوشن کے پیش کیا۔ بعض اسپیچوں میں میں نے یہ کہا تھا کہ چھوٹے چھوٹے اسکول مسلمان بچوں کی انگریزی تعلیم کے لیئے جن میں نہ لایق ماسٹر ہوتے ہیں اور نہ عمدہ تعلیم۔ مسلمان بچوں کی تعلیم میں نقصان پہونچانیوالے اور مسلمانوں کی مجموعی قوت کو متفرق کرنے والے ہیں +

اگرچہ میں نے اپنی اسپیچ میں بیان کیا تھا کہ اگر چھوٹے چھوٹے عمدہ اسکول قایم کرسکتے ہو تو قایم کرو ورنہ ناجایز اسکول قایم مت کرو۔ اُسپر لوگوں نے سمجھا کہ میں چھوٹے چھوٹے اسکولوں کے

قایم کرنے کا بالکلیہ مخالف ہوں - مگر میری گفتگو کا عام طور پر یہ نتیجہ نکالنا صحیح نہ تھا بلکہ مجھکو صرف
دو صورتوں میں چھوٹے چھوٹے اسکول قایم کرنے سے مخالفت ہے ؂
اوّل - اس صورت میں جبکہ اُن اسکولوں میں لایق ماسٹر نہ ہوں اور عمدہ تعلیم نہ ہوتی ہو
دوسرے - اس صورت میں جبکہ قوم اُنہیں اسکولوں کے قایم کرنے پر اکتفا کرے
اور اس سبب سے اعلےٰ درجہ کی تعلیم و تربیت پر متوجہ نہو یا نہو سکتی ہو - کیونکہ میری رائے میں
جبتک قوم میں اعلےٰ درجہ کی تعلیم اور اعلےٰ درجہ کی تربیت پائے ہوئے لوگ پیدا نہونگے
تو قومی ترقی پیدا نہیں ہونے کی ؂

میری اس رائے سے جو چھوٹے چھوٹے اسکولوں کی نسبت ہے احباب کا اختلاف
کرنا کچھ تعجب نہیں ہے - کیونکہ دونوں کا خیال دو مختلف امر پر مبنی ہے - وہ سمجھتے ہیں کہ
چھوٹے چھوٹے اسکول کیسے ہی ہوں کبھی نہ کسی قسم کے فایدہ سے خالی نہیں ہیں - یہ خیال
بھی صحیح ہو مگر میرا خیال یہ ہے کہ چھوٹے چھوٹے اسکول جو قایم کیئے جاویں ایسے ہوں جو
اعلےٰ تعلیم کی بنیاد تصور کیئے جاویں اور اُسپر اعلےٰ تعلیم کی عمارت بن سکے - ورنہ بیفایدہ ہیں ؂
مگر اسوقت مسلمانوں کی قسمت کا فیصلہ چھوٹے چھوٹے اسکولوں کے قایم کرنے
یا نکرنے پر نہیں ہے بلکہ اس بات پر ہے کہ بغیر اعلےٰ تعلیم اور اعلےٰ تربیت کے قومی ترقی ناممکن
ہے - اور ایسی تعلیم و تربیت بغیر اعلےٰ درجہ کی درس گاہ قایم ہوئے نہیں ہوسکتی - اور اعلےٰ
درجہ کی درس گاہ بغیر قوم کی متفق کوشش کے وجود میں نہیں آسکتی - پس اگر قوم متفق ہوکر
ایسی درس گاہ قایم نہیں کرتی تو مسلمانوں کی قوم کی ترقی سے مایوسی ہے ؂

میں یہی کہتا ہوں کہ **مدرستہ العلوم علیگڈھ** جس درجہ ترقی پر پہونچگیا
ہے کوئی دوسرا کالج جس کے قایم کرنے کی کوشش کیجاوے اس درجہ تک پہونچنا بظاہر ممکن ہے
پس قوم متفق ہوکر اُسکو پورا و مکمل کرے اور جب وہ مکمل ہوجاوے تو دوسرے کے قایم کرنے
کی فکر کرے ؂

میں خوش ہوں کہ ان جملہ امور سے جن پر قوم کی قسمت کا فیصلہ منحصر تھا تمام بزرگوں نے
جو کثرت سے اجلاس میں موجود تھے اتفاق کیا ہے - پس میں اُن تمام بحثوں اور اسپیچوں کو جو
اس کے متعلق ہوئی ہیں چھاپ کر قوم میں تقسیم کرتا ہوں کہ ہرگاہ قوم نے یہ تسلیم کرلیا ہے کہ
متفقہ کوشش سے ایسے کالج کا قایم ہونا ضرور ہے اور **مدرستہ العلوم علیگڈھ**
کی نسبت تسلیم کیا ہے کہ اُس کا پورا ہوجانا اعلےٰ درجہ کی تعلیم و تربیت کے لیئے واجب ہے
تو اب قوم اُس پر متوجہ ہو اور ہر ایک مقام پر اُس کی تکمیل کے لیئے چندہ جمع کرے تاکہ مقصود

حاصل ہوا اور قومی ترقی کا کامل ذریعہ موجود ہو۔ پس یہ درخواست ہے کہ قوم اسپر نہایت سعی اور کوشش سے توجہ کرے۔ واللہ المستعان ۔

والسلام

راقم آثم

(بدستخط) سید احمد

سکرٹری محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس

و

سکرٹری ٹرسٹیان مدرستہ العلوم علیگڈھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

رزولیوشن جس کو سید احمد خاں نے اجلاس کانفرنس میں پیش کیا

اس کانفرنس کی یہ رائے ہے کہ درباب ترقی تعلیم و تربیت مسلمانان کے جو کچھ کہ ابتک ہوا ہے وہ محض ناکافی ہے اور اگر یہی حالت رہی تو صدیوں کے گذرنے پر بھی تبدیل حالت کی توقع نہیں ہو سکتی۔ جب تک کہ اعلے سے اعلے درجہ تعلیم کا اور اُس سے بھی زیادہ تربیت کا جمہوری متفقہ کوشش سے انتظام نہ کیا جاوے۔ اگر اس طرح پر نہ کیا جاوے گا تو کانفرنس کی رائے میں ترقی تعلیم و ترقی حالات مسلمانان سے بالکل مایوس ہو جانا چاہیئے ۔

اس رزولیوشن کی تائید کرتے وقت سید احمد نے اِسطرح پر اسپیچ کی ۔

اسپیچ سید احمد

جناب صدر انجمن ۔ یہ مایوسی بھرا رزولیوشن جو میں نے آپکے سامنے پیش کیا ہے یہ نہ سمجھا جائے کہ اس میں جو لفظ مایوسی کے لکھے گئے ہیں وہ صرف قلم سے لکھے ہیں۔ ہرگز نہیں ۔ بلکہ جو

نقش مایوسی کا میرے دل پر ہے یہ الفاظ اُن نقشوں کا سایہ ہے اور جو مایوسی کی بُو ان سے نکلتی ہے وہ درحقیقت میرے دلِ سوختہ کی بُو ہے - مجھ کو مُسلمانوں کی ترقی اور مسلمانوں کی قوم کو دنیا میں ایک معزز قوم ہونے سے بالکل مایوسی ہے اور آج کا اجلاس میں سمجھتا ہوں کہ اُسکا فیصلہ کرنے والا ہے اور ہمارے دل کو اُس راحت کا دینے والا ہوگا جس کا ایک مشہور مقولہ میں بیان ہوا ہے کہ " الیاسُ احدی الراحتین" +

اے جناب صدر انجمن - آپ خیال کرتے ہونگے کہ یہ مایوسی میرے دل کی کمزوری کا باعث ہے ورنہ کوشش کی ڈکشنری میں مایوسی اور ناممکن کا لفظ نہیں ہے - مگر ذرا انصاف کی نظر کا میں متمنّی ہوں - اس امر میں کوشش کرتے کرتے تین قرن گذر گئے اور کچھ نہیں ہوا - تیس چھتیس برس سے اس کوشش میں سرگردانی ہے اور پھر کولھو کے بیل کی طرح ہم دیکھتے ہیں کہ وہیں ہیں جہاں تھے پھر کیوں نہ دل پر مایوسی چھا جاوے - مصرع

نالم چوں - دل است آخر نہ سنگ است

جناب صدر انجمن - یہ مضمون جو آج کے اجلاس میں پیش کیا ہے درحقیقت کوئی نیا مضمون نہیں ہے بلکہ دوسرے اجلاسوں میں متعدد پیرایوں میں پیش ہو چکا ہے - اسی مضمون کو مگر دوسرے لفظوں میں میں نے لکھنؤ کے اجلاس میں پیش کیا تھا جس کو گروہ کثیر مُسلمانوں نے نامنظور کیا تھا - اگرچہ آپ کا وقت ضائع ہوگا مگر مجھکو اجازت دیجئیے کہ میں اپنی اُس اسپیچ کو آپکے سامنے پڑھوں اُس کے بعد جو کچھ مجھکو آج کہنا ہے وہ کہوں کیونکہ آج کے اجلاس کو میں درحقیقت مسلمانوں کی قسمت کا فیصلہ سمجھتا ہوں +

لکھنؤ میں یہ مضمون پیش ہوا تھا کہ چھوٹے چھوٹے اِسکول مسلمان بچّوں کی انگریزی تعلیم کے لیئے جن میں نالایق ماسٹر ہوتے ہیں اور نہ عمدہ تعلیم مُسلمانوں کے بچّوں کی تعلیم میں نقصان پہنچانیوالے اور مُسلمانوں کی مجموعی قوت کو منتفرق کرنیوالے ہیں +

اِسپر میں نے یہ گفتگو کی کہ اس رزولیوشن کو سُنکر بلاشبہ آپ سب صاحب متعجب ہوتے ہونگے مگر براہِ مہربانی اس کے نامنظور کرنے میں جلدی نہ کر بیٹھیئے گا ذرا تامّل فرمائیے گا اور مجھے اُسکی تشریح کرنے دیجیئے گا اور اُسکے حُسن و قبح دونوں کو جانچیئے گا +

جن بزرگوں نے ان چند برسوں میں متعدّد جگہ چھوٹے چھوٹے اِسکول بے ثبات چندہ کے بھروسے پر قایم کیئے ہیں اور مسلمان بچّوں کے غول بھرے ہیں اُن اِسکولوں کی حقارت کرنا یا اُن کو غیر ضروری قرار دینا میرا مقصد نہیں ہے بلکہ میرا مقصد یہ ہے کہ اُن سے جو نفع قوم کو پہونچتا ہے اور جو نقصان قوم کا اُن سے ہوتا ہے اُن دونوں کا اندازہ کیا جاوے اور اُن دونوں کو تولا جاوے

جو پلّہ بھاری نکلے اُسپر فیصلہ ہو +

اِس مطلب کی تشریح کرنے کو میں ایک مثال پیش کرتا ہوں۔ ایک شخص ہے جو نہایت پیاسا اور بھوکا ہے تم اُس کو روٹی دیتے ہو اور پانی پلانے کا بندوبست نہیں کرتے حالانکہ روٹی سے مقدّم پانی پلانے کا بندوبست کرنا ہے۔ روٹی کی بھی بلاشبہ اُس کو ضرورت تھی مگر جو شئے اُس سے بھی زیادہ مقدّم تھی اُس کا خیال نہ کرنے سے روٹی دینا کچھ فایدہ نہ کرے گا اور ضرور وہ شخص پیاس کے مارے مرجاوے گا +

یہی حال ہماری قوم کا ہے۔ چھوٹے اسکول ادنےٰ تعلیم کے لیئے قایم کرنے پیاسی اور بھوکی قوم کو روٹی دینی ہے۔ قوم کو نہایت ٹھنڈے پانی یعنی اعلیٰ تعلیم کی ضرورت ہے جب تم اُسکا بندوبست نہیں کرتے تو اُس کا نتیجہ بجز اِسکے کہ قوم پیاس کے مارے مرجاوے اَور کچھ نہیں ہو سکتا قوم میں اِس قدر مقدور نہیں ہے کہ اعلےٰ تعلیم کا بھی بندوبست کرے اور ادنےٰ تعلیم کا بھی بندوبست کرے اور اِس سبب سے جبکہ وہ ادنےٰ تعلیم کے انتظام پر متوجّہ ہوتی ہے تو مجبوری اُسکو اعلےٰ تعلیم کے انتظام کا موقع نہیں رہتا۔ مجموعی قوّتوں کا زور ساقط ہو جاتا ہے اور قوم کے لیئے اُسی نتیجہ کی اُمید ہوتی ہے جو اُس پیاسے شخص کی نسبت پیاس کی سختی سے ہو سکتی ہے +

سوچنا چاہیئے کہ لوگوں کی توجہ چھوٹے چھوٹے اسکولوں کے قایم کرنے پر کیوں مایل ہوتی ہے براہ مزاح یہ کہا جا سکتا ہے کہ اپنے لیئے ایک شغلہ پیدا کرنے کے لیئے۔ مگر اُن کا تو شغلہ ہوتا ہے اور اُن بیچارے بچّوں کی زندگی برباد ہو جاتی ہے +

مزاح کی بات کو جانے دو۔ وہ لوگ نیک نیتی اور قومی ہمدردی سے یہ سمجھتے ہیں کہ غریب لوگوں اور بے مقدوروں کے بچّوں کو فایدہ پہونچے اور عام تعلیم سے لوگ فایدہ اُٹھاویں۔ مگر اِسمیں دُو طرح سے غلطی ہے +

اوّل۔ یہ کہ جب تک اعلےٰ قوموں میں اعلےٰ درجہ کی تعلیم نہیں ہوتی ادنےٰ قوموں اور غریب لوگوں میں ہرگز تعلیم نہیں پھیل سکتی +

دوسرے یہ کہ جب تک اعلےٰ درجہ کی تعلیم ملک میں موجود نہیں ہوتی ادنےٰ درجہ کی تعلیم کا پھیلنا ناممکن ہے۔ دنیا کے کسی حصّہ ملک کی تاریخ سے ثابت نہیں ہوا ہے کہ بدوں اعلےٰ اعلےٰ درجہ کی تعلیم کے شایع ہوئے ادنےٰ درجہ کی تعلیم پھیلی ہو۔ قدرت کا قاعدہ ہے کہ ادنےٰ اعلےٰ کی پیروی کرتا ہے۔ کبھی اعلےٰ ادنےٰ کی پیروی نہیں کرتا۔ پس جو لوگ غریب لوگوں میں ادنےٰ درجہ کی تعلیم کے رواج کے خواہاں ہیں اُن کا سب سے اوّل یہ فرض ہے کہ اپنی قوم میں اعلےٰ درجہ کے تعلیم یافتہ لوگوں کے پیدا کرنے کی کوشش کریں۔ ادنےٰ درجہ کی تعلیم اور غریب لوگوں میں

رفتہ رفتہ ازخود پھیل جاوے گی ✦

ہر کوئی تسلیم کرتا ہے اور میں بھی تسلیم کرتا ہوں کہ قوم کا خوش حال ہونا اور تعلیم یافتہ اور معزز ہونا اس بات پر منحصر ہے کہ اُس میں معتد بہ تعداد کے لوگ نہایت اعلےٰ درجہ کے تعلیم یافتہ ہوں اُسکے بعد نہایت کثرت سے تعداد ایسے لوگوں کی ہو جو اوسط درجہ کی تعلیم پائے ہوں اور اُسکے بعد ادنےٰ درجہ کے تعلیم یافتہ۔ مگر سب سے مقدم اعلےٰ درجوں کے تعلیم یافتوں کا موجود ہونا ہے جو قوم کے افتخار کا باعث ہے اور جو منبع اور مخرج باقی دو قسم کی تعلیموں کا ہے۔ جو لوگ اپنی کوششیں اعلےٰ درجہ کی تعلیم پر متوجہ نہیں کرتے اور ادنےٰ پر مصروف کرتے ہیں وہ اُلٹی گنگا بہاتے ہیں جس میں کبھی کامیابی نہ ہوگی ✦

اب دوسری طرح پر غور کرو کہ اکثر عقول اور قریباً ہر ایک ضلع میں گورنمنٹ اسکول یا مشنریوں کے اسکول قایم ہیں جو انٹرنس تک کی تعلیم اسلوبی سے دیتے ہیں۔ اگر تم اس قسم کے مقامات میں مسلمانوں کی تعلیم کے لیئے کسی وجہ سے اسکول قایم کرتے ہو۔ بہتر قایم کرو مگر یہ بتاؤ کہ تمہارے اسکول میں اُسی درجہ کے لایق۔ ذی علم ماسٹر اور ہیڈ ماسٹر ہیں جیسے کہ اُن اسکولوں میں ہیں یا نہیں جہاں تک کہ مجھے علم ہے میں کہہ سکتا ہوں کہ نہیں۔ پس غور کرو کہ تم جو عمدہ اور ذی علم ماسٹروں کی تعلیم سے مسلمانوں کو چھڑا کر اپنے کم علم اور ناقص ماسٹروں کے سپرد کرتے ہو تو تمہارا ایسا کرنا درحقیقت اُن کے ساتھ سلوک کرنا ہے یا بدسلوکی۔ یہ ایسی صاف بات ہے کہ ہر شخص اس کو سمجھ سکتا ہے ✦

بعض لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ ہم ان چھوٹے اسکولوں میں ادنیٰ درجہ تک تعلیم دیکر لوگوں کو تیار کرتے ہیں تاکہ وہ کسی اسکول یا کالج میں اعلےٰ درجہ کی تعلیم پانے کے لیئے داخل ہو سکیں اور اسی خیال سے بہت سے بزرگوں نے جا بجا پرئمری اور اپر پرئمری۔ مڈل اور بعض مقاموں میں انٹرنس تک کے اسکول قایم کیئے ہیں۔ یہ بات تو نہایت خوشی کی ہے کہ تھوڑے عرصہ سے ہماری قوم کو اپنی قوم کی تعلیم کا خیال پیدا ہوا ہے اور ہندوستان کے ہر کونہ سے اس بات کی آواز آتی ہے کہ قوم کے لیئے کچھ کرنا چاہیئے لیکن اگر اس کوشش میں کچھ نقص ہو تو اُس سے چشم پوشی بھی مناسب نہیں ہے پس جن بزرگوں نے اس قسم کی کوشش کی ہے جس کا میں بیان کر رہا ہوں۔ اوّلاً دل سے اُن کا شکر ادا کرنیکے بعد یہ امر کہنا چاہتا ہوں کہ انہوں نے ایسا کرنے سے اُس مقدم امر جسکو مینے مقدم قرار دیا ہے یعنی **مسلمانوں کی اعلیٰ تعلیم کی ترقی** سے بالکل غفلت کی ہے یا اپنی قوت کو مقدم چیز کے بدلے مؤخر شے کی طرف رجوع کیا ہے یا اپنی مجموعی قوت کو اس طرح پر ساقط کر دیا ہے کہ مقدم امر کے انجام کے قابل نہیں رہی ہے ✦

اے صاحبو تعلیم کا معاملہ نہایت نازک ہے اور اُسکے اثر اچھے یا بُرے جو نہایت

مخفی طور سے پیدا ہوتے ہیں وہ بہت کم نظر آتے ہیں مگر وہ اثر نہایت گہرے اور دیرپا ہوتے ہیں
فرض کرو کہ ایک اسکول ایسا قایم کیا جاوے جو صرف مڈل تک کی تعلیم دیتا ہو اور ایک اسکول ایسا
ہو جو انٹرنس تک کی تعلیم دیتا ہو جس میں مڈل کلاس بھی ہو باوجودیکہ دونوں میں مڈل کلاس کے پڑھنے
کی کتابیں یکساں ہیں مگر جو دماغی اثر اور ترقی کی طرف مائل خیالات اُن لڑکوں کے ہوتے ہیں جو
اُس اسکول میں پڑھتے ہیں جو انٹرنس تک پڑھاتا ہے ہرگز اُن لڑکوں کو حاصل نہیں ہوتے جو اُن
اسکول میں پڑھتے ہیں جو صرف مڈل تک پڑھاتا ہے ✤

آگے یہ فرق اُن لڑکوں میں زیادہ محسوس ہوتا ہے جو کسی کالجیٹ اسکول میں پڑھتے ہیں
اور جو صرف ایسے اسکول میں پڑھتے ہیں جو صرف انٹرنس تک پڑھاتا ہے پس ہم اپنی قوم کی
ترقی کی کوشش کرنے میں ہر بات پر خیال کرنا چاہیے اور سوچنا چاہیے کہ ایسا نہ ہو کہ ہماری کوششیں
بعوض اس کے کہ ہم اپنی قوم کو ترقی کی راہ پر لیجاویں تنزل کی راہ پر لیجاتے ہوں اور بعوض اس کے
کہ ہم اپنی مجموعی قوت کو اُن کی ترقی دینے میں کام میں لاویں اُس کو منتشر کر کے اُس مجموعی قوت کو
کو ساقط کرتے ہوں ✤

اِن چھوٹے چھوٹے اسکولوں کے قایم کرنے کا خیال ایک اور سبب بھی پیدا ہوا ہے جو
نہایت نیک دلی اور قومی ہمدردی کا خیال ہے اور جو بلاشبہ تعریف و تحسین کا مستحق ہے اور وہ یہ ہے
کہ کسی شہر یا قصبہ میں کوئی اسکول موجود نہیں ہے اور انھوں نے اس خیال سے اسکول قایم کیا ہے
کہ وہاں کے لڑکے جو آوارہ پھرتے ہیں کچھ پڑھ جاویں میں ایسے اسکول کی مخالفت کرنی نہیں
چاہتا مگر جب تمام قوم کو بہ حیثیت ایک قوم ہونے کے مثل شخص واحد کے خیال کرتا ہوں تو اُن
بزرگوں کی خدمت میں یہ ضرور عرض کرتا ہوں کہ آپ نے پیاسے اور بھوکے شخص کے لیے
صرف روٹی کھانے کا سامان کیا ہے مگر وہ پیاس کے مارے مرنے والا ہے ✤

اے صاحبو تعلیم کے متعلق صرف دو قسم کے خیالات ہیں۔ ایک اشاعت کرنا اعلیٰ درجہ
کی تعلیم کا جو بلاشبہ ایک محدود گروہ کو یا قلیل گروہ کو نصیب ہوگی۔ دوسرے اشاعت کرنا عام تعلیم کا
جس کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ عام لوگ اور غریب گروہ ہیں اور غریبوں کے لڑکے اُس سے فایدہ
اُٹھاویں اور گروہ کے گروہ اور غول کے غول ایسے پیدا ہو جاویں جو شُد بُد سے واقف ہوں
جہاں تک مجھ کو اپنی قوم کے بزرگوں سے موقع ملا ہے مجھے معلوم ہوا ہے کہ اُن کے خیالات
اس پچھلی قسم کی تعلیم کی طرف زیادہ مایل ہیں اور وہ اپنی نیک نیتی سے تعلیم کا ایسا طریقہ چاہتے ہیں
جس سے غریب آدمی بھی فایدہ اُٹھا سکیں ✤

اے صاحبو۔ میں اپنی قوم کے اُن بزرگوں کے اس خیال پر نہایت ستایش کرتا ہوں مگر

جس خیال سے میں اپنی قوم کی بہبودی کرتا ہوں اور جس درجہ پر میں اپنی قوم کو لیجانا چاہتا ہوں وہ میرا
مقصد صحیح ہو یا غلط ممکن ہو یا ناممکن - اس طریقہ سے حاصل نہیں ہو سکتا - میں اپنی قوم کو آسمان کی
مانند کرنا چاہتا ہوں جو رات کے وقت مجھکو دکھائی دیتا ہے - جب میں رات کو آسمان دیکھتا ہوں
تو مجھے اس سے اس تیرگی کی جو خیالاً سیاہ رو ڈراونا دکھائی دیتا ہے کچھ بھی پرواہ نہیں کرتا مگر ان
ستاروں کو دیکھتا چاہتا ہوں جو اس میں چمکتے رہتے ہیں اور معشوقانہ انداز کی چمک سے مجھکو اپنی
طرف کھینچتے ہیں اور جن کے سبب سے اس تمام سیاہ رو آسمان کو بھی عجیب قسم کی خوبصورتی
حاصل ہوئی ہے ۔

اے صاحبو - کیا تم اپنی قوم میں اس قسم کے لوگ پیدا کیے بغیر جو تمہاری قوم میں ایسے
ہی چمکتے ہوں جیسے آسمان پر تارے - اپنی قوم کو معزز اور دوسری قوموں کی آنکھ میں باعزت
بنا سکتے ہو - ہرگز نہیں ہرگز نہیں ۔

اے صاحبو - کیا تم ان ستاروں کے پیدا کیے بغیر اپنی سیاہ رو اور دیا اندھی لیل قوم میں
کوئی خوبی پیدا کر سکتے ہو - عام تعلیم کا عام لوگوں میں بغیر موجود ہونے اعلےٰ تعلیم کے پھیلنا ناممکن
ہے اور تمام دنیا کی تاریخ - ہمیں اسکا ثبوت دیتا ہے - پس بلاشبہ مجھکو افسوس ہے کہ جو کوششیں
کوششیں جو قبل از وقت ہماری قوم کے بزرگ دوسری قسم کے خیالات سے کرتے ہیں وہ سب
ضایع ہونیوالی ہیں یا قوم کے لیے سب بے سود ہیں ۔

اے صاحبو - اس قسم کی تعلیم پر زور دینا اور خیال کا رجوع کرنا اس قسم کے لوگوں کا کام ہے
جہاں اعلےٰ درجہ کی تعلیم کا آفتاب نصف النہار پر پہونچا ہوا ہو یا ایک بدنیت گورنمنٹ کا کام
جو اپنی رعایا کو کسی ظالمانہ پالسی سے اعلےٰ درجہ کی تعلیم تک پہونچنے سے روکتی ہو یا ایسی
منصف گورنمنٹ کا کام ہے جو حقوق کی پابندی اور منصفانہ برتاؤ کی مجبوری سے عام تعلیم
شدہ کو اعلےٰ درجہ کی تعلیم میں جو بالضرور محدود لوگوں پر منحصر ہوگی خرچ کر سکتی ہو - پس تم جو ادنیٰ
درجہ کی تعلیم کو چھوڑ کر عام تعلیم کی طرف توجہ کرتے ہو کیا تمہاری قوم میں اعلےٰ درجہ کی تعلیم کا
آفتاب نصف النہار پر پہونچگیا ہے یا تم مثل اس ظالم یا منصف گورنمنٹ کے ایسا کرنے پر مجبور
ہو - مجھے بزرگان قوم معاف فرماوینگے کہ میں اس راہ کو قومی ترقی کی راہ نہیں سمجھتا ۔

اسقدر سننے کے بعد ضرور میرے دوستوں کے دل میں جو اسوقت یہاں تشریف رکھتے
ہیں یہ خیال پیدا ہوا ہوگا کہ اگر یہ تدبیریں ترقی کی طرف مائل نہیں ہیں تو وہ تدبیریں کیا ہیں جن کا ترقی
کی طرف میلان ہے - جو کچھ میرا خیال اس امر کی نسبت ہے میں ضرور اس کو بتاؤنگا میں نہایت
خوش ہوں بلکہ میری آرزو ہے کہ ہماری قوم خود اپنے اتفاق سے قومی اسکول اور قومی کالج

قایم کرے اور اُن کی کثرت ہو کہ گورنمنٹ کو مجبوری اپنے اسکول اور کالجوں کو اُٹھا لینا پڑے مگر ہمکو کسی اسکول کے قایم کرنے کا ارادہ نہیں کرنا چاہیئے جب تک کہ ہم انٹرنس کلاس کی پڑھائی کا اسکول نہیں قایم کرسکتے اور جس میں ایک نہایت عمدہ اور لایق پورا جنٹلمین یورپین ہیڈ ماسٹر مقرر نہیں کرسکتے۔ ایسا اسکول بارہ سو (الکعہ) روپیہ ماہواری مستقل آمدنی کے بغیر قایم نہیں ہوسکتا۔ اس درجہ سے کمتر درجہ کا اسکول قایم کرکے بچوں کو اُس میں پھنسانا قومی نقصان کا باعث ہے اور نہ اُس کی ضرورت ہے کیونکہ اسقدر تعلیم حاصل کرنے کے بہت سے وسیلے موجود ہیں +

اسیطرح ہمکو کسی کالج کے قایم کرنے کا ارادہ نہیں کرنا چاہیئے جب تک کہ ہم اسقدر سرمایہ بہم نہ پہونچالیں جس سے علاوہ ہندوستانی پروفیسروں کے کم سے کم تین یورپین پروفیسر نہایت عمدہ خصلت کے اور پورے جنٹلمین مقرر نہ کرسکیں دو ہزار پانسو روپیہ ماہواری سے کم میں ایسا اسٹاف جمع نہیں ہوسکتا۔ اور متفرق اخراجات اور ضروری کتب خانہ کے لیئے جو کالج کے لیئے ضروری ہے اس کے سوا روپیہ کا ہونا ضروری ہے۔ ظاہر ہے کہ قوم کی حالت ایسی نہیں ہے کہ ہر جگہ وہ ایسے اسکول اور کالج قایم کرسکے مگر سب کو اپنی قوت مجموعی سے کسی جگہ اُس کو پورا کرنا چاہیئے۔ جب ایک جگہ پورا ہولے تو پھر دوسری جگہ قایم کرنے میں اپنی مجموعی قوت کو کام میں لاویں +

اگر وہ یہ کام نہیں کرسکتے تو بعوض چھوٹے چھوٹے اسکول بنانے کے کسی مقام کو پسند کریں جہاں عمدہ اسکول یا کالج ہو اور وہاں پر لڑکوں کے رہنے کا اور وہاں کی سکونت کے اخراجات میں امداد دینے کا انتظام کریں اور قوم کے لڑکوں کو جمع کرکے وہاں رکھیں اور جو روپیہ کہ چھوٹے چھوٹے اسکول بنانے میں صرف کرتے ہیں اُس کو اُن کی تعلیم دلانے میں خرچ کریں +

اس تدبیر میں دو نقص باقی رہتے ہیں جو میرے خیال میں بہت بڑے ہیں گو کہ لوگ اُنکا کم خیال کرتے ہیں اس وقت جس قدر کالج و اسکول ہیں وہ گورنمنٹ کے ہیں یا گورنمنٹ کے ہاتھ میں ہیں یا مشنریوں کے ہاتھ میں ہیں اُن کے انتظام میں ہمکو کچھ مداخلت نہیں یا برائے نام کچھ ہے اور اُن کا انتظام ہم اپنے دلخواہ نہیں کرسکتے اور جو حاجتیں مسلمان لڑکوں کی تعلیم میں ہیں وہ اُن سے پوری نہیں ہوسکتیں۔ علاوہ اسکے مسلمان بچوں کو صرف تعلیم ہی دیدینا کافی نہیں ہے۔ اُن میں قومیت کی روح پھونکنی اُن کی تعلیم سے بھی زیادہ ضروری ہے یہ روح اُن میں پڑ نہیں سکتی جب تک گروہ گروہ مسلمان بچے ایک جگہ جمع کرکے تعلیم نہ دیئے جاویں اور اُن کے دل میں قومی کالج کے ہونے کے خیال کا اثر اور قومی کالج میں تعلیم پانے کا جوش

پیدا نہ ہو۔ اسے صاحبو میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ جب تک یہ روح ہماری قوم میں نہ آویگی اُسوقت تک ہماری قوم مُردہ بصورت زندہ رہیگی اور کسی چیز میں تعلیم ۔ دولت ۔ عزت ۔ ہمت حمیت غیرت کسی چیز میں عروج کے درجہ پر نہیں پہونچنے کی ۔ خدا ہماری قوم کی مدد کرے ۔ (یہ میری اسپیچ تھی جو میں نے لکھنؤ میں کی تھی) ؛

جناب صدر انجمن ۔ اس اسپیچ میں جو میرا مطلب تھا وہ بہت صاف تھا یعنی میں یہ نہیں کہتا کہ ابتدائی تعلیم کے لیئے مدرسے نہ قایم کیئے جائیں اور میں کیونکر یہ کہہ سکتا ہوں کیونکہ جب تک ابتدائی تعلیم انٹرنس تک نہ ہوگی تو مسلمان بچے کالج کلاس تک کیونکر پہنچ سکینگے بلکہ میرا مطلب یہ تھا کہ ابتدائی تعلیم کے لیئے ناقص اور تعلیم کے خراب کرنیوالے مدرسے جنمیں نہ عمدہ تعلیم ہوتی ہو نہ لایق ماسٹر ہوں قایم کرنے مسلمانوں کے بچوں کی تعلیم کو نقصان پہنچانیوالے ہیں اگر عمدہ مدرسے قایم نہیں کرسکتے تو ناقص مدرسے قایم مت کرو بلکہ ایسی تدبیر کرو جس سے مسلمان بچوں کو عمدہ مدرسوں میں تعلیم پانے کا موقع ملے ؛

دوسرا مطلب میرا یہ تھا کہ ادنٰے تعلیم قوم کی ترقی کے لیئے کافی نہیں ہے ۔ قوت کو مجتمع کرو اور اعلٰے تعلیم میں مدد دو ۔ اب آج کے رزولیوشن میں میں نے دو امر پیش کیئے ہیں ۔

ایک یہ کہ درباب ترقی تعلیم و تربیت مسلمانوں کے جو کچھ ابتک ہوا ہے وہ محض ناکافی ہے اور اگر یہی حالت رہی تو صدیاں گذرنے پر بھی تبدیل حالت نہیں ہونے کی ؛

دوسرے یہ کہ اگر اعلٰے درجہ کی تعلیم و تربیت کے لیئے متفقہ کوشش سے انتظام نہ کیا جاویگا تو ترقی مسلمانوں سے بالکل مایوس ہوجانا چاہیئے ؛

پہلا امر جو اس رزولیوشن میں ہے اور تربیت کا اشارہ اُس میں کیا گیا ہے مجھے یقین ہے کہ اس باب میں کوئی انکار نہیں کرسکتا کہ تمام کالجوں میں جو اس وقت گورنمنٹ کی طرف سے یا مشنریوں کی طرف سے قایم ہیں کوئی تدبیر طالب علموں کی تربیت اور اُن کے اخلاق درست کرنے کی نہیں ہے ۔ اور نہ ایک جگہ مسلمان بچے جمع ہیں کہ آپس میں مل جُل کر رہنے سے باہمی ارتباط اور قومی ہمدردی پیدا ہو ۔ بلکہ کالج کی جن جماعتوں میں مسلمان معدود اور غیر قوم کے لوگ کثرت سے ہیں وہاں مسلمانوں کی قومی فیلنگ ہمیشہ دبی رہتی ہے اور قریباً قریباً معدوم ہوسکیے ہوجاتی ہے اور یہ اثر ایک غیر محسوس حالت سے طبیعت میں بیٹھ جاتا ہے ۔ جو لوگ انسان کی طبیعت کی حالت کو سمجھنے والے ہیں وہ اس بات کو بخوبی سمجھ سکتے ہیں ۔ آپنے اور میرے دوستوں نے جو اس حال میں موجود ہیں متعدد کالجوں کو دیکھا ہوگا ۔ کیا وہ اُن کالجوں میں مسلمان طالب علموں کی ایسی ہی خوش حالت پاتے ہیں جیسے کہ ہمارے کالج کے طالب علم اس خیال سے

خوش ہوتے ہیں کہ وہ اپنے قومی کالج میں پڑھتے ہیں اور اپنی قوم کے ایک گروہ کو دیکھکر جو اُن کے ساتھ پڑھتے اور رہتے ہیں قومی فخر اور فرحت حاصل کرتے ہیں اور اُن کی اُمنگیں ہر دم تر و تازہ سرسبز و شاداب ہوتی رہتی ہیں اور کیا آپکے نزدیک اس کا اثر طبیعت انسانی پر نہیں ہوتا اور قومی فخر اور قومی ہمدردی اُس سے پیدا نہیں ہوتی۔ ڈھائی سو مسلمان طالب علموں سے زیادہ اس وقت تک بورڈر ہیں جو نہی جوش اور قومی ہمدردی کی فیلنگ آپ اُن میں پاتے ہیں کیا دوسرے کالجوں میں جہاں مسلمان اَور قوموں کے ساتھ ملکر پڑھتے ہیں اُن میں بھی یہی جوش اور یہی قومی فیلنگ پاتے ہیں۔ یہ ایک ادنٰے نمونہ اُس تربیت کا ہے جس کا میں نے ابھی ذکر کیا۔ یہی نشان قومی ترقی کا ہے اور اسی قسم کی تعلیم سے قوم قوم بنتی ہے۔ و اشہد باللہ ان ھٰذا لھو الحق المبین ٭

اب رہا مسئلہ تعلیم کا جس کی نسبت میں کہتا ہوں کہ اب تک جو کچھ ہوا ہے وہ محض ناکافی ہے بلکہ نہایت رنج اور افسوس کے قابل ہے۔ اس کی زیادہ تشریح کرنے کی مجھے کچھ ضرورت نہیں ہے۔ اسی ہال میں سید محمد محمود نے ابتداء تقرر یونی ورسٹیوں سے زمانہ حال تک کی تحصیل علوم و فنون انگریزی میں مسلمانوں کا جو حال رہا ہے اُسپر لکچر دیا ہے۔ ڈائی گرام کے نقشے انہوں نے سب کے سامنے رکھے ہیں جس سے ہر شخص آنکھ سے دیکھ سکتا تھا کہ ہمارے ہموطن ہندو بھائیوں کی تعلیم کی شاخ ہر ایک یونی ورسٹی میں سر بفلک کشیدہ ہے اور مسلمانوں کی تعلیم کی شاخ سرنگوں بر زمین اُفتادہ۔ کیا اس سے زیادہ دل دُکھانیوالا نقشہ محبان قوم کے خیال میں گذر سکتا ہے۔ کیا اسکی کوئی اَور نظیر اس سے زیادہ رنجدہ دیکھی جاسکتی ہے۔ اگر اعداد میں اس کا حال پوچھو تو یونی ورسٹی کی تعلیم میں ہندوؤں کے مقابل میں مسلمانوں کی تعلیم کا حال اس طرح پر ہے۔ کلکتہ یونی ورسٹی میں فیصدی سوا پانچ۔ الہ آباد یونی ورسٹی میں فی صدی نو سے کچھ زیادہ۔ مدراس یونیورسٹی میں فی صدی پون سے بھی کم۔ بمبئی یونی ورسٹی میں فی صدی پونے دو۔ پنجاب یونی ورسٹی میں اٹھائیس سے کچھ زیادہ۔ اور مجموع یونی ورسٹیوں میں فی صدی سوا چار سے کچھ کم ٭

اگرچہ میں اس وقت اپنے زندہ دل پنجابی بھائیوں کو مبارکباد دیتا ہوں کہ اُن کی تعلیمی حالت بلحاظ یونی ورسٹی کی تعلیم کے اَور صوبوں سے اچھی ہے مگر اسی کے ساتھ میں یہ بھی کہونگا کہ پنجاب میں مسلمانوں کی آبادی بہت زیادہ ہے اگر پنجاب کے مسلمان باشندے یونی ورسٹی کی تعلیم میں اپنے ہندو بھائیوں سے سوایا ڈیوڑھا حصہ نہ لیں تو اُن کی نسبت یہ نہیں کہا جاسکتا کہ انہوں نے تعلیم میں ترقی کی ہے ٭

جناب صدر انجمن۔ ایک بہت بڑی غلطی چلی آتی تھی جب اندازہ مسلمانوں کی

تعلیم کا بلحاظ پاپولیشن کے کیا جاتا ہے - ہندوؤں کے ساتھ اُن قوموں کو بھی شامل کیا جاتا ہے جن کا نام ہندو شاستہ میں **شودر** قرار دیا ہے اور وہ اُن وحشی لوگوں کی نسل ہے جبکہ آریا لوگوں نے شمالی ہندوستان سے آکر فتح کیا تھا اُن قوموں میں ابتدا سے آج تک کبھی تعلیم کا خیال بھی نہوا تھا اور نہ ابتک خیال ہے بلکہ اگر میں یہ کہوں کہ اُن کو تعلیم دینا جانوروں کی تعلیم دینے سے کم مشکل نہیں ہے تو بیجا نہ ہوگا - پس ایسی قوموں کا جو نہایت کثرت سے ہندوستان میں موجود ہیں - ہندو آریا قوموں کے ساتھ پاپولیشن میں شمار کر کے اُن کے مقابلہ میں مسلمانوں کی تعلیم کا اوسط نکالنا ایک نہایت غلطی ہے +

ایجوکیشن کمیشن میں بھی اسپر بحث ہوئی - ایجوکیشن کمیشن نے بھی چند قوموں کو ہندوؤں کے ساتھ پاپولیشن میں شمار کر کے ہندوؤں اور مُسلمانوں کی تعلیم کا اوسط نکالنا غلط سمجھا اور ہندؤں کی چند قوموں کو پاپولیشن کے شمار سے خارج کر کے مختلف صوبوں میں مختلف نسبتوں سے تعداد ہندو اور مُسلمانوں کے پاپولیشن کی قرار دی ہے اور باعتبار پاپولیشن کُل ہندوستان کے یہ قرار دیا کہ تعلیم کے معاملہ میں پاپولیشن کے حساب سے مُسلمانوں کو ہندوؤں کا ایک چوتھائی سمجھنا چاہیئے میں اُن کی اس رائے کو تسلیم نہیں کرتا اور میرے نزدیک ہندوؤں کی اُن قوموں کی تعداد کو جن کو تعلیم سے تعلق ہے مُسلمانوں کی تعداد کے برابر سمجھنا چاہیئے - لیکن اگر میں اِس رائے کو چھوڑ دوں اور مُسلمانوں کے پاپولیشن چہارم تسلیم کروں تو بھی مُسلمانوں کی تعلیم کا نہایت خراب نتیجہ نکلتا ہے +

یونی ورسٹی الہ آباد سے (۴۳۰) ہندو گریجوایٹ ہوئے ہیں اور مسلمان بحساب تیرہ فی صدی (۶۴ ۱/۴) ہونے چاہیئے تھے مگر خوش قسمتی سے (۷۹) ہیں - اِس خوش قسمتی کو خواہ تم اُن چند مُسلمانوں کی کوشش کا نتیجہ سمجھو جو بیس برس سے مُسلمانوں کی ترقی پر کوشش کر رہے ہیں خواہ یہ کہو کہ بمقتضائے زمانہ ہے - لیکن اگر یہ کہوگے تو اسکا بھی جواب دینا ہوگا کہ اگر صوبہ الہ آباد میں باقتضائے زمانہ ترقی ہوئی ہے تو اَور صوبوں میں کیوں نہیں ہوئی - کلکتہ یونی ورسٹی سے (۷۸۱) ہندو گریجوایٹ ہوئے اور مسلمان بحساب تیس فیصدی (۲۳۴ ۴/۱۰) ہونے چاہیئے تھے حالانکہ (۲۱۳) ہیں - مدراس یونی ورسٹی سے (۶۸۳۴) ہندو گریجوایٹ ہوئے اور مسلمان بحساب چھٹہ فیصدی (۱۰۹ ۳/۴) ہونے چاہیئے تھے حالانکہ (۲۲) ہیں - بمبئی یونی ورسٹی سے (۱۴۲۴) ہندو گریجوایٹ ہوئے اور مسلمان بحساب چہارم (۳۵۶) ہونے چاہیئے تھے حالانکہ (۲۶) ہیں - پنجاب یونی ورسٹی سے (۲۴۶) ہندو گریجوایٹ ہوئے اور مُسلمان بحساب ساٹھ فیصدی (۱۶۰) ہونے چاہیئے تھے حالانکہ (۶۹) ہیں - مجموع یونیورسٹیوں میں **۹۷۱۵** ہندو گریجوایٹ ہوئے جس کا چہارم (۲۴۲۸ ۳/۴) ہوتا ہے مگر مُسلمان صرف **۴۰۹** پاس ہوئے

ہیں۔ پس اس سے زیادہ کیا بدتر حالت مسلمانوں کی تعلیم کی ہوسکتی ہے۔ کیا **ہماری قوم** اسپر افسوس نہیں کرتی اور اگر کرتی ہے تو اس آفت کے دُور کرنے کی کیا تدبیر کرتی ہے ؟

اب ہمنے جو نہایت مستعدی سے اس قومی آفت کے دُور کرنے پر کمر باندھی ہے اور **محمڈن اینگلو اورینٹل کالج** علیگڈھ میں قایم کیا اُس کا بھی مختصر حال سُن لیجیئے۔ اتنے بڑے عظیم الشان کام کا جیسا کہ محمڈن اینگلو اورینٹل کالج ہے اور قومی ترقی کے جس خیال سے قایم ہوا ہے اور جس کا پورا ہونا صرف قومی امداد پر منحصر تھا اُس کی تکمیل کے لیئے روپیہ فراہم کرنے میں ہمنے کوئی دقیقہ اُٹھا نہیں رکھا کیونکہ روپیہ کی امداد کے بغیر اُس کا پورا ہونا محالات سے تھا اُسکے لیئے ہمنے دست گدا گری ہر امیر و غریب کے سامنے دراز کیا اور اُس عار کو اپنے پر گوارا کیا جسکی نسبت کہا گیا ہے کہ

بدست آہک تفتہ کردن خمیر
بہ از دست بر سینہ پیش امیر

اے جناب صدر انجمن۔ ہمنے اِسی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ قیامت کا عذاب اپنی گردن پر لیا۔ کالج کی تکمیل کے لیئے۔ نہیں نہیں قومی ترقی کا سامان مہیا کرنے کے لیئے لاٹری ڈالی۔ جُوا کھیلا۔ اسپر بھی بس نہیں کیا اور اِس شعر پر عمل کیا

رو مسخرگی پیشہ کن و مطربی آموز
تا داد خود از کہتر و مہتر بستانی

سوانگ بھرا۔ اسٹیج پر کھڑے ہوئے۔ دوستوں نے فقیروں کا بھیس بدلا۔ بدو بنکر اور ریتڑھا بغل میں داب کر خدا کے لیئے مانگا مگر قوم نے کچھ نہ سمجھا اور مقصد پورا نہ ہوا ؟

آپ دیکھتے ہیں کہ کالج کی عمارتیں ناتمام پڑی ہیں۔ اس عظیم الشان تعلیم کے اخراجات کے لیئے ہمکو کافی طمانیت نہیں ہے۔ مسلمانوں کو اعلےٰ تعلیم دینے کے لیئے اُن کو اسکالرشپ اور وظایف دینے کی ضرورت ہے کیونکہ اُن کی حالت افلاس ایسی ہے کہ بغیر امداد کے اُن کی تعلیم نہیں ہو سکتی۔ ہمارے پاس کوئی کافی سرمایہ اُن کی امداد کا نہیں ہے ؟

طالب علموں کی کثرت آپ دیکھتے ہیں اُن کے رہنے کے لیئے بورڈنگ ہوس کافی نہیں ہیں۔ ہمارے پاس سرمایہ نہیں ہے کہ ہم اَور زیادہ بورڈنگ ہوس بنا سکیں جس طرح اور جس حیثیت سے ہم طالب علموں کو بورڈنگ ہوس میں رکھنا اور اُن کو تعلیم دینا چاہتے ہیں اُسطرح پر نہیں رکھ سکتے کیونکہ اُسکے لیئے روپیہ نہیں ہے۔ مسجد میں جس میں ایک گروہ کثیر طالب علموں کا نماز پڑھتا ہے اور ایسی بڑی جماعت ہوتی ہے کہ شاید اَور کسی مسجد میں ایسی جماعت نہوتی ہوگی

وہ ناتمام پڑی ہے اور ہماری قوم کے لیئے نہایت فخر کا مقام ہے کہ وہاں ایک چھپر پڑا ہوا ہے جس میں نماز ہوتی ہے ۔

ہمنے والنٹیر مقرر کیئے کہ قوم سے اس کام کے پورا ہونے کو پیسہ آنہ دو آنہ تحصیل کریں اُس میں ناکامی ہوئی۔ پھر ہمنے بنی فیکٹر مقرر کیئے کہ قوم سے تھوڑا تھوڑا وصول کر کے روپیہ جمع کریں۔ ہمارے دوست نیاز محمد خاں نے پنجاب میں بھی والنٹیر مقرر کو جگہ جگہ بابتک جو نتیجہ ہوا ہے اُس کا حال بھی سن لیجئے کہ ہمارے دوست نیاز محمد خاں کے مقرر کردہ والنٹیروں نے [illegible] روپیہ تحصیل کیا ہے اور وہ آپ کی اجازت سے اپنی کارروائی کی رپورٹ اجلاس میں پڑھیں گے ۔

میں نے ۲۹۱ بنی فیکٹر مقرر کیئے جو ہر طرح پر صاحب وجاہت ہیں اگر وہ قوم کے لیئے ایک ایک جَو کے برابر بھی چاندی یا تانبا تحصیل کرتے تو ادنےٰ درجہ سو روپیہ تک ہر ایک کو جمع کر لینا کچھ مشکل نہ تھا اور اُنتیس ہزار ایک سو روپیہ جمع ہو جاتا۔ مگر اُن کی کارروائی کا یہ نتیجہ ہے کہ اسوقت تک صرف ایک ہزار سات سو روپیہ فراہم ہوا ہے ۔

جناب صدر انجمن - یہ نہ خیال کیا جاوے کہ قوم کی مفلسی اس ناکامی کا باعث ہے کیونکہ ایک چار آنہ کا مزدور بھی ایک آنہ یا دو پیسے قومی کام کے لیئے دے سکتا ہے اور اتنے ہی میں ہم لاکھوں روپیہ قوم کے لیئے جمع کر سکتے ہیں مگر قوم میں قومی جوش نہیں ہے اور اس لیئے وہ اُس محنت کو جو اس طرح پر قوم کے لیئے روپیہ جمع کرنے میں ہوتی ہے گوارا نہیں کرتی ۔

جناب صدر انجمن - آپ یہ خیال نفرمائیے گا کہ میں قوم کے اُن فیاض لوگوں کی جنھوں نے ہزار ہا روپیہ اس کام کے لیئے عطا کیا ناشکری کرتا ہوں۔ بلکہ میں قوم کے فیاض بزرگوں اور قومی سرداروں کا دل سے شکر گزار ہوں جنھوں نے ہزار ہا روپیہ سے کالج کی اور قومی تعلیم کی مدد کی۔ علے الخصوص **حضور عالی نظام حیدر آباد** دام سلطنتہ کا جن کی بے مثل فیاضی سے یہ قومی مدرسہ اس خوبی سے چل رہا ہے۔ میں اپنی قوم کے اور اپنے چند ہم وطن ہندو بھائیوں کے اور یوروپین دوستوں کے اُن فیاض بزرگوں کا بھی دل سے شکر کرتا ہوں جن کی فیاضی سے ایسا عجیب کام جیسا کہ یہ کالج ہے جہاں تک تعمیر ہوا ہے جس کی نظیر تمام ہندوستان میں موجود نہیں ہے۔ بلاشبہ اس مدرسہ کا اس قدر تعمیر ہو جانا عجائب روزگار میں گنا جاتا ہے اور یہ جو کچھ ظہور ہوا ہے ہماری قوم کے **فیاض بزرگوں** کی فیاضی کا نتیجہ ہے۔ مگر میں قوم کی شکایت محض اس وجہ سے کرتا ہوں کہ اگر اُن فیاض لوگوں کی تعداد کو جنھوں نے کالج کی مدد کی ہے قوم کی اُس تعداد سے مقابلہ کیا جاوے جو ابتک اُس کی امداد میں شریک نہیں ہوئے اور

جن کو بقدر اپنی حیثیت کے کالج کی مدد کرنا ضرور تھی تو ایسی نسبت نکلیگی کہ کسور اعشاریہ سے بھی اُس کا بیان کرنا مشکل ہو جاوے گا - پس یہ جو کچھ ہوا فیاض لوگوں کی فیاضی کا نتیجہ ہے مگر قوم کو من حیث القوم جو کچھ کرنا ضرور تھا وہ قوم نے نہیں کیا اور نہ قوم کے بزرگوں نے ایسا طریقہ اختیار کیا جس سے قوم کو من حیث القوم مدد کرنے کا موقع ملتا - پس میری شکایت قوم کے اُن بزرگوں سے ہے جن کو ایسا طریقہ اختیار کرنا ضرور تھا جس سے قوم کو من حیث القوم مدد کرنے کا موقع ملتا ✣

اے جناب صدر انجمن - میں نے اپنی دانست میں اپنے دعووں کو بخوبی ثابت کر دیا ہے کہ قوم کی حالت تعلیم نہایت ناچیز درجہ پر اور محض ناکافی ہے اور اُس کو اعلےٰ درجہ کی تعلیم و تربیت پر پہونچانے کا تمام ہندوستان میں کوئی پورا سامان نہیں ہے اور بغیر اعلےٰ درجہ کی تعلیم و تربیت ہونے کے نہ قوم قوم بن سکتی ہے اور نہ قوم کو کوئی عزت حاصل ہو سکتی ہے - پس اگر قوم اسپر متوجہ نہ ہو اور اُس کے لیئے اعلےٰ درجہ کی تعلیم و تربیت کا متفقہ کوشش سے انتظام نہ کرے تو اُس کا صاف نتیجہ یہ ہے کہ ترقی حالت مسلمانان سے بالکل مایوس ہو جانا چاہیئے - اگر کچھ سہارا ہوتا ہے تو حضرت یعقوب علیہ السّلام کے قول سے ہوتا ہے جبکہ اُنہوں نے اپنے بیٹوں سے کہا لا تیأسوا من روح اللہ انہ لا ییأس من روح اللہ الا القوم الکافرون ✣

اے جناب صدر انجمن اور اے ہماری قوم کے بزرگو - جو اس وقت اِس بڑے ہال میں صرف قومی بھلائی کے ارادہ سے جمع ہو مجھ کو معاف کیجیئے کہ میں آپ سب صاحبوں سے ایک سوال کرتا ہوں کہ محمڈن اینگلو اورینٹل کالج جس درجہ تک کیا بہ حیثیت تعمیر عمارات اور کیا بہ حیثیت تعلیم و تربیت مسلمانان پہونچ گیا ہے اگر تم اس کی پروا نکرو تو موجودہ حالت میں کوئی دوسرا انسٹیٹیوشن کسی شہر و قریہ میں قایم کر کے اِس درجہ تک پہونچا سکتے ہو اگر بالفرض اِس درجہ تک پہونچا بھی دو تو وہی کرو گے جو ہو چکا ہے اور نتیجہ یہ ہوگا کہ یہ بھی ناتمام اور وہ بھی ناتمام - لیکن اے دوستو - جو مشکلات مجھ کو اس کالج کے اس درجہ تک پہونچانے میں پیش آئی ہیں اور وہ تائیدات غیبی جو اتفاقات زمانہ سے اِس کالج کو اِس درجہ پر پہونچانے میں مجھ کو ملی ہیں اُن پر لحاظ کر کے میں کہہ سکتا ہوں کہ کسی جدید انسٹیٹیوشن کو اِس درجہ تک پہونچانا سخت مشکل کام ہے مگر وہ پورا نہیں ہوا پس تمام قوم کو متفقہ کوشش سے اُس کو پورا کرنا لازم ہے کیونکہ اِس وقت تمام ہندوستان میں قوم کے نوجوان ہونہار بچوں کو اعلےٰ درجہ تعلیم و تربیت تک پہونچانے کا اور کوئی ذریعہ نہیں ہے ✣

مَیں خوب جانتا ہوں اور میرے کانوں نے سُنا ہے اور میری آنکھوں نے تحریرات کو

دیکھا ہے کہ جب میں قوم سے چاہتا ہوں کہ متفقہ کوشش سے اس کو پورا کرو تو میرے اپنے کہنے کو لوگ خودغرضی پر محمول کرتے ہیں - **اے دوستو** - اگر میری غرض قوم کی بھلائی اور قوم کی ترقی ہے تو کیوں تم اُس میں معاون اور مددگار نہیں ہوتے - اگر میری غرض اس میں نام آوری ہے **وَمَا اُبَرِّئُ نَفْسِیْ اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَۃٌ بِالسُّوْٓءِ اِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّیْ** - تو البتہ اس کا مجھ کو افسوس ہے - لیکن **اے قوم** یاد رکھو کہ اس کام کے ناتمام رہجانے میں اور کالج کے ویران ہوجانے میں اور ہمارے طالب علموں کی جگہ خرگاہ ہوجانے میں تمہاری نہ تم میں سے کسی ایک کی بلکہ قوم کی قوم کی بدنامی اور ذلت اُس سے بہت زیادہ ہوگی جتنی کہ اُس کے پورا ہوجانے میں کسی کو میری خیالی ناموری کا افسوس ہو ❊

جناب صدر انجمن - مَیں اقرار کرتا ہوں اور دل سے اِسپر یقین رکھتا ہوں کہ ایک مدرسہ کا ہونا تمام ہندوستان کے لیئے کافی نہیں ہے بلکہ جس قدر مدرسے یونیورسٹیوں کے متعلق اسوقت انگلینڈ اسکاٹلینڈ آیرلینڈ میں موجود ہیں اُس سے زیادہ تعداد کے مدرسے ہندوستان میں ہونے چاہییں مگر میں یہ کہتا ہوں کہ جو کام پہلے شروع ہوگیا ہے اور ایسے درجہ تک پہونچگیا ہے جس کا خیال بھی نہیں ہوسکتا تھا قوم کی تمام قوتیں متفق ہوکر اوّل اُسکو پورا کرو اُسکے بعد ویسا ہی کام دوسری جگہ شروع کرو اور متفقہ کوشش سے اُس کو پورا کرو پھر تیسرا کام شروع کرو علےٰ ہٰذا القیاس - اگر ایسا نہ کیا جاوے گا تو سب کام ادھورے اور ناقص رہجاوینگے اور کوئی بھی پورا نہ ہوگا اور قوم کو شدید نقصان پہونچے گا - اگر میری ان معروضات میں کچھ اصلیت اور حقیقت ہے تو قوم سے میری درخواست ہے کہ اپنی قوت کو متفق کرکے اُس کو پورا کریں - قوم بلا شبہ مفلس ہے مگر ایسی مفلس نہیں ہے کہ متفق ہوکر بھی قوم کی ضروریات کو انجام نہ دیسکے - اگر قوم کوشش کرے اور بلحاظ آبادی کے فی شخص ایک روپیہ اوسط کے حساب سے وصول کرے تو کتنی کروڑ روپیہ فراہم ہوتا ہے اور متعدد مدرسے مثل ایسے مدرسہ کے ہندوستان میں قایم ہوسکتے ہیں پنجاب شمال مغربی اضلاع اور اودھ سے اگر اس حساب سے روپیہ فراہم کیا جاوے تو ہر ایک صوبہ میں اس کی مانند مدرسے قایم ہوسکتے ہیں ہاں **قوم کی توجہ** اور قوم میں جو **محب قوم** ہیں اُن کی ہمت و کوشش درکار ہے ❊❊

ہمارے کالج کے چند طالب علموں نے ایک کمیٹی بنام **الفرض** قایم کی ہے اُنھوں نے عہد کیا ہے کہ جب تک وہ زندہ ہیں کالج کے پورا کرنے اور قوم کو ترقی دینے میں کوشش کرتے رہیں گے اور وہ بقدر اپنی حیثیت کے کامیاب بھی ہوئے ہیں - کیا ہماری قوم کے بزرگوں کا یہ فرض نہیں ہے کہ وہ خدا کے سامنے ایسا ہی عہد کریں کے اس کالج کے پورا کرنے میں [illegible]

بدل ہو جاتے ہوں ۔

جناب صدر انجمن ۔ خدا نے اپنی تمام مخلوق کو ایک ہی اصول پر پیدا کیا ہے آپ ایک نہایت خوبصورت سرسبز و شاداب درخت کو دیکھتے ہیں کہ خشک ہونا شروع ہوتا ہے وہی زمین ہوتی ہے جس میں وہ پیدا ہوا ہے ۔ وہی آسمان کا پانی اُس کو سینچتا ہے ۔ وہی سورج کی کرنیں جو اُس کو قوت پہونچاتی تھیں موجود ہوتی ہیں ۔ وہی ہوائے محیط اُس کے سرسبز رکھنے کو چلتی رہتی ہے مگر اُس کی اندرونی حالت ایسی خراب ہو جاتی ہے کہ اُس میں نہ جذب منافع کی قوت رہتی ہے نہ دفع مضار کی ۔ اور نہ تغذیہ حاصل کرنے کی ۔ پھر رفتہ رفتہ سوکھ جاتا ہے اور آگ کی بھٹی کا ایندھن ہوتا ہے ۔ ہماری قوم کا بھی یہی حال ہو گیا ہے قوائے اندرونی جو ذریعہ ترقی ہیں معدوم ہوتے جاتے ہیں ۔ جو رہے ہیں وہ بھی چند روز میں معدوم ہو جاوینگے ۔ ہائے افسوس اُس دن پر جبکہ وہ بھٹی میں ڈالے جانے کے قابل ہوں ۔

جناب صدر انجمن ۔ لوگ کہتے ہیں کہ اعلے تعلیم کا نتیجہ کیا ہے ۔ اب بھی جس قدر بی اے اور ایم اے موجود ہیں اُن کو بھی نوکری نہیں ملتی پھر اَور جو بی اے اور ایم اے ہو جاوینگے وہ کیا کرینگے اور اُن سے قومی ترقی کیا ہو گی ۔

اوّل تو میں یہ کہوں گا کہ اس وقت تک مسلمانوں میں اعلے تعلیم کا وجود نہیں ہے ۔ یونیورسٹیوں سے بی اے اور ایم اے ہو جانا اوّل تو اعلے درجہ کی تعلیم نہیں ہے اور پھر اسپر زیادہ افسوس یہ ہے کہ جو لیاقت بنگالی بی اے اور ایم اے کو حاصل ہوتی ہے وہ بدقسمتی سے مسلمان بی اے اور ایم اے کو حاصل نہیں ہوتی ۔ کیا آپ ہمکو کوئی ایسا مسلمان بتا سکتے ہیں جس میں ایسی لیاقت ہو کہ اگر مسلمانوں کی طرف سے کوئی انگریزی اخبار جاری ہو تو اس لیاقت سے اڈیٹری کر سکے کہ اُسکے لکھے ہوئے مضامین کو ۔ اُس کی عبارت کو ۔ اُسکے طرز تحریر کو انگریز پسند کریں اور اُن پر اثر ڈالے اور انگریزوں کو اُسکے پڑھنے کا شوق ہو ۔ اور مسلمانوں کے مقاصد اُس سے پورے ہو سکیں ۔ صد افسوس میری صاف گوئی پر جو میں نہایت دلسوزی سے کہتا ہوں میرے دوست مجھ کو معاف کرینگے کہ جو مسلمان ولایت میں بھی تعلیم پاکر آتے ہیں وہ بھی قوم کے لیئے اپنے ساتھ علوم و فنون و لٹریچر کی کیا چیز لاتے ہیں ۔

علاوہ اس کے بڑی نافہمی کا کام ہو گا اگر تمام بی اے اور ایم اے صرف سرکاری نوکری کی غرض سے پڑھیں اور اپنی بہبودی کو صرف سرکاری ملازمت پر منحصر کریں کیونکہ وہ خوب جانتے ہیں کہ ہر ایک بی اے اور ایم اے کو سرکاری نوکریاں ملنی محالات سے ہیں ۔ مگر میں کہوں گا کہ سرکاری نوکری کا خیال پیدا ہونے اور اُسی پر اپنے تئیں منحصر رکھنے کا سبب یہی ہے کہ اُن کو اعلے درجہ کی

تعلیم حاصل نہیں ہے۔ اُن کو ایسی لیاقت پیدا نہیں ہوئی کہ وہ اپنے قوت بازو سے کچھ کر سکیں۔
اِس لیئے ہمت ہارے ہوئے ہیں اور سرکاری ملازمت جو ادنٰے درجہ زندگی بخاہے اور جس میں صرف
بی اے اور ایم اے کے نام سے فروخت ہوسکتے ہیں دوڑتے ہیں۔ ابھی ہمارے کالج کے
پروفیسر **بابو جادھب چندر چکرورتی** نے میتھے میٹکس میں ایک چھوٹی سی کتاب لکھی ہے
جو یونی ورسٹی کے کورس میں بھی داخل نہیں ہے مگر اُن کو ابتک چار سو روپیہ ہواری کے قریب
اُس کی کاپی رائٹ کا ملتا رہا ہے اور اَور معلوم نہیں کہ کب تک ملتا رہیگا۔

انگریزی خوان طالب علموں کو جو بجز تلاش روزگار کے اَور کچھ نہیں سوجھتا اور اپنی قوت بازو
سے کوئی دوسرا کام کرنا اُن کے خیال میں نہیں آتا اِس کا سبب یہ ہے کہ تعلیم کے ساتھ تربیت
نہیں ہوتی اور جب تک یہ دونوں چیزیں ساتھ نہ ملیں اُس وقت تک دنیاوی امور میں کامیابی نہیں
ہوسکتی۔ وہ محنت کے عادی نہیں ہیں۔ اپنے گھر کو چھوڑنا اُن کو۔ اُن کے والدین یا مربیوں کو
ازحد شاق گذرتا ہے۔ تجارت کے مقاصد کے لیئے اُن کو غیر ملک کا سفر کرنا دُنیا سے کوچ کرنے
کے برابر معلوم ہوتا ہے۔ راست بازی۔ کفایت شعاری۔ مِلکر کوئی کام کرنے کی عادت اُن میں نہیں
ہے۔ نفاق۔ آپس کے حسد۔ ضدم ضدا۔ اُن کے خمیر میں ہے۔ سوسیٹی میں ملنے کے اصول کا
اُن کو خیال نہیں ہے اس لیئے متفق ہوکر کسی کام کے کرنے کی اُن میں استعداد نہیں ہے۔ صرف
گھر ہی تعلیم سے یہ لیاقت پیدا نہیں ہوتی۔

یونی ورسٹی کی تعلیم کی ایسی مثال ہے کہ ایک اَن گھڑ پتھر کو لیکر مورت کے ڈول میں بنا دو
مگر اُس پر پالش یا چمک دمک ہونی جس سے لوگ اُس کو پسند کریں یا اُس کے خواہاں ہوں صرف تربیت
سے ہوتی ہے۔ یہ تربیت اگر بچپنے سے ہو تو زیادہ مؤثر ہوتی ہے۔ بڑے ہونے کے بعد جبتک
نہایت قوی اثر نہ ہو مشکل سے ان امور میں طبیعت مؤثر ہوتی ہے مگر تمام یونی ورسٹیاں اور کالج
اِس قسم کی مطلق تربیت نہیں دیتے ہیں۔ **مدرسۃ العلوم علیگڈھ** میں اِس کا خیال
کیا گیا ہے اور کچھ نتیجہ بھی حاصل ہو چلا ہے مگر یہ نہیں کہہ سکتا کہ جیسا چاہیئے وہ مقصد پورا ہوا اور حاصل
ہوگیا ہے۔ جبکہ اعلےٰ تعلیم دینے میں یہ مشکلات ہیں تو کیونکر ہماری قوم کے بزرگ یہ خیال کرتے ہیں
کہ ہم چھوٹے چھوٹے اسکول یا معمولی کالج قایم کرنے سے قوم کے بچوں کو اعلےٰ تعلیم دے لیں گے
اور قوم کو اعلےٰ درجہ تعلیم و تربیت پر پہونچا دینگے۔

لفظ **تربیت** بھی تشریح کا محتاج ہے۔ اب ہم سمجھاتے ہیں کہ مسلمانوں کی تربیت سے
ہماری کیا مراد ہے۔

سب سے اوّل ہمارا یہ مقصد ہے کہ مسلمانوں میں **نیشنلٹی یعنی قومیت اور قومی اتحاد**

قومی ہمدردی جو اوّل سیڑھی قومی ترقی کی ہے قایم رہے - اِس کے لیئے ہمکو کیا کرنا ہے - سب سے مقدم یہ کرنا ہے کہ وہ مسلمان رہیں اور مذہب اسلام کی حقیت اُن کے دل میں قایم رہے اور اس لیئے ضرور ہے کہ ہم انگریزی تعلیم کے ساتھ اُن کو مذہبی تعلیم بھی دیں اور عقاید مذہبی اُنکو سکھاویں اور جہاں تک ممکن ہو اُن کو فرایض مذہبی کا پابند رکھیں - تاریخ اسلام اور مذہب اسلام کے شیوع سے جس کے سبب کُل جزیرۂ عرب کے باشندے لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ بول اُٹھے اُن کو آگاہ کریں ❊

اُس کے بعد اُن کو اُخوت اسلامی کا سبق دیں - بتلاویں کہ اُخوت اسلامی کیا چیز ہے جو نسبی اُخوت سے بھی بہت زیادہ مستحکم ہے - اِس اخوت میں کیا خوبی اور عمدگی اور تمام اخوتوں پر تفوق تھا جسکے سبب سے خدا نے اپنا احسان ہمپر جتایا اور فرمایا کہ الّف بین قلوبھم لو انفقت ما فی الارض جمیعاً ما الّفت بین قلوبھم ولٰکن اللّٰہ الّف بینھم ❊

پھر ہمکو اپنی قومیت قایم رکھنے کے لیئے عربی زبان کی بھی جو ہمارے بزرگوں اور ہمارے پاک مذہب کی زبان ہے جس قدر ہو سکے تعلیم دینا ہے - کم سے کم یہ کہ فارسی زبان ہی سکھاویں تاکہ قومیت کا اثر اُن میں پایا جاوے - انگریزی تعلیم کے سبب اُن میں سے قومیت معدوم نہونے پاوے ❊

پھر ہمکو اُن میں قومی ہمدردی پیدا کرنی ہے قومی ہمدردی کا پیدا ہونا بجز اس کے کہ غول کے غول مسلمان بچوں کو ہم ایک جگہ جمع کریں وہ سب ملکر ایک جگہ رہیں - ایک جگہ پڑھیں اور ایک ساتھ کھاویں - ناممکن ہے - اِس مطلب کے لیئے ہمکو ایک بڑا بورڈنگ ہوس بنانا ہے جس میں کم سے کم ایک ہزار طالب علم کالج کلاسوں کے رہ سکیں - اُن میں باہمی اخوت ہو - اور ماجائے بھائی بندی اُن میں پیدا ہو - اگر ہمنے اپنے بچوں میں اس طرح اخوت اور قومی ہمدردی کا جوش پیدا نہیں کیا تو آپ یقین جانیئے کہ نہ قوم قوم بن سکتی ہے اور نہ قوم کو ترقی ہو سکتی ہے اور نہ قوم کو قومی عزت کا درجہ حاصل ہو سکتا ہے ❊

پھر ہمیں اُن کو اس طرح پر رکھنا ہے کہ وہ مُردہ دل نہونے پاویں اور اُن کی دلی اُمنگیں ٹھنڈی نہ پڑنے پاویں - اُن کی جرأت وہمت کسی کام کرنے کی گھٹنے نہ پاوے بلکہ روز بروز بڑھتی جاوے - اِس مطلب کے لیئے اور اُن کی صحت جسمانی قایم رکھنے کے لیئے ہمکو اُن کے لیئے کھیلوں اور جسمانی ورزشوں کا سامان مہیّا کرنا ہے تاکہ جو ضعیف القوے ہیں اُن کی صحت محفوظ رہے اور جو طاقتور ہیں اُن میں زیادہ طاقت آوے - اُن کی ترقی تعلیم کے لیئے سوسیٹیاں اور کلب قایم کرنے ہیں - جس میں اُن کو اپنی علمی ورزش کا موقع ملے ❊

پھر ہمکو اُن کے اخلاق کی درستی پر متوجہ ہونا ہے اور اُن میں نیکی اور راست بازی سچائی اور دوستوں سے سچی دوستی کی فیلنگ پیدا کرنی ہے - اِس مقصد کے لیئے ہمکو نصیحت سے زیادہ اُن کے گرد ایسے اسباب پیدا کرنے ہیں اور اُن کے آس پاس ایسے بزرگ و نیک بزرگوں کا جمع کرنا ہے جن کے سبب سے اور جن کی صحبت سے اُن کی طبیعت نیکی اور نیک دلی کی طرف مائل ہو اور گویا اخلاق حمیدہ اُن کی طبیعت ثانیہ ہو جاوے - اے دوستو - غور کرو کہ یہ کس قدر ضروری اور کتنے بڑے کام ہیں جو بغیر قومی متفقہ کوشش کے انجام نہیں پا سکتے - پس کس قدر افسوس اور مایوسی کا مقام ہے اگر قوم ان امور کے انجام پر اپنی متفقہ کوشش کو صرف نکرے +

جناب صدر انجمن - یہ نقشہ تعلیم کا جو میں نے آپ کے سامنے کھینچا جب اِس طرح قوم کو اعلےٰ درجہ کی تعلیم ہو تو قومی ترقی ہو سکتی ہے اور ایسی ہی تعلیم پر میں نے قوم کی ترقی کو منحصر کیا ہے مگر یہ بھی پہلی سیڑھی قومی ترقی کی ہے اور قومی ترقی کا حاصل ہونا ابھی دور ہے اگر اِس کثرت سے جیسے کہ کھچڑی میں چانول اِس قسم کے تعلیم یافتہ ہماری قوم میں پیدا ہو جاویں گے تو وہ قومی ترقی کے لیئے مادہ یا ہیولے ہونگے جن سے توقع ہو گی کہ رفتہ رفتہ قومی ترقی کی صورت پکڑ جاویں - ہملوگ قومی ترقی کی جو تدبیریں سوچتے ہیں مثل اُن اندھوں کے ہیں جو ٹٹول کر ہاتھی کی صورت جاننا چاہتے تھے - ہر ایک نے اُس عظیم الجثہ جانور کے مختلف اعضا کو ٹٹولا اور سب نے اُسکی مختلف صورت بیان کی - اسیطرح ہمنے اِس عظیم الشان قوت کو ٹٹولا ہے جس کو قومی ترقی کہتے ہیں اور مختلف طرح پر اُس کو سمجھا ہے - مگر یہ ہمارے بچے جو اِس طرح پر تعلیم پا جاوینگے جن میں اتحاد اور نیکدلی - قومی ہمدردی کوٹ کوٹ کر بھری ہو گی - اُسی کے ساتھ اُن کی آنکھیں کھلی ہوئی اور دل روشن ہو گا وہ دیکھیں گے اور سمجھیں گے کہ قومی ترقی کے کیا اسباب ہوتے ہیں - اگلی قوموں نے کس طرح پر ترقی کی ہے - ترقی یافتہ قوموں کا کس طرح تنزل ہوتا ہے اور وہ پھر کس طرح ابھر سکتی ہیں - ہماری قوم کی کیا حالت ہے اور کس طرح وہ پھر زندہ ہو سکتی ہے ہمکو اُسکے زندہ کرنے کے لیئے کیا کرنا ہے اور مردہ قوم کو زندہ کرنے کے لیئے کہاں سے تریاق لانا ہے - غرضکہ اُن میں اِس قسم کا مادہ ہو گا جو قومی ترقی کو پھر اپنی قوم میں لا سکینگے - پس اے دوستو اگر تم اس تدبیر پر متفق نہیں ہو اور متفقہ کوشش اپنی قوم کی ترقی کے لیئے کرنی نہیں چاہتے ہو تو تمکو بھی اور ہمکو بھی صبر کرنا چاہیئے اور یہ سمجھ لینا چاہیئے کہ آب از جو رفتہ و تیر از کمان جستہ باز نمی آید - مرو اور گلو سڑو ذلیل ہو - یہی خدا کی مرضی ہے اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن -

اور اے میرے عزیز طالب علمو - جو اِس ہال میں جمع ہو اور اِس مدرسہ میں تعلیم پاتے ہو اگر تم اپنے

ایسا بنانا نہیں چاہتے جس کی میں نے تم سے توقع کی ہے۔ تو تم بھی وہیں جاؤ جہاں تمہاری قوم جانے والی ہے۔ افسوس یہ ہے کہ ہماری روح تمہارے اور تمہاری قوم کے لیئے رویا کریگی وَ لِلّٰہِ دَرُّ مَنْ قَالَ

ع

کہ نتواں کرد با تقدیر پیکار

ایک بہت بڑے شاعر نے راحت کے مطلب کو نہایت عمدگی سے بیان کیا ہے ؎

بقدر ہر سکوں راحت بود بنگر تفاوت را
دویدن رفتن استادن نشستن خفتن و مُردن

مگر مجھے افسوس ہے کہ اگر قوم کی یہی حالت رہی تو بعد مردن بھی مجھے راحت نہ ہوگی ❊

اخیر اسپیچ سرسید احمد خاں

جناب صدر انجمن - میں نہایت خوش ہوں کہ اس رزولیوشن پر جسکو در حقیقت میں مسلمانوں کی قسمت کا فیصلہ سمجھتا ہوں نہایت عمدہ اور مفصل مگر دلچسپ بحثیں ہو چکی ہیں۔ میں نے اپنی تقریر کو وسعت دی تھی اور سلسلہ بیان میں چھوٹے چھوٹے اسکولوں کا بھی ذکر آیا تھا۔ اس خیال سے کہ لوگوں کو معلوم ہو کہ میری مخالفت اُن چھوٹے چھوٹے اسکولوں کے قایم کرنے سے تھی اور ہے جو مسلمانوں کے بچوں کی تعلیم کو خراب کرنیوالے ہیں اور میری یہ خواہش ہے کہ ایسے اسکول قایم ہوں جو ایک پختہ بنیاد ہوں اعلےٰ تعلیم کی عمارت کے لیئے جس تعلیم کی ضرورت شدید ہماری قوم میں ہے۔ مگر اس رزولیوشن میں در حقیقت کسی اسکول کے قایم کرنے یا نہ کرنے سے بحث نہیں ہے اور نہ اُسپر مسلمانوں کی قسمت کا فیصلہ منحصر ہے۔ اس رزولیوشن میں جس امر کا فیصلہ کرنا ہے وہ صرف دو امر ہیں ❊

ایک یہ کہ در باب ترقی تعلیم و تربیت مسلمانوں کے جو کچھ ابتک ہوا ہے وہ محض ناکافی ہے۔ میں نہایت خوش ہوں گا اگر آپ سب صاحب جو قوم کی بھلائی کے لیئے یہاں جمع ہیں اور تعلیم و تربیت کی ہر ایک چیز سے واقف ہیں یہ کہدیں کہ میرا خیال غلط ہے اور جو کچھ ابتک ہو چکا ہے وہ کافی ہے۔ بس فراغت ہو گئی۔ اور مسلمانوں کی قسمت کا فیصلہ ہو گیا ❊

دوسرے یہ کہ اگر آپ صاحب پہلی بات کو تسلیم کرتے ہیں تو میں یہ کہتا ہوں کہ مسلمانوں کی ترقی اعلےٰ تعلیم و تربیت پر منحصر ہے اور جب تک اعلےٰ تعلیم اور اس سے زیادہ

تربیت کا جمہوری متفقہ کوشش سے انتظام نہ کیا جاوے گا تو مسلمانوں کی ترقی تعلیم سے مایوس ہونا چاہیئے - اُسی کے ساتھ **میں نے** اور **نواب محسن الملک** نے جتایا ہے کہ بالفعل **مدرستہ العلوم** مسلمانوں کی ترقی تعلیم کا ذریعہ ہے اُس کو متفقہ کوشش سے پورا کرنا چاہیئے میں نہایت خوش ہوں گا اگر آپ سب بزرگ اور عقلاء جو اِس ہال میں جمع ہیں کہدیں کہ میری رائے غلط ہے اور مُسلمانوں کی تعلیم کے لیئے متفقہ کوشش کی ضرورت نہیں ہے - پس **مسلمانوں کی قسمت کا فیصلہ** ہو جاوے گا اور مجھ کو **احدی الراحتین** میں سے ایک راحت حاصل ہو جاوے گی - اب تقریریں بخوبی ہو چکی ہیں - اور نواب محسن الملک نے بڑی لمبی گفتگو کی ہے اور تمام حالات ابتداء سے بیان کر دیئے ہیں اور اس لیئے زیادہ گفتگو کی حاجت نہیں - اب ووٹ لیکر جو فیصلہ کرنا ہو کر دیجئے ۔ فقط

موجودہ ممبروں میں سے ایک نے پکار کر کہا کہ رزولیوشن پر بالاجمال ووٹ نہ لیئے جاویں بلکہ ہر امر کی نسبت جو رزولیوشن سے متعلق ہے اور اِس وقت بیان ہوئے ہیں جُدا جُدا ووٹ لیئے جاویں - پریزیڈنٹ نے اُس کو منظور کیا اور حسب تفصیل ذیل ووٹ لیئے گئے :-

اوّل - مُسلمانوں کی ترقی تعلیم و تربیت کے لیئے جو کچھ ابتک ہوا ہے وہ محض ناکافی ہے - تمام ممبران موجودہ نے بالاتفاق کہا کہ ناکافی ہے ۔

دوم - مُسلمانوں کی ترقی اعلےٰ تعلیم و تربیت پر منحصر ہے اور اگر اعلےٰ تعلیم کا اور اُس سے زیادہ تربیت کا جمہوری متفقہ کوشش سے انتظام نہ کیا جاویگا تو مُسلمانوں کی ترقی سے مایوس ہونا چاہیئے - تمام ممبران موجودہ نے بالاتفاق اِس سے اتفاق کیا اور مُسلمانوں کی ترقی کو صرف اعلیٰ تعلیم ہونے پر تسلیم کیا اور اسکو بھی تسلیم کیا کہ بغیر متفقہ کوشش کے اعلیٰ تعلیم و تربیت مسلمانوں کی ناممکن ہے - سب کو متفقہ کوشش مسلمانوں کی اعلیٰ درجہ کی ترقی تعلیم اور تربیت میں کرنی چاہیئے تمام موجودہ بزرگوں نے خواہ ممبر تھے یا وزیٹر اِس بات کو تسلیم کیا کہ **مدرستہ العلوم علیگڈھ** ایسے درجہ پر پہونچگیا ہے جو اعلےٰ درجہ کی تعلیم و تربیت کا ذریعہ ہوسکتا ہے اور سبنے اتفاق کیا کہ اُس کی تکمیل پر ساری قوم کو متوجہ ہونا چاہیئے - پس **یہ رزولیوشن** جو پیش ہوا تھا پاس ہوا ۔ الحمد للہ کہ **قوم کی قسمت کا عمدہ فیصلہ** ہوا - اب اگر **متفقہ کوشش** کیجاوے گی تو **قوم کے نصیب** بلاشُبہ جاگ جاوینگے ۔

وَاللہُ المُستعان

۷۴

اسپیچ سرسید احمد خاں بہادر

جناب صدر انجمن - میں زیادہ گفتگو نہیں کرنی چاہتا اتنی بات بیان کرنا چاہتا ہوں کہ جس وقت ایک مجمع مسلمانوں کی طرف سے جمع ہوتا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ مذہب اور خدا میں ڈوبا ہوا ہے لیکن ہمارے معزز اسپیکر نے اور تمام پنجاب کے دوستوں نے جو اس جلسہ میں موجود ہیں اس بات کا اقرار کیا کہ گورنمنٹ پنجاب نے ازراہِ مہربانی حکم دیا کہ اپنے مولوی مقرّر کرو اور گورنمنٹ اسکولوں میں مسلمان لڑکوں کو مذہبی تعلیم دو - میں پوچھتا ہوں کہ کس نے اسکا انتظام کیا - جب عمل کچھ نہیں ہے تو دین دین پکارنے سے اور مذہبی جوش ظاہر کرنے سے کیا فایدہ ہے - عربی زبان کی طرفداری ایسی بات ہے کہ موتھ سے کہی جاتی ہے - لیکن یہ کوئی نہیں کہتا کہ اُس نے کیا عمل کیا - وہ مدرسے جو خاص مذہبی تعلیم کے لیئے ہیں اور جن کے بانی ایسے مقدّس لوگ ہیں جیسے کہ دیوبند کے مدرسہ کے ہیں - کوئی کہہ سکتا ہے کہ کس نے اُس کی مدد کی - مدرس فاقہ مرتے ہیں - طالب علم بھٹیاروں کے ہاں روٹی کھاتے ہیں - ہمکو اپنے گریبان میں سر ڈالنا چاہیئے اور شرمندہ ہونا چاہیئے کہ ہمارے اقوال اور افعال مختلف ہیں - جو کہتے ہیں ذرا بھی اُس پر عمل نہیں کرتے ؎

۷۵

اسپیچ سید احمد خاں

اے بزرگان قوم ۔ سید راس مسعود کی بسم اللہ کی مبارک تقریب جو ۱۳ سال ۱ور اس احباب کے جلسہ میں ہونے کو ہے اُس کی نسبت میں کچھ کہنا چاہتا ہوں ۔ اس سے میرا مطلب یہ ہے کہ اپنے بزرگوں اور احباب سے بہت [illegible] عرض کروں اور اپنے خیالات سے آپ کو اطلاع دوں +

سب سے اوّل میرا خیال یہ ہے کہ شعایر اسلام کا جن کو شعایر اللہ بھی کہتے ہیں اور شعایر المسلمین دونوں کا ایک ہی مخرج ہے مگر اُن دونوں کی قسمیں جُدا گانہ ہیں ۔ شعایر اسلام وہ ہیں جن کے کرنے کو رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا اور خدا نے اُن کو شعایر اسلام گردانا اور اُن کے کرنے کا حکم دیا ۔ اور یہ وُہی شعایر اسلام ہیں جس میں نہ زیادتی ہو سکتی ہے نہ کمی جُوں کے تُوں اُن کا بجالانا ضرور ہے اور انہیں کی نسبت رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کا فرمانا مروی ہے کہ من احدث فی امرنا ھذا مالیس منہ فہو بدعۃ وکل بدعۃ ضلالۃ ۔ شعایر مسلمین وہ ہیں جو انہیں شعایر اسلام سے اور رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی اُس دلی خواہش سے جو آنحضرت کے ہر قول و فعل سے استنباط ہوتی تھی ماخوذ ہیں اور گروہ گروہ مسلمان مدت دراز سے اُنکو کرتے آئے ہیں گو کہ اُن کے کرنے کا قولاً کوئی حکم نہ تھا ۔ اُنہیں کی نسبت رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کا فرمانا مروی ہے کہ ما راٰہ المسلمین حسنا فہو عند اللہ حسن اور اسی بنا پر حضرت عمر کا یہ قول بھی (اگر اُنہوں نے کہا ہو) کہ نعم البدعۃ التراویح محمول ہو سکتا ہے ۔ پس اُن شعایر مسلمین کی نسبت یہ کہنا کہ اُن کا خدا نے حکم نہیں دیا ۔ ان کو رسول نے نہیں کیا انکو صحابہ و تابعین نے نہیں کیا اس لیئے یہ سب بدعت ضلالۃ ہیں محض غلط اور نادانی ہے جو آجتک بعض لوگوں کے خیال میں چلی آتی ہے ۔ علماء نے جو اِن اُمور کو بدعت کہتے ہیں اُس پر خیال نہیں کیا کہ وہ خود مرضی و خواہش رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم سے ماخوذ اور زبان حال کے مدلول ہیں +

منجملہ اُن شعایر مسلمین کے سب سے زیادہ مجھ کو پیارا وہ طریقہ ہے جو مسلمانوں نے اختیار کیا ہے کہ جب بچہ پیدا ہوتا ہے تو سب سے اوّل اُس کے کان میں اذان دی جاتی ہے اور خدا کا نام اُس کے کان میں ڈالا جاتا ہے ۔ ظاہر ہے کہ وہ کچھ نہیں جانتا مگر اُس کے مربیوں کا فعل

رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی خواہش کے مطابق ہے جو زبان حال سے ماخوذ ہے کہ ہر انسان کے کان میں لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللہِ کی آواز ڈالی جاوے۔ گو کہ یہ ثابت نہیں ہے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلّم نے اِس کا حکم دیا ہو یا آنحضرت صلعم نے حضرت فاطمہ یا امام حسن اور امام حسین علیہم السّلام کے کان میں اذان دی ہو مگر بچّے کے پیدا ہوتے ہی اُس کے کان میں اِن الفاظ کا ڈالنا کیسا پیارا معلوم ہوتا ہے ؛

اسیطرح شعایر مسلمین میں۔ مَیں اُس رسم کو بھی سمجھتا ہوں جس کا نام بِسْمِ اللہِ رکھا گیا ہے یہ یادگار ہے اُس نعمت عظمٰے کی جس وقت کہ میرے نزدیک خود خدا نے اپنے بے آواز کلام ازلی و ابدی سے یا اکثروں کے نزدیک جبریل علیہ السّلام کی وساطت سے اپنے پیغمبر اور ہادیٔ اُمّت کو حکم دیا کہ اِقْرَءْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِيْ خَلَقَ۔ کیا پیارا معلوم ہوتا ہے کہ جس وقت مسلمان کا بچّہ اِس قدر حد کو پہنچ جاوے جو دوسرے کی بات کو بخوبی دوہرا سکے تو وہی بات اُس سے کہوائی جاوے جو تمام احکام اور ہدایتوں کے دیئے جانے سے پہلے پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلّم سے کہوائی گئی تھی۔ پس یہ رسم فرض نہیں ہے۔ واجب نہیں ہے۔ سُنّت نہیں ہے۔ کیونکہ مجھ کو ثابت نہیں ہے کہ آنحضرت صلعم نے اپنی اولاد کے ساتھ یعنی حضرت فاطمہ و حسن و حسین علیہم السّلام کے ساتھ ایسا کیا ہو۔ مگر کیا اچھا شعایر مسلمین میں سے ہے کہ جب بچّہ اُس حد تک پہونچ جاتا ہے کہ کلام کو دوہرا سکے تو اُس وقت کی یادگاری میں جبکہ خدا نے اپنے پیغمبر سے کہا کہ اِقْرَءْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِيْ خَلَقَ تو اُس سے بھی وہی کہوایا جاتا ہے اور دوستوں اور مُسلمانوں کے سامنے اُس کی خوشی منائی جاتی ہے لیکن اس کے سوا مجھے یہ کہنا ہے کہ

اے بزرگان قوم آپنے اپنی قوم کا خراب حال دو ایک روز ہوئے بخوبی سُن لیا ہے اور اُس کا اثر بھی آپ کے دل پر ہوا ہوگا۔ اگر سب پر نہیں تو کسی نہ کسی کا دل اُس کو سُنکر پگلا ہوگا۔ پس یقین کرلو کہ اِس قسم کی رسموں میں جو لوگ بیجا یا بجا روپیہ خرچ کرتے ہیں اُس سے قوم کی بھلائی کے کاموں میں مضرت پہونچتی ہے سب سے زیادہ مضرت رساں وہ رسمیں ہیں جو شادیوں میں خلاف حکم خدا۔ خلاف حکم رسولؐ۔ خلاف سُنّت صحابہؓ۔ خلاف طریقہ آئمہ طاہرین کرتے ہیں اور ہزاروں روپیہ اپنا اور اگر اپنے پاس نہیں ہے تو قرض لیکر خرچ کرتے ہیں جو لوگ غریب ہیں وہ تو تباہ ہوجاتے ہیں اور جو متمول ہیں اُن کا روپیہ ضایع ہوجاتا ہے۔ کیوں نہیں قوم کی حالت درست کرنے کو اُن اخراجات فضول یا غیر فضول مگر غیر ضروری کو چھوڑتے ہیں اور اُس روپیہ کو اپنے اور اپنی قوم کے بچّوں کی تعلیم میں صرف کرتے ہیں۔ آپ کو معلوم ہے کہ یہ بچّہ (سیّد مسعود) جو آپ کے سامنے بیٹھا ہے مجھ کو کس قدر پیارا ہے ہمارے تمام خاندان میں

یہی ایک بچہ ہے خدا اس کو زندہ و سلامت رکھے اور جو کچھ ہماری توقعیں ہیں سب اسی سے ہیں خدا اُن کو پورا کرے - ان وجوہات سے جس قدر میں چاہتا اُس کی تقریب بسم اللہ میں خرچ کر سکتا تھا میں اگرچہ دولتمند یا امیر نہیں ہوں مگر جو حال ہو ایسا بمقدور بھی نہیں ہوں کہ اس تقریب میں دو چار ہزار روپیہ خرچ نہ کر سکوں مگر میں آپ کو دکھانا چاہتا ہوں کہ میں کیا کرتا ہوں ٭

مسلمانوں میں قدیم رسم چلی آتی ہے کہ ایسی رسموں میں تمام رشتہ داروں کو جمع کرتے ہیں دُور دُور سے اُن کو بلاتے ہیں اُن کی مہمانداری میں اُن کی تواضع و مدارات میں روپیہ خرچ کرتے ہیں - وہ رشتہ دار بھی رسم کے پابند تکلیف گوارا کر کے خرچ برداشت کر کے آتے ہیں اور ہر ایک کا اس رسم کی پابندی میں روپیہ خرچ ہو جاتا ہے میں نے اس قدیم رسم کو بالکل ترک کر دیا ہے غالباً بہت لوگ اس کو بے مروّتی کہیں گے - لیکن اے دوستو جب ہماری قوم کا ایسا بدتر حال ہے جیسا کہ آپ نے سُنا تو ہمکو تمام رسمی مروّتوں سے بے مروّت ہونا چاہیئے اور بامروّت ہونا چاہیئے اپنی قوم سے ٭

دیکھو میں نے اپنے بیٹے سیّد حامد کو نہیں بلایا اپنے لخت جگر سیّد محمد احمد کو نہیں بلایا کسی عزیز رشتہ دار کو جو علیگڈھ میں موجود نہ تھے نہیں بلایا - جو لوگ اتفاقات سے یہاں موجود تھے اُن ہی کے شمول پر اکتفا کیا - یہ بڈھا شخص ڈاڑھی منڈا (راجہ جے کشن داس بہادر کی طرف اشارہ کر کے کہا) جن سے مجھے ایسی محبت ہے جیسی بھائی سے ہوتی ہے اس تقریب کے لیئے نہیں بُلایا گیا بلکہ میری خوش قسمتی سے کہ کانفرنس میں شریک ہونے سے یہاں موجود تھے - میری قوم کے بزرگ جو کثرت سے یہاں موجود ہیں اُنہیں کو میں نے اپنا بھائی اپنا عزیز سمجھا اُنہیں کے شمول کو میں نے اپنی عزت جانا اور اُنہیں کے شمول کو اپنے دل کی خوشی سمجھا اور اس سے میرا مطلب یہ ہے کہ اس قسم کی تقریبوں میں جہاں تک ممکن ہو تمام اخراجات کو بند کیا جاوے اور قوم کی رفاہ و فلاح میں روپیہ خرچ کیا جاوے ٭

اسی قسم کی ایک اور رسم ہے اگرچہ ہماری دلی میں اور دلی کے لوگوں میں وہ رسم نہیں ہے مگر اور شہروں اور قصبات میں رائج ہے یعنی رسم نیوتہ کی - اس کو بالکل بند کرنا چاہیئے اگرچہ لوگ اس میں بہت فایدے بیان کرتے ہیں لیکن آپ خیال کیجیئے کہ جس کو آپ نیوتہ دیتے ہیں اُس کو اُس کے سبب خود بہت سے اخراجات کا متکفل ہونا لازمی ہو جاتا ہے - پس اس رسم سے دونوں کا نقصان ہوتا ہے - اے میرے دوستو ان تمام رسموں کو چھوڑو اور جو کچھ بچا سکو قوم کے لیئے بچاؤ اور قوم کی حالت پر رحم کرو - اے دوستو اس میں بس کے عوض میں خود میرے اور میرے بہت سے عزیزوں اور قریب تر رشتہ داروں کے ہاں ہر قسم کی شادیاں ہوئی ہیں

جن میں ضرور تھا کہ میں بھی اُن بچوں اور بچیوں کو جن کی شادیاں ہوئیں متعدد موقعوں پر کچھ دیتا مگر میں نے نہ کسی کو ایک حبہ دیا نہ کسی سے لیا۔ اور میں نے یقین کیا کہ بہتر یہی ہے کہ اِن سب رسموں کو چھوڑوں اور اپنی قوم کو پکڑوں اور اپنے دوستوں سے بھی ایسا ہی کرنے کی آرزو رکھتا ہوں +

اسے دوستو میں خوب سمجھتا ہوں کہ گو کوئی شخص اپنی ذاتی خوشیوں کو دوسری خوشیوں میں نہیں بدل سکتا اور نہ کسی کو یہ قدرت ہے کہ دوسروں کے مذاق اور دوسروں کی خوشیوں کو بدلوادے اور اس کی لہر کو دوسری طرف پھیر دے مگر میں اُن تمام مسلمانوں سے جو لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ کا کلمہ پڑھتے ہیں یہ درخواست کرتا ہوں کہ اگر تم اپنی بیہودہ خوشیوں کو روک نہیں سکتے اور اُس کی لہر کو بدل نہیں سکتے اور اس قسم کی تقریبوں میں ہزاروں روپیہ خرچ کرنا ہی چاہتے ہو خیر خرچ کرو مگر کچھ حصہ اپنی کمبخت قوم کا بھی نکالو اور ہر تقریب میں قوم کی بھلائی کے لیئے بھی کچھ نہ کچھ دیا کرو۔ اُس کو بھی ایک رسم ٹھہرادو اور جس طرح اور رسموں کے پابند ہو اس رسم کے بھی پابند ہو جاؤ +

میں نہایت شکر گزار ہوں اپنے پنجاب کے بعض دوستوں کا جنھوں نے اس بات پر خیال کیا ہے اور بعض تقریبات میں قلیل یا کثیر قوم کے کام کے لیئے مدرستہ العلوم کو دیا ہے مگر میں اس وقت دو دوستوں کا ذکر کرنا چاہتا ہوں +

میاں نظام الدین صاحب جن کے ہاں شادی تھی ہمارے پنجاب کے سرتاج۔ نہیں گروہ۔ نہیں چودہری۔ خان بہادر محمد برکت علیخاں صاحب چند احباب کو ساتھ لیکر عین مجلس میں اُن کے پاس گئے اور کہا کہ بابا کچھ قوم کے لیئے بھی۔ میاں نظام الدین صاحب نے قومی مدرسہ یعنی مدرستہ العلوم علیگڈھ کے لیئے دوسو روپیہ دیئے جو خان بہادر نے میرے پاس بھیجدیئے اور الدال علی الخیر کفاعلہ کا رتبہ پایا +

اسے جناب خان بہادر محمد برکت علیخاں صاحب آپ کہاں بیٹھے ہیں مہربانی سے میرے سامنے کی کرسی پر آکر بیٹھیئے کہ آپ کے سامنے مجھے ایک اپنے نہایت عزیز دوست پر نالش کرنی ہے اور میں نے آپ کو اُس کے لیئے جج قرار دیا ہے۔ اگر آپ فرماویں تو تحریری درخواست نالش پیش کروں یا صرف زبانی نالش پر اکتفا کروں +

آپ سب صاحبوں کو معلوم ہے کہ سردار محمد حیات خاں بہادر سی ایس آئی میرے پرانے اور نہایت عزیز دوست ہیں۔ یہاں تک کہ اُن کو میں تحریرات میں کوئی القاب بھی نہیں لکھتا صرف "مائی ڈئیر حیات" لکھتا ہوں۔ اُنھوں نے مدرستہ العلوم میں بھی ہزاروں روپیہ کچھ مدد کی ہے لیکن بعض وقت باہم دوستوں میں جھگڑا ہو جاتا ہے اور دوست ہی اُس کے فیصلہ کو جج ہوتے ہیں اسی لیئے میں نے آپ کو جج مقرر کیا ہے +

جھگڑا یہ ہے کہ میرے عزیز محمد اسلم حیات کی جو ہمارے کالج کے ایک طالب علم ہیں
اور خدا کی عنایت سے اب اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر ہیں اور جناب سردار صاحب کے فرزند
ہیں شادی کتخدائی تھی - سردار محمد حیات خاں نے بتقریب تہنیت اُس شادی کے دو سو روپیہ
مدرستہ العلوم میں بھیجے آپ کو معلوم ہے کہ ایسے موقع پر ڈوم ڈھاڑی میراثی ہٹ کیا کرتے ہیں کہ
اتنا نہیں لیتے اور زیادہ دو میں نے بھی ہٹ کی اور کہا کہ پانسو روپیہ دو اور مدرستہ العلوم کے
سنٹرل ہال میں اس مبارک شادی کی یادگار کندہ کرادو ورنہ نالش دایر کیجاویگی اور اُس کے فیصلہ
کے لیئے ایسا جج مقرر کیا جاوے گا جس کے فیصلہ سے آپکو بھی سرتابی نہ ہو سکیگی ۔

اے جناب خان بہادر محمد برکت علیخاں - سردار صاحب نے اب تک وہ تین سو روپیہ
نہیں بھیجے ہیں - اس لیئے میں اُن کے دلاپانے کی آپ کے حضور میں نالش دایر کرتا ہوں مجھے
کچھ شک نہیں کہ آپ میری ڈگری کرینگے (خان بہادر نے ڈگری دیدی - اُسپر سید احمد نے کہا)
جب آپ جلسۂ کانفرنس سے فارغ ہو کر بخیر و عافیت لاہور میں پہونچیں تو اُن پر وصول کرنے کے لیئے
حکمنامہ جاری فرماویں اور خود جموں تشریف لیجا کر زر ڈگری وصول فرما کر بھیجدیں - خدا کا شکر ہے
کہ میری ڈگری ہو گئی اب جلد روپیہ وصول ہو جاوے گا اور میرے عزیز اسلم حیات خاں کی
مُبارک شادی کی یادگار سنٹرل ہال میں کندہ ہو جاوے گی ۔

اے حضرات ! گو میں نے اِس وقت قوم کا ہی گیت گایا ہے مگر اُس سے یہ نہ سمجھا جاوے
کہ ہمکو اور قوموں سے محبت اور برادرانہ محبت نہیں ہے ہماری قوم خراب حالت میں ہے اِس لیئے
اُسی کا گیت گایا جاتا ہے ورنہ ہم اور قوموں سے بھی ایسی ہی محبت رکھتے ہیں جیسی اپنے عزیزوں
سے - اس وقت اس کے علانیہ دو ثبوت موجود ہیں - ایک یہ کہ **سید محمود** اور مسٹر راس
سے نہایت دوستی اور برادرانہ اور عزیزانہ محبت ہے جب **سید مسعود** پیدا ہوا تو مسٹر راس
اور اُن کی میم صاحبہ نے موافق انگریزی رسم کے جو نہایت محبت پر دلالت کرتی ہے اپنا نام
اُس مولود مسعود کو دیا اور ہمنے نہایت خوشی کے ساتھ اُن کا نام اُس کے نام کے ساتھ شامل
کیا اور اسی سبب سے اُس کا نام "**سید راس مسعود**" قرار پایا ۔

دوسرا نمونہ ہمارا یہ بڈھا دوست راجہ جے کشن داس بہادر سی ایس آئی - یہاں موجود ہے
اور **سید راس مسعود** کو اپنی بغل میں بٹھائے ہوئے ہے ان کو میں اپنا معزز اور محسن بھائی
سمجھتا ہوں اور **سید محمد محمود** ان کو چچا کہتے ہیں اور **سید راس مسعود** راجہ - پس ہم
اپنے دوستوں سے محبت رکھنے میں کچھ بھی فرق نہیں کرتے ۔

۷۶

لکچر

جو ۷- دسمبر ۱۸۹۴ء کو سرسید احمد خاں نے مدرستہ العلوم کے طالب علموں کو دیا

اے عزیز طالب علموں -

مجھکو اور تم کو اور تمہارے اُستادوں - تمہارے ماں باپ - تمہاری قوم کو اس بات سے نہایت خوشی ہوگی - کہ تم دُور دراز فاصلہ اور مختلف شہروں بلکہ مختلف مُلکوں سے اس جگہ تحصیل علوم کے لیئے جمع ہو مختلف علوم کو پڑھتے ہو اور مختلف مصنفوں کے عُمدہ خیالات عُمدہ مسائل علمی - عُمدہ مقولات اخلاق سے لُطف اُٹھاتے ہو - تمہارے اُستاد گو کہ وہ تمہارے ملک اور تمہاری قوم کے نہیں ہیں - مگر تمہاری خوش قسمتی سے وہ تمہارے ساتھ پدرانہ محبت اور شفقت رکھتے ہیں اور ہر طرح تمہاری بہتری و ترقی کے خواہاں ہیں - وہ تمکو عمدہ عمدہ کتابوں سے جو بڑے بڑے عالموں اور مصنفوں نے تصنیف کی ہیں سبق دیتے ہیں - مگر آج مَیں تمکو ایسی کتاب سے سبق دینا چاہتا ہوں جو نہ کاغذ پر لکھی ہوئی ہے - نہ کسی پریس کی چھپی ہوئی ہے - نہ کسی مصنف کی بنائی ہوئی ہے - بلکہ قدرت نے اپنے کامل اور فیاض ہاتھوں سے اُس کو بنایا ہے - اُس کے حروف بہت پُر کار اور مجسّم ہیں مگر اُن کا دیکھنا اور پڑھنا کسی قدر مشکل ہے اُسکے معانی بھی بہت آشکارا ہیں مگر اُن کا سمجھنا کچھ آسان نہیں - اُسکے پڑھنے کے لیئے اُس کے کھولنے کی ضرورت نہیں - وہ تمہاری آنکھ کے سامنے ہر وقت کُھلی ہوئی ہے ؛

اُس کتاب کو تم اپنے کالج کی لائبریری یا اپنی سیر کی کتابوں میں مت ڈھونڈھو - وہ ہر وقت تمہارے پاس موجود ہے - وہ کتاب کیا ہے - خود تمہارا اور تمہارے ساتھیوں کا اِس کالج میں ایک جگہ جمع ہونا ہے - پس تمکو سمجھنا ہے کہ اُس کتاب کو کیونکر پڑھو اور اُس کے معنی کیونکر سمجھو ؛

اے عزیزو اِس کتاب کا نام ہے "**کالج لیف یا نئی زندگی**" یہی اصلی کتاب ہے اور اسی کا پڑھنا اور اسی کا سمجھنا اصلی فایدہ اور اصلی مقصود زندگی کا اور اس کالج کا

ہے۔ اس کتاب کو اگر تم نے اچھی طرح پڑھا اور اچھی طرح رکھا اور داغدار نہ کیا تو تمہاری آیندہ زندگی وہ زندگی ہوگی جس کے لیئے انسان کو زندہ رہنا چاہیئے۔ ورنہ اُس کی زندگی اور موت دونوں برابر ہیں بلکہ موت زندگی سے بہتر ہے ❖

تم اپنی زندگی کے پچھلے زمانوں پر غور کرو اور سمجھو کہ ہر ایک زمانہ تمہاری زندگی میں ایک نئی زندگی کا زمانہ گذرا ہے۔ جب تم بچے تھے اور کچھ نہیں جانتے تھے۔ تمہاری مائیں اپنی مادرانہ محبت سے تمہاری پرورش کرتی تھیں۔ اگر وہ نہ کرتیں تو تمہارا زندہ رہنا محال تھا ❖

چند سال بعد تمہاری زندگی میں ایک دوسرا زمانہ آیا جبکہ تم خود چلنے پھرنے اور اپنے آپ کھانے پینے لگے۔ یہ زندگی پہلی زندگی سے نئی زندگی تھی۔ مگر تمہاری اِس زندگی میں اور اَور حیوانوں کی زندگی میں بہت کم فرق تھا۔ یہ زمانہ بھی تمہاری زندگی کا گذر گیا اور تم ایک نئی زندگی میں آئے جس میں تمکو تعلیم کی اور مذہبی باتیں سکھانے کی اور اُن باتوں کی تعلیم کی ضرورت تھی جو تمہاری آیندہ زندگی کے لیئے ضرور تھیں ❖

یہ زمانہ بھی چند سال میں گذر گیا اور تم ایک اَور نئی زندگی میں آئے جو خطرات سے خالی نہ تھی۔ اس زندگی میں تم اپنے آرام سے نہ تھے جیسے کہ پہلی زندگیوں میں تھے کیونکہ تمہی میں بہت سے دشمن تمہارے پیدا ہو گئے تھے اور ہر وقت تمہاری گھات میں لگے ہوئے تھے۔ تمہاری آنکھوں پر اُنہوں نے ایک قسم کا پردہ ڈال دیا تھا کہ تمکو نیک و بد کچھ نہیں دکھائی دیتا تھا۔ تمہارے ماں باپ نے جہاں تک اُن سے ہو سکا تمکو اُن دشمنوں سے بچایا۔ کوئی بچ گیا۔ کوئی کسیقدر بچا اور کسی قدر دشمنوں کے پنجہ میں پھنسا اور کوئی دشمنوں کے جال میں ایسا پھنسا جس کا اُس سے نکلنا ناممکن ہوا ❖

مگر جو بچے یا کسی قدر بچے دشمنوں نے اُن کا بھی ساتھ نہیں چھوڑا اور گھات میں لگے رہنے سے غافل نہیں ہوئے تم اُن کو نہیں دیکھتے تھے اور وہ تمہارے ساتھ ساتھ رہتے تھے اور کبھی اپنی صورت اس طرح سے تمکو دکھاتے تھے کہ تم اُن کو اپنا دوست سمجھتے تھے حالانکہ وہ تمہارے دشمن تھے ❖

یہ زمانہ بھی تمہاری زندگی کا گذر گیا مگر اس درمیان میں تم اپنے دشمنوں سے واقف ہو گئے اور اُن سے پناہ میں رہنے کے لیئے تم نے ایک نہایت زبردست اور عاقل ماں تلاش کی اور اپنے آپ کو اُس کی حفاظت میں سپرد کیا اور ایک نئی زندگی میں داخل ہوئے۔ تم سمجھے کہ تمہاری وہ عاقل ماں ہے۔ کون؟ یہ کالج ہے جس میں تم داخل ہو اور اب تم سب اُس کے بچے ہو ❖

تم سمجھے کہ وہ تمہاری تنی زندگی کیا ہے - وہ کالج لیف ہے - اگر تم نے اُسکو اچھی طرح گُذارا تو تمہارا بیڑا پار ہے ورنہ منجھدھار میں ڈوبنا ہے جس کے بعد پھر اُبھرنا اور ترنا نہیں اب تمکو اختیار ہے کہ چاہو اپنا بیڑا پار لگاؤ - چاہو منجھدھار میں ڈبوؤ *

اے عزیزو - کالج لیف کا اطلاق اُن طالب علموں پر صادق نہیں آتا جو ڈے اسکالر ہیں بلکہ اُن پر صادق آتا ہے جو دن رات اپنی عاقل ماں کے ساتھ یعنی کالج کے احاطہ میں رہتے ہیں اور بورڈر کہلاتے ہیں - پس میرے مخاطب وُہی عزیز طالب علم ہیں جنہوں نے اپنے آپکو اُس عاقل ماں کی گود میں ڈالا ہے اور اس کالج کے احاطہ میں رہتے ہیں *

اب مجھ کو یہ بتانا ہے کہ تمکو کالج لیف سے کیونکر فایدہ اُٹھانا اور اُس کو کیوں کر گُذرانا چاہیئے *

سب سے اوّل اور تمام برکتوں کی جڑھ جو تمہارا آپس میں سلوک اور محبت سے رہنا ہے تمام طالب علم ہندوستان کے ہوں یا پنجاب کے - پورب کے ہوں یا پچھم کے - اوتر کے ہوں یا دکھن کے - جب وہ سب تمہاری اُس عاقل ماں کی گود میں پڑے ہیں تو وہ سب تمہارے بھائی ہیں - اگر تم نے اُن کے ساتھ مثل بھائی بھائی کے برتاؤ نہ کیا اور برادرانہ محبت ایک دوسرے کے ساتھ نہ برتی تو تم نے اُس پہلے اُصول کو کہ تم سب ایک عاقل ماں کے بچے ہو توڑ دیا اور جس طرح ایمان کے لیئے **کلمۂ توحید** پہلا رکن ایمان کا ہے - اسی طرح **وحدت** پہلا رکن بورڈنگ ہوس کی فایدہ مندی کے لیئے ہے اور جس طرح ایمان کا پہلا رکن توڑنے سے آدمی ایمان کے لایق نہیں رہتا - اسی طرح بورڈنگ ہوس کا پہلا رکن توڑنے سے آدمی بورڈنگ ہوس کے قابل نہیں رہتا - اس لیئے تمکو لازم ہے کہ مثل ماں جائے بھائی کے آپس میں محبت اور دوستی برتو *

بورڈنگ ہوس ایک کل ہے قوم کو قوم بنانے کی اگر اُس کے پُرزے دُرستی سے چلتے ہیں تو وہ اپنا کام کرے گی ورنہ کسی کام کی نہیں - تم اُس کل کے پُرزے ہو اور اس لیئے اُس سے فایدہ اُٹھانے کے لیئے ہو - تمہارا درست اور کام کے قابل رہنا سب سے مقدم ہے *

تمہارا لکھنا - پڑھنا - رہنا سہنا - آپس میں ہر وقت ملنا - سوسئٹی میں شریک رہنا - کھیلوں کو آپس میں ملکر کھیلنا - لٹریری جلسوں میں شریک رہنا - یہ سب باتیں اس لیئے ہیں کہ آپس میں محبت اور دوستی ایک دوسرے کی ہمدردی پیدا ہو جو بنیاد قوم کے قوم بننے کی ہے پھر اگر تم نے اس میں قصور کیا تو تمام قوم کا مظلمہ تمہارے سر ہوگا اور تمپر افسوس ہوگا کہ جس عمارت کی تم خود ایک اینٹ ہو اُسی عمارت کو تم برباد کرنا چاہتے ہو *

تمام چیزیں جو دنیا میں عقلی و ذہنی ہیں اُن کا کچھ نہ کچھ نشان ظاہر میں بھی پایا جاتا ہے۔ تم جانتے ہو کہ اُس برادری اور دلی محبت اور دوستی کا جو تم آپس میں اپنی ماقبل ملوں کے بچے ہونے میں رکھتے ہو ظاہری نشان کیا ہے۔ یہ نشان کسی انسان کا بنایا ہوا نہیں ہے۔ خدا کا بنایا ہوا ہے۔ جس کے پورا نہ کرنے سے تم صرف دنیا ہی میں ملامت کے قابل نہیں ہوتے بلکہ خدا کی ناراضی کے بھی مستحق ہوتے ہو۔ وہ نشان کیا ہے؟ **جماعت کی نماز** ہے جو خدا نے جیسا کہ وہ واحد ہے تمہاری آپس کی وحدت کے لیئے مقرر کیا ہے۔

جب تم سب نماز کے لیئے ایک جگہ جمع ہو گئے اور جماعت سے نماز پڑھ لو گے تو وہ علاوہ اس کے کہ تم خدا کا فرض ادا کرو گے اُس دلی یگانگت کو جو تم آپس میں رکھتے ہو گے عملی طور پر بھی پورا کرو گے۔ مجھے نہایت افسوس ہے کہ شیعہ اور سُنّیوں نے اپنی اپنی نادانی سے خدا کا فرض ادا کرنے میں بھی تفرقہ ڈالا ہے۔ میں اُس کو مٹانا نہیں چاہتا۔ کیونکہ وہ بجز خدا کے مٹائے مٹ نہیں سکتا۔ مگر میں مسلمان شیعہ طالب علموں کو بھی یہ ضرور کہوں گا کہ نماز کے وقت وہ بھی مسجد میں موجود رہیں جس سے اسلام کی شان اور ایک خدا کے پوجنے والوں کی کثرت ظاہر ہو اور بعد کو وہ بھی اپنے اپنے طریقہ پر اُسی زمین پر سجدہ کریں جس پر اُن کے بھائیوں نے سجدہ کیا ہے۔

اس وحدت کے قایم کرنے کو شیعہ و سُنّی دونوں کے لیئے ایک مسجد بنائی گئی ہے اور شاید تمام ہندوستان میں آپس میں شیعہ اور سُنّیوں کے اتحاد کی یہ ایک ہی مثال ہے پس اے میرے عزیز شیعہ طالب علموں اور اے میرے عزیز سُنّی طالب علموں۔ تم اُس وحدت کو قایم رکھو اور جہاں تک ہو تفرقہ کو مٹاؤ کہ اُس وحدت کا قایم رکھنا تمہارے دین و دنیا دونوں کی بہبودی کا باعث ہے۔

ایک اور چیز اُس وحدت اور آپس میں یگانگت پیدا کرنے کی ہے۔ وہ کیا ہے۔ تم سب بورڈروں کا اور خصوصاً کالج کلاس کے طالب علموں کا ایک سا لباس ہونا۔ شاید کچھ لوگ ایسے بھی ہوں جو اس کو تسلیم نہ کرتے ہوں اور کہتے ہوں کہ ظاہری چیزوں کو اندرونی جذبات کی اصلاح سے کیا تعلق ہے۔ مگر یہ محض غلطی ہے۔ مذہب کی رُو سے۔ دُنیا کے برتاؤ کی رُو سے۔ بہت سی ظاہری چیزیں ایسی ہیں جو اندرونی جذبات پر اثر کرتی ہیں۔ دو شخص جو آپس میں ملتے ہیں اور معین اشاروں سے ایک دوسرے کو مطلع کرتے ہیں کہ وہ فریمیشن ہیں۔ شاید تم کو معلوم نہ ہو گا مگر اس امر کے جان لینے کے بعد جو جوشِ محبت و یگانگت اُن کے دل میں پیدا ہوتا ہے وہ دوسرے کے ساتھ پیدا نہیں ہوتا۔ تمہارا ایک سا لباس ہونا اس سے زیادہ

اندرونی جذبات کی اصلاح کا ہمیشہ محرک ہوگا۔

بڑے بڑے مہذب ملکوں کے کالجوں میں ایک قسم کا متحد لباس طالب علموں کے لیئے مقرر ہے۔ اُن کالجوں کو جانے دو تم اپنے مذہب کے بعض مشایخوں کے خاندانوں مثل صابری اور آبادانی ناصری وغیرہ کو دیکھو کہ انہوں نے اسی یکجہتی قایم کرنے کے لیئے اپنے مریدوں کے لیئے ایک قسم کا لباس بانشان مقرر کیا تھا۔ میں بہت سوں سے واقف ہوں اور یقین کرتا ہوں کہ آپس میں دوستی اور یکجہتی پیدا کرنے کو یہ بھی ایک عمدہ طریقہ ہے۔

جو لباس اب تمہارا ہے یعنی ٹرکش ٹوپی اور کوٹ اور انگلش بوٹ یہ نہایت عمدہ ہے صرف اتنی بات ہے کہ تمہارے کوٹ مختلف رنگ کے ہیں۔ پس سب کو ایک وضع اور ایک رنگ کے کوٹ اختیار کرنے چاہیئں۔

سلطان ٹرکی کے دربار میں بھی تمام اُمراء اور نوکر چاکر لال ٹوپی اور بوٹ پہنے جاتے ہیں۔ ہماری انگلش گورنمنٹ نے بھی اس ضرورت پر خیال کر کے اپنے درباروں میں انگلش بوٹ پہنے آنے کی اجازت دی ہے۔ ہندوستان میں بعض کوتاہ نظر یا مغرور اور کم بین انگریز جو ہندوستانیوں کو ذلیل رکھنا چاہتے ہیں یا ذلت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں ایسے ہیں جو ٹوپی کوٹ اور بوٹ پہنے ہوئے جانے پر اعتراض کرتے ہیں۔ مگر تمام اعلےٰ حکام اور عالی خاندان انگریز اس کی کچھ پرواہ نہیں کرتے اور سمجھتے ہیں کہ یہ اُن کا مؤدبانہ فُل ڈریس ہے جو اُنہوں نے اختیار کیا ہے۔ مگر تمکو اپنے بوٹوں کو نہایت صاف اور پاکیزہ رکھنا چاہیئے۔ کیونکہ وہ تمہارے لباس میں داخل ہیں۔

جو انگریز ان باتوں میں تکرار کرتے ہیں میرے یقین میں وہ اس امر کے ماسٹر ہیں کہ کبھی ہندوستانیوں اور انگریزوں میں دوستی و محبت اور اخلاص کا برتاؤ نہو۔ باوجود ان کوششوں کے جو میں نے مسلمانوں اور انگریزوں میں اتحاد اور دوستی پیدا ہونیکی کی ہیں ایسے انگریز سے جو ان باتوں میں کاوش کرتا ہے میں خود کبھی اُس سے نہیں ملتا اور دوستی کرنا نہیں چاہتا۔ جس طرح ہمکو اپنے حکام کا ادب ضرور ہے اسی طرح اُن کو بھی ہماری فیلنگ کا لحاظ و پاس لازم ہے۔

تمہاری ڈریس یکساں ہونے کا ایک امپارٹنٹ معاملہ ہے۔ ٹرسٹیوں کے اجلاس منعقدہ ۲۹ جولائی ۱۸۹۰ء میں یہ معاملہ پیش ہوا تھا اُس کی نسبت یہ تجویز ہوئی کہ عام طور پر لوگوں کی رائے دریافت کیجاوے پھر ٹرسٹیوں کی ایک کمیٹی ہو وہ فیصلہ کرے کہ وہ ڈریس لازمی کیجاوے یا نہیں مجھکو معلوم ہوا ہے کہ جو لباس چند طالب علموں کے لیئے بطور نمونہ کے بنا ہے اُس کو اکثر ٹرسٹی پسند کرتے ہیں جو بحث باقی ہے وہ لازمی کرنے یا نکرنے کی نسبت باقی ہے۔

اے عزیزو۔ اب مجھے تمکو ایک اور بات بتانی باقی ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ جس عاقل ماں کی گود میں تم پڑے ہو اُس میں جو سب سے عمدہ چیز ہے وہ اُس کی روح ہے۔ تم جانتے ہو کہ وہ روح کیا ہے۔ وہ روح وہ اُستاد ہیں جو تمکو تعلیم دیتے ہیں۔ تمہارا فرض ہے کہ اُن کا حد سے زیادہ ادب اور اُن کی فرماں برداری کرو۔ ہم مسلمانوں میں اُستاد اور باپ کا درجہ ادب اور فرماں برداری میں برابر ہے۔

شکایت سننے میں آتی ہے کہ انگریزی خواں طالب علم اپنے استادوں اور ماں باپ کا ادب نہیں کرتے۔ میں یقین کرتا ہوں کہ یہاں ایسا کوئی نہیں ہے۔ مگر جو انگریزی خواں طالب علم ایسا کرتے ہیں وہ دنیا کی اور خدا کی لعنت کے مستحق ہیں۔ ماں باپ تمہارے جسم پیدا کرنے والے ہیں اور اُستاد اُن میں انسانیت ڈالتے ہیں۔ اس لیئے اُستادوں کا درجہ حقیقت میں ماں باپ سے بھی زیادہ ہے۔ جب خدا نے ماں باپ کی نسبت فرمایا ہے کہ لا تقل لہما اف ولا تنہرہما وقل لہما قولاً کریما۔ تو اسی پر قیاس کر لو کہ تم کو اُستادوں کا کس قدر ادب کرنا واجب ہے۔

تمہاری صحت اور تمہاری جسمانی قوت کی ترقی کا تمہارے کالج کے افسروں کو نہایت خیال ہے۔ ڈسپنسری تمہارے کالج کے احاطہ میں موجود ہے۔ عمدہ سے عمدہ دوائیں اس میں موجود ہیں۔ مستعد کمپوڈر اور ہندوستانی ڈاکٹر کالج کے احاطہ میں دن رات موجود رہتے ہیں۔ سول سرجن ڈاکٹر رابرٹسن کس مہربانی سے تمہارے علاج پر توجہ کرتے ہیں۔ تمکو قواعد اور جمناسٹک سکھانے کو ماسٹر موجود ہے۔ گھوڑے کی سواری سکھانے کو رائیڈنگ اسکول اور سواری سکھانے والا اُستاد موجود ہے۔ کرکٹ اور فٹ بال کے کھیل تمہارے لیئے مہیا ہیں۔ تمہارے کھیلوں میں پروفیسر ماریسن اپنی ذات خاص سے کس قدر انٹرسٹ لیتے ہیں۔ ان کی اس توجہ اور شفقت کا شکریہ تم کسی طرح ادا نہیں کر سکتے۔

مسٹر بیک۔ مسٹر ماریسن اور مسٹر آرنلڈ سے شفیق اُستاد تمکو تعلیم دیتے ہیں اور شاید ایسے شفیق اُستاد تمکو اور کہیں میسر نہیں آ سکتے۔ میں نہایت خوش ہوں کہ تم تعلیم میں اخلاق میں انسانیت میں۔ سویلیزیشن میں روز بروز ترقی کرتے جاتے ہو۔ صداقت اور سلف رسپکٹ کی تربیت حاصل کرتے ہو۔ ہز آنر لفٹنٹ گورنر نے اسٹریچی ہال کی افتتاح کی اسپیچ میں تمہاری نسبت فرمایا ہے کہ آپ کے (یعنی اس کالج کے) طالب علموں کی شہرت کس قسم کی ہے؟ انہیں یہ صفت ہے کہ وہ اُستادوں اور لیڈروں اور اُس گورنمنٹ کے خیر خواہ ہیں جس کے سایۂ حمایت میں وہ رہتے ہیں۔ بغیر خوشامد کے وہ خلیق اور مؤدب ہیں اور اپنی اعلیٰ درجہ کی تعلیم و تربیت کے

لحاظ سے زندگی کے علی کاروبار کے واسطے لائق ہیں۔ آپ کے انسٹیٹیوشن کے شباب کا ہنوز یہ آغاز ہے اور اُس کو ہنوز اُس قسم کے شخصوں کے پیدا کرنے کے واسطے وقت نہیں ملا ہے جو وسیع علم یا زندگی کے مختلف پیشوں میں بڑی شہرت رکھتے ہیں۔ پورے وقت کے گذرنے کے بعد اس قسم کے آدمی اُن شخصوں میں سے جو اس کالج سے چلے گئے ہیں یا اُن میں سے پیدا ہونگے جو اَب اُس میں تعلیم پاتے ہیں یا آیندہ داخل ہوں گے"۔

مگر میں تمکو نصیحت کرتا ہوں کہ ہز آنر نے اپنی مہربانی سے جو کچھ تمہاری نسبت فرمایا اُس پر مغرور نہ ہونا۔ کیونکہ میرے نزدیک تم نے ابھی بہت تھوڑا کیا ہے اور بہت کچھ تمکو کرنا باقی ہے ہمیشہ تمکو اُس دانا شاعر کے قول کو یاد رکھنا چاہیئے جس نے کہا ہے ؎

آں کس کہ نداند و بداند کہ بداند　　در جہل مرکب ابد الدہر بماند

وآں کس کہ بداند وبداند کہ بداند　　او نیز خرِ خویش بمنزل برساند

وآں کس کہ بداند وبداند کہ نداند　　اسپ طرب از گنبدِ گردوں بدواند

ایک انگریزی اخبار کا اڈیٹر لکھتا ہے کہ مدرسۃ العلوم کے طالب علموں نے ابھی تک دوسرے کالج کے طالب علموں سے کچھ فوقیت نہیں دکھائی ہے۔ مگر اخلاق اور تہذیب میں۔ راستی اور انسٹی میں جو تم نے ترقی کی ہے۔ بیرونی اشخاص نہ اس کو دیکھ سکتے ہیں اور نہ جان سکتے ہیں۔ اُن کا مبلغ علم یونی ورسٹی کی ڈگریوں کی فہرست پر منحصر ہے۔ بہرحال اُن کا یہ خیال صحیح ہو یا غلط تمکو ایسی کوشش اور محنت کرنی چاہیئے کہ علم کی شاخوں میں بھی تمہاری شہرت اور نام آوری ہو تم عمدہ ادیب۔ عمدہ مصنّف ہو تاکہ اپنی قوم کو فایدہ پہنچا سکو۔

اس بات کو بھی تم سمجھو کہ جو خوبیاں میں تم میں پیدا ہونی چاہتا ہوں وہ کیونکر پیدا ہو سکتی ہیں وہ صرف ایک بات سے پیدا ہوتی ہیں یعنی ہر کام کے لیئے مناسب وقت مقرر کرنا اور پھر وقت کی پابندی کرنا اور وقت کو ضایع نہ ہونے دینا۔ مجھ کو افسوس ہے کہ ہم ہندوستانیوں کو وقت کی قدر نہیں ہے اور اس لیئے اُس کے ضایع ہونے کا کچھ افسوس بھی نہیں ہے تم وقت کی قدر کرو اور یقین کر لو کہ "گیا وقت پھر ہاتھ آتا نہیں" جب تم وقت کی قدر کرو گے تو اُس کا قدر کرنا خود تمکو وقت کی پابندی سکھاوے گا۔ تمہارا بورڈنگ ہوس میں رہنا اُسی وقت زیادہ مفید ہوگا جب تم وقت کی پابندی اختیار کرو گے۔

ایک دلچسپ نقل ہے کہ ایک لڑکے کا دوست بہت دُور دراز سفر میں گیا جہاں ہزاروں عُمدہ سے عُمدہ خوبصورت اور دل خوش کرنے والی چیزیں تھیں اُس نے خیال کیا کہ اُس لڑکے کے لیئے میں کیا لیجاؤں۔ آخر کو سوچا کہ اُس کے لیئے گھڑی سے زیادہ کوئی عُمدہ چیز نہیں ہے

جو اُسکو بتلادے کہ کس وقت کیا کام کرنا ہے اور کس قدر وقت اُس نے ضایع کیا ہے اور کس قدر کام میں صرف کیا ہے - پس اے عزیز طالب علموں تمکو اپنی مراد پر پہونچنے کے لیئے سب سے مقدم وقت کی قدر کرنا اور اُسکی پابندی کرنا ہے ؞

یہ چند باتیں جو تمہارے کالج لیف کے لیئے سب سے مقدم ہیں میں نے تمکو سمجھائی ہیں اور آیندہ کسی لکچر میں اَور ضروری باتیں تمکو سمجھاؤں گا مگر اب میں تمہاری دینی اور دنیوی بھلائی و بہتری اور ترقی کے لیئے خدا سے دُعا کرتا ہوں اور آخر کو تم سے بتاکید کہتا ہوں کہ ہنر آنر لفٹنٹ گورنر نے جو تمہاری نسبت یہ فقرہ اپنی اسپیچ میں کہا ہے کہ "اس کالج کے طالب علموں میں یہ صفت ہے کہ راست باز اور دلیر اور گورنمنٹ کے خیر خواہ ہیں" اُس کو کبھی مت بھولنا اور اپنی پریوٹ اور پبلک لیف میں نہایت مضبوطی سے اُس پر قایم رہنا - وَاللہُ مَعَکُمْ اَیْنَمَا کُنْتُمْ ؞

لکچر

ڈاکٹر سر سید احمد خان بہادر ایل ایل ڈی کے سی ایس آئی

متعلّق

اجلاس نہم محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس مقام علیگڈھ

منعقدہ

۲۷- دسمبر ۱۸۹۴ء بعد دوپہر

معہ

اسپیچ پریسیڈنٹ جو اُنہوں نے لکچر کے جواب میں کی

یا فتّاح

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ہماری اِس کانفرنس کو آٹھ برس گذر گئے اور یہ نواں سال ہے - ہر ایک اجلاس میں بزرگان قوم جمع ہوئے اور مسلمانوں کی تعلیم پر توجّہ فرمائی - بہت سے رزولیوشن پاس ہوئے اور بہت سے لکچر دیئے گئے جو ہنسانے والے بھی تھے اور رُلانے والے بھی تھے - فصاحت و بلاغت میں بھی بے نظیر تھے اور اپنے مضامین کے لحاظ سے بھی بے مثل تھے - وہ لکچر ہمارے دل پر مختلف قسم کے اثر پیدا کرتے تھے - جب اُن لکچروں یا نظموں میں ہمارے بزرگوں کی شان و شوکت - اُن کی اولوالعزمی - اُن کا جاہ و حشم - اُن کی قابل قدر سویلیزیشن - اُن کی علمی لیاقتیں اور مختلف علوم و فنون میں اُن کا کمال بیان ہوتا تھا تو ہمارا دل پھولتا تھا اور ہم

اپنے جاموں میں پھولے نہیں سماتے تھے اور ایک قسم کا غرور و فخر ہم میں پیدا ہوتا تھا کہ ہم ایسوں کی اولاد ہیں مگر جب ہمارے موجودہ حال کا بیان ہوتا تھا تو ہمارے دل پژمردہ اور غمگین ہو جاتے تھے اور افسوس کرتے تھے کہ ہم ایسے اسلاف کے ایسے ناخلف فرزند ہیں۔ مگر افسوس ہے کہ یہ پچھلا اثر بہت ہی تھوڑی دیر ہم میں رہتا تھا۔ ہاں ہمارے آنسو بھی نکلتے تھے مگر وہ اپنے ساتھ ہمارے اس رنج کو بہا لیجاتے تھے۔ مجھ میں نہ یہی فصاحت ہے اور نہ طاقت کہ میں اپنے ان مخدوم لکچراروں کی پیروی کروں۔ میرا تو اس رنگریز کا سا حال ہے جس کو صرف اُمواں رنگ آتا تھا اور وہ سب رنگوانے والوں سے گو کہ وہ کوئی رنگ رنگوانا چاہیں یہی کہتا تھا کہ تم پر تو اُمواں رنگ ہی کھلتا ہے۔ پس میں اپنی قوم کے موجودہ حال پر نظر کروں گا اور آپ سے پوچھوں گا کہ اسکی ترقی اور فلاح دارین کیونکر ہو سکتی ہے ؂

گذشتہ زمانہ میں ہمارے بزرگوں کی حالت نہایت عمدہ اور بے نظیر تھی گذشتہ زمانہ کی سویلیزیشن جسے یاد کر کے ہمکو رونا چاہیئے ہمارے بزرگوں کو نصیب تھی۔ اخلاق۔ محبت۔ مروت۔ دوستی۔ دوستی کا برتاؤ۔ دوستی کا پاس۔ دلی نیکی۔ فیاضی۔ متانت۔ چھوٹوں کے ساتھ اُلفت۔ بڑوں کا ادب۔ غریبوں کے ساتھ ہمدردی۔ قومی یگانگت۔ سب اُن میں جمع تھی۔ قومی تعلیم دینی و دُنیوی کا ایسا مستحکم اور قابل ادب سلسلہ تھا جس کی نظیر تمام دنیا کی کسی قوم میں پائی نہیں جاتی۔ ایک بزرگ مقدس عالم دن رات بلا خیال دنیوی فایدہ کے خدا کی رضامندی اور اپنی قوم اور اپنے مذہب کے لوگوں کی تعلیم کے لیئے ایک مسجد کے کونے یا خانقاہ کے حجرہ یا اپنے مکان کی کوٹھری میں بیٹھا پڑھاتا تھا۔ پھر غریب سے غریب آدمی پڑھنے کو آوے یا بادشاہ شہنشاہ کا بیٹا سب کی تعلیم میں مساوی برتاؤ کرتا تھا۔ اخیر زمانہ میں بھی مگر اس زمانہ سے پہلے کثرت سے ایسے بزرگ ہر قصبہ و شہر میں پائے جاتے تھے جس نے اُن کو دیکھا ہے آدمی نہیں اُن کو فرشتہ پایا ہے۔ اُن کی صحبت کی برکت سے طالب علموں کے اخلاق درست ہوتے تھے۔ نیکی اُن کے دل میں پیدا ہوتی تھی۔ شاید اب بھی دو ایک بزرگ ایسے ہوں مگر وہ ایسے شاذ و نادر ہیں جو تمام قوم کو فایدہ پہونچانے کو ناکافی ہیں ؂

سب سے بڑا مقصد تعلیم و تربیت سے انسان میں نیکی اور اخلاق اور انسانیت اور آدمیت پیدا کرنا ہے وہ ہمکو اپنے بزرگوں کی صحبت سے حاصل ہوتا تھا۔ پُشت در پُشت بطور ورثہ کے ہمارے بزرگوں کو پہونچتا تھا اور اُن سے ہمکو۔ ہمارا مُلک جو خاص ہندوستان یا متوسط ہندوستان کہلاتا ہے ہر ایک امر میں کیا علم میں کیا معاشرت و تہذیب میں کیا زبان میں دوسرے مُلکوں کے لیئے نظیر تھا۔ انقلابات زمانہ سے نہ اب وہ زمانہ ہے اور نہ اب وہ لوگ جن کی صحبت سے ہم

تربیت پاتے تھے ۔ غدر ۱۸۵۷ء نے جس کا الزام بدقسمتی سے مسلمانوں پر لگایا گیا رہا سہا جو کچھ تھا سب برباد کر دیا ۔ ہمارا ملک ہی برباد نہیں ہوا بلکہ جیسا اُس کا اثر تمام ہندوستان پر پہونچا تھا اُسی طرح اُس کی بربادی کا اثر بھی تمام ہندوستان میں پہونچا ۔

اے دوستو ۔ اِسوقت تم مُلک کے مختلف حصّوں اور متعدّد خاندانوں و متعدّد قبیلوں کے یہاں تشریف فرما ہو ۔ آپ مجھکو معاف کرینگے اگر میں یہ کہوں کہ ہم سب سوچیں اور اپنے اپنے کُنبہ اور خاندان میں خیال کریں اور دیکھیں کہ اب ایسے بزرگ کس مقام اور خاندان میں باقی ہیں جن کی نیک صحبت کے اثر سے ہمارے نوجوان اور بچّے تعلیم و تربیت پاویں ۔

ہماری مثال اُن تیلیوں کی سی ہے جو ترتیب ایک بندش میں بندھی ہوں اور وہ بندش ٹوٹ جاوے اور تمام تیلیاں متفرق و پریشان ہو جاویں ۔ اور اُن کا کچھ انتظام نہ رہے ۔ اگر اب ہم پھر اپنی قوم کو قوم بنانا چاہتے ہیں تو پھر اُن متفرق تیلیوں کو جمع کر کے ایک بندش سے باندھنا ہمکو ضرور ہے ۔ افسوس کہ پُرانا ڈورا جس سے وہ بندھی ہوئی تھیں وہ ٹوٹ گیا اور ایسا پُرانا اور بودا ہو گیا جس سے اب وہ متفرق تیلیاں بندھ نہیں سکتیں اور اس لیئے ہمکو ضرورت ایک نیا ڈورا پیدا کرنے کی اور اُن متفرق تیلیوں کو جمع کرنے کی اور بترتیب دوبارہ باندھنے کی ہے ۔ اے دوستو اگر ہم ایسا نہ کریں گے تو نہ قوم کو قوم بنا سکینگے اور نہ اُن میں انسانیت ۔ آدمیت اور قومیت پیدا کر سکینگے ۔

یہ حال ہماری قوم کا ہے اور یہ کچھ ہمکو اُن کے لیئے کرنا ہے ۔ اب جو نہایت نازک اور قابلِ غور سوال پیدا ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ یہ کیونکر ہو ۔ اور یہی ایک مسئلہ ہے جو قوم کو اُسپر غور کرنی لازم ہے اور اے دوستو آپ جو دُور و دراز فاصلوں سے اِس مقام پر جمع ہوئے ہو اُس سے مقصد اِس مسئلہ پر غور کرنا اور اُس کے لیئے کسی تدبیر کا سوچنا ہے ۔

انسان کے قوا جب ضعیف ہو جاتے ہیں اور اعتدال مزاج درہم و برہم ہو جاتا ہے تو وہ متعدد اور متضاد بیماریوں میں مبتلا ہوتا ہے ۔ یہی حال قوم کا ہوتا ہے جب اُس کو تنزل ہوتا ہے تو کسی ایک چیز میں تنزل نہیں ہوتا بلکہ مذہب ۔ اخلاق ۔ تعلیم ۔ راستبازی ۔ دیانت داری سویلیزیشن دولت ۔ تمکنت ۔ متانت سب چیزوں میں تنزل ہوتا ہے اور جو لوگ اُس کی اصلاح کے دَرپے ہوتے ہیں وہ حیران ہو جاتے ہیں کہ کس کس چیز کا علاج کریں ۔ ع

دل ہمہ داغ داغ شد پنبہ کجا کجا نہم

مگر جب غور کی جاتی ہے تو بجز تعلیم و تربیت کے اَور کوئی اُس کا علاج نظر نہیں آتا ۔

تعلیم میں جو مشکلات ہیں وہ آپ پر پوشیدہ نہیں ہیں ۔ ہمکو بحیثیت مسلمان ہونے کے

قوم کو قوم بنانے کے لحاظ سے مذہبی تعلیم کی ضرورت ہے۔ کیونکہ مسلمانوں میں مذہب اسلام کی رُو سے قوم کا لفظ نسل کے متحد ہونے پر نہیں بولا جاتا ہے۔ بلکہ جس نے کلمہ پڑھا اور اسلام لایا گو کہ وہ باعتبار نسل کے کوئی ہو وہ سب ہمارے بھائی اور ہماری قوم میں داخل ہیں۔ اسلام کی رو سے اُخوت اور اتحاد قومی صرف اسلام پر منحصر ہے۔ قال اللہ تعالے انما المؤمنون اخوۃ فاصلحوا بین اخویکم واتقوا اللہ لعلکم ترحمون۔ پس جبکہ مدار قومیت اسلام پر ہے تو ہمکو اپنی قوم کو مذہبی تعلیم دینا اوّل درجہ جہاں تک کہ عقاید و فرایض سے متعلق ہے ضرور ہے +

دُنیوی علوم سے ہم اپنی قوم کو محروم نہیں رکھ سکتے۔ کیونکہ اگر اُس سے محروم رکھیں تو وہ دنیا میں رہنے کے قابل نہیں ہوتی۔ ہم قبول کرتے ہیں کہ دنیا و مافیہا فانی ہے اور زندگی چند روزہ ہے مگر کمبخت وہ چند روز ہی ایسے کٹھن ہیں جن میں جب تک کہ ہم اُن میں رہنے کے قابل نہوں رہ نہیں سکتے

یاں فکرِ معیشت ہے وہاں دغدغہ حشر
آسودگی حرفیست یہاں ہے نہ وہاں ہے

یہ کہنا تو بہت خوش آیند معلوم ہوتا ہے کہ علوم ایشیا میں سے یورپ میں گئے ہیں اور ہمارے ہی بزرگوں نے یورپ کو علوم میں تعلیم دی ہے۔ مگر جب ہم غور کرتے ہیں تو تمام علوم کو کیا منطق و فلسفہ کیا ہیئت و ہندسہ کیا طب و حکمت کیا سیاست و انتظام مدن۔ کیا ریاضی علمی و نظری ان سب کو ایسے اعلےٰ درجہ پر ترقی یافتہ پاتے ہیں کہ پہچان نہیں سکتے کہ یہ وہی علوم ہیں جو ایشیا سے یورپ میں گئے تھے۔ جس طرح کہ ایک دانہ زمین میں پڑا ہوا ایک عالی شان درخت ہو جاتا ہے۔ اُسی طرح ان علوم نے ترقی کی ہے اور جو اُن پر مزید ہوا ہے وہ اِسکے علاوہ ہے +

ہمارے دنیوی علوم عقلی و نظری۔ علمی و عملی کی کتابیں تقویم پارینہ کی مانند ہو گئی ہیں جو کسی کام آنے کے لایق نہیں ہیں اور اس لیئے ہمکو بمجبوری اُن علوم کو موجودہ یورپ کی کتابوں سے حاصل کرنا پڑا ہے۔ جن کو ہم بوعلی و فارابی۔ ابن ارشد رازی اور ارسطو اور ساوذی سیوس اور بالاناوس اور دیگر علماء یونانی کی تصنیفات سے جو عربی میں ترجمہ ہو گئی ہیں حاصل کرتے تھے +

لٹریچر ایک ایسا علم ہے جو ہر ایک زبان کے ساتھ مخصوص ہے۔ مگر اس زمانہ میں اُسمیں بھی طریق بیان اور طرز ادائے مضمون نے ایسی ترقی کی ہے کہ ہم اپنی قدیم طرز تحریر اور طریق ادائے مضمون کے چھوڑنے اور اِس جدید طرز کے اختیار کرنے پر مجبور ہوتے ہیں۔ لفاظی اور ہجر و وصل کی شاعری مبالغہ اور ان نیچرل مدح سرائی صنایع و بدایع جو ایک زمانہ میں حسن تحریر سمجھے جاتے تھے اب حد سے زیادہ معیوب ہیں +

تجارت جس میں جاہل عرب ایک زمانہ میں مشہور تھے اور خدا نے بھی ہمکو اُس میں مصروف رہنے کی ہدایت کی ہے۔ جہاں فرمایا ہے یٰایُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوٓا اِذَا نُوْدِیَ لِلصَّلٰوۃِ مِنْ یَّوْمِ الْجُمُعَۃِ فَاسْعَوْا اِلٰی ذِکْرِ اللّٰہِ وَذَرُوا الْبَیْعَ ؕ ذٰلِکُمْ خَیْرٌ لَّکُمْ اِنْ کُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝ فَاِذَا قُضِیَتِ الصَّلٰوۃُ فَانْتَشِرُوْا فِی الْاَرْضِ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰہِ وَاذْکُرُوا اللّٰہَ کَثِیْرًا لَّعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝ وہ ہماری قوم سے بالکل چھوٹ گئی ہے مگر سمجھو کہ کیوں چھوٹ گئی ہے۔ اس لیئے چھوٹ گئی ہے کہ ہم اُس کے لایق یا وہ ہمارے لایق نہیں رہی ہے +

اس زمانہ میں تجارت جاہل بدوؤں کا کام نہیں رہا۔ وہ ایک نہایت اعلےٰ درجہ کا فن ہو گیا ہے جس میں تعلیم و تربیت۔ عمل و علم دونوں کی ضرورت ہے۔ غیر مُلک کے لوگوں سے واقفیت اُن لوگوں اور اُن ملکوں کے حالات سے آگاہی۔ بحر و بر کے سفر کی عادت۔ دلیری و جُرأت اُس کے لیئے درکار ہے مگر ہماری قوم سے یہ سب چیزیں معدوم ہو گئی ہیں۔ اُن کا تو اس مقولہ پر عمل ہے۔ کہ ع

حُبّ الوطن از مُلکِ سلیماں خوشتر

علاوہ اِس کے اِس زمانہ میں شخصی تجارت کا کام نہیں رہا ہے۔ متفقہ تجارت کی جسکو کمپنی سے تعبیر کیا جاتا ہے گرم بازاری اور سرسبزی ہے جس کی بنا اتفاق پر اور ایک دوسرے کی معاونت پر اور سب سے زیادہ راست معاملگی اور اُس سے بھی زیادہ دیانت اور آنسٹی پر مبنی ہے مگر ہماری قوم میں یہ مقولہ مشہور اور اُس پر عملدر آمد بھی ہے کہ "ساجھے کی ہنڈیا چوراہے میں" مجھ کو کوئی نظیر ایسی معلوم نہیں ہے کہ ہماری قوم کے دو چار آدمیوں نے بھی ملکر کوئی تجارت کا کام کیا ہو اور اُس میں خیانت اور آپس میں بدگمانی اور آخر کو باہمی تنازع و تکرار نہوئی ہو۔ اِن رذایل کا قوم سے دُور کرنا اور فضائل کا اُن میں پیدا کرنا نہایت اعلےٰ درجہ کی تعلیم اور تعلیم سے زیادہ تربیت پر منحصر ہے نہ ٹوٹی پھوٹی انگریزی جاننے سے اور یونیورسٹی کی ڈگریاں حاصل کر لینے سے۔ مدراس میں ہزاروں آدمی انگریزی جانتے ہیں میں نے خود ایک مدراسی بی اے کو دیکھا جو ایک انگریز کے ساتھ تھا اور بیرا کا کام کرتا تھا۔ یہ اِس امر کا نتیجہ تھا کہ تعلیم تھی مگر تربیت نہ تھی +

سب سے بڑا جوہر انسان میں ایک بہادر سپاہی کی سی جُرأت اور دلیری اور دل چلاپن ہے اور مستعدی اور اپنے کام کو ایمانداری سے ادا کرنا اُس کا لازمہ ہے۔ یہی چیز ہے جو انسان کو باغیرت بناتی ہے۔ یہی چیز ہے جو سلف ریسپکٹ کو قایم رکھتی ہے۔ یہی چیز ہے جو انسان کو مصیبت کے وقت مضبوط رکھتی ہے۔ یہی چیز ہے جس کے سبب انسان سے ایسے کام ہوتے ہیں

جن کو دیکھکر دنیا تعجب کرتی ہے - ہماری قوم کے نوجوانوں میں اِن سب چیزوں کی بہت کمی ہوگئی ہے اور ہوتی جاتی ہے - سپاہیانہ جرأت او دلیری اُن میں نہیں رہی - اگر کسی میں کچھ ہے تو نامہذب اکھڑپنا ہے - سُستی و کاہلی اُن سکے خمیر میں پڑ گئی ہے - محنت اور جفاکشی کے عادی نہیں رہے - سلف رسپکٹ کا بہت کم خیال ہے - ضعیف و ناتوان ہوگئے ہیں اور ہوتے جاتے ہیں - معمولی تحصیل تمام کرنے کے بعد اُن کے قوا بالکل ضعیف ہوجاتے ہیں - بہت سے ضعف بصر کے شاکی ہیں - دَوڑ دھاڑ کی اُن میں طاقت نہیں ہوتی خراماں خراماں چند قدم چلنا اُن کی معراج ہوتا ہے - پس اُن کی اِن عادتوں کو بدلنا - اُن میں سپاہیانہ دلیری - مہذب بہادری - شایستہ جرأت پیدا کرنا محنت و مشقت کا عادی کرنا - ریاضت جسمانی میں اُن کو ڈالنا - اُن کی صحت کو درست کرنا - یہ سب وہ کام ہیں جو ایک باعزت قوم کے لیئے ہونے چاہئیں - جیسا کہ ہم اپنی قوم کو بنانا ضرور سمجھتے ہیں - اگر ہماری یہ خواہش ہو کہ ہم تعلیم سے اسی قدر مطلب سمجھیں کہ "چارپائے بروکتابے چند" معاف کیجیئے میں نے غلط کہا - بر دو پاے بود کتابے چند - تو ہم نے اپنی قوم کے ساتھ کچھ سلوک نہ کیا ہوگا +

مُسلمان تمام ہندوستان میں پھیلے ہوئے ہیں - اگرچہ گورنمنٹ نے اپنی مہربانی سے اور مشنریوں نے اپنے خیال مذہبی سے جابجا مدرسے قایم کیئے ہیں اور اُن میں کچھ مُسلمان پڑھتے ہیں مگر اُن مدارس میں مُسلمانوں کی تعداد بہت قلیل ہے اور دیگر اقوام کی زیادہ کثرت ہے - دیگر اقوام کی کثرت سے مُسلمانوں کی قومی فیلنگ دبی رہتی ہے - اُن میں ملکر تعلیم پانے سے کبھی اُن میں قومی فیلنگ پیدا ہی نہیں ہوسکتی - تعلیم میں بھی ایک کو دوسرے سے اعانت نہیں پہونچتی - ایں از آں نفور و آں ازیں نفور - طرزِ معاشرت باہم مختلف - ایک کی ضروریات دوسرے کی ضروریات سے مباین اور اس سببب مُسلمانوں کو اُن کالجوں میں کوئی ذریعہ اپنی تعلیم کو ترقی دینے کا اور اپنی قومی فیلنگ کو بڑھانے کا بلکہ اُس کو قایم رکھنے کا نہیں ہے - پس اُن مدارس میں تعلیم پانے سے کبھی توقع نہیں ہوسکتی کہ ہماری قوم قوم بن سکیگی - دیکھو اُن طالب علموں کی فیلنگ کو جو اَور قوموں کے ساتھ پڑھتے ہیں اور اُن طالب علموں کی فیلنگ کو جو اپنی قوم کے طالب علموں کے ساتھ ملے ہوئے پڑھتے ہیں اور اپنی قوم کے نوجوانوں کے ساتھ مل کر رہتے ہیں +

یہ سچ ہے کہ ہم تمام ہندوستان کے مُسلمانوں کو ایک جگہ یا ایک کالج میں جمع نہیں کرسکتے اور یہ بھی کہا جاتا ہے (جسکو میں صحیح نہیں سمجھتا) کہ ہم یہ بھی نہیں کرسکتے کہ مختلف صوبوں میں ایسے اعلےٰ درجہ کے کالج بنا سکیں جو مُسلمانوں کی ضروریات اور اُن میں قومی فیلنگ

پیدا کرنے کے لیئے مناسب ہوں۔ مگر اِن خیالات کے سبب ہاتھ پر ہاتھ دھر کے بیٹھ رہنا
قوم کے قوم بنانے کی تدبیر کو چھوڑ دینا نہایت بُزدلی اور قومی جوش نہ ہونے کی دلیل ہے؛

اگر ہم ایک کالج بھی ایسا بنا لیں جس میں ہم اپنی قوم کے بچّوں کو اِس طرح پر تعلیم و تربیت
دے سکیں جیسی دینی چاہیئے تو بلاشبہ اُس میں ایک محدود تعداد ہوگی۔ مگر اُس محدود تعداد کا
اس قسم کی تربیت پانا قومی فلاح کی نشانی اور قومی ترقی کے ستارۂ اقبال کے طلوع ہونے کی
علامت ہوگی۔ یہی محدود تعداد جب اِس قسم کی تعلیم پاکر نکلینگے اور مُلک کے مختلف حصّوں
میں پھیلیں گے تو وہ قومی ترقی کے لیئے بمنزلہ خمیر کے ہوں گے اور قومی باغ کے لیئے
بمنزلہ تخم کے اور اُمید ہے کہ اُن سے ایسے سرسبز و بارآور درخت پیدا ہوں گے جس کی
نسبت مُجھ کو قرآن مجید کے چند الفاظ تلاوت کر دینے کافی ہیں؛ کزرع اخرج شطأہ
فاٰزرہٗ فاستغلظ فاستوی علٰی سوقه یعجب الزرّاع (یا الله ارجو
منك ان یکون هکذا)؛

اس موقع پر مَیں دو لفظ اپنے کالج کے لڑکوں کو مخاطب کر کے کہنا چاہتا ہوں۔ اَے
طالب علموں جو تم اِس ہال میں جمع ہو سُن لو اور سمجھ لو کہ مجھ کو تم سے کیا توقع ہے اگر تم نے میری
توقعوں کو پُورا نہ کیا تو افسوس تم پر اور افسوس مجھ پر اور افسوس قوم پر؛

لوگ شکایت کرتے ہیں کہ انگریزی تعلیم سے طالب علموں کی عادات اور اخلاق خراب
ہو جاتے ہیں اور آزادی اُن میں سما جاتی ہے۔ بڑوں کا ادب۔ ماں باپ کا ادب اُن کی
عزّت اُن کی فرماں برداری اُن میں سے جاتی رہتی ہے۔ اگرچہ مجھ کو ایسے لوگوں سے واسطہ
نہیں پڑا کیونکہ میں اپنے کالج کے طالب علموں کو ایسا نہیں پاتا وہ نہایت مہذب اور
بزرگوں اور اُستادوں کا ادب کرنے والے ہیں لیکن بالفرض اگر یہ شکایت صحیح ہے تو یہ اُس
حالت میں کہ چار مسلمان بچّے لاہور میں اور چار کلکتہ میں اور چار بمبئی میں اور چار مدراس میں اور
کچھ مشنری کالجوں میں پڑھتے ہوں۔ اگر اُن کے اُستاد مہذب و تربیت یافتہ بھی ہوں اور
یہ بھی فرض کرو کہ وہ اُستاد اُن کی تربیت پر بھی خیال رکھتے ہوں تو ایک دو گھنٹہ اُن کو
اُستاد کے سامنے شکسپیر یا ناول یا ہسٹری یا فلسفہ پڑھ لینا اور اُسکے بعد شہر کے بازاروں
اور گلیوں میں پھرنا جن میں سامان بدتہذیبی بہ نسبت زمانہ سابق کے کثرت سے موجود اور بہ نسبت
سابق کے سہل الوصول و ارزاں ہے اور کسی مہذب سوسٹیٹی کا اُن کو میسّر نہ آنا۔ اِس نقصان
کو جس کی شکایت کی جاتی ہے رفع نہیں کر سکتا۔ پس اے دوستو اگر یہ شکایت حقیقی ہے
تو آپ کو جو فلاح قومی اور اپنے بچّوں کے مہذب ہونے کے خواہاں ہو غور کرنا لازم ہے کہ

یہ شکایت کیونکر رفع ہو سکتی ہے ؎

اس سے بھی زیادہ وہ خطرناک اور ناسمجھی بلکہ نادانی کی آزادی ہے جو میں یقین کرتا ہوں کہ ہمارے کالج کے طالب علموں نے نہیں مگر دوسرے کالج کے طالب علموں نے خواہ وہ گورنمنٹ کالجوں کے ہوں یا مشنری کالجوں کے اختیار کی ہے۔ اس سے میری مراد وہ پولٹیکل ایجیٹیشن ہیں جو انگریزی خواں طالب علموں نے گورنمنٹ کے مقابلہ میں جس کے سایہ عاطفت میں ہم آرام زندگی بسر کرتے ہیں اور جس کے پُرامن زمانہ میں ہم اپنی قوم کو ہر طرح کی ترقی دے سکتے ہیں اختیار کیئے ہیں۔ یہ نوجوانان انگریزی خوان ایک ہلدی کی گرہ پاکر پنساری ہونے کے مدعی ہیں۔ نہ پالیٹکس کے اُصول سے واقف ہیں نہ اُس پر غور کی ہے نہ دوسرے ملکوں کے حالات سے واقف ہیں نہ اُن کو کبھی دیکھا ہے اور بے سروپا باتوں اور گورنمنٹ کی پالسی کی مخالفت میں سرگرم ہو گئے ہیں۔ اور میں کامل یقین سے کہتا ہوں کہ ایسے ایجیٹیشن مُلک کے لیئے اور اگر مُسلمان اُس میں شریک ہوں تو بالتخصیص مُسلمانوں کی قوم کے لیئے نہایت مضر بلکہ قوم کو برباد کرنیوالے ہیں۔ ہمارے نوجوان مُسلمانوں کے لیئے نہ کوئی ایسی سوسیٹی ہے جو اُن کو اس غلطی سے آگاہ کرے نہ اُن کو کوئی نصیحت کرنیوالا اور سمجھانے والا ہے۔ پس آپنے کیا تدبیر سوچی ہے اور کیا طریقہ اختیار کیا ہے اور کیا طریقہ اختیار کر سکتے ہیں جس سے ہماری قوم کے بچے اس وبا سے محفوظ رہیں۔ کیا قوم کو متفرق رکھنے اور متفرق جگہ تعلیم دینے سے ایسا ہو سکتا ہے۔ حاشا و کلا ؎

اس سے بھی زیادہ ایک اَور خطرناک امر ہے جو مُسلمان انگریزی خواں طالب علموں کی نسبت کہا جاتا ہے کہ وہ انگریزی پڑھکر عقاید مذہبی سے برگشتہ یا اُن میں مذبذب اور فرایض مذہبی کے ادا کرنے میں سُست ہو جاتے ہیں۔ یہ پچھلی بات اگرچہ افسوس کے قابل ہے مگر میں اُس کی خصوصیت انگریزی خواں مُسلمانوں کے ساتھ نہیں کر سکتا۔ کیونکہ میں دیکھتا ہوں کہ جو نوجوان مُسلمان انگریزی خواں نہیں ہیں وہ بھی فرایض مذہبی ادا کرنے میں کچھ چُست نہیں ہیں خیر اس کا کچھ ہی سبب ہو مگر زیادہ خطرہ کی بات پہلا امر ہے یعنی عقاید مذہبی سے برگشتہ ہونا یا اُن میں مذبذب ہو جانا۔ اس کا اصلی سبب علوم جدیدہ کا شایع ہو جانا ہے اور چونکہ انگریزی خوان طالب علموں کو اُن علوم جدیدہ سے زیادہ واقفیت کا موقع ہے اس لیئے یہ کہنا کہ انگریزی پڑھنے سے عقاید میں فرق آجاتا ہے کچھ بیجا نہیں ہے مگر اتنی بات میں ضرور کہوں گا کہ بہ نسبت دیگر مدارس کے ہمارے **مدرسۃ العلوم** میں یہ بیماری بہت کم ہے ؎

لیکن ملسے دوستو اس معاملہ میں کمی و بیشی پر خیال کرنا بیجا ہے بلکہ ہماری قوم کو اُسکے

جڑھ سے اُکھاڑنے کی تدبیر کرنی واجب بلکہ فرض ہے - یہ آفت کچھ نئی نہیں ہے بلکہ جب فلسفہ یونانی مسلمانوں میں پھیلا تھا اُس وقت بھی یہ مشکل پیش آئی جس کے سبب اُس زمانہ کے علمار نے علم کلام ایجاد کیا تھا - پس ہم جو اِس کا الزام اپنے نوجوان انگریزی خواں طالب علموں کو دیتے ہیں وہ ٹھیک نہیں ہے - بلکہ در اصل وہ الزام اِس زمانہ کے علما پر ہے جو فلسفۂ جدیدہ کے مقابلہ میں کوئی علم کلام پیدا نہیں کرتے - حال میں یعنی اسی ربیع الاول گذشتہ کے مہینے میں بموقع مجلس میلاد شریف ایک بہت بڑے عالم مصری محمد روحی افندی نے پیرس کے مقام میں اُن مسلمان طالب علموں کے سامنے جو یورپ میں اور خصوصاً فرانس میں تعلیم پاتے ہیں ایک اسپیچ دی ہے جس کے چند فقرے مَیں آپ کے سامنے پڑھتا ہوں +

اُنہوں نے بیان کیا کہ "جس امر ضروری کی طرف مَیں نے اشارہ کیا ہے اور جس کے لیئے یہ سب کچھ بطور مقدمہ اور تمہید کے تھا وہ یہ ہے -

اول تو یہ کہ بلاد اسلامیہ کے رہنے والوں نے جن کو اِس اُنیسویں صدی کے حالات اور سویلیزیشن کی حقیقت پر اطلاع نہیں ہے اِن طلبا کا ممالک یورپ کو جانا پسند نہیں کیا اور اُن ملکوں میں جو اسلامی نہیں ہیں اُن کا تحصیل علم کرنا اُن کو ناگوار ہوا - اور اُن کو حقارت اور ذلت کی نگاہ سے دیکھنے لگے - حتیٰ کہ بعض نے تو معاذ اللہ اُن پر کفر کے فتوے لگا دیئے - یہ لوگ مسلمانوں کی ترقی اور موجودہ تحریک کے سد راہ ہو گئے - اور اُنہوں نے ذرا بھی نہیں سوچا کہ اُس حدیث کا کیا مطلب ہے جو آنحضرت سے منقول ہے - جس کا ماحصل یہ ہے کہ علم کی تلاش کرو اگرچہ وہ چین میں ہو - ملک چین تو اُس وقت اہل کتاب کا ملک بھی نہ تھا - بلکہ محض بُت پرستوں اور مشرکوں کا مُلک تھا - اور ایک حدیث کا مضمون یہ ہے کہ حکمت مومن کی گم شدہ چیز ہے جہاں اُس کو پاؤ حاصل کرو - اسی طرح بہت سی احادیث نبوی و آثار شرعی مروی و منقول ہیں جو میرے دعویٰ کے ثبوت میں گواہ ہیں +

دوئم یہ کہ بعض طلبار دین اسلام کے حقائق سے آگاہ نہیں ہیں - نہ اُن حکمتوں اور باریک معانی کو سمجھتے ہیں جو مذہبی الفاظ کی تہ میں پوشیدہ ہیں نہ اُن علمار سے دریافت کرتے ہیں جو اُن کے ذہنی شبہات کو رد کرنے اور اُن کی غلطیوں اور کمزور خیالات کو دور کرنے پر قادر ہیں بلکہ اُنہوں نے صرف ایسے چند قصوں اور کہانیوں پر قناعت کی ہے جو اُن لوگوں سے سُنی سنائی ہیں جن کو چوڑی آستینوں اور بڑے عماموں کے لحاظ سے تو البتہ علمار سے مشابہت ہے مگر حقیقت میں وہ تعصب اور جہالت میں گرفتار ہیں - انہیں لوگوں نے اسلام کے دائرہ کو تنگ کیا ہے اور اُس میں چند در چند مشکلات پیدا کر دی ہیں - اور کتب دین کے مطالعہ کرنے اور

علمائے دین کی پند و نصیحت سُننے سے اُن کو نافر اور بے توجہ کردیا ہے جس سے معاذ اللہ یہ گمان فاسد پیدا ہوا ہے کہ اسلام حقایق ادلّہ کے برخلاف ہے اور ترقی تمدن کا مخالف ہے۔ اور عالم مسلمان محض مقلد ہے جو نقل پر کفایت کرتا ہے اور عقل سے ذرا بھی کام نہیں لیتا" +

پھر اُنھوں نے کہا کہ "میں اُن طلبار کو جن کا میں نے ذکر کیا معذور سمجھتا ہوں کیونکہ وہ ایسے اشخاص سے تعلیم پاتے ہیں جن کو مذہبی حقایق کی ذرا بھی خبر نہیں ہے۔ علوم عالیہ سے فارغ التحصیل ہونے کے بعد اُن کو ہرگز ایسے شخص سے ملنا نصیب نہیں ہوتا جو اس مذہب مقدس کی حکمتیں اُن کو سمجھائے۔ اور اُن کے عقلی و فلسفی شبہات کو دفع کرے۔ نہ اُن کو ایسی کتابوں کے مطالعہ کی قدرت ہے جو خاص اس مضمون پر لکھی گئی ہیں۔ کیونکہ اُن کتابوں کا مضمون مشکل اور پیچیدہ ہے۔ اُن کے سمجھنے کے لیئے برسوں کی محنت درکار ہے اور سب سے اونٰی بات تو یہ ہے کہ اُن کو عربی زبان اور علمی اصطلاحات سے بھی آگاہی نہیں ہے۔ (انتہیٰ)" +

مَیں نے ابتدا سے یعنی جب سے کہ زبان انگریزی و علوم جدیدہ کے مسلمانوں میں رائج ہونے کی کوشش کی اِس بات کی خواہش کی ہے کہ ہمارے زمانہ کے علماء اس مشکل امر پر متوجہ ہوں اور علوم جدیدہ کے مقابلہ میں علم کلام پیدا کریں۔ مگر افسوس ہے کہ کسی نے اُس پر توجہ نہیں کی ہے +

تھوڑے دن ہوئے کہ ایک بہت بڑا مجمع علمائے دین کا کانپور میں جمع ہوا تھا جو ندوۃ العلماء کے نام سے مشہور ہے میں نے اُس مجلس متبرکہ کے سکرٹری کو ایک خط لکھا اُسکے فقرے آپ کے سامنے پڑھتا ہوں۔ اُسمیں مَیں نے لکھا تھا کہ "ایک اَور امر جو سب سے ضروری اور مقدم ہے میں آپکی خدمت میں عرض کرنا چاہتا ہوں کہ ایک زمانہ مسلمانوں پر ایسا گذرا ہے جس میں بجز تحصیل علوم دین کے اَور کسی علم سے سروکار نہ تھا جس کے سبب دین کی ہزاروں کتابیں۔ حدیث۔ تفسیر۔ فقہ۔ اسمار رجال۔ اُصول حدیث۔ اُصول فقہ وغیرہ موجود ہوگئیں۔ اس کے بعد ایک زمانہ آیا جسمیں حکمت و فلسفہ یونان کا مُسلمانوں میں رواج ہوا اور اُس کے سبب سے عقاید مذہبی میں بہت کچھ خلل واقع ہوا یا واقع ہونے کا اندیشہ ہوا۔ اُس وقت علماء نے مذہب اسلام کی تائید پر کمر باندھی اور علم کلام ایجاد کیا اور اسلام کی نصرت کی۔ مگر اب وہ زمانہ بھی گیا اور جدید فلسفہ اور جدید حکمت اور جدید علوم حکمیہ پیدا ہوگئے اور اس کے مسائل اور جو تحقیقات علوم طبعی کی اب ہوئی ہے وہ بہت زیادہ مخالف مسائل موجودہ اسلام کی ہے اور اِن جدید علوم کا روز بروز زیادہ شیوع ہوتا جاتا ہے اور کسی کے بند کرنے سے بند نہیں ہو سکتا۔ اگلے زمانہ کے عالموں نے بھی حکمت اور فلسفہ یونان بلکہ منطق کے پڑھنے کو بھی حرام قرار دیا تھا۔ مگر اُس سے کچھ نتیجہ نہیں ہوا ہزاروں لاکھوں آدمیوں نے اُس کو پڑھا اور لاچار خود علمار نے اُس کی تحصیل کی اور

علم کلام ایجاد کیا ۔

جو مسائل حکمت و فلسفہ و طبیعیات کے علوم جدیدہ کے ذریعہ سے پیدا ہوئے ہیں اُن کے لیئے وہ علم کلام جو یونانی فلسفہ و حکمت کے مقابل بنایا گیا تھا کافی نہیں ہے اور تفاسیر قرآن مجید اور تفاسیر حدیث شریف اور دیگر کتب مصنفہ اہل اسلام میں اُس کے متعلق کچھ پایا نہیں جاتا اور اس سبب سے الحاد و زندقہ مسلمانوں میں پھیلتا جاتا ہے جو نہایت سخت وبا ہے ۔ جس کی روز بروز ترقی ہونے کی اُمید قوی ہے ۔ پس اِس کا کیا علاج ہے ۔ اُمید ہے کہ آپ میرے اس عریضہ کو ندوۃ العلما کے سامنے پیش فرماوینگے اور جو ہدایت علماء کی اِس باب میں ہو اُسکو مشتہر فرماوینگے تاکہ مسلمان اِس آفت سے جس کی پناہ کسی جگہ نہیں معلوم ہوتی محفوظ رہیں ۔ والسّلام ۔

مگر میں سمجھتا ہوں کہ کسی مصلحت سے یہ خط علماء کرام کے سامنے پیش نہیں ہوا ۔

اِن امور کے بیان کرنے سے میرا مقصد بجز اِس کے اَور کچھ نہیں ہے کہ جو حالات قوم کے ہیں وہ آپ کے سامنے بیان کروں اور یہ ظاہر کروں کہ اِس باب میں آپ یا ہم یا ہماری قوم جب تک کہ ہمارے زمانہ کے علماء بھی اُسپر متوجہ نہوں کچھ کر نہیں سکتے مگر با اینہمہ ہمکو سوچنا ہے کہ جو ہم کر سکتے ہیں وہ کیا ہے ۔ وہ بجز اِسکے اور کچھ ہمارے اختیار میں نہیں ہے کہ ہم اُن طالبعلموں پر نماز پڑھنے کی روزہ رکھنے کی تاکید کریں اُن کے نماز و روزہ کے لیئے جو ضروریات ہیں اُسکو مہیا کریں ۔ اس سے بڑھکر یہ کر سکتے ہیں کہ ہم کسی لائق عالم کو اُن کی نصیحت اور اُن کے امور دینی کی حفاظت کے لیئے مقرر کریں تاکہ وہ اپنے وعظ اور نصیحت سے اُن کے عقاید اور اُن کے خیالات فاسد کو اگر وہ ہوں درست کر سکتا ہے درست کرے ۔ مذہبی تعلیم کو جسقدر ہو سکے اُن کے کورس تعلیم میں داخل کریں اور اِن تمام امور کے اہتمام کو ایک جزو تعلیم کا قرار دیں جیسے کہ آپ دیکھتے ہیں کہ ہمارے مدرسۃ العلوم میں اِن تمام امور کا اہتمام جیسا کہ ممکن ہے ہوتا ہے ۔

قوم کو اگر قومی ترقی اِس طرح کی منظور ہو تو یہ بھی لازم ہوگا کہ جو مسلمان نوجوان کالج میں رکھے جاویں وہ عمدہ ۔ اگر عُمدہ نہو تو متوسط حالت میں رکھے جاویں ۔ اُن کے رہنے کے مکانات صاف اور درست ہوں ۔ اُن کو پاکیزہ اور صاف لباس پہننے کی عادت ڈالی جاوے سلیقہ سے رہنا اپنے رہنے کے مکان کو درست رکھنا اُن پر لازم کیا جاوے سب کو اگر ممکن ہو ایک سی حالت میں رہنے کی تدبیر کیجاوے ۔ کھانے کا انتظام ایسی طرح پر ہو کہ جس سے اُن کو کھانے کا آپس میں دوستانہ اور برادرانہ طریقہ سے ملکر کھانا آجاوے جو ایک بڑی تدبیر قومی موانست ۔ قومی یگانگت کی ہے ۔

مگر بعض لوگوں کی رائے اِس کے بخلاف ہے وہ کہتے ہیں کہ ایسی مہذب عادتیں طالبعلموں میں نہ ڈالی جاویں ۔ کیونکہ جب وہ کالج سے نکلینگے تو اُن کی قسمت میں تو ایک قلی کے طور پر رہنا

ہے وہ ایسی اچھی طرح پر کیونکر رہ سکینگے +

وہ لوگ ان تمام تدبیروں سے جوان نوجوان مسلمانوں کو مہذبانہ طریق سے رہنے کی سکھائی جاویں اس بات کو زیادہ پسند کرتے ہیں کہ غریب مفلس آدمیوں کو جس طرح کہ مسجدوں میں یا خیرات خانوں میں یا خیراتی اسکولوں میں رہتے ہیں یا جس طرح مدرسہ عالیہ جامع ازہر مصر میں طالب علموں کو ایک گلی میں کھڑا کرکے اُن کے ہاتھوں میں دو دو یا تین تین خمیری روٹیاں رکھدی جاتی ہیں اُسی طرح یا اُس کی مثل سستا آسان طریقہ اخراجات تعلیم کا اختیار کیا جاوے تاکہ کثرت سے غریب آدمی بھی تعلیم پا جاویں +

اے دوستو۔ اگر اس طریقہ سے قوم قوم بن سکتی ہے۔ اگر اس طریقہ سے مسلمان بچوں میں آدمیت۔ غیرت۔ سلف رسپکٹ پیدا ہو سکتی ہے۔ اگر تم اس بات کو پسند کرتے ہو کہ تمہارے بچے اِسطرح پر تعلیم پاویں اور تعلیم کے ساتھ ذلت کی زندگی وہ کما لیجاویں تو بہتر مگر میری رائے میں تو اس طریق سے کوئی قوم معزز قوم نہیں بن سکتی جو لوگ اِسطرح پر تعلیم دینا چاہتے ہیں اُن کو مناسب ہے کہ خیراتی اسکول و کالج کھولیں مگر یہ نہیں ہو سکتا کہ جو بچے قوم کے قوم بننے کے لایق ہیں اُن کو بھی اُن کے ساتھ ملا کر جن سے کچھ توقع نہیں ہے برباد کر دیا جاوے +

اخراجات تعلیم کی شکایت کرنے کی لوگوں کو حُبِّ قومی جتلانے کی غرض سے عادت پڑ گئی ہے۔ طالب علموں کے مربیوں کو اپنی اولاد کی تعلیم پر روپیہ خرچ کرنے کی عادت نہیں ہے۔ ورنہ وہ ایسے مفلس نہیں ہیں کہ اولاد کی تعلیم پر روپیہ خرچ نہ کرسکیں۔ ہم دیکھتے ہیں کہ وُہی جنپر اولاد کی تعلیم پر روپیہ خرچ کرنا گراں گذرتا ہے دیگر رسمیات اور فضول باتوں میں کسقدر روپیہ خرچ کرتے ہیں۔ فضول اخراجات اور بیہودہ رسوم میں روپیہ قرض لیتے ہیں۔ جائدادیں گروی کرتے ہیں مگر اولاد کی تعلیم پر روپیہ خرچ کرنا نہیں جانتے۔ اے دوستو وہ زمانہ گیا جب طالب علم مسجدوں کے حجروں میں رہکر اور فاتحہ درود کی یا کسی لنگر خانہ کی روٹیاں کھا کر عالم ہوتے تھے۔ اب تو جب تک اُن کے مربی اپنے فضول اور لغو اخراجات بند نکریں اور اپنی اولاد کی تعلیم و تربیت پر روپیہ خرچ نہ کریں اُس وقت تک اُن کی اولاد کو نہ تعلیم ہو سکتی ہے نہ تربیت +

میں نے آپ کے سامنے قوم کا واقعی اور مفصل حال بیان کیا ہے یَیں یقین کرتا ہوں کہ آپ کو اپنی قوم کی ترقی تعلیم اور عُمدہ تربیت کی خواہش ہے۔ میں آپ سے یہ نہیں چاہتا کہ آپ اِسوقت کوئی تدبیر بتاویں بلکہ یہ چاہتا ہوں کہ آپ اِن حالات پر غور کریں اور اپنی فرصت کے گھنٹوں میں سوچیں کہ قوم کو ایک معزز قوم بنانے اور اُن کی تعلیم و تربیت کرنے کی کیا تدبیر ہے

اور جو بہتر سمجھیں وہ کیا کریں ۔ واٰخر دعوانا ان الحمد للّٰہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ جدی محمد رسول اللّٰہ الذی ھدانا الی الایمان واخرجنا من الظلمات الی النور ورفعنا من قعر المذلۃ الی اعلی الدرجۃ فی الدین والدنیا والاٰخرۃ وعلیٰ اٰلہٖ واصحابہٖ اجمعین ۔

بعد لکچر ختم ہونے کے پریسیڈنٹ اپنی کرسی پر سے اُٹھے اور حسب ذیل اسپیچ کی :-

اسپیچ پریسیڈنٹ

صاحبان ۔ ہمارے قومی لیڈر جناب سر سید محترم کے لکچر کی نسبت یہ کہنا کہ وہ قوم کے لیئے وسیع معلومات اور کامل تجربہ کا ایک نہایت قابل قدر ذخیرہ ہے ۔ شاید بعض احباب سر سید کے پاکیزہ کلام کی خوبی کے لحاظ سے اس موقع پر کسی درجہ تک ضروری سمجھیں لیکن میں اس لکچر کی شکر گذاری میں بھی اسکی عمدگی او کمال کی تعریف کرنا ایک قسم کی گستاخی خیال کرتا ہوں اور نہ مجھے اس بات کی جرأت ہو سکتی ہے کہ آپ کی جانب سے ایسے الفاظ میں جو فی الحقیقت ہمارے واجب التعظیم قوم کے ریفارمر اور لیڈر کے مناسب ہوں ان کے لکچر کا شکریہ ادا کرنے کا ذمہ وار ہوں ۔ ایسی حالت میں مجھے قوی اُمید ہے کہ ہمارے سر سید میری اس شکر گذاری کی ناقابلیت کو نا انصافی کی طرف سے دلی شکریہ کا پیمانہ قرار دینگے اور میں نہایت خوش ہوں کہ میرے لیئے اس شکریہ کے ادا نہ کرسکنے کا باعث صرف ہمارے فاضل لکچرر کا بے نظیر نفس مضمون اور طرز بیان ہے ۔

سر سید کا یہ لکچر لکچر نہیں بلکہ ایک سرمن یا یوں کہو کہ وعظ تھا جو کہ اس ہال کی بجائے اگر دہلی کی جامع مسجد میں کہا جاتا تو ہمارے علمائے دین اس سے ضرور متاثر ہوتے اور اگر نہ ہوتے تو اس کا باعث ان کی کم فہمی ہوتی یا شاید ان کا تعصب نہ کہ مذہبی عقاید کے لحاظ سے سر سید کی غلطی یا غلط بیانی ۔ ہمارے تعلیم یافتہ اور خصوصاً انگریزی داں نوجوانوں کی طرف خطاب کر کے جو نصیحت آمیز کلمات سر سید نے کہے ہیں وہ اس قابل ہیں کہ ہماری موجودہ او آنیوالی نسلوں کی صرف پیشانیوں پر نہیں بلکہ دلوں پر عرق خیالات سے لکھے جائیں ۔ انگریزی تعلیم یافتہ مسلمانوں پر آجکل جو الزامات عموماً حامیان دین کی طرف سے لگائے جاتے ہیں اس میں سے بعض بلاشبہ بالکل بے بنیاد اور بعض غلط فہمی پر مبنی ہیں ۔ لیکن یہ الزام کسی حد تک بجا ہے کہ اس جماعت میں ایسے مذہبی اعتقادات جس کا انسان کی اخلاقی فطرت سے بظاہر

کوئی تعلق نہیں روزبروز ضعیف ہوتے چلے جاتے ہیں +

یہ ایک ایسا مرض ہے کہ جس کا اس زمانہ میں ظہور ہونا شاید خطرناک تو ہو لیکن کوئی تعجب انگیز امر نہیں ہے۔ اسلام کی تاریخ ہمکو بتلاتی ہے کہ عباسیوں کے زمانہ میں جبکہ عربی زبان میں یونانی فلسفہ کا ترجمہ ہوا تو نئی معلومات کی وجہ سے پڑھے لکھے مسلمانوں کے سروں میں ایسا چکر آیا کہ چاروں طرف الحاد کی ہوا چل گئی۔ اور علمائے دین کو اسلام کے مذہبی عقاید کی حمایت میں بڑی دقتیں پیش آئیں۔ آخرکار چند اطبائے ملت نے بڑی فکر کے بعد اس مرض کے رفع کرنے کے لیئے ایک علاج تجویز کیا جس کا نام علم کلام ہے +

یہ علاج ضرورت زمانہ کے مطابق نہایت مفید ثابت ہوا اور پرانے فلسفوں کے مقابلہ میں آج تک عربی علوم کی تحصیل کے تعلق اُس کو کم و بیش کامیابی حاصل ہوئی ہے۔ میں نے ابھی جس الزام کا ذکر کیا ہے وہ اگر فی الحقیقت سچا الزام ہے تو اُسکی جوابدہی میں خیال کرتا ہوں زیادہ تر ہمارے علمائے دین کے ذمہ ہے۔ کیونکہ وہ انگریزی تعلیم کی ضرورت کو بخوبی پہچانتے ہیں اور خوب سمجھتے ہیں کہ اعتقادات پر اُس کا کیسا اثر ہوتا ہے اور یہ بھی جانتے ہیں کہ آجکل کے سرکاری سلسلۂ تعلیم میں مذہبی تعلیم کے نصاب کا بالکل دخل نہیں ہو سکتا۔ مگر باوجود ان سب باتوں کے وہ موجودہ علوم کی ترقی کے مطابق ضرورت زمانہ کے لحاظ سے علم کلام کی ترمیم کر کے اسلام کے مذہبی عقاید کو مستحکم بنیاد پر قایم کرنے کی بالکل کوشش تک نہیں کرتے۔ ایسی صورت میں اگر عقل سے کام لینے والے مسلمانوں کے نیچے بعض غیر مفہوم اسلامی مسائل کو اپنے عقاید کا رتبہ دینے سے پرہیز کریں تو فرمایئے گا کس کا قصور ہے +

ندوۃ العلماء کو بہت جلدی اس اہم ضرورت کی طرف توجہ مبذول کرنا لازم ہے ورنہ قوم کا فتویٰ یہی ہوگا کہ وہ مجمع ایک بھاری فرض کے ادا کرنے میں بالکل قاصر رہا ہے۔ اس امر کے متعلق سرسید نے جو خط ندوہ کے سکرٹری صاحب کے نام بھیجا تھا وہ افسوس کا مقام ہے نہ اجلاس علماء کے روبرو پیش کیا گیا اور نہ یہ معلوم ہے کہ اسپر عمل کرنے کی کہاں تک اُمید ہو سکتی ہے۔ ندوہ کی طرف سے ایسے بزرگان قوم کے خطوط پر ہر وقت خاص توجہ لازم ہے +

اس موقع پر میں اپنے نوجوان انگریزی خوان احباب کی خدمت میں اس قدر عرض کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ نہ صرف فرقۂ علماء بلکہ مسلمانوں کی ایک کثیر جماعت جن پر زمانہ کی نئی روشنی کا اثر اس حد تک نہیں ہوا کہ ان کے آبائی خیالات میں ایک نمایاں انقلاب پیدا ہو گیا ہو آپ کے ہر ایک قول و فعل کو معترض اجنبیوں کی طرح نکتہ چینی کی نگاہ سے دیکھتے ہیں تاکہ وہ اس بات کا اندازہ کریں کہ آپ کے اسلامی اوصاف و اطوار پر جدید طریقۂ تعلیم کا کیسا اثر ہوا ہے +

یہ حالت ایسی ہے کہ اس میں آپ کا اِس خیال پر عمل کرنا کہ مذہب صرف انسان کے اپنے کانشنس یا ضمیر سے علاقہ رکھتا ہے اور ایک خاص وضع کے اعتقادات کی بظاہر تقلید کرنے سے اسے کچھ تعلق نہیں نہ صرف ایک بھاری غلط فہمی کا موجب ہو سکتا ہے بلکہ احکام شرعی سے مغائر سمجھا جائے گا *

پس لازم ہے کہ اگر آپ عام مسلمانوں کو جدید قسم کی انگریزی تعلیم کی نسبت ایک نہایت نقصان رساں اور نامناسب بدگمانی سے باز رکھنا چاہتے ہیں تو آپ کے افعال و اقوال اس قسم کے ہونے چاہئیں کہ اُن سے آپ کے بزرگوں کے دلوں میں ہرگز یہ خیال پیدا نہ ہو کہ انگریزی علوم کی ترقی کے ساتھ نوجوان مُسلمانوں میں اسلامی عقیدے روز بروز ضعیف ہوتے چلے جاتے ہیں *

میں افسوس کرتا ہوں کہ اس قسم کا خیال لوگوں کے دلوں میں بتدریج مضبوط ہوتا جاتا ہے لیکن مجھے اُمید ہے کہ کم ازکم اس بیت العلوم کے تربیت یافتہ طالب علم تا بحد امکان اس کے رفع کرنے کی کوشش کریں گے *

سر سید کے پند و نصائح آبِ زر سے لکھنے کے قابل ہیں اور اُن کے مخالفانہ خیالات آپ کے دلوں میں جاگزین ہیں اُن کو اُمید ہے آپ آنسوؤں کے پانی سے دھو ڈالینگے *

۷۸

لکچر

ڈاکٹر سر سید احمد خاں بہادر ایل ایل ڈی کے سی ایس آئی

دربارب

ترغیب و تحریص تعلیم اطفال مسلمانان

متعلق

اجلاس دہم محمدن ایجوکیشنل کانفرنس

منعقدہ

۲۸ - دسمبر ۱۸۹۵ء بمقام شاہجہان پور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جناب صدر انجمن و بزرگان قوم

للہ الحمد ہر آں چیز کہ خاطر میخواست
آخر آمد ز پس پردہ تقدیر پدید

جبکہ مسلمانوں کی تعلیم کے لیئے مدرسہ بنانا تجویز ہوا تو میں نے علیگڈھ کو اُسکے لیئے پسند کیا علیگڈھ میرا وطن نہیں تھا اور نہ وہاں سے مجھ کو کچھ تعلق تھا۔ مگر صرف اِس خیال سے کہ وہ ایسا مقام ہے جو چاروں طرف سے مسلمان رئیسوں سے گھرا ہوا ہے۔ میرٹھ۔ بلند شہر۔ مظفر نگر۔ سہارنپور آگرہ۔ ایٹہ اور ایک بہت بڑا مخزن مسلمان رئیسوں کا یعنی روہیلکھنڈ جسمیں معزز خاندانوں کے

لوگ بستے ہیں اُن سے ملے ہوئے ہیں اور اس لیئے مسلمانوں کی تعلیم کے لیئے علیگڈھ نہایت مناسب مقام ہے۔ اِس لیئے شاہجہان پور میں محمدن ایجوکیشنل کانفرنس کا اجلاس ہونے سے مجھ کو بے انتہا خوشی ہوئی ہے اور میں تمام بزرگوں اور رئیسوں کا جنہوں نے شاہجہانپور میں کانفرنس کا ہونا تجویز کیا اور اُسکے اہتمام میں محنت گوارا کی دل سے شکر ادا کرتا ہوں۔ مگر میری شکر گزاری اُس وقت نیک لگے گی جبکہ شاہجہان پور بلکہ تمام روہیلکھنڈ کے رئیس اسی طرح اپنی اولاد کی تعلیم و تربیت پر متوجہ ہوں جس طرح کہ اُنھوں نے شاہجہانپور میں کانفرنس ہونے پر توجہ کی ہے*

اے بزرگو اور اے روہیلکھنڈ کے رئیسو۔ آپ کے اور آپ پر کیا موقوف ہے اکثر مُسلمانوں کے کانوں میں اپنے بزرگوں کی شان و شوکت۔ علم و فضل کی صدائیں گونج رہی ہیں اور جو زمانہ اُن کے بزرگوں پر گذرا تھا اور جو بہار اُن کے بزرگوں نے دیکھی تھی اُس کی خیالی تصویر اُن کی آنکھوں کے سامنے کھنچ رہی ہے۔ اِس سبب سے حال کے زمانہ کو وہ دیکھ نہیں سکتے اور نہ اِس زمانہ کی حالت اور آیندہ زمانہ کی کیفیت اُن کے خیال میں آسکتی ہے اور یہی اصلی سبب ہے جس کی وجہ سے وہ روز بروز تنزل کرتے جاتے ہیں پر سمجھتے نہیں۔ یا سمجھتے ہیں اور کچھ کرتے نہیں۔ مگر سمجھتے ہی نہیں۔ اگر سمجھتے ہوتے تو کچھ نہ کچھ کرتے ہوتے*

اے دوستو۔ میرا اصلی مقصد یہ ہے کہ میں اپنی قوم سے کہوں اور اُن کو بتلاؤں اور جتلاؤں کہ اُس خمار سے ہوشیار ہو اور زمانہ کو دیکھو۔ اگر اپنے لیئے نہیں دیکھتے تو اپنی اولاد کے لیئے دیکھو اور سمجھو کہ تمہاری اولاد کے لیئے کیا زمانہ ہے اور کیا زمانہ آنیوالا ہے۔ اور تمہارا اپنی اولاد کے لیئے کیا فرض ہے جس سے وہ آیندہ زمانہ میں اپنی زندگی آرام سے۔ عزت حرمت سے بسر کرسکیں*

مَیں ابھی اِس میں کچھ کہنا نہیں چاہتا۔ جو کچھ کہنا ہوگا میں کہوں گا۔ مگر میں پہلے تم ہی سے پوچھتا ہوں اور تم ہی سے اِس معمے کا حل چاہتا ہوں تاکہ تم اِس پہیلی کو بوجھو اور اُس کو بوجھ کر اپنی اولاد کے حق میں جو مناسب سمجھو کرو۔ تم سے زیادہ تمہاری اولاد کا کوئی خیر خواہ نہیں ہوسکتا اگر تم ہی اُن کے واسطے کچھ نہ کروگے تو تم یقین جانو کہ تمہاری روحیں قبر میں آرام سے نہیں رہینگی*

ہاں مَیں سمجھتا ہوں کہ بہت سے دولتمند اپنی دولت پر بھروسہ کرتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ ہماری اولاد کے لیئے بہت کچھ ہے۔ بہت سے صاحب جایداد ہیں جو اپنی اولاد کو اُس کا آیندہ مالک سمجھتے ہیں۔ مگر سمجھنا چاہیئے کہ جس ذخیرہ کو وہ جمع ہوا دیکھتے ہیں اگر اولاد نیک اور نیک چلن بھی ہو جب بھی وہ ایک جگہ جمع نہیں رہ سکتا۔ جس وقت وہ ٹکڑے ٹکڑے ہو کر خود تمہاری

اولاد ہوتی تو تم بہ جو نوف کرتے گے کہ تو اُس کی نہ حقیقت تھی نہیں۔ بہ نتیجہ کی جو تمہارے خیال میں ہے۔ اور
مقابلہ وہ تعلیم سے بھی عاری ہوں تو اُن دونوں سے محروم ہونے کے سوا اَور کچھ اُن کو نصیب
نہیں ہونے کا ؛

میں نے اس باب میں بہت کچھ غور کی ہے اور جو نتیجہ میں نے سمجھا ہے اور اُس آنیوالی
مصیبت سے پناہ دینے والا ڈھونڈھا ہے وہ تعلیم و تربیت ہے۔ پس اگر تم اپنی اولاد کو اُسکی
گود میں نہ ڈالو گے اور اُس کی پناہ میں نہ دو گے تو جو مصیبت آنے والی ہے وہ کبھی نہیں
ٹلنے کی ؛

اے دوستو۔ ایسا کون شخص ہے جو لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پر یقین
رکھتا ہو اور یہ نہ چاہتا ہو کہ اُن کی اولاد مسلمانوں کے عقاید نماز۔ روزہ۔ حج اور زکوٰۃ کے مسائل
سے واقف نہ ہو۔ اور کون باپ ہے جس کی یہ خواہش نہو کہ اُس کی اولاد عقاید مذہبی کی پابند نہو
تو نہیں واقف ہوں کہ ہزاروں لاکھوں نوجوان بچے ایسے ہیں جنہوں نے آغوش پدر و مادر میں
پرورش پائی ہے مگر ایک لفظ بھی اپنے عقاید مذہبی کا نہیں جانتے بلکہ بہت سے ایسے بھی ہیں
جنہوں نے خدا کے سامنے کبھی اپنا سر نہیں جھکایا ہے اور نہ اپنا ماتھا زمین پر ٹیکا ہے۔ مگر
بحث یہ ہے کہ جب ہمکو اس دنیا میں زندگی بسر کرنی ہے تو دنیا کے کٹھن رستے کے کاٹنے
کو گو کہ وہ چند روزہ ہی ہو اُسکے سوا کچھ اَور بھی کرنا ضرور ہے۔ اُمید ہے کہ آپ سب صاحب تسلیم
کرینگے کہ بلاشبہ کچھ کرنا ضرور ہے۔ پھر اگر کچھ کرنا ضرور ہے تو بتلاؤ کیا کرنا ضرور ہے ؟ ہم تو یہ بتلاتے
ہیں کہ جب دنیا میں رہنا ہے تو دنیا کے ساتھ چلنا ہے ؛

اے دوستو۔ یہ آواز سب کو خوش آتی ہے کہ دنیا چھوڑو اور خدا کو پکڑو۔ خدا تو خود ہمکو پکڑے
ہوئے ہے اور سب طرف سے گھیرے ہوئے ہے ہم خدا کو کیا پکڑینگے۔ وہ خود ہمکو نہیں
چھوڑتا۔ مگر دنیا کے چھوڑنے کے معنی اب تک میری سمجھ میں نہیں آئے۔ کیا جو شخص سمندر میں
پڑا ہو وہ پانی کو چھوڑ سکتا ہے ؟ زاہد ہو۔ عابد ہو۔ غار میں جا بیٹھو۔ جنگل میں جاؤ۔ پہاڑ کی چوٹی
پر جا بیٹھو۔ مگر دنیا ساتھ ساتھ لگی ہوئی ہے۔ عالم ہو۔ دستار فضیلت باندھو۔ منبر پر بیٹھکر وعظ
کرو۔ لوگوں کو دنیا کے چھوڑنے کی نصیحت کرو۔ جب غور کرو تو اُنہیں کے ساتھ دنیا چمٹی
ہوئی ہے۔ پس سیدھا رستہ وہی ہے جو خدا نے اور جدی محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم
نے بتایا ہے کہ خدا کے کام بھی کرو اور دنیا کے بھی۔ مگر ایمانداری اور سچائی سے۔ کیونکہ جس طرح
خدا کے کام ہمسے نہیں چھوٹ سکتے اسی طرح دنیا کے کام بھی ہم سے نہیں چھوٹ سکتے۔ اس
مشکل مسئلہ کو خود خدا نے چند لفظوں میں حل کر دیا ہے۔ جہاں فرمایا ہے کہ یاایہا الذین امنوا

اذا نودی للصلوٰۃ من یوم الجمعۃ فاسعوا الیٰ ذکر اللّٰہ وذروا البیع ذٰلکم خیر لکم ان کنتم تعلمون ۰ فاذا قضیت الصلوٰۃ فانتشروا فی الارض وابتغوا من فضل اللّٰہ واذکروا اللّٰہ کثیرا لعلکم تفلحون ۰ یہ آیت صاف دلالت کرتی ہے کہ جو وقت خدا کی بندگی کا ہے اُس وقت دنیاوی سب کام چھوڑ دو اور جب اُس کو ادا کرچکو تو اپنی روزی تلاش کرنے کے لیئے کچھ کرو۔ یہی سیدھا رستہ ہے اور اسی پر چلنے سے دین و دنیا دونوں میں نجات ہے ۰

اے عزیزو لوگ سمجھتے ہیں کہ خدا کا رستہ بہت کٹھن ہے۔ اُس میں بڑی بڑی ٹھوکریں اور نہایت خاردار درخت اور عمیق عمیق گڑھے اور گہرے گہرے دریا حائل ہیں مگر میرا خیال اس کے برعکس ہے۔ خدا نے اپنے بندوں کو اپنے پاس آنے کے لیئے ایسا دشوار گذار رستہ نہیں بنایا۔ وہ بالکل صاف سیدھا اور شاہراہ ہے۔ خدائے واحد لاشریک لہٗ قادر مطلق پر یقین کرنا اور اُس کے رسولوں کو ماننا محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین کی تصدیق کرنا منہیات سے جو درحقیقت انسانیت کے برخلاف ہیں بچنا اور فرایض کو ادا کرنا جو انسانیت کا مقتضا ہے اُس کا رستہ ہے۔ مگر کٹھن رستہ دنیا میں زندگی بسر کرنے کا ہے جس کی نسبت خدا نے آدمؑ کو کہا تھا کہ تو اپنے ماتھے کے پسینہ سے روزی کمائیگا۔

اے دوستو۔ جب کبھی دنیا کا تذکرہ ہوتا ہے تو میں نے اکثر بزرگوں کو مولانا روم رحمہ کے یہ دو شعر پڑھتے سُنا ہے۔ ؎

ہم خدا خواہی و ہم دنیائے دوں ——— ایں خیال است و محال است و جنوں

اہلِ دنیا کافرانِ مطلق اند ——— روز و شب در جق جق و در بق بق اند

اِن کی مثال اُس رند کی سی ہے جو نماز نہیں پڑھتا تھا اور جب اُس سے پوچھا کہ تو نماز کیوں نہیں پڑھتا تو اُس نے کہا کہ قرآن میں آیا ہے کہ لاتقربوا الصلوٰۃ جب اُس سے کہا کہ آگے تو پڑھو۔ اُس نے جواب دیا کہ میں نے تمہارے لیئے تمام قرآن حفظ کر رکھا ہے۔ اسی طرح جب اِن سے کہتے ہیں کہ حضرت آگے تو پڑھیئے تو جواب دیتے ہیں۔ کہ ساری مثنوی ہم نے یاد نہیں کی۔ مگر ہم اُن کو بتلاتے ہیں کہ اُس کے آگے یہ شعر ہے۔ ؎

چیست دنیا از خدا غافل بُدن

نے قماش و نقرہ و فرزند و زن

بیشک کوئی شخص اس سے بدتر دنیا میں نہیں ہے جو دنیا کے نشہ میں سرشار ہو اور کوئی شخص دنیا میں اس سے بہتر نہیں ہے کہ جو دنیا میں دنیا کے نشہ میں نہ پڑے اور ہشیار ہو

اَب ہمکو دیکھنا ہے کہ دنیا کیونکر چلتی ہے اور زمانہ کی رفتار کس طرح پر ہے ؛

خلافت ہائے حقہ کے بعد بنی اُمیہ اور بنی عباس کا دَور دورہ ہوا ۔ وہ زمانہ عربی زبان کے عروج کا تھا ۔ درباری زبان عربی تھی ۔ تمام علوم عربی زبان میں تھے ۔ سرکاری دفتر اور دنیا کے تمام کاروبار عربی زبان میں ہوتے تھے ۔ ہمارے بزرگوں نے اُس زمانہ میں کیا کیا ؟ عربی زبان میں ترقی کی ۔ اور اُس میں کمال حاصل کیا اور عزت سے دنیا میں زندگی بسر کی ۔ جب ترکوں اور مغلوں کا دَور دَورہ ہندوستان میں ہوا تو فارسی زبان نے عروج پایا ۔ درباری زبان فارسی ہو گئی تمام سرکاری دفتر اور دنیا کے کاروبار فارسی زبان میں ہونے لگے ۔ فارسی زبان نہ ہماری مذہبی زبان تھی ۔ نہ ہمارے بزرگوں کی مادری زبان تھی ۔ ہمارے بزرگوں نے نہ صرف ہمارے بزرگوں نے ہندوستان کے باشندوں نے بھی اُس میں کمال حاصل کیا اور دنیا میں عزت سے اپنی زندگی بسر کی ۔ اَب خدا کی مرضی سے انگلش گورنمنٹ ہم پر حکمران ہے جو امن و امان اور مذہبی آزادی سے ہم پر حکومت کرتی ہے ۔ اب انگریزی زبان کا عروج ہے ۔ تمام علوم و فنون انگریزی زبان میں ہیں جو کچھ ہمارے بزرگوں کے پاس عربی زبان میں تھا اُس سے بہت زیادہ انگریزی زبان میں ہے درباری زبان انگریزی ہے ہماری زندگی کے تمام کاروبار میں انگریزی زبان نے سرایت کی ہے ۔ بغیر انگریزی دانی کے ہم رستہ بھی نہیں چل سکتے ۔ اگر ریل پر سوار ہونے کو جائیں تو نہیں جانتے کہ کس وقت جائیں کس رستہ سے جائیں ۔ اور کہاں سے ٹکٹ لیں اور کس رستہ سے نکلیں ۔ پس اگر اس زمانہ میں دنیا میں رہنا ہے اور عزت سے زندگی بسر کرنی ہے تو ہمارا فرض ہے کہ ہم اپنی اولاد کو انگریزی علوم کی تعلیم دیں اور اُسی کے ساتھ عقاید مذہبی سے بھی اُن کو جاہل اور بے بہرہ نہ رکھیں ؛

اے عزیزو یہ بات ظاہر ہے کہ سرکاری معزز عہدوں میں انگریزی دانی کی قید لگ گئی ہے جو بغیر انگریزی دانی کے حاصل نہیں ہو سکتے اور روز بروز ہر ایک نوکری میں یہ قید لگتی جائے گی مگر میں جو اپنی قوم کو انگریزی پڑھنے کی رغبت دلاتا ہوں تو اُس سے صرف سرکاری نوکریاں حاصل کرنا میرا مدعا نہیں ہے ہر شخص سمجھ سکتا ہے اور ہر ایک طالب علم جو انگریزی پڑھتا ہے بخوبی جانتا ہے کہ گورنمنٹ میں اسقدر نوکریاں نہیں ہیں جو انگریزی خوانوں کو گو اُنھوں نے کتنا ہی کمال انگریزی میں حاصل کر لیا ہو مل سکیں ۔ ہاں انگریزی تعلیم پائے ہوؤں کو نوکریاں بھی ایک ذریعہ حصول معاش کا ہے مگر جن کو اس بات کا یقین ہے کہ اِس زمانہ میں ہماری زندگی کے تمام کاروبار کیا تجارت اور کیا حرفت اور کیا کسی قسم کے پیشے ۔ سب انگریزی دانی پر منحصر ہو گئے ہیں ۔ اور جب تک ہم انگریزی میں کامل استعداد پیدا نہ کریں دنیا میں کسی لائق نہیں ہو سکتے وہی سدھے رستے پر ہیں اور انہیں کا خیال بہت صحیح ہے اور اسی خیال پر اُن کو انگریزی تحصیل کرنی چاہیئے ۔ تعلیم و تربیت ایک

ایسی چیز ہے جس سے وہ تفاوت ظاہر ہوتا ہے جو انسان اور حیوان میں ہے۔ تم خیال کرو کہ ایک جاہل گنوار بے علم و ناتربیت یافتہ کو تم خود حیوان سے زیادہ نہیں سمجھتے۔ پھر تم خود انصاف کرو کہ انسان کے لیئے یہ بات بہتر ہے کہ تعلیم یافتہ قومیں اُس کو انسان سمجھیں یا یہ بہتر ہے کہ جس طرح تم جاہل گنواروں کو مثل حیوان کے سمجھتے ہو اُسی طرح تعلیم یافتہ قومیں تمکو بھی مثل حیوان کے سمجھیں ٭

اے عزیزو تعلیم اگر اُسکے ساتھ تربیت نہو اور جس تعلیم سے قوم۔ قوم نہ بن سکے وہ تعلیم درحقیقت کچھ قدر کے لایق نہیں۔ پس انگریزی پڑھ لینا اور بی اے اور ایم اے ہو جانا جبتک کہ اُس کے ساتھ تربیت اور قومیت کی فیلنگ نہو ہم قوم کو قوم اور ایک معزز قوم نہیں بنا سکتے اسلام نے اُس قومیت کے بدلے جو نسل یا ملک کے سبب گنی جاتی تھی اسلامی قومیت قایم کی ہے۔ جس نے کلمہ پڑھا خواہ وہ چین کا رہنے والا ہو یا ماچین کا۔ عرب کا رہنے والا ہو یا ہندوستان کا۔ سب آپس میں بھائی اور مسلمان ہیں اور ایک قوم اسلام اور یہ ایسا افتخار ہے کہ سوا ئے اسلام کے اور کسی میں پایا نہیں جاتا۔ پس ہمکو اس بات کی فکر ہے کہ ہماری قوم قوم بنے اور معزز قوم ٭

اے صاحبو۔ یہ مقصد حاصل نہیں ہو سکتا جب تک کہ بزرگانِ قوم اس مقصد کے پورا ہونے پر متوجہ نہوں۔ خدا تعالےٰ نے اپنے فضل و کرم سے جن کو اولاد مرحمت کی ہے اور اُس کے ساتھ مقدور بھی دیا ہے اُن کو اِن دونوں نعمتوں کی قدر کرنا چاہیئے اور اُن لغو اور بیہودہ فضولیات سے جو شادیوں اور برادریوں میں کرتے ہیں دست کش ہونا اور اپنی اولاد کی تعلیم پر متوجہ ہونا اور اُس روپیہ کو جو فضولیات میں خرچ کرتے ہیں اپنی اولاد کی تعلیم پر خرچ کرنا لازم ہے۔ بہت سے خاندان ایسے ہوں گے جو کسی زمانہ میں مال اور دولت سے مالامال تھے اور اب غریب ہو گئے ہیں مگر شرافت و نجابت نسلی اور آبائی اُن میں موجود ہے۔ گو خدا نے ایک دولت اُن سے لے لی ہے مگر دوسری دولت یعنی اولاد اُن کو دی ہے۔ اور بیمقدوری سے اپنی اولاد کی تعلیم و تربیت نہیں کر سکتے۔ پس جس کسی کو خدا نے ان دولت دی ہے اُس کا فرض ہے کہ اپنے اُن بھائیوں کی اولاد کی جو کسی زمانہ میں اُن کے ہمسر یا اُن سے زیادہ مالامال تھے تعلیم و تربیت کے لیئے کوئی تدبیر کریں ٭

اے دوستو۔ قومی بھلائی کے کام میں اپنے اور پرائے کا خیال خود اپنے آپکو نقصان پہونچاتا ہے۔ اس مضمون کو ایک مثال کے پیرایہ میں کسی شخص نے نہایت خوبی سے بیان کیا ہے کہ "ایک دفعہ ایک انسان کے ہاتھ پانوں۔ آنکھ ناک کو اپنے اپنے فایدہ پر خیال ہوا۔ پانوں

نے کہا کہ میدانوں اور جنگلوں پر میں چلتا ہوں اور روزی پیدا کرتا ہوں اور معدہ اُس کا فایدہ اُٹھاتا
ہے۔ پھر میں دوسرے کے لیئے یہ محنت کیوں اُٹھاؤں۔ ہاتھوں نے کہا کہ روٹی ہم پکاتے
ہیں۔ کھانا ہم تیار کرتے ہیں فایدہ دوسرا اُٹھاتا ہے ہمیں اِس محنت سے کیا غرض ناک
بولی کہ سڑے گلے کھانے میں میں تمیز کرتی ہوں اور اُس سے دوسرے فایدہ اُٹھاتے ہیں
آنکھ نے کہا کہ مکھی بال میں دیکھتی ہوں اور مزے اَور اُڑاتے ہیں مجھے کیا فایدہ۔ غرضکہ سب نے
دوسروں کا فایدہ سمجھکر اپنا اپنا کام چھوڑ دیا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ضعف اور فاقہ کشی کے سبب
خود ہاتھ پاؤں ایسے ہوگئے کہ کسی کام کے نہ رہے۔ ناک سے قوت شامہ اور آنکھ سے قوت
باصرہ جاتی رہی۔ جب وہ سمجھے کہ جو کچھ ہم کرتے تھے اپنے ہی لیئے کرتے تھے۔ ہم نے
اپنا ہی نقصان کیا ؛

اَے دوستو۔ یہی حال قوم کا ہے۔ قوم کی مثال ایک انسان کی سی ہے اور ہر فرد
قوم کا اُس انسان کا ایک عضو ہے۔ اگر تم اپنی اشراف قوم کے بچوں کی مدد نکروگے اور یہ
سمجھوگے کہ وہ ہمارے بچے نہیں ہیں تو حقیقت میں تم اپنا ذاتی نقصان کروگے اور اپنے ایک
عضو کو بیکار کردوگے جس سے خود تمہارا ہی نقصان ہے۔ یہ ایک ایسا مستحکم اصول ہے
جس سے کوئی انسان انکار نہیں کرسکتا۔ پس جس کو خدا نے مقدور دیا ہے وہ اپنی اولاد کی
تعلیم تربیت کرے۔ اور جو اشراف خاندانوں کے بچے بے مقدور ہیں اُن کی تعلیم و تربیت کی
فکر کریں۔ سمجھ لو کہ اگر قوم میں سے کوئی شخص معزز ہوگیا۔ ڈپٹی کلکٹری اور صدر الصدوری اور
ہائی کورٹ کی ججی اور کونسل کی ممبری پر پہنچ گیا تو گو وہ اپنے دل میں اپنے آپ کو کتنا ہی معزز سمجھے
مگر جو داغ اُسپر ایک ذلیل قوم میں سے ایک ہونے کا ہے وہ مٹ نہیں سکتا۔ پس جبتک
کہ ہم اپنی قوم کو ایک معزز قوم نہ بناویں اُس وقت تک دنیا میں اور دیگر معزز قوموں کی آنکھ میں معزز
نہیں ہوسکتے۔ اس کی سینکڑوں مثالیں تمہاری آنکھ کے سامنے اِس وقت موجود ہیں۔
مجھکو اُس کی زیادہ تشریح کی حاجت نہیں ؛

اب بحث اسپر آجاتی ہے کہ ہم اپنی قوم کے بچوں کو کس طرح تعلیم و تربیت دیں جس سے
ہماری قوم ایک معزز قوم ہوسکے۔ اس مضمون کو میں نے ایک مجلس میں بیان کیا تھا اور چاہتا
ہوں کہ آپ کے سامنے بھی اُس کا اعادہ کروں میں نے پوچھا کہ قوم کی فلاح و بہبودی کے
لیئے ہمکو کیا کرنا ہے۔ اور خود میں نے ہی اُس کا جواب دیا کہ ہمیں اپنی قوم کو انگریزی زبان کی جسکو
خدا نے اپنی مرضی سے ہمپر حکومت دی ہے اور جس کے جانے بغیر ہم دنیا کا کوئی کام نہیں
کرسکتے۔ بلکہ میں کہوں گا کہ دین کی بھی خدمت نہیں کرسکتے تعلیم دینا ہے۔ مگر ایسی تعلیم

جس سے قوم کو کثرت سے انگریزی آجاوے اور اس طرح سے وہ انگریزی بولنے لگیں جیسے ہندوستان میں کمپو کے خدمتگار یا سوداگر یا انگلستان کے قلی اور کیپ ٹین تو قوم کو کچھ فایدہ نہیں۔ اُن کو پوری تعلیم اور اعلےٰ درجہ کی انگریزی زبان کی تعلیم ہونی چاہیئے۔ خود اپنی لٹریچر دانی سے اُن کو عزت ہو اور اُس کو قومی۔ دنیوی۔ مذہبی کاموں میں کام میں لاسکیں اور لوگ اُس کی قدر کریں۔ یہ قدر ہمارے لیئے کافی نہ ہوگا بلکہ یہ بھی ضرور ہوگا کہ انہیں میں چند ایسے بھی ہوں جو فرنچ۔ جرمن۔ لیٹن اور گریک کو بھی بخوبی جانتے ہوں ٭

اسی کے ساتھ ہمکو عربی کی بھی تعلیم دینی ضرور ہے جو قطع نظر اس کے کہ وہ مسلمانوں کی زبان ہے ایک ایسے اعلےٰ درجہ کی زبان ہے جس کی قدر کیجا سکتی ہے اور کسی طرح علمی زبان کے دائرہ سے علیحدہ نہیں رہ سکتی۔ اور مسلمانوں کی ضروریات سے خارج نہیں ہوسکتی۔ اور اگر مذہبی خدمت کا بھی لحاظ ہو تو عربی زبان کے ساتھ عبری زبان سے بھی واقفیت پیدا کرنی لازم آجاتی ہے۔ ایک مجمع میں مولانا شاہ عبدالعزیز مرحوم دہلوی نے چار سطریں توریت کے شروع نہایت فخر سے عبری زبان میں پڑھیں اور نواب فتح اللہ بیگ خاں نے جو شاہ صاحب کے نہایت معتقد تھے اُن کو یاد کرلیا تھا اور کبھی کبھی شاہ صاحب کے حالات بیان کرنے میں اُن کو پڑھا کرتے تھے ٭

فارسی کو بھی ہم نہیں چھوڑ سکتے جس کا تعلق بہت کچھ مسلمانوں کی تربیت اور مذاق کے ساتھ ہوگیا ہے۔ اور وہ فی نفسہ خود بھی نہایت لطیف و بامذاق زبان ہے۔ اور مسلمانوں کے علوم اور تاریخ کا اِس قدر سرمایہ اُس میں موجود ہے جس سے مسلمان قطع نظر نہیں کرسکتے ٭

اُردو گو ہماری مادری زبان ہے مگر اُس کو درست کرنا اور اصلاح پر لانا اور اُس کو ایک علمی زبان کے درجہ پر پہونچانا ہم مسلمانوں کا فرض ہے ٭

مسلمانوں کو مذہبی تعلیم دینا بھی ادنےٰ درجہ کی یا اوسط درجہ کی یا اعلےٰ درجہ کی ہم پر فرض ہے۔ کیونکہ مختلف اقوام کو جس چیز نے ایک قوم بنا دیا ہے وہ صرف اسلام ہے اگر ہم اُس کی فکر نہ رکھیں تو قومیت قایم نہیں رکھ سکتے۔ کم سے کم یہ ہے کہ ہم مسلمانوں کو ضروری عقاید مذہبی اور احکام مذہبی کی تعلیم دیں جس کو ہم نے ادنےٰ تعلیم سے تعبیر کیا ہے ٭

ان سب باتوں کے ساتھ ہمیں اُن کو مختلف علوم میں اور بالتخصیص علوم جدیدہ میں تعلیم دینا ہے جو ایک بہت بڑا امر اہم ہے اور فی الواقع جو اُسکی ضرورت اور عظمت ہے وہ مافوق بیان ہے

ہے۔ مختصراً اس طرح بیان ہوسکتی ہے کہ بغیر اُسکے نہ قوم قوم بن سکتی ہے نہ دنیا میں کوئی درجہ اور عزت اور قدر حاصل کرسکتی ہے اور اگر سچ پوچھو تو نہ دین کی خدمت کرسکتی ہے ؞

یہ حالت تو صرف تعلیم کی تھی مگر صرف تعلیم سے ہمارا مقصد حاصل نہیں ہوسکتا۔ کیا صرف تعلیم سے انسان انسان بن جاتا ہے اور "کَمَثَلِ الْحِمَارِ یَحْمِلُ اَسْفَارًا" سے زیادہ رتبہ پاسکتا ہے۔ کیا صرف تعلیم سے قوم قوم بن جاتی ہے۔ کیا صرف تعلیم سے کوئی قوم دنیا کی قوموں میں عزت پاسکتی ہے۔ ہرگز نہیں۔ بلکہ جب تک وہ انسان نہ بنیں اور قوم قوم نہ بنے اُسوقت تک عزت نہیں ہوسکتی ؞

پس ہمکو مسلمانوں کے لیئے تعلیم سے زیادہ وہ چیز کرنی ہے جس کو ہم تربیت کہتے ہیں اور جو قوم کو قوم بننے کے لیئے ایسی ہے جیسے جان بدن کے لیئے اور بغیر اس کے قوم کا قوم بننا اور زندہ قوم بننا محالات سے ہے ؞

اس مطلب کے لیئے ہمکو کیا کرنا ہے۔ اوّل ہمارا کام یہ ہونا چاہیئے کہ قوم کے بچوں نوجوانوں کو جس قدر کہ ہوسکے ہم ایک جگہ جمع کریں وہ ساتھ رہیں۔ ایک جگہ پڑھیں۔ ایک جگہ کھاویں۔ ایک جگہ جاگیں۔ ایک جگہ سوئیں۔ ایک جگہ کھیلیں۔ ایک جگہ جئیں۔ ایک جگہ مریں اُسی کے ساتھ اُن کی تربیت کا کافی سامان مہیا کریں ؞

اُن کی صحت جسمانی کا خیال رکھیں علاوہ تمام اسباب و سامان معالجہ کے مہیا رکھنے کے ایک مکان وسیع خوش آب و ہوا پُر فضا مہیا کرنا چاہیئے جس میں اُن کو رکھا جاوے۔ اُن کو ایسے کھیلوں اور ورزشوں کی رغبت دلائی جاوے جو صحت جسمانی کے لیئے ضرور ہوں۔ پھر اُنکے قوے پر نظر ڈالی جاوے اور ایسی ورزشیں اُن کو بتائی جاویں جو اُن کے قوے کے مناسب ہوں۔ جو کمزور ہوں اُن کے لیئے ایسی ورزشیں تجویز کیجاویں جو اُن کی جسمانی قوت کی کمی کو پورا کریں اور جو قوی اور طاقتور ہیں اُن میں زیادہ قوت اور طاقت پیدا ہو۔ گھوڑے کی سواری کی تعلیم ہو اور اُن میں جرأت اور دلیری پیدا کیجاوے جس کے بغیر انسان نہ دین کے کام کا ہوتا ہے نہ دنیا کے کام کا ؞

پھر اُن کے لیئے تفریح کے سامان مہیا رکھنے چاہئیں تاکہ اُن کی طبیعت پژمردہ ہونے نہ پاوے اور اُن کی اُمنگیں مِٹ کر معدوم نہو جاویں۔ صرف اُن پر اسقدر بندش رہے کہ اُن کی اُمنگیں بدراہ پر نہ پڑنے پاویں اور سیدھے اور نیک رستہ پر پڑ جاویں ؞

پھر اس سب کے ساتھ اس کا خیال رہے کہ یہ کھیل کود اور ورزشیں تعلیم میں اور لکھنے پڑھنے میں ہارج نہوں بلکہ اُس کی ممد و معاون ہوں تعلیم کے ایسے سامان مہیا کرنے چاہئیں جن سے

اُن کو شوق اور رغبت اور اُن کے دل کو خوشی ہو اور اُس میں شریک ہونے کا اور جو کچھ اُنہوں نے پڑھا ہے اُس کو ترقی دینے کا اُن کو شوق پیدا ہو۔ درختوں کو صرف پانی ہی دیئے جانا کافی نہیں ہے جب تک کہ اُس کے پتے اور ٹہنیاں ہوا کے جھونکوں سے ہلتی جُلتی اور لہلہاتی اور ہوائے محیط کو اور اُس کے اجزا کو جذب کرتی نہیں کبھی پھول پھل نہیں لاسکتے +

اُن کے اخلاق اور مذہبی خیالات درست رکھنے کو فرائض مذہبی ادا کرنے کو اس غرض کے ساتھ ایک یا دو متقی باوقار پاکیزہ صورت پاکیزہ سیرت سمجھدار مقدس عالم کا رکھنا چاہیئے جس کا ادب لوگوں کے دلوں پر ہو تاکہ اُس کے فیض صحبت سے اُن کی طبیعتیں از خود نیکی اور دینداری کی طرف مائل ہوں +

اگر ہم اپنی قوم کے نوجوانوں کی نسبت چاہتے ہیں کہ نیکی اور نیک راہ اختیار کریں تو یہ مطلب تاکید و تنبیہ سے اور اُن پر قیود مالایطاق کے لگانے سے حاصل نہیں ہو سکتا +

مسٹر مارڈین نے جو ہمارے کالج کے پروفیسر ہیں نہایت عمدہ بات کہی ہے کہ "کوئی شخص اس کا دعویٰ نہیں کر سکتا کہ ہزار نوجوانوں کے خیالات و خواہشوں کو اپنی مرضی کا بالکل تابع کرے۔ ہم انسان کے خیالات کو جو اپنے احاطہ غیر متناہی میں کہیں کے کہیں پہنچ سکتے ہیں اس طرح سے اپنا مطیع نہیں کر سکتے جس طرح ایک فوجی افسر قواعد دان سپاہیوں کی ایک جماعت کو اپنے حکم کا تابع رکھتا ہے۔ اس لیئے ہماری یہ خواہش ہونی چاہیئے کہ ہم اپنے طلبا کیواسطے ایسے اسباب مہیا کر دیں اور اُن کی تعلیم اور تربیت کے لیئے ایسی عمدہ صحبتیں پیدا کر دیں جن سے اُن میں نیکی کی طرف رغبت اور بُرائی سے نفرت پیدا ہوتی رہے" +

جناب صدر انجمن ۔ یہ تجویزیں ہم نے اپنی قوم کی تعلیم و تربیت کے لیئے اور قوم کو معزز قوم بنانے کے لیئے اختیار کی ہیں۔ کیونکہ وہ زمانہ گیا اور چلا جاتا ہے جس میں سکرٹری گریوں کے لیئے مڈل کا امتحان پاس کر لینا کافی سمجھا جاتا تھا۔ ہم مسلمانوں میں اور خصوصاً بمبئی میں بہت لوگ ہیں جو نہایت عمدہ اور معزز کام یعنی تجارت میں مصروف ہیں اور نہایت ذی مقدور اور دولتمند ہیں وہ اپنی اولاد کو اس قدر تعلیم دینا کافی سمجھتے ہیں جس سے اُن کو انگریزی یا اور کوئی تجارتی زبان اس قدر آجاوے کہ دوکانداری یا دیگر قسم کی تجارت میں کام آسکے۔ وہ اپنی اولاد کے ساتھ اسیقدر سلوک کرتے ہیں جیسے کہ ایک بیل والا اپنے بیل کو بوجھ اُٹھانے کے لایق یا ایک بگھی ہانکنے والا اپنی گھوڑے کو بگھی کھینچنے کے لایق سدھا لیتا ہے۔ افسوس کہ انسان ہو کر اپنی عزیز اولاد کے ساتھ ایسا ہی سلوک کیا جاوے جیسا کہ وہ لوگ حیوان کے ساتھ کرتے ہیں +

جناب صدر انجمن ۔ خدا تعالیٰ نے اپنی مہربانی سے انسان کے دماغ میں ایسے قوے

عنایت کیئے ہیں کہ وہ تعلیم و تربیت سے نہایت اعلےٰ درجہ کی ترقی کرسکتا ہے۔ اور جس شخص کو دماغی تربیت ہو جاوے وہ اُن کاموں کو بھی جو تجارت۔ حرفت۔ پیشہ سے متعلق ہیں ایسی خوبی اور عمدگی سے کرتا ہے کہ لوگ دیکھکر حیران رہجاتے ہیں۔ ہمارے ملک کے دوکاندار جو ادنےٰ حالت میں اپنی زندگی بسر کرتے ہیں اُس کا بڑا سبب یہی ہے کہ اُن کو دماغی تربیت نہیں ہوتی۔ اگر اُس پیشہ کے ساتھ جو وہ کرتے ہیں دماغی اور اخلاقی تعلیم و تربیت بھی ہو تو جو پیشہ وہ کرتے ہیں اُس میں بہت زیادہ ترقی ہو۔ اور ہندوستان میں جو پیشہ وروں کی حقارت ہے وہ بھی اُن سے دُور ہو جاوے *

اے دوستو۔ تمہاری اولاد تمہارے پاس خدا کی امانت ہے اور خدا نے تم کو اُن کا امانت دار اور ولی اور مربّی بنایا ہے۔ پس جو جوہر کہ خدا نے تمہاری اولاد میں رکھے ہیں اگر تم اُن کو تعلیم و تربیت سے جلا دیکر روشن نکرو گے تو خدا کی امانت کے تم جوابدہ ہوگے اور اُن معصوم بچّوں کی آئیندہ زندگی کو خراب اور برباد کرنے والے ہوگے *

اے **رئیسان شاہجہان پور** اور اے **بزرگان روہیلکھنڈ** میں نہایت التجا سے آپ کی خدمت میں عرض کرتا ہوں۔ کہ آپ اپنی اولاد کی تعلیم پر توجّہ فرماویں۔ اور میں **رئیسان تلہر** کا شکریّہ ادا کرتا ہوں کہ اُنھوں نے اپنی قوم کے بچّوں کی تعلیم میں قدم رکھا ہے خدا اُن کو زیادہ توفیق دے اور اِس کام میں اُن کی مدد کرے *

۷۹

اطلاع

ازجانب سید احمد خاں بہادر

بابت

اجرائے اخبار پنجاب آبزرور

جناب صدر انجمن سب صاحبوں کو معلوم ہے کہ ہماری قوم کو ایک **انگریزی اخبار** کے جاری ہونے کی بڑی ضرورت ہے اور جو اخبار اس وقت تک جاری ہوئے ہیں وہ ناکافی ہیں لیکن بالفعل ایک اخبار **پنجاب ابزرور** ہے جو **پنجاب** سے جاری ہے اور جس کا اہتمام ہمارے عنایت فرما **خواجہ احد شاہ** صاحب نے اپنے ذمہ لیا ہے اور نہایت خوبی سے جاری ہوا ہے اور اُمید ہے کہ مُسلمانوں کی قومی ضرورتوں کو پُورا کرے گا۔ میں اُمید کرتا ہوں کہ اُن کا شکریہ قوم کی طرف سے ادا کیا جاوے اور خدا سے دُعا کیجاوے کہ یہ اخبار مُسلمانوں کے لیئے مفید ہو اور اُس کو روز افزوں ترقی ہو +

۸۰
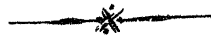
هوالمستعان

لکچر

ڈاکٹر سید احمد خان بہادر ایل ایل ڈی کے سی ایس آئی

متعلق

اجلاس نازدہم محمدن اینگلو اورینٹل ایجوکیشنل کانفرنس

منعقدہ

سنہ ۱۸۹۶ء مقام میرٹھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بزرگان قوم - اگرچہ بعض قابل ادب بزرگوں کا مقولہ ہے کہ وہ قوم نہایت بدنصیب ہے جس کی گزشتہ زمانے کی تاریخ قابل یاد رکھنے کے ہو اور اُس کو یاد نہو - اور وہ قوم نہایت خوش نصیب ہے جس کی گزشتہ زمانے کی تاریخ یاد رکھنے کے قابل ہو اور قوم نے اُس کو یاد بھی رکھا ہو - اِس میں کچھ شبہ نہیں کہ ہماری قوم کی گزشتہ زمانے کی تاریخ یاد رہنے کے قابل ہے - مگر دو وجہ سے میں اُس کا ذکر کرنا نہیں چاہتا +

اوّل - اس لیئے کہ ہماری قوم کے تنزل کو ابھی کچھ بہت عرصہ نہیں گزرا اور قوم کی تاریخ کی شان و شوکت کے نشان ہندوستان میں - عرب میں - ایشیا میں - افریقہ میں یورپ میں سب جگہ موجود ہیں - ابھی تک مٹے نہیں +

دوسرے یہ کہ - جب کہ خود ہم نالایق ناخلف ہیں تو ہمکو اپنے بزرگوں کی شان و شوکت پر

فخر کرنے اور اُستخوانِ جد فروش ہونے سے کیا فایدہ ہے۔ مثل مشہور ہے کہ "ذکر جوانی در پیری وذکرِ توانگری در فقیری راست نیاید"۔

اگر یہ خیال ہو کہ ہمکو اپنے بزرگوں کی تاریخ یاد کرنے سے کچھ عبرت اور اپنی حالت درست کرنے پر کچھ رغبت ہوگی تو اِس کی بھی کچھ توقع نہیں ہے۔ دس برس ہوئے کہ اِسی مجلس میں برابر یہی مضمون نظم و نثر میں گایا گیا ہے۔ مگر کچھ فایدہ نہیں ہوا۔ بلکہ ہمارے خواب غفلت کے لیئے وہ قصّے بطور لوری کے ہو گئے ہیں۔ پس مناسب ہے کہ ہم اُن خیالات کو چھوڑ دیں اور موجودہ زمانے کے حالات پر غور کریں اور موجودہ زمانے کے حالات کے موافق اگر کچھ ہو سکے تو اپنی قوم کی بھلائی میں کوشش کریں۔ یہی بہتر اور شاید مفید ہو۔ اگرچہ اس کے بھی مفید ہونے کی بہت کم توقع ہے۔ ہمارے ایک معزز دوست کا قول ہے کہ "اُچھلا ہوا پتھر جب تک زمین پر نہیں گر لیتا بیچ میں نہیں ٹھہرتا"۔ یہی حال ہماری قوم کے تنزل کا ہے۔ جب تک کہ نہایت خوار اور ذلیل نہو جاوے گی اور بدترین درجے تک نہ پہونچ جاویگی اور خاکِ مذلت سے نہ ٹکرا جاوے گی۔ بیچ میں دم نہیں لینے کی۔ ہم تو اِس کے اِنتظار پر بھی راضی ہیں کہ ٹکرا کر کچھ اُچھلے۔ مگر افسوس صد افسوس کہ ہمکو ٹکرا کر اُچھلنے کی بھی توقع نہیں ہے۔ اس لیئے ہمارا یہ انتظار بھی گو وہ کیسا ہی مشکل ہو بے سُود ہے کیونکہ وہ وقت اُچھلنے اور سنبھلنے کا اگر وہ چاہے بھی تو باقی نہیں رہنے کا۔ اور **غالب** کا یہ شعر صادق آوے گا۔ ؎

ملنا ترا اگر نہیں آساں تو سہل ہے
دشوار تو یہی ہے کہ دشوار بھی نہیں

پس **اے دوستو**۔ موجودہ زمانے پر غور کرو اور جو اُس کا مقتضی ہو اُسکے مطابق کام کرو۔ شاید کچھ بہتری ہو۔

اوّل ہمکو اُس حکومت پر غور کرنا ہے جس کے سایۂ عاطفت میں ہم۔ تم رہتے ہیں۔ جو امن و امان اور جانی اور مالی اور مذہبی آزادی انگریزی حکومت میں ہمکو اور تمکو حاصل ہے اِس سے بہتر اور عمدہ کسی عہد کے کسی زمانے میں نہیں دیکھتے۔

زمانے سابق کے سے مظالم۔ زبردست کی زیردست آزاری کا اب وجود نہیں ہے ہر ایک شخص اور ہر ایک قوم اپنی مالی و دماغی ہر قسم کی ترقی جہاں تک وہ چاہے کر سکتی ہے۔ علمی ترقی کو۔ تجارت کو۔ اُس کی ترقی کو کوئی امر مانع نہیں ہے۔ بلکہ تجارت کے لیئے رستے کھلے ہوئے ہیں۔ دُور و دراز مُلکوں کا سفر ایسا آسان ہو گیا ہے جو کسی کے خیال میں بھی نہیں تھا۔ تجارت کی ترقی کے لیئے ہر ایک مُلک کی خبر آنی ایسی سہل ہو گئی ہے کہ اس وقت تم اپنی جگہ سے

اُٹھنے بھی نپاؤ اور جس ملک کی خبر چاہو منگالو۔ پس جو امر اگلے زمانے میں بادشاہوں کو بھی نصیب نہ تھا وہ ادنے سے ادنے آدمی کو میسر ہے +

اس پُر امن وقت کی ہمکو اس لیئے قدر نہیں ہے کہ ہمنے وہ شہر آشوب زمانہ نہیں دیکھا جس میں خانہ جنگیاں ہوتی تھیں۔ مسافر رستے میں لُوٹے جاتے تھے۔ جب کوئی سفر کرتا تھا تو اُسکے عزیز و اقارب چشم پُرنم اس خیال سے رخصت کرتے تھے کہ دیکھیئے پھر اسکو صحیح وسالم واپس آنا بھی نصیب ہوتا ہے یا نہیں۔ قافلہ اور ہتیاربند سپاہیوں کے بغیر ایک جگہ سے دوسری جگہ جانا دشوار تھا۔ اس مجلس میں اور غالبًا اس شہر میں بلکہ تمام ہندوستان میں ایسے ہی لوگ ہیں جنہوں نے آنکھ کھول کر انگریزی حکومت کے سوا دوسری حکومت نہیں دیکھی اور اس لیئے کچھ عجب نہیں ہے کہ وہ اس نعمت کی کچھ قدر نکرتے ہوں مگر اب تک اگلی حکومتوں کی کہاوتیں اور قصے ہزاروں آدمیوں کو یاد ہیں اور تاریخ کی کتابوں سے بھی اُن کا پتہ لگتا ہے۔ پس میری نصیحت یہ ہے کہ اس وقت کو غنیمت سمجھو اور اپنی قوم کی بھلائی میں۔ ترقی میں کوشش کرو +

اے صاحبو۔ جب سلطنت ہمارے ہاتھ میں تھی اُس وقت ترقی کی دوسری صُورت تھی مگر زمانے موجودہ میں ترقی کی دوسری صورت ہے۔ **سر آکلینڈ کالون لفٹنٹ** گورنر سابق کا نہایت عمدہ مقولہ ہے کہ۔ اگر **خاندان تیمور کی تلوار** علیحدہ رکھدی گئی ہے تو وہ قوت اور استقلال۔ شجاعت اور ہمت باقی رہنا چاہیئے جنہوں نے اُس تلوار کو اس قدر تیز کردیا تھا۔ آجکل کے مُسلمانوں کو اپنے آباؤ اجداد کی تیز اور جوش والی طبیعت کی ضرورت نہیں ہے۔ بلکہ اُن اوصاف حمیدہ کی ضرورت ہے جس نے اُس تیز اور جوش والی طبیعت کو اُن کے زمانے کے لوگوں پر غلبہ دیا تھا۔ اِن اوصاف حمیدہ کا رُخ حصول کامیابی کے لیئے دوسری طرف پھیر دینا چاہیئے +

بہرحال جہاں تک میرا خیال ہے میں اس بات میں سب کو متفق پاتا ہوں کہ مسلمان نہایت تنزل کی حالت میں ہیں۔ اُن کو ترقی کرنی چاہیئے۔ مگر ترقی کی کیا صورت ہے اِس بات میں البتہ مختلف رائے ہیں +

بزرگانِ دین سمجھتے ہیں کہ مذہبی تعلیم کو بہت تنزل ہوگیا ہے اور مذہبی پابندی بہت کم ہوگئی ہے اُسی کی ترقی سے قوم کو ترقی ہوگی۔ اگر اس ترقی سے روحانی ترقی مراد ہو تو مَیں اُسکو تسلیم کرتا ہوں مگر اِس وقت جو ہمکو بحث ہے وہ دنیاوی ترقی سے ہے۔ اے دوستو مت سمجھو کہ دنیوی ترقی کہنے سے میں نے اسلامی ترقی سے قطع نظر کی ہے۔ حاشا و کلا میں سمجھتا ہوں کہ دنیوی حالت میں بھی اگر مُسلمانوں کی ذلیل حالت ہوجاوے گی تو خود اسلام کی بھی رونق

جاتی رہے گی۔ پس دنیوی ترقی کے ساتھ جبکہ وہ نیکی اور ایمانداری سے کیجاوے اسلامی ترقی بھی لازم وملزوم ہے۔ مجھکو خوف ہے کہ خدانخواستہ مسلمان بھی ضربت علیہم الذلۃ والمسکنۃ کے مصداق نہو جاویں ٭

ہر ایک مسلمان پر فرض ہے کہ وہ اپنے مذہبی عقاید اور ضروری مسائل نماز و روزہ۔ حج و زکوٰۃ سے واقف ہو۔ جو لوگ قوم کی بھلائی کے درپے ہیں اور دنیاوی علوم کو اپنی قوم میں ترقی دینا چاہتے ہیں اُن کا فرض ہے کہ مسلمانوں کو مسلمانی عقاید اور ضروری احکام نماز و روزہ۔ حج و زکوٰۃ کی تعلیم دیں۔ یہی نعمت اُن کو دوسری دنیا میں نجات دینے والی اور عذاب الیم سے آڑے آنیوالی ہے۔ مسلم اور بخاری میں ایک حدیث ہے کہ ایک شخص رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ مجھ کو ایسا عمل بتا دیجئے جس کے کرنے سے مَیں جنت میں داخل ہوں۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ خدا کی عبادت کرنا۔ اور اُس کے ساتھ کسی کو عبادت میں شریک نہ کرنا۔ نماز پڑھنا۔ زکوٰۃ ادا کرنا۔ رمضان شریف کے روزے رکھنا۔ اُس شخص نے کہا مجھے اُس خدا کی قسم ہے جس کے ہاتھ میں میری جان ہے مَیں اسپر کچھ بڑھاؤں گا نہ کم کرونگا جب وہ چلا گیا تو رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ جو شخص جنتی آدمی کو دیکھکر خوش ہونا چاہے وہ اِس شخص کو دیکھ لے۔ پس آخرت کا رستہ ہمارے لیئے بہت سیدھا اور صاف ہے اور ہادی محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمانا کہ "علے رغم انف ابی ذر" ہمارے دل کو تسلی دینے والا ہے۔ جو کچھ مشکل ہے ہمکو اِس دنیا میں ہے۔ گو وہ چند روزہ ہے۔ مگر اِن کمبخت چند روز دن ہی کو بسر کرنا کٹھن ہو گیا ہے ٭

اے دوستو۔ اَب وہ زمانہ نہیں ہے جس میں ایک خیالی اور فرضی غیر واقعی مضمون کو چکنے چپڑے لفظوں میں نظم کرنے سے بہت بڑا صلہ مل جاتا تھا یا بغیر استحقاق کے جاگیریں حاصل ہوتی تھیں۔ یا کسی حیلے سے مدد معاش مل جاتی تھی۔ یا بغیر لیاقت کے بڑے بڑے عہدے ملنے کی توقع تھی۔ یا زبردستوں کی محنت اپنی جاہ وحشم کے لیئے چھین لیجاتی تھی۔ اَب وہ زمانہ ہے کہ جبتک جوہر لیاقت اپنی ذات میں پیدا کرے دنیا میں فلاح کی صورت نہیں دیکھ سکتا۔ اے دوستو۔ بڑی مشکل تو یہ ہے کہ اگر قوم میں سے دو چار دس پانچ شخصوں نے اپنی ذات میں جوہر لیاقت پیدا کر لیا تو اُس سے بھی کچھ فایدہ نہیں۔ اور قوم وحشی و نالایق ہونے کے خطاب سے بری نہیں ہوسکتی۔ اور وہ دس پانچ شخص قوم کے لیئے کچھ کر بھی نہیں سکتے۔ ایک سور ہا چنا پہاڑ نہیں پھوڑ سکتا۔ پس جب تک تمام قوم تعلیم یافتہ اور ترقی یافتہ نہو قوم کی آسودگی اور خوشحالی نہیں ہوسکتی اور اُس کی بدنامی نہیں مٹ سکتی ٭

آپ کے دل میں میرا یہ کہنا کھٹکا ہوگا کہ "تمام قوم کا تعلیم یافتہ ہونا محالات سے ہے" اور نہ آج تک کسی ملک میں تمام قوم تعلیم یافتہ ہوئی ہے۔ یورپ میں بھی اور خاص لنڈن میں بھی ہزاروں آدمی ناتعلیم یافتہ۔ جاہل موجود ہیں۔ پھر کیونکر ہندوستان میں ایسا ہونے کا خیال ہو سکتا ہے؟

جناب من۔ یہ شبہ بلاشبہ درست ہے۔ مگر قوم کے تعلیم یافتہ ہونے سے یہ مراد نہیں ہے کہ قوم کی قوم شفا اور اشارات کے مسائل حل کرتی ہو۔ اور سقراط اور بقراط بنگئی ہو کیونکہ ایسے لوگ تو قوم میں بہت ہی قلیل ہوتے ہیں۔ مگر قوم کے تعلیم یافتہ ہونے سے یہ مراد ہے کہ کل قوم میں ایک علمی خیال اور اکثروں میں ایک علمی مذاق پیدا ہوگیا ہو۔ گو کہ انہوں نے معمولی تعلیم سے کچھ زیادہ تعلیم نہ پائی ہو۔ اور کل قوم کو ادنے ہو یا اعلےٰ۔ قوم کی ترقی اور اس کی بھلائی کا دل میں جوش پیدا ہوگیا ہو۔ ہر ایک ادنے اور اعلےٰ بقدر اپنی استطاعت کے قوم کی ترقی کے کاموں میں مدد دیتا ہو۔ قوم کو اپنے میں لایق آدمیوں کے ہونے سے فخر اور عزت ہو۔ کیا مسٹر گلیڈ اسٹون کی پارٹی کو بلکہ تمام انگریزوں کو اپنے میں مسٹر گلیڈ اسٹون سا شخص ہونے پر فخر نہیں ہے؟ کیا لارڈ سالسبری کی پارٹی کو بلکہ تمام انگریزوں کو اپنے میں لارڈ سالسبری سا شخص ہونے پر فخر نہیں ہے؟ کیا تمام قوم کو ان میں لارڈ ٹینیسن سا شخص ہونے سے فخر نہیں ہے؟ کیا ہمکو جب کہ ہمارا زمانہ ہمارے موافق تھا ہمکو اس قسم کے عالی رتبہ شخصوں کے ہونے سے فخر نہ تھا؟ مگر اب یہ زمانہ ہے کہ نہ ایسے لوگ قوم میں ہیں اور نہ قوم کو علمی خیال ہے اور نہ علمی مذاق اور نہ قومی ترقی کا خیال اور اس سے لیئے وحشی جاہل و ناتربیت یافتہ ہونے کے لقب کی مستحق ہوگئی ہے۔

سلطان محمود نے فردوسی کو شاہنامہ لکھنے پر فی شعر ایک اشرفی دینے کا اقرار کیا تھا جو دے نسکا۔ اس زمانے میں اس طرح پر انعام نہیں ملتا۔ مگر کاپی رائٹ یعنی حق تصنیف کا قانون لایق آدمیوں کو اس سے بہت زیادہ انعام دیتا ہے جس کے سبب سے لایق مصنفوں نے فی شعر یا فی سطر دس دس اشرفی سے بھی زیادہ انعام پایا ہے۔ یہ انعام کس نے دیا؟ قوم نے۔ کیوں؟ اس لیئے کہ تمام قوم تعلیم یافتہ تھی۔ قوم میں علمی مذاق تھا۔ یہی قانون ہندوستان میں بھی جاری ہے۔ پھر کوئی ایسی نظیر ہندوستان میں مل سکتی ہے۔

اس زمانے میں ہندوستان میں اخبارات کی نہایت کثرت ہے۔ خیر وہ جیسے ہیں ویسے ہیں۔ مگر ہمنے تو ان کی نسبت بجز تین باتوں کے اور کچھ نہیں سنا۔ یا تو یہ سنا کہ خریدار نہیں ہیں یا یہ سنا کہ جن کا نام فہرست خریداران میں داخل ہے وہ قیمت ادا نہیں کرتے۔ یا لوگوں کو یہ کہتے سنا کہ ہمنے تو خریداری کی درخواست نہیں کی ہمارے پاس کیوں اخبار بھیجا جاتا ہے۔

اِن تمام واقعات کا سبب یہی ہے کہ ملک اور قوم تعلیم یافتہ نہیں ہے - نہ اُس میں علمی مذاق ہے اور اسی سبب سے اخبارات جیسے ہیں ویسے ہیں ؞

نتیجہ ان تمام حالات کا یہ ہے کہ قوم میں تعلیم کی نہایت کمی ہے اور جب تک قوم میں تعلیم نہیں پھیلتی اور اُن کی دماغی اور ذہنی قوتوں کو ترقی نہیں دیجاتی اُس وقت تک کسی قسم کی ترقی قوم کو نہیں ہو سکتی خواہ وہ ترقی صنعت و حرفت میں ہو - خواہ وہ ترقی تجارت میں ہو - تجارت کی ترقی کے لیئے ایسے لوگوں کی نہایت ضرورت ہے جو تعلیم یافتہ ہوں دل چلے ہوں محنتی ہوں - اپنے فرایض کو نہایت مستعدی اور ایمانداری سے انجام دیتے ہوں دیانت اُس کے لیئے سب سے بڑا جزو ہے اور یہ باتیں بغیر اعلےٰ درجے کی تعلیم و تربیت و تہذیب کے پیدا نہیں ہو سکتیں ؞

غرضکہ قومی ترقی پر جس پہلو سے نظر کرو اُسکے لیئے اعلےٰ درجے کی تعلیم و تربیت کی ضرورت ہے جسکے بغیر ترقی ممکن نہیں ہے - **اے صاحبو** پھر آپ کے دل میں یہ کھٹکا پیدا ہوا ہوگا کہ قوم کی قوم کو اعلےٰ درجے کی تعلیم و تربیت کیونکر ہو سکتی ہے - پھر میں کہتا ہوں کہ یہ سچ ہے مگر جب قوم میں اعلےٰ تعلیم اور تربیت یافتہ لوگ پیدا ہو جاتے ہیں تو اُن کا اثر قوم کے اُن لوگوں پر بھی پھیل جاتا ہے جو اعلےٰ تعلیم یافتہ نہیں ہیں - کیا آپ اِس ملک کے عوام النّاس اور یورپ کے عوام النّاس میں بلحاظ علمی مذاق اور قومی ہمدردی کے کچھ فرق نہیں دیکھتے - اگر دیکھتے ہیں تو اس کا سبب بجز اِسکے اَور کچھ نہیں ہے کہ اُن ملکوں میں کثرت سے تعلیم و تربیت یافتہ اشخاص موجود ہیں جن کا اثر اُن لوگوں میں بخوبی پہنچ گیا ہے جو عوام النّاس کہلاتے ہیں ؞

اَب ہمارے سامنے قوم کی اعلےٰ درجے کی تعلیم و تربیت کا اور اُن میں علمی مذاق پیدا ہونے کا اور اُن کے اثر سے عوام النّاس کے مؤثر ہونے کا مسئلہ درپیش ہے - مذہبی اُمور کو تو مَیں نے اُس کے مقدّس ہونے کے سبب سے اِس بحث سے خارج رکھا ہے جیسا کہ پہلے کہہ چکا ہوں - پس اِس وقت ہمکو دنیاوی علوم کی ترقی سے بحث ہے ؞

ایک گروہ کا یہ خیال ہے کہ ہمارے پاس سب کچھ ہے اور ہمارے بزرگ سب کچھ کر چکے ہیں - ہمکو اُنہیں علوم کا حاصل کرنا چاہیئے جو ہمارے بزرگوں کے پاس تھے - مشہور مقولہ ہے کہ " میراثِ پدر خواہی علمِ پدر آموز " ہمکو اُن علوم کے سوا اَور کسی علم کی حاجت نہیں ہے ؞

اے بزرگو - کیا یہ بات سچ ہے - کیا آپ کے نزدیک اُن علوم نے جو ہماری بزرگوں کے پاس تھے ترقی نہیں کی - کیا آپ کے نزدیک علم طب - علم جراحی علم دواسازی

نے کچھ ترقی نہیں کی۔ کیا آپ کے نزدیک فلسفہ علم طبیعات نے کچھ ترقی نہیں کی۔ کیا آپ کے
نزدیک علم ہیئت۔ علم ہندسہ۔ علم حساب۔ علم جبر و مقابلہ۔ علم آلات نے کچھ ترقی نہیں کی۔ کیا
آپ کے نزدیک اور جدید علوم بھی جو ہمارے بزرگوں کے پاس نہ تھے ایجاد نہیں ہوئے
کیا لٹریچر کے طرز بیان اور طریق ادائے مطالب میں ترقی نہیں ہوئی۔ اے صاحبو تم
یقین کرو جو علوم ہمارے بزرگوں کے پاس تھے وہ مثل ایک بیج کے تھے۔ وہ اب ایسے پھیلے
اور پھولے ہیں کہ مثل ایک تناور درخت کے ہو گئے ہیں اور پہچانے نہیں جا سکتے کہ یہ وہی
علوم ہیں جو ہمارے بزرگوں کے پاس تھے۔ اور جو نئے ایجاد ہوئے ہیں وہ تو سنتے ہی
ہیں۔ ان کا بیج بھی ہمارے بزرگوں کے پاس نہ تھا اور جو غلطیاں ہمارے بزرگوں کے
علوم میں معاف کیجئے ہمارے بزرگوں کے علوم میں نہیں بلکہ یونانیوں کے علوم میں بسبب
ابتدائی زمانے کے تھیں اور اب ظاہر ہوئی ہیں وہ اس کے علاوہ ہیں۔ اے دوستو
ہمارے بزرگوں کو صرف اس بات پر ناز تھا کہ انہوں نے یونانی فلسفہ اور یونانی علم طب اور یونانی
علم ہیئت غرضکہ تمام علوم جو یونانیوں کے پاس تھے ان کو حاصل کیا ہے۔ مگر جب ان میں
صریح غلطیاں ظاہر ہوئی ہیں اور ترقی یافتہ علوم ہمارے دسترس میں موجود ہیں تو ہماری کیا نادانی
ہے کہ ہم انہیں یونانیوں کی غلامی میں اپنی تمام عمر خراب کیا کریں ؏

پس اب غور کرنا ہے کہ ہماری قوم کے لئے اس زمانے میں کیا مفید ہے۔ ان
ترقی یافتہ علوم کے حاصل کرنے میں کوشش کرنا یا یونانیوں کی اس پرانی بوجھ سے پھٹنا اور اسی
کے بوجھ تلے میں چھوٹتے رہنا جو نہایت بوسیدہ اور کمزور ہو گیا ہے اور اس قابل بھی نہیں ہے
کہ ایک طفل مکتب کا بھی بوجھ اٹھا سکے ؏

اگر میری یہ رائے صحیح ہو تو ہم کو کچھ چارہ نہیں ہے بجز اس کے کہ اپنی قوم کو ان علوم سے
حاصل کرنے پر متوجہ کریں جو ترقی یافتہ اور درحقیقت مفید ہیں۔ یہ علوم بالاستیعاب تین زبانوں میں پائے
جاتے ہیں۔ فرنچ۔ جرمن اور انگریزی۔ پہلی دو زبانیں ہمارے دسترس سے خارج ہیں
انگریزی قطع نظر اس کے کہ وہ ہمارے حاکموں کی بھی زبان ہے اور علاوہ علوم حاصل کرنے کے
اور بہت سی وجوہ سے ہمارے بکار آمد ہے ہمارے دسترس میں ہے۔ اور اس لئے لازم
ہو گیا ہے کہ ہم اسی زبان میں ان علوم کو حاصل کریں ؏

ایک گروہ کا یہ خیال ہے کہ جب تک وہ علوم ہماری مادری زبان میں ترجمہ ہو کر قوم میں نہ
پھیلائے جاویں۔ قوم کو غیر زبان میں علوم ہونے سے ترقی نہیں ہو سکتی۔ بلاشبہ جس قدر کتابیں
غیر زبان کی ہماری مادری زبان میں ترجمہ ہو جاویں میں اس کو نہایت پسند کرتا ہوں۔ مگر یہ عقدہ کہ یہ نہ ہی

صحیح ہو عمل میں آنے کے قابل نہیں ہے۔ ہارون الرشید اور مامون الرشید کے زمانے میں معدودے چند کتابیں یونانی زبان کی تھیں جو ترجمہ ہو گئیں۔ اس زمانے میں یہ کتابیں اس قدر کثرت سے ہیں کہ اگر ہارون الرشید اور مامون الرشید کی سی دس سلطنتیں بھی اُن کے ترجمے پر جمع ہو جاویں جب بھی ترجمہ نہیں ہو سکتیں۔ معہذا آج تک دنیا میں ابتدا سے کی نظیر موجود نہیں ہے کہ جو زبان مُلک میں حاکم کی ہے اُس ملک میں اُس زبان کے سوا دوسری زبان میں علوم و فنون نے ترقی ہوئی ہو۔ پس لازمی طور سے ہمکو ضرور ہے کہ ہم انگریزی زبان کے ذریعے سے علوم کو حاصل کریں ❊

ہندوستان میں ابھی تک علوم و فنون حاصل کرنے کا کوئی ذریعہ موجود نہیں ہے چند یونی ورسٹیاں ہیں جنھوں نے ہماری تعلیم کو اپنے قبضے میں کر لیا ہے۔ اور افسوس ہے کہ ہماری نالائقی سے ہماری تعلیم اُن کے قبضے میں چلی گئی ہے جو قومی اغراض کے لیئے کافی نہیں ہے اور نہ گورنمنٹ سے قومی اغراض پورے ہو سکتے ہیں۔ خصوصاً ایسی گورنمنٹ سے جو غیر قوم اور مختلف اقوام پر حکومت کرتی ہو۔ اور نہ کوئی گورنمنٹ کسی مُلک کی ایسی ہے جس نے قومی تعلیم کی ضروریات کو پورا کیا ہو۔ یہ کام خود قوم کا ہے اور جب تک قوم ہی اُس کو پورا نکرے پورا نہیں ہو سکتا ❊

افسوس یہ ہے کہ ہماری قوم میں ایسی لیاقت نہیں ہے کہ اُس قومی ضرورت کو پورا کرے پس بالفعل جو تعلیم ہوتی ہے اُسی پر ہمکو بمجبوری صبر کرنا اور یونی ورسٹیوں کی غلامی میں پڑا رہنا چاہیئے سو موجودہ تعلیم سے بلا شبہ ایک قسم کی دماغی تعلیم ہوتی ہے۔ خیالات کی درستی ہوتی ہے۔ لوگوں کے دلوں میں یہ بات پیدا ہوتی ہے کہ قوم تنزل کی حالت میں ہے اور اُس کی ترقی کا خیال مثل ایک خواب کے دل میں پیدا ہوتا ہے۔ جب اس قسم کے لوگ کثرت سے مُلک میں پیدا ہو جاویں گے اور اُن میں وہ خیالات جن کا میں نے ذکر کیا زیادہ تر مستحکم اور پختہ ہو جاویں گے تو قوم کی ترقی کی پہلی منزل طے ہو گی۔ مگر موجودہ تعلیم کے ساتھ اگر تربیت شامل نہ ہو تو موجودہ تعلیم سے ہمکو کسی باثمر درخت کے پیدا ہونے کی توقع کرنی نہیں چاہیئے بلکہ ایک پُر خار اور مرحوم خوا درخت کے پیدا ہونے کا یقین کرنا چاہیئے۔ پس اے دوستو تمہارا فرض ہے کہ تم اپنے بچوں کی تربیت کا تعلیم سے بھی زیادہ خیال رکھو۔ تربیت سے میری مراد وہ تربیت نہیں ہے جو ہماری قوم کے پُرانے دقیانوسی بزرگوں کے خیال میں ہے اور جو ایک بوزینہ کی دلچسپ حرکات سے زیادہ وقعت نہیں رکھتی بلکہ تربیت سے میری مراد وہ تربیت ہے جس سے سچائی ایمانداری۔ سچے اخلاق۔ سچی محبت۔ سچی ہمدردی سلف رسپکٹ۔ قومی محبت۔ قوم کی

ترقی کا خیال - اپنے کاموں میں دیانت داری - ایمانداری - فرائض منصبی کا ایمانداری سے ادا کرنے کی خصلت پیدا ہوتی ہے - اس تربیت کی دفعتاً ہو جانے کی توقع نہیں ہے - لیکن اگر اس راہ پر ہمارے نوجوان سنبھلے ڈالے جاویں تو شاید ایک زمانے بعد ایسے لوگ قوم میں پیدا ہو جاویں ﴿

افسوس یہ ہے کہ اس ناقص تعلیم کا بھی جو ابتدائی زمانے میں لازمی ہے اور قومی ترقی کے لیئے پہلی منزل ہے ہماری قوم کو خیال نہیں ہے - بلاشبہ قوم میں امیر - غریب - سب قسم کے لوگ ہوتے ہیں - مگر یہ کہنا کہ ہماری قوم غریب اور مفلس ہے اس سبب سے اس قسم کی تعلیم کا بھی اپنی قوم کے لیئے بندوبست نہیں کر سکتی محض غلط اور مجھکو معاف کیجیئے اگر میں یہ کہوں کہ سراسر جھوٹ ہے - اصل یہ ہے کہ قوم کو قومی تعلیم - قومی ترقی - قومی فلاح کا خیال نہیں ہے - اور اس قسم کے امور میں بلکہ اپنی اولاد کی تعلیم میں بھی روپیہ خرچ کرنے کی عادت نہیں ہے - اگر کسی میں کچھ جوش اُٹھا بھی اور روپیہ خرچ بھی کیا تو قوم کے لیئے نہیں بلکہ اپنے خیالات خاص کے مطابق اپنی عاقبت میں سرمایہ جمع کرنے کے لیئے - یہ فیاضی اگر فیاضی کہی جاوے تو قوم کے لیئے نہیں ہے بلکہ اپنے خیال کے مطابق اپنے لیئے ہے - حالانکہ اگر اصول مذہب اسلام پر خیال کیا جاوے تو نیکی اور ثواب بھی اُسی فیاضی میں ہے جس سے قوم کو جو ضرورت ہو وہ رفع ہوئیں تو اس قسم کی فیاضی کو جو ہماری قوم کرتی ہے اُس پیر زال بڑھیا کی فیاضی سے - جو گنگا میں کمر کمر پانی میں کھڑی ہو کر اپنی قیمتی نتھ چپکے سے گنگا میں چھوڑ دیتی ہے اور کہتی ہے کہ "لے گنگا مائی" زیادہ وقعت نہیں سمجھتا - اس میں کچھ شبہ نہیں کہ اخراجات تعلیم مثل دیگر اخراجات کے روز بروز بڑھتے جاتے ہیں اور بغیر روپیہ کے تعلیم نہیں دی جا سکتی اور تعلیم کا سامان جمع نہیں ہو سکتا - پس جو لوگ آسودہ ہیں وہ کیوں نہیں اپنی قوم کی تعلیم میں اور اُس کا سامان جمع ہونے میں مدد کرتے - اگر ایک پیسہ یعنی تین پائی فی روپیہ اپنی آمدنی کا قوم کی تعلیم میں دیں تو لاکھوں کروڑوں روپیہ قوم کی تعلیم کے لیئے جمع ہو سکتا ہے ﴿

کیسی شرم کی بات ہے کہ کبھی ہمکو اپنی قوم کی صلاح و فلاح کا یہ خیال تک نہ آوے اور ایک پیسہ تک اُس میں خرچ کرنا دشوار معلوم ہو - لیکن اگر ہماری قوم کو اور خصوصاً ان کو جو رئیس کہلاتے ہیں یہ بات معلوم ہو کہ فلاں امر میں روپیہ خرچ کرنا خوشنودی حکام کا باعث ہوگا خواہ وہ کام مسجد ہی کے بنانے کا ہو یا مدرسہ یا شفاخانہ یا مدرسۂ نسوان کے قایم کرنے کا یا اور کوئی تو اُس وقت کس قدر فیاضی برتی جاتی ہے اور بے دریغ چندہ دیا جاتا ہے اور پھر اُس سے

ثوابِ آخرت کی توقع رکھی جاتی ہے۔ العجب ثم العجب ؎

ترسم نرسی بکعبہ اے حضرتِ من
کیں رہ کہ تو میروی بترکستانست

اے حضرات۔ اگلے زمانے میں تعلیم کی دوسری صورت تھی اور تعلیم کے اخراجات بہت قلیل تھے۔ طالب علم مسجدوں یا خانقاہوں کے حجروں میں رہتے تھے۔ اُن کے ایک وقت کی روٹی کسی گھر سے اور دوسرے وقت کا کھانا کسی گھر سے [illegible]تا تھا۔ مُردوں کے فاتحہ کی روٹی۔ سیوم اور چہلم کے کھانے پر اُن کی گزران تھی کہیں لنگر جاری تھا اور وُہی ذریعہ اُن کی گزران کا تھا۔ جن لوگوں کی عمر میرے برابر یا مجھ سے زیادہ ہے اور جن لوگوں نے مصر کی سیر کی ہے اور جامع ازہر کے مدرسے اور طالب علموں کا حال دیکھا ہے اُنہوں نے یہ سب باتیں اپنی آنکھ سے دیکھی ہوں گی۔ ہندوستان میں اب بھی اسلامی مدرسوں میں اس کا نشان پایا جاتا ہے۔ اُس زمانے کے طالب علموں کو پہننے کے لئے ایک کرتا اور ایک پاجامہ اور زیادہ سے زیادہ تکلف ہوا تو ایک لنگی کافی تھی۔ میرا مطلب اس بیان سے اُن کی تحقیر کرنا نہیں ہے۔ کیونکہ اُنہیں طالب علموں میں ایسے لوگ بھی پیدا ہوئے ہیں جو نہایت مقدس اور قابل ادب ہیں بلکہ میرا مقصد اس بیان سے ایک امر واقعی کا بیان کرنا ہے اور یہ بتانا ہے کہ اب زمانہ بدل گیا ہے اس زمانے میں وہ سادہ اور کم خرچ طریقہ علوم تحصیل کرنے کا اب نہیں چل سکتا خصوصاً علوم انگریزی اس طرح پر حاصل نہیں ہو سکتے اور نہ وہ اوصاف طالب علموں میں پیدا ہو سکتے ہیں جن کا پیدا ہونا بمقتضائے زمانہ ہم اُن میں چاہتے ہیں۔ اور نہ اس طریقہ تعلیم و تربیت سے اُن میں ہمت اور جرأت سیلف رسپکٹ پیدا ہو سکتی ہے۔ نہ غیرت اور حمیت باقی رہتی ہے۔ نہ اُن میں قومی ہمدردی کا جوش پیدا ہوتا ہے۔ نہ قوم کو اُن سے قومی بہبودی کی توقع ہو سکتی ہے۔ اُس زمانے میں جو کچھ جلوہ تھا وہ صرف ایسی سلطنت کا تھا جو اُنہیں کے بخیال تھی جو اُن مسجدوں میں تعلیم دیتے تھے یا تعلیم پاتے تھے۔ مگر اس زمانے میں سلطنت کا۔ قوموں کا۔ قوموں کی ترقی و بہبودی کا اور علوم کا اور قوم کے غریبوں کی مدد کرنے کا سب کا رنگ بدل گیا ہے اور جب تک ہم بھی نہ بدل جاویں اور زمانے کے ساتھ نہ چلیں کسی طرح کامیابی نہیں حاصل کر سکتے۔

اس زمانے میں بھی مسلمان طالب علم اور شریف خاندانوں کے بچے بہت زیادہ امداد کے محتاج ہیں۔ قوم کے سرداروں اور قوم کے مالداروں اور قوم کے ترقی خواہوں کو اُن کی امداد کرنی ضرور ہے مگر نہ اُس پہلے طریقے سے جس کا میں نے ابھی ذکر کیا بلکہ دوسرے

طریقے سے جس سے اُن طالب علموں کی حمیت۔ غیرت۔ سلف رسپکٹ میں بھی کچھ خلل نہ آوے اور اُن کو تعلیم میں بھی مدد ملے۔ وہ شریفانہ طریقے پر رکھے جاویں تاکہ اُن کی حمیت اور غیرت اور اپنے پر بھروسہ کرنے کی خصلت کو روز بروز ترقی ہوتی جاوے جو آیندہ کو قومی ترقی اور بہبودی کا ذریعہ ہے ؛

کہا جاتا ہے کہ اس زمانے میں قوم کو جس قدر قومی ترقی پر توجہ ہے پہلے کسی زمانے میں نہ تھی۔ ہندوستان میں جابجا اسکول۔ مکتب قوم کی سعی سے جاری ہوتے جاتے ہیں۔ یتیم خانے بنائے جاتے ہیں جن کا پہلے کبھی وجود نہ تھا۔ انجمن ہائے اسلامیہ قایم ہوتی جاتی ہیں جن کی کثرت برسات کے مینڈکوں سے کچھ کم نہیں ہے۔ گو کہ چند روز بعد وہ معدوم ہوجاتی ہیں مگر افسوس یہ ہے کہ وہی نکبت اُن سب پر برستی ہے جس کا دُور کرنا ہم چاہتے ہیں۔ کیا ایسی باتوں سے قوم کو کچھ ترقی ہوسکتی ہے اور اُس کی نکبت دور ہوسکتی ہے؟ حاشا وکلا۔ بلکہ ایک اَور نشانی قومی نکبت کی پیدا ہوتی ہے ؛

ایک بہت بڑے تجربہ کار سیاح کا مقولہ ہے کہ اگر تم اپنے سفر میں کسی قوم کے آسودہ خوش حال یا ذلیل وخوار ہونے کا اندازہ کرنا چاہتے ہو تو تمکو اُن کے قبرستان اور معبدوں کا دیکھ لینا کافی ہے۔ اگر اُن کے قبرستان درست اور معبد با رونق ہیں تو تم یقین کر لو کہ وہ قوم بھی آسودہ ہے۔ مگر میرے نزدیک ہندوستان میں ایک تیسری چیز بھی اُس کے اندازہ کرنے کو پیدا ہوگئی ہے یعنی اسلامی مدرسے۔ اسلامی انجمنیں۔ اسلامی یتیم خانے۔ کیونکہ اُن سب میں قومی نکبت کے نشان پائے جاتے ہیں۔ **اے بزرگانِ قوم**۔ اگر تم سب ملکر اتفاق سے کام کرو تو تم میں اب بھی وہ قوت وطاقت ہے جو نہ ہارون الرشید کو میسر ہوئی تھی نہ مامون الرشید کو۔ اور نہ اکبر کو نصیب ہوئی تھی اور نہ شاہجہان کو۔ اور نہ اس زمانے میں باوصف اِس جاہ وجلال کے انگریزی گورنمنٹ کو نصیب ہے۔ بشرطیکہ تم ایک پیسہ فی روپیہ یعنی تین پائی اپنی آمدنی میں سے قوم کے لیئے دو اور مختلف اور متعدد کاموں کے بدلے کسی ایک کام کو متفق ہوکر تمام کر لو پھر تم دیکھو کہ کیسے کیسے عالی شان کام کرسکتے ہو جو یورپ کے کاموں سے بھی فوق لیجاتے ہیں۔ مگر افسوس ہے کہ ہم میں استقلال نہیں۔ اگر استقلال ہے تو اتفاق نہیں۔ اِس لیئے تمام کام خراب اور ابتر ہیں اور ہر ایک کام میں بلکہ ہر ایک بات میں قومی نکبت کے نشان موجود ہیں۔ امنّا باللہ وبکلامہ حیث قال جل جلالہ۔ تعز من تشاء وتذل من تشاء بیدک الخیر انک علیٰ کل شی ءٍ قدیر ۝

اوہام مذہبی اور تعصبات بیجا بھی ہماری قومی ترقی کے مانع ہیں۔ ہمکو اپنی قوم کے علمائے

اُمید کرنی چاہیئے۔ خواہ وہ پوری ہو نہو کہ قوم میں سے اوہام مذہبی اور بیجا تعصبات کو دُور کریں جس سے ملک میں امن اور آسایش اور قوم کو ترقی اور بہبودی ہو۔ مجھے یاد ہے کہ جب اوّل اوّل ریل جاری ہوئی اُس وقت یہ مسئلہ پیش ہوا کہ چلتی ریل میں نماز درست ہے یا نہیں۔ فیصلہ یہ ہوا کہ نہیں۔ پھر یہ امر پیش ہوا کہ ریل کا ٹھہرالینا ہمارے اختیار میں نہیں ہے۔ ممکن ہے کہ نماز کے وقت ریل نہ ٹھہرے اور نماز کا وقت جاتا رہے۔ اس پر یہ فیصلہ ہوا کہ ریل پر سوار ہونا ہی جایز نہیں۔ مگر چونکہ اس فیصلے کی مضرت میں مولوی اور عامی سب شامل تھے اس لیئے علمائے کرام نے اس بحث کو خاموش کردیا اور کہا "چُپ چُپ۔ الضرورات تبیح المحذورات" مگر میں نے بعض مقدس لوگوں کو دیکھا ہے کہ ٹھہری ہوئی ریل سے اُتر کر اسٹیشن کے پلیٹ فارم پر نماز پڑھتے ہیں اور ایسی جلدی سے کہ کراماً کاتبین کو بھی اُس کے لکھنے کا وقت نہیں ملتا اور ایسا بھی ہوا ہے کہ ادھر نیت باندھی اور اُدھر ریل چلدی۔ نماز کے بعد حیران بیٹھے ہیں کہ کیا کریں۔ ساتھ کا اسباب بھی ریل کے ساتھ چلا گیا۔ جب بہت لوگوں نے پوچھا تو غصے میں آکر کہا کہ "میاں کیا پوچھتے ہو۔ الدنیا سجن المؤمنین وجنت للکافرین، جو کچھ مصیبتیں اس دنیا میں پڑیں اُن کو برداشت کرنا چاہیئے" ۔

ایک بزرگ مولوی تھے جو ہر بات میں من تشبہ بقوم فھو منھم سے بہت لوگوں کو کافر بتاتے تھے وہ ایک شخص کے پاس جو اُن کے اس فتوے سے مخالف تھا بحث کرنے کو تشریف لائے۔ گرمی کا موسم تھا اور دن بھی ایسے ہونے کو تھا وہ شخص ایک دالان میں بیٹھا ہوا تھا۔ مولوی صاحب بھی (یاد نہیں کہ سلام علیک کر کے یا بلا سلام علیک) آن بیٹھے۔ جب اُنہوں نے اس مسئلے پر گفتگو چاہی اُس شخص نے کہا بہتر ہے کہ ہم سب باہر صحن میں چل بیٹھیں۔ صحن میں ایک تخت اور چند کرسیاں بچھی ہوئی تھیں۔ یہ شخص تو تخت پر بیٹھا اور مولوی صاحب کی تعظیم و توقیر کے سبب اُن سے کہا کہ آپ اس کرسی پر تشریف رکھیں جب مولوی صاحب کرسی پر بیٹھ گئے تو یہ شخص اُٹھا اور آداب بجا لایا اور کہا کہ من تشبہ بقوم فھو منھم۔ "جب اس قدر توہمات اور بیجا تعصبات قوم میں پھیلے ہوئے ہیں اور ہمارے علما بعوض اس کے کہ ایسے اوہام کو دور کریں قوم کے لوگوں میں زیادہ استحکام دیتے ہیں تو کیا توقع ہے کہ قوم کی ترقی ہو۔ خُدا ہی ہمارے گناہوں کو معاف کرے اور ہمکو ثابت قدم رکھے اور ہماری مدد کرے تو کچھ ہو سکے۔ ربنا اغفرلنا ذنوبنا واسرافنا فی امرنا وثبت اقدامنا وانصرنا اس سے زیادہ میں پوری آیت پڑھنا نہیں چاہتا۔

اے دوستو۔ آپ یقین کریں کہ جب تک ہم اپنی قوم کے لیئے اعلےٰ درجے کی

انسٹیٹیوشن خواہ تعلیم کے ہوں یا یتیموں کی پرورش کے قایم نہ کریں گے اور عمدہ سے عمدہ سامان تعلیم کا جمع نہ کریں گے جو مثل یا قریب قریب یورپ کے انسٹیٹیوشنوں کے ہو اور اپنے نوجوان بچوں کو ویسے ہی اعلےٰ درجے کے اصول پر جیسے کہ یورپ میں ہیں تعلیم و تربیت نہ دینگے اُس وقت تک ہماری قومی ترقی ہونی ممکن نہیں ہے - بلاشبہ اس کے لیئے زر کثیر کی ضرورت ہے اگر قوم مستعد ہو جاوے اور عملی کارروائی بھی کرے تو ہمکو روپیہ کی کچھ کمی نہیں ہے - ہماری قوم اب بھی اُس سے زاید روپیہ اپنی ہی قوم سے جمع کر سکتی ہے جسکی اِن کاموں کے لیئے ضرورت ہے - بشرطیکہ بقول **سر آکلنڈ کالون** کے ہم اپنے معنوی بتوں کو توڑیں اور قوم کی ترقی اور بہبودی پر متوجہ ہوں *

سر آکلنڈ کالون کا قول ہے کہ آج کل دنیا میں اُسیقدر بت دکھائی دیتے ہیں جتنے کہ ساتویں صدی عیسوی میں عرب میں دکھائی دیتے تھے *

ایک بت یہ ہے کہ لوگ گزشتہ طریقۂ تعلیم پر اور اُس زمانے کے دلائل اور بحث و مباحثے کے طریقے پر از خود رفتہ ہیں *

ایک بت یہ ہے کہ اُن تمام چیزوں سے جو مذہب اور اسلامی مملکت سے اجنبی ہیں متعصبانہ نفرت رکھتے ہیں *

ایک بت قومیت کے مغرورانہ افتخار کا ہے *

ایک بت جو سب سے بڑا اور نہایت خوفناک ہے وہ کاہلی اور لاپرواہی اور غفلت کا ہے * یہ سارے بت گونگے اور تاریک ہیں جن کی شکل سے دہشت ٹپکتی ہے اور جو اپنے دعوے میں محض بیہودہ ہیں اور اپنی کمزوری اور بے اثری کے باعث قابلِ نفرت ہیں *

اے دوستو - ہمارے سب سے پہلے پیشوا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اور ہمارے **ہادی - بابی و اُمی جدی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم** نے کعبہ کے بتوں کو توڑا اور کعبہ سے نکالا - پس ہم بھی اُن کی تقلید کریں اور اپنے دلوں کے اِن معنوی بتوں کو توڑیں جن کے توڑے بغیر کبھی فلاح نہیں پانے کے - ۵

چندے بغلط بتکدہ کردیم حرم را
وقتے است کہ از کعبہ بر آریم صنم را

۸۱

رزولیوشن نمبر۲

اس کانفرنس کی یہ رائے ہے کہ چونکہ سال حال وہ مبارک سال ہے جسمیں ہماری عادل اور بادرسیدہ قیصرۂ ہند امپرس وکٹوریا دام ملکہا کا زمانہ سلطنت تمام گذشتہ شاہان انگلستان سے بڑھ گیا ہے مسلمانان ہندوستان کو بلحاظ اس امن و آسایش ور آزادی اور ہر ایک قسم کی بیشمار برکتوں کے جو اُن کو اس عہد معدلت مہد میں حاصل رہی ہے واسطے اظہار اپنی سچی خوشی اور صادق مسرت کے جو اُن کو اس مُبارک وقت کے دیکھنے سے ہوئی ہے ایک دائمی یادگار اس مُبارک سال کی قایم کرنی چاہیئے

نیز کانفرنس کی یہ رائے ہے کہ اس مُبارک یادگار کے قایم کرنے کے واسطے سٹینڈنگ کمیٹیوں کے چندہ ہونا چاہیئے اور جو اصحاب سَو روپیہ یا سَو روپیہ سے زاید چندہ دیں اُن کے نام مدرسۃ العلوم مُسلمانان علیگڈھ میں اسٹریچی ہال میں کندہ کر کے نصب کرنے چاہئیں اور جو سرمایہ اس طرح سے جمع ہو اُسکی آمدنی سالانہ سے اس مبارک سال کی ایسی یادگار قایم کیجائے جس سے مُسلمانوں کی اعلےٰ تعلیم کو فایدہ پہونچے اور اس مُبارک یادگار کے فیض سے مُسلمانوں کے دلوں میں یہ مُسرت ناک یادگار ہمیشہ تازہ رہے یعنی اس روپیہ سے ایسے مُسلمان طلباء کو وظایف اور مڈل طلائی دیئے جاویں جو یونی ورسٹی کے اعلےٰ امتحانات میں عربی زبان کو بطور سیکنڈ لینگویج کے لیکر تعریف سے کامیاب ہوں اور ٹرسٹیان مدرسۃ العلوم علیگڈھ سے استدعا کیجاوے کہ بعد جمع ہو جانے ایسے سرمایہ کے وظایف کے نام ایسے مقرر کریں اور مڈل پر ایسا مضمون کندہ کرائیں جس سے اس مبارک یادگار کے قایم کیئے جانے کا مقصد پُورا ہوا ✦

اسپیچ سر سید احمد خاں بہادر

جناب صدر انجمن و دیگر بزرگان قوم ۔ جو پرپوزل میرے نہایت معزز دوست سردار محمد حیات خاں نے پیش کیا ہے اور اُسکو نہایت مفصل طور پر ایک فصیح عبارت میں بیان کیا ہے مَیں اُسکی تائید کرتا ہوں ۔ یہ ایک ایسا امر ہے جسکی تائید ہر شخص دل سے کرتا ہوگا ۔ کون شخص اس بات سے انکار کرسکتا ہے کہ اس زمانہ میں جس قدر مذہبی آزادی ہندوستان کے مُسلمانوں کو حاصل ہے اور جو امن و امان اس مُلک کے درمیان پھیلا ہوا ہے وہ خدا کی ایک نعمت ہے جسکا شکر ادا کرنا ہر مُسلمان پر اور اس مُلک کے ہر باشندے پر فرض ہے (چیرز) برٹش انڈیا کے مُسلمان جو

مسیحی یا کوئی اور فرقہ ... ملکہ معظمہ کی حکومت میں آزادی اور امن و امان سے زندگی بسر کرتے ہیں۔ ہر ایک ہر قسم کی ترقیاں کر سکتا ہے اور ان کی ترقی اور بہبودی کے لیئے خواہ وہ ترقی مذہب کے لحاظ سے ہو یا تجارت و حرفت کے لحاظ سے یا علم کے لحاظ سے کوئی روک اور کوئی مزاحمت نہیں ہے۔ یہ مذہبی آزادی ... ان یورپ کے ملکوں میں بھی نہیں ہے جو سویلائیزڈ کہلاتے ہیں۔ جس شخص نے ... یہودیوں کا ... سنا ہوگا اور جس شخص نے سنا ہوگا کہ قوم ڈروج کے حکام نے اپنی مسلمان رعایا کے ساتھ کیا سخت سلوک کیا، وہ ضرور اس بات پر یقین کرے گا کہ انگریزوں کی حکومت ایک عادل ملکہ مہربان حکومت ہے۔ اور اس میں ہر قوم کو خصوصاً مسلمانوں کو ہر قسم کی ترقی کرنے کا موقع حاصل ہے۔ (چیئرز) میں نے **انگلستان** میں چند مہینے بسر کیئے ہیں اور میں اپنے ذاتی تجربے اور واقفیت سے کہہ سکتا ہوں کہ جس آسایش سے **ہندوستان** کے باشندے زندگی بسر کرتے ہیں اس طرح خود انگلستان کے باشندے آسایش سے بسر نہیں کرتے (چیئرز) پس ہم آسایش کے لحاظ سے ہر ملک کو اس شایستہ اور عادل اور فیض رسان حکومت کا شکر گزار ہونا ... ہے۔ اس کے علاوہ ہمارا مذہبی فرض ہے کہ ہم پر جو حاکم ہو خواہ وہ ایک حبشی غلام ہی کیوں نہ ہو ہم اس کی دل سے اطاعت کریں۔ **حضرت ملکہ معظمہ** تو اہل کتاب ہیں اور ان کی حکومت میں جو آزادی اور آسایش مسلمانوں کو حاصل ہے وہ دنیا کی کسی حکومت میں نہیں ہے (چیئرز) پس ہمارا مذہبی فرض ہے کہ ہم حضرت ملکہ معظمہ قیصر ہند کی اطاعت دل و جان سے کریں اور ان کی دولت اور حکومت کی درازی اور قیام و استحکام کی دعا کرتے رہیں۔ اور اس بات کے اظہار کے لیئے کہ **ہندوستان کے مسلمان** اپنے مذہب کے احکام کے سچے پیرو ہیں اور اپنے عادل اور فیض رسان حاکم کی نہایت وفاداری اور خیر خواہی سے اطاعت کرتے ہیں **حضرت ملکہ معظمہ** کی شصت سالہ حکومت کی ایک یادگار قائم کرنی چاہیئے۔ اور اس کے لیئے سب سے بہتر وہی صورت ہے جو **داور صاحب** نے اپنے پروپوزل میں بتائی ہے۔ انہوں نے جو یہ شرط لگائی ہے کہ تمغا یا وظیفہ اس طالب علم کو دیا جائے جس نے سیکنڈ لینگویج عربی لی ہو۔ اور اس باب میں جو وجوہات انہوں نے بیان کی ہیں وہ نہایت عجیب ہیں۔ اور میں تائید کرتا ہوں کہ عربی کے ساتھ اس پروپوزل کا مشروط ہونا ضروری ہے (چیئرز) مجھ کو امید ہے کہ تمام حاضرین جلسہ اس پروپوزل سے اتفاق کرینگے اور نہایت جوش و خوشی کے ساتھ اس کو پاس کرینگے۔ میں غریب آدمی ہوں اس لیئے اس یادگار کے قائم ہونے کے لیئے میں ... روپیہ کا چندہ پیش کرتا ہوں۔ اور امید کرتا ہوں کہ یہ حقیر چندہ قبول کیا جائیگا۔ (چیئرز کے نعرے دیر تک بلند رہے)

رزولیوشن نمبر ۳

یہ کانفرنس کی رائے ہے کہ جن جن صوبوں میں لوکل اسٹینڈنگ کمیٹیاں قائم ہو گئی
ہیں اُن سے درخواست کیجاوے کہ اپنے ضلع سے دس روپیہ ماہوار تا چند وظیفہ اس طرح پر کسی ایک
مسلمان طالب علم کی امداد کی غرض سے کرے جو کسی کالج کی کلاسوں میں پڑھتا ہو یا پڑھنا چاہے
اور ذہین اور لائق اور قابلِ امداد معلوم ہو وصول ہوں اور جس کالج میں وہ پڑھتا ہے وہاں کی لوکل
اسٹینڈنگ کمیٹی اس بات کی نگران رہے کہ وہ محنت اور کامیابی سے تعلیم میں
مصروف رہتا ہے

[illegible] خاں نے پیش کیا

جناب پریسیڈنٹ و حاضرین اجلاس - اگر بہت سے اضلاع میں جہاں جہاں کانفرنس کی لوکل کمیٹیاں قائم
ہو جاویں جیسا کہ تمنا ہے ہمارا خیال ہے تو اُن کو اس مفید اور ضروری تجویز پر عمل کرنا کچھ مشکل نہیں ہے ہماری
بڑی کوشش یہ ہے کہ مسلمانوں میں ہائی انگلش ایجوکیشن کو وسعت کے ساتھ رواج دیں کوئی شک
نہیں ہے کہ ہماری قوم کا ایک بڑا حصہ اعلیٰ تعلیم کے پانے سے اس لیئے محروم ہے کہ وہ کالج
کلاسوں کی فیس اور دیگر اخراجاتِ تعلیم و تربیت کے ادا کرنے کے قابل نہیں ہیں - پس اگر ہر بڑے
قصبہ یا ضلع سے جیسا کہ رزولیوشن میں درج ہے ایک یا چند وظیفے اُن طالب علموں کے لیئے مقرر
ہو جاویں جو غریب ہوں اور جو اعلیٰ تعلیم پا اور اُس کے ساتھ اعلیٰ تربیت میں ترقی کرنے کے قابل
ہوں تو بلاشبہ اس سے قوم کو نفع ہوگا اور یہ کامیابی اس قسم کی ہوگی جس کو کانفرنس کی عملی کامیابی کہا جائیگا
اگرچہ مدرسۃ العلوم خاصکر مسلمان طالب علموں کی ترقی تعلیم و تربیت کا ایک مسلّم ذریعہ ہے مگر اس
رزولیوشن میں کوئی شرط کسی خاص کالج میں تعلیم پانے کی نہیں ہے - اس لیئے جن صاحبوں کو جہاں تعلیم دینے
اور تعلیم کی نگرانی کرنے میں آسانی معلوم ہو مسلمان طلباء کو تعلیم دلائیں اور اُن کی تعلیم کی نگرانی کریں اور
جہاں مناسب سمجھیں اس وظیفہ کو جاری کریں - پس میں اس رزولیوشن کی تحریک کرتا ہوں *

تمت بالخیر

بقیہ

مختصر فہرست کتب

سر سید مرحوم و مغفور۔

تہذیب الاخلاق جلد اوّل

یعنی عالیجناب نواب [illegible] الدولہ محسن الملک مولوی سید مہدی علی صاحب منیر نواز جنگ مصنف کتاب آیات بینات وغیرہ کے کل مضامین مندرجہ تہذیب الاخلاق گذشتہ ہفت سالہ از ابتدائے ۱۲۸۷ھ ہجری لغایت ۱۲۹۳ھ ہجری یہ وہی مضامین ہیں جنہوں نے مسلمانوں میں اپنی صداقت سے ایک غیر معمولی ترقی کا جوش پھیلایا۔ اور یہ وہی مضامین ہیں جن کی تلاش ایک مدت سے تھی تو ہاں قوم و ملک کو بھی بڑا افسوس کہ اُن کو میسر نہ آسکے۔ اب ہم نے نہایت کوشش سے بہم پہنچا کر شائع کردئے ہیں۔ بہت عمدہ [illegible] کاغذ پر چھپی ہوئی کتاب ہے اور اس میں ۲۷ نہایت دلچسپ مضامین ہیں۔ اگر کوئی شخص اسلام سے واقفیت کرنی چاہے یا اُردو انشا پردازی اور معلومات کا ذخیرہ جمع کرنا چاہے تو اس سے بہتر اور کوئی کتاب اُس کو نہ ملیگی ضخامت . . ۴ صفحے .. قیمت .. .. دو روپے .. .. عہ

تہذیب الاخلاق جلد دوم

عالیجناب آنریبل ڈاکٹر سر سید احمد خاں صاحب بہادر بالقابہ کے گذشتہ ہفت سالہ تہذیب الاخلاق کے مضامین جنکی قوم کو از حد ضرورت تھی از ابتدائے ۱۲۸۷ھ ہجری لغایت ۱۲۹۳ھ ہجری تک چھپکر تیار ہوگئے ہیں اس میں سر سید کے وہ مضامین ہیں جنکے پڑھنے سے ایک قسم کی روشنی پیدا ہوتی ہے تعداد میں یہ مضامین ایک کم سو ہیں اخلاقی اور تمدنی مضامین کا مخزن ہیں اسلامی مسائل سے واقفیت حاصل کرنے کے لئے ایک کورس۔ مضامین نگاری کے لئے اتالیق۔ اردو لٹریچر کی جان۔ یہ وہی دلچسپ مضامین ہیں جنکی مقبولیت سے سر سید کو کامیابی ہوئی یہ وہی سچے اور بے لوث آرٹیکل ہیں جنہوں نے سر سید کا بول بالا کیا۔ مسلمانوں کو خواب غفلت سے جگایا۔ اسلام اور اسلامی ہمدردی کا سبق دیا۔ ان مضامین کے پڑھنے سے آپ کو معلوم ہوگا کہ اصلاح قوم میں سر سید کو کس قدر رکاوٹیں اور تکلیفیں پیش آئی ہیں مفصل حالات کتاب کے پڑھنے سے معلوم ہونگے اہل ملک کو عموماً اور اہل اسلام کو خصوصاً اس کتاب کے مطالعہ کی کہاں تک ضرورت ہے۔ یہ امر کتاب کے پڑھنے سے معلوم ہو جاویگا۔ کتاب بہت بڑی ہے ۲۳۲ ، صفحے پر نہایت خوشخط اور عمدہ کاغذ پر چھپ کر تیار ہے .. .. ۳ ملے

تہذیب الاخلاق جلد سوئم

یعنی عالیجناب نواب اعظم یار جنگ مولوی چراغ علی صاحب بہادر مرحوم کے جملہ مضامین مندرجہ تہذیب الاخلاق ہفت سالہ از ابتدائے ۱۲۸۷ھ لغایت ۱۲۹۳ھ ہجری۔ مضامین کیا ہیں ایک گوہر بے بہا ہیں نواب صاحب مرحوم کی لیاقت اور تحریر کو کون نہیں جانتا

تمام ہندوستان کے بڑے بڑے فلسفہ دان لوہا مان گئے۔ آپ صرف عربی و انگریزی کے فاضل تھے بلکہ فرنچ لیٹن۔ عبرانی اور سنسکرت سے کما حقہ واقف تھے۔ آپ نے اپنے مضامین میں بہ سیاق ظاہر کر دیا ہے کہ مسلمانوں میں ایسے شخص جدید ہیں جو ہر زبان کے اشخاص کو اسلام سے واقف کر سکتے ہیں اور نہ واقف ہی کر سکتے ہیں بلکہ سیدھے رستے پر لا سکتے ہیں ان مضامین میں اکثر جگہ مصنف مرحوم نے عبرانی اور انگریزی حروف میں حاشیہ لکھے ہیں جو بجنسہ ہم نے چھاپ دئے ہیں۔ نہایت عمدہ کتاب چھپ گئی ہے اور مقبول عام ہوئی ہے ... ... ۱۲ مجلد

تہذیب الاخلاق جلد چہارم

اس مجموعہ میں جناب مولوی مشتاق حسین صاحب انتصار جنگ۔ جناب مولانا خواجہ الطاف حسین صاحب حالی۔ جناب سید محمود صاحب جناب شمس العلماء مولانا مولوی ذکاء اللہ صاحب۔ جناب نواب وقار الملک صاحب کے تمام مضامین ہیں ان کی تعریف صرف اسی قدر کافی ہے کہ تمام اہل ملک مندرجہ بالا اصحاب سے واقف ہیں اور ان کی تصنیف کو خرید رہے ہیں۔ تمام اہل ملک ان لوگوں کے رتبہ اور قدر و جاہ فضیلت سے واقف ہیں مضامین کیا ہیں ایک چلتا جادو ہے جو دلوں کو تسخیر کئے لیتا ہے اب اس مجموعہ کے چھپ جانے سے تہذیب الاخلاق کی پانچوں جلدیں ہفت سالہ مکمل ہو گئیں نہایت عمدہ کاغذ و خوشخط ۱۲ / ۸

النظر فی بعض مسائل الامام الہمام ابو حامد محمد الغزالی علیہ الرحمۃ

اس میں آٹھ رسالے شامل ہیں جن میں امام غزالی علیہ الرحمۃ کے بعض مقامات پر محققانہ بحث کی گئی ہے جو ان کی کتاب "المضنون بہ علی غیر اہلہ" ـ "المضنون بہ علی اہلہ" ـ "المنقذ من الضلال" ـ "الاقتصاد فی الاعتقاد" ـ "التفرقہ بین الاسلام والزندقہ" وغیرہ سے لئے گئے ہیں۔ پہلے رسالہ میں خدا کی ذات پر بحث ہے۔ دوسرے رسالہ میں امام صاحب کی واردات قلبی کا بیان ہے۔ تیسرے رسالہ میں فلاسفہ کے اقسام اور ان کے علوم پر بحث کی گئی ہے۔ چوتھے رسالہ میں روح کی حقیقت پر بحث ہے۔ پانچویں رسالہ میں لوح و قلم کے معنوں کا بیان ہے۔ چھٹے رسالہ میں صراط اور میزان کے معنوں پر بحث ہے۔ ساتویں رسالہ میں ملائکہ جن اور شیاطین کی حقیقت پر بحث ہے۔ آٹھویں رسالہ میں امام صاحب کے رسالہ التفرقہ بین الاسلام والزندقہ پر ریویو ہے جس میں اس امر پر بحث کی گئی ہے کہ کن باتوں سے تکفیر ہو سکتی ہے اور کن باتوں سے نہیں ۱۰

تحریر فی اصحاب الکہف والرقیم

اس رسالہ میں اصحاب کہف کے قصہ پر جو قرآن مجید میں ہے نہایت متانت اور سنجیدگی سے محققانہ بحث کی گئی ہے ... ۸

الدعاء والاستجابۃ اس رسالہ میں دعا اور اس کے مقبول ہونے کی حقیقت بیان کی گئی ہے اور قرآن شریف سے تمام دعائیں یکجا جمع کر دی گئی ہیں اور نہایت محققانہ بحث ہے ۲

اطلاع